

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۲

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

4	اجمالی فہرست
5	پیش لفظ
6	فتاویٰ رضویہ جلد دوم
9	فہرست جلد دوم
9	ابواب و مسائل
17	فہرست ضمنی مسائل
37	باب المیاء
37	(پانیوں کا بیان)
43	رسالہ
43	فتویٰ مسمّی بہ
43	الطریس المعدل فی حد الماء المستعمل ^{۱۳۲۰ھ}
43	استعمال شدہ پانی کی تعریف میں منصف صحیفہ (ت)
113	فتویٰ مسمّی بہ
113	التمیقة الانقی فی فرق الملاقی والملقی ^{۱۳۲۷ھ}
113	ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر (ت)
286	فتویٰ مسمّی بہ
286	الهنیئ النمیر فی الماء المستدیر ^{۱۳۳۳ھ}
286	خوشگوار صاف آبِ مستدیر کی تحقیق (ت)
322	رحب الساحة فی میاء لایستوی وجهها وجوفها فی المساحة ^{۱۳۳۴ھ}
322	ان پانیوں کے بارے میں میدان و وسیع کرنا جن کی سطح اور گہرائی پیمائش میں برابر نہ ہو (ت)
406	تجدید النظر بوجه آخر وابانة موهو احلی و ازهر واجلی و اظهر
406	ایک اور طریقہ سے نظر ثانی، اور عمدہ، روشن اور اظہر طریقہ پر وضاحت:
426	فتویٰ مسمّی بہ
426	هبة الحبیر فی عمق ماء کثیر ^{۱۳۳۴ھ}

426	ابر باراں کا عطیہ زیادہ پانی کی گہرائی میں (ت)
452	فتویٰ مسمیٰ بہ
452	النور والنورق — لاسفار الماء المطلق ^{۱۳۳۲ھ}
452	(آب مطلق کا حکم روشن کرنے کیلئے نور اور رونق)
495	(رسالہ ضمنیہ) عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی ^{۱۳۳۲ھ}
495	(بچے کے حاصل کردہ پانی کے احکام کے متعلق نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطیہ)
698	ماخذ ومراجع



فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)



مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)
 الْعَطَايَا النَّبَوِيَّة فِي الْفَتَاوَى الرَّضَوِيَّة
 مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ثانی

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
 فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ _____ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء _____ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرولن لوہاری دروازہ، لاہور، پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد دوم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری ریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارات	مفتی سید شجاعت علی قادری، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی
پیش لفظ	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
تخریج و تصحیح	۱۔ مولانا نظیر احمد سعیدی ۲۔ مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ
ترتیب فہرست	مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ	مولانا سردار احمد حسن سعیدی
اشاعت اول	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ / نومبر ۱۹۹۱ء
تعداد	ایک ہزار
صفحات	۷۱۰
مطبع	زاہد بشیر پرنٹر، لاہور
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	

ملنے کے پتے

* رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰

* مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

* شبیر برادرزہ، بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

- پیش لفظ ۵
- باب المیاء ۳۷
- مآخذ و مراجع ۶۹۷

فہرست رسائل

- الطرس المعدل ۴۳ تا ۱۱۲
- النبیقة الانقی ۱۱۳ تا ۲۴۸
- الہنئی النیر ۲۸۵ تا ۳۰۸
- رجب الساحة ۳۲۱ تا ۴۲۳
- ہبة الحبیر ۴۲۵ تا ۴۴۹
- النور والنورق ۴۵۱ (یہ رسالہ جلد سوم میں ختم ہوگا)
- عطاء النبی ۴۹۴ تا ۵۴۱

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

اس بات پر تمام ارباب علم و فقاہت کا اتفاق ہے کہ متاخرین میں اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت، سیاح بادیہ شریعت، سباح بحر معرفت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی جیسا ماہر فقیہ، مجتہد اور متکلم پورے عالم اسلام میں دکھائی نہیں دیتا جبکہ کثرت تصنیفات کے اعتبار سے تو متقدمین میں بھی شاید آپ کی نظر نہ مل سکے۔ آپ کے دور اور مابعد کے علماء عرب و عجم نے آپ کے تبحر علمی اور تعمق نظری کا تہ دل سے اعتراف کیا اور آپ کی تجدیدی، فقہی و کلامی اور تصنیفی و تحقیقی صلاحیتوں کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کو ابو حنیفہ ثانی، شامی وغیرہ فقہاء کا استاد، چودہویں صدی کا مجدد اور ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "من یرد اللہ بہ خیراً یرفقہ فی الدین" کا مظہر قرار دیا۔ یوں تو آپ کی پچاس سے زائد علوم و فنون میں تقریباً گیارہ سو تصانیف موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک تصنیف تحقیقی اور دلائل سے بھرپور ہے۔ مگر "العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة" المعروف "فتاوی رضویہ" آپ کے علمی تبحر اور تفقہ کا خصوصی شاہکار ہے جو لاکھوں مسائل و جزئیات فقہیہ کا عظیم الشان خزانہ و ذخیرہ ہے جن میں ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن کا کسی دوسری کتاب میں یا دوسرے سے وجود ہی نہیں یا پھر اس مضبوط و مربوط انداز سے کہیں اور بیان نہیں ہوئے، ہزار ہا صفحات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ کے عمدہ و منفرد اسلوب بیان اور دلائل و براہین کے تلاطم و تموّج کو دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانبہ بخت خدائے بخشندہ

ہمہ خوبی و کمال کے باوجود یہ عظیم الشان فقہی شاہکار اب تک محض اس لئے متداول و معروف نہ ہو سکا کہ اس کی سابقہ تمام اشاعتیں کتاب اور طباعت کے قدیم انداز پر تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ سیکڑوں صفحات عربی و فارسی زبان پر مشتمل ہونے کی وجہ سے عوام تو درکنار خواص و علماء بھی مشکل ہی سے استفادہ کر پاتے تھے لہذا بڑی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی ادارہ اس کو ایسے انداز میں پیش کرے کہ

اس کی افادیت سے عوام و خواص سب ہی بہرور ہو سکیں۔ چنانچہ مخدوم اہل سنت رئیس العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ وعت فیوضہم الکاملہ نے اس جلیل القدر کام کا بیڑا اٹھایا اور "رضافاؤنڈیشن" کے نام سے ایک ادارہ قائم فرما کر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و عنایت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کار خیر کا آغاز فرمایا آپ کی اور آپ کے رفقاء کار کی شبانہ روز کی محنت و کاوش باآخِر رنگ لائی اور فتاویٰ رضویہ کی جلد اول نئے انداز، معیاری طباعت اور دور حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق حسن صوری و معنوی سے مزین و آراستہ ہو کر منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوئی، جس میں عبارات کی پیرابندی، حوالہ جات کی مقدور بھر تخریج بقید جلد و صفحہ اور عربی و فارسی عبارات کے اردو ترجمے کے ساتھ ساتھ ماخذ و مراجع کی فہرست بھی دے دی گئی۔ جلد اول کے شائع ہوتے ہی جس برق رفتاری کے ساتھ لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا یہ ہماری توقعات سے کہیں بڑھ کر ہے، گیارہ سو نسخے دیکھتے ہی دیکھتے علمی ذوق رکھنے والوں کے ہاتھوں میں جانچنے۔ اس سے جہاں اس کتاب کی اہمیت و افادیت کا احساس ہوتا ہے وہاں عوام خواص کی تشنگی کا بھی پتہ چلتا ہے، چنانچہ فوری طور پر جلد اول کا دوسرا ایڈیشن بھی منظر عام پر لایا جا چکا ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد دوم

بحمد اللہ تعالیٰ فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم نہایت عمدہ معیار و انداز اور دیدہ زیب طباعت سے مہلّی ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا اور دل کو باغ باغ کر رہی ہے۔ یہ جلد پرانی جلد اول کے صفحہ ۲۳۴، باب المیاء سے صفحہ ۲۸۴ ضمنیہ "الدقة والتبيين" تک ہے جس میں سے رسالہ جلیلہ "اجلی الاعلام" جو پرانی جلد کے صفحہ ۳۸۱ سے صفحہ ۴۰۷ تک تھا جلد اول کے شروع میں لگا دیا گیا۔ پیش نظر جلد ۳۳ سوالوں کے جوابات، اقوال کے عنوان سے ۹۳۳ فوائد نفیسہ اور ۵۰۲ تطلعات و معروضات پر مشتمل ہے۔

اس جلد میں مندرجہ ذیل سات رساں ہیں:

- (۱) الطَّرْسُ الْمُبْعَدَلُ فِي حَدِّ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ
- (۲) النَّبِيْقَةُ الْأَنْقَى فِي فَرْقِ الْمَلَقِ وَالْمَلَقِ
- (۳) الْهَنْبِيُّ النَّبِيُّ فِي الْمَاءِ الْمُسْتَدِيرِ
- مستعمل پانی کی تعریف و تحقیق
- ماءِ قلیل میں بے وضو یا جنبی کے ہاتھ ڈالنے کا حکم۔
- مستدیر پانی کی مساحتِ دہ درہ کا بیان۔

(۴) رَحْبُ السَّاحَةِ فِي مِيَاةٍ لَا يَسْتَوِي وَجْهَهَا وَجَوْفُهَا فِي الْمَسَاحَةِ

ان پانیوں کا بیان جن کی مساحت اوپر سے کم اور نیچے سے دہ درہ ہے یا اس کے برعکس۔

(۵) هَبَّةُ الْحَبِيرِ فِي عُمُقِ مَاءٍ كَثِيرٍ۔ آب کثیر کی گہرائی کا بیان۔

(۶) النَّوْرُ وَالنُّورُ لِلْمَاءِ الْمَطْلُوقِ مطلق پانی کی تحقیق۔

(۷) عَطَاءُ النَّبِيِّ لِإِفَاضَةِ أَحْكَامِ مَاءِ الصَّبِيِّ بچے کے حاصل کئے ہوئے پانی کا بیان۔

یہاں حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی محمد عبدالدائم صاحب زید مجدد، مدیر اعلیٰ "جام عرفان" سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ہری پور ہزارہ کی مساعی جیلہ کو خراج تحسین پیش کرنا نہایت ضروری ہے جنہوں نے اس جلد کی نظر ثانی، تصحیح، بعض مقامات پر ترجمہ کی اصلاح اور عبارات و جمل کی ترتیب و تنزیل میں انتہائی عرق ریزی اور محنت شاقہ کا مظاہرہ فرمایا اور خلوص و لہجہ کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنی خداداد ادبی و فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کے حسن و زیبائش میں نکھار پیدا کیا۔ اس پر رضافاؤنڈیشن کے اراکین تہ دل سے ان کے شکر گزار ہیں۔

اہل علم حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے کہ ترجمہ و کتابت کی جو اغلاط ان کی نظر میں آئیں ان سے مطلع فرمائیں نیز اس عظیم و وسیع منصوبے کو آگے بڑھانے کے لئے اپنی قیمتی تجاویز سے نوازیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کا سایہ اہلسنت کے سروں پر قائم و دائم رکھے اور جس عظیم منصوبے کا آپ نے آغاز فرمایا ہے اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے غیب سے وسائل و اسباب مہیا فرمائے، آمین بجاہ حبیب اللہ العلین۔

○ حافظ عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری گیٹ، لاہور



فہرست جلد دوم

ابواب و مسائل

۴۳	فتویٰ ۲۸۔ آب مستعمل کی جامع مانع تعریف پانی مستعمل ہونے کی صورتوں کا بیان۔	۵	پیش لفظ
۴۴	بے وضو ہے اور برتن بڑا کہ جھکا نہیں سکتا تو پانی کس طرح لے۔	۳۷	باب المیاء
۴۴	جنب یا بے وضو کا وہ عضو جس کی ابھی طہارت نہ کی ذرہ بھر بھی اگر مٹکے بھر پانی میں ڈوب جائے قابل طہارت نہ رہے گا۔	۳۷	فتویٰ ۲۳۔ وضو کے بچے پانی سے وضو اور اگر اس میں کچھ قطرے یاد دہار ہاتھ سے گری تو کیا حکم ہے۔
۴۴	مستعمل و غیر مستعمل پانی مل جائیں تو زائد کا اعتبار ہے	۳۸	فتویٰ ۲۴۔ استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے۔
۴۵	پانی مستعمل نہ ہونے کی صورتیں	۳۸	فتویٰ ۲۵۔ بارش کا پانی کہ شہر کی نالیاں دھو کر بہتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔
۴۷	آب مطلق کے سوا گلاب وغیرہ کسی چیز سے وضو و غسل نہیں ہو سکتا۔	۳۹	فتویٰ ۲۶۔ ساڑھے سات گز مربع حوض پیشاب سے ناپاک نہ ہوگا۔
۴۷	وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا چھڑکنا حرام ہے۔	۳۹	فتویٰ ۲۷۔ حوض وہ درودہ نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک خاص نجاست کے سبب اس کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل جائے۔
۵۲	مصنف کی تحقیق مفرد کہ برتن بہ نیت سنت دھونے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔		

۵۳	ماں باپ کے کپڑے یا ان کے کھانے کے لئے پھل یا مسجد کا فرش بہ نیت ثواب دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا۔	۵۳	میت کے بدن سے قبل غسل اگرچہ بے قصد غسل جو پانی مَس کرے قابل وضو نہ رہے گا۔
۵۳	پانی مستعمل ہو جانے کا سبب۔	۵۳	حیض ونفاس ابھی ختم نہ ہوا اس حالت میں عورت کا ہاتھ پانی میں پڑنے سے بدستور قابل وضو رہے گا۔
۵۵	پانی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ابھی کہیں نہ ٹھہرا ہو۔	۵۵	بضرورت ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا ہاں ضرورت سے زائد مستعمل کر دے گا۔
۶۰	با وضو شخص گرمی میں کسی عبادت میں دل لگنے کیلئے نہایا یا ہاتھ منہ دھوئے پانی مستعمل نہ ہوگا۔	۱۱۸	ہاتھ ڈالا ضرورت سے پھر پانی ہی میں دھونے کی نیت کر لی مستعمل ہو گیا۔
۶۱	بدن ستھرا رکھنا مستحب ہے اسلام کی بناء ستھرائی پر ہے مگر با وضو کا اس نیت سے بدن دھونا پانی مستعمل نہ کرے گا۔	۱۲۰	مستعمل پانی کو قابل وضو کرنے کے دو طریقے۔
۷۰	نابالغ کا ہاتھ ڈوبنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا	۱۲۲	مستعمل پانی پاک ہے اس سے کپڑا دھو سکتے ہیں
۸۵	بحث قول المحقق ان سقوط الغرض هو الاصل فی الاستعمال۔	۱۲۲	پینا اور آنا گوندھنا مکروہ ہے۔
۱۰۰	باطن چشم دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا۔	۱۲۲	اس پر چالیس ۴۰ کتب وائمه کی نصوص کہ بے ڈھلے بدن کا ایک ذرہ پانی سے لگ جانا سارے پانی کو مستقل کر دیتا ہے۔
۱۰۱	مصنف کی تحقیق کہ مسح سے بھی پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔	۱۲۳	جنب یا بے وضو کو کوبلی سے پانی لینے کی ضرورت ہے اور کٹورا اس میں ڈوب گیا نہ اور برتن نہ پانی اس کے نکالنے کو جتنا ہاتھ بھی ڈالنا ضروری ہو پانی مستعمل نہ کرے گا۔
۱۰۱	بے وضو شخص نے پانی کے برتن میں اپنا سر داخل کیا یہاں تک کہ چہارم سر کو پانی لگا مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستعمل نہ ہوا۔	۱۲۳	ٹھنڈک لینے کو ہاتھ یا ایک پورا ہی ڈالا پانی وضو کے قابل نہ رہا۔
۱۰۲	پانی کے برتن میں موزہ پہنے پاؤں یا ہتھی بندھا عضو ڈالنے سے ان کا مسح ادا ہو جائے گا اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔	۱۲۵	کنویں میں ڈول گر گیا اس کے نکالنے کو آدمی بے نہائے گھسا پانی خراب نہ ہوگا جبکہ اس کے بدن یا کپڑے پر نجاست حقیقیہ نہ ہو نہ رفع حدث کی نیت کرے۔
۱۱۳	فتویٰ ۲۹۔ ایک ذرہ بے دھلا بدن پانی کو مستعمل کر دیتا ہے اور اس کے قابل وضو کرنے کا طریقہ۔		

۲۰۴	نیچے دہ دردہ ہے اور اوپر کم تو دونوں حصوں کا حکم۔	۱۲۶	غسل اتارنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ لگایا پانی بالاتفاق مستعمل ہو گیا۔
۲۰۴	فقہی چیتان وہ کون سا پانی ہے کہ جب تک کثیر ہے نجس ہو جائے گا اور گھٹ جائے تو نجس نہ ہوگا۔	۱۲۹	با وضو کنویں میں مثلاً ڈول نکالنے کو گھسا اور وہاں بقصد قربت نہانے کی نیت کر لی پانی مستعمل ہو گیا۔
۲۰۴	مصنف کی تحقیقات کہ دہ دردہ مرلج ہونا ضرور نہیں صرف سو ہاتھ کی مساحت درکار ہے۔	۱۲۹	بے وضو کے کنویں میں جانے کا مسئلہ
۲۱۰	بڑے حوض سے ایک چھوٹا حوض نکالا گیا اس کا حکم۔	۱۳۰	عورت کا جب تک حیض و نفاس منقطع نہ ہوا اگر وہ ٹھنڈک لینے کو پانی میں گھسے مستعمل نہ ہوگا۔
۲۱۱	چھوٹا حوض جس کے ایک طرف سے پانی آتا دوسری طرف سے نکل جاتا ہے اگرچہ چوڑا ہو پانی جاری ہونے کا مانع نہیں۔	۱۳۰	جنب کے دس ۱۰ کنوؤں میں جانے کا مسئلہ
۲۱۲	سوتوں سے پانی ابلے اور نالی سے بہے تو وہ آب جاری ہے۔	۱۳۱	محدث کے دس ۱۰ کنوؤں میں جانے کا مسئلہ
۲۳۶	کنویں میں مستعمل پانی گر جانے کا حکم۔	۱۳۵	دہ دردہ پانی میں نجاست نظر آنے والی پڑی ہو جب بھی سب طرف وضو جائز ہے۔
۲۴۹	فتویٰ ۳۰۔ حوض میں بار بار متواتر غسل کرنے کا کیا حکم ہے۔	۱۳۸	عورت یا مرد کے پینے یا وضو و غسل سے جو پانی بچا دوسرے کو اس سے وضو جائز ہے۔
۲۴۹	غیر جاری پانی کب کثیر سمجھا جائے گا۔	۱۴۸	آب مستعمل ہمارے سب اماموں کے نزدیک پاک ہے مگر قابل وضو نہیں۔
۲۵۰	حوض کا پانی کہ مستعمل ہو جائے اس کے قابل وضو کرنے کے دو طریقے۔	۱۸۹	دہ دردہ پانی میں کھیتی یا نرکل قریب قریب اتنا اسے کم نہ کر دے گا۔
۲۵۰	جہاں وہ دونوں صورتیں دشوار ہوں بیس ۲۰ ڈول نکالنا کافی ہو سکتا ہے۔	۱۸۹	جس پانی پر کاہی جمی ہو اس کا حکم
۲۵۹	فتویٰ ۳۱۔ خندق میں بستی کا پانی جاتا ہے اور بارش کا جمع ہوا اس میں وضو کا کیا حکم ہے۔	۱۹۰	پانی پر برف جم گیا تو اس میں ہاتھ پاؤں ڈال کر وضو کرنا کیسا ہے۔
۲۶۰	فتویٰ ۳۲۔ دہ دردہ حوض میں گز شرعی کی مقدار۔	۲۰۳	پانی اوپر دہ دردہ ہے اور نیچے کم اس کے دونوں حصوں کا حکم۔

۲۸۲	آب کثیر میں خود عین نجاست کارنگ یا بُو یا مزہ آجائے تو ناپاک ہوگا نجاست سے جو چیز ناپاک ہوئی جیسے گلاب وغیرہ اس کے رنگ و بو و مزہ کا اعتبار نہیں۔	۲۷۱	فتویٰ ۳۳۔ دہ دردہ حوض میں بارہ ستون قائم کیے جن کی مساحت چھ ۶ گز ہے وہ دردہ رہا یا نہیں۔
۲۸۳	فتویٰ ۴۳۔ پانی کی مساحت میں فقط سطح بالا کا اعتبار ہے جو پانی اہاتھ لمبا ۹ ہاتھ چوڑا تین ہاتھ گہرا ہو اس کی مساحت کیا ہوئی۔	۲۷۲	فتویٰ ۳۴۔ دہ دردہ حوض میں تھوکنے یا پاؤں ڈالنے کا حکم۔
۲۸۵	فتویٰ ۴۴۔ متعلق دور چاہ در فصل البر۔ حوض مثلث مساوی الاضلاع کے ۱۰۰ سو ہاتھ مساحت ہونے کے لئے ہر ضلع ۱۵، ۱۵، ۱۵ ہاتھ ہو۔	۲۷۲	فتویٰ ۳۵۔ دہ دردہ تالاب ہے مگر اس میں نجاست کی ڈھلیاں پڑتی ہیں اس کا حکم۔
۲۸۶	اسی مسئلہ میں دوسرا قول۔	۲۷۳	فتویٰ ۳۶۔ پانی میں دوائیں جوش کی ہیں اس سے وضو یا استنجا ہوگا یا نہیں۔
۳۰۸	فتویٰ ۴۵۔ وضو نہر سے افضل ہے یا حوض سے۔	۲۷۳	فتویٰ ۳۷۔ بستی کے قریب کے تالابوں کا حکم اور جن میں استنجا کیے جاتے ہیں اور وہ پانی جس کا رنگ دُلو بدلا ہوا ہے اور بہاؤ کا پانی کہ نجاست لے کر آیا اور کسی جگہ ٹھہرا ان سب کا حکم۔
۳۱۳	فتویٰ ۴۶۔ ہندو کے نہانے کا پانی کیا ہے۔	۲۷۴	فتویٰ ۳۸۔ دہ دردہ حوض کی پیمائش کا بیان اور اس کے گزوں اور فٹوں اور انچوں اور انگیوں کی تحقیق۔
۳۱۴	فتویٰ ۴۷۔ ہندو نصرانی کے جھوٹے کا حکم۔	۲۷۷	فتویٰ ۳۹۔ نجس پانی تنہا خود بہنے یا ہوا لگنے سے پاک نہیں ہوتا۔
۳۲۰	فتویٰ ۴۸۔ حقہ کا پانی پاک ہے۔	۲۷۷	فتویٰ ۴۰۔ پانی مکروہ کس کس طرح سے ہوتا ہے۔
۳۲۰	سفر میں وضو کا پانی کم ہو گیا حقہ کے پانی سے وہ کمی پوری ہو سکتی ہے تکمیل فرض ہے تیمم کی اجازت نہیں۔	۲۸۰	فتویٰ ۴۱۔ نا محرم عورت کو اپنے مرشد کا جھوٹا پینا کیا ہے۔
۳۲۱	فتویٰ ۴۹۔ حوض نیچے دہ دردہ ہے اور اوپر کم اور بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو نیچے کا حصہ کیسا رہا۔	۲۸۱	فتویٰ ۴۲۔ ناپاک نالی سے ہو کر پانی نے حوض بھرا اس کا کیا حکم ہے۔
۳۳۱	فتویٰ ۵۰۔ اسی حوض میں اوپر کا پانی نکال کر پاک پانی سے بھر دیا تو کیا حکم ہے۔		

۳۳۹	تالاب کی تہ میں تھوڑا پانی ناپاک ہو گیا بھرنے سے بھی پاک نہ ہو گا جب تک اُبل نہ جائے۔	۳۳۲	فتویٰ ۵۱۔ نیچے کے دہ در دہ حصہ میں نجاست پڑی پھر بھر دیا تو کیا حکم۔
۳۵۰	نجاست سے ملتے وقت پانی کی مساحت دیکھی جائے گی اگرچہ بعد کو کم و بیش ہو جائے۔	۳۳۷	فتویٰ ۵۲۔ حوض اوپر دہ در دہ ہے اور نیچے کم، اور نجاست پڑی تو نیچے کا حصہ کیسا ہے۔
۳۵۲	فتویٰ ۵۳۔ نیچے کے حصہ میں کم ہے نجاست پڑی پھر بھر دیا، دونوں حصوں کا کیا حکم ہے مصنف کا اس کے لیے دس ۱۱۰ صلیں وضع کرنا اور اس کا ضابطہ۔	۳۴۲	پانی کی صفت اور صورت اور آب زیر وبالا میں چار قسموں کا بیان۔
۳۵۵	چھوٹے حوض میں ایک طرف سے پانی آتا اور دوسری طرف سے لیا جا رہا ہے جب تک یہ حالت باقی ہے جاری کے حکم میں ہے۔	۳۴۲	نہر پر گھاٹ بنائے تو جو حصہ پانی کا گھاٹ نے جدا کیا اس کا کیا حکم ہے۔
۳۵۵	کتوں میں سوت سے پانی آ رہا ہے اور ڈول سے بھر جا رہا ہے جب تک بلنا موقوف نہ ہو نجاست سے ناپاک نہ ہو گا۔	۳۴۳	تالاب میں برف جم گیا ایک جگہ سے کچھ کھول لیا اس کا حکم۔
۳۶۶	جاری پانی کے اوصاف نجاست سے بدل گئے کہ ناپاک ہو گیا پھر نجاست تہ نشین ہو کر پانی صاف ہو گیا اوصاف کا تغیر جاتا رہا خود پاک ہو گیا۔	۳۴۳	گھاٹ یا برف نے پانی کے جو ٹکڑے جدا کیے ان میں ہر ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا ناپاک نہ ہو گا۔
۳۶۷	نہر کا سارا پیٹ ناپاک ہو اور تھوڑا پانی اوپر بہہ رہا ہے ناپاک نہ ہو گا جب تک نجاست سے متغیر نہ ہو جائے۔	۳۴۵	تالاب یا نہر سے نکلا ہوا حصہ ڈھائی ہاتھ سے کم ہے تو جدا نہیں۔
۳۶۸	دہ در دہ پانی کے اوصاف نجاست سے بدلے پھر نجاست تہ نشین ہو کر صاف ہو گیا پاک ہوا یا نہیں۔	۳۴۸	دہ در دہ پانی میں نجاست پڑی ناپاک نہ ہوا پھر سمٹ کر تھوڑی جگہ ہو جانے سے بھی ناپاک نہ ہو گا اگر نجاست باقی نہیں۔
۳۶۹	پانی جب نکلتا چلا جاتا ہے تو عرض میں اس کا پھیلنا مانع جریان نہیں۔	۳۴۸	ناپاک پانی دہ در دہ جگہ میں پھیل جانے سے پاک نہ ہو گا۔
۳۷۰	بھنور کا پانی بھی آب جاری ہے۔	۳۴۹	بڑے تالاب میں نجاست پڑی تھی پھر سوکھ کر تھوڑا رہ گیا ناپاک نہ ہو گا اگر نجاست باقی نہیں۔

۳۰۴	جریان کی تین قسمیں اور ان کے احکام۔	۳۷۰	گرمیوں میں بڑا تالاب خشک ہو گیا اس میں جانوروں نے گوبر کئے آدمیوں نے پاخانے پھرے برسات میں پانی آیا اور اسے بھر دیا تو کیا حکم ہے۔
۳۰۵	اس دوسرے قول کا بیان کہ جریان حوض کے لیے خروج شرط نہیں۔	۳۷۱	تالاب کے باہر کتنی ہی نجاستیں ہوں بہتا پانی کہ ان پر گزر کر تالاب میں داخل ہوگا بے تغیر ناپاک نہ ہوگا لیکن تالاب کے اندر جو نجاست ہے وہ درجہ جگہ میں ہونے سے پہلے اس پر گزرے گا تو سب ناپاک ہو جائے گا۔
۳۱۰	پانی جب تک چھت یا زمین پر بہتا یا پر نالے سے گرتا ہے جاری ہے۔	۳۸۹	مصنف کی تحقیق و تدقیق کہ پانی کے جاری ہونے میں اوپر سے مدد آنا بھی ضروری ہے یا نہیں۔
۳۱۱	چھت پر یا پر نالے کے منہ پر کتنی ہی نجاست ہو مینہ کا پانی اس سے گزرتا اثر ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست سے اس کا کوئی وصف متغیر نہ ہو جائے۔	۳۸۹	سفر میں وہ تدبیر کہ وضو کر لے اور پھر وہی پانی قابل وضو ہے۔
۳۱۱	چھت پر نجاست ہے اور پانی ٹپکا جب تک مینہ برس رہا ہے پاک ہے۔	۳۹۰	نہر کا پانی اوپر سے مینڈھا باندھ دیا گیا نیچے پانی بدستور جاری ہے اب بھی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔
۳۱۲	نجس پانی پر پاک پانی کا گزرنا اسے پاک نہ کر دے گا جب تک نجس پانی کے ساتھ مل کر بہ نہ جائے۔	۳۹۲	ٹھہرے ہوئے پانی کو بہایا بہتے میں وضو کیا مستعمل نہ ہوگا جتنی بار چاہے وضو کرے۔
۳۱۵	حوض یا کنواں اوپر تک بھر کر بہا دیں پاک ہو گیا۔	۳۹۳	دو چھوٹے حوض متصل ہیں پانی ایک سے نکلتا دوسرے میں معاً داخل ہوتا ہے وہ جاری نہیں ہاں بیچ میں فاصلہ ہو تو جب تک اس فاصلہ میں ہے جاری ہے۔
۳۱۵	آب واحد کی کثرت و قلت میں صرف روئے آب کا اعتبار ہے۔	۳۹۹	توفیق رضوی کہ طاہر کے جریان کو مدد شرط نہیں نجس کے جریان کو شرط ہے۔
۳۱۷	آب کثیر غیر جاری کے عمق کا بیان	۴۰۰	حوض صغیر جاری و ناجاری کی توضیح۔
		۴۰۳	کنوئیں کا پانی اگر کچھ بہا دیا جائے سب پاک ہو جائے گا۔

۴۶۶	ان شرطوں کے ساتھ دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا یا نہ کرنا مکروہ ہے۔	۴۱۷	تالاب پر برف جمنا ہے اسے ایک جگہ سے توڑا پانی بہہ کر برف کے اوپر دہ دردہ ہو گیا جب بھی بے دھلا ہاتھ ڈالنے سے مستعمل ہو جائے گا جب تک اتنا ڈال نہ ہو کہ لپ سے برف کھلے۔
۴۶۶	عورت کی طہارت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو طہارت مکروہ ہے۔	۴۲۵	فتویٰ ۵۴۔ آب کثیر کو کتنا عمق درکار ہے۔
۴۷۱	اولیٰ یہ ہے کہ مرد کے بچے پانی سے عورت بھی طہارت نہ کرے۔	۴۳۴	جاری پانی میں نہ عرض کی ضرورت نہ عمق کی۔
۴۷۵	جس پانی میں بچے نے ہاتھ پاؤں ڈالا ہو اس سے بچنا بہتر۔	۴۴۵	عمق کے بارے میں مصنف کی تحقیق و تدقیق
۴۷۶	حوض کے پانی میں بدبو آتی ہو اس سے وضو جائز ہے۔	۴۴۵	پانی لیتے وقت اس شرط کی حاجت اور اس کے احکام۔
۴۷۷	جس زمین پر غضب الہی اتر اس کے پانی کا استعمال اس کی مٹی سے تیمم مکروہ ہے۔ مگر ناقہ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کتواں	۴۴۶	مینہ جاری پانی ہے اس سے نہانے سے غسل اتر جائے گا جبکہ کھلی اور ناک میں پانی ڈال لیا ہو۔
۴۷۸	پر آیا پانی زبردستی یا چرا کر لے لیا اس سے وضو ہو جائے گا مگر حرام ہے۔	۴۴۷	مصنف کی تحقیق کہ جس طرح پانی لیا جائے اس سے زمین نہ کھلنا ضرور ہے چلو ہو یا لپ یا برتن۔
۴۷۸	مملوک کنویں سے اس کی ممانعت پر پانی بھر لیا اس کا استعمال جائز ہے۔	۴۴۷	مصنف کی تحقیق کہ اتنا عمق وہیں درکار ہے جہاں سے پانی لیں اگرچہ باقی جو بھی بھر ہو۔
۴۸۱	پینے کی سبیل سے وضو و غسل بے اجازت نہیں کر سکتا اگر اور پانی نہ ملے تیمم کر لے۔	۴۴۷	اگر پانی اٹھانے سے زمین کھل گئی مگر ہر طرف کا ٹکڑا سو ۱۰۰ ہاتھ رہا تو حرج نہیں۔
۴۸۱	پینے کی سبیل سے وضو و غسل جائز ہونے کی صورتیں۔	۴۴۷	زمین کھل جانے کی صورتیں اور ان کے احکام
۴۸۳	وقتی مدارس کا پانی مثل وقف ہے اس سے وضو و غسل کے احکام۔	۴۵۱	فتویٰ ۵۵۔ آب مطلق و مقید کا بیان
۴۸۳	وضو کے لئے جو سبیل ہے اس سے پانی پینا جائز ہے یا نہیں۔	۴۵۲	وہ پانی جن سے طہارت ہو جائے گی خواہ ان کا استعمال جائز ہو یا نہیں۔
۴۹۴	نابالغ کے بھرے ہوئے پانی میں مستقل رسالہ جلیل و عظیم تحقیقات خاصہ مصنف پر مشتمل۔	۴۶۴	دھوپ سے گرم پانی کی بحث

۵۷۶	صرف نبیذ تمہر پائے تو تیمم کا حکم ہے اور وضو کر لینا بھی مستحب۔	۵۴۱	جس پانی میں مائے مستعمل کی دھار پہنچی یا واضح قطرے اس سے وضو نہ کرنا بہتر۔
۵۹۴	مسواک جس پانی سے دھوئی اس سے وضو کے احکام۔	۵۴۳	اُن پانیوں کا بیان جن میں کسی دوسری چیز کا میل ہو گیا۔
۵۹۵	با وضو نے اپنی نظر دفع کرنے کے لیے اعضاء دھوئے پانی قابل وضو رہے گا۔	۵۴۳	پانی میں ریتا کچڑ مل جائے تو اس سے وضو کا کیا حکم ہے۔
۵۹۵	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کا غسالہ برکت و طہارت عطا کرنے والا ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے۔	۵۴۸	حوض میں پتے اتنے گرے کہ پانی سبز ہو گیا اس سے وضو کا کیا حکم ہے۔
۵۹۶	وہ ۱۲۵ پانی جن سے وضو صحیح نہیں۔	۵۵۹	جس جانور میں خون نہیں اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر مچھلی اور ٹہری کے سوا ایسے جانور کے اجزاء اگر پانی میں مل جائیں تو اس کا کھانا پینا جائز نہیں۔
۶۲۵	گدھے کے جھوٹے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی ضرور کرے ورنہ نماز نہ ہوگی۔	۵۶۳	گھوڑے کا جھوٹا پانی قابل وضو ہے۔
۶۲۹	وہ ۲۲ پانی جن سے جواز وضو میں اختلاف ہے۔	۵۶۳	حلال جانوروں و موادہ کے جھوٹے کا حکم
۶۵۰	پانی میں دوسری چیز ملنے کی دس ۱۰ صورتیں۔	۵۶۴	نرنے مادہ کا پیشاب سوگھا یا اپنی مڈی چوسی اور پانی منہ میں ڈال دیا تو کیا حکم ہے۔
۶۹۷	ماخذ و مراجع	۵۶۵	جس پانی میں کوئی بدبودار چیز مل جائے اس سے وضو کا حکم۔

فہرست ضمنی مسائل

مسائل وضو	۱۰۳	سارے سر کا مسح سنت ہے اور اس کا طریقہ
وضو میں ہر عضو جدا ہے ایک کا پانی دوسرے پر بہنا کافی نہیں اور غسل میں سب بدن ایک ہے سر کا پانی پاؤں تک جہاں جہاں پہنچے پاک کر دے گا۔	۴۶	ایک انگلی سر پر رکھ کر کھینچ دی کہ چہارم سر کی قدر تک پہنچ گئی مسح نہ ہوگا۔
اولیاء آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وضو کے پانی کے ساتھ گناہ نکلتے ہیں۔	۶۳	دوا انگلیوں سے بھی نہ ہوگا ہاں تین انگلیاں اگر اتنی کھینچیں کہ چہارم سر کو پہنچیں ہو گیا۔
وضو کرنے بیٹھا پھر کسی مانع کے سبب تمام نہ کر سکا تو جتنے افعال کیے ان پر ثواب پائے گا اگرچہ وضو نہ ہوا۔	۷۴	انگلیوں کے پوروں سے مسح کرنے کا حکم۔
جس نے بالقصد آدھا وضو کیا ثواب نہ پائے گا۔	۷۴	اگر سر پر مینہ کی بوندیں گریں مسح ہو گیا۔
جس کا ارادہ وضو کا تھا پھر قصد آنچ میں سے چھوڑ دیا ثواب نہ پائے گا۔	۷۴	اگر لکڑی بھگو کر سر پر پھیر دی کہ چہارم سر تر ہو گیا مسح ہو گیا۔
سات حدیثیں کہ جو بسم اللہ کہہ کر وضو کرے اس کا سارا بدن پاک ہو جائے گا ورنہ صرف اعضائے وضو اور مصنف کا اس کی تقویت کرنا۔	۹۳	تحقیق المصنف فی مسألة المسح بمداصبع او اصبغین
دھونے کے بعد جو تری عضو میں رہے اس سے مسح ہو سکتا ہے اور مسح کی تری بچی ہوئی سے نہ ہوگا۔	۱۰۳	(ایک اور دو انگلیوں کے ذریعے مسح کرنے کے بیان میں مصنف کی تحقیق)

۸۲	تحقیق الفق بین معینی الحدث وتجزی احدہما دون الآخر۔	۱۱۱	ایک انگلی سے سر کا مسح ہو جانے کا طریقہ۔
۹۲	مصنف کی تحقیق کہ نجاست حکمیہ صرف اعضائے وضو میں ہوتی ہے یا سارے بدن میں۔	۴۶۰	اوس میں سر برہنہ بیٹھا اس سے چہارم سر کی قدر بھیگ گیا مسح ہو گیا۔
۹۵	محدث جب مطلق ہو اس سے مراد بے وضو ہے نہ وہ جس پر غسل ہے۔	۴۶۴	زیادہ گرم و سرد پانی کہ بدن پر ڈالا نہ جائے اس سے وضو مکروہ ہے۔
۹۷	ہر ناقض وضو کھانے سے پیدا ہوتا ہے دھونا سارے ہی بدن کو چاہیے تھا چار عضو کی تخصیص اس حکمت سے ہے اور ان میں بھی سر کے فقط مسح کی یہ حکمت۔	۶۲۲	سر پر کوئی دوا لگی ہے تو مسح کس طرح کرے
۱۰۰	حدث موجب وضو صرف چار اعضاء میں ہوتا ہے اگر کوئی وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے بدعت ہے۔		نواقض وضو
	مسائل غسل	۶۷	تحقیق معنی رفع الحدث و رفع ایراد الامام ابن الہمام
۴۵	میت کو نہلا کر غسل کرنا مستحب ہے۔		(رفع حدث کے معنی کی تحقیق اور امام ابن ہمام کے اعتراض کا جواب)
۶۱	جمعہ عرفہ عیدین احرام کا غسل مستحب ہے اور صرف اسی پانی سے ادا ہو سکے گا جس سے جنابت کا غسل۔	۷۰	نابالغ ہر وقت با وضو ہے کسی حدث سے اس کا وضو نہیں جاتا نہ ہمارے اس پر غسل فرض ہو۔
۶۷	جب تک ساری طہارت نہ کر لے کوئی کام جو بے اس طہارت کے جائز نہ تھا جائز نہ ہو جائے گا اگرچہ جس عضو سے یہ کام کیا جاتا ہے وہ دھل چکا ہو۔	۷۶	للحدث معنیان وهو متجز علی احدہما دون الآخر
۹۵	بے وضو اپنے سینہ سے بھی مصحف شریف کو مس نہیں کر سکتا۔	۷۷	تحقیق شریف فی تعریف الحدث۔
۹۵	بے وضو کے بدن پر جو چادر ہو اس کے گوشہ سے بھی مصحف شریف کو مس نہیں کر سکتا مگر ایک صورت میں۔	۸۰	تحقیق نفیس للمحقق علی الاطلاق فی معنی النجاسة الحکیمة۔

۳۷۳	لوٹا کہ پاخانے کو لے جاتے ہیں جب تک اس کی نجاست معلوم نہ ہو کنویں میں ڈالنے سے ناپاک نہ ہوگا۔	۳۱۳	ہندو جس طرح نہاتے ہیں اس سے غسل جنابت نہیں اترتا اسلام لائیں تو قواعد غسل سکھا کر تصحیح غسل لازم ہے۔
۳۷۵	بچے کے نہالے کا ٹکڑا کنویں میں گر جائے بے علم نجاست ناپاک نہ ہوگا مکروہ ہے بیس ۲۰ ڈول نکالیں۔	۳۵۲	زمزم شریف سے غسل وضو بلا کراہت جائز اور ڈھیلے کے بعد اس سے استنجا مکروہ اور نجاست دھونا گناہ۔
۳۷۶	یہی حکم استعمال جوتے کا ہے۔		کنویں کے مسائل
	مسائل تیمم	۲۵۴	کنویں میں بے وضو گھسائیں ۲۰ ڈول نکالے جائیں۔
۱۰۶	تیمم میں دو انگلیوں سے مسح کافی نہیں ضروری ہیں۔	۲۵۴	بڑے حوض کہ عرب شریف میں پانی کے خزانہ کے لیے جنگل میں بنتے ہیں کنویں کے حکم میں ہیں یا نہیں۔
۱۱۱	ایک یا دو انگلیوں سے تیمم نہ ہوگا اگرچہ مٹی پر بار بار لگا کر بدن پر پھیرے۔	۲۵۵	معنی البئر
۱۱۲	تیمم کی نیت سے خاک پر لوٹنا تیمم ہو جائے گا اگر اعضائے تیمم پر ہر جگہ غبار پہنچ جائے۔	۲۵۶	کولی اگرچہ زمین میں گڑی ہو کنویں کے حکم میں نہیں اور اس کے پاک کرنے کا طریقہ
۳۹۰	سفر میں پانی ساتھ ہے مگر کسی ضروری حاجت کو درکار ہے تو تیمم کرے۔	۲۵۶	تحقیق معنی الصہریج والحوض والبئر۔
۳۹۰	وضو یا غسل کا پانی جانور کے لیے کسی ظرف میں محفوظ رکھ سکتا ہے تو جانور کی پیاس کے خیال سے تیمم جائز نہیں۔	۲۸۵	کنویں کا دور کے ہاتھ ہونا چاہیے کہ نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے۔
۳۹۰	اگر وضویوں کو سکتا ہے کہ پانی مستعمل نہ ہونے پائے جس کا طریقہ صفحہ ۳۹۰ میں ہے تو کسی حاجت کے سبب تیمم جائز نہیں۔	۳۷۲	جس کنویں سے عورتیں بچے گنوار پانی بھریں ناپاک نہیں۔
۳۹۳	کافر ذمی کی پیاس کے لیے تیمم کا حکم ہونا چاہیے یہاں کوئی کافر ذمی نہیں۔	۴۷۳	جو رتن زمین پر رکھا جائے اور پیندے کی نجاست تحقیق نہ ہونا پاک نہ ہوگا۔

۳۱۶	بڑی مونچھوں والا شرابی جس برتن میں پانی پئے ناپاک ہو جائے گا۔		مسح خفین
۳۵۲	ہر بہتی چیز اپنی جنس طہریہ ناپاک پانی کے ساتھ مل کر بہنے سے پاک ہو جائے گی۔	۳۱۱	مسح موزہ سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر جہاں مسح نہ کرنے پر بدگمانی ہوتی ہو تو مسح افضل ہے
۳۵۲	اُبلانے میں طول و عرض کچھ شرط نہیں۔	۳۶۰	شبّہم سے ترگھاس میں چلنے سے موزہ کا مسح ہو جائے گا۔
۳۵۳	اس بہنے کی تین شرطیں ہیں۔		حیض
۳۵۳	جب تک اُبلے گا نہیں یہ پاک بھی ناپاک ہو جائے گا جب اُبلے سب پاک ہو جائے گا۔	۳۴	حیض و نفاس والی کو مستحب ہے کہ نمازوں کے وقت وضو کر کے کچھ دیر ذکر الہی کرے۔
۳۵۶	لنے میں کچھ دُور بہہ کر جانا شرط نہیں۔		انجاس
۳۵۶	جب تک اُبل رہا ہے کسی اور نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا۔	۱۶۱	جسے ہوئے گھی میں چوہا مر گیا۔
۳۵۷	اُبلانے سے جو کچھ باہر نکل کر گرا وہ بھی پاک ہے۔	۱۶۳	تحقیق المصنّف فی سبب تنجس الطاهر بالنجس۔
۳۶۰	ڈول یا برتن اندر سے ناپاک ہے تو اُبلانے سے پاک ہو جائے گا اور اوپر کی سطح یا ملا ناپاک ہے تو اس کے احکام۔	۱۶۳	ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا لپیٹا گیا یا پاک میں ناپاک تو کیا حکم ہے۔
۳۶۱	اُبلانے میں جس طرف سے داخل ہوا اسی طرف لوٹ آیا تو کافی نہ ہوگا۔	۱۶۳	تحقیق المصنّف ان تنجس الماء دفعی لا تدریجی وان ملاقات شیئی لبعضہ ملاقات لکله
۳۶۳	اُبلانے میں برتن کا ہموار رکھنا بھی شرط نہیں مگر جھکا ہوا ہو تو یہ ضرور ہے کہ اونچی جانب سے پانی ڈالیں۔	۲۸۲	ناپاک پانی میں بجھایا ہوا چونا نجاست غیر مرئیہ ہے۔

۳۷۸	دودھ، گھی، تیل وغیرہ بہتی چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ۔	۳۶۴	کسی ظرف کے اندر پانی کی حرکت بہنا نہیں جب تک نہ اُبلے مگر اس کے اندر چھوٹا ظرف ہو کہ پانی کی اس حرکت سے بہہ کر اُبل جائے تو اس کے حق میں بہنا ہو گیا۔
۳۷۸	اس کا دوسرا طریقہ۔	۳۶۴	نجاست غیر مرئیہ ہے تو بہتے ہی مطلقاً پاک ہو جائے گا اور نجاست مرئیہ اگر باقی ہے تو جب تک اُبل رہا ہے پاک ہے تھکتے ہی ناپاک ہو جائے گا۔
۳۷۸	بہتا پانی نجاستوں پر گزرا اور وہ اس میں مل کر نامعلوم ہو گئیں یہ پانی ٹھہرنے پر بھی ناپاک نہ ہوگا۔	۳۷۳	نجاست دھونے کے تینوں پانی ناپاک ہیں۔
۳۷۸	قلیل پانی میں نجاست غیر مرئیہ پڑ کر مٹی ہو گئی پھر اس پانی کو بہایا پاک ہو گیا۔	۳۷۳	نجاست دھونے میں پانی بدن یا کپڑے سے جب جدا ہوگا اس وقت ناپاک ہوگا۔
۳۹۶	سیتے شیرہ میں خون کی چھینٹ پڑ گئی جس کا اثر ظاہر نہ ہوا پاک رہے گا۔	۳۷۴	کپڑا دھونے کے لیے طشت میں ڈالیں تو بہتر یہ ہے کہ پہلے کپڑا رکھ کر اوپر سے پانی ڈالیں۔
۴۱۴	بہتی ہوئی چیز ناپاک ہو کر جم گئی اگر اس کا پگھلانا دشوار ہے اوپر سے دھو ڈالے پاک ہو جائے گی۔	۳۷۴	بدن بھی طشت کے تینوں پانیوں میں ڈالنے سے پاک ہو جائے گا۔
۴۱۴	بکری کا بچہ مر گیا اس کے پیٹ میں جو دودھ ہے پاک ہے۔	۳۷۴	ناپاک کپڑا طشت کے پانی میں دھونے کو ڈالاجب تک اُس سے جدا نہ ہوگا پاک رہے گا مگر ظاہراً دوسرے کپڑے کو ناپاک کر دے گا۔
۴۱۴	نجاست کے دھونے میں ضرور ہے کہ وہ پانی نکل جائے اور نجاست نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے۔	۳۷۵	لوٹے وغیرہ کی دھار جب تک ہوا میں ہے کسی نجاست کے ملنے سے ناپاک نہ ہوگی۔
۴۶۳	ریشم کا کیڑا اور اس کا پانی اور اس کی بیٹ بھی پاک ہے۔	۳۷۶	مصنف کی تحقیق جلیل ملاقات آب و نجس کے ثمرے اور پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر اس کے فرق احکام۔
۴۶۳	نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے خود پاک ہے۔	۳۷۷	جاری یا کثیر پانی پر نجاست وارد ہو کر فنا نہیں ہوتی لاکھ اثر نہیں کرتی۔
۴۷۴	ہندو وغیرہ کافروں کے پانی اور کپڑے کا حکم۔	۳۷۷	جاری پانی نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو تو اسے فنا کر دے گا۔
		۳۷۷	زمین پر نجاست تھی اس پر پانی بہایا اس کے احکام۔

۵۲۹	بوبرے کے پیچھے عاقل بالغ کی نماز نہیں ہو سکتی۔	۵۳۷	ناج کے ڈھیر میں ناپاکی ہو گئی اور جگہ معلوم نہ رہی اور ناج بٹ گیا یا کسی کو اس میں سے کچھ ہبہ یا صدقہ کر دیا ہر ایک کو اس کا استعمال جائز ہو گیا۔
	احکام مسجد	۵۳۸	کپڑا ناپاک ہو گیا اور جگہ یاد نہ رہی تو کیا حکم ہے۔
۴۷	وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا چھڑکنا حرام ہے اور گلاب سے وضو کیا تو وضو نہ ہوا اور وہ گلاب مسجد میں چھڑک سکتے ہیں۔	۵۶۲	جانوروں کے بدن کو جو نجاست لگتی ہے سوکھ کر صاف ہو کر پاک ہو جاتی ہے۔
۳۲۰	جب تک بدن یا کپڑے میں بدبو ہو مسجد میں جانا حرام جماعت میں شرکت منع۔	۵۶۵	جانور کا منہ ناپاک ہو گیا اس نے چار برتنوں میں منہ ڈالا تین پہلے ناپاک ہو گئے چوتھا پاک رہا۔
	جنائز	۵۶۵	گوشت کا خون پاک ہے اور جانور حلال ہو تو حلال بھی۔
۶۲	ہر نیکی سے گناہ دھلتے ہیں مگر ان کی نجاست صرف اس چیز کی طرف منتقل ہوتی ہے جسے شرع نے بالخصوص اس قربت کی اقامت کو معین فرمایا ہو، نیازِ اولیاء کا کھانا متبرک ہے صدقہ کے سبب اس میں خباثت ماننا و باہیہ کی خباثت ہے۔		استنجا
۱۱۳	مردہ ڈوب کر آتا یا اس کا غسل ہو گیا مگر زندوں پر جو غسل دینا فرض ہے ادا نہ ہوا۔ لہذا لازم کہ نہلانے کی نیت سے اسے پانی میں جنبش دے لیں۔	۱۵۸	پانی میں پیشاب کرنا مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ دریا میں ہو۔
۱۱۶	مردے کو بے نیت غسل دیا فرض اتر گیا ثواب نہ ملے گا۔	۲۷۳	استنجے کے لیے پانی شرط نہیں ہر پاک چیز کہ نجاست کا ازالہ کر دے کافی ہے۔
۵۷۰	میت کے سر و ریش کو خطمی سے دھوئیں ورنہ پاک صابون سے۔	۴۵۳	ڈھیلے سے استنجا پوری طہارت ہے جبکہ نجاست روپے بھر سے زیادہ نہ پھیلی ہو۔
	مسائل روزہ		مسائل نماز
۶۹۲ (ح) (شیہ)	روزہ میں اپنی عورت کا بوسہ لینا جو ان کو مکروہ ہے بوڑھے کو نہیں۔	۹۶	ناپاک زمین پر جوتا پہنے کھڑا ہوا نماز نہ ہوگی اور جوتوں پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا ہو جائے گی۔

۵۳۸	حربی کافروں کے قلعہ میں کوئی غیر معروف ذمی بھی ہے تو ان کا قتل حرام ہے مگر اس صورت میں کہ ان میں سے بعض نکل جائیں یا نکال دیئے جائیں یا خلاف حکم قتل کر دیئے جائیں تو اب باقی کا قتل جائز ہو جائے گا۔		مسائل حج
۵۵	کنکریاں کہ جمروں پر ماری جاتی ہیں گناہ دھو کر نجس ہو جاتی ہیں انہیں دوبارہ کام میں نہ لائے اور ضرورت ہو تو تین بار دھو لے بلا کہ کنکریوں کا دھو لینا ہر طرح چاہیے۔		مسائل شریعت
۵۱۲	ترکہ میں سب بھائیوں نے مل کر کام کیا تو کیا حکم ہے۔		مسائل نکاح
۵۱۲	باپ بیٹا یا زوج و زوجہ مل کر جو کام کریں منافع فقط باپ اور شوہر کے ہیں۔	۵۳۶	خانگی کاروبار اپنی زوجہ سے لینا جائز ہے۔
۵۱۲	مباح چیز اگر باپ بیٹے نے مل کر حاصل کی تو جتنی بیٹے نے حاصل کی وہی مالک ہے۔	۵۹۵	جب دلہن بیاہ کر لائیں مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔
۵۱۳	اگر کسی مباح چیز کے حاصل کرنے میں دو نے کوشش کی تو وہ ان میں کس کی ہوگی۔		مسائل قسم
۵۱۴	مباح لکڑی کا مالک کاٹنے والا ہو گا نہ اس کا جمع کرنے والا یا اٹھانے والا۔	۶۸۱	نماز کی قسم جنازہ کی نماز سے پوری نہ ہوگی گسن کی نماز سے ہو جائے گی۔
۵۱۹	سفر یا حضر میں دو رفیق اپنا مال ملا لیں اور مل کر کھائیں تو اس میں حرج نہیں اگرچہ ایک زیادہ کھائے گا دوسرا کم۔	۶۸۶	گوشت کھانے کی قسم مچھلی کھانے سے نہ ٹوٹے گی۔
	مسائل وقف		مسائل سیر
۴۸۳	وقف کا پانی جس لیے وقف کیا اس کے غیر میں صرف کرنا حرام یہاں تک کہ خود واقف کو۔	۴۹۳	جو لوگ کلمہ اسلام پڑھتے اور پھر ضروریات دین سے کسی شے کا انکار کرتے ہیں ان کا حکم مثل حربی ہے کہ وہ مرتد ہیں۔
۴۸۴	تحقیق شریف للمصنف ان الماء لا یصح وقفہ		

۴۸۹	مسجد کے سقاپوں کا پانی گھروں میں لے جانا حرام ہے مگر ایک صورت میں۔	۴۸۴	اشیائے منقولہ بغیر جائیداد غیر منقولہ وہی وقف ہو سکتی ہیں جن کے وقف کارواج ہو۔
۴۸۹	سقاویوں سے گرم پانی گھروں میں لے جانا حرام ہے۔	۴۸۴	اگر رواج ہو تو روپے اثر فی نوٹ بھی وقف ہو سکتے ہیں۔
۴۸۹	پینے کی سبیل سے اگر عورتوں کے پینے کیلئے گھروں میں لے جانے کی اجازت ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔	۴۸۴	رواج ہو تو گھروں بھی وقف ہو سکتی ہیں رواج ہو تو گائے، بھینس، بکری وقف ہو سکتی ہے۔
۴۸۹	سبیل لگانے والے نے جن لوگوں کے لئے لگائی ان کے غیر کو اس سے پینا جائز نہیں۔	۴۸۵	جنازہ کے لیے چارپائی چادر پڑھنے کے لیے قرآن مجید مطالعہ کے لیے کتابوں کا وقف جائز ہے۔
	مسائل وکالت	۴۸۶	پل اور سقائے کا وقف صحیح ہے۔
۵۰۷	گھوڑا خریدنے کو وکیل کیا اور کوئی خاص گھوڑا معین نہ کیا اور اس نے خرید اتو وہ گھوڑا وکیل کی ملک ہو یا موقوف کی۔	۴۸۶	جائیداد غیر منقولہ کے ساتھ اس کے توابع بغیر رواج بھی وقف ہو سکتے ہیں۔
۵۲۱	مسئلة بطلان التوكيل باللباحات وعللها ومالها وعليها۔	۴۸۸	وقف کسی کی ملک نہیں ہو سکتا مگر جو وقف کسی قوم پر ہے اس کے حاصل انہیں دیئے جانے کے بعد ان کی ملک ہو جائیں گے اور وقف اہلی کے پھل ان کی ملک ہیں۔
	مسائل ہبہ	۴۸۸	مسجدوں مدرسوں کے سقاپوں میں زر وقف سے جو پانی بھرا گیا کسی کی ملک نہیں واقف نے جس غرض کے لیے اسے وقف کیا اس کے غیر میں اس کا صرف جائز نہیں۔
۵۱۴	جو چیز بچوں کا نام کر کے بھیجی جائے اور مقصود ماں باپ کو دینا ہو اس کے مالک ماں باپ ہی ہوں گے۔	۴۸۸	آدمی اپنی ملک سے جو سبیل لگائے اس کا پانی اسی کی ملک رہتا ہے جس کام کے لیے اس کی اجازت ہے یا اب ہو اسی میں صرف ہو سکتا ہے۔
۵۱۷	اگر معلوم ہو کہ بچوں ہی کو دی تو ماں باپ جب تک محتاج نہ ہوں اپنے صرف میں نہیں لاسکتے۔		

۵۳۰	مالک نے جسے اپنے مال میں تصرف مباح کیا وہ مالک نہ ہو جائے گا مہمان کو جائز نہیں کہ بے اجازت مالک کھانے میں سے کسی کو کچھ دے۔	۵۳۳	مباح چیز لانے پر اجیر کیا تو وہ چیز کس کی ہوگی۔
۵۳۷	ولی نے جو چیز بچہ کو کھانے پینے کو دی اگر بچہ کو مالک نہ کر دیا اس میں سے دوسرے کو دے سکتا ہے ورنہ نہیں۔	مسائل حجر	
مسائل اجارہ		۵۱۸	ماذون غلام معتاد دعوت کر سکتا ہے۔
۵۰۰	اجیر خاص کی تعریف اور اس کے احکام۔	۵۲۷	بچہ سے کوئی چیز خریدنا کس وقت جائز ہے
۵۰۲	کسی کو جنگل کی مباح چیز لانے پر نوکر کھا اسے تنخواہ ملے گی اور چیز کا مالک یہ ہوگا۔	۵۲۷	نابالغ کے ہبہ و بیع کا حکم۔
۵۰۲	اگر مباح شے لادینے پر اجرت ٹھہرائی اور وقت مقرر نہ کیا اجارہ فاسد ہے اور اس کے احکام۔	۵۲۹	خرید و فروخت ہبہ وغیرہ میں بوبرے کا حکم صبی عاقل کی مثل ہے۔
۵۰۲	اگر اپنی ملک میں عمل کرنے کے لیے اجرت قرار دی اجارہ صحیح ہے۔	۵۳۵	تصرفات صبی کے احکام۔
۵۰۳	چھوٹے ہوئے شیر یا بھیڑیے کے قتل پر اجیر مقرر کیا اجارہ فاسد ہے اور اس کا حکم۔	مسائل غصب	
۵۰۵	مقدمہ لڑانا وغیرہ کاموں پر اجارہ کا حکم اور یہ کہ وکیلوں کی اجرت شرعاً وہی صحیح ہے جو پیشی پر بتعین وقت مقرر کی جائے۔	۴۹۹	مورث کے ترکہ سے کوئی چیز دوسرے کی سمجھ کر اسے دے دی پھر معلوم ہوا کہ مورث ہی کی تھی واپس لے گا اور نہ رہی ہوتا ورنہ لے گا۔
۵۰۵	نان بائی سے کہا میں نے تجھے آج کے لیے اس پر اجیر کیا کہ یہ آٹا ایک روپے اجرت پر لگا دے یہ اجارہ فاسد ہے کہ اس میں عمل اور وقت دونوں پر عقد اجارہ وارد کیا۔	۴۹۹	حساب میں سمجھا کہ زید کے سو روپے مجھ پر آتے ہیں پھر اس کی غلطی معلوم ہوئی روپے واپس لے گا۔
۵۰۶	اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے یہ آٹا پکانے کے لئے ایک روپے پر اجیر کیا اس شرط پر کہ آج ہی پکا دے یا یوں کہ یہ آٹا آج پکا دے ایک روپیہ دوں گا تو یہ جائز ہے۔	۵۲۶	دوست کے مال میں تصرف یا اس کے نوکر سے کام لینے کا حکم۔

۳۱۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصرانی کے یہاں کھانے سے ممانعت فرمائی۔	۵۳۱	نابالغ کی کوئی چیز دوسرے کی ملک میں اس طرح مل جائے کہ جدا نہ ہو سکے وہ چیز مالک پر حرام ہو گئی۔
۳۱۶	حدیث میں نصاریٰ کے برتنوں سے بچنے کا حکم۔	۵۴۰	مٹھی اور قیمی کے معنی اور پانی مٹھی ہے یا قیمی اس میں مصنف کی تحقیق۔
۳۱۷	تہمت کی جگہ کھڑے ہونے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے۔		مسائل قسمت
۳۱۷	حدیثوں کا حکم کہ اس بات سے بچو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔	۵۳۹	ترک کے روپے یا نانج میں سے جس میں نابالغ کا بھی حصہ ہے بالغ وارثوں کا اپنا حصہ لینے کا حکم۔
۳۱۹	بلاوجہ شرعی ایسی بات مکروہ ہے جس سے اس کی غیبت کا دروازہ کھلے۔	۵۳۹	مشترک روپے یا نانج میں سے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ لینا۔
۳۱۹	یہاں نصاریٰ کے کھانے پانی سے بہ نسبت ہنود کے بچنے کا زیادہ حکم ہے۔		مسائل شکار و ذبیحہ و قربانی
۴۵۵	بے کسی ضرورت کے سمندر میں سوار ہونا نہ چاہیے۔	۴۷۹	جال شکار کے لیے کھڑا کیا شکار پھنس گیا اس کی ملک ہو گیا اور سکھانے کے لیے توجہ پکڑے گا اس کی ملک ہو گا۔
۴۷۵	ہنود و نصاریٰ کے برتن میں بغیر پاک کیے کھانا پینا مکروہ ہے۔	۵۱۴	شکار کو گھیر کر لانے والا مالک نہیں ہوتا بلکہ پکڑنے والا۔
۴۹۳	ائمہ فرماتے ہیں اگر جنگل میں کتا اور ایک حربی پیاس سے مرے جاتے ہوں اور مسلمان کے پاس ایک پیاس کا پانی ہے کتے کو پلائے حربی کو نہ دے۔		مسائل حظر و اباحت
۵۳۵	بے ضرورت ہر بات کا سوال حرام ہے اور کسی سے کام کو کہنے کے احکام۔	۴۵	کھانے سے پہلے کلائیوں تک تین بار ہاتھ دھونا تین کلیاں کرنا مستحب ہے اگرچہ وضو ہو۔
	مسائل احیائے موات	۵۶	کھانا کھا کر برتن کو چاٹ کر صاف کرنا مسنون ہے۔
۴۸۰	خود روگھاس مالک زمین کی ملک نہیں ہاں اگر زمین جوتی اور پانی دیا تو اس کی ملک ہو گئی۔		

۴۹۵	شے مباح پر قبضہ کی نو صورتیں اور ان کے احکام اور مصنف کا اس میں ضابطہ وضع کرنا۔	۵۱۳	کنویں کے پانی کا مالک بھرنے والا نہیں ہوتا بلاکہ وہ جو اسے کنویں کی مَن سے جدا کرے۔
۴۹۵	مباح پر جو پہلے قبضہ کر لے مالک ہو جاتا ہے اس تفصیل پر جو مذکور ہے۔	۵۲۵	نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کی سترہ ۱۷ صورتیں اور ان کے احکام۔
۴۹۶	کسی مباح چیز کے لانے کے لیے کسی کو نائب یا وکیل کرنا بے سود ہے قبضہ کرنے سے وہی مالک ہو گا نہ یہ۔	۵۲۶	وہ آٹھ ۸ صورتیں جن میں نابالغ کے بھرے پانی میں دوسروں کو تصرف جائز نہیں۔
۴۹۷	کسی سے مچھلیاں شکار کرائیں شکار کرنے والا ہی مالک ہو اسی طرح جنگل کی ہر مباح چیز۔	۵۲۸	نابالغ بہشتی پانی بھر رہا ہے اس سے پینے یا وضو کو لینا حرام ہے۔
۵۰۰	بلا اجرت کسی سے سے کوئی مباح چیز منگوانے کی تین صورتیں۔	۵۲۸	نابالغ بہشتی سے پانی لینے کی سات ۷ صورتیں اور ان میں مصنف کی تحقیق۔
۵۰۸	والدین اپنی اولاد سے کوئی مباح چیز منگوائیں وہ کس کی ملک ہوگی۔	۵۲۹	سقا مشک کے پانی کا مالک ہے جب تک دوسرے کے برتن میں نہ بھرے۔
۵۱۲	مباح کی تحصیل میں دو شخص شریک ہوں تو کیا حکم ہے۔	۵۲۹	بومرے کا بھرا ہوا پانی کوئی نہیں لے سکتا
	مسائل شرب	۵۲۹	بومرے کا بھرا ہوا پانی اس کے ماں باپ بھی صرف میں لاسکتے ہیں یا نہیں۔
۴۷۸	کنویں کا پانی کنویں کے مالک کا نہیں خاص ملک خدا ہے۔	۵۲۹	بہت معتمد کتابوں میں ہے کہ نابالغ نے حوض یا کنویں سے پانی لے کر اس میں ڈال دیا اب حوض یا کنویں کا پانی سب پر حرام ہو گیا۔
۴۸۱	مینہ کا پانی جس کے برتن میں خود بھر جائے وہ اس کی ملک نہ ہوگا ہاں بے اجازت دوسرا اس برتن کو استعمال نہیں کر سکتا۔	۵۳۰	مصنف کا اس مشکل مسئلہ سے سولہ ۱۶ صورتوں کا استثنا کرنا اور دیگر فولد پر تنبیہ۔
۴۸۱	اگر برتن اسی لیے رکھا کہ مینہ کا پانی آئے تو مالک ہو گیا۔	۵۳۱	نابالغ کا مملوک پانی اگر کوئی دوسرا کنویں یا حوض میں ڈال دے جب بھی اس کنویں یا حوض میں کسی کو تصرف جائز نہ رہے گا۔
		۵۳۱	اس کنویں یا حوض سے اس کے والدین بشرط احتیاج استعمال کر سکتے ہیں۔

۵۱۱	باپ اپنے بچے سے استاد کی خدمت کرا سکتا ہے۔	۵۳۱	کنویں یا مباح خواہ مملوک حوض میں نابالغ کی ملک کا جو پانی مل جائے وہ خریدا بھی نہیں جاسکتا۔
۵۱۱	باپ اور دادا اور ان کے وصی نابالغ سے عادت ڈالنے کے لیے اس کے لائق خدمت لیں۔	۵۳۲	غلام و کنیز کے بھرے ہوئے پانی کا حکم۔
۵۲۰	ماں اپنے یتیم بچہ کے مال سے ملا کر ساتھ کھائے تو کیا حکم ہے۔	۵۳۳	یہ احکام ٹھہرے پانی میں ہیں اگرچہ وہ درودہ سے زیادہ ہونہ جاری میں۔
۵۲۰	نابالغ یتیم کی کمائی سے ماں دو ایک لقمہ کھا سکتی ہے۔	۵۳۴	جس پانی میں نابالغ کا پانی مل گیا اسے پھینک بھی نہیں سکتے مگر ایسا کنواں ناپاک ہو جائے تو پاک کرنے کے ڈول نکالے جاسکتے ہیں۔
۵۲۱	دوسرے کے بچے سے کام لینے کا حکم۔	۵۳۴	جس حوض میں نابالغ کا پانی ملا تھا مینہ یا ابلے سے ابل گیا اب جائز ہو گیا مگر خود ابلنا جائز نہیں۔
۵۲۷	استاد بھی نابالغ کا بھر پانی نہیں لے سکتا اور خدمت جہاں تک لے سکتا ہے اس کا حکم۔	۵۳۴	اس مشکل کے علاج پر بحث۔
۵۲۷	وہ طریقہ کہ استاد نابالغ سے پانی بھروا کر اسے استعمال کر سکے۔	۵۳۹	الحمد للہ اس مشکل کی سہل آسانی حوض یا کنویں میں نابالغ نے جتنا پانی ڈال دیا ہے اتنا یا اس سے زائد بھر کر اسے دے دیں باقی کا استعمال جائز ہو گیا۔
۵۳۶	ماں باپ، دادا، دادی کس صورت میں بچے سے کام لے سکتے ہیں۔	۵۳۹	جواز کے لیے اتنا پانی نکلنا کافی ہے جتنا نابالغ نے ڈالا۔
	مسائل فرائض		مسائل دیت
۵۳۹	اُس ترکہ کہ تقسیم کا حکم جس میں بعض وارث نابالغ ہیں۔	۱۰۸	ہاتھ میں انگلیاں اصل ہیں اگر کسی نے انگلیاں کاٹ دیں پورے ہاتھ کی دیت لازم آئے گی۔
	فوائد فقہیہ		مسائل وصی
۶۱	حکم حکمت کے لیے ہوتا ہے مگر حکمت پر اُس کا مدار نہیں۔	۵۰۹	ماں باپ اپنے بچے کا مال کس وقت لے سکتے ہیں۔

۱۹۳	تحقیق ان بین سقوط الفرض مفاد قولہم الوضوء فی الحوض	۱۹۳	السراج الوہاج من الكتب الضعیفة ومختصرہ الجوہرۃ النیرۃ من الكتب المعتبرۃ۔	۳۷۰
۲۲۹	للشیوع ثلاثۃ معان۔	۲۲۹	عآدۃ الہندیۃ نقل عبارة الكتب التي تذكر الاقوال رامزۃ لقائلہا بالحروف بحذف الرموز فیصیر القولان کقول واحد فربما یحصل بذلک عند من لا یعرف خبط فی فہم الامر علی ما ہو علیہ۔	۵۰۶
۲۶۰	ذراع کرباس کی مقدار۔	۲۶۰	لا یقال لقول المشائخ روایۃ	۵۳۹
۲۶۰	ذراع مساحت کی مقدار۔	۲۶۰	فرق بین تقييد حکم بضرورة واسقاطہ رأساً لضرورة۔	۵۵۱
۲۸۷	امانت وہبہ وصدقہ وشرکت ومضاربت وغصب میں روپے اشر فی جو دیئے گئے وہی متعین ہوتے ہیں۔	۲۸۷	چلپی محشی صدر الشریعۃ لیس من اہل الترجیح۔	۵۵۳
۲۹۳	مسائل فقہ میں ظن اگر غالب ہو مثل یقین ہے ورنہ مثل وہم نامعتبر۔	۲۹۳	مسائل کلامیہ	
۵۳۷	جو یقین کسی مجہول محل میں ہو شک سے زائل ہو جاتا ہے۔	۵۳۷	تألف الاجسام من جواهر فردۃ و شبه الفلاسفۃ علیہا کلہا مردودۃ۔	۱۷۳
۶۹۰ (حاشیہ)	ایک ہی چیز میں اختلاف سوال سے مفتی کا فتویٰ مختلف ہو جاتا ہے۔	۶۹۰ (حاشیہ)	بیان انه کیف یری الجسم مع ان الجزء لا یری۔ (حاشیہ)	۱۷۳
	رسم المفتی		فوائد حدیثیہ	
۱۰۲	ماقدم قاضیخان ہوا اظہر الاشہر فیکون ہو المعتد۔	۱۰۲	سنن النسائی الکبری لیست من الصحاح بخلاف مختصرہا المتداول۔	۳۷۰
۳۱۷	المفتی انما یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ۔	۳۱۷	اسماء الرجال	
۴۳۴	صاحب البحر لیس من اصحاب الترجیح۔	۴۳۴	یحیی بن ہاشم متروک	۹۳
۴۳۸	لا یعتد علی فتاویٰ ابن نجیم ولا علی فتاویٰ الطوری۔	۴۳۸	والقربة عموماً من وجه	۷۱
۴۵۳	مطلق الکراہۃ للتحريم۔	۴۵۳		

۱۵۶	صحة العلة تستلزم صحة الحكم ولا عكس		فضائل و مناقب
۱۸۵	اذا قيل لا افضل منه فهم منه عرفاً انه الافضل۔	۶۳	ائمہ شافعیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارک ایسے دقیق ہیں جن کو اکابر اولیائی پہچانتے ہیں۔
۳۳۶	تعريف اعم للمجتهد في المذهب	۶۴	اولیاء فرماتے ہیں کہ امام اعظم و امام ابو یوسف سرداران اہل کشف و مشاہدہ ہیں۔
۴۴۲	المطلق يوجد بوجود فرد ولا ينتفى الابانتفاء الافراد جميعاً۔	۹۱	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وضو بلا کہ غسل جنابت کا پانی ہمارے حق میں ظاہر مطہر ہے ملے تو اس سے وضو ہو جائے گا اور یہ مسئلہ اب بھی فرضی نہیں سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عنقریب تشریف لانے والے ہیں۔
۴۴۲	نفي الجنس لا يكون عرفاً ولغة الابنفي جميع الافراد ولا عبرة ههنا بمهملة الفلاسفة القدماء۔	۵۲ (ح) (شیہ)	زمزم و کوثر اور دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل وہ پانی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتان مبارک سے نکلا۔
۴۴۳	كل شيئين لا يفتقران فذكر احدهما يجزئ عن ذكر الآخر كاليد والعين والخف تقول المصافحة الاخذ باليد اي باليدين۔	۴۷۷	محبوبانِ خدا سے نسبت کا فائدہ۔
۴۵۳	مكروه تحريمي كوحرام كونه مكته ہیں۔		فوائد اصولیہ
۴۷۱	مستحب كاترك مكروه نہیں۔	۷۸	التعريف بالحكم سائغ عند الفقهاء
۵۶۰	ائمہ متقدمین حرام کو بھی مکروہ کہتے ہیں۔	۸۱	للتعريف بالحكم معنيان۔
۶۷۳	تحقيق شريف للمصنف اي عارض يمنع الفرد من دخوله تحت المفهوم من المطلق واي عارض لا يمنع مع تساوي العوارض جميعاً في عدم الانفهام من المطلق۔	۱۰۹	ماكان مظنوناً يجب اثبات الحكم باعتبارہ

۲۸۸	قطر و محیط کی نسبت۔	۶۷۵ (۶ شیر)	تحقیق شریف للمصنّف فی معنی قولہم المطلق ینصرف الی الفرد الكامل وقولہم المطلق ینصرف الی الادنی۔
۲۸۸	دائرے کے قطر و محیط و مساحت سے جو ایک چیز معلوم ہو باقی دو معلوم کرنے کے طریقے ایجاد مصنف۔	۶۷۸	تحقیق المصنّف ان فوات المقصد الشرعی لا یقع الفرد عن الدخول تحت المتفہم من المطلق فی الحقائق العینیة۔
	متفرقات	۶۸۰	بحث الاضافات ای اضافة للتقید وایہا للتعریف۔
۶۶	گناہوں کا علاج		ہندسہ و ریاضی



مجممل فہرست مضامین رسائل

۹۲	التنبیہ ۳۔ هل الحدث الاصغر يحل كالاكبر بالبدن كله وتحقيق المصنّف ففيه والكلام مع الفتح والهداية والكافي والحلیة وامام الحرمین والامام العزبن عبدالسلام وابن الجوزی۔	۴۳	رسالہ ۱۔ الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل آب مستعمل کی تعریف ومسائل میں جلیل تحقیقات۔
۱۰۱	التنبیہ ۲۔ تحقیق المصنّف ان المسح ایضاً يجعل الماء مستعملاً والكلام مع جماعة من المشائخ الکرام۔	۴۷	آب مستعمل کی جامع مانع تعریف مع شرائط کاتین شعروں میں نظم کرنا۔
۱۰۵	التنبیہ ۵۔ مسألة المسح بأصبع والكلام مع الفتح والامام شمس الاثمة۔	۵۱	خمس تنبیہات من المصنّف۔
۱۱۳	رسالہ ۲۔ النبیقة الانقی فی فرق الملاق والملقى۔	۵۱	فی مسألة غسل القدر والكلام مع الحلیة۔
۱۱۴	شرائط الاستعمال بالملاق والكلام مع الغنیة۔	۵۹	تحقیق المصنّف ان ليس كل قرربة مغيرة للماء عن الطهورية۔
۱۲۲	تظافر النصوص والكلام مع البحر والنهر والدرو الشامی والعلامة ابن الشحنة۔	۶۷	التنبیہ ۲۔ فی بیان سبب الاستعمال وتحقيق المصنّف ان لاتثلیث والكلام مع الامام ابن الهام والشامی نوح افندی والبحر والنهر والدروط ومعراج الدراية والعناية۔
۱۳۵	الفصل الاول فی كلام العلامة قاسم والكلام علیه بخمسة واربعین وجهاً۔		

۱۳۶	الکلام مع الامام ملک العلماء قدسنا اللہ تعالیٰ بسره الشریف بسبعة عشر وجهاً ومع الحلیة بسبعة وجوه۔	۳۲۱	اُن پانیوں کے احکام جن کی مساحت اوپر کم ہے اور نیچے دہ دروہ یا بالعکس اُن تحقیقاتِ رائقہ وتمدنیاتِ فائقہ پر مشتمل جن کا نظیر نظر سے نہ گزرا۔ والکلام مع الحلیة والخانیة والخلاصة والسادة ح ط ش و ملک العلماء والغنیة۔
۱۸۲	الفصل الثانی فی کلام البحر صاحب البحر والکلام علیہ بتسعة وثلثین وجهاً۔	۳۵۲	وضع عشرة اصول والکلام مع الشامی والطحطاوی والحلی والدور۔
۲۰۰	الفصل الثالث فی کلام العلامة ابن الشحنة والکلام علیہ بستة وعشرين وجهاً ومع المحقق علی الاطلاق والعلامة قاسم وملك العلماء والبحر۔	۳۷۲	مصنف کی تحقیق جریان و سیلان میں فرق۔
۲۲۵	الفصل الرابع فی فوائد شتی وتحقیق حکم الوضوء فی الحوض الصغیر والکلام مع العلامة الشرنبلالی وبعشرة وجوه مع الشامی وشيخه وتطفل علی المحقق۔	۳۸۲	یہاں ۱۲۰ قسموں کا بیان۔ حوض کی چار شکلیں اور ایک حصہ آب کے تابع و مستقل و قابل و ناقابل اجزا وقت و کثرت مبدئ و منتہی اور نجاست کے طافیہ و راسبہ و باقیہ و مخرجه کی طرف تقسیمیں اور ان سب کے احکام کا تین طرح ضبط۔
۲۸۵	رسالہ ۳۔ الہنیعی النمیر فی الماء المستدیر۔	۳۸۲	سب افادات مصنف سے والکلام مع الحلیة والغنیة۔
۲۸۵	آب متدیر کی مساحت دہ دروہ کا بیان۔ اس میں چار قول اور تحقیق مصنف والکلام مع السراج الوہاج والشامی والقہستانی والبرجندی ونوح افندی۔	۳۸۸	تمبیہ جلیل خروج و دخول دونوں رکن جریان ہیں یا صرف خروج اور اوپر سے مدد شرط ہے یا نہیں وتحقیق المصنف فی کل ذلک والکلام مع الحلیة والبحر والخانیة والتجنیس والفتح والسراج والشامی والبدائع۔
۳۲۱	رسالہ ۴۔ رحب الساحة فی میاء لایستوی وجہا وجوفها فی المساحة۔		

۳۹۹	جریان آب کی تعریف۔	۳۹۶	توجیہ المصنف ماروی عن الامام ابی یوسف فی عمق الماء الجاری۔
۴۰۰	اس کی حکمت کہ جو پانی ظرف و جوف میں ہو اس کے جریان کو بامرئکنا ضرور ہے۔	۴۰۱	رسالہ ۶۔ النور والنورق لاسفار الماء المطلق آب مطلق کے بیان میں وہ تحقیقات عالیہ جن کی نظیر نہیں پانچ فصل پر مشتمل۔
۴۰۳	مطلق بالجاری میں شرط دوام کی حکمت۔	۴۰۲	فصل اول جزئیات منصوصہ تین قسم پر۔
۴۰۵	تجدید النظر وقول من قال لا یشتط للجریان الخروج وتنقیح حقیقة الجریان بما لا مزید علیہ والکلام مع البزازیة والحلیة۔	۴۰۲	قسم اول وہ پانی جن سے طہارت ہو جائے گی اگرچہ استعمال ممنوع ہو، والکلام مع ملک العلماء ط و ش والبحر والنهر والقہستانی وابن حجر والسراج والشیخ المحدث والفتح والغنیة والدر وسیدی النابلسی۔
۴۲۰	اس کی تحقیق کہ حوض یا تالاب کے اندر حرکت جریان نہیں۔	۴۱۴	رسالہ ۷ ضمیمہ۔ عطاء النبی لافاضة احکام ماء الصبی بچہ کے بھرے ہوئے پانی میں عظیم جلیل تحقیقات مصنف پانی تین قسم ہے مملوک، مباح، مملوک مباح اور تینوں قسموں کا بیان۔
۴۲۵	رسالہ ۵۔ هبة الحبیر فی عمق ماء کثیر آب کثیر میں مقدار عمق کی تحقیق یکتا۔	۴۱۵	ضابطة المصنف لتبلیک المباح والرد علی الزاہدی واستاذہ والکلام مع ط و ش والہندیة۔
۴۲۵	اس میں ۱۱ قولوں کا بیان اور جو مصحح ہیں ان میں تطبیق والکلام مع البحر والدر و بیروی زادة والشامی والطحطاوی والبرجندی والدر۔	۵۰۸	تنقیح فی استیلاء صبی علی مباح باستدعا ابویہ و ذکر ثلاثة اقوال فیہ وتحقیق المصنف الحکم فیہ۔
۴۳۱	جلیل فائدہ دہ درودہ کی تقدیر ظاہر الروایہ ہی کی تفسیر ہے والکلام مع صدر الشریعة والبحر والدر۔	۵۱۱	تضعیف القول الاول والکلام مع الشامی
۴۴۰	تحقیق ان المراد الغرف بالیدین۔		

۵۸۵	صنف دوم بہتی چیزیں والکلام مع الدرر وعبدالحلیم والامام الزیلعی۔	۵۱۳	الکلام علی القول الثانی ثم تأییدہ والکلام مع السراجیۃ والشامی۔
۵۹۶	قسم دوم جن سے وضو صحیح نہیں والکلام مع الہدایۃ والدرر والشرنبلالی وحسن العجیبی عبدالحلیم و الخادمی ونوح افندی والسید ابی السعود الزیلعی والبحر والبزازیۃ۔	۵۲۱	تضعیف القول الثالث والکلام مع العناية والفتح والبحر
۶۱۲	المخلوط بالطبخ وثلاثة مسالک للعبارات فی ذلك وتحقیق المصنّف بالتوفیق والکلام مع الخانیۃ والبحر والشامی والبرجندی۔	۵۳۰	مسألة اختلاط ماء الصبی بماء الحوض والبئر واستثناء المصنّف منها ۱۶صورة وافادة ۱۸ تنبیہا والکلام مع الشامی وسیدی النابلسی۔
۶۲۳	المقابلات والکلام مع شرح المجمع والغنیۃ والبحر۔	۵۴۳	أن یائیوں کا بیان جن میں کسی دوسری چیز کا خلط ہو گیا والکلام مع الحلیۃ و الغزی ومجمع الانهر والفوائد واخی چلپی ویوسف چلپی والامام ملک العلماء والشرنبلالی والدرروابی السعود۔
۶۲۶	نوع دیگر ہر دو صنف	۵۴۱	تعریف الطبخ
۶۲۹	قسم سوم جن سے جواز وضو میں حکم منقول وضابطہ امام زیلعی کا خلاص ہے والکلام مع الدرر والامام الزیلعی والسید ابوالسعود والبحر۔	۵۴۳	نوع دیگر
۶۲۹	صنف اول خشک اشیاء	۵۴۴	صنف اول خشک چیزیں والکلام مع الامامین ابنی حجر العسقلانی والمکی والامام ملک العلماء والمولی بحر العلوم والخادمی۔
۶۳۸	صنف دوم سیال چیزیں	۵۴۴	اربعۃ مسالک للعبارات فی ذلك تحقیق المصنّف بالتوفیق فیہا۔

۶۵۲	فصل دوم مطلق و مقید کی تعریف میں علما کی ۱۲ عبارتیں اور ان کے احسن کا بیان و الکلام مع الکفایۃ و العنایۃ والبحر والامام الاسبیجانی والسبعانی وابن الشلبی والامام صاحب الهدایۃ وسعدی أفندی وعصام والفتح والعینی والغنیۃ والحلیۃ والشامی وعبدالحمید و الخادمی والغزی والسید الشریف۔	۶۵۲	بحث الاضافات والماء المناف وسبع عبارات فيه وانتفاء الاحسن والكلام مع العناية والبنایۃ والبحر والكفایۃ والدراية والامام الاجل خواهر زاده والرد علی الزاهدی
۶۶۷	تحقیق المصنّف ان الماء المستعمل والنجس من الماء المطلق والكلام مع البحر والشامی وعبدالحمید والخادمی۔	۶۸۷	فصل سوم متون وغیرہ کے چھ ۶ ضابطے۔
۶۷۷	تحقیق المصنّف مناط قولی ابی یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ فی الماء المطلق۔	۶۸۷	چھ ۶ ضابطے۔
۶۷۹	التعریف الرضوی للماء المطلق	۶۸۷	آٹھ ۸ مسائل اجماعیہ
۶۷۹	اس تعریف کا دو شعروں میں ضبط۔	۶۹۳	ضابطہ ۱۱۳ و الکلام مع العینی والفتح۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

باب المیاء

(پانیوں کا بیان)

مسئلہ ۲۳ : ۲۷ صفر ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بقیہ آب وضو سے کہ برتن میں رہ جائے وضو جائز ہے یا نہیں اور اگر پہلا وضو کرنے میں کچھ پانی ہاتھ سے اُس میں گر پڑا تو کیا حکم ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

بقیہ (۱) آب وضو کہ برتن میں رہ جاتا ہے مائے مستعمل نہیں بلکہ وہ پانی ہے جو استعمال سے بچ رہا اُس سے وضو میں کوئی حرج نہیں اور مائے مستعمل (۲) اگر غیر مستعمل میں مل جائے تو مذہب صحیح میں اُس سے وضو جائز ہے جب تک مائے مستعمل غیر مستعمل سے زائد نہ ہو جائے اگرچہ مستعمل پانی دھار بندھ کر گرا ہو، اور بعض نے کہا اس صورت میں بھی مستعمل فاسد کر دے گا اور وضو جائز نہ ہوگا اگرچہ غیر مستعمل زائد ہو مگر ترجیح مذہب اول کو ہے۔

<p>فتاویٰ خلاصہ میں ہے اگر جنبی شخص کے جسم سے بوقت غسل کچھ چھینٹے برتن میں گر گئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا، ہاں اگر باقاعدہ بہہ کر پانی گرا تو ناپاک ہوگا اور حمام کے حوض کا بھی یہی حکم ہے اور امام محمد کا قول ہے کہ صرف اُسی وقت ناپاک ہوگا جب وہ پاک پانی پر غالب ہو جائے اور دُرِّ مختار میں ہے کہ مطلق پانی سے حَدِّث کو زائل کرے نہ کہ اُس پانی سے جس پر مستعمل پانی غالب ہو اگر مطلق پانی آدھے سے زائد ہو تو کل سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، بحر، نہر اور منہ میں یہی تحقیق ہے اھ ملتقطاً۔ (ت)</p>	<p>فی فتاویٰ الخلاصة جنب اغتسل فانتقض من غسله شیعی فی انائه لم یفسد علیہ الماء اما اذا کان یسبیل منه سیلاناً افسده وكذا حوض الحمام علی هذا وعلى قول محمد لا یفسده ما لم یغلب علیہ یعنی لا یخرجہ من الطهوریة^۱ وفي الدر المختار یرفع الحدث بماء مطلق لا بماء مغلوب بمستعمل بالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطهیر بالکل والا لعلی ما حققه فی البحر والنهر والمنح^۲ اھ ملتقطاً واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واحکم۔</p>
---	--

^۱ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الطہارت ۸/۱

^۲ الدر المختار باب المیاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۴/۱

مسئلہ ۲۴ : از غازی آباد و ضلع میرٹھ محلہ باغ مرسلہ حامد حسن صاحب
استیجاب (۱) یعنی پیشاب پاخانے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں اور وضو کی حرمت میں اس وجہ سے کچھ فرق تو نہیں
آتا یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب:

جائز ہے اور اس میں حرمت وضو کا کچھ خلاف نہیں کہ یہ پانی استعمال میں نہ آیا کہ لا یشفی واللہ اعلم بالصواب۔

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۱ھ

مسئلہ ۲۵ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پانی بارش کا جو خاص شہر میں برستا ہے اور نالی وغیرہ دھو کر باہر چلا جاتا ہے پاک
ہے یا نہیں، اُس سے وضو درست ہے یا نہیں، اُس پانی کو جاریہ کہیں گے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:

(۲) جس وقت بارش ہو رہی ہے اور وہ پانی بہہ رہا ہے ضرور مائے جاری ہے اور وہ ہر گز ناپاک نہیں ہو سکتا جب تک نجاست کی
کوئی صفت مثلاً بویارنگ اُس میں ظاہر نہ ہو صرف نجاستوں پر اس کا گزرتا ہوا جانا اُس کی نجاست کا موجب نہیں فان الماء
الجاری یطہر بعضہ بعضاً (جاری پانی کا ایک حصہ دوسرے کو پاک کر دیتا ہے۔ ت) رہا اُس سے وضو، اگر کسی نجاست مرئیہ
کے اجزاء اُس میں ایسے بہتے جارہے ہیں کہ جو حصہ پانی کا اُس سے لیا جائے ایک آدھ ذرہ اس میں بھی آئے گا جب تو یقیناً حرام
و ناجائز ہے وضو نہ ہوگا اور بدن ناپاک ہو جائے گا کہ حکم طہارت بوجہ جریان تھا جب پانی برتن یا چلو میں لیا جریان منقطع ہوا اور
نجاست کا ذرہ موجود ہے اب پانی نجس ہو گیا اور اگر ایسا نہیں جب بھی بلا ضرورت اُس سے احتراز چاہئے کہ نالیوں کا پانی غالباً
اجزائے نجاست سے خالی نہیں ہوتا اور عام طبائع میں اُس کا استقذار یعنی اُس سے تنفر اُس سے گھن کرنا اُسے ناپسند رکھنا ہے اور
ایسے امر سے شرعاً احتراز مطلوب، احادیث میں ہے :

ایک وما یسوء الاذن ^۱ ۔ ایک وما یعتذر منه ^۲ بشروا ولا تنفروا ^۳ ۔	بُری بات سننے سے بچو۔ اور اس بات سے کہ بعد میں عذر کی ضرورت ہو، خوشخبری سناؤ نفرت نہ پھیلاؤ۔ (ت)
---	---

اور اگر بارش ہو چکی اور پانی ٹھہر گیا اور اب اُس میں اجزائے نجاست ظاہر ہیں یا نالی کے پیٹ میں نجاست کی

^۱ مسند امام احمد عن ابی الغادیۃ مطبوعہ بیروت ۷/۶۷

^۲ جامع الصغیر مع فیض التقدير مطبوعہ بیروت ۱۱/۷۳

^۳ جامع للبحاری کتاب العلم قدیمی مکتب خانہ کراچی ۱۶/۱

رنگت یا بُوتھی اور بارش اتنی نہ ہوئی کہ اُسے بالکل صاف کر دیتی انقطاع کے بعد وہ رنگ یا بُوتھ ہنوز باقی ہے تو اب یہ پانی ناپاک ہے اور اگر نالی صاف تھی یا مینہ نے بالکل صاف کر دی اور پانی میں بھی کوئی جزء نجاست محسوس نہیں تو پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶ :

۱۱ صفر ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب قبلہ ! ایک حوض ساڑھے سات گز لمبا اور ساڑھے سات گز چوڑا اور ڈیڑھ گز گہرا اگر اُس میں چار برس کا بچہ موت دے تو ناپاک ہو گیا یا پاک رہا۔ خاکسار عزیز اللہ

الجواب :

(۱) پاک رہا کہ اس کی مساحت (قطر) وہ درہ یعنی سو ہاتھ کے دو نے سے بھی بچیں ۲۵ ہاتھ زائد ہے والعبرة بذراع الکرباس تیسیر والسلام واللہ تعالیٰ اعلم (اور اعتبار عام استعمال ہونے والے گز کا ہے لوگوں کی آسانی کیلئے۔ ت)

مسئلہ ۲۷ :

۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حوض دہ درہ ہے سینوں میں یا شیعوں میں اور اُس میں کُتّا یا سُوَر پانی پی گیا ہو آیا اس سے وضو یا پینا چاہئے یا نہیں یا پیشاب یا پاخانہ پھر گیا ہو، پاک رہا یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب :

(۲) امر آب میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب تمام مذاہب سے زیادہ احتیاط کا ہے آب جاری تو بالا جماع نجس نہیں ہوتا جب تک نجاست سے اُس کا رنگ یا بُوتھ یا مزہ نہ بدلے یا ایک قول پر اُس کا نصف یا اکثر نجاست مرئیہ پر ہو کر گزرے اور غیر جاری میں ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع سے ظاہر الروایۃ کا محصل یہ ہے کہ اگر یہاں نجاست پڑی ہے اور ظن غالب ہو کہ اس جگہ وضو کیجئے تو اتنی دور کا پانی فوراً زیر و زبر نہ ہونے لگے گا تو وہاں کا پانی ناپاک نہ ہو اُس سے وضو وغیرہ سب جائز ہے۔

<p>ردالمحتار میں ہے کہ بدائع اور محیط میں فرمایا کہ ہمارے اصحاب متقدمین سے یہ روایت متفق ہے کہ ہلانے کا اعتبار ہوگا، یعنی اُسی وقت پانی میں نشیب و فراز پیدا ہو نہ یہ کہ تھوڑی دیر بعد، اور اصل حرکت کا اعتبار نہ ہوگا تاہر خانہ میں ہے کہ یہی ہمارے ائمہ ثلاثہ سے کتب مشہورہ میں منقول ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ آیا</p>	<p>فی ردالمحتار قال فی البدائع والمحیط اتفقت الروایۃ عن اصحابنا المتقدمین انه یعتبر بالتحریک وهو ان یرتفع وینخفض من ساعته لا بعد المکث ولا یعتبر اصل الحركة وفي التتار خانیۃ انه المروى عن ائمتنا الثلاثة فی الكتب المشهورة اهوهل المعتبر حركة الغسل</p>
---	--

غسل کی حرکت مراد ہے یا وضو کی یا ہاتھ کی۔ دوسری روایت اصح ہے کیونکہ وہ درمیانی ہے، جیسا کہ المحيط والحاوی القدسی میں ہے، اور مکمل بحث حلیہ وغیرہ میں ہے الخ¹ اور در مختار میں ہے کہ جو پانی استعمال کر رہا ہے اسی کا ظن غالب معتبر ہے، اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ پانی کے دوسرے حصے تک نجاست نہیں پہنچی ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، یہی ظاہر روایت ہے اور یہی اصح ہے کما فی الخانیۃ وغیرہا وحقق فی البحر انہ المذہب² اھ ملخصاً فی الدر المختار لکن فی النہر وانت خبیر بأن اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رأی له من العوام فلذا افتی بہ المتأخرون الاعلام الخ³ وفی رد المحتار ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامة سعد الدین الدیری فی رسالته القول الراقی انہ حقق فیہا ما اختارہ اصحاب المتون من اعتبار العشر ورد فیہا علی من قال بخلافہ ردّاً ببلیغاً واورد نحو مائة نقل ناطقة بالصواب ولا یخفی ان المتأخرین الذین افتوا بالعشر کصاحب الهدایۃ وقاضی خان وغیرہما من اهل الترجیح

غسل کی حرکت مراد ہے یا وضو کی یا ہاتھ کی۔ دوسری روایت اصح ہے کیونکہ وہ درمیانی ہے، جیسا کہ المحيط والحاوی القدسی میں ہے، اور مکمل بحث حلیہ وغیرہ میں ہے الخ¹ اور در مختار میں ہے کہ جو پانی استعمال کر رہا ہے اسی کا ظن غالب معتبر ہے، اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ پانی کے دوسرے حصے تک نجاست نہیں پہنچی ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، یہی ظاہر روایت ہے اور یہی اصح ہے کما فی الخانیۃ وغیرہا وحقق فی البحر انہ المذہب² اھ ملخصاً فی الدر المختار لکن فی النہر وانت خبیر بأن اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رأی له من العوام فلذا افتی بہ المتأخرون الاعلام الخ³ وفی رد المحتار ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامة سعد الدین الدیری فی رسالته القول الراقی انہ حقق فیہا ما اختارہ اصحاب المتون من اعتبار العشر ورد فیہا علی من قال بخلافہ ردّاً ببلیغاً واورد نحو مائة نقل ناطقة بالصواب ولا یخفی ان المتأخرین الذین افتوا بالعشر کصاحب الهدایۃ وقاضی خان وغیرہما من اهل الترجیح

¹ رد المختار باب المیاء مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۱۱ھ

² الدر المختار باب المیاء مطبع مجتبائی دہلی ۳۶/۱

³ الدر المختار باب المیاء مجتبائی دہلی ۳۶/۱

دس ہاتھ پر فتویٰ دیا ہے، جیسے صاحب ہدایہ اور قاضی خان وغیرہما اہل ترجیح سے ہیں، وہ ہم سے زائد مذہب کے جاننے والے ہیں، لہذا ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کی پیروی کریں، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو شارح نے رسم المفتی میں کہا ہے کہ "ہم لوگوں پر اس کی اتباع لازم ہے جس کو انہوں نے رائج اور صحیح قرار دیا ہے بالکل اسی طرح جس طرح وہ اپنی زندگی میں فتویٰ دیتے تو ہم پر اتباع لازم تھا۔ اور اسی میں ہے کہ فتح میں فرمایا "اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ یہ جاری پانی کی طرح ہے، بغیر تغیر کے ناپاک نہ ہوگا اور اس کی تصحیح کی جانی چاہئے تو نجاست مرئیہ اور غیر مرئیہ کے درمیان فرق نہ ہونا چاہئے کیونکہ دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ کثیر پانی سوائے تغیر کے ناپاک نہ ہو۔ اھ اور مراقی الفلاح میں ہے کہ اسی پر ہمارے مشائخ نے لوگوں پر فراخی کیلئے فتویٰ دیا ہے اور دس ہاتھوں کا قول ہی مفتی بہ ہے۔ اور اس کے حاشیہ میں علامہ طحطاوی نے لکھا کہ نجاست کے گرنے کی جگہ اور دوسری جگہ میں فرق نہیں، اسی طرح ایک نجاست اور دوسری نجاست میں فرق نہیں، اور اس کی تصحیح کی جانی چاہئے کما فی الفتح، اور یہی مختار ہے، جیسا کہ علامہ قاسم نے فرمایا وعلیہ الفتویٰ کما فی النصاب (اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ نصاب میں ہے) اھ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ہم اعلم بالمذہب منا فعلمنا اتباعہم ویؤیدہ ما قدمہ الشارح فی رسم المفتی واما نحن فعلمنا اتباع مارجحہ وصحہ کمالو افتونا فی حیاتہم¹ اھ

وفیہ قال فی الفتح وعن ابی یوسف انه کالجاری لا یتنجس الا بالتغیر وهو الذی ینبغی تصحیحہ فینبغی عدم الفرق بین المرئیة وغیرہا لان الدلیل انما یقتضی عند الکثرة عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل² اھ

وفی حاشیئہ للعلامة الطحطاوی لافرق بین موضع الوقوع وغیرہ و بین نجاسة ونجاسة وینبغی تصحیحہ کما فی الفتح وهو المختار کما قالہ العلامة قاسم وعلیہ الفتویٰ کما فی النصاب³ اھ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

¹ ردالمحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۱۱ھ

² ردالمحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۰۱ھ

³ مراقی الفلاح الطہارۃ نور محمد کراچی ص ۱۶



رسالہ فتویٰ مسمیٰ بہ

الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل ۱۳۲۰ھ

استعمال شدہ پانی کی تعریف میں منصف صحیفہ (ت)

بسم الله الرحمن الرحيم نحمدہ و نصلى على رسولہ الكريم

۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

مسئلہ ۲۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آبِ مستعمل کی کیا تعریف ہے بینوا توجروا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

حمد المن جعل الطهور غاسل اُثامنا فطهر ارواحنا بأسالة الماء على اجسامنا فيآله من منة و افضل الصلاة و اذكى السلام على من طهرنا من الانجاس و ادام ديم نعمة علينا حتى نقاناً من الادناس و على آله و صحبه و اهل السنة اامين۔
اقول: و بالله التوفيق (۱) ماءً مستعمل وہ قليل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارہ جسم کو مس کیا جس کی تطہیر وضو یا غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اُس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور استعمال کرنے والے نے اپنے بدن پر اُسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یوں اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت کر کے عضو سے جدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے اور بعض نے زوال حرکت و حصول استقرار کی بھی شرط لگائی۔ یہ بعونہ تعالیٰ دونوں مذہب پر حد جامع مانع ہے کہ ان سطروں کے سوا کہیں نہ ملے گی۔ اب فوائد قیود سنئے:
(۱) آب کثیر یعنی دہ در دہ یا جاری پانی میں محدث وضو یا جنب غسل کرے یا کوئی نجاست ہی دھوئی جائے تو پانی نہ نجس ہوگا نہ مستعمل لہذا قلیل کی قید ضرور ہے۔

(۲) محدث (۲) نے تمام یا بعض اعضائے وضو دھوئے اگرچہ بے نیت وضو محض ٹھنڈ یا میل وغیرہ جدا کرنے کیلئے یا اُس نے اصلاً کوئی فعل نہ کیا نہ اُس کا قصد تھا بلکہ کسی دوسرے نے اُس پر پانی ڈال دیا جو اُس کے کسی ایسے عضو پر گزرا جس کا وضو یا غسل میں پاک کرنا ہنوز اس پر فرض تھا مثلاً محدث کے ہاتھ یا جنب کی بیٹھ پر تو ان سب صورتوں میں شکل اول کے سبب پانی مستعمل ہو گیا کہ اس نے محل نجاست حکمیہ سے مس کر کے اُتنے ٹکڑے کی تطہیر واجب کو ذمہ

مکلف سے ساقط کر دیا اگرچہ کچھلی صورتوں میں ہنوز حکم تطہیر دیگر اعضا میں باقی ہے اور پہلی میں تو یعنی جبکہ تمام اعضاء دھو لے فرض تطہیر پورا ہی ذمہ سے اتر گیا۔

تنبیہ: (۱) پانی کو لی یا بڑے مکے کے سوا کہیں نہیں وہ برتن جھکانے کے قابل نہیں چھوٹا برتن مثلاً کسٹور ایک ہی پاس تھا وہ اسی برتن میں گر کر ڈوب گیا کوئی پچہ یا با وضو آدمی ایسا نہیں جس سے کہہ کر نکلوائے اب بمجبوری محدث خود ہی ہاتھ ڈال کر نکالے گا یا چھوٹا برتن سرے سے ہے ہی نہیں تو ناچار چلو لے لے کر ہاتھ دھوئے گا ان دونوں صورتوں میں بھی اگرچہ شکل اول اعلیٰ اسقاط واجب تطہیر پائی گئی یہ ضرورہ معاف رکھی گئی ہیں بے ضرورت ایسا کرے گا تو پانی کل یا بعض بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا اگرچہ ایک قول پر قابل وضو ہے۔ (۲) بیان اس کا یہ ہے کہ محدث یعنی بے

وضو یا حاجت غسل والے کا وہ عضو جس پر سے ہنوز حکم تطہیر ساقط نہ ہوا اگرچہ کتنا ہی کم ہو مثلاً پورا یا ناخن اگر قلیل پانی سے مس کرے تو ہمارے علماء کو اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ سارا پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور قابل وضو و غسل نہیں رہتا اور بعض کے نزدیک صرف اتنا مستعمل ہوا جس قدر اُس پارہ بدن سے ملا باقی آس پاس کا پانی جو اُس عضو کی محاذات میں ہے اور اُس سے مس نہ ہوا مستعمل نہ ہوا یوں ہی وہ تمام پانی کہ اُس عضو کے پہنچنے کی جگہ سے نیچے ہے اُس پر بھی حکم استعمال نہ آیا۔ اس قول پر مکے یا کوئی میں کہنی تک ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی قابل طہارت رہے گا کہ ظاہر ہے جو پانی ہاتھ کے آس پاس اور اُس سے نیچے رہا وہ اس حصے سے بہت زائد ہے جس نے ہاتھ سے مس کیا اور جب (۳) غیر مستعمل پانی مستعمل سے زائد ہو تو پانی قابل وضو و غسل رہتا ہے مثلاً لگن میں وضو کیا اور وہ پانی ایک گھرے بھر آب غیر مستعمل میں ڈال دیا تو یہ مجموع قابل وضو ہے کہ مستعمل نا مستعمل سے کم ہے اسی پر قیاس کر کے ان بعض نے ہاتھ ڈالنے کا حکم رکھا کہ مستعمل تو اتنا ہی ہوا جتنا ہاتھ کو لگا باقی کہ الگ رہا اُس پر غالب ہے اور فریق اول نے فرمایا کہ پانی ایک متصل جسم ہے اس کے بعض سے ملنا کل سے ملنا ہے لہذا ناخن کی نوک یا پورے کا کنارہ لگ جانے سے بھی کل مٹکا مستعمل ہو جائے گا۔ یہ دو قول ہیں اور فریق اول ہی کا قول احتیاط ہے بہر حال اتنے میں فریقین متفق ہیں کہ بے ضرورت چلو لینے یا ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ بعض تو ہماری تعریف اس قول پر بھی ہر طرح جامع مانع ہے۔

(۳) با وضو آدمی نے بے نیت ثواب دوبارہ وضو کیا۔

(۴) سمجھ وال نابالغ نے وضو بقصد وضو کیا۔

(۵) حائض و نفاس باقی ہے وضو و غسل کا حکم نہیں مگر انہیں (۴) مستحب ہے کہ نماز پنجگانہ کے وقت اور اشراق و چاشت و تہجد کی عادت رکھتی ہو تو ان وقتوں میں بھی وضو کر کے کچھ دیر یاد الہی کر لیا کرے کہ عبادت کی عادت باقی رہے۔ انہوں نے یہ وضو کیا۔

(۶) پاک آدمی نے ادائے سنت کو جمعے یا عیدین یا عرفے یا احرام یا اور اوقات مسنونہ کا غسل یا میت کو غسل دینے کا وضو یا غسل کیا۔

(۷) با وضو (۱) نے کھانے کو یا کھانا کھا کر بہ نیت ادائے سنت ہاتھ دھوئے یا کُلی کی۔

(۸) وضوئے فرض یا نفل میں جو پانی کُلی یا ناک میں پہنچانے میں صرف ہوا۔

(۹) کچھ اعضا دھولے تھے خشک ہو گئے سنت مولات کی نیت سے انہیں پھر دھویا ان سب صورتوں میں شکل دوم کے سبب مستعمل ہو جائے گا اگرچہ اسقاط واجب نہ کیا اقامت قربت کی (۲) میت کو نہلا کر غسل کرنا بھی مستحب ہے کما فی الدر وغیرہ۔

(۱۰) میت کے بارے میں علماء مختلف ہیں جمہور کے نزدیک موت نجاست حقیقہ ہے اس تقدیر پر تو وہ پانی کہ غسل میت میں صرف ہو امائے مستعمل نہیں بلا بلکہ ناپاک ہے اور بعض کے نزدیک نجاست حکمیہ ہے بحر الرائق وغیرہ میں اسی کو اصح کہا اس تقدیر پر وہ پانی بھی مائے مستعمل ہے اور ہماری تعریف کی شق اول میں داخل کہ اُس نے بھی اسقاط واجب کیا۔
اقول ولہذا ہم نے انسان کا پارہ جسم کہانہ مکلف کا کہ میت مکلف نہیں۔ اور تطہیر لازم تھی کہانہ یہ کہ اس کے ذمے پر لازم تھی کہ یہ تطہیر میت کے ذمے پر نہیں احیا پر لازم ہے۔

(۱۱) یوں ہی غسل میت کا دوسرا اور تیسرا پانی بھی آبِ مستعمل ہوگا کہ اگرچہ پہلے پانی سے اسقاط واجب ہو گیا مگر غسل میت میں تثلیث بھی قربت مطلوبہ فی الشرع ہے۔
اقول ولہذا ہم نے شق دوم میں بھی بدن انسان مطلق رکھا۔

(۱۲) وضو علی الوضو کی نیت سے دوسرے کو کہا مجھے وضو کرا دے اُس نے بے نیت ثواب اُس کے اعضائے وضو دھو دیئے پانی مستعمل ہو گیا کہ جب اس کے امر سے ہے اور اس کی نیت قربت کی ہے تو وہ اسی کا استعمال قرار پائے گا الا تری انہ لو فعل ذلك محدث ونوی فقد اتی بالما مور بہ مع ان امر فاغسلوا وامسحوا انما کان علیہ (جیسا کہ اگر بے وضو ایسا کرے اور نیت کرے تو ما مور بہ کو بجالانے والا ہوگا جو فاغسلوا وامسحوا سے اس پر لازم تھا۔ ت)

(۱۳) با وضو (۳) آدمی نے اعضائے ٹھنڈے کرنے یا میل دھونے کو وضو بے نیت وضو علی الوضو کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اب نہ اسقاط واجب ہے نہ اقامت قربت۔

(۱۴) معلوم تھا کہ عضو تین بار دھو چکا ہوں اور ہنوز پانی خشک بھی نہ ہوا تھا بلا وجہ چوتھی بار اور ڈالا یہ بھی قربت نہیں بلکہ خلافِ ادب ہے۔

(۱۵) ہاں اگر خشک ہو کہ دو بار دھویا یا تین بار یوں تیقن تثلیث کیلئے پانی پھر ڈالا تو مستعمل ہو جائے گا

اگرچہ واقع میں چوتھی بار ہو۔

(۱۶) جسے حاجت غسل نہیں اُس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی۔

(۱۷) با وضو نے کھانا کھانے کو یا کھانے سے بعد یا ویسے ہی ہاتھ منہ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے کُلی کی اور ادائے سنت کی نیت نہ تھی مستعمل نہ ہوگا کہ حدث و قربت نہیں۔

(۱۸) با وضو نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا مستعمل نہ ہوا کہ تعلیم وضو اگرچہ قربت ہے مگر وضو سکھانے کو وضو کرنا فی نفسہ قربت نہیں سکھانا قربت ہے اور وہ زبان سے بھی ممکن ولذا ہم نے قید لگائی کہ وہ استعمال خود کارِ ثواب تھا یعنی فعل فی نفسہ مطلوب فی الشرع ولو مقصود الغیرہ کالوضوء (فعل فی نفسہ مطلوب فی الشرع ہے اگرچہ مقصود لغیرہ ہو جیسے وضو ہے۔ ت)

(۱۹) کوئی پاک کپڑا وغیرہ دھویا۔

(۲۰ و ۲۱) کسی جانور یا نابالغ بچے کو نہلایا اور ان کے بدن پر نجاست نہ تھی اگرچہ وہ جانور غیر ماکول اللحم ہو جیسے بلی یا چوہا حتی کہ مذہب راجح میں سُتتا بھی جبکہ پانی اُن کے لعاب سے جُدا رہا اگرچہ نہلانا ان کے دفع مرض یا شدت گرما میں ٹھنڈ پہنچانے کو بہ نیت ثواب ہو مستعمل نہ ہوگا۔

اقول: کپڑا برتن جانور اور ان کے امثال تو بدن انسان کی قید سے خارج ہوئے اور نابالغ کو نہلانا مثل وضوئے تعلیم خود قربت نہیں کہ بچوں کے نہلانے کا کوئی خاص حکم شرع میں نہ آیا ہاں انہیں بلکہ ہر مسلمان و جاندار کو نفع و آرام پہنچانے کی ترغیب ہے یہ امور عادیہ اُس حکم کی نیت سے کلیہ محمودہ کے نیچے آکر قربت ہو سکتے ہیں مگر موجب استعمال وہی فعل ہے جو بذاتِ خود قربت و مطلوب شرع ہو۔

(۲۲) حائض و نفساء نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اس نے اگرچہ انسان کے جسم کو مس کیا جس کی تطہیر غسل سے واجب ہوگی مگر ابھی لازم نہیں بعد انقطاع لزوم ہوگا۔ اقول ولذا ہم نے بالفعل کی قید لگائی۔

(۲۳) ناسمجھ بچے نے وضو کیا جس طرح دو تین سال کے اطفال ماں باپ کو دیکھ کر بطور نقل و حکایت افعال وضو نماز کرنے لگتے ہیں پانی مستعمل نہ ہوگا کہ نہ قربت نہ حدث۔

(۲۴) وضو کرنے میں پانی کو جب تک اُسی عضو پر بہہ رہا ہے حکم استعمال نہ دیا جائے گا ورنہ وضو محال ہو جائے بلکہ جب اُس عضو سے جُدا ہوگا اس وقت مستعمل کہا جائے گا اگرچہ ہنوز کہیں مستقر نہ ہوا ہو مثلاً (۱) منہ دھونے منہ دھونے میں کلائی پر پانی لیا اور وہی پانی کے مُنہ سے جُدا ہو کر آیا کلائی پر بہا لیا جمہور کے نزدیک کافی نہ ہوگا کہ مُنہ سے منفصل ہوتے ہی حکم استعمال ہو گیا ہاں جن بعض کے یہاں استقرار شرط ہے اُن کے نزدیک کافی ہے کہ ابھی مستعمل نہ ہوا اور غسل میں سارا بدن عضو واحد ہے تو سر کا پانی کہ پاؤں تک بہتا جائے جس جس جگہ گزرا سب کو پاک کرتا جائے گا۔

(۲۵) قول نجاست میں حکمیہ کی تنقید کا فائدہ ظاہر ہے کہ جو پانی نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں صرف ہو ہمارے نزدیک مطلقاً ناپاک ہو جائے گا نہ کہ مستعمل۔

(۲۶) قول: ہم نے پانی کو مطلق رکھا اور خود رفع نجاست حکمیہ واقامت قربت ہائے مذکورہ سے واضح کہ پانی سے ماءً مطلق مراد ہے تو شوربے یا دودھ کی لسی یا نبیذ ترم سے اگر وضو کرے وہ مستعمل نہ ہونگے ان سے وضو ہی نہ ہوگا تو مستعمل کیا ہوں۔

(۲۷) خود نفس جنس یعنی پانی نے دودھ سرکہ گلاب کیوڑے وغیرہا کو خارج کر دیا کہ اُن سے وضو کرے تو مستعمل نہ ہوں گے اگرچہ بے وضو ہوا اگرچہ جنب ہوا اگرچہ نیت قربت کرے کہ (۱) غیر آب نجاست حکمیہ سے اصلاً تطہیر نہیں کر سکتا۔

تنبیہ: اگر کہیے ۲۶ و ۲۷ کا ثمرہ کیا ہے کہ مستعمل ہونے سے ہمارے نزدیک شے نجس نہیں ہو جاتی صرف نجاست حکمیہ دور کرنے کے قابل نہیں رہتی یہ قابلیت ان اشیاء میں پہلے بھی نہ تھی تو ان کو مستعمل نہ ماننے کا کیا فائدہ ہوا۔ قول اول تو یہی فائدہ بہت تھا کہ مستعمل نہ ہونے سے ان کی طہارت متفق علیہ رہے گی کہ مستعمل کی طہارت میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے اگرچہ صحیح طہارت ہے۔
 ۱) مستعمل (۲) اگرچہ ظاہر ہے مگر قدر ہے مسجد میں اُس کا ڈالنا ناجائز ہے ان اشیاء کو مستعمل نہ بتانے سے یہ معلوم ہوا کہ مثلاً جس (۳) گلاب سے کسی نے وضو کیا اُسے مسجد میں چھڑک سکتے ہیں کہ وہ مستعمل نہ ہوا۔

بالجملہ یہ وہ نفس و جلیل جامع و مانع و شافی و نافع تعریف ماءً مستعمل ہے کہ بفضل الہی خدمت کلمات علمائے کرام سے اس فقیر پر القا ہوئے واللہ الحمد۔ سہولت حفظ کیلئے فقیر اسے نظم کرتا اور برادران دینی سے دعائے غفو و عافیت کی طمع رکھتا ہے۔

۱) ماءً مستعمل کہ ظاہر نامطہر و صف اوست جامع و مانع حد او از رضاء و حرف شد
 مطلقے کو واجب شستن ز حد ثے کاست یا بر بشر در قربت مطلوبہ عیناً صرف شد
 را کدے عہ کا ینسان جدا شد از بدن مستعمل ست لیک نزد بعض چوں قائم بجایا طرف شد

دو شعر اخیر میں وہ تمام تفصیل آگئیں جو یہاں تک مذکور ہوئیں اور یہ بھی کہ راجح قول اول ہے یعنی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل کا حکم دیا جائے گا کسی جگہ مستقر ہونا شرط نہیں۔ اب عبارات علماء اور بعض مسائل مذکورہ میں اپنی تحقیق مفرد ذکر کریں وبالله التوفیق۔ تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے:

لا یجوز بماء استعمال لاجل قربۃ ای ثواب ولو	وضو اُس پانی سے جائز نہیں جس کو بطور ثواب استعمال کیا گیا ہو۔
--	---

^۱ ترجمہ: مستعمل پانی جو کہ خود پاک ہوتا ہے اور دوسرے کو پاک نہیں کرتا رضاء سے اس کی جامع مانع تعریف دو باتوں میں ہوئی * جس سے مطلقاً حدث زائل ہوا ہو یا قربت مقصودہ کی نیت سے بدن پر استعمال ہوا ہو قلیل پانی جب بدن سے جدا ہوا تو مستعمل ہو جائیگا لیکن بعض کے نزدیک بدن سے جدا ہو کر کسی جگہ یا ظرف میں اس کا قرار ضروری ہے۔

عہ: را کد بمعنی غیر جاری یعنی آب قلیل کہ وہ درودہ نباشد (۱۲ م)

اگرچہ اس بچے نے استعمال کیا ہے جس میں شعور پیدا ہو چکا ہو۔ (جبکہ وضو کیا کہ اس سے اس کا ارادہ پاکی حاصل کرنے کا تھا کما فی الخانیۃ اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ اگر اس سے طہارت کا ارادہ نہ کیا تو مستعمل نہ ہوگا) یا حائض عبادت کی عادت کی وجہ سے، (نہر میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا حائض کے وضو سے مستعمل ہو جائے گا کہ اس کیلئے ہر فرض کیلئے وضو مستحب ہے اور یہ کہ نماز کی مقدار میں اپنے مصلیٰ پر بیٹھے تاکہ نماز کی عادت نہ ختم ہو جائے اور اگر تہجد یا نماز چاشت کیلئے اُس نے وضو کیا تو چاہئے کہ وہ پانی مستعمل ہو جائے اھ ر ملی وغیرہ نے اس کو برقرار رکھا، اور اس کی وجہ ظاہر ہے، اس لئے اس پر شارح نے جزم کیا اور عبادت کو مطلق رکھا، جامع الفتاویٰ کی متابعت میں) یا میت کو غسل دیا اور اس غسل کے مستعمل پانی کا مستعمل ہونا ہی اصح ہے بحر، میں کہتا ہوں عام فقہاء کا قول یہی ہے، اس پر بدائع نے اعتماد کیا کہ میت کی نجاست خُبث کی نجاست ہے، کیونکہ میت خون والا جانور ہے، اور اس کا

من مبیّن¹ (اذا توضأ یرید بہ التّطہیر کما فی الخانیۃ وظاہرہ انہ لولم یرد بہ ذلک لم یصر مستعملاً²) وحائض لعادۃ عبادۃ³ (قال فی النہر قالوا بوضوء الحائض یصیر مستعملاً لانہ یرتد بہ لیس یستحب لہا الوضوء لکل فریضۃ وان تجلس فی مصلّا قدرہا کیلا تنسی عادتہا وینبغی ان لو توضأت لتہجد عادۃ او صلاۃ ضحیٰ ان یصیر مستعملاً اھ واقرة الرملی وغیرہ ووجہ ظاہر فلذا جزم بہ الشارح فاطلق العبادة تبعاً لجامع الفتاویٰ⁴) او غسل میت⁵ وکون غسلتہ مستعملاً هو الاصح بحر اقول: قول العامة واعتدہ البدائع ان نجاسة البيت نجاسة خبث لانه حیوان دموی ویجوز عطفہ علی مبیزای ولو من اجل غسل میت لانه یندب الوضوء من غسل البيت⁶ او ید لاکل او منہ بنیۃ السنۃ⁷ قید بہ فی البحر اخذا من قول البحر لانه اقام بہ قربة لانه سنة اھ فی النہر وعلیہ ینبغی اشتراطہ فی کل

¹ الدر المختار باب المیاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۷۱/۱

² رد المختار باب المیاء مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۵/۱

³ الدر المختار باب المیاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۷۱/۱

⁴ رد المختار باب المیاء مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۵/۱

⁵ الدر المختار باب المیاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۷۱/۱

⁶ رد المختار باب المیاء مصر ۱۳۵/۱

⁷ در مختار باب المیاء مجتبائی دہلی ۳۷۱/۱

عطف میٹیز پر جائز ہے یعنی "اگرچہ میت کے غسل کی وجہ سے ہو کیونکہ میت کو نہلانے کے بعد وضو کر لینا مندوب ہے، یا ہاتھ دھونا کھانے کیلئے یا اس سے بہ نیت سنت (بحر میں یہ قید محیط کے قول سے لے کر لگائی ہے کیونکہ اُس نے اس سے عبادت ادا کی ہے اس لئے کہ وہ سنت ہے اہاور نہر میں ہے کہ اس بنا پر یہ شرط لگانی چاہئے ہر سنت میں جیسے منہ کا دھونا یا ناک میں پانی ڈالنا، اہ رملی نے کہا کہ اس میں کوئی تردد نہیں حتیٰ کہ اگر وہ جنب نہ ہو اور منہ اور ناک کے دھونے سے محض صفائی کا ارادہ کرے نہ کہ قربت کی ادائیگی کا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، یا حدث کو رفع کرنے کیلئے جیسے بے وضو کا وضو کرنا خواہ ٹھنڈک کے حصول کیلئے ہو، تو اگر کسی با وضو شخص نے ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے، سکھانے کیلئے، یا ہاتھوں کی مٹی چھڑانے کیلئے وضو کیا تو یہ پانی مستعمل نہ ہوگا، بالاتفاق (اس پر یہ اعتراض وارد کیا گیا ہے کہ وضو کرنے کی تعلیم دینا بجائے خود عبادت ہے؟ بحر نے اس کا جواب دیا جس کو نہر وغیرہ نے بھی پسند

سنة كغسل فم وانف اھ قال الرملی ولا تردد فيه حتى لو لم يكن جنباً وقصد بغسل الفم و الانف مجرد التنظيف لا اقامة القرية لا يصير مستعملاً¹ او لرفع حدث كوضوء محدث ولو للبرد فلو توضع متوضئاً لتبردا وتعليم اولطين بيده لم يصير مستعملاً اتفاقاً² (اورد ان تعليم الوضوء قرية واجاب البحر وتبعه النهر وغيره ان التوضي نفسه ليس قرية بل التعليم وهو خارج عنه ولذا يحصل بالقول³) كزيادة على الثلث بلانية قرية⁴ (ان اراد الزيادة على الوضوء الاول وفيه اختلاف المشائخ اما لو اراد بها ابتداء الوضوء صار مستعملاً بدائع اي اذا كان بعد الفراغ من الوضوء الاول والا لكان بدعة كبا مر فلا يصير مستعملاً وهذا ايضاً اذا اختلف المجلس والا فلا لانه مكروه بحر لكن قدمناً ان المكروه تكراره في مجلس مراراً⁵ وكغسل نحو فخذ⁶ (مما ليس من اعضاء الوضوء وهو

ہم نے اس کی تحقیق بارق النور میں پہلے بیان کردی ہے اس کو یاد کر لے
(اھ ت)

عہ قد قدمنا التحقيق في كل ذلك في بارق النور فتذكره اھ منه
قدس سرہ۔

¹ رد المحتار باب المياہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۶۱ھ

² الدر المختار باب المياہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۷۱ھ

³ رد المحتار باب المياہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۶۱ھ

⁴ الدر المختار باب المياہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۷۱ھ

⁵ رد المحتار باب المياہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۶۱ھ

⁶ الدر المختار باب المياہ مجتبائی دہلی ۱۳۷۱ھ

کیا کہ وضو خود قربت نہیں ہے، ہاں تعلیم قربت ہے اور تعلیم وضو سے الگ شے ہے اس لئے تعلیم صرف قول سے بھی ہو جاتی ہے) جیسے تین مرتبہ سے زائد اعضاء وضو کا بلائیت قربت دھونا، (یہ اُس وقت ہے جب اُس کا ارادہ یہ ہو کہ پہلے وضو پر زیادتی کی جائے اور اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور اگر اس سے وضو کی ابتداء مراد ہو تو اس طرح پانی مستعمل ہو جائے گا، بدائع، یعنی جبکہ پہلے وضو سے فراغت کے بعد ہو ورنہ بدعت ہوگا جیسا کہ گزرا تو مستعمل نہ ہوگا، اور یہ بھی اس وقت ہے جبکہ مجلس مختلف ہو ورنہ نہیں کیونکہ یہ مکروہ ہے، بحر۔ لیکن ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ مکروہ اس کا ایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ تکرار ہے) اور جیسے ران کا دھونا (جو اعضاء وضو سے نہیں ہے حالانکہ وہ بے وضو ہونہ کہ جنب ہو) یا پاک کپڑا (اور اسی کی مثل خشک اشیاء جیسے ہانڈیاں اور پھل، قسستانی) یا وہ چوپایہ جس کا گوشت کھایا جاتا ہو، (بحر نے اس کو مبتنی سے روایت کیا، سیدی عبدالغنی وغیرہ نے کہا اور اسکے علاوہ بھی پانی ناپاک نہیں کرتے ہیں اور اُس کے پاک کرنے کی صفت کو اُس سے

محدث لاجنب¹، او ثوب طاهر² (ونحوہ من الجامدات كقدور و ثمار قهستانی³) اودابة تؤكل⁴ (بحر عن المبتغی قال سیدی عبدالغنی وغیرہا كذلك لاتنجس الماء ولا تسلب طهوريته كحمار وفارة وسباع بهائم لم یصل الماء الی فیہا اھ و ذکر الرحمتی نحوه⁵)، ولا سقاط فرض بأن یغسل بعض اعضائه⁶ التي یجب غسلها احترازا عن غسل المحدث نحو الفخذ⁷ او یدخل یدہ او رجلہ فی جب لغیر اغتراف ونحوہ⁸ (بل لتبرد او غسل ید من طین او عجین فلو قصد الاغتراف ونحوہ کاستخراج کوز لم یصر مستعملاً للضرورة⁹) فانه یصیر مستعملاً اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر فی شیء علی المذهب وقیل اذا استقر¹⁰ (فی مکان من ارض او کف او ثوب ویسکن عن التحرك وهذا قول طائفة من مشائخ بلخ واختاره فخر الاسلام وغیرہ، وفي الخلاصة وغیرہا انه المختار الا ان العامة علی الاول وهو الاصح واثار الخلاف یظهر

1 رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶۱

2 در مختار باب المیاء مبتائی دہلی ۳۷۱

3 رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶۱

4 در مختار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶۱

5 رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶۱

6 در مختار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶۱

7 رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۱

8 در مختار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶۱

9 رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶۱

10 در مختار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶۱

<p>سب نہیں کرتے ہیں، جیسا گدھا، چوہا، اور چوپایوں میں سے درندے جبکہ پانی ان کے منہ تک نہ پہنچے اہ اور رحمتی نے ایسا ہی ذکر کیا) (یا کسی فرض کو ساقط کرنے کیلئے مثلاً یہ کہ کسی عضو کو دھوئے) (اُن اعضاء میں سے جن کا دھونا لازم ہے، یہ بے وضو شخص کے اپنی ران وغیرہ کو دھونے سے احتراز ہے) یا اپنا ہاتھ یا پیر کسی گڑھے میں ڈالے، اُس سے چُلو وغیرہ نہ بھرے،</p>	<p>فیما لو انفصل فسقط علی انسان فأجراه علیه صح علی الثانی لا الاول نہر وقد مران اعضاء الغسل كعضو واحد فلو انفصل منه فسقط علی عضو آخر من اعضاء الغسل فأجراه علیه صح علی القولین^۱ اھ ملتقطاً وفی الهندیة عن التاتارخانیة لو توضع بالخل او ماء الورد لا یصیر مستعلاً عند الكل^۲ اھ</p>
--	--

(بلکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے یا ہاتھوں کو مٹی سے یا آٹے سے صاف کرنا مقصود، تو اگر چلو بھرنے کا ارادہ کیا جیسے پانی سے لوٹا نکالنے کیلئے ہاتھ ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرور تائ ہے) کیونکہ پانی مستعمل اُس وقت ہوگا جبکہ عضو سے جدا ہو، اگرچہ کسی چیز پر نہ ٹھہرے، مذہب یہی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جبکہ کسی جگہ پر ٹھہرے، (زمین پر یا ہاتھ پر یا کپڑے پر، اور حرکت کے بعد اس میں سکون پیدا ہو چکا ہو، یہ پلٹ کے مشائخ میں سے بعض کا قول ہے اس کو فخر الاسلام وغیرہ نے پسند کیا ہے، اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ یہی مختار ہے، مگر عام علماء پہلے قول پر ہی ہیں اور وہی اصح ہے، اس اختلاف کا اثر اُس صورت میں ہوگا جبکہ پانی جدا ہو کر کسی انسان پر گرے اور وہ اس کو اپنے اوپر جاری کرے تو دوسرے قول پر صحیح ہے نہ کہ پہلے پر، نہر۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ اعضاء غسل ایک عضو کی طرح ہیں، تو اگر اُس سے پانی جدا ہو کر اعضاء غسل پر گرا اور اُس نے وہ اُن پر جاری کر لیا تو دونوں اقوال کے مطابق صحیح ہوگا اھ ملتقطاً، اور ہندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر سر کہ سے یا گلاب کے عرق سے وضو کیا تو سب کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا اھ۔ ت

<p>تنبیہ: منیہ میں ماء مستعمل کی تعریف میں کہا کہ "وہ پانی جس سے کوئی حدّث زائل کیا گیا ہو یا بدن پر قُربتہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہو، پھر فرمایا کہ اگر کسی عورت نے ہانڈی یا بڑا پیالہ دھویا تو پانی مستعمل نہ ہوگا اھ۔ ت</p>	<p>تنبیہ: قال (۱) فی المنیة بعد ما عرف المستعمل بماء ازیل به حدث او استعمل فی البدن علی وجه القربة مانصبه امرأة غسلت القدر او القصاع لا یصیر الماء مستعلاً^۳ اھ</p>
---	---

^۱ رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البانی مصر ۱/۱۳۷

^۲ ہندیہ فیما لا یجوز بہ الوضو نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳

^۳ منیہ المصلیٰ فی النجاسة مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۰۸

میں کہتا ہوں یہ مطلق ہے اس میں یہ صورت بھی شامل ہے جبکہ اُس عورت نے اس دھونے سے سنت کی ادائیگی کا ارادہ کیا ہو، غنیہ میں کہا کہ اُن کا قول "فی البدن" اس صورت سے احتراز ہے جب کپڑے وغیرہ میں استعمال کیا ہو بہ نیت "قُربۃ" تو وہ مستعمل نہ ہوگا، اور جو ہم نے ذکر کیا اُس پر یہ تفریع ہوگی کہ کسی عورت نے ہانڈی یا پیالے دھوئے الخ مگر حلیہ میں فرمایا "بہر حال ہانڈی پیالے وغیرہ یعنی پاک اشیا جیسے سبزیاں، پھل، کپڑے، ہتھیر، تو اس لئے کہ جمادات پر عبادات کا حکم جاری نہیں ہوتا ہے، اگر ان کے ساتھ قربت کا ارادہ کیا یعنی کھانا لگ جانے کے بعد ان کو بطور سنت دھویا تو یہ پانی مستعمل ہو جائے گا (ت)

میں کہتا ہوں اوّلًا: اس میں بعد ہے اس کو انہوں نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا ہے ہدایہ، مختصر قدوری اور منیہ وغیرہ میں قُربت کے استعمال کو بدن میں ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے، اور اس محقق نے اسے برقرار رکھا ہے اور کتابوں کے مفادیم ہمارے لئے حجت ہیں، اور اس لئے غنیہ میں اس کو قید احترازی قرار دیا ہے، اسی کی مثل جوہرہ نیرہ میں ہے وہ فرماتے ہیں ان کا قول "فی البدن" کیونکہ جمادات کا دھوون جیسے ہانڈیاں، پیالے، پتھر کا دھوون، مستعمل نہ ہوگا الخ

اقول: وهو كما ترى مطلق يشمل ما اذنوت به اقامة سنة لا جرم ان قال في الغنية قوله في البدن احتراز عما اذا استعمل في غيره من ثوب ونحوه بنية القربة فانه لا يصير مستعملا ويتفرع على ما ذكرنا امرأة غسلت القدر او القصاع¹ الخ لكن قال في الحلية اما القدر والقصاع ونحوهما من الاعيان الطاهرات كالبقول والثمار والثياب والاحجار فلان الجمادات لا يلحقها حكم العبادة اما لو نوت بذلك قربة بان غسلتهما من الطعام بقصد اقامة السنة كان ذلك الماء مستعملا² اه اقول اولاً: فيه (۱) بعد ولم يعزه لاحد وقد قيد في مختصر القدوري والهداية والمنية وغيرها الاستعمال لقربة بكونه في البدن وافر عليه هذا المحقق ومفاهيم الكتب حجة ولذا جعله في الغنية احترازاً ومثله في الجوهرۃ النيرة حيث قال قوله في البدن قيد به لانه ما كان من غسالة الجمادات كالقدر والقصاع والحجارة لا يكون مستعملا³ الخ وثانياً: (۲) تراهم عن اخرهم يرسلون مسائل الاستعمال في غير

¹ غنية المستعمل في النجاسة سهيل اكيڈي لاہور ص ۱۵۳

² حلیہ

³ الجوهرۃ النيرة الطهارة امدادیہ ملتان ۱۶/۱

ہائیا: فقہاء سب کے سب غیر انسان کے بدن میں استعمال کے مسائل کو مطلق رکھتے ہیں عدم نیت قربت کی قید نہیں لگاتے ہیں، جیسے گھوڑے کو غسل دینے کا مسئلہ جس کا ذکر بتنی، فتح، بحر، دُر اور تثار خانیہ وغیرہ میں ہے اور کپڑے اور پتھروں کا مسئلہ _____ پھلوں کا مسئلہ، ہانڈیوں اور پیالوں کا مسئلہ وغیرہ باتوان تمام فقہاء ان کو مطلق رکھتے پر اتفاق کر لینا اس امر کی علامت ہے کہ وہ سب کے سب اس کو بدنِ انسانی کے ساتھ مقید کرنے پر متفق ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک نیتِ قربت کا احتمال رکھتا ہے، جیسے اپنے والدین کے میلے کپڑوں کا دھونا، اور والدین کے کھلانے کیلئے پھلوں کا دھونا، اور مسجد کے فرش کا صفائی کیلئے دھونا وغیرہ تو ہر مباح کانت محمودہ سے قربت کر لینا ممکن ہے، اور نیتوں کا جاننے والا اسے خوب جانتا ہے۔

ثالثاً: یہ قید لگانا ہی دلیل کا تقاضا ہے جس کی وجہ سے قربت کی ادائیگی کو پانی کے وصف کو طہوریہ سے متغیر کر دینے والا قرار دیا تھا، یعنی اُس کا بدن سے گناہوں کا دور کر دینا۔ ہدایہ میں ہے کہ امام محمد نے فرمایا پانی قربت کی ادائیگی سے ہی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ استعمال کی وجہ گناہوں کا اُس کی طرف منتقل ہونا ہے، اور یہ چیز قربت کی ادائیگی سے ہی ہوتی ہے، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اسقاطِ فرض بھی اس میں مؤثر ہے تو

بدن الانسان ارسلاتاً ما غیر جانحین الی تقييدها بعدم نية القربة (۱) كمسألة غسل الدابة المذكورة في المبتغى والفتح والبحر والدر والتتارخانية وغيرها ومسألة القدور والقصاع هذه وغيرها فاطبقهم على اطلاقها يؤذن باتفاقهم على تقييدها ببدن الانسان فان كل ذلك يحتمل نية القربة كغسل ثوب ابويه من الوسخ والثمار من الغبار لاكلهما واحجار فرش المسجد للتنظيف الى غير ذلك فما من مباح الا ويمكن جعله قربة بنية محدودة كم لا يخفى على عالم علم النيات

وثالثاً: (۲) هذا التقييد هو القضية للدليل (۳) الذي جعل به اقامة القربة مغيرا للماء عن وصف الطهورية اعني حمله الاثام من البدن المستعمل فيه في الهداية قال محمد رحمه الله تعالى لا يصير مستعلاً الا باقامة القربة لان الاستعمال بانتقال نجاسة الاثام اليه وانها تزول بالقرب وابو يوسف رحمه الله تعالى يقول اسقاط الفرض مؤثر ايضاً فيثبت الفساد بالامرین^۱ اه وفي العناية التغير عندهما (ای تغیر الماء وتدنسه عند الشيخين رضی اللہ تعالیٰ عنہما) انما يكون بزوال نجاسة حكمية عن المحل

دونوں صورتوں میں فساد ثابت ہو جائے گا اور عنایہ میں ہے کہ تغیر اُن دونوں کے نزدیک (یعنی پانی کا بدلنا اور اُس کا

وانتقالها الى الماء وقد انتقلت الى الماء في الحالين (ای حال اقامة القربة وحال اسقاط الواجب) کما تقدم من

^۱ الهداية باب الماء الذي يجوز به الوضوء المكتبة العربية کراچی (۲۲/۱)

میں ہونا شیخین رضی اللہ عنہما کے نزدیک (نجاست حکمیہ کا محل سے زائل ہو کر پانی کی طرف منتقل ہونے کے باعث ہوگا، اور یہ نجاست دونوں صورتوں میں ہی پانی کی طرف منتقل ہوئی ہے) قرۃ کی ادائیگی اور اسقاط فرض دونوں صورتوں میں (جیسا کہ گزرا کہ اس کو نجاست حقیقیہ پر قیاس کیا گیا ہے، تو پانی کا فساد دونوں صورتوں میں ثابت ہو جائے گا اھ اسی قسم کی بات بحر میں محیط سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں پانی کا تغیر امام محمد کے نزدیک اس پر مبنی ہے کہ قربت اُس سے ادا کی گئی ہے، اور شیخین کے نزدیک اس لئے ہے کہ پانی کی طرف نجاست حکمیہ منتقل ہوئی ہے اور دونوں حالتوں ہی میں پانی کی طرف نجاست حکمیہ منتقل ہوئی ہے اس لئے پانی متغیر ہو جائے گا اھ اور تبیین میں ہے اس کا سبب قرۃ کا قائم کرنا ہے اور اُس سے حَدَث کا زائل کرنا ہے یہ شیخین کے نزدیک ہے، اور امام محمد کے نزدیک صرف قربت کا ادا کرنا ہے، اور اول اصح ہے کیونکہ استعمال کا باعث یہ ہے کہ حَدَث کی نجاست اُس کی طرف منتقل ہوئی ہے یا گناہوں کی نجاست اس کی طرف منتقل ہوئی ہے اھ اور کافی میں ہے کہ کُتے کا جھوٹا نجس ہے کیونکہ

اعتبارها بالنجاسة الحقيقية فيثبت فساد الماء بالامرین جميعاً¹ اھ موضحاً، ومثله في البحر عن المحيط حيث قال تغیر الماء عند محمد باعتبار اقامة القرۃ به وعندهما باعتبار انه تحول اليه نجاسة حكمية وفي الحاليين تحول الى الماء نجاسة حكمية فاجب تغیره² اھ وفي التبيين سببه اقامة القرۃ ازالة الحدث به عند ابی حنيفة وابی يوسف وعند محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اقامة القرۃ لاغير والاول اصح لان الاستعمال بانتقال نجاسة الحدث وانجاسة الاثام اليه³ اھ وقال في الكافي سؤر الكلب نجس لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم يغسل الاناء من ولوغ الكلب ثلثا لايقال جاز ان يؤمر بالغسل تعبدًا كما امر المحدث بالوضوء لان الغسل تعبدًا لم يشرع الا في طهارة الصلاة فانه يقع لله تعالى عبادة والجمادات لايلحقها حكم العبادات لانها باعتبار نجاسة الاثام والجمادات ليست باهل لها لايقال (۱) الحجر

¹ العناية على حاشية فتح القدير باب الماء الذي يجوز به الوضوء نوريه رضويہ کھر ۷۸/۱

² بحر الرائق بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۱/۱

³ تبیین الحقائق الماء المستعمل بولاق مصر ۲۴/۱

الذی استعمل فی رمی الجمار یغسل ویرمی ثانیاً لاقامة القربة به لان الحجر الة الرمی وقد تتغیر الالة بنقل نجاسة الاثام اليها کمال الزکوة والماء المستعمل ¹ اه باختصار۔	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس برتن کو تینا لے اس چاٹ کو تین مرتبہ دھویا جائے۔"
---	--

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ بھی تو جائز ہے کہ غسل کا حکم تعبداً دیا جائے جیسے بے وضو کو وضو کا حکم دیا گیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ غسل تعبداً صرف نماز کی طہارت کیلئے مشروع ہوا ہے کیونکہ وہ اللہ کی عبادت ہے، اور جمادات کو عبادات کا حکم نہیں ہے، کیونکہ وہ گناہوں کی نجاست کی وجہ سے ہے، اور جمادات گناہوں کے اہل نہیں ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ پتھر جو رمی جمرات میں استعمال ہوا ہو اس کو دھو کر دوبارہ اُسی سے قربت کی ادائیگی کیلئے رمی کی جائے تو کیا حکم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پتھر آلہ رمی ہے اور آلہ اس کی طرف گناہوں کے منتقل ہونے کی وجہ سے متغیر ہو جاتا ہے جیسے زکوٰۃ کا مال اور مستعمل پانی اھ باختصار۔

اقول: وبما حدثنا هذه ظهر والله الحمد ان مطلق الوقاية والنقاية والكنز والغرر والاصلاح والملتقى والتنوير محمول على مقيد الكتاب والهداية والمنية ومبايؤيدة اطباقهم على اشتراط الانفصال عن العضو للحكم بالاستعمال وانما ^(۱) وقع المقال في اشتراط القرار بعد الانفصال فشرطه بعض المشائخ وبه جزم في الكنز مخالفاً لكا فيه واختاره الامام فخر الاسلام وغيره في شروح الجامع الصغير وهو مذهب الامام ابي حفص الكبير والامام ظهير الدين الميرغيناني وقال في الخلاصة هو المختار ورجحه الاتقاني في غاية البيان زاعمان في عدم اشتراطه حرجاً كما بينه مع جوابه في البحر والمذهب	الحمد لله ہماری ان بحثوں سے معلوم ہوا کہ وقایہ، نقایہ، کنز، غرر، اصلاح، ملتقی اور تنویر کا اطلاق کتاب (قدوری) ہدایہ اور منیہ کے مقید پر محمول ہے، اور اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ان کا اتفاق ہے کہ پانی کا عضو سے جدا ہونا اس کے مستعمل ہونے کیلئے شرط ہے۔ اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ انفصال کے بعد قرار کی شرط ہے یا نہیں؟ تو بعض مشائخ نے اس کی شرط رکھی ہے اور اسی پر کنز میں جزم کیا ہے جو اسکی اپنی کافی کے خلاف ہے، اور اس کو امام فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شروح میں مختار قرار دیا ہے، اور یہی ابو حفص کبیر اور امام ظہیر الدین مرغینانی کا مذہب ہے، اور خلاصہ میں اسی کو مختار قرار دیا ہے، اور غایۃ البیان میں علامہ اتقانی نے اس کو راجح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کو شرط نہ کرنے میں حرج ہے
---	--

جیسا کہ انہوں نے اس کو بیان کیا اور اس کا جواب بھی بحر میں دیا، اور ہمارے نزدیک پانی عضو سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جاتا ہے، اسی کو ہدایہ میں صحیح کہا ہے، اور کافی میں اس پر اعتماد کیا ہے اور اس کے خلاف کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اسی پر محققین ہیں جیسا کہ فتح میں اور عام کتب میں ہے کما فی البحر، بلکہ محیط میں ہے کہ استقرار کی شرط کے قائل امام سفیان ثوری ہیں، اہل مذہب نہیں ہیں اور فتح اور بحر میں ان کے دلائل کا رد کیا ہے اور دُر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ فریقین کے کلام میں مذکور عضو سے منفصل ہونا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مراد اس کا بدن ہی میں استعمال ہے فقط نہ کہ اسکے غیر میں واللہ تعالیٰ اعلم

رباعاً: محل نظریہ امر ہے کہ برتنوں کو محض اس لئے دھونا کہ اُن پر کھانے کا اثر ہے یہی قربت مطلوبہ ہے بلکہ مطلوب صفائی ہے جو کبھی چاٹ کر بھی کپڑے سے

عندنا هو حكم الاستعمال بمجرد الانفصال و صححه في الهداية وكثير من الكتب واعتداه في الكافي وضعف خلافه وعليه المحققون كما في الفتح والعامّة كما في البحر بل في المحيط ان القائل بأشترط الاستقرار الامام سفين الثوري رحمه الله تعالى دون اهل المذهب وقد تكفل في الفتح والبحر برد ما تعلقوا به و اشار اليه في الدر وبالجمله المذكور في كلام الفريقين هو الانفصال عن العضو المؤذن بان المراد استعماله في البدن لا غير والله تعالى اعلم.

ورابعاً: (۱) محل نظر کون غسل الاواني بالماء لمجرد اثر الطعام قربة مطلوب بعينها بل المطلوب هو التنظيف وربما يحصل بلحس وبخرقة وبغير ماء مطلق و (۲) الاول اقرب الى التواضع والتأدب بأداب السنة، فاخرج ع الامام مسلم في صحيحه عن جابر رضي الله تعالى عنه

عہ: ترجمہ و احادیث (۱) صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگلیاں اور رکابی چاٹنے کا حکم فرماتے اور ارشاد کرتے تمہیں کیا معلوم کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے یعنی شاید اسی حصے میں ہو جو انگلیوں یا برتن میں لگا رہ گیا ہے۔ امام حکیم ترمذی نے حضرت انس سے یہ لفظ نقل کئے "اور وہ برتن اس کے لئے دعا کرے گا" (۲) مسلم و احمد و ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں کھانا کھا کر پیالہ خوب صاف کر دینے کا حکم فرمایا کہ تم کیا جانو کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔ (۳) احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے نبی شہ الخیر الہذلی سے روای کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی پیالے میں کھانا کھا کر زبان سے اسے صاف کر دے وہ پیالہ اس کیلئے دعائے مغفرت کرے گا۔ (۴) امام حکیم ترمذی اسی مضمون میں حضرت انس سے روای کہ فرمایا اور وہ برتن اس پر درود (باقی اگلے صفحہ پر)

<p>اور کبھی ماءِ مطلق کے غیر سے حاصل ہو جاتی ہے اور پہلا اقرب الی التواضع ہے اور اس میں اتباع سنت بھی ہے، چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگلیاں چاٹنے اور برتن چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا تم کو معلوم نہیں کہ کس چیز میں برکت ہوگی! اور امام مسلم، احمد، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں برتن صاف کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا تم کو پتا نہیں کہ تمہارے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ امام احمد، ترمذی اور</p>	<p>ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر بلعق الاصابع والصحفة وقال انکم لاتدرون فی ایه البرکة¹ ولہ کاحمد وابی داؤد والترمذی والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرنا ان نسلت القصعة قال فانکم لاتدرون فی ای طعامکم البرکة² ولامام احمد والترمذی وابن ماجہ عن نبیثہ الخیر الہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اکل فی قصعة ثم لحسها استغفرت لها</p>
--	--

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) بھیجے دلیلی کی روایت میں ہے کہ فرمایا وہ پیالہ یوں کہے الہی! اسے آتش دوزخ سے بچا جس طرح اس نے مجھ کو شیطان سے بچایا یعنی برتن سنا ہوا چھوڑ دیں تو شیطان اسے چاٹتا ہے۔

(۵) حاکم اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے شعب میں جابر بن عبد اللہ سے مرفوعاً روایت کیا، آپ نے فرمایا کہ پیالہ کو نہ اٹھائے تاؤ فتنیکہ اس کو خود چاٹ لے یا دوسرے کو چاٹنے دے کیونکہ کھانے کے آخر میں برکت ہے۔

(۶) مسند حسن بن سفیان میں والد راضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پیالہ چاٹ لینا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اس پیالے بھر کھانا تصدق کروں یعنی چاٹنے میں جو تواضع ہے اس کا ثواب اس تصدق کے ثواب سے زیادہ ہے۔

(۷) معجم کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو رکابی اور اپنی انگلیاں چاٹے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پیٹ بھرے۔ یعنی دنیا میں فقر و فاقہ سے بچے قیامت کی بھوک سے محفوظ رہے دوزخ سے پناہ دیا جائے کہ دوزخ میں کسی کا پیٹ نہ بھرے گا اُس میں وہ کھانا ہے کہ لایسمن ولا یغنی من جوع نہ فریبی لائے نہ بھوک میں کچھ کام آئے والعیاذ باللہ۔)

¹ صحیح مسلم استنباب لعق الاصابع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷۵/۲

² صحیح مسلم استنباب لعق الاصابع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷۶/۱

ابن ماجہ نے نبیۃ الخیر الہدلی سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی پیالہ میں کھایا پھر اس کو چاٹا تو وہ پیالہ اس کیلئے استغفار کرے گا۔ امام حکیم ترمذی نے حضرت انس سے یہ لفظ نقل کئے "اور وہ برتن اس کے لئے دعا کرے گا" اور دیلمی نے اُن سے روایت کی کہ وہ پیالہ کہے گا یا اللہ اس کو نارِ جہنم سے آزاد فرما جس طرح اس نے مجھ کو شیطان سے چھٹکارا دلایا ہے، حاکم وابن حبان و بیہقی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روای کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھا کر برتن نہ اٹھائے جب تک اسے خود چاٹ نہ لے یا (مثلاً کسی بچے یا خادم کو) چٹا دے کہ کھانے کے پچھلے حصہ میں برکت ہے۔ اور حسن بن سفیان رابطہ سے وہ اپنے باپ سے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میرے نزدیک پیالہ کا چاٹ لینا اس کی مقدار میں کھانے کے صدقہ کرنے سے افضل ہے، اور طبرانی نے کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے پلیٹ کو چاٹا اور انگلیوں کو چاٹا اللہ اس کو دینا اور آخرت میں شکم سیر فرمائے گا۔ اور پانی کی

القصة¹ زاد الامام الحکیم الترمذی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصلت علیہ² د الدیلمی عنہ فتقول اللهم اعتقه من النار كما اعتقني من الشيطان³ والحاكم وابن حبان في صحيحيهما والبيهقي في الشعب عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنها في حديث يرفعه الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يرفع القصعة حتى يلحقها او يلحقها فان في آخر الطعام البركة⁴ - وللحسن بن سفيان عن ربيعة عن ابيها رضي الله تعالى عنها عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لان العنق القصعة احب الى من ان تصدق بمثلها طعاماً⁵ وللطبراني في الكبير عن العرباض بن سارية رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من لعن الصلحفة ولعن اصابعه اشبعه الله تعالى في الدنيا والاخرة⁶ وخصوص الغسل بالباء من الامور العادية الشائعة بين المؤمنين والكفار فاذا نوى شرط سنة التنظيف عه اي التنظيف لانه سنة

اضافت بیانیہ مراد ہے لامیہ نہیں تاکہ اس تنظیف میں دھونا سنت بن جائے بلکہ معنی یہ ہے کہ سنت کی نیت کی اور وہ تنظیف ہے یعنی تنظیف کی نیت کی کیونکہ وہ سنت ہے اھ (ت)

یرید ان الاضافة بیانیة للامية ليصير الغسل سنة في هذا التنظيف بل المعنى نوى سنة هو التنظيف اي نوى التنظيف لكونه سنة اھ منه (م)

¹ مسند احمد بن حنبل عن نبیۃ بیروت ۷۶/۵

² کنز العمال ادب الاكل مكتبة التراث حلب ۲۵۳/۱۵

³ کنز العمال، ادب الاكل، مكتبة التراث حلب ۲۵۳/۱۵

⁴ صحیح ابن حبان ادب الاكل، مكتبة التراث حلب اثریہ سائگہ بل ۳۳۵/۸

⁵ کنز العمال ادب الاكل، مكتبة التراث حلب ۲۷۵/۵

⁶ مجمع الزوائد باب العنق الصلحفة والا صالغ بیروت ۲۷۵/۵

ادخله بنیته تحت عام محمود فکان کم توضیعی
توضاً للتعلیم۔

ثم اقول تحقیق (۱) المقام علی ما علمنی الملك
العلام ان (۲) لیس کل ما جعل قرۃ مغیرا للماء
عن الطهوریۃ بل یجب ان یکون الفعل المخصوص
الذی یحصل بالماء اولاً وبالذات قرۃ مطلوبة فی
الشرع بخصوصه ومرجعه الی ان تكون القرۃ
المطلوبة عیناً لا تقوم الا بالماء اذ لو جازان تحصل
بدونه لکان لتحققها موارد منها ما یحصل بالماء
ومنها غیره فما یحصل بالماء اولاً وبالذات لایکون
مطلوباً بعینه بل محصلاً لمطلوب بعینه فیتحصل
ان یکون نفس انفاق الماء فی ذلک الفعل مطلوباً فی
الشرع عیناً اذ المطلوب عیناً لم یحصل الا به کان
ایضاً مطلوباً عیناً کالمضبضة والاستنشاق فی
الوضوء والتثلیث فیہ وفي الغسل ولو للمیت ولعلک
تظن ان هذه فائدة لم تعرف الا من قبل العلامة
صاحب البحر وتبعه علیہ اخوة فی النهر۔

اقول: کلا بل المسألة اعنی وضوء المتوضی
للتعلیم منصوص علیہا فی البتغی والفتح وغیرہما
من کتب المذهب وقد نص فی الدرر انہا متفق علیہا
ولا شک انہا صریحة

ساتھ دھونے کی خصوصیت ایک عادی امر ہے اس میں مومن
وکافر کا بھی فرق نہیں، اب اگر اس نے تنظیف سے سنت کی نیت
کی تو اس نے اس کو اپنی نیت سے ایک محمود عام کے تحت داخل کیا
تو یہ اس شخص کی طرح ہوگا جس نے تعلیم کے لئے وضو کیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مقام کی جو تحقیق میری سمجھ
میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو قرۃ ہے وہ پانی کو طہوریۃ سے
بدلنے والی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ مخصوص فعل جو پانی
سے ادا کیا جا رہا ہے وہ اولاً وبالذات شریعت کی نگاہ میں قرۃ
مطلوبہ ہو، اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرۃ مطلوبہ ایک ایسا عین ہو
جو پانی کے ساتھ ہی قائم ہو کیونکہ اگر اُس کے بغیر وہ قرۃ حاصل
ہو جائے تو اُس کے وجود کے کئی موارد ہوں گے کچھ تو پانی سے
حاصل ہوں گے اور کچھ بغیر پانی کے حاصل ہوں گے تو جو چیز پانی
سے اولاً وبالذات حاصل ہو تو وہ بعینہ مطلوب نہ ہوگی بلکہ بعینہ
مطلوب کو حاصل کرنے والی ہوگی اس کا حاصل یہ ہوگا کہ محض
پانی کا اس فعل میں صرف کرنا شرعاً مطلوب بعینہ ہو کیونکہ
مطلوب بعینہ جب اس پر موقوف ہے تو یہ بھی مطلوب بعینہ
ہو جائے گا جیسے کلی، ناک میں پانی ڈالنا وضو میں، اور تثلیث وضو
وغسل میں اگرچہ میت کے غسل میں ہو، اور شاید ہمارے
قارئین کو یہ خیال گزرے کہ یہ فائدہ تو صاحب بحر اور ان کے
بھائی صاحب نہر کے کلام ہی سے معلوم ہوا ہے، تو میں کہتا ہوں
یہ بات نہیں ہے بلکہ تعلیم کیلئے وضو کرنے کا مسئلہ مبتغی اور فتح
وغیرہ کتب مذہب میں منصوص ہے اور دُر میں تصریح

فی تلك الافادة فان التعليم قرابة مطلوبة قطعاً وقد نواه بهذا التوضی وهو فی هذا الخصوص ایضاً متبع للسنة الماضية ان البيان بالفعل اقوى من البيان بالقول ومع ذلك اجمعوا انه لا يصير مستعلاً فكان اجماعاً ان ليس كل قرابة تغیر الماء بل التي لا تقوم الا بالماء اذ لا فارق فی التوضی بنية التعليم وبنية الوضوء علی الوضوء الا هذا ثم لا بد ان تكون التي تتوقف علی الماء قرابة مطلوبة بعينها والا لعاد الفرق ضائعاً اذ لا شك ان الوضوء للتعليم محصل لقرابة مطلوبة شرعاً فيكون قرابة وهو لا يقوم الا بالماء لكن الشرع لم يطلبه عيناً انما طلب التعليم وهو لا يتوقف علی انفاق الماء فاستقر عرش التحقيق علی ما افاد البحر وظهر ان الصواب فی فرع القدور والقصاص مع الغنية فلذا عولنا عليه۔

اقول: (۱) ومبايؤيده اطلاقهم قاطبة مسألة التوضی والاغتسال للتبرد (۲) مع ان التبرد ربما يكون لجمع الخاطر للعبادة والتقوى علی مطالعة كتب العلم وهو لا شك اذن من القرب فكل مباح فعله العبد المؤمن بنية خير خير غير انه لم يطلب عيناً فی الشرع

کی ہے کہ یہ متفق علیہا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس فائدہ میں صریح ہے، کیونکہ تعلیم قطعی طور پر قرابت ہے اور اس وضو سے اُس نے اُسی کی نیت کی ہے اور وہ اس خصوص میں گزشتہ سنت کی پیروی کرنے والا ہے کہ فعل کے ذریعہ بیان قول کے ذریعہ بیان سے اقوی ہوتا ہے، باوجود اس کے اُن کا اس امر پر اتفاق ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا، تو یہ اجماع ہو گیا اس امر پر کہ ہر قرابت پانی کو متغیر نہیں کرتی ہے بلکہ صرف وہ قرابت کرتی ہے جو پانی کے ساتھ ہی قائم ہو کیونکہ بہ نیت تعلیم وضو کرنے اور وضو کی نیت میں فرق کرنے والی یہی چیز ہے۔ پھر جس قرابت کا پانی پر موقوف ہونا لازم ہے وہ بعینہا مطلوب ہو ورنہ فرق ضائع ہو جائے گا کیونکہ تعلیم کیلئے کیا جانے والا وضو شرعی قرابت کو حاصل کرنے والا ہے تو یہ قرابت ہوگا، اور وضو صرف پانی سے ہی ہوتا ہے لیکن شریعت میں وہ بعینہ مطلوب نہیں ہے وہ تعلیم کیلئے مطلوب ہے اور تعلیم پانی خرچ کرنے پر موقوف نہیں ہے تو تحقیق وہی درست ہے جو بحر میں ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ہانڈیاں اور پیالوں کے مسائل متفرقہ میں حق وہ ہے جو غنیہ میں ہے لہذا ہم نے اسی پر اعتماد کیا۔ ت

پھر اس کی تائید تمام فقہاء کے اس اطلاق سے ملتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وضو اور غسل ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے کرنا، حالانکہ ٹھنڈک حاصل کرنا کبھی اس غرض سے بھی ہوتا ہے کہ انسان عبادت میں پرسکون رہے یا مطالعہ اطمینان سے کر سکے اور بلاشبہ اس صورت میں یہ عبادت ہوگا کیونکہ

وان ساغ ان يصيرو سيلة الى مطلوب واعظم (۱) منه
مسألة الاغتسال لازالة الدرن (۲) فهو مطلوب عیناً
فی الشرع فانما بنی الدین علی النظافة وقد کانت
هذه حکمة الامر بالاغتسال یوم الجمعة کما
افصحت به الاحادیث بیدان ازالة الوسخ لا یتوقف
علی الماء فلم یکن مایطلب فیہ الشرع انفاق الماء
عیناً بخلاف (۳) غسل الجمعة والعیدین وعرفة
والاحرام فان من اغتسل فیها بماء ثمر او نبید
تمر مثلاً لم یکن اُتیا بالسنة قطعاً وان ازال به
الوسخ و (۴) بالدرن وذلك ان الحکم یكون لحکمة
ولکن العباد مامورون باتباع الحکم دون الحکمة
کما قد عرف فی موضعه وهنالك تم الرد علی مسألة
القصة والقدر، وتبین ولله الحمد ان المراد
بالقربة ههنا هی المتعلقة بظاهر بدن الانسان مای
ادار الشرع فیہ اقامة نفس القربة المطلوبة ولو
ندباً علی امساس الماء عیناً ولو مسحاً بشرة بشر
ولو میتاً فزال الابهام واتضح المرام وظهرت فی
الفروع کلها الاحکام والحمد لله ولی الانعام. والآن
عسی ان تقوم تقول ال الامر الی ان الماء انما یصیر
مستعملاً اذا انفق فیما کان انفاقه فیہ مطلوباً فی
الشرع عیناً فماً الفارق فیہ وفیما اذا انفق فی قربة
مطلوبة شرعاً من دون توقف علی الماء خصوصاً کیف

ہر مباح جو انسان خیر کی نیت سے کرے خیر ہے، البتہ وہ بعینہ
مطلوب شرع نہیں، اگرچہ مطلوب کا وسیلہ بن سکتا ہے اس
سے بڑی بات غسل کا مسئلہ ہے میل دور کرنے کیلئے یہ بعینہ
مطلوب شرع ہے دین کی بنیاد ہی نظافت پر ہے اور جمعہ کے
دن غسل کے حکم کی حکمت یہی ہے، جیسا کہ احادیث میں
مذکور ہے کہ البتہ میل کا زائل کرنا پانی پر ہی موقوف نہیں،
لہذا پانی کا خرچ کرنا بعینہ مطلوب شرع نہ ہوا، اور جمعہ،
عیدین، وقوف بعرفہ، اور احرام کا غسل شرعاً مطلوب ہے،
ان غسلوں کو اگر کسی نے پھلوں کے عرق یا شیرہ کھجور سے
کیا تو قطعی طور پر سنت کی اتباع نہ ہوگی، خواہ اس سے میل
پکچل زائل ہو جائے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم کسی نہ
کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے، لیکن بندوں پر حکم کی پابندی ہے
نہ کہ حکمت کی۔ یہ بات اپنے مقام پر مذکور ہے یہاں تک پیالہ
اور ہانڈی کے مسئلہ پر رد مکمل ہوا،

اور الحمد للہ یہ بات واضح ہو گئی کہ قربت سے مراد اس
مقام پر وہ قربت ہے جس کا تعلق ظاہر بدن سے ہو جس میں
شریعت نے قربت مطلوب، خواہ ندباً ہی ہو، کا دار و مدار اس
پر کیا ہے کہ انسان، خواہ مردہ ہی ہو، کی جلد پر بعینہ پانی
لگے، خواہ بطور مسح ہی ہو، اس سے ہمارا مقصود واضح ہوا اور
مسئلہ کے فروع و احکام ظاہر ہوئے الحمد للہ ولی الانعام۔
اب اس مقام پر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ مستعمل پانی وہ
ہوتا ہے جو کسی ایسے عمل میں خرچ

و انما المغیر تحول نجاسة حکمیة ومنها نجاسة الاثام وھی تزول کلا او بعضاً بكل قربة لعموم قوله تعالیٰ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

¹ اقول: (۱) نعم ولوجه الله الحمد ابدًا تزول الاثام باذن الله بكل قربة رحمة منه جلت الاؤه بهذه الامة المباركة المرحومة دنیا و اخرى بنبيها الكريم الرؤوف الرحيم المرسل رحمة والمبعوث نعمة افضل صلوات ربه واجمل تسليماً ته واذکی برکاته وادوم تحياته عليه وعلى اله وصحبه وامتہ ابدًا ولكن الزوال بقربة لا يوجب التحول الى التها التي اقيمت بها وما علمنا ذلك الا في آله عينها الشرع كالمال في الزكوة والماء في الطهر لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم في الصدقات انما هي اوسخ الناس ² رواه احمد ومسلم عن عبدالمطلب بن ربيعة رضي الله تعالى عنه،

وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطايا من جسده حتى تخرج من تحت اظفاره ³ رواه الشيخان

ہوا ہو کہ جس میں اس کا خرچ کیا جانا بعینہ مطلوب شرع ہو تو اس صورت میں اور جب پانی ایسی قرینہ میں خرچ کیا گیا ہو جو شرعاً مطلوب تو ہو مگر پانی پر موقوف نہ ہو کیا فرق ہوگا؟ جبکہ پانی میں تغیر پیدا کرنے والی چیز اس کی طرف نجاست حکمیہ کا آنا ہے اور گناہوں کی نجاست بھی نجاست حکمیہ ہی ہے، جو کلاً یا بعضاً ہر قربت سے دھل جاتی ہے جیسا کہ فرمان الہی "اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" (نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں یہ ذکرین کیلئے نصیحت ہے) (کہ عموم کا تقاضا ہے۔) (ت)

میں کہتا ہوں ہاں یہ درست ہے گناہ ہر عبادت سے اللہ کی رحمت سے زائل ہو جاتے ہیں مگر گناہوں کا کسی قربت کی وجہ سے زائل ہونا اس امر کا متقاضی نہیں کہ وہ آلہ تطہیر کی طرف منتقل ہو جائیں، یہ بات صرف اُسی آلہ میں ہے جس کو شریعت نے متعین کیا ہو جیسے زکوٰۃ میں مال اور طہارت میں پانی، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ لوگوں کا میل پچیل ہے، اس کو احمد و مسلم نے عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت کیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا تو گناہ اُس کے جسم سے نکلیں گے یہاں تک کہ اُس کے ناخنوں کے نیچے سے نکلیں گے، اس کو شیخین نے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مسلم یا مومن بندہ وضو میں اپنا چہرہ دھو تا تو اُس کے چہرہ سے ہر گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے اپنی دونوں

¹ القرآن ۱۱۴/۱۱

² صحیح للمسلم تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۵

³ صحیح للمسلم خروج الخطایا مع ماء الوضوء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۵

عن امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا توضأ العبد المسلم
او المؤمن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر
اليها بعينه مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل
يديه خرج من يديه كل خطيئة كان بطشتها يداه مع
الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل رجليه خرج كل
خطيئة مشتها رجلاه مع الماء او مع آخر قطر الماء حتى
يخرج نقياً من الذنوب¹ رواه مسلم عن ابى هريرة
رضى الله تعالى عنه، والاحاديث كثير شهير في هذا
المعنى و(١) اصحاب المشاهدة الحق اعاد الله علينا من
بركاتهم في الدنيا والاخرة يشاهدون ماء الوضوء
يخرج من اعضاء الناس متلوثا بالاثام متلونا
بالوانها البشعة وعن هذا حكم امام اهل الشهود ابو
حنيفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الماء المستعمل نجاسة
مغلظة لانه كان يراه متلطخاً بتلك القاذورات فما كان
يسعه الا الحكم بهذا وكيف يرد الانسان امرا يراه
بالعيان قال الامام العارف بالله سيدى عبدالوهاب
الشعراني قدس سره الرباني وكان من كبار العلماء
الشافعية في ميزان الشريعة الكبرى سبعت سيدى
علياً الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وكان ايضاً شافعيًا كما
سبأني) (٢) يقول مدارك الامام ابى حنيفة رضی اللہ
تعالى عنه دقيقة لا يكاد يطلع عليها الا

آنکھوں سے دیکھا ہو پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ،
جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو جو گناہ اس نے اپنے
ہاتھوں سے کئے وہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے
ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو اس کے
پیروں کے گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ
نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک و صاف
ہو جاتا ہے۔ اس کو مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

اور اس مفہوم کی احادیث بکثرت مشہور و معروف ہیں، اور
اصحاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے وضو کے پانی سے لوگوں کے
گناہوں کو دھلتا ہوا دیکھتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اہل شہود
کے امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاست مغلط ہے
کیونکہ وہ اس پانی کو گندگیوں میں ملوث دیکھتے تھے، تو ظاہر
ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے، اس کے علاوہ اور کیا حکم لگا سکتے تھے۔

امام شعرانی نے میزان الشریعہ الکبریٰ میں فرمایا کہ میں نے
سیدی علی الخواص (جو بڑے شافعی عالم تھے) کو فرماتے سنا
ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے
بڑے صاحبان کشف اولیاء اللہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں، فرماتے ہیں
امام ابو حنیفہ جب وضو میں استعمال شدہ پانی دیکھتے تو اس میں جتنے
صغائر و کبائر مکروہات ہوتے ان کو پہچان لیتے تھے، اس لئے جس
پانی کو مکلف نے استعمال کیا ہو اس کے تین درجات آپ نے
مقرر فرمائے:

اول: وہ نجاست مغلط ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ مکلف
لے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

دوم: نجاست متوسطہ اس لئے کہ احتمال ہے کہ مکلف نے
صغیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

اهل الكشف من اکابر الاولیاء قال وكان الامام ابو
حنيفة اذ رأى ماء البيضة يعرف سائر الذنوب

¹ صحیح للمسلم خروج الخطاء مع ماء الوضوء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۵/۱

سوم: طاہر غیر مظہر، کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا ہو، ان کے بعض مقلدین سمجھ بیٹھے کہ یہ ابو حنیفہ کے تین اقوال ہیں ایک ہی حالت میں، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تین اقوال گناہوں کی اقسام کے اعتبار سے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور اسی کتاب میں ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے نجاست کو مغلطہ اور مخففہ میں تقسیم کیا ہے، کیونکہ معاصی، کبائر ہوں گے یا صغائر۔ اور میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے سنا کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے وہ طہارت میں استعمال کئے جانے والے پانی کو انتہائی گندہ اور بدبودار دیکھے گا اور وہ اس پانی کو اسی طرح استعمال نہ کر سکے گا جیسے اُس پانی کو استعمال نہیں کرتا ہے جس میں ستّا بلی مرگئی ہو میں نے اُن سے کہا اس سے معلوم ہوا کہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف اہل کشف سے تھے کیونکہ یہ مستعمل کی نجاست کے قائل تھے، تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ ابو حنیفہ اور ان کے صاحب بڑے اہل کشف تھے، جب وہ اُس پانی کو دیکھتے جس کو لوگوں نے وضو میں استعمال کیا ہوتا تو وہ پانی میں گرتے ہوئے گناہوں کو پہچان لیتے تھے اور کبائر کے دھوون کو صغائر کے دھوون سے الگ

التي خرت فيه من كبائر وصغائر ومكروهاً فلهذا جعل ماء الطهارة اذا تطهر به المكلف له ثلاثة احوال احدها انه كالنجاسة المغلظة لاحتمال ان يكون المكلف ارتكب كبيرة الثاني كالنجاسة المتوسطة لاحتمال ان يكون ارتكب صغيرة الثالث طاہر غير مطهر لاحتمال ان يكون ارتكب مكروهاً¹ وفهم جماعة من مقلديه ان هذه الثلاثة اقوال في حال واحد والحال انها في احوال بحسب حصر الذنوب في ثلاثة اقسام كما ذكرنا اه وفيه ايضاً رضى الله عن الامام ابي حنيفة ورحم اصحابه حيث قسموا النجاسة الى مغلظة ومخففة لان المعاصي لا تخرج عن كونها كبائر او صغائر² وسعت سیدی علیاً الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ لو کشف للعبد لرأى الماء الذي يتطهر منه الناس في غاية القذارة والنتن فكانت نفسه لا تطيب باستعماله كما لا تطيب باستعمال ماء قليل مات فيه كلب او هرة قلت له فاذن (۱) کان الامام ابو حنیفہ و ابو یوسف من اهل الكشف حيث قالاً بنجاسة الماء المستعمل قال نعم کان ابو حنیفہ وصاحبہ

¹ المیزان الکبریٰ کتاب الطهارة مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۹/۱

² المیزان الکبریٰ کتاب الطهارة مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۸/۱

ممتاز کر سکتے تھے، اور صغائر کے دھوون کو مکروہات سے اور مکروہات کے دھوون کو خلافِ اولیٰ سے ممتاز کر سکتے تھے اسی طرح جیسے محسوس اشیاء ایک دوسرے سے الگ ممتاز ہوا کرتی ہیں، فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جامع کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے، اور پانی کے قطرات اُس سے ٹپک رہے ہیں تو فرمایا اے میرے بیٹے! والدین کی نافرمانی سے توبہ کر۔ اس نے فوراً کہا میں نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا اے میرے بھائی! زنا سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وضو کا پانی گرتا ہوا دیکھا تو اُس سے فرمایا شراب نوشی اور فحش گانے بجانے سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی اھ اسی میں حضرت امام ابو حنیفہ کے بعض مقلدین سے مروی ہے کہ انہوں نے اُن وضو خانوں کے پانی سے وضو کو منع کیا ہے جن میں پانی جاری نہ ہو کیونکہ اُس میں وضو کرنے والوں کے گناہ بہتے ہیں، اور اُنہوں نے حکم دیا کہ وہ نہروں کنوؤں اور بڑے حوضوں کے پانی سے وضو کریں۔ اور سیدی علی الخواص باوجود شافعی المذہب ہونے کے مساجد کے طہارت خانوں میں اکثر اوقات وضو نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پانی ہم جیسے لوگوں کے جسموں کو صاف نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ اُن گناہوں سے آلودہ ہے جو اس میں مل گئے ہیں، اور وہ گناہوں کے دھوون میں

من اعظم اهل الكشف فكان اذا رأى الماء الذي يتوضأ منه الناس يعرف اعيان تلك الخطايا التي خرت في الماء ويميز غسالة الكبائر عن الصغائر والصغائر عن المكروهات والمكروهات عن خلاف الاولى كالامور المجسدة حسا على حد سواء قال وقد بلغنا انه دخل مطهرة جامع الكوفة فرأى شاباً يتوضأ فنظر في الماء المتقاطر منه فقال يا ولدي تب عن عقوق الوالدين فقال تببت الى الله عن ذلك ورأى غسالة شخص اخر فقال له يا اخي تب من الزنا فقال تببت ورأى غسالة اخر فقال تب من شرب الخمر وسباع آلات الله فقال تببت¹ وفيه ايضاً رحمه الله تعالى مقلدي الامام ابي حنيفة رضى الله تعالى عنه حيث منعوا الطهارة من ماء المطهر التي لم تستجر لها يخر فيها من خطايا المتوضئين وامروا اتباعهم بالوضوء من الانهار والابار او البرك الكبيرة وكان سیدی علی الخواص رحمه الله تعالى مع كونه شافعيًا لا يتوضأ من مطاهر المساجد في اكثر اوقاته ويقول ان ماء هذه المطاهر لا ينعش جسداً مثلاً لتقدرها بالخطايا التي خرت فيها وكان يميز بين غسالات الذنوب ويعرف غسالة الحرام من المكروه من خلاف الاولى

¹ المیزان الکبری الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱۰۹۱

ودخلت معه مرة ميضأة المدرسة الازهرية
فأراد ان يستنجي من المغطس فنظر ورجع فقلت
لم قال رايت فيه غسالة ذنب كبير غيرته في
هذا الوقت وكنت انأريت الذي دخل قبل
الشيخ وخرج فتبعته فأخبرته الخبر فقال
صدق الشيخ قد وقعت في زنا ثم جاء الى الشيخ
وتأب هذا امر شاهدته من الشيخ¹ اه كله
ملتقطاً وسقته ههنا لجميل فأثدته وجليل
عأثدته وليس ما عينته انت ألة لقربة في معنى
ما عينه الشارع فلا يلتحق۔

اقول: بل الدليل ناهض على عدم الالتحاق
الاترى ان ارواء الظمان قربة مطلوبة قطعاً وقد
(١) ورد فيه خصوصاً انه محاء للذنوب اخرج
الخطيب عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه
عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا كثرت
ذنوبك فاسق الماء على الماء تتناثر كما يتناثر
الورق من الشجر في الريح العاصف² اه فاذا
استقيت له الماء من بئر او سكبت من
اناء واعطيته اياه فقد اقمته به قربة

یہ فرق بھی کر لیتے تھے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ کا یا خلاف
اولیٰ کا، اور ایک دن میں ان کے ساتھ مدرسۃ الازہر کے وضو
خانہ میں داخل ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ حوض سے استنجا
کریں، تو اس کو دیکھ کر لوٹ آئے میں نے دریافت کیا
کیوں؟ تو فرمایا کہ میں نے اس میں ایک گناہ کبیرہ کا دھوون
دیکھا ہے جس نے اس کو متغیر کر دیا ہے، اور میں نے اُس
شخص کو بھی دیکھا تھا جو حضرت شیخ سے قبل وضو خانہ میں
داخل ہوا تھا، پھر میں اُس کے پیچھے پیچھے گیا اور اُس کو حضرت
شیخ نے جو کہا تھا اس کی خبر دی، اُس نے تصدیق کی اور کہا کہ
مجھ سے زنا واقع ہوا، اور حضرت شیخ کے ہاتھ پر آکر تائب
ہوا۔ یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے اہ یہ سب ماخوذ ہے اس کے عظیم
فائدہ کیلئے میں نے اس کو ذکر کیا ہے، اور جس کو آپ نے
قربت کا آلہ قرار دیا ہے وہ اس معنی میں نہیں ہے جس کو
شارع نے معین کیا ہے تو یہ اس کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے۔ ت
میں کہتا ہوں بلکہ دلیل عدم التحاق پر قائم ہے کیا یہ نہیں کہ
پیاسے کو سیراب کرنا قربة مطلوبہ ہے، اور اس بارے میں بطور
خاص وارد ہوا کہ یہ گناہوں کا مٹانے والا ہے۔ خطیب انس بن
مالک رضى الله تعالى عنه سے راوی، رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم فرماتے ہیں جب تیرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو تُو پانی پر پانی پلا
تو تیرے گناہ اس طرح جھڑ جائیں گے جس طرح تیز ہوا سے پیڑ
کے بٹے جھڑ جاتے ہیں اہ توجب تُو نے اس کو

¹ المیزان الکبری کتاب الطهارة مصطفی البابی مصر ۱۱۰۱

² تاریخ بغداد عن انس بیروت ۱۴۰۳/۶

فلو تحولت نجاسة الاثام اليه لصار نجسا حراما شربه عند الامام وقذرا بالاجماع مكروه الشرب فيعود الاحسان اساءة والقربة على نفسها بالنقض وهو باطل اجماعا فاما ذلك الالان الشرع انما طلب منك ان تهبيئ له ما يرويه ولم يعين له الماء بخصوصه بحيث لا يجزيئ غيره بل لوسقيته لبنا خالصا او ممزوجا بماء او ماء الورد او جلابا بثلج ولو زوماء الكاذي وامثال ذلك لكان اجد واجود واقتت القربة وازيد والله يحب المحسنين وقد (۱) اشتد تشييدا بهذا اركان مانحونا اليه في مسألة القدور والقصاص هذا كله مآظهرى وارجو ان قد زهر الامر و زال القناع والحمد لله رب العالمين۔

تنبيه: (۲) عامة الكتب في بيان الشق الاول من الماء المستعمل على التعبير بماء استعمال في رفع حدث وعليه المتون كالقدورى والهداية والوقاية والنقاية والاصلاح والكنز والغرر والملتقى واعترضهم المحقق على الاطلاق في الفتح بان الحدث لا يتجزء ثبوتا^۱ اه على (۳) القول الصحيح المعتمد فاما

کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا یا کسی برتن سے انڈیلا اور اس کو دیا تو تو نے اس کے ساتھ قربت کو قائم کیا، تو اگر گناہوں کی نجاست اس کی طرف منتقل ہو جائے تو وہ نجس ہوگا اور امام کے نزدیک اس کا پینا حرام ہوگا، اور بالاجماع گناہ ہوگا اور اس کا پینا مکروہ ہوگا تو احسان گناہ ہو جائے گا اور قربت اپنے نفس پر نقص ہوگی یہ بالاجماع باطل ہے، یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ شریعت نے تم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ تم اس کے لئے وہ تیار کرو جو اس کو سیراب کر دے، اور اس کیلئے کسی پانی کو مخصوص نہیں کیا ہے کہ اس کے بغیر کفایت نہ ہو، بلکہ اگر تم اس کو خالص دودھ، پانی ملا دودھ، عرق گلاب یا برف والا شربت خواہ وہ کیڑے والا ہو تو زیادہ بہتر ہوگا تمہاری قربت ادا ہوگی اور کچھ زیادہ بھی اور اللہ محسنین کو پسند کرتا ہے، اور ہماری اس تقریر سے ہانڈیوں اور پیالوں والے مسئلہ کی مزید تائید ہوئی ہے۔ یہ میرے لئے ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سے معاملہ واضح ہو گیا ہے والحمد لله رب العالمین۔ ت

تنبیہ: مستعمل پانی کی پہلی شق کے بیان میں عام کتب میں یہی ہے کہ یہ وہ پانی ہے جو حدث دُور کرنے میں مستعمل ہوا ہو، متون کتب میں یہی ہے، مثلاً قدوری، ہدایہ، وقایہ، نقایہ، اصلاح، کنز، غرر اور ملتقى وغيره، اور محقق علی الاطلاق نے فتح میں ان پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حدث کے ثبوت میں تجزی نہیں ہوتی ہے اھ یعنی قول صحیح معتمد پر، توجب تک بدن کا

¹ فتح القدیر ماء مستعمل نوریہ رضویہ سحر ۹/۱

بقیت ذرۃ مبالحہ حکم الحدث بقی الحدث فی کل
 ماکان لحقه حتی لو ان محدثاً او جنباً تطهر وبقیت
 لمعة خفیفة فی رجله مثلاً لم یحل له مس المصحف
 بیده ولا بکبه ولا للجنب التلاوة کل ذلک علی ما هو
 المختار للفتویٰ فهذا الماء لم یرفع الحدث ولو لم
 یبو لم تکن قرۃ ایضاً مع انه مستعمل قطعاً
 بفروع کثیرة منصوۃ عن صاحب المذهب رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ فی ادخال المحدث بعض اعضائه فی
 الماء لغير ضرورة الاغتراف علی ما فصلت فی الفتح
 والحلیۃ والبحر غیرها وللتفصی عن هذا قرر
 المحقق ان صیرورة الماء مستعملاً باحدی ثلث
 رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض عن العضو
 قال وعلیه تجری فروع ادخال الید والرجل الماء
 القلیل لالحاجة ولا تلازم بین سقوط الفرض وار
 تفاع الحدث فسقوط الفرض عن الید مثلاً یقتضی
 ان لا یجب اعادۃ غسلها مع بقیۃ الاعضاء ویكون
 ارتفاع الحدث موقوفاً علی غسل الباقی وسقوط
 الفرض هو الاصل فی الاستعمال لما عرف ان اصله
 مال الزکوۃ والثابت فیہ لیس الاسقوط الفرض
 حیث جعل به دنساً شرعاً علی ما ذکرناه¹ وتبعه
 تلمیذہ المحقق فی الحلیۃ ثم البحر

کوئی ذرہ جس سے حکم تطہیر لاحق ہوتا ہے باقی بچا رہے گا
 حدث بھی اُس حصہ میں باقی رہے گا، یہاں تک کہ کوئی بے
 وضو یا ناپاک شخص غسل کرتا ہے اور مثلاً اُس کے پیر میں
 خشکی کی معمولی سی چمک باقی رہ جاتی ہے تو وہ مصحف کو اپنے
 ہاتھ سے یا اپنی آستین سے نہیں چھو سکتا ہے اور جنب ہونے
 کی صورت میں تلاوت نہیں کر سکتا ہے یہ سب فتویٰ کیلئے
 مختار ہے، تو اس پانی نے حدث کو رفع نہیں کیا، اور اگر اُس
 نے نیت نہ کی تو قربت بھی نہ ہوگی حالانکہ وہ قطعاً مستعمل
 ہے، اس میں بہت سی فروع ہیں جو صاحب مذہب سے
 منقول ہیں، ان کا تعلق اس امر سے ہے کہ بے وضو اپنے
 کسی عضو کو بلا ضرورت چلو بھرنے کیلئے پانی میں ڈالے،
 جیسا کہ فتح، حلیہ اور بحر میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، اس
 اعتراض سے رہائی حاصل کرنے کیلئے محقق نے یہ تقریر کی
 ہے کہ پانی کے مستعمل ہونے کی تین صورتیں ہیں رفع
 حدث، تقرب اور فرض کا عضو سے ساقط ہونا، فرمایا کہ اسی
 پر یہ فروع متفرع ہوں گی کہ ہاتھ یا پیر تھوڑے پانی میں بلا
 ضرورت ڈالا، اور سقوط فرض اور ارتفاع حدث میں کوئی
 تلازم نہیں ہے اب ہاتھ سے سقوط فرض مثلاً چاہتا ہے کہ
 ہاتھ کے دھونے کا بقیہ اعضاء کے ساتھ اعادہ نہ ہو، اور حدث
 کا مرتفع ہونا باقی اعضاء کے دھونے پر موقوف ہو اور پانی کے
 استعمال میں سقوط فرض ہی اصل ہے جیسا کہ معلوم ہے کہ
 اس کی اصل مال زکوۃ ہے اور

¹ فتح القدیر ماء مستعمل نوریہ رضویہ سکر ۹/۷

فی البحر ثم تلمیذہ العلامة الغزی حتی جعله متناً و اقره علیه المدقّق فی الدر و اعتمده العارف بالله سیدی عبدالغنی النابلسی فی شرح ہدیۃ ابن العماد زعم العلامة ش ان هذا السبب الثالث زاده فی الفتح¹۔

اقول: (۱) و لیس کذا بل هو منصوص علیہ من صاحب المذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ففی الفتح عن کتاب الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان غس جنب او غیر متوضیئ یدیه الی المرفقین او احدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منه لانه سقط فرضہ عنہ² و قد منّا عن الہدایۃ فی تعلیل قول ابی یوسف ای والا مام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان اسقاط الفرض مؤثر ایضاً فیثبت الفساد بالامرین³ اھ نعم المزیّد من المحقق هو تثلیث السبب و لیس بذاک فان سقوط الفرض اعم مطلقاً من رفع الحدث ففیہ غنیۃ عنہ اما ما فی منحة الخالق انه قد یرفع الحدث ولا یسقط الفرض کوضوء الصبی العاقل لما مر من صیرورة ماء

اس میں یہی ثابت ہے کہ سقوط فرض ہو، کیونکہ اس میں شرعاً میل کچیل ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور ان کے محقق شاگرد نے ان کی پیروی کی حلیہ میں، پھر صاحب بحر نے بحر میں۔ پھر ان کے شاگرد علامہ غزّی نے، یہاں تک کہ اس کو متن قرار دیا، اور دُر میں اس کو مدقّق نے برقرار رکھا، اور عبدالغنی نابلسی نے شرح ہدیۃ ابن العماد میں اس پر اعتماد کیا، اور علامہ ش نے فرمایا کہ اس تیسرے سبب کو فتح میں زیادہ کیا گیا۔

میں کہتا ہوں یہ بات درست نہیں بلکہ یہ صاحب مذہب رحمہ اللہ سے ہی منصوص ہے، فتح میں حسن کی کتب سے ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اگر ناپاک شخص یا بے وضو شخص نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں کھنیوں تک پانی میں ڈبوئے یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈبو یا تو اُس سے وضو جائز نہ ہوگا، کیونکہ اس کا فرض اُس سے ساقط ہو چکا ہے اھ اور ہم نے ہدایہ سے ابو یوسف کے قول یعنی امام کے قول کی بھی علت بیان کرتے ہوئے پہلے ذکر کیا ہے کہ اسقاط فرض بھی مؤثر ہے تو فساد دونوں امور سے ثابت ہوگا اھ ہاں محقق نے جو اضافہ کیا ہے وہ سبب کی تثلیث ہے، اور وہ درست نہیں کیونکہ سقوط فرض اعم مطلق ہے رفع حدث سے، لہذا یہ اس سے بے نیاز کرنے والا ہے، اور منحة الخالق میں ہے کہ کبھی حدث

¹ ردالمحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶۱

² فتح القدیر بحث الماء المستعمل نوریہ رضویہ سکر ۷۱/۷۶

³ ہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء العربیہ کراچی ۲۲/۱

مستعملاً مع انہ لا فرض علیہ^۱

فاقول: (۱) لیس بشیعی فان (۲) حکم الحدث انما يلحق
المكلف وقد نصوا ان مرافقاً جامعاً ومرافقة جموعت انما
يؤمران بالغسل تخلقاً واعتياداً كما في الخانية والغنية
وغيرهما

وفي الدرر يؤمر به ابن عشر تاديباً^۳ فحيث لم يسقط
الفرض لانعدام الافتراض لم يرتفع الحدث ايضاً
لانعدام الحكم به اما صيرورته مستعملاً فليس لرفعه
حدثاً والاصار مستعملاً من كل صبي ولو لم يعقل وهو
خلاف المنصوص بل لكونه قربة معتبرة اذا نواها ولذا
قيدوه بالعقل لان غيره لانية له (۳) والذي مران اراد به
امر في البحر فهو قوله في الخلاصة اذا توضأ الصبي في طست
هل يصير الماء مستعملاً المختار انه يصير اذا كان عاقلاً
۴ اه فهذا التقييد يفيد ما قلنا وقد قال (۴) في الغنية ان
ادخل الصبي يده في الماء وعلم ان ليس بهأ نجس يجوز
التوضؤ به وان شك في طهارتها يستحب ان لا يتوضأ به
وان توضأ جاز هذا اذا لم يتوضأ الصبي به فان

ختم ہو جاتا ہے اور فرض ساقط نہیں ہوتا جیسے عاقل بچے کا وضو
کیونکہ ابھی گزرا ہے کہ اُس کا پانی مستعمل ہو جاتا ہے حالانکہ وضو
اُس پر فرض نہیں۔

میں کہتا ہوں یہ ٹھیک نہیں کیونکہ حدث کا حکم مکلف کو لاحق ہوتا
ہے، علماء نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی مرافق نے جماع کیا یا
کسی مرافقہ سے جماع کیا گیا تو ان کو اخلاق و آداب سکھانے کی
غرض سے غسل کا حکم دیا جائے گا، خانیہ اور غنیہ وغیرہ میں یہی
ہے۔ اور دُر میں یہ ہے کہ دس سالہ لڑکے کو تادیباً غسل کا حکم دیا
جائے گا جب فرض ساقط نہ ہوگا کیونکہ فرضیت منعدم ہے تو حدث
بھی مرتفع نہ ہوگا کیونکہ اس کا حکم منعدم ہے، اور رہا اس کا مستعمل
ہونا تو یہ اس وجہ سے نہیں کہ اس نے حدث کو رفع کیا ہے ورنہ تو
ہر بچے کا مستعمل پانی مستعمل ہو جاتا اگرچہ وہ عاقل نہ ہو، اور یہ
خلاف منصوص ہے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ یہ قربت اُسی وقت
معتبر ہوگی جبکہ وہ اُس کی نیت کرے، اور اسی لئے انہوں نے بچے کو
عاقل سے مقید کیا ہے کیونکہ غیر عاقل کی نیت نہیں ہوتی ہے، اور
جو گزرا اگر اُس سے ان کا ارادہ وہ ہے جو گزرا بحر میں تو ان کا وہ قول
خلاصہ میں ہے کہ جب بچہ طشت میں وضو کرے تو آیا پانی مستعمل
ہوگا؟ تو مختار یہ ہے کہ اس وقت مستعمل ہوگا جب بچہ عاقل ہو اھ
تو یہ تقييد اُسی چیز کا فائدہ دے رہی ہے

^۱ منہ الخالق علی البحر الماء المستعمل سعید کینی کراچی ۹۲/۱

^۲ قاضی خان فیما یوجب الغسل نوکسور لکھنؤ ۲۱/۱

^۳ در مختار موجبات الغسل مجتبیٰ دہلی ۳۱/۱

^۴ خلاصۃ الفتاویٰ الماء المستعمل نوکسور لکھنؤ ۱/۱

جو ہم نے کہی ہے، اور غنیہ میں فرمایا کہ اگر بچہ نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور یہ علم تھا کہ اس کے ہاتھ پر کوئی نجاست موجود نہیں ہے تو اس پانی سے وضو جائز ہے، جو ہم نے کہی ہے، اور اس کی طہارت میں شک ہے تو مستحب یہ ہے کہ اُس پانی سے وضو نہ کرے اور اگر وضو کیا تو جائز ہے، یہ اُس صورت میں ہے جب کہ بچہ نے اُس سے وضو نہ کیا ہو اور اگر نیت کے ساتھ وضو کیا ہو تو متاخرین کا اس میں اختلاف ہے، اور پسندیدہ قول یہ ہے کہ اگر وہ عاقل ہو تو مستعمل قرار پائے گا کیونکہ اُس نے معتبر قربت کی نیت کی ہے اھا اور اگر وہ ارادہ کیا جو نفس منہ میں گزرا ہے اس سے چند سطور قبل تو وہ اور زیادہ واضح اور روشن ہے وہ خانیہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عاقل بچہ جب وضو کرے اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ پانی مستعمل ہو جائے، کیونکہ اُس نے معتبر قربت کی نیت کی اھ پھر خود ہی فرمایا کہ اس کا قول "یرید بہ التطہیر" اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس نے نیت تطہیر نہ کی تو پانی مستعمل نہ ہو گا اھ لیکن بے عیب ہے وہ خدا جو بھولتا نہیں۔ پھر منہ میں فرمایا اب یہ امر باقی رہ گیا ہے کہ آیا سقوط فرض اور قرۃ میں تلازم ہے یا نہیں الخ۔ ت اقول: انکی مراد یہ ہے کیا قربت سقوط فرض کو مستلزم ہے یا نہیں؟ کہ تلازم جانہین سے ہی ہوتا ہے اور کوئی عقلمند آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتا ہے کہ سقوط فرض مستلزم قربت ہے، کیونکہ وضو میں ناک میں پانی ڈالنا اور گلی کرنا اور کھانے کیلئے گلی کرنا اور اس کے

توضاً بہ ناویاً مختلف فیہ المتأخرون والمختار انه یصیر مستحباً اذا کان عاقلاً لانه نوى قرۃ معتبرة¹ اھ وان اراد بہ مأمراً فی نفس المنحة قبیل هذا بسطور فهو اصرح و ابین حیث قال نقلاً عن الخانیة الصبی العاقل اذا توضأ یرید بہ التطہیر ینبغی ان یصیر الماء مستحباً لانه نوى قرۃ معتبرة² ثم (۱) افاد بنفسه ان قوله یرید بہ التطہیر یشیر الی انه ان لم یرد بہ التطہیر لا یصیر مستحباً³ اھ ولكن سبحن من لا ینسی ثم (۲) قال فی المنحة بقی هل بین سقوط الفرض والقربۃ تلازم ام لا⁴ الخ اقول: (۳) مراده هل القربۃ تلزم سقوط الفرض ام لا فان التلازم یکون من الجانبین ولا یتوهم عاقل ان سقوط الفرض یلزم القربۃ فان الاستنشق فی الوضوء والمضضۃ فیہ وللطعام ومنه والوضوء علی الوضوء وامثالها

¹ غنیۃ المستملی الماء المستعمل سہیل اکیڈمی لاہور ۱۵۳/۱

² منحة الخالق علی البحر الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۹۱/۱

³ منحة الخالق علی البحر الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۹۲/۱

⁴ منحة الخالق علی البحر الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۹۲/۱

میں کہتا ہوں بات یہ نہیں ہے بلکہ تلازم کا مطلب یہ ہے کہ لزوم دونوں جانب سے ہو، تو اس کا سلب احد الجانبین سے لزوم کے انقضاء کی صورت میں صادق آئے گا اور یہی مراد ہے دونوں فاضل علماء کی، اور اس کی تفسیر احد الجانبین کے لزوم کے ساتھ معنی کو فاسد کرنے والی ہے، کیونکہ جب اس پر سلب وارد ہوگا تو حاصل نفی لزوم ہوگا دونوں جانبوں سے اور یہ نہ تو صحیح ہے اور نہ ہی مراد ہے، اور بہر نوع ہمیں اس سوال پر غور کرنا ہے کیونکہ اگر قربت اور سقوط فرض کا لزوم ظاہر ہو جائے تو سقوط فرض بھی ساقط ہو جائے گا جیسے کہ رفع حدّث مرتفع ہوا اور حکم استعمال کا دارومدار محض قربت پر ہو جائیگا جیسا کہ فقہاء نے اُس کو امام محمد کی طرف منسوب کیا ہے اگرچہ تحقیق یہی ہے کہ انہوں نے شیخین کی مخالفت نہیں کی جیسا کہ بحر اور فتح میں ہے، علامہ صاحب منہ نے اس سوال کا جواب دیا ہے فرماتے ہیں کہ اگر اسقاط فرض میں کوئی ثواب نہ مانا جائے تو یہ درست بعد کلی کرنا اور وضو پر وضو اور اسی جیسی دوسری چیزیں سب کی سب عبادتیں ہیں لیکن ان سے کوئی فرض ساقط نہیں ہوتا ہے، لیکن انہوں نے عبارت میں تسامح سے کام لیا ہے اور انہوں نے گمان کیا ہے کہ اس میں انہوں نے فتح اور بحر کی متابعت کی ہے وہ دونوں فرماتے ہیں سقوط فرض اور ارتفاع حدّث میں تلازم نہیں۔ منہ میں فرمایا ایک جانب سے تلازم کی نفی ہے اور وہ سقوط فرض کی جانب ہے الخ (ت)

كل ذلك قرب ولا سقوط لفرض ولكن تسامح في العبارة وظن انه تبع فيه الفتح والبحر حيث قال تلازم بين سقوط الفرض وارتفاع الحدث قال في المنحة المراد نفى التلازم من احد الجانبين وهو جانب سقوط الفرض الخ اقول: (١) ليس كذلك بل التلازم هو اللزوم من الجانبين فسلبه يصدق بانتفاء اللزوم من احد الجانبين وهو المراد لفاضلين العلامتين وتفسيره باللزوم من احد الجانبين مفسد للمعنى اذ بورود السلب عليه يكون الحاصل نفى اللزوم من كلا الجانبين وليس صحيحاً ولا مراد على كل فهذا السؤال مما يهيننا النظر فيه اذ لو ظهر لزوم القربة لسقوط الفرض سقط سقوط الفرض ايضاً كما ارتفع رفع الحدث ودار حكم الاستعمال على القربة وحدها كما نسبوه الى الامام محمد وان كان التحقيق انه لم يخالف شيخيه في ذلك كما بينه في الفتح والبحر فرأينا العلامة صاحب المنحة فاذا هو اجاب عما سأل فقال ان قلنا ان اسقاط الفرض لا ثواب فيه فلا وان قلنا فيه ثواب فنعم قال العلامة المحقق نوح افندی والذي يقتضيه النظر الصحيح

ان الرجاء هو الاول لان الثواب في الوضوء المقصود وهو شرعاً عبارة عن غسل الاعضاء الثلاثة ومسح الراس فغسل عضو منها ليس بوضوء شرعي فكيف يثاب عليه اللهم الا ان يقال ان يثاب على غسل كل عضو منها ثواباً موقوفاً على الاتمام فان اتمه اتيب على غسل كل عضو منها والا فلا ويدل عليه ما أخرجه مسلم عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن الى اخر الحديث الذي قدمنا^١ اهـ

اقول اولاً: (١) لا معنى للزوم القربة سقوط الفرض وان قلنا بثبوت الثواب في اسقاط الفرض اذ لا ثواب الا بالنية وسقوط الفرض لا يتوقف عليها فالحق ان بينهما عموماً من وجه مطلقاً ولو (٢) نظر رحمه الله تعالى الى فرق ما بين تعبيري به بالسقوط والاسقاط لتنبه لان الثواب ان كان لم يكن الا بالقصد البدلول عليه بالاسقاط والسقوط لا يتوقف عليه۔

وثانياً: (٣) للعبد الضعيف كلام في توقف الثواب في الطهارة على الاتمام بل الثواب منوط بنية الامتثال كما قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انما الاعمال بالنيات

نہیں، اور اگر کہیں کہ اس میں ثواب ہے تو یہ درست ہے، علامہ نوح آفندی فرماتے ہیں نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ رائج پہلا قول ہی ہے کیونکہ ثواب مقصود وضو میں ہے اور وہ شرعاً اعضاء ثلاثہ کے دھونے اور سر کے مسح کو کہتے ہیں، تو ایک عضو کا دھونا شرعی وضو نہیں ہے تو اس پر ثواب کیسے ہوگا! ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ثواب کسی ایک عضو کے دھونے کا ثواب موقوف رہے گا مکمل وضو کرنے پر، اب اگر مکمل کر لے گا تو ہر ہر عضو کے دھونے پر ثواب پائے گا ورنہ نہیں۔ اس کی دلیل مسلم کی روایت ابو ہریرہ سے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان یا مومن وضو کرتا ہے الحدیث الذی قدمناہ (جو حدیث ہم پہلے بیان کر چکے (ت) میں کہتا ہوں اولاً قرینہ کے سقوط فرض کو لازم ہونے کے کوئی معنی نہیں، خواہ ہم یہ کہیں کہ ثواب ثابت ہوگا اسقاط فرض میں، کیونکہ ثواب بلا نیت کے نہیں ہوتا اور فرض کا سقوط نیت پر موقوف نہیں ہے، تو حق یہ ہے کہ اُن دونوں میں عموم من وجہ مطلقاً ہے، اور اگر وہ رحمہ اللہ دونوں تعبیروں کے فرق کو دیکھتے، یعنی سقوط اور اسقاط تو ان کو معلوم ہوتا کہ ثواب نیت سے ہوتا ہے جو اسقاط سے مفہوم ہوتی ہے اور سقوط اس پر موقوف نہیں۔ ثانیاً عبد ضعیف کو اس امر میں کلام ہے کہ ثواب موقوف ہے طہارت کے مکمل ہونے پر بلکہ ثواب موقوف ہے حکم ماننے کی نیت پر، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

١ منہ الخالق علی حاشیہ بحر الرائق بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۲/۱

وانما لكل امرئ ما نوى¹ (۱) فمن جلس يتوضأ مثلاً لا امر به ثم عرض له في اثناؤه ما منعه عن اتمامه فكيف يقال لا يثاب على ما فعل والله لا يضيع اجر المحسنين² نعم (۲) من نوى من بدء الامر انه لا يأتى الا بالبعض فهذا الذى يرد عليه انه لم يقصد الوضوء الشرعى بل هو عابث بقصد ما لا يعتبر شرعاً والعابث لا يثاب بخلاف من قدمنا وصفه ويترا (۳) اى لى ان مثل ذلك العابث من قصد الوضوء الشرعى واتى ببعض الاعمال ثم قطع من دون عذر فان الله تعالى سى القطع ابطالا اذ يقول عز من قائل ولا تبطلوا اعمالكم³ والباطل لاحكم له والله تعالى اعلم وثالثاً: محو (۴) الخطايا لم يكن ثواباً فلا ذكر له في الحديث اصلاً وان كان فالحديث حاكم بترتب ثواب كل فعل فعل عند وقوعه ولا دلالة فيه على توقف الاثابة الى ان يتم وبالجمله فلا اغناء لاحد من القربة والسقوط عن الآخر بخلاف الرفع والسقوط فلا وجه للتثليث ثم رأيت العلامة ش اشار الى هذا فى رد المحتار حيث قال رفع الحدث لا يتحقق الا فى ضمن القربة واسقاط الغرض او فى ضمنهما فيستغنى بهما عنه⁴ اه

نے فرمایا " بیشک: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی نیت کرے، تو جو شخص اپنے رب کے حکم کو ماننے کیلئے وضو کرنے بیٹھا پھر درمیان میں کوئی ایسا امر لاحق ہوا کہ وضو مکمل نہ کر سکا تو اب یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ وہ کر چکا ہے اس پر اس کو ثواب نہیں ملے گا، اللہ اچھے کاموں کا اجر برباد نہیں کرتا، ہاں اگر کسی نے شروع سے ہی یہ نیت کی کہ وہ بعض اعضاء کو دھوئے گا، تو یہ ہے جس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ اُس نے وضو شرعی کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ وہ ایک ایسا کام کر کے جو شرعاً غیر معتبر عبت کر رہا ہے اور جو عبت کرتا ہو اس کو ثواب نہیں ملے گا، بخلاف اس کے جس کا وصف ہم نے پہلے بیان کیا، اور مجھے لگتا ہے کہ اسی عبت کرنے والے کی طرح ہے وہ شخص جس نے شرعی وضو کا ارادہ کیا اور بعض اعمال کئے پھر وضو کو بلا عذر نامکمل چھوڑ دیا کیونکہ اللہ نے قطع کو ابطال قرار دیا ہے، اللہ فرماتا ہے "تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو" اور باطل کا کوئی حکم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثالثاً: یہ کہ خطاؤں کا مٹ جانا اگر ثواب نہیں ہے تو اس کا ذکر حدیث میں بالکل نہیں ہے اور اگر ثواب ہے تو حدیث کا حکم یہ ہے کہ ہر فعل کا ثواب اس فعل کے واقع ہو جانے کے وقت مرتب ہوگا، اور اس میں اس

¹ جامع للبخاری باب کیف بدء الوجی قدیمی کتب خانہ کراچی (۲/۱)

² القرآن ۱۲۰/۹

³ القرآن ۳۳/۳۷

⁴ رد المحتار الماء المستعمل مصطفى البابی مصر ۱۳۶۱ھ

امر پر دلیل نہیں کہ ثواب تمام پر موقوف ہوگا، اور خلاصہ یہ کہ قربت اور سقوط میں سے کسی ایک کو دوسرے سے بے نیازی نہیں، بخلاف رفع اور سقوط کے، تو تثلیث کی کوئی وجہ نہیں، پھر میں نے علامہ ش کو دیکھا کہ انہوں نے ردالمحتار میں اس طرف اشارہ کیا، فرمایا رفع حدث قرینہ کے ضمن ہی میں متحقق ہوتا ہے یا اسقاط فرض کے یا دونوں کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے، تو ان دونوں سے اس میں بے نیازی حاصل کی جائے گی (ت)

میں کہتا ہوں مجھ پر یہ ظاہر نہیں ہوا کہ رفع حدث قرینہ کے ضمن میں کیسے متحقق ہوگا بغیر فرض کے سقوط کے یہاں تک کہ یہ دوسری تثلیث جس کی طرف اس علامہ نے اشارہ کیا ہے صحیح قرار پائے، بلکہ جب بھی حدث مرتفع ہوگا اس سے فرض ساقط ہوگا، جیسا کہ منہ میں اس کا اعتراف کیا ہے، تو اگر اس کی طرف مائل ہوں جو ہم نے پہلے ان سے نقل کیا ہے یعنی عاقل بچہ کا وضو، جب عاقل بچہ نیت کے ساتھ وضو کرے تو حدث قربت کے ضمن میں مرتفع ہو جائے گا مگر فرض ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

میں کہتا ہوں اولاً تم اس کا بطلان جان چکے ہو۔ ثانیاً اگر یہ مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ رفع حدث متحقق ہو بلا قربت کے، اور نہ فرض کا سقوط ہو جب بچہ بلا نیت وضو کرے، کیونکہ رفع حدث محتاج نیت نہیں ہوتا جبکہ قربت بلا نیت نہیں پائی جاتی ہے، اس صورت میں اصل مقصود ہی ختم ہو جائے گا اور وہ تثلیث عود کر آئے گی جس کو محقق نے ذکر کیا ہے، تو صحیح وہی ہے جس کو میں نے ذکر کیا کہ رفع حدث کو سقوط فرض لازم ہے، پس یہ اُس سے بے نیاز کرنے والا ہے۔ (ت) پھر میں کہتا ہوں اگر محقق علی الاطلاق صاحب ہدایہ کے کلام پر توجہ دیتے تو تثلیث سبب کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور جو عام کتب اور متون سے

اقول: لم يظهر لي كيف يتحقق رفع الحدث في ضمن القربة من دون سقوط الفرض حتى يصح هذا التثليث الآخر الذي ذكر هذا العلامة بل كلما رفع الحدث لزم منه سقوط الفرض كما اعترف به في المنحة فإن جنح الى ما قدمنا عنه من مسألة وضوء الصبي العاقل اى اذا توضأ نأوياً فقد تحقق رفع الحدث في ضمن القربة من دون سقوط فرض۔

فاقول أولاً: قد علمت بطلانه وثانياً ان (ا) سلم هذا يلزم ان يتحقق رفع الحدث من دون قربة ولا سقوط فرض اذا توضأ الصبي غير نأوياً ولا رفع الحدث لا يفتقر الى النية والقربة لا توجد بدونها فحينئذ ينهدم اصل المرام ويعود التثليث الذي ذكر المحقق فالصواب ما ذكرت ان رفع الحدث يلزمه سقوط الفرض ففيه غنية عنه۔

ثم اقول لو (ان) المحقق على الاطلاق حانت منه التفاتة هنألى كلام مشروحه الهداية لما جنح الى تثليث السبب ولظهر

اعتراض ہوتا تھا اُس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے مسئلہ میں یہ تعبیر کی ہے کہ وہ پانی جس سے حدث زائل کیا گیا ہو یا بطور قربت استعمال کیا گیا ہو، اور دلیل میں فرمایا کہ اسقاط فرض بھی مؤثر ہے تو فساد دونوں اُمروں سے ظاہر ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زوالِ حدث سے مراد سقوط فرض ہے اور دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ فرض کا سقوط ایک عضو سے نہ کہ دوسرے عضو سے، بلکہ بعض عضو سے نہ کہ دوسرے بعض سے ثابت متحقق ہے اگرچہ اس پر ارتفاعِ حدث کے احکام مترتب نہیں ہوتے ہیں اور یہ جیسا کہ میں اشارہ کر چکا ہوں بیانِ فروع میں اُس صورت کو بھی شامل ہے جبکہ پوری طرح طہارت کی یا کچھ اعضاء دھوئے بلکہ اپنے ایک عضو کا حصہ دھویا تو نہ تثلیث ہوگی اور نہ عدم تجزی کا اعتراض ہوگا، اس کی تحقیق منہ میں علامہ نوح آفندی کی اُس تحقیق سے منقول ہے جو درر کے حواشی میں منقول ہے اور جو حواشی مجمع میں شیخ قاسم سے منقول ہے کہ حَدَث کا اطلاق دو معنی میں ہوتا ہے، ایک تو یہ کہ جو چیز بلا طہارت جائز نہ ہو اُس کی شرعی ممانعت، اور یہ چیز ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کے درمیان بالاتفاق

له الجواب ايضاً عما اعترض به كلام العامة والمتون وذلك ان الامام صاحب الهداية قدس سره عبر في المسألة بما ازيل به حدث او استعمل قربة وقال في الدليل اسقاط الغرض مؤثر ايضاً فيثبت الفساد بالامرين¹ فافادان المراد بزوال الحدث هو سقوط الغرض وان مؤداهما ههنا واحد ولا شك ان سقوط الغرض عن عضو دون عضو بل عن بعض عضو دون بعضه الاخر ثابت متحقق وان لم يترتب عليه احكام ارتفاع الحدث وهو كما قدمت الاشارة اليه في بيان الفروع ليسهل ما اذا تطهر كاملاً او غسل شيئاً من اعضائه بل عضوه فلا تثليث ولا اعتراض بعدم التجزى و) تحقيقه ما افاده في المنحة نقلاً عن العلامة نوح افندی في حواشی الدرر نقلاً عن الشيخ قاسم في حواشی المجمع ان الحديث يقال بمعنيين المانعية الشرعية عما لا يحل بدون الطهارة وهذا لا يتجزئ بلا خلاف عند ابی حنیفة وصاحبيه وبمعنى النجاسة الحكيمة وهذا يتجزئ ثبوتاً وارتفاعاً بلا خلاف عند ابی حنیفة و صحابه

اقول: پہلے کے متعلق امام ابو حنیفہ کے ساتھ صاحبیہ تشبیہ کا صیغہ ذکر کیا ہے کیونکہ بعض مشائخ نے کہا جنہی کو قرأت کیلئے کلی (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: اقول قال في الاول عند ابی حنیفة وصاحبيه لان من المشائخ من قال بتجزیه

¹ الهداية باب الماء الذي لا يجوز به الوضوء المكتبة العربية ١٢٢/١

غیر متجزی ہے، اور دوسرا بمعنی نجاست حکم، اور یہ چیز ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے درمیان بالاتفاق متجزی ہے ثبوتاً بھی اور ارتقاعاً بھی، اور پانی جو مستعمل ہوتا ہے تو دوسرے معنی کے ازالہ سے ہوتا ہے، تو کنوئیں کے مسئلہ میں دونوں پیروں کا فرض ساقط ہو گیا اور وہ پانی جو اسقاط فرض میں استعمال ہوا مستعمل ہو گیا، صحیح قول کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں، اہ علامہ نوح آفندی نے فرمایا تحقیق یہی ہے اور اسی کو اختیار کرنا چاہئے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں غایۃ البیان، نہر اور دُر نے دوسرے معنی کو مختار قرار دیا ہے، بحر میں فتح کی متابعت کرتے ہوئے فرمایا حدث شرعی مانعیت ہے جو اعضاء کے ساتھ اس وقت تک قائم رہتی ہے یہاں تک کہ زائل کرنے والی چیز استعمال کی جائے، نہر اور دُر میں ہے کہ یہ حکم کے ساتھ تعریف ہے، اور غایۃ البیان میں اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ایسا وصف ہے جو اعضاء میں حلول کرتا ہے اور طہارت کو زائل کرتا ہے فرمایا کہ اس کا حکم مانعیت ہے اس چیز کی جس کیلئے طہارت شرط ہے الخ اور "ش" نے اس میں حاشیہ شیخ خلیل قتال سے نقل

وصيرورة الماء مستعملاً بأزالة الثانية ففي مسألة البئر سقط الغرض عن الرجلين بلا خلاف والماء الذي اسقط الغرض صار مستعملاً بلا خلاف على الصحيح اه قال العلامة نوح هذا هو التحقيق فخذاه فانه بالأخذ حقيق¹ اه اقول: (١) بل اختار في غاية البيان ثم النهر ثم الدر ان حقيقة الحدث هو المعنى الثاني قال في البحر تبعاً للفتح الحدث مانعية شرعية قائمة بالأعضاء الى غاية استعمال المزيل² اه قال في النهر وتبعه الدر هذا تعريف بالحكم وعرفه في غاية البيان بانه وصف شرعي يحل في الاعضاء يزيل الطهارة³ قال وحكمه المانعية لما جعلت الطهارة شرطاً له الخ ونظر فيه ش نقلاً عن حاشية الشيخ خليل الفتال عازياً لبعض الفضلاء بأن حكم الشئى مكان اثره خارجاً

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کافی ہے اور محدث کو مس مصحف کیلئے ہاتھ دھونا کافی ہے اور یہاں دوسرے معنی میں اصحاب جمع کا صیغہ ذکر کیا ہے کیونکہ اس کو سب نے کافی کہا ہمارے مشائخ کا اس میں اختلاف نہیں اھ (ت)

حتى اجاز للجنب القراءة بعد المضبطة للمحدث المس بعد غسل اليد وقال ههنا واصحابه لان تجزى هذا لاخلاف فيه عند مشائخنا اهمنه رضى الله تعالى عنه۔

¹ منحه الخالق على حاشية بحر الرائق بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۲/۱

² بحر الرائق باب شروط الضلوة سعید کمپنی کراچی ۲۶۷/۱

³ در مختار کتاب الطہارت مجتبائی دہلی ۱۶/۱

کرتے ہوئے نظر کی ہے، اور اس کو بعض فضلاء کی طرف منسوب کیا ہے کہ ہر چیز کا حکم اس کے اثر کو کہتے ہیں جو اس سے خارج ہو اور اس پر مرتب ہو اور مذکورہ مانعیت اس قسم کی نہیں ہے، اور حدث کا حکم تو یہی ہے کہ اس کے ساتھ نماز درست نہیں ہوتی اور مصحف کو نہیں چھوا جاسکتا ہے اور اسی قسم کے دوسرے احکام، تو تعریف بالاحکام اس طرح ہو سکتی ہے کہ حدث وہ چیز ہے جس کے ساتھ نماز درست نہ ہو، تا مل اھ "ش" نے فرمایا کہ علاوہ ازیں تعریف بالاحکام فقہاء کے نزدیک مستعمل ہے کیونکہ احکام ہی سے وہ بحث کرتے ہیں اھ اور "ط" نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور "مانعیت" پر فرمایا کہ اس کا نماز سے مانع ہونا اور مصحف کے چھونے سے مانع ہونا ہے اور اظہر یہ ہے کہ کہا جائے کہ یہ مانع شرعی ہے اھ (ت)

میں توفیق الہی کہتا ہوں معترضین کے بحر پر اعتراضات گہرائی سے خالی ہیں، کیونکہ ان کی بنیاد اس پر ہے کہ بحر کی تعریف غایہ کی تعریف سے مختلف ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ مانعیت بمعنی حال ہے اس سے قطع نظر کہ وہ صفات مضمرہ میں سے نہ ہونے کی بنا پر اپنے موضوع کے ساتھ قائم نہیں ہوتی، اس کا اعضاء کے ساتھ قیام بالکل ہوتا ہی نہیں کیونکہ اعضاء مانع نہیں تاکہ ان کے ساتھ مانعیت قائم ہو اور بمعنی نسبت کے یعنی وہ شے جس کا کسی مانع شرعی کی طرف انتساب ہو

عنه مترتباً عليه والمأنعية المذكور ليست كذلك وانما حكم الحدث عدم صحة الصلاة معه وحرمة مس المصحف ونحو ذلك فالتعريف بالحكم كأن يقال الحدث ما لا تصح الصلاة معه تأمل¹ اھ قال ش(۱) على ان التعريف بالحكم مستعمل عند الفقهاء لان الاحكام محل مواقع انظارهم² اھ وقد اشار اليه ط وقال على قوله مأنعية اي كونه مانعاً من الصلاة ومس المصحف والاظهر ان يقال مانع شرعي³ اھ

اقول: وبالله التوفيق (۲) كلام المعتضدين على البحر كله بمعزل عن غوص القعر فان مبناه طرا على ان تعريف البحر غير تعريف الغاية ولا دليل عليه فان المأنعية بمعنى الحال فضلا عن كونه مما لا قيام له به موضوع لعدم كونه من الصفات المنضمة لقيام لها بالأعضاء اصلاً فانها غير مانعة حتى تكون لها مأنعية وبمعنى النسبة اي شبيهي له انتساب الى مانع شرعي صادق قطعاً على ذلك الوصف

¹ رد المحتار کتاب الطہارت مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۳

² رد المحتار کتاب الطہارت مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۳

³ طحاوی علی الدر کتاب الطہارت مصطفیٰ البابی بیروت ۱/۵۶

یہ قطعاً اس وصف شرعی پر صادق آتی ہے جو اعضاء میں حلول کرتا ہے اور ان کی طہارت کو زائل کرتا ہے اس لئے کہ مانع وہ خطاب شرعی ہے، اور اس کی طرف منسوب وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خطاب وارد ہوا، اور وہی نجاستِ حکمیہ ہے، اور وہ بعینہ وہ وصف ہے جو اعضاء کے ساتھ قائم ہے تو تعریف، غایہ والی تعریف کی طرف لوٹ آئی تو کوئی خلاف نہیں اور نہ خلف ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ محقق علی الاطلاق کے شاگرد محقق حلبی نے حلیہ میں حدث کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ ایک وصف حکمی ہے کہ شارع نے اعضاء کے ساتھ اس کے قیام کا اعتبار کیا ہے، اور یہ جنابہ، حیض، نفاس، پیشاب اور پاخانہ وغیرہما نواقض وضو کے باعث ہوتا ہے، اور یہ چیز نماز کے قریب جانے سے مانع ہوتی ہے، یا جو چیز نماز کے حکم میں ہو، یہ مانعیت اس وقت تک رہتی ہے جب تک یہ وصف اُسی شخص کے ساتھ قائم رہے، یہاں تک کہ وہ اس چیز کو استعمال کرے جو اس کو زائل کرنے والی ہے اہ یہ تعریف جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں اُسی چیز کا بسط ہے جس کا اجمال ان کے شیخ محقق نے کیا ہے اور یہ بعینہ وہی تعریف ہے جو غایہ میں ہے، اور مانع شرعی کہتے جیسا کہ علامہ "ط" نے فرمایا اس کا بھی ماحصل یہی ہے کیونکہ وہ وصف شرعی، جو نجاست ہے مانع شرعی ہے اس معنی کے اعتبار سے کہ یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے منع ہے، اور

الشرعی الذی یحل بالاعضاء فیزیل طہرها لان المانع هو الخطاب الشرعی والمنتسب الیه مالا جلہ ورد الخطاب و هی النجاسة الحکمیة و هی بعینہا ذلك الوصف القائم بالاعضاء فرجع التعریف الی تعریف الغایة فلا خلاف ولا خلف الا ترى ان تلمیذ المحقق علی الاطلاق اعنی المحقق الحلبي عرف الحدث فی الحلیة بأنه الوصف الحکمی الذی اعتبر الشارع قیامہ بالاعضاء مسبباً عن الجنابة و الحيض و النفاس و البول و الغائط و غیرہما من نواقض الوضوء و منع من قربان الصلاة و ما فی معناہا معہ حال قیامہ بسن قائم بہ الی غایة استعمال ما یعتبر بہ زائلاً^۱ اھو کہما تری لیس الا بسطاً لہما اجملہ شیخہ المحقق و ما هو الا عین ما عرف بہ فی الغایة و لو قال مانع شرعی کہما استظہرہ العلامة ط لکان ایضاً مرجعہ الی ذلك لان ذلك الوصف الشرعی و ہی النجاسة مانع شرعی بمعنی مالا جلہ المنع و استعمال المانع بهذا المعنی شائع ذائع (۱) غیر ان المحقق ابقاہ علی حقیقتہ فاتی بالنسبة فلا وجه وجہا للاستظہار ثم من (۲) اوضح دلیل علیہ ان البحر مغترف فی هذا الحد من مناهل فتح القدير کہما ذکرہ فی رد المحتار وقد قال المحقق فی

مانع کا استعمال اس معنی میں شائع و ذائع ہے، البتہ محقق نے اس کو اس کی حقیقت پر باقی رکھا ہے، تو نسبت کو لائے ہیں تو استظهار کی کوئی معقول وجہ نہیں، پھر اس پر واضح ترین دلیل یہ ہے کہ بحر نے بھی اس تعریف میں فتح القدیر سے استفادہ کیا ہے، جیسا کہ اس کو رد المحتار میں ذکر کیا ہے اور محقق نے فتح میں ابو یوسف اور حسن کی ابو حنیفہ سے روایت پر استدلال کیا ہے کہ مستعمل پانی نجاست غلیظہ ہے یا نجاست خفیفہ ہے، جس روایت میں اس کو نجاست قرار دیا گیا ہے وہ قیاس کی بنیاد پر ہے اس قیاس کی اصل وہ پانی ہے جو نجاست حقیقیہ میں مستعمل ہو، اور اس کی فرع وہ پانی ہے جو نجاست حکمیہ میں مستعمل ہو، اور علۃ جامعہ، نجاست میں استعمال ہے، بناء کرتے ہوئے کہ وصف حقیقی ثبوت نجاست میں لغو ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حقیقی کا مفہوم یہ ہے کہ اس نجاست سے ایسا جسم متصف ہو جو بنفسہ مکلف سے مستقل ہو یہ نہیں کہ وصف نجاست حقیقیہ ایسے ہی جسم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اس کے غیر میں مجاز ہے، بلکہ اس کے حقیقی معنی ایک ہیں اس جسم میں اور حدیث میں، اس لئے کہ ہمیں تحقیقی طور پر جو معنی معلوم ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ ایک شرعی اعتبار ہے کہ جب تک وہ موجود ہو تو شارع نے اس کو جو اس کے ساتھ متصف ہو نماز وغیرہ کے قریب جانے سے منع کیا ہے تا وقتیکہ وہ اس میں پانی کو استعمال

الفتح مستدل الروایۃ الحسن و ابی یوسف عن الامام الاعظم ان الماء المستعمل نجسا مغلظا او مخففا مانصہ¹ وجہ روایۃ النجاسة قیاس اصلہ الماء المستعمل فی النجاسة الحقیقیۃ والفرع المستعمل فی الحکیبۃ بجامع الاستعمال فی النجاسة بناء علی الغاء وصف الحقیقی فی ثبوت النجاسة و (۱) ذلك لان معنى الحقیقی لیس الاکون النجاسة موصوفا بها جسم مستقل بنفسه عن المكلف لان وصف النجاسة حقيقة لا تقوم الا بجسم كذلك وفي غیره مجاز بل معناه الحقیقی واحد فی ذلك الجسم وفي الحدث لانه لیس المتحقق لنا من معناها سوى انها اعتبار شرعی منع الشارع من قربان الصلاة والسجود حال قیامه لمن قام به الى غاية استعمال الماء فيه فاذا استعمله قطع ذلك الاعتبار کل ذلك ابتلاء للطاعة فاما ان هناك وصفا حقیقی عقلیا او محسوسا فلا ومن ادعاہ لا یقدر فی اثباته علی غیر الدعوی ویدل علی انه اعتبار اختلافه باختلاف الشرائع الاتری ان الخمر محکوم بنجاسة فی شریعتنا وبطهارته فی غیرها فعلم انها لیست سوى اعتبار شرعی الزم معه کذا الى غاية کذا ابتلاء وفي هذا الاتفاق بین الدم

¹ فتح القدیر بحث الماء المستعمل نوریہ رضویہ سحر ۱/ ۷۴

والحدث فإنه ايضاً ليس الانفس ذلك الاعتبار¹ اه
فهذا نص صريح في ان تلك المانعية الشرعية
المغياة الى استعمال المزيل ليست الا النجاسة
الحكيمة فاتحد التعريفان۔

ثم اقول: (۱) التعريف (۲) بالحكم ان ارید به ان
يجعل الحكم نفس المعرف بحيث يحمل هو على
المعرف فنعم يسقط ايراد النهر والدر فان المانعية
بالمعنى المذكور وهى النجاسة الحكيمة ليست اثراً
متربطاً على الحدث بمعنى الوصف الشرعى بل هى هو
كما عرفت وح لا يستقيم ايضاً قول المجيب ان
التعريف بالحكم كأن يقال هو مالا تصح الصلاة معه
فان مالا تصح ليس حكماً بل الحكم كما اعترف عدم
الصحة ولم يعرف به وانما يكون تعريفاً بالحكم
لوقيل الحدث عدم صحة الصلاة ويتكدر ايضاً
جواب ط وش بانه مستعمل عند الفقهاء فان
المستعمل عندهم ذكر الحكم في التعريف لاجل
الاثار على المؤثر وان ارید به ان

استعمال نہ کرے، جب وہ پانی استعمال کر لے گا تو وہ اعتبار ختم ہو جائے
گا، یہ سب طاعت کی ابتلا ہے، رہی یہ بات کہ یہاں کوئی وصف عقلی حقیقی
یا محسوس ہے، تو ایسی کوئی بات نہیں، اور جو اس کا دغوی کرتا ہے تو محض
دعویٰ ہی ہے، اور اس کے اعتباری ہونے کی دلیل ہے کہ یہ شریعتوں کے
مختلف ہونے سے مختلف ہوتا رہتا ہے، مثلاً شراب ہماری شریعت میں
نا پاک ہے اور دوسری شریعتوں میں پاک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ
نجاست محض شرعی اعتبار سے یہ اتنی سے اتنی مدت تک کیلئے لازم کیا گیا
ہے ابتلاء اور اس میں خون اور حدث میں کوئی تفاوت نہیں کیونکہ یہ
بھی ویسا ہی اعتبار ہے اہ تو یہ اس امر میں نص صریح ہے کہ یہ مانعیت
شرعیہ جس کی انتہا مزيل کا استعمال ہے، نجاست حکمیہ ہی ہے تو دونوں
تعریفیں متحد ہو گئیں۔ (ت) پھر میں کہتا ہوں تعریف بالحکم سے مراد
اگر یہ ہے کہ حکم کو معرف بنا دیا جائے کہ وہ معرف پر محمول ہو تو نہر اور
دُر کا اعتراض رفع ہو جائے گا، کیونکہ مانعیت بالمعنى المذكور یعنی نجاست
حکمیہ کے معنی میں، حدث پر مترتب ہونے والا اثر نہیں ہے، یعنی وصف
شرعی کے معنی میں بلکہ یہ وہی ہے جیسا کہ تم نے پہچانا۔ اور اس
صورت میں مجیب کا یہ قول درست نہ ہوگا کہ تعریف بالحکم مثلاً یہ کہا
جائے کہ حدث وہ ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے نماز درست نہ
ہو، کیونکہ "وہ جس کے ہوتے ہوئے نماز صحیح نہ ہو" یہ جملہ حکم نہیں ہے
بلکہ حکم جیسا کہ انہوں نے اعتراف کیا، عدم صحت ہے، اور اس سے
انہوں نے تعریف نہیں کی ہے، اور تعریف بالحکم اس صورت میں ہوتی
جب یہ کہا جاتا کہ حدث نماز کا صحیح نہ ہونا ہے، اور ط وش کا جواب بھی اس
صورت میں مکرر ہو جائے گا کہ اس قسم کی تعریف فقہاء کے

¹ فتح القدير بحث الماء المستعمل نوريه رضويه سكر ۵۱۱

یسیزالمحدود بذریعة الحکم بان یعطى انه الذی یؤثر هذا الاثر فنعم یستقیم تمثیل المجیب التعریف بالحکم بما ذکر لکن یسقط اصل جوابه بان المانع لیست حکماً فان التعریف بالحکم لیس اذن ان یکون المحمول عین الحکم بل ما ذکر فیہ الحکم وهو حاصل فی التعریف المذكور قطعاً لا شتماله علی منع المكلف من اشیاء مخصوصة مادام ذلك الوصف قائماً به اتینا علی الایراد وهو علی هذا اشد سقوطاً وایین غلطاً فان الذی اختاره المودون لایخ ایضاً عن التعریف بالحکم لذكرهم فیہ زوال الطهارة وما هو الا الاثر المترتب علی ذلك الوصف الشرعی واذن یکفی جواباً عن کلا الحدین ما ذکر ط و ش وبالجمله فایقاع التغاییر بین الحدین لاداعی له و ایراد النهر والدر لاصحة له وجواب الفتال عن بعض الفضلاء لایخلو عن خلط وغلط بقی الکلام علی المعنی الاول الذی ذکره العلامة قاسم وکیف تباینه للمعنی الثانی۔

فاقول: (۱) المانع الشرعی ای ما لاجله المنع هی النجاسة الحکمیة والمنتسب الیهما تلبس المكلف بهما والفرق بینهما ان النجاسة

یہاں مستعمل ہے، کیونکہ ان کے یہاں مستعمل تعریف میں حکم کا تذکرہ ہے نہ یہ کہ اثر کو مؤثر پر محمول کر لیا جائے، اور اگر اس سے یہ ارادہ کیا جائے کہ محدود کو بذریعہ حکم ممیز کیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ یہی ہے جو یہ اثر کر رہا ہے تو اس صورت میں مجیب کی یہ مثال جو انہوں نے تعریف بالحکم کیلئے پیش کی ہے درست قرار پائے گی، مگر اس وقت ان کا اصل جواب ختم ہو جائے گا، یعنی یہ کہ مانعیت حکم نہیں ہے کیونکہ تعریف بالحکم اس صورت میں یہ نہیں ہے کہ محمول عین حکم ہو، بلکہ یہ ہے کہ جس میں حکم مذکور ہو، اور یہ تعریف مذکور میں قطعاً موجود ہے، کیونکہ یہ تعریف اس پر مشتمل ہے کہ مکلف کو مخصوص اشیاء سے روکنا جب تک کہ یہ وصف اس کے ساتھ قائم رہے۔ اب ہم اعتراض کی طرف آتے ہیں اور اس کی صورت اور بھی زیادہ غلط اور ساقط ہے کیونکہ معترضین نے جو تعریف اختیار کی ہے وہ تعریف بھی تعریف بالحکم سے خالی نہیں ہے، کیونکہ وہ بھی اس میں زوال طہارت کا استعمال کرتے ہیں، اور وہ اُس وصف شرعی پر مرتب ہونے والا اثر ہے، ایسی صورت میں دونوں تعریفوں پر جو اعتراض ہے اُس کے جواب میں "ط" اور "ش" نے جو تقریر کی ہے وہ کافی ہے، اور خلاصہ یہ کہ دونوں تعریفوں میں تغایر کا قول کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے، اور نہر اور دُر کا اعتراض درست نہیں ہے اور قتال نے جو جواب بعض فضلاء کی طرف سے دیا ہے وہ غلط اور خلط سے خالی نہیں ہے۔ اب اُس پہلے معنی پر گفتگو باقی رہ گئی جو علامہ قاسم نے ذکر کئے ہیں، اور یہ معنی دوسرے معنی سے کس طرح مختلف ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں مانع شرعی یعنی جس کی وجہ سے منع ہے وہ نجاست حکمیہ ہے، اور جو اس کی طرف منسوب ہے وہ مکلف کا اُس کے ساتھ ملتبس ہونا ہے، اور

وصف شرعی یحل بسطوح الاعضاء الظاهرة حلول
سریان والسطح مبتد منقسم فتقسم النجاسة
بانقسامها فتقبل التجزى ثبوتاً ورفعاً امارعاً فظاهر
فانه اذا غسل اليد مثلاً زالت النجاسة عنها ولذا سقط
عنها فرض التطهير مع بقاء النجاسة في سائر الاعضاء
التي حلتها واما ثبوتاً فلان الحدث الاصغر انما ينجس
اربعة اعضاء والا كبر البدن كله وسنعود الى الكلام في هذا
عن قريب ان شاء الله تعالى اما تلبس المكلف بها اي
اصطحابه لها فوصف للمكلف يحدث بحلول النجاسة في
اي جزء من اجزاء بدنه ويبقى ببقائها في شئ منها فان
زادت النجاسة لم يزد وان نقصت لم ينقص بل اذا
حدثت حدث ومهما بقيت ولو كقل قليل بقي كمالا واذا
زالت بالكلية زال وكان نظيرهما الحركة بمعنى القطع
وبمعنى التوسط فالاول متجزئة لانطباقها على المسافة
المتجزئة والثانية لاجزاء لها بل تحدث بحدوث اول
جزء من اجزاء الاولى وتبقى بحالها مادام المتحرك بين
الغایتين فاذا سكن زالت دفعا فانقلت لم لا يحمل كلام
البحر على هذا كي يثبت التغاير بين الحدين كما فهم
النهر والدر ويوافق لما اعترض به تبعا للفتح كلام العامة
والمتون ان الحدث لا يتجزى۔

دونوں میں فرق یہ ہے کہ نجاست شرعی وصف ہے جو اعضاء
ظاہرہ کی سطحوں کے ساتھ قائم ہوتا ہے، اور یہ حلول سریانی ہوتا
ہے اور سطح متد اور منقسم ہے تو اس کی تقسیم کی وجہ سے نجاست
بھی منقسم ہو جائے گی، تو یہ رفعاً اور ثبوتاً تجزی کو قبول کرے
گا، رفعاً تو ظاہر ہے، کیونکہ مثلاً اس نے ہاتھ تین بار دھویا تو اس
سے نجاست زائل ہو جائے گی، اور اسی لئے اس سے فرض تطہیر
ساقط ہو گیا جبکہ باقی اعضاء میں نجاست باقی ہے اور ثبوتاً اس
طرح کہ حدث اصغر چار اعضاء کو ناپاک کرتا ہے اور اکبر تمام
بدن کو، ہم عنقریب اس پر کلام کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔
رہا نجاست کے ساتھ مکلف کا متلبس ہونا، تو یہ مکلف کا وصف
ہے جو نجاست کے حلول سے پیدا ہوتا ہے، خواہ اس کے بدن کے
کسی جزء میں بھی ہو، اور حدث اس وقت تک باقی رہے گا جب
تک نجاست کسی بھی عضو میں باقی رہے، تو اگر نجاست زیادہ
ہو جائے تو حدث زیادہ نہ ہوگا، اور نجاست اگر کم ہو تو حدث کم نہ
ہوگا، بلکہ جب بھی نجاست وجود میں آئے گی حدث وجود میں
آئے گا اور جب تک باقی رہے گی خواہ کم سے کم ہو تو حدث بھی
مکمل طور پر باقی رہے گا اور جب نجاست بالکلیہ زائل ہو جائے گی تو
حدث بھی زائل ہو جائے گا، ان دونوں کی نظیر حرکت بمعنی قطع
ہے اور حرکت بمعنی توسط کے ہے، تو پہلی منقسم ہے کیونکہ وہ
مسافت منقسمہ پر منطبق ہوتی ہے اور دوسری کا کوئی جزء نہیں بلکہ
پہلی حرکت کے پہلے جز کے پیدا ہونے پر پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح
باقی رہتی ہے جب تک دونوں غائیوں کے درمیان

متحرک رہے اور جب پُر سکون ہوگا تو حرکت یک دم ختم ہو جائے گی۔ اگر تو کہے کہ بحر کے کلام کو اس پر کیوں محمول نہ کر لیا جائے تاکہ دونوں تعریفوں میں تغایر ظاہر ہو جائے جیسا کہ نہر اور دُر نے سمجھا ہے اور موافق ہو جائے اس اعتراض کے ساتھ جو انہوں نے فتح کی متابعت میں عام کتب اور متون پر کیا ہے کہ حدّث منقسم نہیں ہوتا۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس تاویل سے ان کا قول "قائمة بالأعضاء" انکار کرتا ہے، کیونکہ تلبس جو ایک غیر متمجّز شیء ہے، وہ بذاتِ خود مکلف کے ساتھ قائم ہوتا ہے نہ کہ اُس کے اعضاء کے ساتھ، اور جو چیز اعضاء کے ساتھ قائم ہے وہ اعضاء کی تجزی کے باعث متمجّز ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے پہچانا اور اس کی مخالفت عدم تجزی سے، تو میں کہتا ہوں کہ اس پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہئے کیونکہ وہ خود ہی اس تعریف کے متصلاً بعد "باب شروط الصلوة" میں فرماتے ہیں "اور حُبْث وہ چیز ہے جو شرعاً گندی ہو، اور حدّث کو اس کی قوت کے باعث مقدم کیا کیونکہ اس کا قلیل بھی مانع ہے، بخلاف قلیل خبث کے اھ یہاں انہوں نے بوضاحت حدّث کے منقسم ہونے کا قول کیا ہے، اور اُن کے مقتدا محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ موزہ شرعاً قدم کی طرف حدّث کی سرایت کو قدم تک روکنے والا ہے، تو قدم بدستور پاک رہے گا اور حدّث موزہ میں داخل ہو جائے گا، لہذا مسح سے اس کو زائل کر دیا جائے گا یہ نص صریح ہے حدّث کے متمجّز ہونے پر اور اس امر کا اعتراف ہے کہ فقہاء اس پر متفق ہیں، اور بات

قلت: ياباه قوله قائمة بالأعضاء فإن التلبس الذي لا تجزى له انما يقوم بالمكلف نفسه لا بالأعضاء و الذي يقوم بها يتجزى بتجزئها كما عرفت اما مخالفته لما ذكر من عدم التجزى فأقول: (١) لا غرو فهو القائل في باب شروط الصلاة متصلاً بهذا التعريف بلا فصل مانصه والخبث عين مستقدرة شرعاً وقدم الحدث لقوته لان قليله مانع بخلاف قليل الخبث^١ اھ فقد افصح بتجزى الحدث وقال متبوعه المحقق على الاطلاق في الفتح كلمتهم متفقة على ان الخف اعتبر شرعاً مانعاً سرية الحدث الى القدم فتبقى القدم على طهارتها ويحل الحدث بالخف فيزال بالمسح^٢ اھ فهذا نص صريح على تجزى الحدث واعتراف باطباق كلمتهم عليه وهو كذلك فمن نظر كلامهم في مسائل مسح الخفين وغيرها ايقر بانهم جميعاً قائلون بتجزيه وانما الذي لا يتجزى هو تلبس المكلف بالمنع الشرعي فظهر ظهور النهار ان الايراد على

^١ بحر الرائق شروط الصلوة سعيد كمپنی كراچی ۲۶۶/۱

^٢ فتح القدیر مسح الخفين سكھر ۱۲۸/۱

ایسی ہے کیونکہ جو بھی مسح علی الخنثین کی بابت فقہاء کے کلام کو دیکھے گا اس کو یقین آجائے گا کہ سب فقہاء حدیث کے متجزی ہونے کے قائل ہیں، اور جو چیز متجزی نہیں ہوتی ہے وہ مکلف کا منع شرعی سے متصف ہونا ہے، تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ متون اور عام کتب پر اعتراض اور سبب کی تثلیث سب بے محل ہیں اور جو تکلف بحر نے متون کے جواب میں کیا ہے اس کی چنداں حاجت نہیں، جواب یہ ہے کہ "مگر یہ کہ کہا جائے کہ حدیث عضو سے زوال موقوف کے طور پر زائل ہوا ہے، پھر خود ہی اس کو ضعیف قرار دیا اور فرمایا کہ حسن کی کتاب میں ابو حنیفہ سے اسقاط فرض کی علت بنانا مروی ہے نہ کہ ازالہ حدیث کو۔ (ت)

میں کہتا ہوں دراصل اس کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے، کیونکہ حدیث اُس معنی کے اعتبار سے جس میں وہ منقسم نہیں ہوتا ہے یعنی مکلف کا مانع شرعی کے ساتھ متلبس ہونا، اس کا قیام کسی عضو کے ساتھ نہیں، تاکہ وہ اس سے فوری طور پر یا موقوفاً زائل ہو جائے، پھر امام کا اس کلام میں اسقاط فرض کے ساتھ تعلیل کرنا، ان کے دوسرے کلام میں رفع حدیث کی علت بتانے سے متضاد نہیں، جیسا کہ ہم نے ہدایہ کی عبارت سے واضح کر دیا ہے کہ دونوں کا ما حاصل ایک ہی ہے، اور خلاصہ، تبیین، فتح وغیرہا میں ہے کہ پانی کا مستعمل ہونا ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اس وقت ہوگا جب اس سے کوئی حدیث زائل کیا جائے یا کوئی تقرب کیا جائے الخ وباللہ التوفیق پھر محقق کا جو کلام ہم نے نقل کیا ہے

المتون والعامة وتثليث السبب كلا كان في غير محله ولا حاجة الى ما (تجشم البحر جواباً عن المتون بقوله الا ان يقال ان الحدث زال عن العضو زوالاً موقوفاً ثم ضعفه بقوله لكن المعلن به في كتاب الحسن عن ابي حنيفة اسقاط الفرض لازالة الحدث¹ - اقول: بل (۲) لا وجه له لان الحدث بالمعنى الذى لا يتجزى اعنى تلبس المكلف بالمانع الشرعى لا قيام له بعضو حتى يزول عنه منجزاً او موقوفاً ثم (تعليل الامام في هذا الكلام باسقاط الفرض لاينافي تعليله في كلام اخر برفع الحدث على ماقررنا لك بارشاد الهداية ان مؤداهما واحد وقد قال في الخلاصة والتبيين والفتح وغيرها الماء بماذا يصير مستعملاً قال ابو حنيفة وابو يوسف اذا ازيل به حدث وتقرّب² به الخ وباللہ التوفیق

ثم (جنوح المحقق في آخر كلامه الذى اشرنا عنه الى ان سقوط الفرض هو الاصل في الاستعمال اعتمده في البحر ثم الدر و اشار الى الرد عليه

¹ بحر الرائق بحث الماء المستعمل سعيد کیمپنی کراچی ۹۲/۱

² خلاصۃ الفتاویٰ نوکثور لکھنؤ ۱۷/۱

العلامة ش بان نقل اولاً عن الفتح نفسه ان المعلوم من جهة الشارع ان الالة التي تسقط الفرض وتقام بها القرية بتدنس الخ وايضاً عنه مانصه والذي نعقله ان كلا من التقرب والاسقاط مؤثر في التغير الا ترى انه انفراد وصف التقرب في صدقة التطوع واثر التغير حتى حرمت على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فعرفنا ان كلا اثر تغير اشرعياً اهـ ثم قال بعد نقلهما مقتضاها ان القرية اصل ايضاً فالهـ مؤثر في الاستعمال¹ اعلان اهـ

اقول: (١) كلام المحقق من اوله الى اخره طافح باثبات الاصاله بهذا المعنى اى ما يبتنى عليه الحكم بتدنس الماء للقرية والاسقاط جيباً بل هو الذى ثلث واقام اصولاً ثلاثة وما كان ليقرر هذا كله ثم في طي نفس الكلام يحصر الاصاله في شيى واحد وانما منشأ كلامه انه رحمه الله تعالى نقل عنهم ان الاستعمال عند الشيخين باحد شيئين رفع الحدث والتقرب وعند محمد بالتقرب وحده وحمل رفع الحدث على المعنى الذى لا يتجزى فتطرق

اس میں ان کا میلان اس طرف ہے کہ پانی کے استعمال سے سقوط فرض ہی اصل ہے بحر اور دُر نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور علامہ "ش" نے اس پر رد کی طرف اشارہ کیا ہے، پہلے تو انہوں نے خود ہی فتح سے نقل کیا کہ شارع سے معلوم ہے کہ وہ آلہ جس سے فرض ساقط ہو اور قریہ ادا ہو میلا ہو جاتا ہے الخ انہوں نے مزید فرمایا کہ جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ تقرب اور اسقاط فرض دونوں ہی تغیر میں مؤثر ہیں، مثلاً وصف تقرب صدقہ تطوع میں منفرد ہے اور تغیر نے اثر کیا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہو گئی، تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہر ایک نے شرعی تغیر کا اثر چھوڑا ہے اہ پھر دونوں کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کا مقتضی یہ ہے کہ قریہ بھی اصل ہے تو استعمال میں مؤثر دو اصلیں ہیں اہ ت

میں کہتا ہوں محقق کا کلام از اول تا آخر سطحی ہے کہ اس میں اصالت اس معنی کے اعتبار سے ثابت کی ہے، یعنی وہ چیز جس پر حکم کی بنا ہو، پانی کے ادائے قربت کی وجہ سے میلا ہو جانے کے باعث اور اسقاط فرض کے باعث، بلکہ وہی ہیں جنہوں نے تثلیث کی اور تین اصول مقرر کئے، اور وہ یہ تقریر کر کے پھر ان میں سے ایک چیز پر اصالت کو منحصر نہیں کر رہے، اُن کے کلام کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اُن (رحمہم اللہ) سے یہ نقل کر رہے ہیں کہ شیخین کے نزدیک استعمال دو چیزوں میں سے ایک کی وجہ سے

¹ رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶/۱

فتح القدیر باب الماء الذى يجوز به الوضوء ومالا يجوز نوريه رضويہ سکر ۵۱/۱

الايراد بالفروع التي حكم فيها باستعمال الماء مع بقاء الحدث فقرّر ان اسقاط الفرض ايضاً مؤثر واستدل عليه بكلام الامام في كتاب الحسن وبان الاصل الذي عرفنا به هذا الحكم هو مال الزكاة والثابت فيه ليس الاسقوط الفرض اي وان اثبتناه ايضاً بالتقريب بدليل آخر فالاصل الذي ارشدنا اولاً الى هذا الحكم هو سقوط الفرض فكيف يعزل النظر عنه بل يجب القول به وهذا لا ينافي ان الاصول اثنان بل ثلاثة ينقدح هذا المعنى في ذهن من جمع اول كلامه باخراً حيث يقول المعلوم من جهة الشارع ان الة تسقط الفرض وتقام بها القربة تتدنس اصله مال الزكاة تدنس باسقاط الفرض حتى جعل من الاوساخ في لفظه صلى الله تعالى عليه وسلم الخ فافصح ان كلا الامرين مغير واقتصر في الزكاة على الاسقاط ثم قال في بيان سبب ثبوت الاستعمال انه عند ابي حنيفة وابي يوسف كل من رفع الحدث والتقرب وعند محمد التقرب وعند زفر الرافع لا يقال ما ذكر لا ينتهض على زفر اذ يقول مجرد القربة لا يدنس بل الاسقاط فان المال لم يتدنس بمجرد التقرب به ولذا جاز للمهاشي صدقة التطوع بل مقتضاه ان لا

ہوتا ہے، رفع حدث اور تقرب، اور محمد کے نزدیک صرف تقرب سے اور رفع حدث کو اس معنی پر محمول کیا کہ اس میں تجزی نہیں ہوتی، اس بنا پر ان فروع کی وجہ سے اعتراض وارد ہوا جن میں پانی کے استعمال کا حکم ہوا حدث کے باقی ہوتے ہوئے، انہوں نے اس امر کو ثابت کیا اسقاط فرض بھی مؤثر ہے، اور اس پر انہوں نے امام کے کلام سے استدلال کیا ہے جو کتاب حسن میں مذکور ہے اور یہ استدلال بھی کیا ہے کہ وہ اصل جس کی وجہ سے ہم نے یہ حکم جانا ہے وہ زکوۃ کا مال ہے اور اس میں صرف فرض کا سقوط ہے، یعنی اگرچہ ہم اس کو کسی اور دلیل کی وجہ سے تقرب سے ثابت کریں تو وہ اصل جو ہم نے پہلے سے بتائی ہے اور جس سے یہ حکم ثابت ہوا ہے وہ سقوط فرض ہے تو اس سے صرف نظر کیونکر ممکن ہے بلکہ اس کو ماننا لازم ہے، اور یہ اس امر کے منافی نہیں کہ اصول دو ہیں بلکہ تین ہیں یہ معنی اس کے دل میں ضرور خلجان پیدا کریں گے جو ان کے اول کلام اور آخر کلام کو یکجا کر کے پڑھے گا، وہ کہتے ہیں کہ وہ آلہ جس سے فرض ساقط ہوتا ہے اور قربت ادا ہوتی ہے میلا ہو جاتا ہے اس کی اصل مال زکوۃ ہے کہ وہ اسقاط فرض سے میلا ہو جاتا ہے اس لئے اس کو حدیث میں "اوساخ" قرار دیا گیا ہے الخ اس سے واضح ہوا کہ دونوں امور تبدیلی کرنے والے ہیں، اور زکوۃ میں اسقاط پر اکتفاء کیا گیا ہے، پھر ثبوت استعمال کے سبب کے بیان میں فرمایا کہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک سبب رفع حدث اور تقرب ہے

¹ فتح القدیر باب الماء الذي يجوز به الوضوء ومالا يجوز نوريه رضويہ سحر ۵۸/۱

اور محمد کے نزدیک وہ تقرب ہے اور زفر کے نزدیک رفع ہے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ دلیل زفر کے خلاف نہیں چل سکتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ صرف قربت پانی کو مستعمل نہیں کرتی ہے بلکہ اسقاط بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ مال زکوٰۃ محض تقرب کی وجہ سے میلانیں ہوا ہے، اور اسی لئے ہاشمی نقلی صدقہ لے سکتا ہے بلکہ اس کا مقتضی یہ ہے کہ اسقاط مع تقرب سے اسقاط منفرد نہیں، کیونکہ زکوٰۃ بلائیت جائز نہیں اور یہ تینوں میں سے کسی ایک کا قول نہیں (اس سے ان کی مراد تینوں اقوال کے قائلین یعنی ابو حنیفہ و ابو یوسف، محمد بازر فرحیم اللہ ہیں) کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ حکم کا اصل مجموع کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور وہ اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ موثر مجموع ہے بلائیکہ اس کا دار و مدار اس پر ہے کہ مناسب حکم کو سمجھا جائے، اگر ہر حکم کا استقلال اس کے ساتھ سمجھا جائے یا مجموع کا تو اس کے ساتھ حکم کیا جائے گا اور جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر ایک موثر ہے الی آخر ماقدم، پھر کہا کہ انہوں نے خلاصہ میں فرمایا کہ پانی کس چیز کی وجہ سے مستعمل ہوتا ہے (تو انہوں نے دونوں مذاہب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ہم نے نقل کیا پھر فرمایا) (یہ مشائخ کے قول کی روشنی میں مشکل ہے کہ حد متجزی نہیں ہوتا، اور اس اشکال سے نجات کی صورت تین امور میں سے ایک امر ہے رفع حد، تقرب اور سقوط فرض ہی اصل ہے، کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی اصل مال زکوٰۃ ہے اور اس میں جو ثابت ہے وہ سقوط فرض ہی اصل ہے، کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی اصل مال زکوٰۃ ہے اور اس میں جو ثابت ہے وہ سقوط فرض ہے۔ (ت میں کہتا ہوں اگرچہ اس میں موجود دونوں امر ہیں لیکن یہ اقوی ہے اور اس میں کفایت ہے، تو

یصیر مستعملاً بالاسقاط مع التقرب فان الاصل اعنى مال الزكاة لا ينفرد فيه الاسقاط عنه اذ لا تجوز الزكاة الا بنية وليس هو قول واحد من الثلاثة (یرید اصحاب الاقوال الثلاثة الشیخین و محمد او زفر) لاننا نقول غاية الامر ثبوت الحكم في الاصل مع المجموع وهو لا يستلزم ان المؤثر المجموع بل ذلك دائر مع عقلية المناسب للحكم فان عقل استقلال كل حكم به او المجموع حكم به والذي نعقله ان كلام مؤثر¹ الى اخر ما تقدم ثم قال قال في الخلاصة ان الماء بما ذا يصير مستعملاً (فذكر المذهبين كما نقلنا ثم قال) هذا يشكك على قول المشائخ ان الحدث لا يتجزأ والمخلص ان صيرورة الماء مستعملاً باحد ثلثة رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض وهو الاصل لما عرف ان اصله مال الزكاة والثابت فيه ليس الاسقاط الفرض۔

اقول: ای وان كان الوجود فيه الامر ان لكن هذا اقوى وفيه المقنع فلا يثبت به الا

¹ فتح القدير باب الماء الذي يجوز به الوضوء ومالا يجوز نوريه رضويه سكر ٦١١

اس سے اس کی سببیت ثابت ہوگی اگرچہ دوسرے کی سببیت بھی ثابت ہوگی، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نفلی صدقہ حرام ہے جیسا کہ گزرا، تو اسقاط فرض کی تاثیر پہلی چیز ہے جو اصل اعظم سے ثابت ہے تو اس کے ساقط کرنے کا کوئی جواز نہیں فرمایا اور اسقاط کو مؤثر اعتبار کرنے کیلئے مفید امام ابو حنیفہ کی صریح تعلیل ہے کہ اسکا فرض اس سے ساقط ہو گیا اھ ملقطاً، اور تم اپنی طبیعت کو خوشگوار کرو، ہذا، اور علامہ "ط" نے بحر کی متابعت کرتے ہوئے اس کی تقریر دوسرے انداز میں کی ہے، انہوں نے "دُر" کے قول اسقاط فرض ہی استعمال میں اصل ہے کے تحت فرمایا، جیسا کہ کمال نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ حدیث کو رفع کرنے میں حقیقتہً موجود ہے اور قربت میں حکما ہے، کیونکہ یہ بمنزلہ اسقاط ثانیہ ہے اور یہ گزرا اھ اور جو گزرا وہ ان کا قول ہے، بیشک پانی قربت کی وجہ سے مستعمل ہوتا ہے، جیسے وضو پر وضو کرنا اس لئے جب قربت کا ارادہ کیا تو وہ طہارت کے اعتبار سے زیادہ ہو گیا، تو نئی طہارت نجاست حکمیہ کے ازالہ سے ہی ہوگی حکما، تو طہارت پر طہارت، اور حدیث پر طہارت برابر ہو گئی، اس کا افادہ صاحب بحر نے کیا اھ (ت) میں کہتا ہوں اس کو معراج الدراية سے نقل کیا اور برقرار رکھا، اس میں بعد ہے جو مخفی نہیں ہے کیونکہ

سببیت هذا وان استفيد سببیت الاخر بدلیل حرمة صدقة التطوع عليه صلى الله تعالى عليه وسلم كما قدم فتاثير اسقاط الغرض هو اول ما ثبت بالاصل الاعظم فلا مساغ لاسقاطه قال والمفيد لا اعتبار الاسقاط مؤثرا صريح تعليل ابى حنيفة انه سقط فرضه عنه¹ اھ ملتقطاً وعليك بتلطيف القريحة هذا وقرره العلامة ط تبعاً للبحر بوجه اخر حيث قال تحت قول الدر اسقاط فرض هو الاصل في الاستعمال كما نبه عليه الكمال مانصه وهو موجود في رفع الحدث حقيقة وفي القربة حكماً لكونها بمنزلة الاسقاط ثانياً وقدمر² اھ وما مر هو قوله انما استعمل الماء بالقربة كالوضوء على الوضوء لانه لما نوى القربة فقد ازداد طهارة على طهارة فلا تكون طهارة جديدة الا بازالة النجاسة الحكيمة حكماً فصارت الطهارة على الطهارة وعلى الحدث سواء³ افادہ صاحب البحر اھ

اقول: نقله عن معراج الدراية واقرو فيه (۱) بعد لا يخفى فما النجاسة لاسيما الحكيمة

¹ فتح القدير الماء الذي يجوز به الوضوء ومالا يجوز نوريه رضويہ سکر ۷۶۱

² طحاوی علی الدر باب المياہ بیروت ۱۱۰/۱

³ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۲/۱

نجاست، خاص طور پر حکمیہ اعتبار شرعی ہے اور اعتبار صحیح اسی وقت ہوتا ہے جب اس کا منشاء صحیح ہو، اور اس کے بغیر اختراع ہے، شریعت کی شان اس سے بڑی ہے، اور یہ ٹھہر سے زائل ہو گیا تو صرف نئے حدث سے ہی یہ عود کرے گا، بالفاظ دیگر کیا یہاں شریعت نے کوئی ایسی چیز معتبر مانی ہے جو منافی طہر ہو اور دوسرے پانی سے زائل ہو جائے، تو نئی پاکی حاصل ہو یا معتبر نہیں مانی ہے، دوسری تقدیر پر سوال لوٹ کر آئیگا کیونکہ کوئی حقیقی نجاست نہیں اور نہ ہی اعتباری ہے اور پہلی تقدیر پر نجاست حکمیہ کی حقیقت شرعی اعتبار کے علاوہ اور کیا ہے تو یہ کہنا بے معنی ہے کہ نجاست حکمیہ حقیقیہ نہیں حکماً پائی جاتی ہے اور مختصر عبارت میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ نجاست حکمیہ صرف شرعی اعتبار سے عبارت ہے تو حکمیہ حکماً شرع کا یہ اعتبار ہے کہ اس کا اعتبار کیا گیا ہے، اور اعتبار کیا نہیں گیا کیونکہ اگر اعتبار کیا جاتا تو وہ متحقق ہو جاتی۔ خلاصہ یہ کہ جواب کا مال یہ ہے کہ حکمیہ کو وہاں اعتبار کیا جائے بفرض باطل جس کی گنجائش نہیں، اور میں تجھ کو خبر دار کرتا ہوں کہ جس کا افادہ انہوں نے کیا ہے وہ محض تکلف ہے جس کی ضرورت نہیں، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ معراج کو اس کی ضرورت اس لئے پڑی کہ انہیں اس سوال کا جواب دینا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ وضو کرنے والے کے اعضاء پر نہ حقیقی نجاست ہے اور نہ حکمی ہے تو پانی بہ نیت تقرب کیسے مستعمل ہو جائے گا، تو انہوں نے جواب دیا کہ جب اس نے نیت کی تو زیادتی کی الخ۔ (ت)

الا اعتبار شرعی والاعتبار الصحيح لا يكون الا عن منشأ صحيح وبدونه اختراع يجلب شان الشرع عنه وقد زال ذلك بالطهر فلا يعود الا بحدث جديد وبعبارة اخرى هل اعتبر الشرع هنا شيئاً ينافي الطهر يزول بالماء الثاني فيحصل طهر جديد ام لا على الثاني عاد السؤال اذ لا نجاسة حقيقة ولا اعتبار او على الاول ما حقيقة النجاسة الحكيمة الا ذلك الاعتبار الشرعي فلا معنى لتحقق الحكيمة حكماً لا حقيقة وبعبارة اخصر ما الحكيمة الا اعتبار الشرع فالحكيمة حكماً اعتبار الشرع انه اعتبر وما اعتبر اذ لو اعتبر لتحققت وبالجمله ما مال الجواب الا فرضها هنالك فرضاً باطلا ولا مساغ له وانا انبئك ان ما (١) افاده انما هو تجشم مستغنى عنه وذلك لان المعراج انما احتاج اليه جواباً عن سؤال نصبه بقوله فان قيل المتوضيئ ليس على اعضائه نجاسة لا حقيقة ولا حكيمة فكيف يصير الماء مستعملاً بنية القربة فاجاب بقوله لما نوى القربة فقد ازداد الخ

¹ بحر الرائق كتاب الطهارة الجزء ١١م سعيد كميني كراچی ٩٢/١

اقول اولاً يعود السائل يمنع ازدياد الطهارة وانما ازداد نظافة لانها تقبل التشكيك دون الطهارة ولذا قلنا بعدم تجزى الحدث والى ازدياد النظافة يشير الحديث المشهور الوضوء على الوضوء نور على نور اخرجه رزين وان قال العراق والمندري لم نقف عليه كما في التيسير،

وثانياً: (١) لا مسأغ للسؤال رأساً فان مبناه على حصر النجاسة الحكيمة في الحدث وليس كذا بل منها المعاصى كما تقدمت النصوص عليه والماء الاول وان كان كما يزيل الحدث يغسل من اثر المعاصى ايضاً بشرط النية ولكن لا يجب ان يزيلها كلاً والا لكفى الوضوء عن التوبة وصار كل من توضأ مرة ولو بعد الف كبيرة كمن لا ذنب له وهو باطل قطعاً فهذه نجاسة حكيمة باقية بعد التطهير في عامة المكلفين فاین مثار السؤال بل قدمنا ان المكروهات ايضاً تغير الماء فهذا اطم واعم اما المعصومون صلوات الله تعالى وسلامه عليهم

فاقول: لانسلم في مائهم (٣) الاول ايضاً انه مستعمل في حقنا بل طاهر طهور مطهر لنا فضلاً عن الثاني واذا اعتقدنا الطهارة في فضلاته صلى الله تعالى عليه وسلم فما ظنك بوضوئه فالاستدلال (٣) على طهارة الماء المستعمل بان اصحابه صلى الله تعالى عليه وسلم بأدروا الى وضوئه فمسحوا به وجوههم

میں کہتا ہوں اولاً کہ سائل کہہ سکتا ہے کہ ہم طہارت کی زیادتی کو تسلیم نہیں کرتے اس میں نظافت کا اضافہ تو اس لئے ہے کہ نظافت کمی بیشی کو قبول کرتی ہے، مگر طہارت ایسی نہیں اور اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ حدث میں تجزئی نہیں ہے، اور نظافت میں اضافہ کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ وضو پر وضو نور علی نور ہے، اس کی تخریج رزین نے کی ہے اگرچہ عراقی اور مندری نے کہا ہے کہ ہم اس پر مطلع نہیں ہوئے ہیں کہا فی التیسیر۔

ثانیاً: سوال کی گنجائش ہی نہیں، کیونکہ اس سوال کا دار و مدار اس پر ہے کہ نجاست حکمیہ کو حدث میں منحصر کر دیا گیا ہے اور حالانکہ بات یہ نہیں ہے، بلکہ نجاست حکمیہ میں معاصی بھی شامل ہیں، اس پر نصوص گزر چکے ہیں، اور پہلا پانی جس طرح حدث کو زائل کرتا ہے بشرط نیت گناہوں کو بھی دھو ڈالتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ گناہوں کو کلیۃً دھو ڈالے ورنہ تو وضو ہی کافی ہو جاتا تو بہ کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور ہزار ہا گناہوں کے بعد ایک ہی مرتبہ وضو کر لیتا تو تمام گناہ معاف ہو جاتے، اور وہ اس طرح ہو جاتا گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے، اور یہ چیز قطعاً باطل ہے تو یہ وہ نجاست حکمیہ ہے جو مکلفین میں طہارت حاصل کرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے، تو اب سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے، بلکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مکروہات بھی پانی کو متغیر کر دیتے ہیں تو یہ بلند اور اعم ہے۔ رہے انبیاء علیہم السلام جو معصوم ہیں تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے

كما في العناية¹ وغيرها مع ضعفه بوجوه ذكرها في البحر عن العلامة الهندي ليس في محله عندی نعم يعتبر مستعملاً في حقهم شرعاً فلا يرد على الحد نقضاً كما اعتبرت فضلاً تهم نواقض لعظم رفعة شأنهم ونزاهة مكانهم صلوات الله تعالى وسلامه عليهم۔

تنبيه: (۱) اختلفوا في الحدث الاصغر هل يحل كالاكبر بظاهر البدن كله وانما جعل الشرع الوضوء رافعاً له تخفيفاً امر لا الالباء لاربعة ويبتنى عليه الخلاف فيما اذا غسل المحدث نحو فخذة فيصير الماء مستعملاً على الاول دون الثاني وبالعدم جزم في كثير من المتداولات ونص في الخلاصة انه الاصح فكان ترجيحاً للقول الثاني ولذا عولنا عليه وفي المنحة عن النهر وكان الرجوع هو الثاني ولذا لم يصير الماء مستعملاً بخلافه على الاول² اهوالظاهر ان كان مشددة فيعطى تردد في ترجيحه۔

کہ ان کا پہلا پانی ہمارے حق میں مائے مستعمل ہے، بلکہ وہ ہمارے حق میں پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اور جب پہلے پانی کا یہ حال ہے تو دوسرے پانی کا بطریق اولیٰ یہ حال ہوگا، اور ہم تو انبیاء علیہم السلام کے فضلات کی طہارت کے قائل، تو وضو کے پانی کا کیا ذکر ہے۔ بعض حضرات نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مستعمل پانی کی طہارت پر اس امر سے استدلال کیا ہے کہ آپ کے اصحاب نے اُس پانی کی طرف سبقت کی اور اس کو اپنے چروں پر ملا، جیسا کہ عنایہ وغیرہ میں ہے، بوجہ ضعیف ہے، یہ وجہ بحر میں علامہ ہندی سے نقل کی گئی ہیں، میرے نزدیک وہ بر محل نہیں، ہاں ان کے حق میں شرعاً مستعمل ہوگا، تو اس سے ماء مستعمل کی حد پر نقض وارد نہ ہوگا، اسی طرح ان کے فضلات کو نواقض وضو میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ ان کی شان بہت عظیم ہے اور ان کا مقام بہت ستر ہے صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم۔ (ت)

تمہیہ: حدث اصغر کی بابت اختلاف ہے کہ آیا وہ بھی تمام بدن میں حدث اکبر کی طرح حلول کرتا ہے، اور شارع نے وضو کو اس کیلئے رافع تحفیفاً قرار دیا ہے یا نہیں؟ ہاں اعضاء اربعہ میں ایسا ہے اور اسکی پر یہ اختلاف مبنی ہے کہ بے وضو شخص نے اگر اپنی ران کے مثل کو دھویا تو پہلے قول پر پانی مستعمل ہو جائے گا دوسرے قول پر نہ ہوگا، اور مستعمل نہ ہونے پر بہت سی متداول کتب میں اعتماد کیا گیا ہے اور خلاصہ میں تصریح کی ہے کہ یہی اصح ہے تو یہ قول ثانی کی ترجیح ہے، اسی لئے ہم نے اس پر اعتماد کیا ہے اور منہ میں نہر سے ہے کہ رائج دوسرا ہے اور اسی لئے پانی مستعمل نہ ہوگا، اس کے برعکس ہے پہلی صورت میں اھ اور ظاہر یہ ہے کہ کائنات مشددہ ہے۔

¹ العناية مع فتح القدير باب الماء الذي يجوز به ومالا يجوز نوريه رضويه سكر ۷۶/۱

² منحة الخالق مع البحر كتاب الطهارة ۹۲/۱

اقول: وقد يجوز ان يقول قائل ربما يشهد للاول والا
(۱) حدیث اذا تطهرا حدکم فذكر اسم الله عليه فانه
يطهر جسده كله فان لم يذكر اسم الله تعالى على طهوره
لم يطهر الامام عليه الماء^۱ رواه الدارقطني والبيهقي في
سننه والشيرازي في الالقاب عن عبد الله بن مسعود
رضي الله تعالى عنه قال البيهقي بعد ماساقه بطريق يحيى
بن هاشم السمسار ثنا الاعمش عن شقيق بن سلمة عن
عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال سمعت رسول
الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول فذكره هذا ضعيف
لا اعلم رواه عن الاعمش غير (۲) يحيى بن هاشم وهو
متروك الحديث^۲ ورواه ابن عدي بالوضع اهوكذب ابن
معين وصالح جزرة وقال النسائي متروك وبه اعلم
المحقق في الفتح حين كلامه على وجوب التسمية في
الوضوء تبعاً للبيهقي۔

اقول: (۳) بل له طرق ترفعه عن الوهن فقد رواه الدارقطني والبيهقي ايضا عن ابن عمر وهما وابو الشيخ عن ابي
هريرة رضي الله تعالى عنهم ولفظه عن النبي صلى الله
تعالى

تو اس سے اس کی ترجیح میں تردد پیدا ہوگا،
میں کہتا ہوں یہ بھی جائز ہے کہ کوئی کہنے والا کہے کہ پہلے قول کی
دلیل یہ حدیث ہے کہ جب تم میں سے کوئی پاکی حاصل کرے
اور اللہ کا نام لے تو اس کا پورا جسم پاک ہو جائے گا اور اگر اللہ کا نام
نہ لے تو صرف وہی عضو پاک ہوگا جس پر پانی گزرا ہو، روایت کیا
دارقطني اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور شیرازی نے القاب میں
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیہقی نے یہ حدیث
بسنن یحییٰ بن ہاشم السمسار ذکر کی ہے، ہم سے اعمش نے شقیق بن
سلمہ سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں
نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، پھر
پوری حدیث ذکر کی، یہ ضعیف ہے، میں نہیں جانتا کہ اس کو
اعمش سے یحییٰ بن ہاشم کے غیر نے روایت کیا، اور وہ متروک
الحديث ہے، اور اس کو ابن عدی نے وضاع قرار دیا ابیہ ابن معین
اور صالح نے اس کی تکذیب کی اور نسائی نے اس کو متروک کہا
اور یہی علت محقق نے فتح میں بیان کی، یہ اُس موقع پر ہے جہاں
انہوں نے وضو میں بسم اللہ کے وجوب کا ذکر کیا بیہقی کی متابعت
میں۔ (ت) میں کہتا ہوں اس حدیث کے بعض طرق ایسے ہیں جو
اس کی کمزوری کو رفع کرتے ہیں، دارقطني اور بیہقی نے بھی اس
کو ابن عمر سے روایت کیا، اور انہی دونوں نے اور ابوالشیخ نے ابو
ہریرہ سے روایت

^۱ دارقطني باب التسمية على الوضوء مطبع القاهرة ۳/۱

^۲ سنن الکبریٰ للبیہقی تسمیة على الوضوء بیروت ۳/۱

کیا، ان کے لفظ یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بسم اللہ کر کے وضو کیا تو اس کا سارا جسم پاک ہوگا اور جس نے وضو کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی تو صرف وضو کی جگہ ہی پاک ہوگی اس کو عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں حسن الضبی کوئی سے مرسل روایت کیا، اور وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں، فرماتے ہیں جس نے وضو کے وقت اللہ کا ذکر کیا اس کا تمام جسم پاک ہو جائے گا اور اگر اللہ کا ذکر نہ کیا تو صرف وہی حصہ پاک ہوگا جس پر پانی گزرا ہوگا، اور ابو بکر سے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کی کہ بندہ جب وضو کرتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو صرف وہی حصہ پاک ہوتا ہے جس پر پانی پہنچا ہو۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مکحول سے روایت کی کہ جب کوئی شخص پاکی حاصل کرتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا ہے اور جب بوقت وضو اللہ کا نام نہیں لیتا ہے تو صرف وضو کی جگہ پاک ہوتی ہے، بلکہ ان سے حدیث مرتبہ ضعف سے بلالند ہو جاتی ہے

عليه وسلم من توطأ وذكر اسم الله على وضوءه تطهر جسده كله ومن توطأ ولم يذكر اسم الله على وضوءه لم يتطهر الا موضع الوضوء¹ ورواه عبد الرزاق في مصنفه عن الحسن الضبی الكوفي مرسلًا ينسب إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من ذكر الله عند الوضوء طهر جسده كله فان لم يذكر اسم الله لم يطهر منه الا ما اصاب الماء² واخرج ابو بكر بن ابی شیبہ في مصنفه عن ابی بكر الصديق رضی الله تعالى عنه انه قال اذا توطأ العبد فذكر اسم الله تعالى طهر جسده كله وان لم يذكر لم يطهر الا ما اصابه به الماء³ وروى سعيد بن منصور في سننه عن مكحول قال اذا تطهر الرجل وذكر اسم الله طهر جسده كله واذا لم يذكر اسم الله حين يتوضأ لم يطهر منه الا مكان الوضوء⁴ ومع هذه الطرق يستحيل الحكم بالسقوط بل ربما يرتقى عن الضعف لاجرم ان صرح في البرقة لحديث الدار قطنی ان سنده حسن وثانياً نقل العلامة الزيلعي المحدث جمال الدين عبد الله تلييد الامام

¹ سنن الکبریٰ للبیہقی باب التسمیة علی الوضوء مطبع بیروت ۱/۴۵

² کنز العمال آداب الوضوء مؤسسة الرسالة بیروت ۲۹۴/۹

³ مصنف ابن ابی شیبہ فی التسمیة فی الوضوء ادارة القرآن کراچی ۳/۱

⁴ کنز العمال آداب الوضوء مؤسسة الرسالة بیروت ۴۵۷/۹

ان تمام طرق کی موجودگی میں سقوط کا قول کرنا محال ہے ب اور
مرقاۃ میں دارقطنی کی روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ ثانیاً
علامہ زیلعی محدث جمال الدین عبداللہ شاگرد امام زیلعی فقیہ
فخر الدین عثمان شارح کنز نصب الراية میں "لا وضوء لمن لم
يسم الله" (اس کا وضو نہیں جو اللہ کا نام نہ لے) کی حدیث کے
تحت فرماتے ہیں کہ امام ابن جوزی ابو الفرج الحنبلی نے ہم پر
حجت قائم کرنے کیلئے وہ بسم اللہ کو وضو میں واجب قرار دیتے ہیں
فرمایا کہ محدث (جس کو حدیث اصغر لاحق ہوا کیونکہ کلام اُسی میں
ہے اور عند الاطلاق وہی مراد ہوتا ہے، کما فی الحلیہ) اس کو
مصحف کا چھونا اپنے سینہ سے جائز نہیں اہ اور اس کو انہوں نے
برقرار رکھا۔ ت) میں کہتا ہوں اس کی تائید فتح میں، پھر بحر میں
اور تبیین پر شبلی کے حاشیہ میں ہے مجھ سے بعض دوستوں نے
دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص گلے میں رومال ڈالے ہو تو وہ اس
رومال سے مصحف کو چھو سکتا ہے؟ میں نے کہا میں اس سلسلہ
میں کوئی نقل تو نہیں پاتا ہوں لیکن اگر صورت یہ ہو کہ اس کے
ایک کنارے سے مصحف کو پکڑے اور اس کے حرکت دینے سے
دوسرا کنارہ حرکت کرے تو جائز نہ ہونا چاہئے اور اگر حرکت نہ
کرے تو مس کرنا جائز ہونا چاہئے، کیونکہ پہلی صورت میں وہ
اس کو اس کا تابع قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس کا بدن ہے دوسری
صورت میں تابع نہیں کہتے اہ کیونکہ محدث سے مراد حدیث
اصغر والا شخص ہے، کیونکہ اس سے

الزيلي الفقيه فخر الدين عثمان شارح الكنز في نصب
الراية تحت حديث لا وضوء لمن لم يسم الله تعالى عن
الامام ابن الجوزي ابي الفرج الحنبلي انه قال محتجاً
عليناً في ايجابهم التسمية للوضوء ان المحدث (اى
بالحدث الاصغر اذ فيه الكلام و(۱) يكون هو المراد عند
الاطلاق كما في الحلية) (۲) لا يجوز له مس المصحف
بصدره^۱ اھ واقرة عليه۔

قلت: ويؤيده ما في الفتح ثم البحر وحاشية الشلبي على
التبيين (۳) قال لي بعض الاخوان هل يجوز مس
المصحف بمنديل هولا بسه على عنقه قلت لا اعلم فيه
منقولاً والذي يظهر انه ان كان بطرفه وهو يتحرك
بحركة يبغي ان لا يجوز وان كان لا يتحرك بحركته
يبغي ان يجوز لا اعتبارهم اياه في الاول تابعاً له كبدينه
دون الثاني^۲ اھ فان المراد المحدث بالحدث الاصغر اذ قد
نقل قبله بأسطر عن الفتاوى لا يجوز للجنب والحائض
ان يمس المصحف بكمها او ببعض ثيابها لان الثياب
بمنزلة بدنهما^۳ اھ فقله

^۱ نصب الراية كتاب الطهارة اسلامية رياض ۷/۱

^۲ بحر الرائق باب الحيض سعيد كيني كراچی ۲۰۱/۱

^۳ شلبي على التبيين باب الحيض بولاق مصر ۵۸/۱

کچھ ہی پہلے فتاویٰ سے منقول ہوا کہ جنب اور حائض کو جائز نہیں کہ وہ دونوں مصحف کو اپنی آستین سے یا کپڑے کے کسی حصہ سے چھوئیں کیونکہ کپڑے منزلہ ان کے بدن کے ہیں اھ تو بعض کپڑوں میں وہ رومال بھی آجاتا ہے جس کو وہ پہنے ہوئے ہو تو پھر وہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ میں اس میں کوئی نقل نہیں جانتا کیا وہ دیکھتے بھالتے اُس نقل کو بھول گئے جو خود ہی انہوں نے پیش کی ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں میں نے تمہیں میں دیکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں حدیث کی وجہ سے قرآن کو ہاتھ لگانا منع کیا ہے، اور جنابت اور نفاس نے حیض کی طرح، پڑھنے اور ہاتھ لگانے دونوں کو منع کیا ہے، ان کی عبارت یہ ہے کہ اُن کیلئے اُن کپڑوں کے ساتھ جو وہ پہنے ہوئے ہیں قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں کیونکہ وہ کپڑے بمنزلہ بدن کے ہیں، اور اس لئے اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ زمین پر نہیں بیٹھے گا وہ اس طرح بیٹھا کہ اس کے اور زمین کے درمیان پہنے ہوئے کپڑے حائل ہوں تو وہ قسم میں حائض ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص بحالتِ نماز نجاست پر کھڑا ہوا اور اس کے دونوں پیروں میں جوتے یا جرابیں ہیں تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، اگر یہ چیزیں جدا ہیں تو ہو جائے گی اھ تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضمیر محدث کی طرف لوٹتی ہے اور اس کی طرف بھی جو محدث کے ساتھ ہو، یہ صریح نقل ہے والحمد للہ، اور خلاصہ یہ کہ جب قرآن کو اس کپڑے کے ساتھ بچھونا جائز نہیں جو اس کی گردن اور سینے پر ہے تو خود گردن اور سینے سے مس کرنا کیسے جائز ہوگا! پس معلوم ہوا

بعض ثیابہما کان یشمل مندیلًا ھو لا یسہ فلم یقول لا اعلم فیہ المنقول افینسی ما نقلہ انفا ھو بمرأی منہ۔
اقول: لکنی رایت فی التبیین قال بعد قوله منع الحدث مس القرآن ومنع من القراءة والمس الجنابة والنفاس كالحيض مانصه ولا يجوز لهم مس المصحف بالثیاب التي یلبسونها لانها بمنزلة البدن ولهذا لو حلف لا یجلس علی الارض فجلس علیها وثیابه حائلة بینہ وبينها ھو لا یسہا یحنت (۲) ولو قام فی الصلاة علی النجاسة وفی رجلیہ نعلان او جوبان لاتصح صلاتہ بخلاف المنفصل عنہ اھ فهذا ظاہر فی رجوع الضمیر الی المحدث ومن معہ جبیعا فهذا النقل ولله الحمد وبالجملة المقصود انه اذا منع مسه بما علی عنقه وصدرة فكیف یبھا فدل علی حلول الحدث جمیع البدن ثم رأیت المسألة منصوصاً علیہا فی الھندیة عن الزاھدی حیث قال اختلفوا فی مس المصحف بما عدا اعضاء الطہارة وبما غسل من الاعضاء قبل اكمال الوضوء والمنع اصح اھ²

¹ تبیین الحقائق باب الحيض بولاق مصر ۱۷۷۵

² فتاویٰ ہندیہ باب فی احکام الحيض والنفاس والاستحاضہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۹/۱

کہ حدث تمام بدن میں سرایت کرتا ہے، پھر میں نے اس مسئلہ کو ہندیہ میں زاہدی سے منصوص دیکھا وہ فرماتے ہیں اعضاء طہارۃ اور وہ اعضاء جو وضو کی تکمیل سے قبل دھوئے گئے ہوں اُن سے مسِ مصحف میں اختلاف ہے، اور منعِ اصح ہے اھ (ت)

حاشیہ عرفاء کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ حدث چھوٹا ہو خواہ بڑا مطلقاً کھانا کھانے ہی سے پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ نماز میں تہتہ بھی کہ عین دربار میں ایسی سخت غفلت اُسی سے ہو سکے گی جس کا پیٹ بھرا اور نہایت بھرا ہو کہ بھوک میں تو ہنسی سے و انت کھانا ہی نادر ہے نہ کہ ٹھٹھا اور وہ بھی نماز میں، اور شک نہیں کہ کھانے کا نفع تمام بدن کو پہنچتا ہے یونہی فضلہ نکل جانے کی منفعت و راحت بھی سارے بدن کو ہوتی ہے تو کھانا معدہ میں جانا غفلت پیدا کرتا ہے اور موذی یعنی فضلہ کا نکلنا غفلت کو ثابت و مؤکد کرتا ہے اور غفلت سے دل کی موت ہے اور دل بدن کا بادشاہ ہے کہ یہی بوٹی درست ہو تو سارا بدن درست رہے اور بگڑے تو سارا بدن خراب ہو جائے اور پانی تازگی لاتا اور غفلت دُور کرتا ہے جیسا کہ غشی والے کے مُنہ پر چھڑکنے میں مشاہدہ ہے۔

تو میں کہتا ہوں جس طرح موت کا سبب سارے بدن کو عام ہوا تھا چاہئے تھا کہ حیات کا سبب یعنی پانی بھی سب جسم پر پہنچے حدث اکبر میں تو شرع نے یہی حکم دیا مگر حدث اصغر بکثرت مکرر ہوتا ہے تو ہر حدث اصغر پر اگر نہانے کا حکم ہوتا تو لوگ حرج میں پڑتے اور اس دین میں حرج نہیں لہذا اس نرم و آسان شریعت نے اطراف بدن کا دھونا قائم مقام نہانے کے فرمایا دیا کہ اللہ عزوجل کی سنتِ کریم ہے

وثالثاً: تقرر (۱) عند العرفاء ان لا حدث صغير ولا كبير الا ما تولد من اكل حتى القهقهة في الصلاة فان تلك الغفلة الشديدة في عين الحضرة لا تكون الا من شبع اى شبع اذ الجائع ربما لا يكسر له سن فضلا عن القهقهة خلفه عن كونها في الصلاة ولا شك ان نفع الاكل يعم البدن وكذا نفع الخارج والراحة الحاصلة به فدخول الطعام يولد الغفلة وخروج المؤذى يحققها وبالغفلة موت القلب والقلب رئيس فانه المضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله والماء ينعش ويذهب الغفلة كما هو مشاهد في المغشى عليه۔

قلت: فكما ان سبب الموت عم البدن كان ينبغى ان يعبه ايضا سبب الحياة وبه اتى الشرع في الحدث الاكبر لكن الاصغر يتكرر كثيرا فلو امروا كلما احدثوا ان يغتسلوا لوقعوا في الحرج والخرج مدفوع فاقامت الشريعة السبحة السهلة مقام الغسل غسل الاطراف اذ من سنة كرمه تعالى ان اذ اصلح الاول والاخر تجاوز عن الوسط وجعله معبورا

فيهما ثم كان من الاطراف الراس وغسله كل يوم مرارا
ايضا كان يورث البؤس والباس فأبدل فيه الغسل
بالمسح رحمة من الذي يقول عز من قائل يريد الله
بكم اليسر ولا يريد بكم العسر فقضية هذا ان الحدث
ولو اصغى رجل البدن كله۔

اقول: (١) وبه تبين ان ماصرح به غير واحد من مشائخنا
وغيرهم ان غسل غير المصطب في الحدث امر تعبدى كما
في الهداية وغيرها وقد مناه عن الكافي (٢) وكذلك
الاقتصار على الاربعة في الوضوء كما فيها وفي الحلية وغيرها
وبه قال الامام الحرمين واختاره الامام عز الدين بن
عبد السلام كلاهما من الشافعية فان كل ذلك في علم
الحقائق احكام معقولة المعنى والله تعالى اعلم هذا
تقرير اسئلة ظهرت لي واتيت بها كيلا تعن لقاصر مثلي
ولا يتفرع للتدبر فيحتاج لكشفها۔

اقول: في الجواب عن الاول المراد نجاسة الاثام اذ لو اريد
نجاسة الحدث لزم ان من لم يسم لم يتم طهره وهو
مذهب الظاهرية ورواية عن الامام احمد رضي الله تعالى
عنه ولم يقل به احد من علمائنا وبقاء نجاسة الاثام
فيما عدا اعضاء الطهر بل

کہ جب اول و آخر ٹھیک ہوتے ہیں تو بیچ میں جو نقصان ہو اُس سے
درگزر فرماتا ہے اب اطراف بدن میں سر بھی تھا اور اُسے ہر روز
چند بار دھونا بھی بیمار کر دیتا مشقت میں ڈالتا لہذا اس کو دھونے
کے عوض مسح مقرر فرمادیا، رحمت اس کی جو فرماتا ہے کہ اللہ
تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا۔ (اس تمام
گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حدث خواہ اصغر ہی ہو تمام بدن میں
حلول کرتا ہے۔ ت)

میں کہتا ہوں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے مشائخ کا یہ
فرمانا کہ اُن اعضاء کو دھونا جن کو حدث نہیں پہنچا ہے محض امر
تعبدی ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے اور ہم نے کافی سے بھی
نقل کیا ہے، اور اسی طرح وضو میں چار پر اقتصار جیسا کہ ہدایہ اور
حلیہ وغیرہ میں ہے اور یہی امام الحرمین کا قول ہے اور امام عز
الدین بن عبد السلام نے اس کو اختیار کیا ہے یہ دونوں شافعی علماء
ہیں کیونکہ یہ تمام حقائق کے معقول احکام ہیں واللہ تعالیٰ
اعلم، یہ اُن سوالوں کی تقریر ہے جو مجھے متکشف ہوئے، میں
نے ان پر اس لئے گفتگو کی ہے کہ کہیں مجھ جیسے قاصر کو یہ
درپیش نہ آجائیں اور وہ مشکل میں مبتلا نہ ہو جائے۔ (ت)

اب میں پہلے کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد گناہوں
کی نجاست ہے کیونکہ اگر حدث کی نجاست کا ارادہ کیا جائے تو یہ
لازم آئے گا جو بسم اللہ نہ کرے اُس کی طہارت مکمل نہ ہوگی، اور
یہ ظاہر یہ کا مذہب ہے، اور امام احمد کی ایک روایت ہے اور
ہمارے علماء میں سے کسی کا قول نہیں، اور اعضاء طہارت کے علاوہ

وفیہا ایضاً کما قدمنا لاینافی صحة الطهارة والصلاة وبه (۱) ظهر الجواب عن استدلال ابی الفرج بالحديث وعن الثاني: ان المنع للحدث بالمعنى الثانى الغير المتجزى لقوله تعالى لا یسہ الا بالمطہرون وقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یسہ القرآن الا طاهر وهو لا یكون طاهر ام بقیت لمعة وان خفت فمنع المس انما یقتضى تلبس المكلف بنجاسة حکمیة لا تلبس خصوص العضو الممسوس به الا ترى انه لا یجوز مسه بید قد غسلها ما لم یستكمل الوضوء الا ترى انهم منعوا المس بما علیه من الثیاب ولا نجاسة فیها حقيقة ولا حکمیة انما المنع لانها تبع لبدن شخص محدث فلان یمنع بنفس بدنه اولی وان کان بدنًا لم یحله الحدث هذا على الاصح اما على قول من یقول ان المنع للمعنى الاول ای لقیام النجاسة الحکمیة بالمسوس به فالمسألة ممنوعة من رأسها بل هو قائل بجواز مسه بغير اعضاء الطهارة كما مر عن الهندیة وان منع المس بالثیاب فبثوث تابع لما فیہ الحدث کالکمل لیدلم یغسل لا مطلقاً کما لا یخفى.

وعن الثالث: نعم ذلك تخفيف من ربکم ورحمة لكنه یحتمل وجهین الاول ان یتعبر الشرع حلول الحدث بكل البدن ثم یجعل تطهیر الاعضاء الاربعة تطهیراً للکل والثانی ان الشارع لم أرأى فیہ الحرج

باقی اعضاء میں گناہوں کی نجاست کا باقی رہنا، بلکہ اعضاء طہارت میں بھی، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا صحت طہارت کے منافی ہے اور نہ ادائیگی نماز کے، اور اسی سے ظاہر ہو گیا جو اب اس استدلال سے جو ابوالفرج نے حدیث سے کیا ہے۔ اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا منع کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے جو غیر متمجزی ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے "اس کو پاک لوگ ہی چھوئیں" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "قرآن کو پاک ہی چھوئے" اور محدث اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک ایک "لمعة" بھی باقی رہے خواہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو، تو چھونے کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ مکلف نجاست حکمیہ کے ساتھ ملوث ہے، یہ نہیں کہ اس کا کوئی خاص عضو اس میں ملوث ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کو محض دھلے ہوئے ہاتھ سے چھونا جائز نہیں تاوقتیکہ وضو مکمل نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس ہاتھ سے قرآن چھونے کو منع کیا ہے جو کپڑے میں لپٹا ہوا ہو خواہ اس پر نہ حقیقی نجاست ہو اور نہ حکمی، ممانعت اس لئے ہے کہ وہ محدث کی ذات کے تابع ہے تو نفس بدن سے چھونے کی ممانعت بدرجہ اولی ہوگی، خواہ اس میں حدث نے حلول نہ کیا ہو، یہ اصح کے مطابق ہے، اور جو حضرات منع معنی اول میں قرار دیتے ہیں، یعنی مسوس بہ کے ساتھ نجاست حکمیہ کا قائم ہونا، تو مسئلہ اصلاً ممنوع ہے، بلکہ اُس کے مَس کے جواز کے قائل ہیں

بلا اعضاء طہارت کے، جیسا کہ ہندیہ سے گزرا، اور اگر کپڑوں کے ساتھ چھونا جائز نہیں تو اس کپڑے کے ساتھ جو تابع ہو کیونکہ اس میں حدث ہے، جیسے آستین ہاتھ کیلئے جو دھلانا ہو، نہ کہ مطلقاً کھانا یا یخفی۔

اور تیسرے کا جواب یہ ہے، ہاں یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے اور رحمۃ ہے لیکن اس میں دو وجہیں ہیں پہلی تو یہ کہ شرع تمام بدن میں حدث کے حلول کا اعتبار کرتی ہے اور پھر چار اعضاء کی تطہیر کے بعد کل بدن کی طہارت کا حکم کرتی ہے اور دوسرے یہ کہ شارع نے جب اس میں حرج دیکھا تو اس کے اعتبار کو ساقط کر دیا صرف اعضاء اربعہ میں رہنے دیا، اور ان میں سے ہر ایک کی نظیر شرع میں موجود ہے، پہلے کی نظیر تمیم ہے اس میں دو اعضاء کے مسح کرنے کو چاروں اعضاء کی پاکی قرار دیا ہے، اور دوسرے کی نظیر آنکھ ہے کہ اس کے دھونے میں حرج تھا، تو شریعت نے اس میں حدث کا حلول نہیں مانا، یہ نہیں کہ حدث حلول کر گیا ہو، اب اگر کسی نے اپنی دونوں آنکھیں دھوئیں تو پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہوگا، اور جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال ختم ہو جاتا ہے، بلکہ میں کہتا ہوں اگر آپ تامل کریں تو دوسرے کو ترجیح ہے کیونکہ اعتبار نہ کرنا اعتبار کرنے سے اولیٰ ہے کہ پہلے اعتبار کیا جائے پھر اس کو باطل کیا جائے، اور آنکھ پر قیاس کرنا حرج کی علت سے

اسقط اعتبارہ الا فی الاعضاء الاربعة ولكل منهما نظیر فی الشرع فنظیر الاول التیمم جعل فیہ مسح عضوبین مطہر الاربع بالاتفاق ونظیر الثانی العین کان فی غسلها حرج فلم یجعلها الشرع محل حلول حدث اصلاً لانه حل وسقط الغسل للخرج (۱) فلو غسل عینیہ لایصیر الماء مستعبداً بالوفاق وعند الاحتمال ینقطع الاستدلال، بل اقول: (۲) لو تأملت لرجحت الثانی اذ عدم الاعتبار اولی من الاعتبار ثم الاهداف والقیاس علی العین بجامع الحرج واضح صحیح بخلاف التیمم فان اصل الواجب ثم الوضوء والتیمم خلف ولم یزعم ههنا احد ان اصل الواجب بکل حدث هو الغسل والوضوء خلف بل لم یقل احد ان الغسل عزیبة والوضوء رخصة وهؤلاء ساداتنا العرفاء الکرام اعاد الله تعالى علینا برکاتهم فی الدارین رأینا هم یأخذون انفسهم فی کل نقیر وقطیر بالغرائم ولا یرضون لهم التنزل الی الرخص ثم لم ینقل عن احد منهم انه الزم نفسه الغسل عند کل حدث مکان الوضوء ولو التزمه الان احد لکان متعبطاً مشدداً منتنعاً فظهر انه من الباب الثانی دون الاول علی ان ذلک طور اخر وراء الطور الذی نتکلم فیہ والاحکام (لاتخلو عن الحکم لکن لاتدار علیها الا تری ان من

اشتغل فی لہو ولعب ومزاح وقہقہة خارج الصلاة فلا شک انه غافل فی تلك الساعات عن ربہ عزوجل (۱) لاسیما الذی قہقہہ فی صلاة الجنائزۃ مع ان فی ذکرى الموت شغلا شاغلا ولم يجعل الشرع شیئا من ذلك حدثا وكذا لم يجعل الاکل وهو الاصل ولا النوم الذی هو اخ الموت مالم یظن خروج شیء بان لم یکن متمکنا فعلینا اتباع مارحوة وصحوة کما لو افتونا فی حیاتهم واللہ تعالیٰ اعلم باحکامہ۔

تنبیہ: (۱) معلوم ان اقامة قربۃ اور رفع حدث واسقاط فرض اوازالۃ نجاسة حکمیۃ بایہا عبرت کل ذلك یشمل المسح المفروض مطلقا والسنون بشرط النیۃ فیجب ان تصیر البلۃ مستعبلۃ اذا انفصلت من رأس او خف اوجبیرۃ اواذن مثلا ولذا عولنا علیہ وصرحنا بعمومہ المسح لکن قال الامام فقیہ النفس فی الخانیۃ (لو ادخل المحدث

واضح اور صحیح ہے بخلاف تیمم کے کیونکہ وہاں اصلۃ جو چیز واجب ہے وہ وضو ہے اور تیمم خلیفہ ہے، اور یہاں کسی نے گمان نہیں کیا کہ ہر حدث میں اصلۃ واجب غسل ہے اور وضو خلیفہ ہے، بلکہ کسی نے یہ بھی نہ کہا کہ غسل عزیمۃ ہے اور وضو رخصۃ ہے، حالانکہ ہمارے یہ بزرگ، اللہ ان کی برکتیں ہم پر نازل کرے، باریک سے باریک تر چیز کا اعتبار کرتے ہیں اور کسی قسم کی رخصت پر تیار نہیں ہوتے، پھر ان میں سے کسی سے منقول نہیں کہ بجائے وضو کے غسل کرتا ہو اور اگر اب کوئی ایسا کرے تو وہ انتہا درجہ کا متشدد ہوگا تو معلوم ہوا کہ وہ دوسرے باب سے ہے نہ کہ پہلے باب سے۔ علاوہ ازیں یہ ہماری گفتگو کا ایک نیا انداز ہے، اور احکام حکمتوں سے خالی نہیں ہوتے، لیکن اُن پر دارومدار نہیں ہوتا، مثلاً کوئی شخص لہو ولعب، مزاح اور قہقہوں میں بیرون نماز مصروف ہے تو بلاشبہ ان لمحات میں وہ اپنے رب سے غافل ہے، خاص طور پر قہقہہ لگانے والا نماز جنازہ میں، حالانکہ موت انسان کو ہر چیز سے موڑ کر اللہ کی طرف متوجہ کر دیتی ہے، مگر شارع نے ان اشیاء میں سے کسی چیز کو بھی حدّث قرار نہیں دیا ہے، اور اس طرح کھانے کو، جو اصل ہے، اور نیند کو جو موت کی نظیر ہے تاوقتیکہ اُس شخص کو یہ ظن نہ ہو جائے کہ کوئی چیز خارج ہوئی ہے، مثلاً یہ کہ جم کر نہیں بیٹھا یا لیٹا تھا، تو ہم پر لازم ہے کہ جس چیز کو فقہاء نے رائج قرار دیا اور صحیح قرار دیا ہے ہم اس کی بالکل اسی طرح پیروی کریں جیسے اگر وہ حضرات اپنی زندگی میں ہمیں فتویٰ دیتے۔ تب تبیہ: یہ امر معلوم ہے کہ قرۃ کی ادائیگی، رفع حدث، اسقاط فرض، نجاست حکمیہ کا ازالہ وغیرہ، جو تعبیر بھی آپ کریں یہ مفروض مسح کو مطلقاً شامل ہے اور مسنون کو بشرط نیت، لہذا لازم ہے کہ تری سر سے، موزے سے، پٹئی سے یا کان سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جائے، اور اسی لئے ہم نے اس پر اعتماد کیا، اور مسح کے عام ہونے کی تصریح کی، لیکن امام فقیہ النفس نے خانیہ میں فرمایا اگر بے وضو نے اپنا سر مسح کیلئے

رأسه في الاناء يريد به المسح لايصير الماء مستعملا في قول ابي يوسف رحمه الله تعالى قال انما يتنجس الماء في كل شيء يغسل اما ما يصير فلا يصير الماء مستعملا وان اراد به المسح وقال محمد رحمه الله تعالى اذا كان على ذرا عيه جبائر فغسها في الماء او غس رأسه في الاناء لايجوز ويصير الماء مستعملا¹ اهـ و(١) قد قدم قول ابي يوسف رحمه الله تعالى فكان هو الاظهر الاشهر كما افادني في خطبته فكان هو المعتمد كما في ط وش بل صححو ان محمدا فيه مع ابي يوسف رحمه الله تعالى فلا خلاف قال في البحر (٢) لو ادخل رأسه الاناء او خفه او جبرته وهو محدث قال ابو يوسف رحمه الله تعالى يجزئه المسح ولا يصير الماء مستعملا سواء نوى اولم ينو وقال محمد رحمه الله تعالى ان لم ينو يجزئه ولا يصير مستعملا وان نوى المسح اختلف المشايخ على قوله قال بعضهم لايجزئه ويصير الماء مستعملا والصحيح انه يجوز ولا يصير الماء مستعملا كذا في البدائع فعلم بهذا ان مافي الجيع² - قلت اي والخائبة والفتح وغيرها من الخلاف في هذه المسألة على غير الصحيح

برتن میں ڈبو دیا تو ابو یوسف کے قول کے مطابق پانی مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ وہ فرماتے ہیں پانی اس چیز سے نجس ہوگا جو دھوئی جاتی ہے، اور جو مسح ہے اُس سے نہیں خواہ اُس سے مسح کا ارادہ ہی کیا ہو، اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر کسی کے ہاتھوں پر پٹیاں ہوں اور اس نے وہ پانی میں ڈبو دیے یا اپنا سر پانی میں ڈبو دیا تو جائز نہیں اور پانی مستعمل ہوگا اہ ابو یوسف کے قول کو مقدم کیا گیا ہے وہی ظاہر و مشہور ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے خطبہ میں فرمایا تو وہی قابل اعتماد ہوگا، جیسا کہ "ط" و "ش" میں ہے بلکہ فقہاء نے اس امر کو صحیح قرار دیا ہے کہ اس میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں، تو کوئی اختلاف باقی نہ رہا۔ بحر میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنا سر، موزہ یا پٹی بے وضو ہونے کی حالت میں برتن میں ڈبودی تو امام ابو یوسف نے فرمایا مسح ہو جائے گا اور پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ مسح کی نیت کی ہو یا نہ، امام محمد نے فرمایا اگر نیت نہیں کی تو ان کے قول پر اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعضے کہتے ہیں اس کو کافی نہ ہوگا اور پانی مستعمل ہو جائے گا، اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور پانی مستعمل نہ ہوگا کذا فی البدائع تو اس سے معلوم ہوا کہ جمع میں جو اختلاف ہے۔ (ت) (میں کہتا ہوں خانیہ اور فتح وغیرہ میں بھی) جو اختلاف بیان کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں، صحیح یہ ہے

¹ فتاویٰ خانیہ علی الھندیۃ باب الماء المستعمل نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۵/۱

² بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/۱

کہ اختلاف نہیں، اور یہ بھی معلوم ہو کہ سر، موزے اور پٹی میں کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ ابن الملک نے ذکر کیا اھ
اور اسی کو دُر میں مختصر کیا، فرمایا پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ نیت کی ہو، یہ متفق علیہ ہے صحیح قول پراہ ت

اقول: یہ چیز کوئی قابلِ تعجب نہیں، اس کا یہ معنی نہیں کہ مسح سے استعمال نہیں ہوتا، حالانکہ تمام فقہاء کا کلام اسباب استعمال کے سلسلہ میں عام ہے اس میں غسل اور مسح دونوں شامل ہیں، اور پھر اکابر علماء نے مسئلہ کی صراحت بھی کی ہے، مثلاً فقیہ النفس فرماتے ہیں کسی شخص نے وضو کیا پھر ہاتھ دھونے کے بعد جو تری باقی رہ گئی تھی اس سے موزے پر مسح کر لیا تو جائز ہے اور اگر سر پر مسح کیا اور مسح کے بعد ہاتھ پر جو تری رہ گئی تھی اُس سے موزے پر مسح کیا تو جائز نہیں کیونکہ اس نے مستعمل تری سے موزے پر مسح کیا ہے بخلاف اول کے اھ۔ فتح و خانہ میں اسی کو برقرار رکھا، پھر استیعاب مسح میں سنت ہے، اور استیعاب کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی انگلیاں ماتھے پر رکھے اور تھیلیاں کنپٹیوں پر اور گدی کی طرف کھینچ کر لے جائے تو جائز ہے، اور بعض دوسرے فقہاء نے اور طریقہ بتایا کہ مستعمل پانی کے استعمال سے بچا جاسکے، مگر اس میں بہت تکلف اور مشقت ہے، تو پہلی صورت جائز ہے اور پانی مستعمل نہ ہوگا تا کہ سنت ادا ہو سکے اھ۔ یعنی جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ پانی جب تک عضو پر باقی

بل الصحيح ان لاختلاف وعلم ايضاً انه لافرق بين الرأس والخف والجبيرة خلافاً لما ذكره ابن الملك¹ اھ واختصره في الدر فقال لم يصير الماء مستعملاً وان نوى اتفاقاً على الصحيح² اھ

اقول: ولا يهولنك هذا فليس معناه ان المسح لايفيد الاستعمال كيف وكلامهم طراني اسبابه مطلق يعم الغسل والمسح ثم المسألة عينها منصوبة على لسان الكبراء منهم فقيه النفس (۱) اذيقول توضأ ثم مسح الخف ببلة بقیة کفه بعد الغسل جاز ولو مسح برأسه ثم مسح الخف ببلة بقیة علی الکف بعد المسح لایجوز لانه مسح الخف ببلة مستعملة بخلاف الاول³ اھ واقرة فی الفتح وغیره وفي الخانیة ایضاً (۲) الاستیعاب فی مسح الرأس سنة وصورة ذلك ان يضع اصابع يديه على مقدم راسه وكفيه على فؤديه ويدهما الى قفاه فيجوز وأشار بعضهم الى طريق اخر احترازاً عن استعمال الماء المستعمل الا ان ذلك لايمكن الا بكلفة ومشقة فيجوز الاول ولا يصير الماء مستعملاً ضرورة إقامة السنة⁴ اھ ای لما علم ان الماء مادام على العضو لا يصير مستعملاً وفي الفتح (۳) من مسح الرأس لو مسح بأصبع واحدة مدّها قدر الفرض

¹ بحر الرائق کتاب الطهارة سعید کپنی کراچی ۱۵/۱

² الدر المختار ارکان الوضوء ۱۹/۱

³ فتاویٰ خانیة مسح علی الخفین ۲۳/۱

⁴ خانیة علی الہندیة فصل صفۃ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵/۱

رہتا ہے مستعمل نہیں ہوتا ہے۔ اور فتح میں ہے جس نے سر کا مسح کیا یا اگرچہ ایک انگلی سے مسح کیا کہ اس کو بقدر فرض کھینچا، تو زفر کے نزدیک جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ تری مستعمل ہو گئی، مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ پانی عضو سے جدا ہوئے بغیر مستعمل نہیں ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ پانی عضو سے لگتے ہی مستعمل ہو جائے مگر اعضاء مغسولہ میں اس کو حرج کی وجہ سے معتبر نہیں مانا گیا ہے ورنہ تو عضو کے ایک حصہ کا پانی دوسرے حصہ کو ناپاک کر دیتا، اور مسح میں یہ صورت حال نہیں ہے کیونکہ اس میں بہانا نہیں ہے محض لگانا ہے تو اس میں اصل پر اعتبار کیا گیا۔ اس اعتراض کے جواب میں کہا گیا ہے کہ امام ابو یوسف نے سر کو برتن میں داخل کرنے کی بابت جو ارشاد فرمایا ہے یہ قول اس کے برخلاف ہے کیونکہ پانی اُن کے نزدیک پاک کرنے والا ہے، وہ فرماتے ہیں پانی لگانے سے مسح تو ہو گیا اور چونکہ پانی عضو سے جدا ہونے کے بعد مستعمل ہوتا ہے اور مسح میں جدا نہیں ہوتا اس لئے مستعمل بھی نہ ہوگا حتیٰ کہ بعض متاخرین نے بجائے اس دلیل کے یہ دلیل اختیار کی ہے کہ انگلی کی تری اس طرح جدا ہوئی کہ اس کو کھینچا گیا تو اب یہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ اس باب میں نقول بہت موجود ہیں جو مشہور کتب میں پائی جاتی ہیں، اور

جاز عند زفر وعندنا لایجوز وعلوہ بأن البلة صارت مستعملة وهو مشكل بأن الماء لایصیر مستعملا قبل الانفصال وما قبل الفصل ثبوت الاستعمال بنفس الملاقة لكنه سقط في المغسول للخرج اللازم بالزام اصابة كل جزء بأسالة غیر المسال على الجزء الآخر ولا حرج في المسح لانه يحصل بمجرد الاصابة فبقى فيه على الأصل دفع بأنه مناقض لما علل به لابی یوسف رحمه الله تعالى في مسألة ادخال الراس الاناء فان الماء طهور عنده فقالوا المسح حصل بالاصابة والماء انما يأخذ حكم الاستعمال بعد الانفصال والمصاب به لم يزایل العضو حتى عدل بعض المتأخرين الى التعليل بلزوم انفصال بلة الاصبع بواسطة البد فیصیر مستعملا لذلك¹ وبالجمله فالنقول في الباب كثیرة بشیرة وفي الكتب شهیرة وان كان للعبد في مسألة الاصبع اباحت غزيرة فلیس وجه مسألة الاناء مايتوهم بل ما نقلناه انفا عن الفتح وقد ذكره في موضع اخر بقوله ان الماء لا يعطى له حكم الاستعمال الا بعد الانفصال والذي لاقى الراس من اجزائه لصق به فطهره وغیره لم یلاقه فلم یستعمل²۔ فمعنی قولهم فیها لایصیر الماء

¹ فتح القدیر کتاب الطہارت نور یہ رضویہ سحر ۱۶/۱

² فتح القدیر کتاب الطہارت نور یہ رضویہ سحر ۱۷/۱

مستعملاً ای مابقی فی الاناء وهو المراد بقول الخائبة
عن الامام ابی یوسف انما یتنجس الماء فیما یغسل
لاما یمسح ای ماء الاناء بأدخال ما وظیفه الغسل دون
المسح فزال الوهم وفیه المدعی۔

اقول: (۱) وان كان فی قصرهم اللقاء علی مالصق بالرأس
تأمل ظاهره وکان هذا هو مراد المحقق اذ قال بعد ذكره
وفیه نظر^۱۔

اقول: ویظهر لی ان سبیل المسألة سبیل الخلف فی
الملقی والملاقی وتصحيح هذه بل تصحيح الوفاق فیها
ربما یعطى ترجیح عدم الفرق الا ان یفرق بین الغسل
والمسح فلا یصیر به کل الماء مستعملاً حکماً بالاتفاق
بخلاف الغسل ویحتاج لوجه فلیتدبر والله تعالی
اعلم۔

تنبيه: اعلم ان مسألة الاصبغ المارة ترکها المحقق فی
الفتح غیر مبینه ذکر له ثلث تعلیلات ورد الجبجیع
فالاول التعلیل بالاستعمال وقد علمت رده وما

ناجیز انگلی کے مسئلہ پر بڑی گہری اباحت رکھتا ہے، برتن کے مسئلہ کی وجہ
وہ نہیں جو بعض حضرات کے وہم میں آئی ہے بلکہ وہ ہے جو ہم نے ابھی
فتح سے نقل کی ہے اور اسی کو انہوں نے دوسرے مقام پر اس طرح بیان
کیا ہے کہ پانی کو مستعمل ہونے کا حکم اُسی وقت ملے گا جب وہ عضو سے
جدا ہو اور پانی کے جو اجزاء سر سے متصل ہوئے وہ اسی میں چپک جاتے
ہیں اور اس کو پاک کر دیتے ہیں اور سر کے علاوہ کسی اور حصے پر نہیں لگتے
ہیں تو مستعمل نہ ہوا۔ تو فقہاء نے جو فرمایا ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا
اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک برتن میں رہے، اور خانیہ نے امام ابو
یوسف سے جو نقل کیا ہے کہ پانی اُن اعضاء میں مستعمل ہوتا ہے جو
دھوئے جاتے ہیں نہ کہ اُن میں جو مسح کیے جاتے ہیں، تو اس سے ان کی
مراد یہ ہے کہ برتن کا پانی اُن اعضاء کے داخل کرنے کی وجہ سے مستعمل
ہوگا جو مغسولہ ہیں نہ کہ مسحہ تو وہم رفع ہوا اور یہی مقصود
تھا۔ (ت) میں کہتا ہوں میں کہتا ہوں اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ کا
حل ملنے والی شے اور جس سے ملی ہے اس میں اختلاف پر مبنی ہے، اور
اس کی تصحیح فقہاء نے ملنے کو جو سر کے ساتھ مختص کر دیا ہے اس میں
بظاہر تاثر ہے، اور غالباً محقق کی مراد یہی ہے کیونکہ انہوں نے اس کے
ذکر کے بعد فرمایا: وفیه نظر۔ (ت) بلکہ اس میں اتفاقی کی تصحیح سے عدم
فرق کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، ہاں اگر غسل اور مسح میں ہی فرق کر لیا
جائے تو بات اور ہے، تو اُس سے تمام پانی حکماً مستعمل نہ ہوگا بالاتفاق
بخلاف غسل کے، اور یہ دلیل کا محتاج ہے فلیتدبرو اللہ تعالیٰ اعلم۔
(ت) تنبیہ: انگلی کا مسئلہ جو گزرا اس کو محقق نے فتح میں واضح نہیں کیا
تین تعلیلات بیان کیں اور تینوں کو رد کر دیا، پہلی تعلیل استعمال سے
متعلق ہے اور اس کا رد تم معلوم کر چکے ہو، اور اس کی

¹ فتح القدیر کتاب الطہارۃ ۱/۷۱

عدل الیہ بعض المتأخرین لاصلاحه فردة والا اول معابان هذا كله يستلزم (۱) ان مد اصبعین لایجوز وقد صرحوا به وكذا الثلاث علی القول بالربع وهو قول ابی حنیفة وابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ ولكن لم ارفی مد الثلاث الا الجواز^۱ اھ۔

واعترضه فی النہر بقول البدائع لو وضع ثلاثة اصابع ولم يمدھا جاز علی رواية الثلاث لا الربع ولو مسح بها منصوبة غير موضوعة ولا ممدودة فلا (۲) فلو مدھا حتی بلغ القدر المفروض لم یجوز عند علمائنا الثلاثة خلافاً لزر^۲ اھ۔

قال وقد وقفت علی المنقول ای ان عدم الجواز قول ائمتنا الثلاثة فكيف يقول المحقق لم ارفیه الا الجواز وهو عجیب من مثله كما نبه علیہ فی المنحة فان الضمیر فی مدھا للمنصوبة وكلام الفتح فی الموضوعة۔

اقول: كان النہر نظر ای ان الصور اربع ثلاث اصابع موضوعة او منصوبة والكل ممدودة اولا وقد ذكر فی البدائع اولا صورتي عدم المدمم قال فلو مدھا فلیكن الضمیر الی ثلث اصابع مطلقة موضوعة

اصلاح میں بعض متأخرین نے جو فرمایا ہے اس کو اور پہلے کو ساتھ ہی انہوں نے رد کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ دو انگلیوں کا کھینچنا جائز نہ ہو، اور اس کی فقہاء نے تصریح کی ہے اور چوتھائی کے قول پر تین کا کھینچنا جائز نہ ہو، اور یہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے، لیکن تین کے کھینچنے میں مجھے جواز ہی ملا ہے اھ اور نہر میں اس پر اعتراض کیا اور بدائع کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ اگر تین انگلیاں رکھیں اور ان کو کھینچنا نہیں تو تین کی روایت پر جائز ہے نہ کہ چوتھائی کی روایت پر، اور اگر کھڑی انگلیوں سے مسح کیا، ان کو نہ تو رکھنا نہ کھینچنا تو جائز نہیں، اور اگر اتنا کھینچنا کہ فرض مقدار پوری ہو گئی تو ہمارے تینوں علماء کے نزدیک جائز نہ ہوگا امام زفر کا اس میں اختلاف ہے اھ۔ انہوں نے فرمایا کہ میں منقول پر مطلع ہوا ہوں، یعنی عدم جواز ہمارے تینوں ائمہ کا قول ہے، تو محقق کا یہ قول کیونکر درست ہوگا کہ میں نے

صرف جواز ہی دیکھا ہے، اور اُن جیسے شخص سے یہ بڑے تعجب کی بات ہے، منہ میں اسی پر تنبیہ کی ہے کیونکہ "مدھا" میں ہا کی ضمیر "منصوبة" کیلئے ہے اور فتح کا کلام "موضوعة" کیلئے ہے۔ ت

میں کہتا ہوں غالباً نہر نے دیکھا کہ صورتیں چار ہیں، تین انگلیاں رکھی ہوئیں یا کھڑی اور سب کھینچی ہوئی یا نہیں، اور بدائع میں پہلے نہ کھینچنے کی دو صورتیں ذکر کی ہیں، پھر کہا کہ "فلو مدھا" تو اس میں ضمیر "ثلث اصابع" کی طرف ہونی چاہئے خواہ وہ رکھی

^۱ فتح القدیر کتاب الطہارت نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶/۱

^۲ بدائع الصنائع مطلب مسح الراس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/۱

ہوں یا کھڑی، تاکہ اُن کا کلام تمام صورتوں کا استیعاب کرے، لیکن وہ اس امر کے مدعی ہیں کہ وہ نقل حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں تو ضمیر کے منصوبہ کی طرف لوٹنے کا احتمال اُن کیلئے مضر ہوگا اور پھر وہ اقرب بھی ہے، اور حلیہ میں مراد واضح کی ہے فرمایا۔ فروع اگر کسی نے تین کھڑی انگلیوں سے مسح کیا تو جائز نہیں اور اگر ان کو اتنا کھینچا کہ فرض مقدار کو پہنچا دیا تو ہمارے تینوں علماء کے نزدیک جائز نہیں اور اگر انگلیوں کو رکھا اور نہ کھینچا تو چوتھائی کی روایت پر جائز نہیں، اس کو تحنہ، محیط اور بدائع میں ذکر کیا ہے اہ ت

میں کہتا ہوں بعض متأخرین نے جس کی طرف عدول کیا ہے میں اس کا کوئی فائدہ نہیں محسوس کرتا ہوں کیونکہ اگر ان کی مراد انگلی سے جدا ہونا ہے تو استعمال کا فائدہ نہ ہوگا کیونکہ وہ تو آلہ ہے اس کو تو محل سے جدا ہونا یا کل سر سے جدا ہونا مفید ہے، تو یہ ظاہراً غلط ہے یا اس کی جگہ سے جہاں انگلی لگی ہے یا نہیں، تو ہاں، مگر اس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ نظیر ہوگا اس چیز کی جس سے عدول کیا ہے تاکہ استعمال کے حصول کا حکم ہو حالانکہ پانی متردد ہے عضو پر اس سے جدا نہیں، اور وہ باطل ہے، پھر خلاصہ و بحر میں صراحت ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی انگلیوں کے کناروں سے مسح کیا اور ان کو کھینچا یہاں تک کہ فرض کے مقام کو پہنچا تو یہ جائز ہے خواہ پانی ٹپکے یا نہ ٹپکے اُن دونوں

او منصوبۃ لیستوعب کلامہ الصور لکن الشان انه مدع ظفر النقل فیضہ احتیال العود الی المنصوبۃ لاسیما وہی الاقرب وقد (۱) کشف المراد فی الحلیۃ حیث قال، فروع، مسح بثلاثة اصابع منصوبۃ لم یجز ولو مدها حتی بلغ المفروض لم یجز عند علمائنا الثلاثة ولو وضعها ولم یمد لم یجز علی روایۃ الربع ذکرہ فی التحفۃ والمحیط والبدائع ^۱ اہ۔ اقول: علی ان ماعدل (۲) الیہ بعض المتأخرین لا اعرف له محصلاً فان المراد ان کان الانفصال عن الاصبع فلا یفید الاستعمال لانها آلة وانما یفیدہ الانفصال عن المحل او عن الرأس کلہ فظاهر الغلط او عن موضعه الذی اصابته الاصبع او لافنعم ولم یشف غلیلاً بل کان نظیراً لما عدل عنه للحکم بحصول الاستعمال مع کون الباء متردداً بعد علی نفس العضو غیر منفصل عنه وهو (۳) باطل لاجرم ان نص فی الخلاصۃ ثم البحر فیما اذا مسح باطراف اصابعه ومدها حتی بلغ المفروض انه یجوز سواء کان الباء متقاطراً اولاً قالوا وهو ^۲ الصحیح، قال ش قال الشیخ اسعیل ونحوہ فی الوقعات

^۱ بدائع الصنائع مطلب مسح الراس سعید کمپنی کراچی ۵/۱

^۲ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱۵/۱

والغیض^۱ اھ ای علی خلاف مافی المحيط انه انما یجوز اذا کان متقاطر لان الماء ینزل من اصابعه الی اطرافها فمدہ کاخذ جدید^۲۔

والثانی: ما اختار شمس الاثمۃ ان المنع فی مد الاصبع والا ثنتین غیر معلل باستعمال البلة بدلیل انه (۱) لو مسح بأصبعین فی التیمم لایجوز مع عدم شیئی یصیر مستعلاً خصوصاً اذا تیمم علی الحجر الصلد بل الوجه انما مامورون بالمسح بالید والاصبعان لاتسبی یدا بخلاف الثلاث لانها اکثر ما هو الاصل فیها^۳ اھ

ای فی الید وہی الاصابع (۲) ولذا یرجب بقطعها ارش الید کاملاً وردہ المحقق بعد استحسانہ بانه یقتضی تعین الاصابة بالید (۳) وهو منتف بمسألة المطر وقد یدفع بأن المراد تعینہا اوما یقوم مقامها من الالات عند قصد الاسقاط بالفعل اختیاراً غیر ان لازمہ کون تلك الالة قدر ثلاث اصابع حتی لو کان (۴) عودا لایبلغ ذلك القدر قلنا بعدم جواز مدہ^۴

نے کہا کہ وہی صحیح ہے۔

ش نے فرمایا شیخ اسماعیل نے فرمایا نیز واقعات اور فیض میں ہے اھ یعنی محیط کے برعکس یہ اس وقت جائز ہے جبکہ پانی ٹپک رہا ہو کیونکہ پانی اس کی انگلیوں کے کناروں تک ٹپک آئے گا تو اس کا کھینچنا گویا پانی لینے کے مترادف ہے۔ ت

اور دوسرا وہ ہے جو شمس الاثمۃ نے اختیار کیا ہے کہ ایک یا دو انگلیوں کے کھینچنے کی ممانعت تری کے استعمال کی وجہ سے نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس نے دو انگلیوں سے تیمم میں مسح کیا تو جائز نہیں، حالانکہ کوئی چیز ایسی نہیں جو مستعمل ہو خصوصاً جب چکنے پتھر پر تیمم کیا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ہاتھ سے مسح کا حکم دیا گیا ہے اور دو انگلیوں کو ہاتھ نہیں کہا جاتا ہے۔ بخلاف تین انگلیوں کے کیونکہ یہ مسح کے اصل میں جو اصل ہے اس کا اکثر حصہ ہیں اھ۔ یعنی ہاتھ اور وہ انگلیاں ہیں اور اسی لئے تین انگلیوں کے کاٹنے پر پورے ہاتھ کی دیت لازم ہوتی ہے اور محقق نے اس کو پسند کرنے کے بعد رد کر دیا، کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہاتھ کا لگانا ہی ضروری ہے حالانکہ بارش کے مسئلہ کی وجہ سے ایسا نہیں ہے، اس کا ایک جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ دراصل مراد ہاتھ کی تعین ہے یا جو اس کے قائم مقام ہو، کوئی بھی آلہ ہو، جبکہ اختیاری فعلی سے اسقاط مطلوب ہو، البتہ یہ ضروری ہے کہ جو بھی آلہ ہو تین انگلیوں کی مقدار میں ہو یہاں تک کہ اگر کسی نے ایسی لکڑی پھیری جو اس مقدار کی نہ تھی تو جائز نہ ہوگا اھ۔

^۱ ردالمحتار کتاب الطہارۃ البابۃ مصر ۳۵/۱

^۲ ردالمحتار کتاب الطہارۃ البابۃ مصر ۳۷/۱

^۳ فتح القدیر کتاب الطہارۃ نوریہ رضویہ سکر ۱۶/۱

^۴ فتح القدیر کتاب الطہارۃ نوریہ رضویہ سکر ۱۶/۱

اقول وحاصله ان الید غیر لازمة ولكن اذا وقع بها لم یجز الا ببا ینطلق علیه اسبها ولكن لقائل ان یقول اولاً: (۱) مسألة القدر المفروض کیفیاً کان ولا نظر الی الالة ولا الفعل القصدي اصلاً وقد قرر مشائخنا ان ذکر الید المقدرة فی قوله تعالیٰ وامسحوا برؤوسکم ای ایدیکم برؤوسکم لتقدیر البحل دون الالة کما حققه الامام صدر الشریعة وابن الساعاتی والمحقق نفسه فی الفتح فلیتأمل۔

وثانیاً: (۲) اجبوا ان لومسح باطراف اصابعه والماء متقاطر جاز فظہر ان تعیین الالة ملغاة ههنا رأساً وان (۳) القیاس علی التیمم مع الفارق،

والثالث: ما ابداه بقوله قد یقال عدم الجواز بالاصبع بناء علی ان البلة تتلاشی وتفرغ قبل بلوغ قدر الفرض بخلاف الاصبعین فان الماء ینحمل بین اصبعین مضبوطین فضل زیادة یحتمل الامتداد الی قدر الفرض وهذا مشاهد (۴) او مظنون فوجب اثبات الحكم باعتبارہ فعلی الاكتفاء بثلاث اصابع یجوز مدالا صبعین لان ما بینہما من الماء یتدد قدر اصبع وعلی اعتبار الربع لایجوز لان ما بینہما مما لایغلب علی الظن ایعابہ الربع^۱۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا حاصل یہ نکلا کہ ہاتھ لازم نہیں ہے لیکن جب ہاتھ سے مسح کرنا ہو تو ضروری ہے کہ اتنی مقدار ہو کہ اس پر ہاتھ کا اطلاق ہوتا ہو۔ مگر اس پر متعدد طریقوں سے اعتراض ہو سکتا ہے، اول بارش کا مسئلہ ہمارے حق میں مفید ہے کیونکہ مقصود شرع یہ ہے کہ تری کی ایک معین مقدار لگ جائے خواہ کسی طرح ہو اس میں نہ تو آلہ زیر بحث ہے اور نہ اختیاری فعل، اور ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ فرمان الہی "اور مسح کرو تم سروں کا" اس کا مفہوم یہ ہے کہ "اپنے ہاتھوں کا اپنے سروں سے" میں محل مقرر ہے نہ کہ آلہ صدر الشریعہ، ابن الساعاتی اور خود محقق نے فتح میں یہی تقریر فرمائی ہے، غور کرو۔

دوم: فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے انگلیوں کے پوروں سے مسح کیا اور ان سے پانی ٹپک رہا تھا تو جائز ہے، تو معلوم ہوا کہ یہاں آلہ کی تعیین اہم نہیں ہے اور اس کو تیمم پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

سوم: انہوں نے "عدم الجواز بالاصبع" کہہ کر جو اعتراض کیا ہے سو وہ اس بنا پر ہے کہ تری فرض مقدار تک پہنچنے سے قبل ختم ہو جاتی ہے لیکن دو انگلیاں اگر ملی ہوں تو ان میں فرض مقدار تک پانی پہنچ سکتا ہے، اس کا مشاہدہ ہے یا ظن غالب ہے، تو اس پر اعتبار کرتے ہوئے حکم کا لگا دینا لازم ہوا تو تین انگلیوں پر اکتفاء کرنا دو کے پھیر لینے کو جائز قرار دیتا ہے کیونکہ ان دو کے درمیان اتنا پانی موجود ہوتا ہے جو مزید ایک انگلی کی مقدار

^۱ فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکر ۱/۱۷۱

پھیل سکتا ہے اور چوتھائی سر کے اعتبار پر جائز نہیں، کیونکہ جو پانی ان دو کے درمیان ہے ظن غالب نہیں کہ وہ چوتھائی کی مقدار کو پورا ہو سکے۔ ت

میں کہتا ہوں کہ ان کے کلام کا آخر اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ ان کی مراد یحتمل الامتداد الی قدر الفرض سے تین انگلیوں کا پھیرنا ہے، تو بہتر یہ ہے کہ اسی سے تعبیر کی جائے تاکہ وہم رفع ہو جائے پھر محقق نے اس کو یہ کہہ کر دفع کیا ہے مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ دو انگلیوں سے تیمم جائز نہ ہوا ت

میں کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کوئی چیز ایسی نہیں جو فنا ہو جاتی ہو، کیونکہ ہاتھ پر گرد کے لگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ہو تو یہ اضافی امر ہے شرعاً اس کی حاجت نہیں، تو یہ حکمانہ ہوا، اور اگر غبار نہ ہو تو بات زیادہ ظاہر ہوگی کیونکہ درحقیقت اور حکماً دونوں طرح ہی معدوم ہے اور شمس الائمہ کے قول "خصوصاً علی الحجر الصلد" کا یہی مفہوم ہے، یہ وہ بحث ہے جو محقق نے کی ہے اور اس میں کسی قول فیصل کو ذکر نہ کیا۔ (ت)

میں کہتا ہوں اور جو انہوں نے فرمایا اس کی تردید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ تری کا ختم ہو جانا کوئی عمومی امر نہیں، جیسا کہ خلاصہ کی تصحیح میں گزرا کہ مسح انگلیوں کے پوروں کے پھیرنے سے بھی ہو جائیگا خواہ ان سے پانی نہ بہتا ہو، حالانکہ مسئلہ کا حکم مطلق ہے، میرے لئے ظاہر ہوتا ہے (واللہ

اقول: آخر کلامہ یشہد ان مرادہ بقولہ یحتمل الامتداد الی قدر الفرض ہو قدرہ علی القول باجزاء ثلاث فکان الاولی التعبیر بہ دفعاً للوہم ثم ان المحقق ردہ بقولہ الا ان هذا یعکّر علیہ عدم جواز التیمم بأصبعین^۱۔

اقول: ای فلیس شہ شیئ یفرغ ویبتلاشی اذلا حاجة الی اثر غبار علی البید فان کان فضل غیر ملتفت الیہ شرعاً فکان معدوماً حکماً وان لم یکن فآظہر للعدم حقیقۃ وحکماً وهذا معنی قول شمس الائمۃ خصوصاً اذا تیمم علی الحجر الصلد فہذا کل ماوردہ المحقق ولم یفصل القول فیہ فصلاً۔

اقول: (۱) ویرد ایضاً علی ماابداہ ان فناء البیل غیر مطرد اما سبعت تصحیح الخلاصۃ الجواز فی مد الاطراف وان لم یکن الماء متقاطراً^۲ مع ان حکم المسألة مطلق (۲) ویظہر لی واللہ تعالیٰ اعلم ان لامخلص الا ان یقال ان المراد بعدم الاجزاء ما اذا کانت

^۱ فتح القدیر کتاب الطہارت نورۃ رضویہ سکر ۱/۱۷۱

^۲ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الرابع فی المسح نوکسور لکھنؤ ۲۶/۱

تعالیٰ اعلم) کہ اس اعتراض سے چھٹکارے کی ایک ہی شکل ہے کہ اس سے یہ مراد لی جائے کہ جب تری اتنی کم ہو کہ رکھتے ہی ختم ہو جائے یا تھوڑا سا پھیرنے پر ختم ہو جائے اور محض اتنی باقی رہے کہ ہاتھ تر محسوس ہو اور وہ سر کو تر نہ کر سکے اور غالباً عام طور پر ایسا ہی واقع ہوتا ہے، اور خلاصہ کی تصحیح سے مراد یہ ہو کہ جب تری اتنی زیادہ ہو کہ فرض مقدار تک پہنچنے کے بعد بھی باقی رہے یعنی اس طور پر کہ ہر جگہ جدا ہو اور لگ جائے، اور محیط کی مراد تقاطر سے یہی ہے اس طرح تمام عبارات میں اتفاق ہو جائے گا، اور جو تم علت کو دیکھو گے تو یقین آ جائے گا کیونکہ پہلی صورت میں تری کے پھیرنے کے اور کوئی معنی نہیں اور نہ ہی دوسری صورت میں تری کو ضائع کرنے کے، تو اس طرح تطبیق دینی چاہئے وبالله التوفیق۔

رہی حدیث تیمم، تو اس میں مکلف کا ارادہ اور اس کا اختیاری فعل ضروری ہے، تب نثر الائمہ کی تقریر اس میں چل سکے گی، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی نے ایک یا دو انگلیوں سے تیمم کیا اور ان کو بار بار پھرا تو جائز نہیں جیسا کہ بحر میں سراج سے ایضاً سے منقول ہے، اور اگر ایک انگلی سے اپنے سر کا مسح کیا اور چار مختلف جگہوں پر اس کا تکرار کیا تو اجماعاً صحیح ہے، تو اس کی موافقت تیمم کے معاملہ سے نہ کی جائے تاکہ اس سے اعتراض لازم آئے کیونکہ یہاں آلہ کا تعین بالکل نہیں

البلة خفيفة تنفى بأول وضع أو قليل مدحتى لا تبقى الانداوة لا تنفصل عن اليد فبتل الرأس ولعله هو الاكثر وقوعاً وبتصحیح الخلاصة ما اذا كانت كثيرة تبقى الى بلالوغ القدر المفروض بحيث تنفصل في كل محل وتصيب وهذا هو مراد المحيط بالتقاطر فتتفق الكلمات وانت اذ انظرت الى الوجه اذعنت بهذا التفصيل كيف ولا معنى لاجزاء الندوة في الصورة الاولى ولا هدار البلة في الصورة الثانية فليكن التوفيق وبالله التوفيق۔

اماً حدیث (۱) التیمم فاقول: لا بد فیہ من قصد المكلف وفعله الاختیاری فیکون لتقرير الامام شمس الائمة فیہ مساع الاثری انهم صرحوا ان لو تیمم (۲) بأصبع او اصبعین وكرر مراراً لم یجز كما فی البحر عن السراج عن الايضاح ولو مسح راسه بأصبع واحدة وكرر اربعاً فی مواضع صح اجماعاً فلا یطلب موافقة ما هنا لما فی التیمم حتی یعکّر علیہ به اذ لاتعین لالة ههنا اصلاً بخلاف التیمم وذلك ایضاً فی الطریق المعتقد اعنی التیمم بالید والا فقد نص فی الحلیة ان (۳) لو تمعک فی التراب یجزئه ان اصاب وجهه وذراعیه وكفیه لانه اتی بالمفروض و زیادة والا فلا^۱ اھـ ای یجزئه ان نوی كما

لا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

بخلاف تیمم کے، اور یہ بھی معتاد طریق میں ہے، یعنی ہاتھ سے تیمم میں ورنہ حلیہ میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص خاک میں لوٹ پوٹ ہو گیا اور خاک اس کے چہرے، ہاتھوں اور بانہوں کو لگ گئی تو کافی ہے کیونکہ اُس نے نہ صرف فرض ادا کر لیا بلکہ اس سے بھی زیادہ کر لیا، ورنہ نہیں اہ یعنی اگر اس نے نیت کی ہے تو کافی ہوگا، جیسا کہ ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔



فتویٰ مسمیٰ بہ

النمیقة الانقی فی فرق الملاقی والملقی

ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر (ت)

مسئلہ ۲۹:

رجب ۱۴۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بے وضو یا جنب کا ہاتھ یا انگلی یا ناخن وغیرہ لوٹے یا گھڑے میں پڑ جائے تو پانی وضو کے قابل رہتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں اس سے پانی مکروہ ہو جاتا ہے اور اگر قابل وضو نہ رہے تو کس طرح قابل کیا جاسکتا ہے بینوا تو جروا۔

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحيم ط، الحمد لله الذي انزل الذكر الملقى على السيد الطيب الطهور الانقى الملاق ربه ليلة الاسراء عليه من ربه الصلاة الزهراء وعلى آله وصحبه وامته وحزبه الى يوم اللقاء آمين

رائج و معتمد یہ ہے کہ مکلف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاست حکمیہ مثل حدث و جنابت و انقطاع حیض و نفاس کے سبب بالفعل واجب ہے وہ عضو یا اُس کا کوئی حصہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آبِ غیر کثیر میں کہ نہ جاری ہے نہ وہ درود بے ضرورت پڑ جانا پانی کو قابل وضو و غسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستعمل ہو جاتا ہے کہ خود پاک ہے اور نجاست حکمیہ سے تطہیر نہیں کر سکتا اگرچہ نجاست حقیقیہ اس سے دھو سکتے ہیں، یہی قول صحیح و ریح ہے عامہ کتب میں اس کی تصریح ہے اور یہ خود ہمارے ائمہ ثلاثہ امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منصوص و مروی آیا اکابر مشائخ مثل امام ابو عبد اللہ جرجانی و امام ابو الحسن قدوری و امام ملک العلماء ابو بکر کاشانی و امام فقیہ النفس فخر الدین قاضی و غیر ہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اُسے ہمارے ائمہ کا مذہب متفق علیہ بتایا۔ فقیر غفرلہ المولیٰ القدير نے اپنی ایک تحریر میں اُس پر ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوا چالیس ائمہ و کتب کے نصوص نقل کئے اور بعض علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالیٰ کو جو اس میں شبہات واقع ہوئے ان کے جواب دیے۔

یہاں اولاً فوائد اور ان کے متعلق مسائل ذکر کریں۔

ثانیاً تمام جواب۔

ثالثاً تحقیق مقام و ابانت صواب اور اس کیلئے اپنی تحریر مذکور سے رفع حجاب۔

وبالله التوفیق فی کل باب والحمد لله الکریم الوہاب۔

فوائد قیود و مسائل مورد

فائدہ ۱: (۱) نابالغ اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو جبکہ آثار بلوغ مثل احتلام و حیض هنوز شروع نہ ہوئے ہوں اُس کا پاک بدن جس پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو اگرچہ تمام و کمال آب قلیل میں ڈوب جائے اُسے قابلیت وضو و غسل سے خارج نہ کرے گا لعدم الحدث (ناپاک نہ ہونے کی وجہ سے۔ ت) اگرچہ بحال احتمال نجاست جیسے نا سمجھ بچوں میں ہے بچنا افضل ہے ہاں بہ نیت قربت سمجھ وال بچہ سے واقع ہو تو مستعمل کر دے گا۔

کیونکہ وہ اس کے اہل سے ہے اور ہم نے یہ مسئلہ 'الطرس المعدل' میں بیان کر دیا۔ ت

لانه من اهلها وقد بینا المسئلة فی الطرس المعدل۔

وجیز امام کروری میں ہے:

اگر بچہ نے پانی میں ہاتھ ڈالا، اور یہ معلوم ہے کہ اُس کا ہاتھ پاک ہے، مثلاً کوئی شخص بچہ کی دیکھ بھال پر متعین ہے یا اُس نے ہاتھ دھویا ہوا تھا، تو یہ پانی پاک ہے اور اگر اُس کے ہاتھ کا ناپاک ہونا معلوم ہے تو پانی ناپاک ہے، اور اگر شک ہے تو مستحب ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کرے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے"۔ مختاریہ ہے کہ عاقل بچہ کا وضو کرنا پانی کا مستعمل بنانا ہے غیر عاقل کا نہیں بنانا۔ (ت) اسی لئے ہم نے مکلف کی قید لگائی

ادخل صبی یدہ فی الاناء ان علم طہارة یدہ بان کان له رقیب یحفظه او غسل یدہ فهو طاهر ان علم نجاسته فنجس وان شک فالمتحب ان یتوضأ بغیره لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دع ما یریبک الی ما لا یریبک المختار ان وضوء الصبی العاقل مستعمل وغیر العاقل لا^۱۔

فائدہ ۲: اقول قول بعض پر کہ موت (۲) نجاست حکمیہ ہے اگر میت کا ہاتھ یا پاؤں مثلاً آب قلیل میں قبل غسل پڑ جائے اگرچہ بہ نیت غسل تو پانی کو مستعمل کر دے گا کہ زوال نجاست کیلئے نیت کی حاجت نہیں (۳) اگرچہ احیا پر سے

¹ فتاویٰ نزازیہ المعروف الوجیز الکروری علی الحاشیہ الہندیہ نوع فی المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۹/۴

اس فرض کفایہ کے سقوط کو اُن کی جانب سے وقوع فعل قصدی لازم ہے ولذا اگر میت دریا میں ملے تو جب تک احیا اپنے قصد سے اسے پانی میں جنبش نہ دے اُن پر سے فرض نہ اُترے گا مگر میت کے سب بدن پر پانی گزر گیا تو اُسے طہارت حاصل ہو گئی یونہی بے غسل دیے اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور خاص غسل میت کی نیت تو احیا پر بھی ضرور نہیں اپنا قصدی فعل کافی ہے یہی اس مسئلہ میں توفیق و تحقیق ہے در مختار میں ہے:

<p>(ان غسل) المیت) بغیر نية اجزاء (لطهارته لا لاسقاط الفرض عن ذمة المكلفين) (و) لذا قال (لو وجد ميت في الماء فلا بد من غسله ثلاثاً) لانا امرنا بالغسل فيحركه في الماء بنية الغسل ثلاثاً فتح وتعليله يفيد انهم لوصلوا عليه بلا إعادة غسله صح وان لم يسقط وجوبه عنهم فتدبر¹۔</p>	<p>(اگر غسل دیا) میت کو (بغیر نیت کے تو کافی ہے) اُس میت کی طہارت کیلئے نہ کہ فرض کو مکلف لوگوں سے ساقط کرنے کیلئے (اور) اس لئے فرمایا (اگر کوئی مردہ پانی میں ملا تو بھی اس کو تین مرتبہ غسل کرانا ضروری ہے) کیونکہ ہمیں غسل دینے کا حکم دیا گیا ہے تو اُس مردہ کو پانی میں تین مرتبہ نیت غسل حرکت دینی چاہئے، فتح۔ اور جو وجہ انہوں نے بیان کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کی نماز جنازہ اُس کے غسل کے اعادہ کے بغیر پڑھ لی گئی تو لوگوں سے جنازہ کا وجوب ساقط ہو جائیگا اگرچہ ان سے غسل کا وجوب ساقط نہ ہوگا، فتدبر۔ (ت)</p>
---	---

عنایہ میں ہے:

<p>الماء مزيل بطبعه فكما لا تجب النية في غسل الحي فكذا لا تجب في غسل الميت ولهذا قال في فتاوى قاضى خان ميت غسله اهله من غير نية الغسل اجزائهم ذلك²۔</p>	<p>پانی اپنی طبیعت کی وجہ سے زائل کرنے والا ہے تو جس طرح زندہ شخص کے غسل میں نیت لازم نہیں اسی طرح مردہ کے غسل میں بھی نہیں، اسی لئے قاضی خان میں فرمایا کہ اگر کسی مردہ کو اس کے گھر والوں نے بلانیت غسل دے دیا تو کافی ہے۔ ت</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>وصرح في التجريد والا سييجابى والمفتاح بعدم اشتراطها ايضاً³۔</p>	<p>تجريد، اسميجابى اور مفتاح میں بھی نیت کے شرط نہ کرنے کی تصریح ہے۔ ت</p>
---	--

¹ الدر المختار باب صلوٰۃ الجنائزہ مجتبائی دہلی ۱۲۰/۱

² عنایہ مع الفتح فصل فی الغسل للمیت نوریہ رضویہ سکر ۷۴/۲

³ ردالمحتار فصل فی الغسل للمیت البانی مصر ۶۳۵/۱

اور تجنیس میں ہے کہ ظاہر قول کے مطابق مردہ کے غسل میں نیت ضروری ہے، اور خانیہ میں ہے اگر میت پر پانی بہ گیا یا بارش پڑ گئی تو ابو یوسف سے منقول ہے کہ یہ غسل شمار نہ ہوگا، کیونکہ ہمیں غسل کا حکم دیا گیا ہے اور یہ غسل نہیں ہے، اور نہ ہیہ و کفایہ وغیرہا میں ہے کہ مردہ کو ایسی صورت میں بہ نیت غسل حرکت دینا لازم ہے، پھر انہوں نے فتح کی تطبیق نقل کی اور یہ بھی ذکر کیا کہ حرکت دینے کی شرط اس لئے ہے کہ غسل کا وجوب مکلف سے ساقط ہو جائے، یہ نہیں کہ مردہ پاک ہو جائے، اور نہ یہ اُس پر نماز کی صحت کی شرط ہے اہ پھر اُن کا غنیہ سے یہ جھگڑا کرنا کہ جو نقل ابو یوسف کی گزری اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض یہ ہے کہ ہم زندہ لوگ اُس مردہ کو غسل دیں، یہاں تک کہ اگر مردہ کو دوسروں کو سکھانے کی غرض سے غسل دیا تو کافی ہوگا مگر اس میں یہ موجود نہیں ہے کہ نیت بھی اسقاط واجب کیلئے شرط ہے کہ اگر نہ ہو تو وہ عذاب کا مستحق ہو، اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ جو افعال حسیہ غیر کیلئے واجب ہوں تو اُن کا وجود ضروری ہے نہ کہ ایجاد ان کے موجود ہونے کیلئے ضروری ہے، جیسے کہ سعی اور طہارت، ہاں نیت کے بغیر عبادت کا ثواب نہیں ملے گا اہ فرمایا اس کو باقانی نے مقرر رکھتے ہوئے اس کی تائید محیط سے کی ہے، محیط میں ہے کہ اگر میت پانی میں پائی گئی تو بھی اس کا غسل ضروری ہے کیونکہ خطاب بنو آدم کو ہے اور اُن سے کوئی فعل پایا نہیں گیا اہ تو خلاصہ یہ نکلا کہ اسقاط فرض میں

قال في التجنيس لا بد من النية في غسله في الظاهر وفي الخانية اذا جرى الماء على الميت او اصابه المطر عن ابى يوسف لا ينوب عن الغسل لاننا امرنا بالغسل وذلك ليس بغسل وفي النهاية والكفاية وغيرهما لا بد منه الا ان يحركه بنية الغسل اه ثم نقل توفيق الفتح باستظهار ان اشتراطها لاسقاط وجوبه عن المكلف لا لتحصيل طهارته هو و شرط صحة الصلاة عليه اه ثم منازعة الغنية له بان مامر عن ابى يوسف يفيد ان الفرض فعل الغسل منا حتى لو غسله ((لتعليم الغير كفى وليس فيه ما يفيد اشتراط النية لاسقاط الوجوب بحيث يستحق العقاب بتركها وقد تقرر في الاصول ان ماوجب لغيره من الافعال الحسية يشترط وجوده لا ايجاده كالسعي والطهارة نعم لا ينال ثواب العبادة بدونها اه قال واقرة الباقي وايدة بها في المحيط لو وجد الميت في الماء لا بد من غسله لان الخطاب يتوجه الى بنى آدم ولم يوجد منهم فعل اه فتلخص انه لا بد في اسقاط الفرض من الفعل واما النية فشرط لتحصيل الثواب ولذا اصح تغسيل الذمية زوجها المسلم مع ان النية شرطها الاسلام فيسقط الفرض عنا بفعلنا بدون نية وهو المتبادر من قول الخانية اجزأهم ذلك¹ اه

¹ رد المحتار فصل في الغسل للميت الباقي مصر ١/٦٦٣

اقول: هذا كله على المتبادر من ارادة النية الشرعية اما لو حلت على قصد الفعل ارتفع النزاع فان المأمور به المكلف لا يكون الافعله الاختياري فما وقع عنه من دون قصد منه لا يخرج عن عهدته ايجاب الفعل وغسل الميت له وجهان الى الشرطية وهو عدم صحة الصلاة عليه بدون الطهارة وهذا ما يكفي فيه وجوده بلا ايجاده كطهارة الحي ووجه الى الغرضية علينا ولا يتأتى الا بفعل توقعه قصدا ولولم تقصد العبادة المأمور بها وهذا معنى قول ابي يوسف لانا امرنا بالغسل وقول المحيط ان الخطاب يتوجه الى بني آدم وبهذا تتفق الكلمات (١) ويظهر ما في كلام الغنية والله الحمد۔

کسی نہ کسی فعل کا ہونا ضروری ہے اور نیت حصول ثواب کیلئے شرط ہے، اس لئے ذمی عورت اپنے مسلمان شوہر کو غسل دے سکتی ہے حالانکہ نیت کیلئے اسلام شرط ہے تو فرض ہمارے فعل سے ساقط ہو جائے گا خواہ نیت نہ ہو اور خانیہ کے قول اُجڑاھم سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اھ۔ ت

میں کہتا ہوں یہ سب نیت شرعیہ کے ارادہ سے متبادر ہے اور اگر نیت سے مراد ارادہ فعل لیا جائے تو اختلاف ختم ہو جائے گا، کیونکہ مکلف کو جو حکم دیا گیا ہے وہ اس کا فعل اختیاری ہوگا اور جو اس سے بلا قصد و اختیار سرزد ہو وہ ایجاب فعل کی ذمہ داری سے اس کو عہدہ برآ نہیں کر سکتا، اور غسل میت کی دو وجہیں ہیں ایک تو شرطیہ کی طرف اور وہ یہ ہے کہ اس پر نماز بلا طہارت جائز نہیں، اور اس صورت میں غسل کا وجود کافی ہے خواہ اس کی طرف سے ایجاد نہ ہو، جیسے زندہ انسان کی پاکی، اور ایک وجہ ہم پر فرضیت کی ہے، اور یہ اُسی فعل سے ادا ہو سکتی ہے جو قصد کیا جائے اگرچہ مامور بہا عبادت کا قصد نہ کیا جائے، اور یہی مفہوم ہے حضرت امام ابو یوسف کے قول "اس لئے کہ ہم کو غسل کا حکم دیا گیا ہے" کا، اور محیط کے اس قول "کہ خطاب بنو آدم کی طرف متوجہ ہے" کا بھی یہی مفہوم ہے، اس طرح مختلف اقوال میں تطبیق ہو جائے گی، اور جو غنیہ میں ہے وہ ظاہر ہو جائے گا واللہ الحمد۔ ت

اسی لئے ہم نے مکلف پر جس عضو کا دھونا واجب کہا نہ مکلف کا عضو کہ میت مکلف نہیں۔

فائدہ ۳: عورت (۲) بھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہو اس حالت میں اگر اس کا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اس پر غسل کا حکم نہیں والمسألة فی الخانیة والخلاصة والبحر وغیرہا اس لئے ہم نے بالفعل کی قید کر لی۔

فائدہ ۴: جس عضو کا (۳) جہاں تک پانی میں ڈالنا ضرورت ہو اتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نہ کرے گا مثلاً:

(۱) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ وہ درودہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکال کر وضو کرے تو چلو لینے کیلئے

اُسی میں ہاتھ ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا۔

(۲) اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈال کر چلو لیا یعنی جس قدر کے ادخال کی چلو میں حاجت نہ تھی مستعمل ہو جائے گا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی۔

(۳) کولی یا مٹکے میں سکورا ڈوب گیا اُس کے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل نہ کرے گا، اگرچہ بازو تک ہو کہ ضرورت ہے۔

(۴) برتن میں پاؤں پڑ گیا پانی مستعمل ہو گیا کہ اس کی ضرورت نہ تھی۔

(۵) کنوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو غوطہ مارا یا صرف ہاتھ پاؤں ڈالا مستعمل ہو گیا کہ ضرورت نہیں۔

(۶) برتن یا حوض (۱) میں ہاتھ ڈالا تو تھا چلو لینے کو پھر اُس میں ہاتھ دھونے کی نیت کر لی مستعمل ہو گیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چلو لینے کی حاجت تھی۔

(۷) کنوئیں سے ڈول نکالنے گھسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کر لی بالاتفاق مستعمل ہو گیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کیلئے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی ضرورت نہ تھی و قس علیہ۔ فتح القدیر میں ہے:

اگر بے وضو، جنب یا پاک ہو جانے والی حائض عورت نے اپنا ہاتھ چلو بھر پانی لینے کیلئے پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورت کیا گیا ہے، لیکن اگر بے وضو نے اپنا سر یا پیر اس پانی میں ڈال دیا تو مستعمل ہو جائے گا کیونکہ بغیر ضرورت ہوا، اور حسن کی کتاب جو ابو حنیفہ سے ہے میں ہے کہ اگر جنب یا بے وضو نے اپنے دونوں ہاتھ کنیوں تک یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو اُس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اس طرح اس کا فرض اس سے ساقط ہو گیا کیونکہ کنیوں تک ہاتھوں کو ڈبونے کی کوئی ضرورت نہ تھی ہاں اگر یہ ضرورت ہو، مثلاً لوٹا کنوئیں میں گر پڑا اس کو نکالنے کیلئے ہاتھ کنیوں تک اس میں ڈالنا پڑا اس کو نکالنے کیلئے ہاتھ کنیوں تک اس میں پانی ڈالنا پڑا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، یہ خلاصہ میں منصوص ہے، فرمایا اگر ہاتھ محض ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے بلا ضرورت ڈالا تو اس کا یہ حکم نہیں، کیونکہ وہاں ضرورت نہیں، پھر

لو ادخل المحدث او الجنب او الحائض التی طهرت الید فی الماء للاغتواف لایصیر مستعملاً للحاجة بخلاف ما لو ادخل المحدث رجله او رأسه حیث یفسد الماء لعدم الضرورة وفي کتاب الحسن عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان غمس جنب او غیر متوضیئ یدیه الی المرفقین او احدی رجلیه فی اجانة لم یجز الوضوء منه لانه سقط فرضه عنه وذلك لان الضرورة لم تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لو تحققت بأن وقع الکوز فی الجنب فادخل یدہ الی المرفق لاجراجه لایصیر مستعملاً نص علیہ فی الخلاصة قال بخلاف ما لو ادخل یدہ للتبرد لعدم الضرورة ثم ادخال مجرد الکف انما لایصیر مستعملاً اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع

الماء وفي المبتغى وغيره بتبرده يصير مستعملا ان كان محدثا والا فلا ¹ اه باختصار۔	محض ہاتھ کا ڈالنا پانی کو مستعمل نہیں کر دیتا ہے جبکہ غسل کا ارادہ نہ ہو، مثلاً یہ کہ پانی اٹھانے کا ارادہ ہو، اور مبتغی وغیرہ میں ہے ٹھنڈک حاصل ہونے سے مستعمل ہو جائے گا اگر بے وضو ہو ورنہ نہیں اھ۔ ت
--	--

ردالمحتار میں زیر قول شارح محدث انغسل فی بئر لدلو ولم یینو² (بے وضو جس نے ڈول نکالنے کیلئے کنویں میں غوطہ لگایا اور نیت نہ کی۔ ت) فرمایا:

لم یینو ای الاغتسال فلو نواه صار مستعملا بالاتفاق الا فی قول زفر سراج والمراد لم یینو بعد انغماسه فلا یینافی قوله لدلو افاده ³ ط۔	نیت نہ کی یعنی غسل کی، اگر غسل کی نیت کی تو پانی بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا مگر زفر کے قول میں، سراج۔ اور مراد یہ ہے کہ غوطہ کھانے کے بعد نیت نہ کی تو ان کے قول لدلو کے منافی نہیں، اس کا افادہ 'ط' نے کیا۔ ت
--	--

وللذا ہم نے بے ضرورت کی قید لگائی۔

فائدہ ۵: (۱) امام ابو یوسف سے روایت معروفہ یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے مستعمل نہیں ہوتا جب تک پورا عضو نہ ڈوبے، مثلاً انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کف دست کے ڈوبنے سے حکم استعمال دیا جائے گا اور صحیح یہ ہے کہ بے ضرورت کتنا ہی ٹکڑا ہو مستعمل کر دے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

لو ادخل الجنب فی البئر غیر الید والرجل من الجسد افسده لان الحاجة فیہما وقولنا من الجسد یفید الاستعمال بادخال بعض عضو وهو یوافق المروى عن ابی یوسف فی الظاهر اذا ادخل رأسه فی الاناء وابتل بعض رأسه انه یصیر مستعملا اما الروایة المعروفة عن ابی یوسف انه لا یصیر مستعملا ببعض العضو ⁴ ۔	اگر جنب نے کنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ کوئی عضو ڈالا تو پانی فاسد ہو جائے گا، کیونکہ ضرورت صرف انہی دو میں ہے اور ہمارا قول من الجسد بعض عضو کے داخل کرنے سے مستعمل ہونے کا فائدہ دیتا ہے، اور وہ ابو یوسف سے مروی شدہ قول کے موافق ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پاک شخص نے کسی برتن میں اپنا سر ڈالا اور اس کا کچھ حصہ تر ہو گیا تو مستعمل ہوگا، اور ابو یوسف سے جو روایت معروف ہے وہ یہ ہے کہ عضو کے بعض حصہ سے مستعمل نہ ہوگا۔ ت
--	---

¹ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۷۶/۱

² در مختار باب المیاء مجتہائی دہلی ۷۱/۳

³ ردالمحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۸/۱

⁴ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۸/۷۸

اُسی میں اس سے کچھ پہلے ہے:

ان کان اصبعاً او اکثر دون الكف لا يضر ومع الكف بخلافه ذكره في الخلاصة ولا يخلو من حاجة الى تأمل وجهه ¹ ۔	اگر انگلی یا اس سے زیادہ ہو اور ہتھیلی سے کم ہو تو مضر نہیں اور ہتھیلی کے ساتھ اس کے برعکس ہے، اس کو خلاصہ میں ذکر کیا، اس میں ضرورت ہے کہ اس کی وجہ پر غور کیا جائے۔ ت
---	---

وجیز امام کُروری میں ہے:

المعروف عن الامام الثاني عدم الفساد ما لم يصير عضواً تاماً والفساد هو الظاهر ² ۔	امام ثانی سے مشہور یہ ہے کہ جب تک پورا عضو داخل نہ ہو فساد نہیں، حالانکہ فساد ظاہر ہے۔ ت
اقول: الحق ان المناط الحاجة فحيث كانت تندفع ببعض العضو فادخل كله يصير مستعملاً ولعل هذا هو محمل تلك الرواية ان ادخال الاصابع للاغتلاف لا يفسد بخلاف الكف ولهذا قال في الخانية من باب الوضوء ان لم تكن معه انية صغيرة فانه يغتفر من التورباً صابغ يده اليسرى مضبوطة لا بالكف ³ ۔	میں کہتا ہوں حق یہ ہے کہ حکم کی علت حاجت ہے تو جہاں ضرورت عضو کے بعض حصے سے پوری ہو جاتی ہو وہاں اگر کل عضو ڈال دیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور شاید یہ اُس روایت کا محمل ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ چلو بھر کر پانی لینے کیلئے انگلیوں کا ڈالنا پانی کو فاسد نہیں کرتا۔ بخلاف ہتھیلی کے، اس لئے خانیہ کے باب وضو میں ہے اگر اس کے پاس چھوٹا برتن نہ ہو تو طشت سے اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر پانی نکال لے ہتھیلی نہ ڈالے۔ ت

ولہذا ہم نے حکم عام رکھا باقی فوائد ہمارے رسالہ الطرس المعدل سے ظاہر ہیں اُسے قابل (۱) وضو کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ اپنی مقدار سے زائد آب ظاہر مطہر میں ملا دیا جائے سب قابل وضو ہو جائے گا۔ در مختار میں ہے:

غلبة المخالط لو ماثلاً كمستعمل فبأجزاء فان المطلق اكثر من النصف جاز التطهير	ملنے والے پانی کا غلبہ اگر اسی کی مثل ہو جیسے مستعمل پانی تو اعتبار اجزاء (مقدار) کا ہوگا، اگر مطلق نصف سے زیادہ ہے
---	---

¹ فتح القدیر باب الماء الذي ينجو به الوضوء وما لا ينجو به نوريه رضويه سكر ۶/۱

² بزازية مع الهندية نوع في المستعمل والمقيد والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۹/۳

³ خانیہ مع الهندية صفحة الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳/۱

بألکل والا ¹ ۔	تو سب سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ ت
المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه ² ۔	مختار قول یہ ہے کہ نجس پانی محض جاری ہونے سے پاک ہو جائے گا کہ اس طرح پاک پانی کے ساتھ بہانے سے ناپاک پانی پاک ہو جاتا ہے تو غیر مطہر ہو جانا بدرجہ اولیٰ در مختار میں ہے:

ردالمختار میں ہے:

بمجرد جريانه بان يدخل من جانب ويخرج من آخر حال دخوله وان قل الخارج بحدود لايلزم ان يكون مبتلاً اول وقت الدخول لانه اذا كان ناقصاً فدخل الماء حتى امتلاً وخرج بعضه طهر ايضاً كما حققه في الحلية ³ ۔	محض اس کے جاری ہونے سے، کہ ایک طرف سے داخل کیا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے اس کے داخل ہونے کی حالت میں، اگرچہ خارج کم ہو، بحر، یہ ضروری نہیں کہ داخل ہوتے وقت بھرا ہوا ہو، کیونکہ جب ناقص ہوگا اور پانی داخل ہو کر برتن بھر جائے پھر پانی نکل جائے تو بھی یہ پانی پاک ہو جائے گا، جیسا کہ حلیہ میں تحقیق کی۔ ت
---	---

بدائع میں ہے:

وعلی هذا حوض الحمام والاوانی اذا تنجس ⁴ ۔	اور اسی پر حتمام کے حوض کو قیاس کیا جائے یا برتنوں کو جب وہ ناپاک ہو جائیں۔ ت
--	---

شامی میں ہے:

مقتضاه انه علی قول الصحيح تطهر الاوانی ايضاً بمجرد الجريان وقد علل في البدائع هذا القول بأنه صار ماء جارياً فتضح الحكم والله الحمد ⁵ اه وتماہ فیہ۔	اس کا مقتضی یہ ہے کہ قول صحیح پر برتن بھی محض پانی کے بہنے سے پاک ہو جائیں گے، اور اس کی وجہ بدائع میں یہ بیان کی ہے کہ یہ جاری پانی ہو گیا، تو جاری پانی کا حکم اس پر لاگو ہوگا، تو حکم ظاہر ہو گیا واللہ الحمد اور اس کی مکمل بحث اُسی میں ہے۔ ت
---	--

¹ در مختار باب المیہ مجتہائی دہلی ۳۴/۱

² در مختار باب المیہ مجتہائی دہلی ۳۶/۱

³ ردالمختار باب المیہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۳/۱

⁴ ردالمختار باب المیہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۴/۱

⁵ ردالمختار باب المیہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۴/۱

بعض لوگوں کا کہنا کہ اس سے پانی مکروہ ہو جاتا ہے اگر پینے کے حق میں مراد تو مذہب صحیح پر مبنی ہے کہ ماء مستعمل (۱) طاہر ہے مطہر نہیں اُس سے وضو نہ ہوگا اور پینا مکروہ۔ حلیہ پھر شامی میں ہے: بلعہ ایسا مکروہ^۱ (اس کا اس کو نگنا مکروہ ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

هو طاهر ولو من جنب وهو الظاهر لكن يكره شربه والعجن به تنزيهاً للاستقذار وعلى رواية نجاسته تحريماً ^۲ ۔	وہ پاک ہے خواہ جنب سے ہی ہو اور یہی ظاہر ہے لیکن اس کا پینا اور اس سے آٹا گوند ہنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے گھن آتی ہے، اور نجس ہونے کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)
--	---

اور اگر وضو کے حق میں مقصود یعنی اس سے وضو ہو جائے گا مگر مکروہ ہے تو مذہب غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح یہی ہے کہ اس سے پانی مستعمل ہو جائے گا اور اُس سے وضو صحیح نہ ہوگا نہ یہ کہ صرف کراہت ہو کہ سنحقوقہ بتوفیقہ فی حق اللہ تعالیٰ قد انا وانہ بتوفیقہ عز شانہ۔

تحقیق المقام: بفضل الملك العلامة اقول: وبالله التوفيق اتت (۲) الفروع متوافرة والنقول عن ائمتنا الثلاثة رضى الله تعالى عنهم وعن بعدهم متظافرة ونصوص معتمدات الشروح والفتاوى متواترة شهادات على ان المحدث اذا ادخل عضوه قبل غسله في ماء قليل فانه يجعل الماء مستعملاً الا ما كان عن ضرورة فعفى قال في الفتح بعد اقامة البينة على ان رفع الحدث ايضاً مغير للماء وان لم تكن معه نية قربة مانصّه وبهذا يبعد قول محمد انه التقرب فقط الا ان يمنع كون هذا مذهبه كما قال شمس الاثمة قال لانه ليس بروى	میں بفضلہ تعالیٰ کہتا ہوں کہ متوافر فروع اور ہمارے تینوں ائمہ اور بعد کے علماء کی نقول اور متون و شروح معتمدہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو شخص جب اپنا کوئی عضو دھوئے بغیر تھوڑے پانی میں ڈالے گا تو وہ پانی مستعمل ہو جائے گا، ہاں ضرورتاً ایسا کرنا معاف ہے، فتح میں اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ رفع حدّث بھی پانی میں تغیر پیدا کرتا ہے خواہ اس میں تقرب کی نیت نہ ہو، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اس سے امام محمد کا قول کہ صرف تقرب سے متغیر ہوتا ہے، بعید ہو جاتا ہے ان کا مذہب نہ مانا جائے، جیسا کہ شمس الائمہ نے فرمایا ہے کیونکہ یہ اُن سے مروی نہیں ہے، اور اُن سے صحیح یہ ہے کہ حدّث کا پانی سے زائل کرنا پانی کو فاسد کر دیتا ہے،
---	--

^۱ در مختار باب المیاء مجتہبائی دہلی ۱/۳۷۱

^۲ در مختار باب المیاء مجتہبائی دہلی ۱/۳۷۱

اور اسی کی مثل جرجانی سے منقول ہے، انہوں نے اُس شخص سے استدلال کیا ہے جو ڈول نکالنے کیلئے پانی میں غوطہ لگائے۔ امام محمد نے اس شخص کی بابت فرمایا مرد بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک، جواب یہ ہے کہ ازالہ حدث اُن کے نزدیک پانی کو فاسد کر دیتا ہے مگر ضرورتاً نہیں کرتا ہے جیسا کہ ہم سب کہتے ہیں کہ اگر بے وضو ناپاک یا حائض جو پاک ہو گئی ہو اگر پانی میں ہاتھ ڈال کر چٹو بھریں تو ضرورت کی وجہ سے یہ پانی مستعمل نہ ہوگا، ہاں اگر سر یا پیر ڈالا تو پانی فاسد ہو جائے گا کہ یہاں ضرورت نہیں ہے، اور حسن کی کتاب میں ابو حنیفہ سے ہے کہ اگر جنب یا بے وضو شخص نے اپنے دونوں ہاتھ کمنیوں تک یا ایک پیر مرتبان میں ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اس کا فرض ساقط ہوا ہے، کیونکہ دونوں کمنیوں تک ڈبونے کی کوئی ضرورت نہ تھی، ہاں اگر ضرورت پائی گئی مثلاً لوٹا تالاب میں تھا تو اس کو نکالنے کیلئے کمنیوں تک ہاتھ ڈالے تو پانی مستعمل نہ ہوگا، خلاصہ نے اس کی تصریح کی ہے فرمایا بخلاف اس کے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈک حاصل کرنے کو ڈبوائے تو پانی ضرورت نہ پائے جانے کی وجہ سے مستعمل ہو جائیگا

اس کا اور تبیین میں بھی ایسا ہی ہے اور امام محمد کے کنویں کے مسئلہ میں باضافہ دلیل اس طرح بیان کیا ہے کہ کنویں میں ڈول کا گرنا بکثرت ہوتا ہے اور جنابت بھی بکثرت ہوتی ہے تو اگر ہر مرتبہ ڈول نکالنے کیلئے غسل ضروری ہو

عنه والصحيح عنده ان ازالة الحدث بالماء مفسد له ومثله عن الجرجاني وما استدلوا به عليه من مسألة المنغس لطلب الدلو حيث قال محمد الرجل طاهر والماء طاهر جوابه ان ازالة عنده مفسدة الا عند الضرورة والحاجة كقولنا جميعاً لو ادخل المحدث او الجنب او الحائض التي طهرت اليد في الماء للاغتواف لا يصير مستعملاً للحاجة بخلاف ما لو ادخل رجله اورأسه حيث يفسد الماء لعدم الضرورة وفي (١) كتاب الحسن عن ابي حنيفة ان غمس جنب او غير متوضيئ يديه الى المرفقين او احدى رجليه في اجانة لم يجز الوضوء منه لانه سقط فرضه عنه وذلك لان الضرورة لم تتحقق في الادخال الى المرفقين حتى لو تحققت بان (٢) وقع الكوز في الجب فادخل يده الى المرفق لاجراجه لا يصير مستعملاً نص عليه في الخلاصة قال (٣) بخلاف ما لو ادخل يده للتبرد يصير مستعملاً لعدم الضرورة^١ اهـ وفي التبیین نحوه وزاد معللاً لمحمد في مسألة البثران وقوع الدلو في البثر يكثر والجنابة تكثر ايضاً فلو اغتسلوا لاجراج الدلو كلاً وقع يحرجون^٢ اهـ وفي الخاتمة (٣) اتفق اصحابنا رحمهم الله تعالى

^١ فتح القدير باب الماء الذي يجوز به الوضوء مالا يجوز نوريه رضويه سكر ٤٦١

^٢ تبیین الحقائق كتاب الطهارة مطبع الاميريه بولاق مصر ٢٥١

فی الروایات الظاہرة علی ان الماء المستعمل فی البدن لا یبقى طهورا واختلفوا هل یصیر مستعملا لسقوط الغرض اذا قصد التبردا واخراج الدلو من البئر قال ابو حنیفة وابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ یصیر مستعملا وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی المشہور عنه لا^۱ اھ۔

ای للضرورة کما مر اما الامام فلم یعتبر بالضرورة هنا لندرة الاحتیاج الی الانغماس بخلاف الاحتیاج الی الاغتراف بالید^۲ اھ ش والتعلیل بالضرورة مقصور علی نحو طلب الدلو اما التبرد فلما اشتہر عن محمد من القصر علی القربة ومشی علیہ فی الخانیة فلذا ذکرہ وتبعہ البحر والنهر والدر۔

اقول: (۱) وهذا عجب بعد مشیہم علی ان الصحيح ان محمدا لا یقصر التغير علی التقرب قال ش قدمنا ان ذلک خلاف الصحيح عنده فلذا اقتصر فی الهدایة علی قوله لطلب الدلو^۳ اھ۔ اقول الهدایة:

(۲) ایضا من المأشین کالخانیة وکثیرین علی ان محمد لا یجعل السبب الا التقرب وقد ذکرناه فی الطرس

تو لوگ تنگی میں پڑ جائیں گے اھ اور خانیہ میں ہے کہ ہمارے اصحاب روایات ظاہرہ میں اس امر پر متفق ہیں کہ جو پانی بدن پر مستعمل ہو وہ طہور نہ رہے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈا کرنے کیلئے یا ڈول نکالنے کیلئے ہاتھ ڈالا تو آیا سقوط فرض کی وجہ سے مستعمل ہو گا یا نہیں؟ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے کہ مستعمل ہو جائے گا اور محمد سے مشہور روایت یہ ہے کہ نہ ہو گا اھ یعنی ضرورت کی وجہ سے جیسا کہ گزرا، مگر امام نے یہاں ضرورت کا اعتبار نہ کیا، کیونکہ غوطہ لگانے کی حاجت شاذ ہی ہوتی ہے ہاں ہاتھ سے چلو بھرنا عموماً ہوتا ہے اھ ش اور ضرورت کی علت ڈول طلب کرنے پر منحصر ہے ٹھنڈک کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ محمد سے یہ روایت مشہور ہوئی کہ وہ صرف ادائے قربہ کو وجہ استعمال قرار دیتے ہیں اور خانیہ میں بھی یہی ہے تو اس لئے اس کو ذکر کیا اور بحر، نہر اور در نے اس کی پیروی کی۔ ت

میں کہتا ہوں یہ امر باعث تعجب ہے کیونکہ وہ اس امر کو مانتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ محمد پانی کے تغیر کو قربہ تک ہی محدود نہیں رکھتے۔ ا ش نے فرمایا ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ یہ اُن کے نزدیک صحیح کے خلاف ہے اس لئے ہدایہ میں صرف ڈول کی تلاش کے مسئلہ پر اکتفاء کیا ہے اھ ت

میں کہتا ہوں ہدایہ بھی پیروی کرنے والا ہے، جیسے صاحب خانیہ ہیں اور بہت سے دوسرے فقہاء کہ امام محمد سبب، صرف تقرب کو قرار دیتے ہیں

^۱ فتاویٰ خانیہ علی العالمگیری الماء المستعمل نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴/۱

^۲ رد المحتار باب المیاء ۹۴۹/۱

^۳ رد المحتار باب المیاء ۹۴۹/۱ ۱۴۸/۱

اور ہم اس کو "الطرس المعدل" میں بیان کر چکے ہیں تو ان کا طلب پر اکتفاء اس سبب سے نہیں جو ذکر کیا اور خانیہ کی فصل مایقع فی البئر میں ہے، بے وضو نے اگر اپنی انگلیوں کے کناروں کو دھویا اور پورا عضو نہ دھویا، حاکم نے مختصر میں کہا کہ اس طرح پانی مستعمل ہو جائے گا،

اور وجیز امام کردری میں ہے، جنب یا حائض نے اس میں (پانی میں) چلو بھرنے کیلئے اپنا ہاتھ ڈالا یا اس میں سے لوٹا نکالنے کیلئے، تو پانی ضرورت کی وجہ سے خراب نہیں ہوگا، ہاں اگر ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے ڈالا تو فاسد ہو جائے گا،

اور کافی میں ہے کہ امام محمد نے کنویں کے مسئلہ میں پانی کے مستعمل ہونے کا حکم اس لئے نہیں لگایا کہ وہاں ضرورت ہے، کیونکہ اگر ڈول نکالنے والا مل جائے تو لوگوں کیلئے ممکن نہیں کہ پہلے اس کو غسل کا پابند کریں اھ،

اور خلاصہ میں یہ چیز اصل کی طرف منسوب ہے اور اسی قسم ک عبارت خانیہ میں ہے اور خانیہ سے غنیہ میں منقول ہے اور الفاظ فقیہ النفس کے ہیں مختصراً کسی شخص نے پانی میں اپنا ہاتھ چلو بھرنے کیلئے ڈالا تو وہ پانی کو فاسد نہ کرے گا اور اسی طرح لوٹا نکالنے کیلئے اپنا ہاتھ گڑھے میں کمنیوں تک ڈالا، اور اسی طرح ہاتھ پیر اگر کنویں میں ڈول کی تلاش میں ڈالے تو ضرورت کی وجہ سے پانی

المعدل فلیس اقتصارہ علی ذکر الطلب لما ذکر وفيها من فصل مایقع فی البئر المحدث اذا غسل ای فی الخانیہ اطراف اصابعه ولم یغسل عضو اتاماً اشار (۵) الحاکم رحمہ اللہ تعالیٰ فی المختصر الی انه یصیر مستعملاً^۱ (۶) وفی وجیز الامام الكردری ادخل الجنب او الحائض فیہ (ای فی الماء) یدہ للاغتراف ورفع ادخاله للتبرد^۲ (۷) وفی الکافی انما لم یحکم محمد باستعمال الماء فی مسألة البئر للضرورة فانهم لوجاءوا بمن یطلب دلوهم لایمکنهم ان یکلفوه بألاغتسال اولاً^۳ (۸) وفی الخلاصة معزیاً (۹) للاصل ونحوه فی الخانیة (۱۰) وعنہا فی الغنیة واللفظ لفقیہ النفس مختصراً ادخل یدہ للاغتراف لایفسد الماء وكذا اذا ادخل یدہ فی الجب الی المرفق لاخراج الکوز ویدہ ورجلیہ فی البئر لطلب الدلو لمکان الضرورة ولو للتبرد یصیر مستعملاً لانعدام الضرورة^۴ (۱۱) وفی (۱۲) الحلیة قال القدوری کان شیخنا ابو عبد اللہ یقول الصحیح عندی من مذهب اصحابنا ان ازالة الحدث توجب استعمال الماء ولا معنی لهذا الخلاف اذلا

^۱ فتاویٰ قاضی خان فصل فی ما یقع فی البئر ۶/۱

^۲ بزازیہ مع العالمگیری المستعمل والمفید والطلق نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۹/۴

^۳ الکافی

^۴ غنیة المستملی باب الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۲

فاسد نہ ہوگا اور ٹھنڈک کے حصول کی خاطر ڈالے تو پانی مستعمل ہو جائے گا کہ ضرورت نہیں ہے۔

اور حلیہ میں ہے کہ قدوری نے کہا ہمارے شیخ ابو عبد اللہ فرماتے تھے میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ ازالہ حث پانی کے استعمال کا موجب ہے اور اس اختلاف کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ اس میں نص موجود نہیں، اور ڈول کی تلاش کے مسئلہ میں پانی کا مستعمل نہ ہونا ضرورت ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ کنویں میں ڈول کی تلاش میں غوطہ خوری عام ہے، اور اگر ہر مرتبہ کنویں کا پورا پانی نکالنا پڑ جائے تو لوگ سخت تنگی میں مبتلا ہو جائیں گے، تو یہ بے وضو کی طرح ہے کہ وہ چلو سے پانی لے تو بالاتفاق پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ اس میں اسقاط فرض بھی پایا جا رہا ہے، کیونکہ ضرورت ہے، اور برہان شرح مواہب الرحمن، نیز غنیہ ذوی الاحکام شرنبلالی میں اس کا ہم معنی ہے، اور علامہ ابن الشحنة کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ضرورت کا اعتبار صغریٰ وغیرہ میں مذکور ہے اہ اور نہایت وہندیہ میں ہے کہ نماز کیلئے غسل کرنے کو غوطہ لگایا تو پانی بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا اہ اور عنایہ وغیرہ میں اسی کی مثل ہے اور امام ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد بن عمر کے جو فوائد شرح جامع صغیر امام صدر شہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ

(۱) نص فیہ وانما لم یأخذ الماء حکم الاستعمال فی مسألة طلب الدلو لمكان الضرورة اذ الحاجة الى الانغماس فی البئر لطلب الدلومما یکثروا احتیج الى نزح کل الماء کل مرة لخرجوا حرجاً عظیماً فصارکا لمحدث اذا غرف الماء بكفه لایصیر مستعملاً بلا خلاف وان وجد اسقاط الفرض لمكان الضرورة^۱ اہ (۱) وفي البرهان شرح مواہب الرحمن (۱۵) ثم غنیة ذوی الاحکام للشرنبلالی معناه وفي شرح الوهبانية للعلامة ابن الشحنة اعتبار الضرورة فی مثل ذلك (۱۶) مذکور فی الصغری وغیرها اہ (۱۷) وفي النهاية (۱۸) ثم الهندیة لوانغمس (۲) للاغتسال للصلاة یفسد الماء بالاتفاق^۲ اہ ونحوہ (۱۹) فی العنایة وغیرها وفي فوائد الامام ظہیر الدین ابی بکر محمد بن احمد بن عمر علی شرح الجامع الصغیر للامام الصدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز رحمہما اللہ تعالیٰ لو ادخل رجله فی البئر ولم ینوبہ الاستعمال ذکر شیخ الاسلام المعروف بخواہر زادة رحمہ اللہ تعالیٰ ان الماء یصیر مستعملاً عند محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ذکر شمس الاثمة الحلوانی رحمہ

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارت مسئلۃ البئر محیط التاجیم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

^۲ ہندیہ الماء الذی لا یجوز بہ التوضؤ نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳/۱

میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں میں بلانیت استعمال اپنا پیر ڈالا تو----- شیخ الاسلام المعروف خواہر زادہ نے فرمایا کہ پانی امام محمد کے نزدیک مستعمل ہو جائے گا، اور شمس الانامہ الحلوانی نے ذکر کیا کہ پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ کنویں میں پیر کا ڈالنا ایسا ہے جیسا ہاتھ برتن میں، اسی استدلال کی بنیاد پر اگر کوئی شخص برتن میں پیر داخل کرے تو پانی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے مستعمل ہو جائے گا۔

میں کہتا ہوں اور امام حلوانی کے قول کا ما حاصل یہ ہے کہ ہاتھ کبھی کنویں کی تہ تک نہیں پہنچ پاتا ہے تو پیر کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مفہوم ان کی اس تصریح سے حاصل ہوتا ہے کہ اس میں اس کے غیر کا احتمال نہیں ہے اور مقام ضرورت کا استثناء اُن کے اقوال سے بدلتا معلوم ہوتا ہے تو علامہ ابن الشحنة کا قول زہر الروض میں نقل کے بعد اس کا تعارض اس طرح رفع ہو سکتا ہے کہ خواہر زادہ نے جو فرمایا ہے اس کو

ضرورت کے نہ ہونے پر محمول کیا جائے اور حلوانی کے قول کو ضرورت پر محمول کیا جائے۔ تردد ہے مقام یقین میں اور شک ہے مقام یقین میں۔ اور متن ملتقی میں ہے کہ اگر کسی جنب نے بلانیت کنویں میں غوطہ گایا تو کہا گیا کہ آدمی

اور پانی دونوں نجس ہیں امام کے نزدیک۔ اور اصح یہ ہے کہ ان کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی مستعمل ہے اہت اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے کہ اگر انغس محدث

اللہ تعالیٰ انہ لا یصیر مستعملاً لان الرجل فی البئر بمنزلة اليد فی الانیة فعلى هذا التعلیل اذا ادخل الرجل فی الاناء یصیر مستعملاً لعدم الضرورة¹۔ یکن موضع ضرورة وما قاله الحلوانی علی موضع الضرورة²۔

قلت: وحاصل قول الامام الحلوانی ان اليد ربما لا تبلغ قعر البئر فمست الحاجة الى الرجل هذا هو الذى يعطيه نص قوله لاحتمال فيه لغيره واستثناء موضع الضرورة معلوم من اقوالهم بالضرورة (افقول العلامة ابن الشحنة فى زهر الروض بعد نقله یمكن دفع التعارض بحمل ما قاله خواہر زادہ علی ما اذا لم تردد فى موضع الجزم وشك فى محل اليقين وفى متن الملتقى لو انغس جنب فى البئر بلانیه فقیل الماء والرجل نجسان عند الامام والاصح ان الرجل طاهر والماء مستعمل عنده³۔

وفى شرحه مجمع الانهر لوقال انغس محدث لكان اولی وانما قال بلانیه

¹ كفاية مع الفتح الماء الذى يجوز به الوضوء ولا يجوز نوريه رضويه سكر ٨٠/١

² زهر الروض

³ ملتقى الابهر فصل فى المياه العامره مصر ٣١/١

کہا ہوتا تو بہتر تھا۔ اور اس لئے "بلا نیت" کہا کیونکہ اگر غسل کیلئے غوطہ لگایا تو سب ہی کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائیگا اور نہر الفائق میں مسئلہ بزرگ حیط میں امام محمد کے قول کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا آدمی کا پاک ہونا اس وجہ سے ہے کہ محمد بہانے کو شرط قرار نہیں دیتے اور پانی کا پاک ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے اور اس کو سید ازہری نے کنز میں نقل کیا ہے، اور دُر میں ہے کہ اسقاط فرض ہی اصل ہے، مثلاً یہ کہ گڑھے میں ہاتھ یا پیر چلو بھرنے وغیرہ کی نیت کے علاوہ کسی اور ارادہ سے ڈالے تو وہ مستعمل ہو جائے گا، کیونکہ اس طرح فرض بالاتفاق ساقط ہو جاتا ہے اور اگر ہم فروغ گنا شروع کر دیں تو مشکل ہوگا، لیکن ہم سمندر پر آکر اس سے بکثرت چلو بھرتے ہیں، کیونکہ گفتگو انہی کے ساتھ رہے گی، تو ہم کہتے ہیں، بحر میں ہے کہ ابو بکر رازی کہتے ہیں کہ صرف قریہ کی ادائیگی سے پانی مستعمل ہوگا، عند محمد۔ وہ اس کو جنب کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں جو کُنوس میں ڈول نکالنے کی خاطر غوطہ لگائے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ مستعمل ضرورت کی وجہ سے نہ ہوا، اور اس کو علامہ ابن ہمام اور زیلعی نے برقرار رکھا۔

اس میں ہے جاننا چاہئے کہ یہ اور اس کے امثال جیسے ان کا قول، اس شخص کی بابت جو اپنے دونوں ہاتھ کسینوں تک

لانہ لو انغسل للاغتسال فسد الماء عند الكل¹ ۱۱ھ وفي النهر الفائق في تعليل قول محمد في مسألة جحط امأطهارة الرجل فلان محمدا لا يشترط الصب واما الماء فللضرورة² ۱۲ھ نقله السيد الازهرى على الكنز وفي الدر اسقاط فرض هو الاصل بان يدخل يده اور رجله في الجب لغير اغتراف ونحوه فانه يصير مستعملا لسقوط الفرض اتفاقاً³ ۱۳ھ ولو استرسلنا في سرد الفروع لاعياناً ولكن نرد البحر ونكثر الاغتراف منه لان الكلام سيدور معه فنقول في البحر من الماء المستعمل ذكر ابو بكر الرازي انه يصير مستعملا عند محمد بأقامة القرية لا غير استدلالاً بسؤاله الجنب اذا انغسل في البئر لطلب الدلو قال شمس الائمة السرخسي جوابه انما لم يصير مستعملا للضرورة واقره عليه العلامة ابن الهمام والامام الزيلعي⁴ ۱۴ھ

وفيه واعلم ان هذا وامثاله كقولهم فيمن ادخل يديه الى المرفقين واحدى رجله في اجانة يصير الماء مستعملا يفيد ان الماء يصير مستعملا بواحد من ثلثة ازالة حدث اقامة قرية اسقاط فرض فكان الاولى ذكر هذا السبب

¹ مجمع الانهر فصل في المياه العامة مصر ۳۱/۱

² فتح المعين بزر حیط سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

³ در مختار باب المياه مجتہبی دہلی ۳۷۱/۱

⁴ بحر الرائق کتاب الطهارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۰/۱

الثالث^۱ (۱) وفيه ذكر شمس الاثنية السرخسي في المبسوط (اي شرحه) ان في الاصل (اي في مبسوط الامام محمد رحمه الله تعالى) اذا اغتسل الطاهر في البئر افسده^۲ اه اي اذا نوى القربة كما لا يخفى وفيه مسألة البئر جحط وصورتها جنب انغمس في البئر للدلو والتدبر ولا نجاسة على بدنه فعند محمد الرجل طاهر والماء طهور وجه قول محمد على ما هو الصحيح عنه ان الماء لا يصير مستعملا وان ازيل به حدث للضرورة^۳ اه

وفيه قال البخاري في حاشية الهداية قال القدوري رحمه الله تعالى كان شيخنا ابو عبدالله الجرجاني يقول الصحيح عندى من مذهب اصحابنا (الى آخر ما قدمنا عن الحلبة غير انه قال لو احتاجوا الى الغسل عند نزح ماء البئر كل مرة لخرجوا الخ وزاد في آخره) بخلاف ما اذا ادخل غير اليد فيه صار الماء مستعملا^۴ اه وفيه عن ابى حنيفة ان الرجل طاهر لان الماء لا يعطى له حكم الاستعمال قبل الانفصال من العضو قال الزيلعي والهندي وغيرهما تبعا للهداية وهذه الرواية اوفق الروايات وفي فتح القدير

يا ايک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو پانی مستعمل ہو جائیگا، سے معلوم ہوتا کہ پانی کا مستعمل ہونا تین اشیاء میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوگا، حدّث کا زائل کرنا، قرۃ کا ادا کرنا، فرض کا ساقط کرنا، تو بہتر یہ تھا کہ اس تیسرے سبب کو ذکر کرتے۔ اور اسی میں ہے کہ شمس الاثنیہ سرخسی نے مبسوط میں (یعنی اس کی شرح میں) ذکر کیا کہ اصل میں (یعنی امام محمد کی مبسوط) میں ہے کہ اگر پاک شخص نے کنویں میں غسل کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا۔ یعنی اگر قرۃ کی نیت کی کہا لا یخفی۔ اور اسی میں ہے کہ کنویں کا مسئلہ جحط ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک جنب نے کنویں میں غوطہ لگایا ڈول نکالنے کیلئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے، اور اس کے بدن پر نجاست نہ ہو تو محمد کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے، اور محمد کے قول کی وجہ صحیح قول کے مطابق یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا ہے خواہ اس سے حدّث ہی کیوں زائل نہ کیا جائے ضرورت کی وجہ سے۔

اسی میں ہے بخاری نے کہا حاشیہ ہدایہ میں کہ قدوری نے کہا کہ ہمارے شیخ ابو عبدالله الجرجانی فرماتے ہیں میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب (آخر تک جو ہم نے حلیہ سے نقل کیا، البتہ انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ غسل کے محتاج ہوں ہر مرتبہ کنویں سے پانی

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۲/۱

^۲ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

^۳ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

^۴ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

<p>نکالتے وقت تو لوگ حرج میں پڑ جائیں گے الخ اور اس کے آخر میں اضافہ کیا، بخلاف اس صورت کے کہ جب ہاتھ کے علاوہ اور کوئی عضو پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور اس میں ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ آدمی پاک ہے کیونکہ پانی کو مستعمل ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا تا وقتیکہ وہ عضو سے جدا نہ ہو، زیلعی و ہندی وغیرہا نے ہدایہ کی متابعت میں فرمایا اور یہ روایت تمام روایات میں مطابقت پیدا کرنے والی ہے اور فتح القدیر اور شرح الجمع میں ہے کہ تصحیح شدہ روایت یہی ہے اھ تو ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں مذہب مختاریہ ہے کہ</p>	<p>وشرح المجمع انها الرواية المصححة^۱ اھ (۱) فعلم بما قررناه ان المذهب المختار في هذه المسألة ان الرجل طاهر والماء طاهر غير طهور^۲ اھ وفيه وان الغسل لاغتسال صار مستعملاً اتفاقاً وحكم الحدث حكم الجنابة ذكره في البدائع^۳ اھ وفيه (۲) وكذا الحائض والنفساء بعد الانقطاع اما قبل الانقطاع فهما كالظاهر اذا اغسل للتبديد لا يصير الماء مستعملاً كذا في فتاویٰ قاضی خان والخلاصة^۴ اھ وفیه (۳) قال القاضی الاسبيجانی في شرح مختصر الطحاوی جنب اغتسل في بئر ثم في بئر الى</p>
---	--

شامی نے کہا رملی نہ کہا میں کہتا ہوں عنقریب آئیگا کہ یہ صحیح روایت پر طاہر و طہور ہے میں کہتا ہوں یہ مسئلہ بر جھٹ سے طحاوی کی تصحیح شدہ روایت کی تصریح ہے تو جو منہ میں سید عبدالغنی کی شرح ہدیۃ ابن عماد سے ہے کہ مسئلہ بر جھٹ کے تینوں قول ضعیف ہیں تو اس وجہ سے کہ وہ بحر الرائق کی اختیار کردہ چوتھی روایت کو اختیار کرتے ہیں یہ نہیں کہ تین میں سے کسی کی تصحیح نہیں کی گئی۔ ت

عہ قال الشامی قال الرملی اقول سیاتی قریباً انه طاهر طهور علی الصحيح اھ اقول وهذا تصريح بتصحيح رواية ط من جشط فما في المنحة عن شرح هدية ابن العماد لسیدی عبدالغنی قدس سرہ ان مسألة جشط الاقوال الثلاثة فيها ضعيفة فكانه لاختيار الرواية الرابعة المختارة في البحر لان لاشيئ من الثلث مصححاً اھ منه۔

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

^۲ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

^۳ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

^۴ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

آدمی پاک ہے اور پانی پاک تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں اھ اور اسی میں ہے اگر کسی نے غسل کیلئے غوطہ لگایا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہو جائے گا اور حدث کا حکم جنابت والا ہی ہے، اس کو بدائع میں ذکر کیا اھ اور اسی میں ہے کہ یہی حکم حائض اور نفاس والی عورت کا ہے جس کا خون منقطع ہو چکا ہو، اور انقطاعِ خون سے قبل تو وہ دونوں اُس پاک شخص کی طرح ہیں جس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، فتاویٰ قاضی خان اور خلاصہ میں یہی ہے اھ۔ اور اسی میں ہے کہ قاضی اسماعیلی نے شرح مختصر طحاوی میں فرمایا کہ ایک جنب شخص نے ایک کنویں میں غسل کیا اور پھر دوسرے کنویں میں یہاں تک کہ دس کنوؤں میں غسل کیا، تو محمد نے فرمایا تیسرے سے پاک نکلے گا، پھر اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو تمام پانی نجس ہو جائیں گے (یعنی تینوں) اور اگر نجاست نہ ہو تو تینوں مستعمل ہو جائیں گے۔

میں کہتا ہوں بلا کہ پہلے سے کیونکہ تثلیث تو سنت ہے گویا انہوں نے مسنون طہارت کا ارادہ کیا ہے پھر مضمضہ اور استنشاق کی قید لگانا مخفی نہیں اھ۔ ت

میں کہتا ہوں اگر تیسرے کے بعد حدث لاحق نہ ہوا ہو جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت

2 بحر الرائق الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

----- پھر اگر تیسرے کنویں کے بعد اس نے نیت کی تو پانی مستعمل ہو جائے گا اگر نیت نہ کی تو مستعمل نہ ہوگا اور اسی کی مثل اُن سے منقول ہے اور خزانۃ المفتین میں محمد کا مذکور قول صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس میں میں نے تین کے ارادہ کی تصریح دیکھی ہے، جس طرح میں نے اس کی وضاحت بخوبی کر دی ہے، اور اسی طرح انہوں نے وضو میں اضافہ کیا ہے اور پھر میں نے منہ میں سراج دہاج سے اس امر کی تصریح دیکھی کہ صرف تین مستعمل ہوں گے نہ کہ ان کے بعد والے، اور یہ ظاہر ہے اور اس میں ماء مقید کی احاث سے ہے، اور انہوں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جب جب کنویں میں اُترے اور غسل کا ارادہ کرے تو سب کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائے گا، اس کی تصریح اکمل، صاحب معراج الدراہم اور دوسرے علماء نے کی ہے اھ۔ اور اسی میں ہے، اسی طرح فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب کوئی شخص پانی میں ہتھیلی ڈال دے تو پانی مستعمل ہو جائے گا، اور اس کی تصریح صاحب بتغی نے کی ہے (غین معجمہ سے) اھ، اور اسی میں ہے کہ اسمیجالبے اور ولوالجی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ ایک جنب ایک کنویں میں غسل کیلئے اُترا پھر دوسرے میں اُترا

وکذا صرحوا ان الماء یفسد اذا ادخل الکف فیہ ومن صرح به صاحب المبتغی بالغین المعجبة¹ اھ وفيه قال الاسبیجالبی والولوالجی فی فتاواہ جنب اغتسل فی بئر ثم بئر الی آخر ماتقدم² اھ وفيه قال الامام القاضی ابو زید الدبوسی فی الاسرار ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکمل مستعبرا حکماً³ اھ فهذه العبارة کشف اللبس ووضحت کل تخمین⁴ وحدث اھ ولنقتصر علی هذا القدر خاتمین بما اعترف البحر انه کشف اللبس وازاح الحدس وهی کما تری نصوص صرائح تفید ان ملاقة الماء القلیل لعضو علیه حدث یجعله مستعبرا سواء ورد الماء علی العضو او العضو علی الماء علی سبیل النجاسة الحقیقیة فالماء نجس سواء وردت هی علی الماء او الماء علیها وبالجملة كانت الفروع* تأتی علی هذا السنن المطبوع* والاقوال* تنسج علی هذا المنوال* الی ان جاء الدور بتلامذة الامام المحقق علی الاطلاق* و دارت مسألة التوضی فی الفساق

¹ فتح القدر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکر ۷۶۱

² بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱

³ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱، ۹۹

⁴ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱

المیٰ آخر ماتقدم۔ اور اسی میں ہے کہ امام قاضی ابو زید الدُّؤسی نے اسرار میں فرمایا کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے تھوڑے پانی میں غسل کیا تو کل پانی حکماً مستعمل ہو جائے گا۔ اس عبارت نے کل معاملہ وضاحت سے کھول کر رکھ دیا ہے۔ ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں اور اختتام پر بحر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابہام کو رفع کر دیا ہے، اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ صریح نصوص ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے سے پانی کا عضو سے ملنا جس پر حدیث ہے پانی کو مستعمل بنادیتا ہے خواہ پانی عضو پر وارد ہو یا عضو پانی پر وارد ہو، اور اگر یہ پانی نجس عضو پر آئے، خواہ پانی عضو پر یا عضو پانی پر تو پانی نجس ہو جائے گا۔ خلاصہ کلام یہ کہ مسئلہ کی فروع کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے، اور اس قسم کے اقوال علماء و فقہاء کے ذکر کئے گئے ہیں، پھر جب محقق علی الاطلاق کے شاگردوں کا دور آیا اور چھوٹے حوضوں میں وضو کا مسئلہ ماہرین کے درمیان زیر بحث آیا تو علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا نے جواز کا فتویٰ دیا اور ایک رسالہ لکھا جس کا نام "رفع الاشتباہ عن مسئلۃ المبیاء" ہے اس پر ان کے شاگرد علامہ عبدالبر بن الشحنة نے ان کی مخالفت کی، اور ایک رسالہ "زهر الروض فی مسئلۃ الحوض" لکھا۔ امام ابن الحاج نے حلیہ میں علامہ قاسم کی طرف کچھ میلان کیا ہے، یہ تمام کے تمام

الصغار بین الحذاق - فأفتی العلامة زین الدین قاسم بن قطلوبغا بالجواز والف رسالة سبأها رفع الاشتباہ عن مسألة المبیاء¹ وخالفه تلميذه العلامة عبدالبر بن الشحنة وصنف رسالة سبأها زهر الروض فی مسألة الحوض² والامام ابن امير الحاج فی الحلیة ایضاً میل الی شیئ مما اعتبده العلامة قاسم وهم جیباً من جلة اصحاب الامام ابن الهمام علیهم رحمة الملک المنعم ثم جاء المحقق زین بن نجیم صاحب البحر رحمه الله تعالى فانتصر الزین للزین ونسق رسالة سبأها الخیر الباقی فی جواز الموضوع من الفساق ثم تتابع المتأخرون علی اتباعه كالنهر والمنح والدر وذكر فی الخزائن ان له رسالة فیہ والعلامة الباقانی والشیخ اسعیل النابلسی وولده العارف بالله سیدی عبدالغنی ومحشی الاشباہ شرف الدین الغزی فیما ذكره المدقق العلائی بلاغاً وكذا بعض مشائخ الشامی والسادات الثلاثة ابو السعود الازهری وط وش میلا مع تردد والیه یسئل کلام العلامة نوح افندی ووافق

¹ بحر الرائق کتاب الطهارة مطبع اچچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

² بحر الرائق کتاب الطهارة مطبع اچچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

العلامة ابن الشحنة منهم العلامة ابن الشلبی وبه افتی والمحقق علی المقدسی والعلامة حسن الشرنبلالی۔

قلت: والیہ یرشد کلام المحقق فی الفتح وقد علمت انها الجادة المسلوكة الى زمن العلامة قاسم والمروی عن جمیع اصحابنا وعن ائمتنا الثلاثة عینا ولم یخالفها احد ممن تقدمه غیر الامام صاحب البدائع فی جدل وتعلیل اما عند ذکر الاحکام فهو مع الجمهور وكذلك قدمنا عن عدة من هؤلاء المتأخرین خلاف ما مالوا الیه اماما نسب الی العلامة قارئ الهدایة فلا یتیم کما ستعرف ان شاء الله تعالی وبالجملۃ فالمسألة ذات معترک عظیم والرسائل الثلاث جمیعاً بحمد الله تعالی عندی وهانذا الخصها لک مع مالها وعليها اجمالاً مفصلاً وبالله التوفیق فلنوزع الکلام علی اربعة فصول

ابن ہمام کے جلیل القدر تلامذہ ہیں، پھر ابن حکیم صاحب بحر آئے اور انہوں نے زین کی مدد کی اور ایک رسالہ لکھا جس کا نام "الخیر الباقی فی جواز الوضوء من الفساق" ہے پھر متاخرین نے پے در پے اس مسئلہ پر کلام کیا اور ان کی پیروی کی مثلاً نہر، منخ، درر اور خزائن میں ہے کہ انہوں نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے، اور علامہ باقانی، شیخ اسماعیل نابلسی اور ان کے صاحبزادہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی اور اشاہ کے محشی شرف الدین الغری بقول مدق علانی بطور بلاغ، اور اسی طرح بعض مشائخ شامی اور سادات ثلثہ ابوالسعود الازہری ط' اور اش' کا اس طرف میلان ہے، کچھ تردد بھی کیا ہے اور اسی طرف علامہ نوح آفندی کا کلام ہے اور علامہ ابن الشحنة نے موافقت کی اور علامہ ابن شلبی نے بھی موافقت کی اور اسی پر فتویٰ دیا اور محقق علی المقدسی اور علامہ حسن شرنبلالی نے بھی یہی فرمایا۔ (ت) میں کہتا ہوں محقق کا کلام فتح میں اسی طرف رہنمائی کرتا ہے اور آپ جان چکے ہیں کہ علامہ ابن قاسم کے زمانہ تک یہی روش رہی، اور یہی ہمارے تمام اصحاب اور ائمہ ثلثہ سے منقول ہے، اور متقدمین میں سے سوائے صاحب بدائع کے کسی اور نے مخالفت نہ کی، جدل اور تعلیل میں، اور احکام کے ذکر کے وقت وہ جمهور کے ساتھ ہیں، اور اسی طرح ہم بہت سے متاخرین سے ان کے خلاف نقل کر چکے ہیں، اور جو علامہ قارئ الهدایہ کی طرف منسوب ہے وہ ثابت نہیں، جیسا کہ آپ عنقریب جان لیں گے ان شاء الله تعالیٰ، اور خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ بہت معرکہ کا ہے اور تینوں رسائل بحمد الله میرے پاس ہیں جن کا خلاصہ میں آپ کے سامنے ماہا وما علیہا کے ساتھ پیش کرتا ہوں یہ کلام چار فصول پر مشتمل ہے۔

الفصل الاول فی کلام العلامة قاسم

پہلی فصل، علامہ قاسم کا کلام:

رسالته رحمة الله تعالى نحو كراسة اطال فيها الكلام في حد الماء الكثير وحقق (۱) ان جميع جوانبه سواء في جواز الطهارة سواء كانت النجاسة مرئية اولا واكثر من الرد على شرح المختار والتحفة والبدائع حتى تجاوز الى المؤاخذات اللفظية ولسنا الان بصدد ذلك وانما يتعلق منها بغرضنا نحو ورقة في آخرها ذكر فيها الماء المستعمل وانه لا يغير الماء ما لم يغلب عليه واختار التسوية في ذلك بين الملقى والملاقى اي كما ان الماء المستعمل لولقى في حوض او جرة وكان ماء الجرة اكثر منه جاز الطهارة به على ما هو الصحيح المعتمد وعليه عامة العلماء كذلك ان ادخل المحدث او الجنب يده مثلا في جرة لم يتغير ماءها لان المستعمل منه ملاقى بدنه وهو اقل بالنسبة الى الباقي واحتج على ذلك بثلاثة اشياء الاول كلام البدائع حيث قال في الكلام على حديث لا يبولن احدكم في الماء الدائم (اي حين استدلال به للامام على نجاسة الماء المستعمل) لا يقال انه نهى (اي عن الاغتسال فيه لالان المستعمل نجس بل) لما فيه من (۲) اخراج الماء من ان يكون مطهرا من غير ضرورة وذلك حرام لاننا نقول الماء القليل انما يخرج عن كونه مطهرا باختلاط غير المطهر به اذا كان غير المطهر غالباً كماء الورد واللبن ونحو

علامہ قاسم کا رسالہ تقریباً ایک کاپی ہے جس میں "ماءٌ كثير" کی تعریف پر انہوں نے مفصل گفتگو کی ہے، اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اس کے تمام کنارے برابر ہیں طہارت کے جواز میں، خواہ نجاست نظر آنے والی ہو یا نہ ہو، اور شرح مختار، تحفہ، بدائع وغیرہ پر کافی رد کیا یہاں تک کہ لفظی گرفت سے بھی نہ بچ سکے۔ ہم اس وقت یہ چیزیں بیان کرنا نہیں چاہتے، ہماری غرض اس رسالہ کے آخری ورق سے متعلق ہے جس میں انہوں نے ماءِ مستعمل کے مسائل بیان کیے ہیں اور یہ کہ وہ پانی کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا ہے جب تک وہ اس پر غالب نہ آجائے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں ملقی اور ملاقی کو برابر قرار دیا ہے یعنی جس طرح مستعمل پانی اگر کسی حوض یا ٹھلیا میں ڈالا جائے اور ٹھلیا کا پانی مستعمل پانی سے زیادہ ہو تو اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ صحیح، معتمد قول یہی ہے اور عام علماء کا یہی قول ہے اور اسی طرح اگر محدث یا ناپاک نے اپنا ہاتھ کسی ٹھلیا میں ڈالا تو پانی متغیر نہ ہوگا کیونکہ اس میں سے مستعمل وہ ہے جو اس کے بدن سے ملا اور بہ نسبت باقی کے کمتر ہے، اس پر تین چیزوں سے استدلال کیا ہے:

اول صاحب بدائع نے "لا يبولن احدكم في الماء الدائم" (ٹھہرے پانی میں کوئی پیشاب نہ کرے) پر کلام کرتے ہوئے فرمایا (یعنی جب امام نے اس سے مستعمل پانی کی نجاست پر استدلال کیا) یہ نہ کہا جائے کہ یہ نہیں ہے (یعنی اس میں غسل کرنے سے اس لئے نہیں کہ مستعمل نجس ہے بلکہ) کیونکہ اس میں پانی کو بلا ضرورت مٹھیر

ذلك فاما ان يكون مغلوبا فلا وههنا الماء المستعمل ما يلاقي البدن ولا شك ان ذلك اقل من غير المستعمل فكيف يخرج به من ان يكون مطهرا¹ انتهى۔

قلت: وتامه فاما ملاقات النجس الطاهر فتوجب تنجيس الطاهر وان لم يغلب على الطاهر لاختلاطه بالطاهر على وجه لا يمكن التمييز بينهما فيحكم بنجاسة الكل² اھـ قال وقال في موضع آخر (ای بعدہ، بورقات) فیمن وقع فی البئر فان كان علی بدنہ نجاسة حکمیة بان كان محدثا اوجنبا او حائضا او نفساء (ای وقد انقطعاً من جعلها مستعملا وجعل المستعمل طاهرا یرید محمدا رحبه الله تعالى) لان غیر المستعمل اکثر فلا یخرج عن کونه طهورا ما لم یکن المستعمل غالبا علیه عنہما) فعلى قول من لا یجعل هذا الماء مستعملا (قلت یرید الامام ابا یوسف رحبه الله تعالى لاشتراطه الصب) لا ینزع شیئی لانه طهور وكذا علی قول کما لوصب اللبن فی البئر بالاجماع او بالت شاة فیہا عند محمد³ رحبه الله تعالى انتهى۔

ہونے سے خارج کرنا ہے اور یہ حرام ہے، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ماء قلیل مطہر ہونے سے اس لئے خارج ہو جاتا ہے کہ وہ غیر مطہر پانی سے ملتا ہے مگر یہ اس وقت ہوگا جب غیر مطہر غالب ہو، مثلاً گلاب کا پانی اور دودھ وغیرہ، اور اگر مطلوب ہو تو نہ ہوگا اور یہاں مستعمل پانی وہ ہے جو بدن سے ملائی ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ غیر مستعمل سے کم ہے تو اس کی وجہ سے مطہر ہونے سے کیسے خارج ہوگا انتہی۔

میں کہتا ہوں مکمل اس طرح ہے، اور نجس کا طاهر کو ملائی ہونا طاهر کو نجس کر دیتا ہے اگرچہ طاهر پر غالب نہ ہو کیونکہ وہ طاهر سے اس طور پر مل گیا ہے کہ دونوں میں امتیاز ممکن نہیں رہا ہے توکل کی نجاست کا حکم کیا جائے گا۔ کہا، اور دوسرے مقام پر فرمایا (یعنی اس کے کچھ ورق بعد) اس شخص کی بابت جو کنویں میں گر پڑا تو اگر اس کے بدن پر نجاست حکمیہ ہو مثلاً یہ کہ وہ بے وضو یا جنب یا حیض و نفاس والی عورت ہو (یعنی ان دونوں عورتوں کی ناپاکی ختم ہو چکی ہو) تو اس کے قول پر جو پانی کو مستعمل قرار نہیں دیتا ہے (میں کہتا ہوں اس سے ان کی مراد امام ابو یوسف ہیں جن کے نزدیک بہانا شرط ہے) کنویں سے کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے، اور اسی طرح ان کے قول پر جو پانی کو مستعمل کہتے ہیں اور مستعمل کو پاک کہتے ہیں (امام محمد مراد ہیں) کیونکہ غیر مستعمل زائد ہے تو ظہور ہونے سے اس وقت تک خارج نہ ہوگا جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہو جائے، مثلاً دودھ کنویں میں ڈال دیا جائے،

¹ بدائع الصنائع فصل فی الطہارة الحقیقیة سعید کپنی کراچی ۱/۷۷

² بدائع الصنائع فصل فی الطہارة الحقیقیة سعید کپنی کراچی ۱/۷۷

³ بدائع الصنائع فصل فی الطہارة الحقیقیة سعید کپنی کراچی ۱/۷۷

تبدیل نہیں کرے گا جیسے دودھ، اور شیخین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ تھوڑے سے پچنا ممکن نہیں اس لئے معاف ہے پھر امام محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے۔ اور شیخین کے نزدیک یہ ہے کہ قطرہ کی جگہ برتن میں ظاہر ہو جائے، انتہی، فرمایا تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ صحیح مفتی بہ محمد کی روایت ابو حنیفہ سے ہے اھ یعنی قلیل پانی کو فاسد نہیں کرتا ہے کیونکہ غیر مستعمل زائد ہے۔

ثانی: فرمایا، محمد نے کتاب الاثار میں حضرت عائشہ کی اس حدیث۔ کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے ساتھ غسل کرے خواہ مرد پہل کرے یا عورت۔ کے بعد فرمایا کہ اس سے آسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مدارس میں جو برتن رکھے ہوتے ہیں اُن سے غسل کر لینے میں حرج نہیں، جبکہ یہ ظن غالب نہ ہو کہ مستعمل پانی غالب ہو گیا ہے یا چھوٹے برتن میں نجاست پڑ چکی ہے۔ فرمایا اگر تم یہ کہو کہ جب استعمال بار بار ہو تو کیا وضو یا غسل منع ہے؟ میں کہتا ہوں بظاہر اس وصف کا اعتبار نجس پانی میں نہ ہوگا تو طاهر میں کیسے ہوگا؟ فرمایا کہ انہوں نے مبتغیٰ میں فرمایا (یہ تیسرا ہے) اگر کچھ لوگ صف باندھ کر نہر کے کنارے پر وضو کریں تو جائز ہے، حوض کا بھی حکم یہی حکم ہے کیونکہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے انتہی۔

الطهورية كاللبن واما عندهما رضى الله تعالى عنهما فلان القليل مما لا يمكن التحرز عنه يجعل عفوا ثم الكثير عند محمد ما يغلب على الماء المطلق وعندهما ان يستبين موضع القطرة في الاناء انتهى۔¹ قال وقد علمت ان الصحيح المفتى به رواية محمد عن ابى حنيفة رحمهما الله تعالى² اھ ای فلا يفسد قليله لان غير المستعمل اكثر **الثاني:** قال وقال (۱) محمد في كتاب الاثار بعد رواية حديث عائشة رضى الله تعالى عنها ولا بأس ان يغتسل الرجل مع المرأة بدأت قبله او بدأ قبلها³ قال اذا عرفت هذا لم تتأخر عن الحكم بصفة الوضوء من الفساق الموضوعة في المدارس عند عدم غلبة الظن بغلبة الماء المستعمل او وقوع نجاسة في الصغار منها قال فان قلت اذا تكرر الاستعمال هل يمنع قلت الظاهر عدم اعتبار هذا المعنى في النجس فكيف بالطاهر قال قال في المبتغى (وهو الثالث) قوم يتوضؤون صفاً على شاطئ النهر جاز فكذا في الحوض لان حكم ماء الحوض في حكم ماء جار انتهى⁴۔

¹ بدائع الصنائع فصل في الطهارات الحقيقية سعيد کچنی کراچی ۲۸/۱

² الاشتباه عن مسألة المياه

³ کتاب الاثار باب غسل الرجل والمرأة من اثناء واحد ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۱۰

⁴ الاشتباه عن مسألة المياه

میں کہتا ہوں، یعنی منع اس لئے ہے کہ دھوون اس میں گرتا ہے یا اس لئے کہ بے وضو لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں اور یہ سب غیر مانع ہے جیسا کہ ان کے نزدیک مقرر ہے پھر انہوں نے اس کے بعض آثار ملاقی میں اور بعض ملقی میں ذکر کیے پس فرمایا اور تحقیق ابن ابی شیبہ نے حسن سے جنب کے بارے میں روایت کی جو بے دھوئے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالے تو فرمایا اگر چاہے تو اس کے ساتھ وضو کرے، اور سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ جنب اگر اپنا ہاتھ دھونے سے قبل برتن میں ڈال دے تو حرج نہیں، اور عائشہ بنت سعد کہتی ہیں کہ حضرت سعد باندی کو حکم دیتے تھے کہ وہ حوض سے پانی لا کر دے، تو وہ حوض میں اپنا ہاتھ ڈبوتی تھی، تو کہا جاتا تھا کہ وہ حائضہ ہے، تو آپ فرماتے تھے: کیا میں نے اس کو حائضہ کیا ہے؟ اور عامر سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ پانی میں ڈالتے تھے جبکہ وہ جنب ہوتے تھے اور عورتیں حائض ہوتی تھیں اور یہ لوگ بلا ہاتھ دھوئے پانی میں ڈالنے میں ہرج نہیں سمجھتے تھے، اور ابن عباس سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص غسل جنابت کرے اور اس کے چھینٹے برتن میں گریں تو اس میں حرج نہیں، اور حسن، ابراہیم: زہری،

قلت: ای ان المنع انما یکون لسقوط الغسالة فیہا اولادخال المحدثین ایدیہم فیہا والکل غیر مانع علی ماتقرر عندہ ثم اتی بأثار بعضها فی الملاقی وبعضہا فی السلقی فقال وقد روی ابن ابی شیبہ عن الحسن فی الجنب یدخل یدہ فی الاناء قبل ان یغسلہا قال یتوضؤ بہ ان شاء وعن سعید بن المسیب لاباس الجنب یدہ فی الاناء قبل ان یغسلہا¹ وعن عائشہ بنت سعد قالت کان سعد یأمر الجاریۃ بتناولہ الطهور من الحوض فتغسل یدہا فیہا فیقال انہا حائض فیقول انا حیضتہا وعن عامر قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدخلون ایدیہم فی الاناء وهم جنب والنساء حیض لایرون بذلک بأسا یعنی قبل ان یغسلوها وعن ابن عباس فی الرجل یغتسل من الجنابة فینضح فی اناء من غسلہ فقال لاباس بہ² وعن الحسن وابرہیم والزہری وابی جعفر وابن سیرین نحوہ قال فان قلت فما محمل حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن

اصل میں اسی طرح ہے شاید یوں ہو "ان یدخل الجنب یدہ"۔ (ت)

عہ کذا بالاصل ولعلہ ان یدخل الجنب یدہ منہ۔ (م)

¹ مصنفہ ابن ابی شیبہ فی الرجل یدخل یدہ فی الاناء وهو جنب اداره القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۸۲/۱

² مصنفہ ابن ابی شیبہ فی الرجل الجنب یغتسل ویسفع من غسلہ فی اناء البیضاء ۷۲/۱

ابو جعفر اور ابن سیرین نے اسی قسم کی روایت کی، فرمایا اگر کوئی کہے کہ پھر "لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الخ" حدیث کا کیا مفہوم ہوگا؟

میں کہتا ہوں کرنی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مستعمل پانی سے طہارت کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس کا عموم زائد پانی میں ان کی فروع سے مطابقت نہیں رکھتا پس اسے کراہت پر محمول کیا جائے گا اور راوی حدیث نے یہی خبر دی ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ ہم اس امر کو پسند کرتے تھے کہ تالاب سے پانی لے کر ایک کونے میں جا کر غسل کریں، فرمایا اور جو فروع اس کی مخالف ہیں تو وہ نجاست کی روایت پر ہیں، جیسے کسی جنب یا محدث یا حائض نے اپنا ہاتھ برتن میں بلا دھوئے ڈالا، تو قیاس چاہتا ہے کہ پانی خراب ہو جائے اور استحسان کی رو سے فاسد نہ ہوگا، کیونکہ چلو بھرنے کی حاجت ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے برتن میں پیر ڈال دیا تو پانی خراب ہو جائے گا کیونکہ ضرورت نہیں، اور اگر پیر کُنویں میں ڈالا تو پانی خراب نہ ہوگا کیونکہ کُنویں سے ڈول پانی خراب ہو جائے گا کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، نکالنے کیلئے پیر ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کو معاف کر دیا گیا ہے اور اگر برتن یا کُنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ جسم کا اور کوئی حصہ ڈالا تو اسی کی مثل دوسری چیزیں ہیں (پھر انہوں نے ایسے مسائل اور آثار ذکر کئے جن کا

فیہ من الجنابة¹ قلت استدلال بہ الکرخی علی عدم جواز التطہیر بالمستعمل ولا یطابق عومہ فروعہم المذکورۃ فی الماء الكثير فیحمل علی الکراہۃ وبذلک اخبر راوی الخبر فأخرج ابن ابی شیبۃ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کنا نستحب ان نأخذ من ماء الغدیر ونغسل بہ ناحیۃ² قال وما ذکر من الفروع مخالفاً لهذا فبناءً علی رواية النجاسة کقولہم لو ادخل جنب او محدث او حائض یدہ فی الاناء قبل ان یغسلہا فالقیاس انہ یفسد الماء و فی الاستحسان لا یفسد لاحتیاج الی الاغتراف حتی لو ادخل رجلہ یفسد الماء لانعدام الحاجة ولو ادخلها فی البئر یفسد لانه محتاج الی ذلک فی البئر لطلب الدلو فجعل عفواً ولو ادخل فی الاناء او البئر بعض جسده سوی الید والرجل افسده لانه لاحاجة الیہ³ وامثال هذه (ثم ذکر مسائل وأثار لا تتعلق بمانحن فیہ الی ان قال) وعن ابن جریج قال قلت لعطاء رأیت رجلاً توضأ فی ذلک الحوض متکشفاً فقال لا بأس بہ قد فعلہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقد علم انہ یتوضؤ منہ الابيض

¹ مصنف ابن ابی شیبہ من کان یکرہ ان یبول فی الماء الراکد اداره القرآن کراچی ۱۳۱/۱

² مصنف ابن ابی شیبہ الرجل ینتہی الی البئر والغدیر وہو جنب اداره القرآن کراچی

³ بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ للحقیقیہ سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

اس بحث سے تعلق نہیں، پھر فرمایا) اور ابن جریج سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے عطا سے کہا کہ ایک شخص نے حوض میں ننگے ہو کر غسل کیا تو انہوں نے کہا اس میں حرج نہیں، خود ابن عباس نے ایسا کیا حالانکہ ان کو معلوم تھا کہ اس میں سیاہ و سپید سب ہی غسل کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس حوض میں لوگوں کے وضو کا پانی گرتا تھا، فرمایا کہ غالباً انہوں نے مستقیق کی حدیث کو اُسی کے ساتھ خاص دیکھا یا یہ کہ یہ امر تعبدی ہے، علاوہ ازیں ابن شیبہ نے ابو معویہ سے اعمش سے ابراہیم سے روایت کی کہ اصحاب عبد اللہ کے سامنے جب حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کا ذکر آتا تھا تو فرماتے تھے کہ ابو ہریرہ مہراس میں کیا کرتے تھے جو مدینہ میں تھی اہ اس باب میں اس قسم کی چیزیں ذکر کی ہیں۔

میں توفیق الہی کہتا ہوں کہ اس میں چند وجوہ سے کلام ہے: اول تعجب ہے کہ انہوں نے مبتنی کی عبارت سے استدلال کیا ہے، حالانکہ وہ جو چاہتے تھے اس میں موجود نہیں، کیونکہ اس میں وہ بڑے حوض کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جیسا کہ آپ ان کے قول ان ماء الحوض فی حکم ماء جار سے معلوم کر سکتے ہیں اور یہ قطعی معلوم ہے کہ حوض وہی ہوگا جس

والاسود وفی رواية وکان ینسکب من وضوء الناس فی جوفها قال وکانهم رأوا حدیث المستیقظ خاصاً به او انه امر تعبدي علی أن ابن ابی شیبۃ قد روی عن أبی معویۃ عن الاعمش عن ابرہیم قال کان اصحاب عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ذکر عندہم حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا کیف یصنع أبو ہریرۃ بالمہراس الذی بالمدينة¹ اہ فہذا کل ما أتى* بہ فی هذا الباب فی کتابہ* رحمہ اللہ تعالیٰ فی ما بہ۔

اقول: وبالله التوفیق الکلام فیہ من وجوہ الاول (۱) من العجب استنادہ رحمہ اللہ تعالیٰ بعبارة المبتنی فلیس فیہا أثر مما ابتغی لان کلامہ عہ فی الحوض الکبیر الاتری إلی قوله إن ماء الحوض فی حکم ماء جار ومعلوم قطعاً أن ذلک انما ہو فی الحوض

پھر میں نے اس کی تصریح ان کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام میں دیکھی جہاں انہوں نے کثیر پانی کے مسائل میں مبتنی کا کلام وارد کیا پھر فرمایا بالضرورة اس سے مراد حوض کبیر ہے اہ (ت)

عہ: ثم رأیت التصریح بہ فی کلام شیخہ المحقق علی الاطلاق حیث اورد کلام المبتنی فی مسائل الماء الکثیر ثم قال وانما اراد الحوض الکبیر بالضرورة اہ منہ غفرلہ۔ (مر)

میں پانی بہت زیادہ ہو اور چھوٹا حوض تو برتنوں کی طرح ہے، خود علامہ نے اس رسالہ میں فرمایا کہ برتنوں کا پانی نجاست کے گرنے سے نجس ہو جائے گا خواہ اس میں تغیر نہ ہو، فرمایا جو پانی تالاب اور گڑھے میں ہو وہ برتنوں کے پانی کے برابر ہو تو وہ بھی برتنوں کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ محل کا کوئی اثر نہیں اھ

دوم نمبر ۳۸ میں ہم نے بتنی کی تصریح کہ پانی ہاتھ ڈالنے سے خراب ہوگا، سوم اسی طرح کتاب الآثار سے بھی ان کی تائید نہیں ملتی ہے، اس میں یہ نہیں کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ڈالے یا عورت ڈالے پھر دونوں اس سے غسل کریں، اور اس قسم کا گمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین حضرت عائشہ سے کیسے ہو سکتا ہے، امام محمد کا مقصود تو صرف ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جو عورت کے اور اس لئے فرمایا، عورت نے مرد سے پہلے یا مرد نے عورت سے پہلے ابتدا کی ہو، اور اس کا عنوان یہ قائم کیا "باب عورت اور مرد کے ایک بچے ہوئے پانی سے مطلق مرد کیلئے وضو کرنے کو باطل قرار دیتے ہیں یا جب عورت جنب یا حائض ہو، اور یہی دو قول حنابلہ و مالکیہ کے ہیں، برتن سے غسل جنابت کرنے کے بیان میں"،

الكبير ذى الماء الكثير اما الصغير فكالوانى وقد قال (العلامة نفسه في هذه الرسالة أن ماء الاوانى يتنجس بوقوع النجاسة وإن لم يتغير قال وما كان في غدِير او مستنقع وهو نحو ماء الاوانى فهو ملحق بها إذا لا اثر للمحل¹ اھ

الثانی (۲) قدمنا فی نمرۃ عن المبتغی التصریح بأن الماء یفسد باذخال الکف^۲ الثالث (۳) كذلك لا أثر لتأيید شیء من مقصوده فی عبارة کتاب الآثار فلیس أن الرجل یدخل یدیه فی الاناء قبل الغسل او المرأة ثم یغتسلان منه وکیف یظن هذا برسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم او امر المؤمنین رضی الله تعالیٰ عنها وانما مراد محمد رحمه الله تعالیٰ نفی قول من ابطال الوضوء بفضل وضوء المرأة مطلقاً او اذا كانت جنباً او حائضاً وهما قولان للحنابلة والمالکیة ولذا قال بدأت قبله اوبداً قبلها وترجم له باب غسل الرجل والمرأة من إناء واحد من الجنابة^۳ - الرابع (۴) قد اوضح رضی الله تعالیٰ عنه مراده الشریف فی مؤطاة المنیف إذ قال باب الرجل یغتسل اویتوضأ بسور المرأة اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر رضی الله

¹ رسالہ علامہ قاسم

² بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۷

³ کتاب الآثار غسل الرجل والمرأة من اناء واحد من الجنابة ادارة القرآن کراچی ص ۱۰

تعالیٰ عنہما أنه قال لا بأس بأن يغتسل الرجل بفضله وضوء المرأة ما لم تكن جنباً أو حائضاً قال محمد لا بأس بفضله وضوء المرأة وغسلها وسورها وإن كانت جنباً أو حائضاً بلغنا أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يغتسل هو وعائشة من إناء واحد يتنازعا الغسل جميعاً فهو فضل غسل المرأة الجنب وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى^١ الخامس: (١) قدمنا عن الأئمة أبي بكر الرازي وشمس الأئمة السرخسي والاسييجاني والولولجي وأبي زيد الدبوسي والزيلعي وابن الهمام وغيرهم الجم الغفير غفر الله تعالى لنابهم وعن الخلاصة عن نفس كتاب الاصل لمحمد صرائح نصوصه في الحكم بخصوصه فكيف يحمل هذا الكلام على خلاف وبالله التوفيق۔ السادس: (٢) ما ذكر رحمه الله تعالى عن ابن عباس والامام الباقر والحسن البصري وابن سيرين وابراهيم النخعي والزهري رضي الله تعالى عنهم لا يمس المقصود لانه في الملقى والكلام في البلاق۔ السابع: (٣) ما ذكر أخرنا عن عطاء وابن عباس رضي الله تعالى عنهم فأخبره في الملقى ولا حجة في اوله فإنه ان كان المراد التوضي في الحوض بحيث تسقط الغسالة فيه كالنوضي في الطست فهو من الملقى وان كان المراد التوضي بأدخال اليد فيه للاغتواف فقد مر

چہارم: امام محمد نے اپنی مراد کی وضاحت اپنی مؤطا میں کر دی ہے، فرمایا: باب اس بیان میں کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ ہمیں مالک نے خبر دی، ہم سے نافع نے ابن عمر سے روایت کی، انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے، بشرطیکہ جنب یا حائض نہ ہو۔ محمد نے فرمایا اس میں حرج نہیں کہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا جائے خواہ وہ اس کے وضو کا ہو یا غسل کا ہو یا جھوٹا ہو اور خواہ وہ جنب ہو یا حائض ہو، ہمیں حدیث پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ ایک ہی برتن سے پانی چھین جھپٹ کر غسل کرتے تھے، یہ جنب عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کا ثبوت ہے، اور یہی ابو حنیفہ کا قول ہے۔

پنجم: ہم نے ابو بکر الرازی، شمس الأئمة سرخسی، اسیجانی، ولولجی، ابو زید الدبوسی، زیلعی، ابن الصمام وغیرہم، جلیل القدر ائمہ کی ایک عظیم جماعت سے پہلے ہی نقل کیا ہے اور خلاصہ سے امام محمد کی اصل کی تصریح نقل کی ہے کہ اسی میں خاص حکم بیان کیا ہے تو اس کلام کو اس کے خلاف پر کیونکر محمول کیا جاسکتا ہے وبالله التوفیق۔

ششم: انہوں نے جو ابن عباس، امام باقر، حسن بصری، ابن سیرین، ابراہیم نخعی اور زہری رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے وہ مقصود سے متعلق نہیں کیونکہ وہ ملقی کے بارے میں ہے جبکہ گفتگو ملاقی کی بابت ہے۔

ہفتم: جو آخر میں انہوں نے عطاء اور ابن عباس

¹ مؤطا امام محمد الرجل یغتسل او یتوضأ بسور المرأة مجتہبائی لاہور ص ۸۳

سے نقل کیا ہے تو اس کا آخری حصہ ملتی میں ہے اور اس کے اول میں کوئی حجت نہیں، کیونکہ اگر مراد حوض سے وضو کرنا ہے کہ اس طرح اس کا دھوون حوض میں گرے جیسے طشت میں وضو کیا جاتا ہے تو وہ ملتی سے ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں ہاتھ ڈال کر چلو بھر کر وضو کیا تو گزر چکا ہے کہ اس قدر کو شرع نے معاف رکھا ہے جبکہ دوسرے برتن نہ ہوں، اور اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں اتر کر وضو کیا تو بھی حجت قائم نہ ہوگی کیونکہ اس میں حوض کے سائز کا ذکر نہیں، پس ممکن ہے کہ حوض بڑا ہو۔

ہشتم: اسی طرح سعد کی حدیث ہے کیونکہ وہ حیض کے منقطع ہونے سے قبل سے متعلق ہے اور ہم نے خانیہ اور خلاصہ وغیرہما سے نقل کیا کہ یہ پانی کو خراب نہیں کرتا، کیونکہ دونوں سبب ہی موجود نہیں ہیں نہ تو سقوط فرض ہے اور نہ ہی قربت کی ادائیگی ہے۔

نہم: جو عامر سے نقل ہوا تو ظاہر یہ ہے کہ "قبل ان یغسلوها" کا لفظ حدیث میں مندرج ہے، اور معلوم نہیں کہ یہ کس کا قول ہے، اور مجہول سے استدلال نہیں ہوتا۔

دہم: جو حسن سے نقل کیا گیا ہے وہ اس کے مخالف ہے جو انہی سے بدائع میں نقل کیا گیا ہے یعنی یہ کہ کم پانی میں اگر مستعمل پانی گر جائے تو کیا حکم ہوگا، حسن بصری سے کم کی بابت پوچھا گیا، تو آپ نے

ان هذا القدر معفو عنه عند عدم أنية وان فرض ان المراد أن يلج الحوض ويتوضأ فيه لم تنتهض أيضاً حجة إذ ليس فيه بيان قدر الحوض فجاز أن يكون كبيراً۔

الثامن: (۱) كذلك حديث سعد رضي الله تعالى عنه فإنه في الحيض قبل الانقطاع وقدمنا عن الخانية والخلاصة وغيرهما أنها لا تفسد الماء اذا ذاك لعدم السببين سقوط الفرض واقامة القرينة۔

التاسع: (۲) ما ذكر عن عامر فظاهر ان لفظة يعني قبل ان يغسلوها مدرج في الحديث ولا يدرى قول من هو ولا حجة في المجہول۔ العاشر: (۳) ما حكى عن الحسن يعارضه ما في البدائع عنه في وقوع قليل ماء مستعمل في الماء سئل الحسن البصري عن القليل فقال ومن يملك نشر الماء وهو ما تطاير منه عند الوضوء وانتشر اشار الى تعذر التحرز عن القليل فكان القليل عفو ولا تعذر في الكثير فلا يكون عفواً^۱ اهـ هذا كلامه في الملقى فكيف في الملقى۔ الحادي عشر: (۴) ما حكى عن سعيد فعلى تقدير الصحة عنه مذهب تابعي فكيف يحتج به على المذهب (۵) وكفى به جواباً عن سائر الآثار۔ الثاني عشر: (۶) كذلك العبارة

^۱ بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸/۱

جواب دیا کہ پانی کے چھینٹوں کا مالک کون ہے؟ تو کم تو تعذر کی وجہ سے معاف ہے مگر زائد میں یہ صورت نہیں تو وہ معاف نہ ہوگا، ان کی یہ گفتگو ٹٹٹی میں ہے تو ملاقی میں کیا حال ہوگا۔ یازدہم: جو سعید سے نقل کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہو تو وہ ایک تابعی کا مذہب ہے تو اس سے مذہب پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے اور یہی جواب دوسرے آثار میں ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔

دوازدہم: اس طرح بدائع سے نقل کردہ تیسری عبارت بھی مقصود سے الگ ہے کیونکہ وہ ٹٹٹی کی بابت ہے اور اس میں گفتگو نہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ "پھر محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے اور شیخین کے نزدیک یہ کہ قطروں کی جگہ برتن میں ظاہر ہو جائے۔"

میں کہتا ہوں اس میں وجہ یہ ہے کہ محمد کے نزدیک پانی پاک ہے تو اس کی پاکیزگی کا وصف اس وقت تک اس سے سلب نہ ہوگا جب تک کہ اس پر کوئی نجاست غالب نہ آجائے، اور شیخین کے نزدیک نجس ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے، اور نجس کا ایک قطرہ ہی تمام قلیل پانی کو نجس کر دیتا ہے البتہ جو پانی میں ظاہر نہیں ہوتا وہ معتبر نہیں ہوتا ہے جیسے سوئی کی نوک کے برابر پیشاب کے چھینٹے، تو چونکہ اس سے بچنے میں دشواری ہے اس لئے اس کو معاف کر دیا گیا، تو اس کا ہماری بحث سے کیا تعلق ہے، ہاں قابل غور وہ عبارت ہے جو انہوں نے بدائع سے نقل کیا ہے، وہ ایک ضعیف روایت پر جھگڑا ہے اور مسئلہ جحط پر محمد کے قول کی توجیہ ہے کہ مستعمل پانی وہ ہے جس کی ملاقات بدن سے ہوئی ہو اور وہ دوسرے سے کم ہے۔ میں کہتا ہوں وبالله التوفیق وھوا لمستعان علی افاضة التحقيق، میں اور میری حقیقت کیا جو

الثالثة عن البدائع بمعزل عن المقصود فانها في الملقى ولا كلام فيه الا ترى الى قوله ثم الكثير عند محمد ما يغلب على الماء المطلق وعندهما ان يستبين مواقع القطر في الاناء¹۔

قلت: والوجه فيه ان الماء طاهر عند محمد فلا يسلبه وصف الطهوية ما لم يغلب عليه ونجس عندهما فيما يقال وقطرة نجس تنجس كل ماء قليل غير ان الذي لا يستبين لا يعتبر كرشاش البول قدر رؤس الابر فعفى عنه لعسر التحرز فاین هذا مبنا نحن فيه نعم جل مافی یدہ ما ذکر البدائع فی الجدل عن رواية ضعيفة وتعلیل قول محمد فی مسألة جحط ان المستعمل ملاقی البدن وهو اقل من غیرہ۔

اقول: وبالله التوفیق وهو المستعان علی افاضة التحقيق ایش انا ومن انا

¹ بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۸/۱

امام ہمام، علمائے کرام کے بادشاہ، اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے درجات بلالند فرمائے ہم ان کی برکتوں سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں آمین، کے سامنے لب کشائی کروں؟ لیکن مذہب ثابت شدہ ہے اور ائمہ ثلاثہ کی تصریحات صحیحہ موجود ہیں، اور اس امام جلیل القدر نے نقول کی حد تک ان ائمہ سے اتفاق کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہماری بحثوں سے مذہب کی تصریحات باطل نہیں قرار پاسکتی ہیں جیسا کہ اس فن کے خدام پر واضح ہے، اس لئے میں کچھ معروضات پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں:

میں کہتا ہوں: سیر دہم: امام ملک العلماء قدس سرہ نے بدائع میں ذکر کیا کہ وہ کون سے مقامات ہیں جہاں ضرورتاً پانی کے مستعمل ہونے کا حکم ساقط ہو جاتا ہے، جیسے چلو بھرنے کیلئے ہاتھ کا پانی کے برتن میں ڈالنا اور ڈول تلاش کرنے کیلئے پیر کا کنویں میں ڈالنا، پھر انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی نے برتن یا کنویں میں اپنا جسم کے بعض حصے کو ڈال دیا ہاتھ پیر کے علاوہ، تو پانی فاسد ہو جائے گا کیونکہ یہ بے ضرورت ہے اور اسی اصل پر کنویں کے مسئلہ کی تخریج کی جائے گی کہ جنب انسان اس میں ڈول کی تلاش میں اُترا ہو بغیر نیت غسل کے بشرطیکہ اس کے جسم پر کوئی حقیقی نجاست موجود نہ ہو، اور خلاصہ یہ کہ اس میں بحث یہ ہے کہ یا تو غوطہ لگانے والا پاک ہوگا یا ناپاک ہوگا، مثلاً یہ کہ اس کے جسم پر حقیقی یا حکمی نجاست موجود ہو جیسے جنبہ اور حدث، اور ہر وجہ کی پھر دو وجہیں ہیں یا تو غوطہ

حقی اتکلم بین یدی هذا الامام الہمام* ملک العلماء الکرام* اعلیٰ اللہ درجاتہ فی دار السلام* و افاض علینا برکاتہ علی الدوام* آمین* ولکن المذہب قد تقرّر والنقل الصحیح الصریح عن الائمة الثلاثة رضی اللہ تعالیٰ عنہم قد توفر* ورأیت هذا الامام الجلیل قد وافق الاجلة الفحول* فی تلك النقول* عند ذکر المنقول* وعلمت ان ما یقال فی الجدل* او یبیدی فی العلل* لا یقضی علی نصوص المذہب* بل ربما لایکون البیدی ایضاً الیہ یذہب* کما ہو معلوم عند من خدم هذا الفن المذہب فجرت فی ذلک علی ان اقول وهو:

الثالث عشر: (۱) الامام ملک العلماء قدس سرہ ہو القائل فی بدائعہ بعد ما ذکر سقوط حکم الاستعمال فی مواضع الضرورة کالیدی فی الاناء للاغتراف والرجل فی البئر لطلب الدلو مانصہ ولو ادخل فی الاناء والبئر بعض جسده سوی الید و الرجل افسده لانه لا حاجة الیه و علی هذا الاصل تخرج مسألة البئر اذا انغس الجنب فیہا لطلب الدلو لا بنية الاغتسال و لیس علی بدنہ نجاسة حقیقیة والجملة فیہ أن الرجل المنغس اما أن یكون طاهرا او لم یکن بان کان علی بدنہ نجاسة حقیقیة او حکمیة کالجنبابة والحدث وکل وجه علی وجهین اما ان ینغس لطلب الدلو او التبرد او الاغتسال و فی المسألة حکمان حکم الماء الذی فی البئر وحکم الداخل فیہا فان کان طاهرا

ڈول کی تلاش میں لگائے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے اور اس مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اُس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے اور دوسرے اُس شخص کا حکم جو کنوئیں میں داخل ہوا، اگر وہ پاک ہے اور اس نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تھا، تو پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس پانی سے نہ تو حدث کا ازالہ کیا گیا ہے اور نہ کوئی قربہ ادا کی گئی ہے اور اگر اس میں غسل کیلئے غوطہ کھایا تو ہمارے اصحاب ثلاثہ کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائے گا کیونکہ اس سے قربہ ادا ہوئی ہے اور زفر اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس سے حدث زائل نہیں کیا گیا ہے اور آدمی دونوں صورتوں میں پاک ہے۔ اب ان کے اس قول کو دیکھئے جس میں وہ فرماتے ہیں: کہ مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے، تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کنوئیں میں وہی پانی ہے جو

وانغسل لطلب الدلو اوللتبرد لایصیر مستعملاً بالاجتماع لعدم ازالة الحدث واقامة القرية وان اغسل فيها للاغتسال ع صار الماء مستعملاً عند اصحابنا الثلاثة رضي الله تعالى عنهم لوجود اقامة القرية وعند زفر والشافعي رحمهما الله تعالى لایصیر مستعملاً لانعدام ازالة الحدث والرجل طاهر في الوجهين جميعاً¹ اھ۔ فانظر إلى قوله في المسألة حکمان حکم الماء الذي في البئر فهل ترى ان الذي في البئر هو ملاقى سطح بدنه عند الانغراس كلا بل كل ما في البئر وهو المقصود بیان حکمہ وقد حکم علیه فی الصورة الثانية بأنه صار مستعملاً باجماع ائمتنا الثلاثة رضي الله تعالى عنهم وفيهم محمد القائل بطهارته وقد حکم بأنه بالانغراس سلب ماء البئر طهوريته

علت کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ قربت کے طور پر غسل مراد ہے اور آئندہ تمام مقامات میں یہی مراد ہے، میل کو دُور کرنے یا گرمی کو دفع کرنے کا غسل مراد نہیں کیونکہ جب طہر آدمی دفع گرمی اور حصولِ ٹھنڈک کیلئے غسل کرے تو پانی مستعمل نہ ہوگا کہ دونوں ازالہ حدث اور اقامتِ قربت نہیں پائے گئے اھ (ت)

(عہ یرید الاغتسال علی وجه القرية بدلیل التعلیل وهو المراد فی سائر المواضع الآتیة دون الاغتسال لازالة درن اودفع حر فأنه والتبرد سواء لا یفید الاستعمال اذا کان من طاهر لانعدام السببین اھ۔ منه حفظه ربہ تبارک وتعالیٰ۔ (م)

¹ بدائع الصنائع فصل فی الطهارة والتحقیقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

فظهر ان حكم الاستعمال ليسرى في الماء القليل كله سريان حكم النجاسة باجماع اصحابنا رضي الله تعالى عنهم فان السريان على القول بنجاسة الماء المستعمل ظاهر لاخلف فيه وهذا محمد القائل بالطهارة قد حكم بالسريان فكان القول به مجبعا عليه ولم يبق لاحد بالخلاف يد ان بل يظن ان ملك العلماء ماش ههنا على جعل طهارة الماء المستعمل متفقا عليها بين اصحابنا كما قال (١) في البدائع ومشائخ العراق لم يحققوا الخلاف فقلوا انه طاهر غير ظهور عند اصحابنا رضي الله تعالى عنهم حتى روى عن القاضي ابي حازم العراقي انه كان يقول انا نرجو ان لا تثبت رواية نجاسة الماء المستعمل عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه وهو اختيار المحققين من مشائخنا بما وراء النهر^١ اهـ وذلك لان سوق كلامه ههنا كما قدم لاحاطة احكام الماء والرجل في جميع الصور المحتملة هنا وقد التزم في كل صورة بيان الخلاف بين ائمتنا الثلاثة ان كان وفصل في شقي الطاهر حكم الماء فقال في الاول لا يصير مستعملا بالاجماع وفي الثاني صار مستعملا عند ائمتنا الثلاثة خلافا لفرق الشافعي

غوطہ کے وقت سطح بدن سے ملائی ہوا تھا؟ ہرگز نہیں، بلانکہ سُئویں کا کُل پانی ہے اور اسی کا حکم بیان کرنا مقصود ہے، اور دوسری صورت میں اس پر یہی حکم ہوا ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستعمل ہو گیا ہے، ان میں امام محمد بھی شامل ہیں جو اس کی طہارت کے قائل ہیں، اور انہوں نے فرمایا کہ غوطہ کی وجہ سے پانی کے پاک کرنے والی صفت سلب ہو گئی ہے تو ظاہر ہوا کہ استعمال کا حکم تھوڑے پانی میں مکمل طور پر جاری ہوتا ہے، جیسے کہ نجاست کا حکم، اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کیونکہ سرایت کرنا مستعمل پانی کو نجس کہنے کی صورت میں ظاہر ہے، اس میں خلاف نہیں، اور امام محمد جو پانی کی طہارت کے قائل ہیں سرایت کا حکم دے رہے ہیں تو گویا یہ قول اجماعی ہے، اس میں کسی کا خلاف نہیں رہا بلکہ یہاں یہ گمان بھی کیا گیا ہے کہ ملک العلماء نے پانی کے پاک ہونے کو ہمارے اصحاب کے درمیان متفق علیہ قرار دیا ہے جیسا کہ بدائع میں فرمایا ہے، اور مشائخ عراق نے اختلاف کی تحقیق نہیں کی، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ظاہر تو ہے مگر ظاہر کرنے والا نہیں، یہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہے، یہاں تک کہ قاضی ابو حازم العراقي سے مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ہمیں توقع ہے کہ مستعمل پانی کی نجاست کی روایت ابو حنیفہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور یہی ہمارے وراء النہر کے محققین مشائخ کا مختار ہے اھ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں

^١ بدائع الصنائع فصل في الطهارة الحقيقة ابي ايم سعيد كيني كراچی ۶/۷۷

بقی علیہ بیان حکم الرجل فی المسئلتین عند اثبتنا فجمعهما وقال الرجل طاهر فی الوجهین جیباً فکما انه يستحيل عند الذوق السليم کون هذا تنمة قول زفر والشافعی فیبقى ساکتاً عن بیان حکم الرجل فی الوجهین عند اثبتنا رضى الله تعالى عنهم کذلک یبعد ان یکون هذا قول بعض دون بعض منهم اذ لو کان کذلک لبین الخلاف کما بین فی سائر الصور ولم یأت به هکذا مرسل لا یهام الخلاف اعنی عدم الخلاف مع وجوده لاسیما مع قرینتی الاجماع والاتفاق فی حکم الماء فی هذین الوجهین فلا ینقدح فی الذهن الا کونه وفاقاً بین اصحابنا کقرینتیه السابقتین وهذا لا یتأتی الا علی القول بطهارة الماء المستعمل حیث لم یتنجس الماء فلا یحتمل ان ینجس الطاهر بخلاف ما اذا قیل بنجاسة اذ یتطرق القول بان الماء تنجس فنجس فلا یکون الرجل طاهر اوفقاً۔

فان قلت الیس ان حکم الاستعمال انما یعطى بعد الانفصال والبدن کله شیئ واحد فی الاغتسال فبادام فیہ لم یکن مستعملاً واذا صار مستعملاً لم یکن فیہ فعن هذا یرج طاهراً مع نجاسة الماء المستعمل عندہا فیما یذكر عنہما قلت بلی ولكن اما یتمشی علی قول الامام اما عند ابی یوسف فیثبت

ان کے کلام کی روش جیسا کہ گزرا پانی کے احکام کے احاطہ کیلئے ہے اور مرد کے احکام کی بابت ہے یہ تمام محتمل صورتوں میں ہے، اور انہوں نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر صورت میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اختلاف بیان کیا ہے اگر واقعہً اختلاف ہو۔ اور پاک کی دونوں شقوں میں پانی کا حکم تفصیلاً ذکر کیا ہے، پہلی صورت میں کہا بالاجماع مستعمل نہ ہوگا اور دوسری صورت میں کہا مستعمل ہو گیا ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک، اس میں زفر اور شافعی کا خلاف ہے اب ان پر یہ بیان کرنا باقی ہے کہ دونوں مسئلوں میں اُس شخص کا حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک کیا ہے، تو ان دونوں کو جمع کر دیا اور فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ شخص پاک ہے، تو جس طرح ذوق سلیم پر یہ گراں ہے کہ اس کو زفر و شافعی کے اقوال کا تتمہ قرار دیا جائے، اور مرد کے حکم میں ہمارے ائمہ دونوں صورتوں میں خاموش رہے، یوں یہ بعید ہے کہ یہ قول بعض کا ہو اور بعض کا نہ ہو، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اختلاف کو ضرور بیان کرتے جیسا کہ تمام صورتوں میں بیان کیا ہے لیکن اس کو انہوں نے اس طرح مطلق ذکر نہ کیا تاکہ خلاف کا ایہام ہو یعنی عدم خلاف مع وجود خلاف بالخصوص جبکہ دو قرینے اجماع اور اتفاق کے اس امر پر موجود ہیں کہ دونوں صورتوں میں پانی کا حکم کیا ہے لہذا ذہن میں جو خلش ہے وہ اس کی ہے کہ یہ مسئلہ ہمارے اصحاب کے درمیان اتفاقی ہے، جیسے اس کے دو سابقہ قرینے ہیں، اور یہ اُسی صورت میں ہوگا جبکہ مستعمل پانی کی طہارت کا قول کیا جائے اس لئے کہ پانی نجس نہیں ہوا، تو یہ احتمال نہیں ہے

کہ وہ پاک کو نجس بنا دے۔ بخلاف اس صورت کے کہ پانی کو نجس کہا جائے کہ اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ پانی نجس ہو گیا ہے اس لئے اس نے طاہر کو نجس کر دیا تو مرد بالاتفاق پاک نہ ہوگا۔ اگر تو یہ کہے کہ آیا یہ بات درست نہیں کہ پانی پر مستعمل ہونے کا حکم اُسی وقت لگایا جائیگا جب وہ بدن سے جدا ہو، اور بدن غسل کی صورت میں شیئی واحد ہے، تو جب تک پانی بدن پر رہے گا مستعمل نہ ہوگا اور جو مستعمل ہوگا تو بدن پر نہ رہے گا اسی وجہ سے وہ شخص پاک ہو جاتا ہے اور پانی شیخین کے نزدیک نجس ہو جاتا ہے جیسا کہ شیخین کی بابت مشہور ہے۔ میں کہتا ہوں یہ درست ہے، مگر یہ صرف امام ابو حنیفہ کے قول پر چل سکتا ہے کیونکہ ابو یوسف کے نزدیک پانی کے مستعمل ہونے کا حکم بدن سے پہلی ملاقات ہی میں دے دیا جائیگا بدائع میں ہے ابو یوسف نے فرمایا محدث کے پہلے عضو سے ملتے ہی پانی مستعمل ہو جاتا ہے، اور اسی طرح پاک آدمی کے کسی عضو کا بہ نیت ادائیگی قرۃ پانی کو لگنا پانی کو مستعمل بنا دیتا ہے اور جب پانی پہلی ملاقات ہی سے مستعمل ہو گیا تو باقی اعضاء کی طہارت پانی سے نہیں ہو سکتی ہے اھ تو پھر وہ کس طرح فرماتے ہیں کہ پانی مستعمل ہو گیا اور مرد پاک ہے۔ اور بدائع میں فرمایا کہ اگر اس کے ہاتھ پر صرف نجاست حکمیہ ہے پھر وہ

حکم الاستعمال بأول ملاقات البدن الماء قال فی البدائع ابویوسف یقول ان ملاقات اول عضو المحدث الماء یوجب صیورته مستعملاً فكذا ملاقات اول عضو الطاهر الماء علی قصد اقامة القرۃ واذا صار الماء مستعمل بأول الملاقات لا تتحقق طهارة بقية الاعضاء بالماء المستعمل^۱ اھ۔ فکیف یقول الماء مستعمل والرجل طاهر، وقد قال فی البدائع ان کان علی یدہ نجاسة حکمیة فقط فان ادخلها لطلب الدلو والتبرد یخرج من الاول ای الماء الاول فان المسألة مفروضة فی الانغماس فی عدة میاء طأهرا عند ابی حنیفة و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ هو الصحیح لزوال الجنابة بالانغماس مرة واحدة وعند ابی یوسف هو نجس ولا یخرج طأهرا ابداً^۲ اھ۔ فان حملته هنا علی حال الضرورة لقول البدائع اما ابو یوسف فقد ترک اصله عند الضرورة علی ما یذكر وروی بشر عنه ان المیاء کلها نجسة وهو قیاس مذهبہ^۳ اھ۔ دفعہ^۴ ان ما أمر ههنا ان الماء مستعمل والرجل طاهر عکس ما یقول به الامام الثانی حال الضرورة الاتری ان مذهبہ فی مسألة البئر

^۱ بدائع الصنائع فصل فی الطهارة الحقيقية ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

^۲ بدائع الصنائع فصل فی الطهارة الحقيقية ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

^۳ بدائع الصنائع فصل فی الطهارة الحقيقية ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

اس کو کنویں میں ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے داخل کرتا ہے تو وہ اول (یعنی پہلا پانی کیونکہ مسئلہ اس مفروضہ پر ہے کہ کئی پانیوں میں ہاتھ ڈبو یا) سے پاک نکلے گا، یہ ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک ہے، یہی صحیح ہے کیونکہ جنابت ایک ہی مرتبہ ڈبونے سے زائل ہو گئی اور ابو یوسف کے نزدیک وہ نجس ہے، اور وہ کبھی پاک نہ ہوگا۔ اگر آپ اس کو یہاں ضرورت پر محمول کریں کیونکہ بدائع میں ہے "بہر حال ابو یوسف نے اپنی اصل کو ضرورت کے وقت ترک کیا ہے، جیسا کہ اُن سے مروی ہے اور بشرنے ان سے روایت کی ہے کہ سب کے سب پانی نجس ہیں اور یہی چیز ان کے مذہب سے لگا کھاتی ہے۔

دفعہ ۸۰۹: جو یہاں گزرا کہ پانی مستعمل ہے اور آدمی پاک ہے، امام ثانی کے قول کے برعکس ہے ضرورت کی حالت میں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان کا مذہب کنویں کے مسئلہ "حیط" میں "ح" ہے یعنی پانی اپنی سابقہ حالت پر پاک ہے اور انسان بھی جیسا کہ پہلے تھا ناپاک ہے۔ بدائع میں فرمایا ابو یوسف فرماتے ہیں اس اصل پر عمل لازم ہے (یعنی یہ کہ پہلی ملاقات ہی میں حکم ثابت ہو جاتا ہے) ہاں ضرورت کے وقت اس کو ترک بھی کر سکتے ہیں، جیسے جنب اور بے وضو جب برتن میں سے پانی لینے کیلئے اپنے ہاتھ ڈبوئیں تو پانی مستعمل نہ ہوگا اور حدیث بھی زائل نہ ہوگا کیونکہ یہاں ضرورت موجود ہے، کیونکہ یہ پانی اگر مستعمل ہوتا تو حدیث کے زائل کرنے کی وجہ سے ہوتا، اور اگر یہ حدیث کو زائل کرتا تو ناپاک ہو جاتا اور

جحت الحاء ای ان الماء طاهر علی حاله والرجل لم یطهر کما کان قال فی البدائع ابو یوسف یقول یجب العمل بهذا الاصل ای ماتقدم من ثبوت الحكم بأول اللقاء) الا عند الضرورة کالجنب والمحدث اذا ادخل یدہ فی الاناء لا غتراف الماء لایصیر مستعملا ولا یزول الحدث الی الماء لیکان الضرورة لان هذا الماء لو صار مستعملا انما یصیر مستعملا بأزالة الحدث ولو ازال الحدث لتنجس ولو تنجس لایزیل الحدث واذا لم یزل الحدث بقی طاهرا واذا بقی طاهرا یزیل الحدث فیقع الدور فقطعنا الدور من الابتداء فقلنا انه لایزیل الحدث عنه فبقی هو بحاله والماء علی حاله^۱۔ وبالجملة لاستقامة لهذا علی قول ابی یوسف اصلا الابان یقال انه مبني علی طهارة الماء المستعمل عندهم جلیعاً وهو قول صحیح قد قواه ملک العلماء وجعله مختار المحققین وان مشی فی مواضع كثيرة علی نسبة التنجیس الی الشیخین کما اشتهر فعلی هذا تکون المسألة نصاً عن اثمتنا الثلاثة علی سریان حکم الاستعمال الی جمیع الماء مع طهارته والله سبحانه وتعالی اعلم۔

^۱ بدائع الصنائع فصل فی الطهارة والتحقیقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۱۰

الرابع عشر: (۱) ثم قال قدس سره في من انغمس في ثلاثة أبار واكثر عندهما (أي الطرفين رضي الله تعالى عنهما) ان انغمس لطلب الدلو والتبرد فالبياه باقية على حالها وان كان الانغماس للاغتسال فالماء الرابع فصاعدا مستعمل لوجود اقامة القرية^۱ اهـ فانظر على اي شبيهي حكم بكونه مستعملا الماء الرابع فصاعدا الا خصوص ما لاق منه سطح البدن۔

قلت والمعنى جميع البياه من اولها وانما خص الرابع فما فوقه بالذكر دفعا لتوهم انه يقتصر حكم الاستعمال على البياه الثلاثة الاول اذ لا قرية بعد التثليث فالرابع وما بعده لا يصير مستعملا لعدم السببين فنبتة على بطلانه بان ذلك عند اتحاد المجلس ولا مساخ له في باب الأبار

اگر ناپاک ہوتا تو حدث کو زائل نہ کرتا، اور جب حدث کو زائل نہیں کیا تو پاک رہا اور جب پاک رہا تو حدث کو زائل کرے گا تو دور لازم آئے گا، تو ہم نے دور کو ابتداء ہی سے قطع کیا اور وہ اس طرح کہ یہ پانی حدث کو زائل نہیں کرتا ہے تو انسان اپنی حالت پر رہا اور پانی اپنی حالت پر رہا۔ خلاصہ یہ کہ ابو یوسف کے قول پر یہ قول کسی طرح درست نہیں بیٹھتا ہے، اس کی محض ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ پانی ان تمام ائمہ کے نزدیک پاک ہے اور یہی قول صحیح ہے، اس کو ملک العلماء نے قوی قرار دیا اور اس کو محققین کا مختار قرار دیا، اگرچہ اکثر مقامات پر انہوں نے اس پانی کو شیخیوں کے نزدیک نجس قرار دیا ہے، جیسا کہ مشہور ہے، اس بنا پر یہ مسئلہ اس امر کی تصریح ہوگا کہ ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک استعمال کا حکم تمام پانی میں جاری ہوگا اور انسان پاک رہے گا، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

چودھواں: پھر قدس سرہ نے فرمایا کہ جس شخص نے تین یا تین سے زیادہ کُنوؤں میں غوطہ لگایا تو ان دونوں (یعنی طرفین) کے نزدیک اگر ڈول کی تلاش میں لگایا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے، تو پانی اپنی حالت پر باقی رہیں گے، اور اگر غوطہ خوری غسل کیلئے تھی تو چوتھا پانی اور اس کے بعد والے پانی مستعمل ہوں گے کہ ان سے قریہ ادا ہوئی ہے۔ تو دیکھے انہوں نے کس چیز پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا ہے، چوتھا پانی اور اس سے زائد خاص وہ پانی نہیں جس سے محدث ملا۔

میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ پہلے پانی سے لے کر تمام پانی مستعمل ہیں، انہوں نے چوتھے اور اُس کے بعد والے کا خصوصی ذکر اس لئے کیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ استعمال کا حکم صرف تین پانیوں تک ہی محدود ہے کیونکہ تثلیث کے بعد قریہ باقی نہیں رہتی ہے تو چوتھا اور اس کے بعد والا مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس میں دونوں سبب موجود نہیں ہیں، تو اس کے بطلان پر انہوں

^۱ بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ التحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

نے متنبہ کیا کہ یہ اتحاد مجلس کی صورت میں ہے، اور یہ چیز مختلف کُنوؤں میں نہیں پائی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں اس پر اشکال یہ ہے کہ انہوں نے یہ حکم اس شخص کا بیان کیا ہے جس کے بدن پر حقیقی نجاست ہو، ان کی عبارت اس طرح ہے "پس اگر وہ پاک نہیں ہے تو یا تو اس کے بعدن پر حقیقی نجاست ہوگی، اور وہ جنب ہوگا یا نہیں، ایسا شخص اگر تین کُنوؤں میں غوطہ لگائے یا زیادہ میں تو پہلے اور دوسرے سے بالاجماع پاک نہیں نکلے گا اور تیسرے سے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک پاک نکلے گا اور تینوں پانی نجس ہیں، مگر ان کی نجاست مختلف ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور ابو یوسف کے نزدیک سب نجس ہیں، اور انسان بھی نجس ہے، خواہ اس نے ڈول نکالنے کیلئے غوطہ لگایا ہو یا غسل کرنے کیلئے، اور طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے کیلئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے۔۔۔ الخ۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ اُس کے بدن پر حقیقی نجاست ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ ان کا کلام المیاء کلہا نجسة والرجل نجس پر پورا ہوا اور ان کا قول سواء انغسل لطلب الدلو۔۔۔ الخ۔ اس امر کا بیان ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک حکم نجاست حقیقیہ پر مقصور نہیں ہے بلکہ حکمیہ کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ ابو یوسف کے نزدیک انسان ناپاک ہے تو کبھی پاک نہ ہوگا، اس سے

اقول: (۱) لکن یشکل علیہ انہ رحمہ اللہ تعالیٰ اما ذکر ہذا فی من کان علی بدنہ نجاسة حقیقیة لان عبارتہ ہکذا وان لم یکن طاهرا فان کان علی بدنہ نجاسة حقیقیة وهو جنب اولا فانغسل فی ثلثة ابار او اکثر من ذلک لایخرج من الاولى والثانیة طاهرا بالاجماع ویخرج من الثالثة طاهرا عند ابی حنیفة ومحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما والمیاء الثالثة نجسة لکن نجاستہا علی التفاوت علی ما ذکرنا وعند ابی یوسف کلہا نجسة والرجل نجس سواء انغسل لطلب الدلو والاعتسال وعندہما ان انغسل لطلب الدلو والتبرد فالمیاء باقیة علی حالہا^۱۔۔۔ الخ۔ وکیف تبقی علی حالہا والغرض ان علی بدنہ نجاسة حقیقیة الا ان یقال انتہی الکلام علیہا الی قوله المیاء کلہا نجسة والرجل نجس وقوله سواء انغسل لطلب الدلو۔۔۔ الخ۔ بیان لعدم اقتصار الحكم عند ابی یوسف علی النجاسة الحقیقیة بل كذلك الحکمیة کما قدمنا ان عند ابی یوسف هو نجس ولا یخرج طاهرا ابدا فلما استطرد هذا ابان خلاف الطرفين فیہ ان هذا التعمیم لیس عندہما۔ ویکدرہ ان

^۱ بدائع الصنائع فصل فی الطہارة الحقیقیة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

معلوم ہوا کہ اس میں طرفین کا خلاف ہے، کہ یہ تعیم اُن دونوں کے نزدیک نہیں ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ کلام مستطرد نجاست حکمیہ کی بابت ہے تو پھر یہ کیسے فرمایا کہ طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت پر باقی ہیں کیونکہ امام کے نزدیک پانی حدث کے ازالہ سے مستعمل ہو جائیگا اگرچہ اُس نے نیت نہ کی ہو، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک بھی یہی حکم ہے، بدائع میں ہے کہ اگر کوئی انسان کُنوس میں گر گیا تو اگر اس کے بدن پر نجاست حکمیہ ہے تو جو لوگ اس پر پانی کو مستعمل قرار دیتے ہیں اور مستعمل کو نجس کہتے ہیں تو ان کے نزدیک کُنوس کا کُل پانی نکالا جائیگا جیسا کہ گزرا، اور جب یہ حکم بلا قصد کرنے والے کا ہو تو پھر اس کا کیا حال ہوگا جو ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے قصد غوطہ لگائے، پھر انہوں نے نجاست حکمیہ والی شق کا ذکر کیا ہے اور وہاں انہوں نے یہاں کے برعکس حکم صحیح کی صراحت کی، جیسا کہ آئے گا، اور اگر یہاں جو کچھ ہے اس کو ضرورت پر محمول کر لیا جائے تو یہ بعید ہونے کے علاوہ اُن کے قول او التبرد کے مناقض ہے، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس کو بھی اسی میں شامل کر لیا ہے، جیسا کہ آئیگا، تو اس تسامح کی بنیاد پر یہ حمل صحیح ہے لیکن محفوظ نہیں، اور اگر استطراد کو زائد کیا جائے اتنا کہ ظاہر کو بھی شامل ہو جائے تو ایک تو امام ثانی کے قول کی تعیم "سواء

الكلام المستطرد اذ نفى النجاسة الحكمية فكيف يقول عندهما ان انغس لطلب الدلو والتبرد فالبياه باقية على حالها فان عند الامام رضى الله تعالى عنه يصير الباء مستعملا بازالة الحدث وان لم ينوبل كذلك عند محمد ايضا عند التحقيق. (۱) وقد قال في البدائع في ادمي وقع في البئر ان كان على بدنه نجاسة حكمية فعلى قول من جعل هذا الباء مستعملا والمستعمل نجسا ينزح ماء البئر كله^۱ كما تقدم. فاذا كان هذا في الواقع بلا قصد فكيف في المنغس قصد التبرد ثم (۲) قد اتي بشق النجاسة الحكمية بعد هذا وصرح فيه بالحكم الصحيح على خلاف ما هنا كما سيأتي وان حمل ما هنا على الضرورة فمع بعده ياباه قوله او التبرد الا ان يقال انهم قد ادخلوه فيها كما ياتي فبناء على هذا التسامح يصح هذا الحمل غير انه لا يسلم فان زيد الاستطراد حتى يشمل الطاهر فمع ان التعيم المذكور في قول الامام الثاني سواء انغس-- الخ لم يكن ليشمله قطعاً يعكر عليه ان الشمول لا يخرج المحدث فكيف يصح اطلاق الحكم بان المياة باقية على حالها ولا

^۱ بدائع الصنائع فصل اما بيان المقدار الذي يصير به الحمل نجسا ايم سعيد كنفی كراچی ۱۴۱۱ھ

انغمس۔۔ الخ" اس کو قطعاً شامل نہیں، پھر اس پر یہ بھی اشکال ہے کہ شمول بے وضو کو نہیں نکالے گا تو یہ مطلق حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام پانی اپنی حالت پر باقی ہیں، اور حکم کو پاک کے ساتھ مخصوص کردینے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ گفتگو اس شق سے متعلق ہے کہ اگر پاک نہ ہو حالانکہ پاک کا حکم پہلے ہی گزر چکا، اور خلاصہ یہ کہ میری ناقص فہم میں یہاں عبارت اضطراب سے خالی نہیں، اور شاید اس میں نا سخیں سے کچھ تغیر، تقدیم یا تاخیر واقع ہوئی ہے، اور اس کی بہت نظائر ہیں، غور کر اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے اپنے خاص بندوں کے ارادوں کو۔

پندرہواں، پھر انہوں نے ان کے گزرے ہوئے قول "وان كان على يده نجاسة حكيمية فقط" کے تحت فرمایا بہر حال پانی، تو پہلا پانی امام ابو حنیفہ کے نزدیک مستعمل ہے کیونکہ اس میں حدث کا ازالہ پایا جاتا ہے اور باقی اپنے حال پر باقی ہیں کہ وہاں کوئی ایسا سبب موجود نہیں جس کی بنا پر ان کو مستعمل قرار دیا جائے (یعنی مفروضہ تو یہ ہے کہ ٹھنڈک حاصل کرنے یا ڈول کی طلب میں غوطہ لگایا اور قرۃ کی نیت نہیں ہے، اور حدث پہلے ہی سے زائل ہو گیا) اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک کل پانی اپنی حالت پر ہیں، محمد کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ ان سے قرۃ ادا نہیں کی گئی ہے اور ابو یوسف نے ضرورت کی وجہ سے اپنی اصل کو چھوڑا ہے جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے اھ۔ پس انہوں نے بتایا کہ اگر قرۃ کی نیت ہوگی تو پانی مستعمل ہوگا

وجه لتخصيص الحكم بالطاهر فان الكلام مسوق في شق وان لم يكن طاهرا وقد قدم حكم الطاهر من قبل، وبالجملۃ فالعبارة ههنا فيما وصل اليه فهي القاصر لاتخلو عن قلق وحزازة ولعلها وقع فيها من قلم الناسخين تغيير وتقديم وتأخير وكم له من نظير فليتأمل والله تعالى اعلم بمراد خواص عباده۔

الخامس عشر: ثم قال (۱) قدس سرہ تحت قوله البار وان كان على يده نجاسة حكيمية فقط مانصه واما حكم البياض فالباء الاول مستعمل عند ابی حنیفہ رضي الله تعالى عنه لوجود ازالة الحدث والبواقي على حالها لانعدام ما يوجب الاستعمال اصلا (ای لان الصورة مفروضة في الانغماس للتبرد او طلب الدلو فلانية قربة والحدث قد زال بالاول) وعند ابی یوسف ومحمد البياض كلها على حالها اما عند محمد فظاهر لانه لم يوجد اقامة القربة بشيئ منها واما ابو يوسف فقد ترك اصله عند الضرورة على ما يذكرا^۱۔ فقد افاد ان لو وجدت نية القربة لصار الباء مستعملا عند الامام الرباني

^۱ بدائع الصنائع فضائل الطهارة الحقيقية سعيد مبینی کراچی ۷۰/۱

امام ربانی کے نزدیک، بلاکہ حقیقت یہی ہے کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ مستعمل ہونانیتِ قربرہ پر موقوف نہیں جیسا کہ گزرا۔

میں کہتا ہوں یہ تصریحات ہیں جو اس مسئلہ میں ائمہ مذہب سے منقول ہیں، ان کو ملک العلماء نے ذکر کیا ہے، ان کے معارض وہ عبارت نہیں ہو سکتی ہے جو انہوں نے علت کے بیان کے وقت یا جدل کے طور پر بیان کی ہے، جدل کی بات تو ظاہر ہے اور علت اگر صحیح ہوئی تو حکم کی صحت کو لازم ہوگی، اور اس کا عکس نہ ہوگا، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ علت باطلہ ہو اور حکم دراصل کسی اور علت کی وجہ سے ہو، اور یہاں یہی صورت حال ہے، کیونکہ مستعمل پانی کی نجاست کا قول دوسری علتوں کی وجہ سے ہے جو بدائع میں مذکور ہیں، ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہا میں بھی یہی ہے، اور علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں ملک العلماء کے اس حدیث سے استدلال پر رد کیا ہے اور ان کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اس کے عموم اور ان کے مذکورہ فروع میں مطابقت نہیں پائی جاتی ہے جو ماء کثیر سے متعلق ہیں تو اس کو کراہت پر محمول کیا جائے گا الخ اور اس سے قبل فرمایا جہاں انہوں نے بدائع کے بعض کلام کو رد کیا ہے، اور ایک ایک بات کا رد کیا ہے کہ ان کا قول کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہر گز پیشاب نہ کرے اور نہ ہی غسل جنابت کرے، اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے ایک ٹھہرے ہوئے اور دوسرے ٹھہرے ہوئے کے درمیان

-- الخ

ایضاً بل ہو كذلك فان التحقيق انه لا يقصر الاستعمال على نية القربة كما تقدم۔

اقول: فهذه صرائح نصوص المسألة عن ائمة المذهب رضى الله تعالى عنهم اتي بها ملك العلماء فلا يعارضها ما وقع منه في تعليل اوجدل اما الجدل فظاهر (۱) والعلة ان صحت لزمت صحة الحكم ولا عكس لجواز ان تكون هذه باطله والحكم معللا بعلة اخرى وههنا كذلك فان القول بنجاسة المستعمل معلل بوجوه اخر ذكرت في البدائع نفسها والهداية والكافي والتبيين وغيرها وهذا العلامة قاسم قدرد على ملك العلماء استدلاله بهذا الحديث في رسالته هذه وقد تقدم قوله انه لا يطابق عمومهم المذكور في الماء الكثير فيحمل على الكراهة۔۔ الخ وقال قبله حيث رد بعض كلام البدائع قولاً قولاً وقوله وروى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال لا يبولن احدكم في الماء الدائم ولا يغتسلن فيه من الجنابة من غير فصل بين دائم ودائم۔۔ الخ يقال عليه انظر هل انت من اكبر مخالفين هذا الحديث حيث قلت انت ومشائخك انه يتوضؤ من الجانب الاخر في المريئة ويتوضؤ من اى جانب كان في غير المريئة كما اذا بال فيه انسان واغتسل جنب امر انت من العالمين

به فانه لا اعجب ممن ليستدل بحديث هو احد من خالفه اهـ وهذا ما اشار اليه بقول لا يطابق عمومہ۔۔ الخ۔

اقول: رحمكم الله جاوزتم الحد في الاخذ والرد فاولا (۱) ما قالوه انما هو في الكثير والكثير ملحق بالجاري والحديث في الدائم ثانياً: (۲) الكراهة ان اريد بها كراهة التحريم لم يلائم قوله وبذلك اخبر راوي الخبر قال كنا نستحب الى اخر ما مر مع انها لا تفيد كم اذ لو لم يتغير به الماء لم يكن وجه للنهي عنه الا ترى ان الماء الكثير لعدم تغيره يجوز الاغتسال فيه اجماعاً كمافي البدائع وقد استدل هو على نجاسة الماء المستعمل وشيخكم المحقق على الاطلاق على انسلاب الطهوية عنه بهذا النهي المفيد كراهة التحريم وان اريد بها كراهة التنزيه فعدول عن الحقيقة من دون ضرورة ملجئة ولا يلائمها نون التأكيد في قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يغتسلن وقد دفع العلامة الاكمل في العناية كراهة التنزيه بان تقييده بالدائم ينافي فيه فان الماء الجاري

اس پر یہ کہا جائے گا غور کرو کیا تم اس حدیث کے بڑے مخالفین میں سے ہو۔ کیونکہ تم نے اور تمہارے مشائخ نے کہا ہے کہ اگر نجاست نظر آرہی ہو تو دوسرے کنارے سے وضو کر لے اور اگر نظر نہ آتی ہو تو جس کنارے سے چاہے وضو کرے، جیسے کسی انسان نے اس پانی میں پیشاب کیا یا جنب نے غسل کیا۔ یا تم اس حدیث پر عمل کرنے والوں میں سے ہو، اس سے زیادہ تعجب خیز بات کیا ہوگی کہ جو شخص اس حدیث کا مخالف ہے وہی اس حدیث سے استدلال بھی کرتا ہے اھ اور یہ ہے وہ بات جس کی طرف انہوں نے اپنے قول لا يطابق عمومہ میں اشارہ کیا تھا الخ۔

میں کہتا ہوں اللہ تم پر رحم کرے تم نے قبول کرنے اور رد کرنے دونوں میں حد سے تجاوز کیا ہے اول تو یہ کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ کثیر پانی کی بابت ہے اور کثیر جاری کے حکم میں ہے اور حدیث ٹھہرے ہوئے پانی سے متعلق ہے۔

ثانیاً: اگر کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے تو یہ ان کے قول کے موافق نہ ہوگی، اور اسی کی خبر حدیث کے راوی نے دی فرمایا "کنا نستحب الخ" پھر یہ آپ کیلئے مفید نہیں، اس لئے کہ اگر اس کی وجہ سے پانی میں تغیر نہ ہوتا تو اس سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی، مثلاً کثیر پانی کہ وہ متغیر نہیں ہوتا اس سے غسل کرنا بالاجماع جائز ہے، جیسا کہ بدائع میں ہے اور اس نے خود اس سے مستعمل پانی کے نجس ہونے پر استدلال کیا ہے اور آپ کے شیخ محقق نے پانی سے طہوریہ کے سلب ہو جانے پر استدلال کیا ہے، اور دلیل، یہی نہیں ہے جو کراہت تحریمی کو ظاہر کرتی ہے اور اگر اس سے کراہت تنزیہی کا ارادہ کیا جائے تو یہ حقیقت سے بلا اشد ضرورت کے انحراف کرنا ہے

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "لا یغتسلن میں جو نُون تاکید ہے اس سے بھی اس کی مطابقت نہیں، اور علامہ اکمل نے عنایہ میں کراہت تنزیہ کو دفع کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو "دائم" کی قید سے مقید کرنا اس کے منافی ہے کیونکہ جاری پانی بھی اس کا شریک ہے کراہت تنزیہ میں۔ کیونکہ پیشاب کرنا ٹھہرے ہوئے پانی میں خلاف ادب ہے اس طرح جاری پانی میں مکروہ ہے تو مقید کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور شارع کا کلام اس سے محفوظ ہے۔ اور مجتبیٰ میں ہے کہ پانی میں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، ٹھہرا ہوا ہو یا جاری، پیشاب کرنا مکروہ ہے، اور ابو حنیفہ نے جاری پانی میں پیشاب کرنے والے کو جاہل کہا ہے اہ جیسا کہ ابن شلبی علی التیین میں ہے۔

ثالثاً: مان لیا کہ بعض صورتوں میں انہوں نے اس کے اطلاق پر عمل نہیں کیا ہے تو جس نے کسی مطلق کو مقید کیا ہو یا عام کو خاص کیا ہو کسی دلیل کی بناء پر، اس کو یہ ممنوع نہیں ہے کہ وہ اس جگہ سے کسی اور چیز کا استدلال کرے، اور اسی طرح پانی کا مستعمل نہ ہونا کسی مُحْدَث کے کنوئیں میں گرجانے کی وجہ سے محمد کے نزدیک، اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تو آپ اس کی علت وہ کیوں نہیں بتاتے ہو جو تمہارے نزدیک مقرر ہے، اور

یشارکہ فی ذلک المعنی فان البول کما انه لیس بأدب فی الماء الدائم فکذلک فی الجاری فلا یکون للتقید فائدة وکلام الشارع مصون عن ذلک¹۔ وقد قال فی المجتبیٰ اما البول فیہ (۱) فمکروہ قلیلاً کان او کثیراً دائماً او جاریاً وسی ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من یربول فی الماء الجاری جاہلاً²۔ کما فی ابن الشلبی علی التیین۔

اقول: (۲) المقرر عندنا ان نصوص الشارع لا نظریہا الی مفهوم الخالف ویجوز ان یکون ذکر الدائم نظراً الی حکم الثانی هو النهی عن الاغتسال۔ وثالثاً: ہب (۳) انہم لم یعملوا فی بعض الصور بأطلاقہ فلیس من قید اطلاقاً او خصص عموماً لدلیل لاح ممنوعاً عن التمسک بہ فی شیء اخر هذا وكذا عدم استعمال الماء بوقوع محدث فی البئر عند محمد علی تسلیہ لم لا تعللونه بما تقرّر عندکم وصرحتم بہ غیر مرة ان محمداً لا یقول بالاستعمال الا بنية القربة وای نية للساقط وانتم (۳) المبرحون کما تقدم ان الطاهران انغس

¹ العنایہ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ ستمبر ۱۴۱۱ھ

² شلبی علی تیین الحقائق کتاب الطہارة الامیریة بولاق مصر ۲۱/۱

تم نے ایک سے زائد مرتبہ اس کی وضاحت کی ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ پانی اس وقت مستعمل ہوگا جب قرۃ کی نیت ہو، اور جو پانی میں گر جائے اس کی کیا نیت ہوگی! اور تم نے تصریح کی ہے جیسا کہ گزرا کہ اگر پاک آدمی کنویں میں غوطہ لگائے نہانے کیلئے تو پانی ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک مستعمل ہو جائے گا، تو محمد نے کیوں نہیں کہا پھر غیر مستعمل اکثر ہے تو طہور ہونے سے خارج نہ ہوگا۔

سولھواں: صحیح روایت اور معتمد روایت مسئلہ جحط میں چوتھی ہے اس کو حروف شامل نہیں اور وہ طم ہیں یعنی انسان پاک ہے اس کا حدث زائل ہو گیا ہے اور پانی پاک تو ہے مگر طہور (پاک کرنے والا) نہیں ہے، ہدایہ، کافی، تبیین اور سراج وغیرہا میں ہے کہ یہ تمام روایتوں میں سب سے زیادہ جامع ہے، اور دُر میں اسی کو اصح کہا، اور فتح اور شرح مجمع میں کہا کہ یہی مصحح روایت ہے اور بحر میں اسی کو مذہب مختار قرار دیا ہے اور یہ کہ صحیح قول کے مطابق حکم یہی ہے تو شبہ بالکل منقطع ہو گیا اور یہ امر محقق ہو گیا کہ مستعمل ہونا تھوڑے پانی میں اسی طرح سرایت کرتا ہے جس طرح نجاست سرایت کرتی ہے۔

سترھواں: قدس سرہ نے حدّث اور نجاست میں فرق کیا ہے کہ نجاست سرایت کرتی ہے اور حدّث

فیہا للاغتسال صار الماء مستعملاً عند اصحابنا الثلاثة رضی اللہ تعالیٰ عنہم فلم لم يقل محمد ثم ان غیر المستعمل اکثر فلا یخرج عن کونہ طہوراً۔

السادس عشر: (۱) الروایة الصحيحة المعتمدة فی مسألة جحط رابعة لم تشملها الحروف وهي طم ای ان الرجل طاهر زال حدثه والماء طاهر غیر طهور قال فی الهدایة والکافی والتبیین والسراج وغیرها انها اوفق الروایات^۱ وفی الدر انه الاصح^۲

وفی الفتح وشرح المجمع انها الروایة المصححة^۳ وفی البحر انه المذهب المختار وانه الحكم علی الصحیح^۴ فانقطعت الشبهة رأسا واستقر بحمد الله عرش التحقیق علی ان الاستعمال یشیع فی الماء القلیل سریان النجاسة۔

السابع عشر: فرق قدس سرہ فی الحدث والنجاسة حیث تشیع ولا یشیع

^۱ شلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطهارة الامیریہ بولاق مصر ۲۵/۱

^۲ دُر مختار باب میاه مجتہائی دہلی ۳۷/۱

^۳ بحر الرائق کتاب الطهارة سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

^۴ بحر الرائق کتاب الطهارة سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

سرایت نہیں کرتا ہے کیونکہ نجس پاک چیز کے ساتھ اس طرح مل جاتا ہے کہ دونوں میں امتیاز نہیں ہو سکتا ہے تو کل پر نجاست کا حکم ہوگا۔

میں کہتا ہوں اول وجہ مدعی سے قاصر ہے کہ بہت سے نجس مختلط نہیں ہوتے اور بہت سے نجس مختلط ہوتے ہیں اور ممتاز رہتے ہیں تو حکم قلیل پانی میں مکمل طور پر نہ ہوگا مثلاً تالاب میں خنزیر کا ایک بال گر جائے تو کیا صرف وہی نجس ہوگا جو بال سے متصل ہوا ہو کہ اس میں کوئی چیز مختلط ہونے والی نہیں پائی جاتی ہے لہذا امتیاز نہیں ہو سکتا ہے، یہ قول ہم سے کسی کا نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ اس سے وہ پانی نجس ہوگا جو اس سے متصل ہے اور وہ تمام اجزاء سے ملا ہوا ہے کہ تمیز ممکن نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی نجس قے کا تالاب میں مل جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ صرف اتنا پانی ہی نجس ہو جو اس میں ملا ہو کیونکہ یہاں رنگ کی وجہ سے امتیاز حاصل ہو جائیگا۔ اگر کہا جائے کہ جو پانی قے سے آلود ہو گیا وہ اس پانی سے مل جائے گا جو آلودہ نہیں ہوا ہے اس طرح کل پانی نجس ہو گیا۔

میں کہتا ہوں یہ ملک العلماء کے راستے کے علاوہ ایک اور راستہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کل پانی کی نجاست کا حکم عدم تمیز کی بناء پر ہے اس لئے نہیں کہ متصل پانی میں اس نے سرایت کی ہے، اس کی تردید آپ مانع کے بیان میں پڑھ لیں گے، اور بدائع میں اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ شریعت نے ناپاک کے متصل کے ناپاک ہونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں کہ متصل کے متصل کی ناپاکی کا حکم دیا ہے مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ

بأن النجس يختلط بالطاهر على وجه لا يمكن التمييز بينهما فيحكم بنجاسة الكل۔

اقول: (۱) الوجه قاصر عن المدعى قرب نجس لا يختلط ورب نجس يختلط ويمكن التمييز فلم يسرى الحكم الى جميع الماء القليل ارايتم لوقوع في الغدير شعرة من خنزير افلا يتنجس الا القدر الذي لاقاها اذلا شيعي هناك يختلط فلا يمكن التمييز هذا لا يقول به احد منا فان قلت تنجس بها ما وليها وهو مختلط بسائر الاجزاء بحيث لا يمكن التمييز اقول فصبغ نجس القى في غدير يلزم ان لا ينجس الا ما ينصبغ به لحصول التمييز باللون فان قلت ما لم ينصبغ جاور المنصبغ فسرى الحكم الى الكل۔

اقول: هذه طريقة اخرى غير ماسلك الامام ملك العلماء من ان الحكم بنجاسة الكل لعدم التمييز لا للسريان بالجوار وسيأتي الرد عليها في المائع وقد انكرها في البدائع بقوله قدس سره الشرع ورد بتنجيس جار النجس لا بتنجيس جار جار النجس الا ترى (۲) ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حكم بطهارة

علیہ وسلم نے اُس پانی کے پاک ہونے کا حکم دیا جو اس گھی سے متصل ہے جو چُو ہے سے متصل ہے اور جو گھی چُو ہے کے متصل ہے وہ ناپاک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نجس کے متصل کا متصل اگر اس پر نجاست کا حکم لگایا جائے تو جو متصل کے متصل کے ساتھ متصل ہوگا اس پر بھی نجاست کا حکم لگایا جائے گا اور یہ سلسلہ لاتنا ہی چلے گا، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ یا چُو ہیابڑے سمندر میں گر جائے تو تمام کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا کیونکہ پانی کے تمام اجزاء ایک دوسرے سے متصل ہیں، اور یہ غلط ہے۔ میں نے اس کی تردید تین طرح کی ہے اور یہ وجوہ میں نے اپنے بدائع کے نسخہ کے حاشیہ پر ذکر کی ہیں: (۱) گفتگو جامد چیز میں ہے تو سرایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (۲) شریعت نے کثیر اور جاری پانی کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف میں تبدیلی نہ ہو جائے اور تھوڑا پانی شئی واحد ہے، اس میں متصل کا متصل، متصل ہے۔ (۳) شیخ امام نے یہ اس لئے بیان کیا ہے کہ چُو ہیاب، بلی اور بکری جو کتوں میں گر جائے ان کے حکم میں فرق ظاہر ہو جائے، بیس، چالیس ڈول اور

ماجاور السمن الذی جاور الفأرة وحکم بنجاسة ماجاور الفأرة وهذا لان جار جار النجس لو حکم بنجاسة لحکم ایضاً بنجاسة ماجاور جار جار النجس الى ما لانهاية له فيودی الى ان قطرة من بول او فأرة لو وقعت في بحر عظیم ان يتنجس جميع مائه لاتصال بين اجزائه وذلك فاسد^۱۔ وقد كان سنح لی فی الرد علی هذا ثلاثة اوجه ذکرتها علی هامش نسختي البدائع اولها: التقرير فی (۱) الجامد فلا سراية وثانيها: (۲) الشرع جعل الكثير والجارى لا يقبلان النجاسة مالم يتغير احد اوصافهما والماء القليل شئ واحد فقیه جار الجار جار۔ وثالثها: ذکر الشيخ الامام هذا لابداء الفرق فی حکم الفأرة والهر والشاة الواقعة فی البئر بنزع عشرين واربعين والکل بان الفأرة یجاورها من الماء عشرون دلو الصغر جثتها فحکم بنجاسة هذا القدر لان ماوراءه لم یجاور الفأرة بل جاور ماجاور الفأرة والشرع ورد الى اخر ما مر، (۳) فکتبت علیہ ان لو فرض عدم التنجيس بالفأرة الا القدر عشرين لزم فساد الكل للاختلاط بحيث لا یمتاز ثم رأیت العلامة ابن امیر الحاج ذکر فی الحلیة الوجهین الاولین بعبارات مطبوعة مفیدة كما هو دابہ رحمہ اللہ تعالیٰ

^۱ بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجباً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۱

کل پانی نکالا جائیگا۔ چوہیا کے ساتھ پانی کے بیس ڈول متصل ہیں کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے تو اتنی ہی مقدار پانی کی نکالی جائے گی کیونکہ اس مقدار کے علاوہ پانی چوہیا کے متصل نہیں ہے بلکہ جو چوہیا سے متصل ہے اس کے متصل ہے اور حکم شرعی اس کی مثل وارد ہوا ہے۔ الخ۔ میں نے اس پر لکھا ہے کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ چوہیا سے صرف بیس ڈولوں کی مقدار نجس ہوگی تو کل کافساد لازم آئے گا کہ اختلاط ہوا ہے اور امتیاز ختم ہو گیا۔ پھر میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا کہ انہوں نے حلیہ میں دو پہلی وجوہ مفصل عبارات سے لکھی ہیں، جیسا کہ ان کا اسلوب ہے، پہلی میں فرمایا یہ معلوم ہے کہ پانی کثیف شئی نہیں کہ اس کی کثافت اس نجاست کی سرایت کو مانع ہو جو اس میں گری ہے، جیسا جامد لکھی، تاکہ ناپاکی صرف متصل تک ہی محدود رہے دوسرے تک تجاوز نہ کرے، بلکہ پانی مانع ہے رقیق ہے لطیف ہے اس کی لطافت و اجزاء کی رقت عارض ہونے والے اضطراب کے ساتھ، دوسرے تمام اجزاء تک نجاست کے سرایت کرنے میں معاون ہے، پھر دوسری وجہ دوسرے کلام کے بعد ذکر کی۔ (ت) اور اب میں کہتا ہوں منجھ گھی نجس کے ملنے کی وجہ سے نجس ہونے کو قبول کرے گا یا نہیں! دوسری تقدیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چوہیا کے ارد گرد کے گھی کو دور کرنے کا حکم کیوں فرمایا اور تم نے اس کی نجاست تسلیم کر لی، اور پہلی تقدیر پر جب یہ فرض کیا گیا کہ نجس کا پڑوسی نجس ہے اور حلم جرات جو حصہ صفائی والی جگہ سے ملا ہوا ہے اس کو نجس کر دے گا کیونکہ وہ اس نجس کے مجاور ہے اگرچہ چوہیا کے مجاور نہیں تو لطافت و کثافت کا فرق کچھ مفید نہ ہوگا، بلکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے

فَقَالَ فِي الْاَوَّلِ مَعْلُومٌ اِنَّ الْمَاءَ لَيْسَ بِشَيْءٍ كَثِيفٍ يَمْنَعُ كَثَافَتَهُ سَرِيانَ النِّجَاسَةِ الْوَاقِعَةِ فِيهِ مِنْ مَحَلِّهَا الَّذِي حَلَّتْ بِهِ اِلَى غَيْرِهِ كَمَا فِي السِّنِّ الْجَامِدِ لِيَقْعَ الْاِقْتِصَارُ فِي التَّنْجِيسِ عَلَى الْجَارِ الْمُتَّصِلِ دُونَ غَيْرِهِ بَلْ هُوَ مَانِعٌ رَقِيقٌ لَطِيفٌ تَعَيَّنَ لَطَافَتُهُ وَرَقَّةُ اجْزَائِهِ مَعَ الْاضْطِرَابِ الْعَارِضِ لَهُ بِوَسْطَةِ الْاِخْذِ مِنْهُ عَلَى سَرَايَةِ النِّجَاسَةِ اِلَى سَائِرِ اجْزَائِهِ ثُمَّ ذَكَرَ الثَّانِي بَعْدَ كَلَامٍ آخِرٍ¹۔

وَالْاُنْ اَقُولُ: (۱) السِّنُّ الْجَامِدُ هَلْ يَقْبَلُ التَّنْجِيسَ بِجَوَارِ النِّجَسِ اَمْ لَا عَلَى الثَّانِي لَمْ اَمْرُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَقْوِيرِ مَا حَوْلَ الْفَأْرَةَ وَسَلَّمْتُمْ نَجَاسَتَهُ وَعَلَى الْاَوَّلِ اِذَا فَرَضَ اَنْ جَارُ النِّجَسِ نَجَسَ وَهَلَمْ جَرَّ اَوْجِبَ تَنْجِيسَ مَا يَجَاوِرُ هَذَا الْمَأْمُورَ بِتَقْوِيرِهِ لَكُنْهُ مَجَاوِرًا لِهَذَا النِّجَسِ وَاِنْ لَمْ يَجَاوِرِ الْفَأْرَةَ فَلَا يَجْدِي الْفَرْقُ بِاللَّطَافَةِ وَالْكَثَافَةِ بَلْ لِقَائِلِ اِنْ

کہ جب چُوہیا کے ارد گرد گھی نجس ہو گیا تو جو اس گھی کے مجاور ہے وہ نجس کے متصل کا متصل نہیں ہے بلکہ نجس کا متصل ہے اور اسی طرح اخیر تک، اگر یہ فرق کیا جائے کہ گھی متنجس ہے نجس نہیں ہے اور نجس کا متصل نجس ہوتا ہے نہ کہ متنجس کا متصل، تو لازم آئے گا کہ پانی اس وقت نجس نہ ہو جب اس میں گھی تنجس کے بعد ملایا جائے کیونکہ اس کی ملاقات متنجس سے ہوئی نجس سے نہیں ہوئی، اس سے ملک العلماء کے کلام کی خامی ظاہر ہو جاتی ہے اور بساط ابتدا سے لپیٹ دی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں وباللہ التوفیق، پاک کا ناپاک ہونا اس لئے نہیں ہے کہ وہ ناپاک سے متصل ہے مثلاً یہ کہ اگر ایک نجس کپڑا پاک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے تو پاک ناپاک نہ ہوگا، اگر وہ دونوں خشک ہیں بلکہ اس صورت میں بھی نجس نہ ہوگا جبکہ ناپاک میں تری باقی ہو جس کا محض اثر پاک پر ظاہر ہو، جیسا کہ دُر اور شامی میں ہے اور ہم نے اس کو اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے بلکہ وہ پاک کا نجاست کے حکم کو حاصل کرنا ہے نجس کے ملنے سے اور یہ اُس پاک میں ہوتا ہے جو مانعِ قلیل ہو، اور یہ محض ملنے سے ہوگا اگرچہ نجس خشک ہو اور اس میں تری نہ ہو، اور طاہر غیر مانع میں نجس تری اس کی طرف منتقل ہوگی تو اس کو ناپاک کرنے کیلئے تری کا ہونا ضروری ہے جو اس سے جدا ہو، پھر معاملہ پاک کے جرم کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگا، یعنی لطافت و کثافت کے اعتبار سے، تو لطیف میں بہ نسبت کثیف کے سرایت زیادہ ہوگی، اور اسی طرح یہ اختلاف اتصال کے زمانہ کے اختلاف سے بھی پیدا

(۱) یقول اذا تنجس السمن حولها فما يجاور هذا السمن ليس جار جار النجس بل جار النجس وهكذا الى الآخر فان فرق بان السمن متنجس لالنجس و جار النجس يتنجس لاجار المتنجس لزم ان لا يتنجس الماء اذا القى فيه هذا السمن بعد التقوير لانه لاقى متنجسا لانجسا وبه يظهر ما في كلام ملك العلماء ويطوى هذا البساط من اوله۔

فاقول: وباللہ التوفیق (۲) ليس سبب تنجس الطاهر مجاورته لنجس (۳) الا ترى ان لولف ثوب نجس في ثوب طاهر لم يتنجس الطاهر اذا كانا يابسین بل ولا اذا كانت في النجس بقية نداوة يظهر بهافي الطاهر مجرد اثر كفا في الدر والشامی وبيناه في فتاونا بل هو اكتساب الطاهر حكم النجاسة عند لقاء النجس وذلك يحصل في الطاهر المائع القليل بمجرد اللقاء وان كان النجس يابسالا بلة فيه وفي الطاهر الغير المائع بانتقال البلة النجسة اليه فلا بد لتنجيسه من بلة تنفصل ثم يختلف الامر باختلاف جرم الطاهر لطافة وكثافة فالسراية في اللطيف اكثر منها في الكثيف وكذلك قد يختلف باختلاف زمن التجاور اذا عرفت هذا فالسمن يقور ويلقى منه قدر ما يظن سراية البلة النجسة اليه ويبقى الباقي طاهرا لان التنجس لم يكن



ہوتا ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو گھی کو نتھارا جائے گا اور اس میں سے اتنی مقدار پھینک دی جائے گی جتنی اس کی طرف نجس تری کی سرایت کا گمان ہو اور باقی پاک رہے گا کیونکہ ناپاک ہونا نجس کے اتصال کی وجہ سے نہ تھا کہ یہ کہا جائے کہ اس کے بعد والا گھی اس نجس کے مجاور (متصل) ہے بلکہ اس کی نجاست تری کے اس کی طرف آجانے کی وجہ سے ہے اور تری ختم ہو چکی ہے، تو معلوم ہوا کہ ملک العلماء کا استشاد گھی کے مسئلہ سے چُوبہا اور اس سے بڑے جانور کے مسئلہ میں اختلاف کو ثابت کرنے کے لئے بلا وجہ ہے اور بیشک کُنویں آثار کے تابع ہوتے ہیں، اور محقق نے فتح القدير میں خوب فرمایا کُنویں کے مسئلہ میں، صحیح راستہ یہ ہے کہ انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ میں اس طرح ہاتھ دے دے جیسے اندھا اپنے قائد کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے احسن توفیق کے سائل ہیں۔ اور ثانیاً (اور یہی اٹھارہواں ہے) ہمارا مذہب یہ نہیں ہے کہ جب نجاست تھوڑے پانی میں گر جائے تو صرف وہی پانی ناپاک ہوگا جو اس سے متصل ہے اور باقی پاک رہے گا اور اس کا استعمال اس لئے ممنوع ہوگا کہ کہیں اس میں ناپاک مل کر نہ آجائے اور پتہ نہ چل سکے، بلکہ قطعی مذہب یہ ہے کہ نجاست تمام کو شامل ہوگی۔

اور اس صورت میں میں کہتا ہوں کہ نجاست کے عموم سے کیا اراد ہے کیا عین نجاست عام ہوگی یا اس کا حکم عام ہوگا؟ یعنی قریبی پانی پر بھی اس کا حکم لاگو ہوگا، پہلی صورت تو قطعاً باطل ہے کیونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ نجاستوں میں اختلاط نہیں پایا جاتا ہے

لمجاورة النجس حتى يقال ان السمن الذي بعده مجاور لهذا النجس بل لسراية البلة وقد (۱) انتهت فظهر ان استشهاد ملك العلماء بمسألة السمن على التفرقة بين الفأرة وما فوقها لا وجه له وانما الأبار تتبج الآثار، وما احسن ما قال المحقق رحمه الله تعالى في فتح القدير في مسائل البئر من الطريق ان يكون الانسان في يد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم واصحابه رضى الله تعالى عنهم كالأعلى في يد القائد^۱ اهـ نسأل الله تعالى حسن التوفيق أمين۔ وثانياً: وهو (۲) الثامن عشر ليس مذهبناً ان النجس اذا وقع في الماء القليل لم ينجس منه الا ما اتصل به عينا والباقي باق على طهارته وانما يمتنع استعماله مخافة استعمال النجس لا اختلاطه به بحيث لا يمكن التمييز بل المذهب قطعاً شيوع النجاسة في نجس الكل وحينئذ اقول: ماذا (۳) يشيع من النجاسة عينها ام حكمها اي يكتسب الماء بمجاورتها حكمها الاول باطل قطعاً لما علمت من انجاس لا تختلط وايضاً قطرة من بول مثلاً كيف تمتزج بغدير كبير غير كبير فان قسمة الاجسام

^۱ فتح القدير فصل في البئر نوريه رضويہ سکر ۸۶/۱

متناہیۃ عندنا فیستحیل ان یکون فی الصغیر مایساوی عدة حصص الكبير وللثانی وجهان الانتقال التدريجی ای یکتسب الحكم مایلیها من الماء من کل جانب ثم الاجزاء التي تلی هذه المیاء تکتسب من هذه ثم وثم الی ان ینتھی الی جمیع الماء مالم یبلغ حد الکثرة امر الثبوت الدفعی بان ینجس الكل بوقوع النجس معاً من دون توسیط وسائط الاول باطل لاننا نعلم قطعاً ان بوقوع قطرة من بول مثلاً فی هذا الطرف من غدیر طوله مائة ذراع وعرضه ذراع الانصف اصبع وعمقه الف ذراع یتنجس الطرف الاخر واخر القعر معاً لان الشرع یحکم بتأخر تنجس ذلک الطرف بزمان صالح لانتقال الحكم شیئاً فشیئاً فاذن ثبت ثبوت الحكم للكل معاً صالة بدون توسط، ومعلوم من الشرع ان الماء لا ینجسه الاملاقة النجس وقد افدتم انتم ههنا ان ملاقة النجس الطاهر توجب تنجیس الطاهر وان لم یغلب علی الطاهر فوجب ان الملاقة حصلت لكل الماء دفعة لا بالوسائط ومعلوم قطعاً ان اللقاء الحسی ان الوقوع لیس الا لجزء خفیف والامر اظهر فی نحو الشعرة المذكورة فثبت انها حین وقعت لاقت جمیع اجزاء الماء القلیل والا لما تنجس الكل معاً لعدم السبب فظهر والله الحمد ان الماء القلیل فی نظر

مثلاً پیشاب کا ایک قطرہ تالاب سے کیسے مختلط ہوگا، کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام کی تقسیم متناہی ہے، تو یہ امر محال ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز کے متعدد حصوں سے مل جائے اور دوسری شق میں بھی دو صورتیں ہیں، ایک تو تدریجی انتقال ہے، یعنی جو پانی نجاست کے متصل ہے وہ حکم کو حاصل کر لے ہر طرف سے، پھر اس سے متصل پانی کے دوسرے اجزاء ان سے حکم کو حاصل کر لیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ یہ حکم تمام پانی کو عام نہ ہو جائے، جب تک حد کثرت کو پانی نہ پہنچے یا انتقال دفعتاً اور یکدم ہو کہ نجاست گرتے ہی سارا پانی ناپاک ہو جائے اور درمیان میں کوئی واسطہ نہ آئے، پہلا باطل ہے کیونکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ ایسے حوض میں گر جائے جس کی لمبائی سو ہاتھ ہے اور چوڑائی ایک ہاتھ سے ایک انگلی کم اور گہرائی ایک ہزار ہاتھ ہے اب جس کنارے میں وہ قطرہ گرا ہے وہ قطعاً ناپاک ہے اور دوسرا کنارہ بھی ناپاک ہے اور گہرائی کا آخری حصہ تک ناپاک ہے اور یہ سب بیک وقت ہوگا یہ نہیں کہ شریعت دوسرے کنارے کی ناپاکی کا حکم قدرے تاخیر سے دے گی کہ آہستہ آہستہ حکم اس کی طرف منتقل ہو، اس سے معلوم ہوا کہ حکم اصلاً تمام پانی کیلئے بیک وقت بلا توسط کے منتقل ہوگا، اور یہ بات معلوم ہے کہ شریعت پانی کو اس وقت تک نجس قرار نہیں دیتی ہے جب تک کہ نجاست اس کی طرف منتقل نہ ہو اور آپ نے یہاں فرمایا ہے کہ نجس کا پاک سے ملنا پاک کو نجس

الشرع کشیئ واحد بسیط وان ملاقاتہ جزء منه ملاقاتہ للکل (۱) فثبت ان المحدث اذا ادخل یدہ مثلاً فی الغدیر الغیر الکبیر فبمجرد الادخال لا قاہا الماء کله فصار جبیعه مستعلاً والحمد لله علی حسن التفہیم وتواتر الاء

وبالجملة لوکان اللقاء یقتصر علی ما اتصل به حقیقۃ لم یتنجس بوقوع الشعرة الاقطیرات تحیطها لان سبب التنجیس لیس الاملاقاتہ النجس وہی مقصورة علی تلك القطیرات لکنہ باطل قطعاً فعلم ان الکل ملاق وانہ لا مساغ لان یقال ان غیر الملاق اکثر من الملاق ولله الحمد دائم الباقی والصلوۃ والسلام علی المولی الکریم الواقی، والہ وصحبہ اجمعین الی یوم التلاق۔

ثالثاً وهو (۲) التاسع عشر قصر حکم علی الملاق یحیل الاستعمال، ویسلکہ فی سلک المحال، وذلك لان الاجسام لا تتلاقی الا بالسطوح لاستحالة تداخل الاجسام وان یقع السطح من الجسم فماء الوضوء والغسل یجب ان یبقی طهور الان الذی لاقی منه بدن المحدث سطح والباقی جسم فلا یسلبہ الطہوریۃ لان المستعمل

کر دیتا ہے خواہ وہ پاک پر غالب نہ ہوا ہو، تو معلوم ہوا کہ ملاقاتہ تمام پانی سے دفعۃً بلا واسطوں کے ہوئی ہے، اور یہ قطعی معلوم ہے کہ یہ حسی لقاء محض ایک خفیف جزء سے ہے، یہ چیز بال کی مثال سے واضح ہے جو گزر چکی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جب وہ نجاست گری تو کم پانی کے تمام اجزاء سے ملی، ورنہ تو تمام پانی بیک وقت ناپاک نہ ہوتا کیونکہ اس کا سبب موجود نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ تھوڑا پانی شارع کی نگاہ میں شئی واحد ہے اور بسیط ہے اور اس کے ایک جزء کی اس سے ملاقاتہ کل سے ملاقاتہ ہے تو ثابت ہوا کہ محدث جب اپنا ہاتھ مثلاً چھوٹے تالاب میں ڈالے تو ہاتھ ڈالنے ہی کل پانی اس سے مل گیا تو سبب مستعمل ہو گیا، اور خلاصہ یہ کہ اگر ملاقاتہ صرف اسی حد تک ہوتی جس سے پانی حقیقۃً ملا ہے تو بال کرنے سے صرف چند قطرات ہی نجس ہوتے جو بال کے گردا گرد ہوتے کیونکہ ناپاکی کا سبب نجس سے ملاقاتہ ہے جو ان چند قطروں تک محدود ہے، مگر یہ چیز قطعاً باطل ہے، تو معلوم ہوا کہ سارے کا سارا ملاقی ہے اور اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ یہ کہا جائے کہ غیر ملاقی، ملاقی سے زیادہ ہے۔ (ت)

مثلاً، یہی (انیسواں) ہے حکم کا محض ملاقی تک محدود رکھنا استعمال کو محال کرنا ہے کیونکہ اجسام کی ملاقاتہ صرف سطوح سے ہوتی ہے، کیونکہ اجسام میں تداخل محال ہے اور سطح کو جسم سے کتنی نسبت ہے؟ تو وضو اور غسل کا پانی واجب ہے کہ طہور ہے کیونکہ پانی کے جس حصے کو محدث کا بدن ملا ہے وہ فقط سطح ہے اور باقی جسم ہے تو وہ اس کی طہوریۃ کو سلب نہ کرے گا، کیونکہ مستعمل، اپنے غیر سے

اقل بکثيرة من غيره۔

فان قلت: نعم هو الحقيقة ولكن الشرع المطهر
اعتبر كل الجسم المصبوب على بدن المحدث
مستعبلاً لانه شيعي واحد متصل۔

قلت: فكذا كل ماء قليل شيعي واحد حكماً شرعياً
متصل حساً عادياً ولم يكن ذلك في المصبوب
للسبب بل لقلته الا ترى ان ماء الغدير يتنجس
كله معاً بوقوع قطرة من نجس وما هو الا لانه شيعي
واحد لقاء جزء منه لقاء الكل كما بينا فبأدخال
المحدث يده في الاناء لاقاها كل مافي الاناء
الاسطح المتصل بها

فقط وفيه المقصود فان قلت المؤثر الاستعمال
وهو بالصب يعد مستعبلاً لكل المصبوب فيصير كله
مستعبلاً۔

قلت: لا دخل لفعل المكلف عندنا انما المؤثر كون
الماء القليل المعداد شرعاً شيئاً واحداً اسقط
فرضاً واقام قرينة وهذا حاصل في الوجهين۔

ورابعاً وهو (١) العشرون ماءً في طست اراد المحدث
ان يغسل به يده فله فيه وجهان ان يصبه على يده
فيرد الماء على الحدث او يدخل يده في الطست فيرد
الحدث على الماء

بہت کم ہے۔ اگر کہا جائے کہ حقیقتہً تو ایسا ہی ہے لیکن
شریعت نے کل پانی کو جو مُحَرِّث کے جسم پر بہا گیا ہے مستعمل
قرار دیا ہے کیونکہ وہ شئی واحد ہے اور متصل ہے۔

میں کہتا ہوں اسی طرح ہر تھوڑا پانی حکم شرعی کے اعتبار سے
شئی واحد ہے اور حسی اعتبار سے متصل ہے اور یہ چیز بہائے
پانی میں بہانے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی قلت کی
وجہ سے ہے، اس لئے تالاب کا کل پانی بیک وقت ناپاک
ہو جاتا ہے جبکہ اس میں نجاست کا کوئی قطرہ گر جائے، اور یہ
اسی لئے ہے کہ وہ شے واحد کی طرح ہے، اُس کے ایک جزء
سے ملاقات کل سے ملاقات ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو
جب مُحَرِّث نے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا تو برتن میں جو کچھ تھا
اُس سے ہاتھ کی ملاقات ہو گئی، یہ نہیں کہ صرف اس کی
متصل سطح سے ملاقات ہوئی اور اسی میں مقصود ہے، اگر کہا
جائے کہ استعمال میں مؤثر بہانا ہے تو کل بہایا ہوا مستعمل
شمار ہوگا تو کل مستعمل ہوگا۔

تو میں کہوں گا ہمارے نزدیک مکلف کے فعل کا کوئی دخل
نہیں، مؤثر تو صرف یہ ہے کہ تھوڑا پانی شرعاً ایک شے ہے
خواہ وہ فرض کو ساقط کرے یا قرینہ ادا کرے اور یہ دونوں
صورتوں میں حاصل ہے۔ اور رابعاً اور
یہی (بیسواں) ہے، اگر ایک طشت میں پانی ہے اور مُحَرِّث یہ
چاہتا ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ دھوئے، تو اس کے دو طریقے
ہیں ایک تو یہ کہ اس کو ہاتھ پر بہائے تو پانی حَدِّث پر واقع
ہوگا اور یا یہ کہ ہاتھ کو طشت میں ڈال دے

تو حدت پانی پر وارد ہو جائیگا تو اگر سب ہاتھ پر بہایا تو کل قطعاً مستعمل ہو جائیگا، اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے اگرچہ اس کو بعض کفایت کرتا، اور اس نے اسراف کیا مگر یہ کہنے کا جواز نہیں کہ صرف اتنی مقدار مستعمل ہوئی جو اس کو کفایت کرتی اور باقیما ندہ اپنی طہوریت پر رہا تو اسی طرح جب اس نے اپنا ہاتھ سب پانی میں داخل کیا اور اس کو وہاں دھویا، اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ وبالله التوفیق۔

اور خامسا میں کہتا ہوں، وبالله التوفیق، اور یہ (اکیسواں) ہے، استعمال مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کے مستعمل ہونے کا ثبوت ممکن نہیں ہے اس چیز کیلئے جو بدن محدث کو ملاقی ہو اور وہ باطنی پانی کی سطح ہے اس لئے کہ استعمال کے بعد طہوریت کا سلب ہو جانا ہے تو یہ اسی چیز میں ثابت ہوگا جو طہور ہو، جیسے موت اُسی چیز پر طاری ہوتی ہے جو زندہ ہو اور یہ معلوم ہے کہ طہوریت پانی کے جسم کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا (ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا) نیز فرمایا وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ بِهِ (وہ آسمان سے تم پر پانی برساتا ہے تاکہ تم کو اسی سے پاک کرے) یہ اس کی کسی طرف کی صفت نہیں ہے جس کا وجود محض انتزاعی ہے جبکہ اجسام کا اتصال فرض کیا جائے، اور نہ ہی غسل میں کسی طرف کی صفت ہے جس میں تجزی نہ ہو، اس لئے کہ غسل کا معنی

فان صبه كله على يده يصير كله مستعملاً قطعاً باجماع اصحابنا وان كان يكفيه بعضه وقد اسرف لكن لا مبالغ لان يقال انما استعمال قدر ما يكفيه والفضل بقي على طهوريته فكذا اذا ادخل يده في كله وغسلها هناك وای فرق بینہما وبالله التوفیق۔

وخامسا اقول: وبالله التوفیق (۱) وهو الحادی والعشرون: الاستعمال مبنیاً للمفعول ای صیورۃ الماء مستعملاً لا یمكن ثبوته لا یلاقى بدن المحدث وهو سطح الماء الباطن لان الاستعمال انسلاب الطهورية فلا یثبت الا فیما كان طهوراً كما ان الموت لا یلحق الا ما كان حیا ومعلوم ان الطهوریه صفة جرم الماء قال الله عزوجل "وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا" ^۱ وقال تبارک وتعالی

وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ بِهِ ^۲ لا صفة احدا اطرافه التی لا وجود لها الا بالانتزاع علی فرض اتصال الاجسام ولا فی الغسل صفة طرف لا یتجزی لانه اسالة ولا اسالة الا بالجسم والا ففیهم یمتاز عن المسح، وبعبارة اخرى هل استعمال الماء عدم صلوحه للتوضی به ام سقوط

^۱ القرآن ۴۸/۲۵

^۲ القرآن ۱۱/۸

الصلوح بعد ثبوته علی الاول کان الملاق مستعملاً قبل ان یلاق لان السطح لا یسکن التوضی به و علی الثانی لا یصیر الملاق مستعملاً ابداً لانه لم یکن صالحاً له قط، وبه ظهر والله الحمد (۱) ان فی مسائل انغماس المحدث والفروع الكثيرة الناطقة بصیرورة الماء مستعملاً بدخول بعض عضو المحدث من دون ضرورة صرف الكل الی معنى ان القدر الملاق للبدن یصیر مستعملاً لبقية ماء البئر او الزیر (الغدیر) كما فعله فی الحلیة محتجاً بما وقع فی البدائع وتبعه البحر فی البحر صرف ضائع لا مساغ له اصلاً وفيه (۲) ابطال صرائح النصوص الدائرة السائرة فی الروایات الظاهرة عن جمیع ائمة المذهب رضی الله تعالی عنهم حیث حکموا بالاستعمال وحصل بالصرف ان الاستعمال فان صح تاویل الاثبات بالنفی والنقیض بالنقیض صح (۳) هذا ورحم الله البحر حیث صدر منه فی البحر الاعتراف بالحق ان هذا التاویل لیس بتاویل بل تبدیل للحکم وتحویل حیث عبر عنه تحت جحط بقوله ان ماء البئر لا یصیر مستعملاً مطلقاً^۱۔ الخ۔ فهذا هو معنى ذلك التاویل حقيقة ولا مساغ لها انصرف الیه ان المستعمل ما تساقط عن الاعضاء وهو مغلوب فان ما تساقط لم یلاق ایضاً انما الملاق سطح وهو لا یقبل الاستعمال۔

بہانا ہے اور بہانا جسم پر ہی ہوگا ورنہ غسل مسح سے کیونکر ممتاز ہوگا؟ اور بالفاظ دیگر، آیا پانی کے مستعمل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ اس سے وضو کیا جاسکے؟ یا صلاحیت ثابت ہونے کے بعد ساقط ہوئی؟ پہلی صورت میں ملاق مستعمل ہوگا قبل اس کے کہ ملاقات کرے کیونکہ سطح سے وضو ممکن نہیں اور دوسری تقدیر پر ملاق کبھی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں اس کی صلاحیت کبھی نہ تھی، اور اس سے معلوم ہوا کہ محدث کا غوطہ لگانا، اور بہت سی فروع جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ضرورت محدث کے کسی بھی عضو کے پانی میں داخل ہو جانے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے بغیر اس معنی کی طرف پھیرنے کی ضرورت کے کہ جس قدر پانی بدن سے ملا ہے وہ مستعمل ہوگا نہ کہ کنویں کا باقی پانی یا تالاب کا باقی پانی، جیسا کہ حلیہ میں کیا ہے، انہوں نے بدائع کی عبارت سے استدلال کیا ہے، اور محقق نے بحر میں اس کی متابعت کی ہے۔ مگر اس کا کوئی جواز نہیں، اور اس میں صریح نصوص جو تمام ائمہ مذہب سے ظواہر روایت میں ہیں، کا ابطال ہے کہ ان سب نے استعمال کا حکم لگایا ہے اور یہ معنی کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانی مستعمل نہیں، اگر اثبات کی تاویل نفی سے اور نقیض کی نقیض سے ہو سکتی ہے تو یہ بھی صحیح ہے، علامہ محقق نے بحر میں منصفانہ بات کہی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تاویل نہیں بلکہ حکم کی تبدیلی ہے، کیونکہ

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارت مسئلۃ البئر محیط التاج سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

وسادسا: (۱) وهو الثاني والعشرون: مآذکر قدس سرہ علی مذهب الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومن وجوب نزح الماء كله يهدم اساس الفرق بين النجاسة العينية والحدث اذ ليس في بدن المحدث ما يختلط بالطاهر علی وجه لا يمكن التمييز وانما يتنجس ما يلاقى وقد قصر تموه علی ما اتصل ببدنه فكان يجب ان لا يتنجس الا هو واختلاط ما جاوره من الماء بسائره يدفعه ما ذكرتم في الفرق بين الفأر والهر ولا يسرى لما افدتم من ان النجس هو جار النجس لاجار الجار لكن الامام اوجب نزح الكل فوجب القول بان الملاقى كل الماء واذن كما يتنجس كله عند الامام فيما يروی عنه كذلك تنسلب الطهورية عن كله علی مذهبه المعتمد المفتی به لحصول السبب فی الكل.

وبعبارة اخرى كما قال قدس سرہ علی رواية الحسن الفرق بين المحدث والجنب كذلك نقول هنا ان بوقوع المحدث فی البئر هل ثبت اللقاء للماء كله اولا علی الثاني لم وجب نزح الجميع فقد افدتم ان الجوار لا يتعدى وعلی الاول حصل المقصود وبالجملة هنا

حیط کے تحت انہوں نے فرمایا کہ "کنویں کا پانی مستعمل نہ ہوگا مطلقاً۔۔ الخ" یہ ہیں اُس تاویل کے حقیقی معنی، اور جو انہوں نے فرمایا ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ وہ فرماتے ہیں مستعمل وہ ہے جو اعضاء سے گرا اور وہ مغلوب تھا کیونکہ جو گرا اس کی ملاقات نہ ہوئی تھی ملاقی تو صرف سطح ہے اور وہ استعمال کو قبول نہیں کرتی ہے۔ اور ساوساً (اور وہ بائیسواں ہے) جو قدس سرہ نے مذہب امام پر ذکر کیا ہے کہ کل پانی نکالا جائے گا وہ نجاست عینیہ اور حدث کے فرق کی اساس کو منہدم کرتا ہے کہ بدن محدث میں کوئی ایسی چیز نہیں جو طاہر سے اس طور پر مل جائے کہ تمیز ممکن نہ ہو، اور نجس صرف وہ ہوتا ہے جو اُس سے ملاقی ہو اور تم نے اس کو صرف اُس پر منحصر رکھا ہے جو اُس کے بدن سے ملتا ہے تو چاہئے کہ صرف وہی نجس ہو اور اس پانی کا اختلاط جو باقی بدن سے لگا ہے اس کو وہ فرق دفع کرتا ہے جو تم نے بلی اور چوہے میں بیان کیا ہے، اور وہ سرایت نہ کرے گا، کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ نجس وہ ہے جو نجس کا پڑوسی ہے نہ کہ پڑوسی کا پڑوسی، لیکن امام نے کل پانی کے نکلنے جانے کو ضروری قرار دیا ہے تو یہ قول لازم ہوا کہ ملاقی کل پانی ہے، اور اس صورت میں جیسے کل پانی امام کے نزدیک نجس ہوتا ہے جیسا کہ اُن سے مروی ہے اسی طرح طہوریہ کل پانی سے سلب ہو جائے گی جیسا کہ اُن کا مذہب معتمد مفتی بہ ہے کیونکہ سبب کل میں موجود ہے، اور بالفاظ دیگر جیسا کہ قدس سرہ نے فرمایا حسن کی روایت کے مطابق فرق محدث اور جنب کے درمیان میں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ محدث کے کنویں میں گرنے سے کیا کل پانی سے لقاء ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور بر تقدیر ثانی کنویں کا کل پانی نکالنا کیوں

شیئان السبب والحکم اما السبب فمتفق علیہ وهو اللقاء وانما الخلف فی الحکم انه التنجس او انسلاب الطهورية فان اقتصر السبب علی ما اتصل وجب قصر الحکم علیہ ای حکم کان وان شمل احد الحکمین جمیع الماء ثبت ثبوت السبب فی الكل فوجب شمول الحکمین للكل وبالله التوفیق۔

وسابعاً: (۱) وهو الثالث والعشرون: افدتم ان الفأرة يجاورها من الماء عشرون دلو الصغر جثتها وفي الدجاجة والسنور المجاورة اكثر لزيادة ضخامة في جثتها والادمي يجاور جمیع الماء في العادة لعظم جثته^۱ اهـ۔ وذكرتم انه الفقه الخفي فهذا تصريح منكم بان المحدث الواقع في البئر قد جاور جمیع الماء فيجب ان يصير جمیعه مستعملاً وطاح القول بان المستعمل ما يلاقيه وهو اقل من غيره وايضاً ماء الطست وكثير من الاجانات لا يبلغ عشرين دلو ولا عشراً وكف الانسان ليس بأصغر من فأرة فاذا ادخل محدث يده في اجانة وجب ان يصير كله مستعملاً ولا مساعً ههنا للفرق بين النجاستين العينية والحكيبة فان الجوار

لازم ہوا کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ جواز متعدی نہیں ہوتا ہے اور پہلی تقدیر پر مقصود حاصل ہو گیا۔ اور خلاصہ یہ کہ یہاں دو چیزیں ہیں، سبب اور حکم۔ سبب تو متفق علیہ ہے اور وہ ملاقات ہے اور اختلاف صرف حکم میں ہے اور وہ ناپاک ہونا ہے یا طہوریت کا سلب ہونا ہے، اگر سبب متصل پر موقوف ہو تو حکم کا بھی اس پر مقصود کرنا واجب ہوگا، جو بھی حکم ہو، اور اگر ایک حکم تمام پانی کو شامل ہو تو سبب کل میں ہونا ثابت ہو جائے گا تو دونوں حکموں کا کل کو شامل ہونا لازم ہوگا، وبالله التوفیق۔

سابعاً (اور وہ تیسواں ہے) آپ نے کہا ہے کہ چوہیا سے متصل میں ڈول پانی ہوتا ہے کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے اور مرغی اور بلی میں ان کی ضخامت کی وجہ سے زائد پانی متصل ہوتا ہے اور آدمی اپنے جثہ کے بڑے ہونے کی وجہ سے کل پانی کے متصل ہوتا ہے اور تم نے ذکر کیا ہے کہ یہ فقہ حنفی ہے، یہ تمہاری طرف سے اس امر کی صراحت ہے کہ جو محدث کنویں میں گرتا ہے وہ تمام پانی کے مجاور ہوتا ہے تو لازم ہے کہ وہ تمام مستعمل ہو، اور یہ قول غلط ہوا کہ مستعمل وہ ہے جو اس سے ملا ہوا ہے اور وہ اس کے غیر سے اقل ہے اور طشت کا پانی اور بہت سے مشکوں کا پانی بیس ڈول بلاکہ دس ڈول کی مقدار تک نہیں ہوتا اور انسان کی ہتھیلی چوہیا سے چھوٹی نہیں ہوتی، تو جب محدث نے اپنا ہاتھ مکے میں ڈالا تو واجب ہے کہ اس کا کل مستعمل ہو، اور یہاں کوئی فرق نہیں دو نجاستوں کے درمیان عینیہ

^۱ بدائع الصنائع المقدار الذي يصير به الحبل نجباً ۷/۱۵۷

اور حکمیہ میں، کیونکہ جوار دو جسموں کی ذاتوں کو حاصل ہوتا ہے اور اس میں کسی ایسے وصف کو دخل نہیں جو ان میں سے کسی ایک کے ساتھ قائم ہوتا کہ اس کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہو جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حقیقی مجاورۃ تو اسی چیز کیلئے ہے جو جسم سے متصل ہو، اور یہ بیس ڈول تک چوہیا میں سرایت کرتی ہے اور چالیس تک بلی میں، اور کل پانی میں آدمی کے گرنے کی صورت میں کیونکہ میت سے تریاں جدا ہوتی ہیں اور ان میں جثوں کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔ ملک العلماء نے فرمایا کہ ان اشیاء میں سے اگر کوئی چیز پھول جائے یا پھٹ جائے تو کل پانی کا نجس قرار دینا ضروری ہے، کیونکہ اس صورت میں ان اشیاء سے تری خارج ہوگی کیونکہ ان میں نرمی ہے اور پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہو جائے گی، اور اس سے قبل صرف اس مقدار کے متصل تھی جس کا ہم نے ذکر کیا کیونکہ اس صورت میں یہ اشیاء سخت تھیں اھ۔ تو بیس، چالیس یا کل کی مجاورۃ سے مراد تری کی مجاورۃ ہے نہ کہ جثہ کی، جثہ تو جس سے ملا ہے سولا ہے۔

میں کہتا ہوں جو آپ نے کہا ہے اس پر یہ نقض وارد ہوتا ہے کہ اگر محدث کنویں میں گر جائے تو امام کے قول پر مستعمل پانی نجس ہو جائے گا کیونکہ وہاں کوئی تری موجود نہیں جو محدث سے الگ ہوئی ہو، اور جو حق مجھ پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پانی اگر متصل واحد ہے حقیقۃً جیسا کہ فلاسفہ کا خیال ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کے بعض سے ملاقات کل سے ملاقات

یحصل بین الجسین لذا تھما ولا مدخل فیہ لوصف قائم باحدہما حتی یختلف باختلافہ۔

فان قيل: حقيقة المجاورة ليست الا لما اتصل بالجسم وانما سری الى عشرين في الفأرة واربعين في الهر والكل في الادمی لان الميت تنفصل منه بلات وتتفاوت بتفاوت الجثت قال ملک العلماء وجب تنجیس جمیع الماء اذا تفسخ شیء من هذه الواقعات وانتفخ لان عند ذلک تخرج البلة منها لرخاوة فیها فتجاور جمیع اجزاء الماء وقبل ذلک لا یجاور الا قدر ما ذکرنا لصلابة فیها¹ اھ۔ فالمراد بمجاورة عشرين واربعين والکل مجاورة البلة دون الجثة وانما لاقت الجثة ملاقت۔

اقول: فاذن ینتقض ما ذکرتم فی وقوع محدث فی البئر علی قول الامام بنجاسة الماء المستعمل لعدم بلة هناك تنفصل والحق علی ما یظهر للعبد الضعیف غفرله ان الماء ان کان شیئاً واحداً متصلاً حقيقة كما تزعمه الفلاسفة فلا شک ان لقاء بعضه لقاء کلہ بل لا بعض هناك لعدم

¹ بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ الحبل نجساً سعید کمپنی کراچی ۵۸/۱

التجزی بالفعل وان كانا جزءا متفرقة كما هو عندنا ان تألف الاجسام من جواهر فردة تتجاور ولا تتلاصق لاستحالة اتصال جزئين۔

اقول: وكل ما تشبه الفلاسفة وخدمهم من اقامة براهين هندسية وغيرها على استحالة الجزء وقد اوصلها الشيرازي في شرح الغواية المسماة هداية الحكمة الی اثني عشر وسبها حججا انما تدل على استحالة الاتصال دون امتناع نفس وجود الاجزاء ومبنى الهندسة على توهم خطوط متصلة ولا حاجة لها الى وجودها عينا فضلا عن اتصالها كالهياة تبتني على توهم مناطق ومحاور واقطاب ودوائر وان لم يكن لها وجود عيني بل اولي فان الهندسة تستغني عن وجودها بوجود المناشي ايضا فلا يرد علينا شيء من ذلك والله الحمد (۲) وقد اغفل ذلك كثير من المتكلمين فاحتاروا في دفع شبه المتفلسفين والله التوفيق، بل الجسم ع

متصور ہوگی، بلالکہ یہاں بعض کا تصور ہی نہیں کیونکہ بالفعل تجزی نہیں ہے اور اگر متفرق اجزاء ہوں جیسا کہ ہمارے نزدیک ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام جواہر منفردہ سے مرکب ہیں تو اس صورت میں اجزاء مجاور ہوں گے لیکن متصل نہیں ہونگے، کیونکہ دو اجزاء کا اتصال محال ہے۔

میں کہتا ہوں فلاسفہ نے جو تک و دو کی ہے کہ براہین ہندیہ سے جزء کا ابطال کیا ہے، اور شیرازی نے شرح الغواہ جس کا نام "ہدایۃ الحکمۃ" ہے ایسے بارہ دلائل قائم کئے ہیں اور ان کا نام حجتہ رکھا ہے، اُن سے صرف اجزاء کا اتصال محال ثابت ہوتا ہے نفس جزء کا استحالة ثابت نہیں ہوتا ہے اور ہندسہ کی بنیاد خطوط متصلہ کے توہم پر ہے، اور ان کا موجود ہونا خارج میں کچھ ضروری نہیں چہ جائیکہ ان کا اتصال، جیسے علم ہیئۃ کا دار و مدار، منطقوں، محوروں، قطبوں اور دوائر کے توہم پر مبنی ہے اگرچہ ان کا خارجی وجود نہ ہو، بلکہ اس سے بھی اولیٰ ہے کیونکہ علم ہندسہ ان کے وجود سے ان کے منشاء کے وجود سے بھی مستغنی ہے، تو ان میں سے کوئی چیز ہم پر وارد نہیں ہوتی واللہ الحمد، اس سے بہت متکلمین غافل رہے اور متفلسفین کے

عہ تنبیہ: (۳) فان قلت کیف یری الجسم و الجزء لا یری اقول اولاً جرت السنة فی بصر البشر ان شیئا بالغ النہایۃ فی الدقة اذا کان منفردا لم یحط بہ البصر واذا اجتمع امثالها وکثرت ظہرت کما اذا کان فی جلد ثورا بیض نقطة سوداء کرأس الابرۃ لاتحس وان کثرت

منیہ اگر تو کہے کہ جسم کیسے دکھائی دیتا ہے جبکہ جزء تو نظر نہیں آتی اولاً میں کہتا ہوں کہ نگاہ انسانی فطری طور پر انتہائی باریک چیز کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے جبکہ وہ چیز منفرد ہو۔ لیکن اگر اس چیز کے ساتھ اس کی متعدد امثال مجتمع ہوں تو وہ ظاہر ہو جاتی ہے، جیسے (باقی بر صفحہ آئندہ)

عندنا اجزاء متفرقة حقيقة متصلة حسا كما

اعتراضات کے رد میں حیران رہ گئے،

سفید بیل کی جلد پر سُئی کے سرے کے برابر سیاہ نقطہ دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر متعدد سیاہ نقطے مجتمع ہو جائیں تو نظر آنے لگتے ہیں، بلکہ دُور سے تو محض ان کا سیاہ رنگ ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات غبار میں ظاہر ہے کیونکہ اس میں چھوٹے چھوٹے کروئی شکل ذرات ہوتے ہیں جن میں سے اکثر کی شکلوں کو آنکھ محسوس نہیں کرتی بلکہ بادلوں کی مانند ان کا رنگ دکھائی دیتا ہے جیسے کہکشاں اور بکھرے ہوئے ستارے، ان میں سے کوئی بھی اگر منفرد ہو تو عادتاً اس کا دکھائی دینا ناممکن ہے۔ البتہ کثرت و اجتماعیت کی وجہ سے نظر آ جاتے ہیں، جیسے تیرے اور روشندان کے درمیان روشنی کا ستون بادل کی مثل دکھائی دیتا ہے، بلکہ خود بادل بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ بخارات متفرق اجزاء ہوتے ہیں جن میں سے کوئی ایک دکھائی نہیں دیتا مگر مجتمع ہو کر پہاڑوں جیسے بادل نظر آتے ہیں، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ منفرد چیز خصوصی نظر کا تقاضا کرتی ہے جب وہ نہایت باریک ہو تو دونوں آنکھوں سے نکلنے والی شعاعیں اس تک پہنچ کر باہم منطبق ہو جاتی ہیں اور زاویہ نظر معدوم ہو جاتا ہے جیسا کہ مافوق الشمس اختلاف منظر کے زاویہ کے منتفی ہونے کا یہی سبب ہے۔ پس اس کی حقیقی اور مرکزی تقویمیں متحد ہو جاتی ہے اور جب یہ اجزاء کثیر اور پھیلے ہوئے ہوں تو بصری زاویہ والی مثلث کے دو خطوں کے درمیان واقع ہونے پر دکھائی دینے لگتے ہیں۔ مانیگند کورہ بالا (باقی بر صفحہ آئندہ)

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) امثالها متجاورات ابصرت بل قد لا يرى من البعد الا لونها وهو السواد وهذا ظاهر في الهباء فان فيه ذرات قلائل تری كرية الشكل وعامته لا يحس البصر اشكالها بل لونا سحابيا ككواكب المجرة والنثرة ولو تفرد شيء منها ما امكن عادة ان يبصرو بتكاثرها وتراكمها تری كعمود بنيك وبين الكوة مثل السحاب بل السحاب نفسه من ذلك فان البخار اجزاء متفرقة ولا تبصر واحد منها وبتراكمها تری سحبا كالجبال ولعل الوجه فيه ان المنفرد يقتضي خصوص النظر اليه فاذا كان على هذا القدر من الدقة انطبق الخطان الشعاعيان الواصلان اليه و انعدمت زاوية الرؤية كما هو السبب في انتفاء زاوية اختلاف المنظر لما فوق الشمس فاتحد تقويماه البرئي والحقيقي واذا كثرت وانبسست وقعت بين ساقى مثلث ذى زاوية مبصرة فابصرت وثانياً: هذا على طريقتهما فان سلموا والا فانما اصلنا الايمانى ان الابصار وكل شيء بارادة الله تعالى وحده لا غير فان شاء رأى الاعى في ليلة ظلماء عين نملة سوداء وان لم يشاء عبيت الزرقاء في رابعة النهار عن جبل بالغ افق السماء فاذا اراد ان لا تری

تری فی الہباء عند دخول الشمس من کوۃ بل وفي الدخان والبخار والغبار فح لا اتصال حقيقة لشیئ من الماء بشیئ من البدن فلو اعتبرت الحقيقة لم يتنجس الماء بوقوع شیئ من الخبث فظهر ان الشرع المطهر قد اعتبر ههنا الحس ولا شک ان کله فی الحس شیئ واحد کما هو فی الحقيقة عند المتفلسفة وليس ثم حاجز ینتہی الجوار الحسی بالبلوغ الیه فوجب ان یکون علی هذا ایضاً لقاء بعضه لقاء کله بل لا بعض لعدم التجزى حساً اما الكثير فجعله الشرع لا یحتمل الخبث فلا یضره الجوار الحسی وبه (۱) استقر عرش التحقيق علی ان الماء الكثير لا یتنجس شیئ منه بوقوع النجاسة ولو مرئیه حتی ماحولها مما یلیها هکذا ینبغی التحقيق والله تعالیٰ ولی التوفیق وهنا تم الکلام مع الامام الهمام، ملک العلماء الکرام، نفعنا الله تعالیٰ ببرکاته علی الدوام، فی دار السلام، آمین۔

ہمارے نزدیک جسم اجزائے متفرقہ حقیقہً متصلہً حساً سے عبارت ہے جیسے کمرہ کے سوراخ سے روشنی کی کرن جب اندر داخل ہوتی ہے تو اس میں ذرات نظر آتے ہیں، بالاکہ دھوئیں، بخارات اور غبار میں بھی نظر آتے ہیں، لہذا پانی حقیقی طور پر بدن سے متصل نہیں ہے، تو اگر حقیقت کا اعتبار کیا جائے تو پانی کسی بھی گندی چیز کے گرنے سے نجس نہ ہو، پس معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ نے یہاں حس کا اعتبار کیا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ جس کے نزدیک کل ایک چیز ہے جیسا کہ متفلسفہ کے نزدیک حقیقت یہی ہے اور وہاں کوئی ایسی روک بھی موجود نہیں جہاں پہنچ کر جوار حسی رک جائے تو اس بنا پر لازم ہوا کہ بعض کی ملاقات کل کی ملاقات قرار پائے، بالاکہ وہاں بعض ہے ہی نہیں کیونکہ تجزی اثر نہیں کرے گی تو اس کو جوار حسی کچھ مضرنہ ہوگا، اس تحقیق عرش نشیں سے معلوم ہوا کہ کثیر پانی نجاست کے گرنے سے نجس نہ ہوگا خواہ وہ نظر آنے والی ہو، یہاں تک کہ نجاست کا گرد و پیش بھی نجس نہ ہوگا، اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے یہاں تک کہ امام ہمام ملک العلماء کے ساتھ گفتگو مکمل ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہم کو ہمیشہ جنت تک مستفید فرمائے۔ آمین

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) الاجزاء علی الانفراذ واذا تجسست أبصرت یکون کما ارادہ منہ حفظہ ربہ تبارک وتعالیٰ (م)

دلیل فلاسفہ کے مذہب کے مطابق ہے اگر مان لیں تو فیہا وگرنہ ہماری ایمانی دلیل یہ ہے کہ نگاہیں اور تمام چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارادے کے تابع ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ایک اندھا تاریک رات میں سیاہ چوٹی کی آنکھ کو دیکھ سکتا ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو دن کی روشنی میں فلک بوس پہاڑ سے نیگلوں آسمان کو بھی نہیں دیکھا جاسکتا چونکہ اس نے چاہا کہ اجزاء انفرادی طور پر نظر نہ آئیں اور جب وہ مجتمع ہو جائیں تو نظر آنے لگیں لہذا جیسا اس نے چاہا ویسا ہی واقع ہوا۔ (ت)

الرابع والعشرون: يمكن الجواب عن الاستناد الى كلام البدائع بما عه اوردہ في البحر ولم يردہ وان لم يردہ اذ نقل عن اسرار القاضى الامام الديوسى ما تقدم ان محمدا يقول لما اغتسل في الماء القليل صار الكل مستعلا حكما ثم قال فهذه العبارة كشفت اللبس ووضحت كل تخمين وحس فانها افادت ان مقتضى مذهب محمد ان الماء لا يصير مستعلا باختلاط القليل من الماء المستعمل الا ان محمدا حكم بان الكل صار مستعلا حكما لاحقيقة فما في البدائع محمول على ان مقتضى مذهب محمد عدم الاستعمال الا انه يقول بخلافه²۔ قال في منحة الخالق يعنى ان صاحب البدائع نسب الى محمد عدم الاستعمال بناء على ما اقتضاه مذهب من ان المستعمل لا يفسد الماء ما لم يغلبه او يساوه لكن محمد ا ما قال بذلك الذى

چوبیسواں، صاحب بدائع کے کلام کی طرف جو منسوب ہے اس کا بیان صاحب بحر کے بیان سے ممکن ہے جس کو انہوں نے رد نہیں کیا اگرچہ صاحب بحر نے یہ ارادہ نہیں کیونکہ انہوں نے قاضی امام دبوسی کی اسرار سے نقل کیا ہے جو گزرا کہ امام محمد فرماتے ہیں تھوڑا پانی ہو اور اس میں کوئی غسل کرے تو کل حکماً مستعمل ہوگا، تو اس عبارت نے التباس کو ختم کر دیا ہے، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محمد کے مذهب کا مقتضی یہ ہے کہ تھوڑے سے مستعمل پانی کے مل جانے سے پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر محمد نے حکم کیا ہے کہ کل حکماً مستعمل ہوگا نہ کہ حقیقت، تو جو کچھ بدائع میں ہے وہ یہ ہے کہ محمد کے مذهب کا مقتضی یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر وہ کہتے اس کے خلاف ہیں اھ منحة الخالق میں فرمایا یعنی صاحب بدائع نے محمد کی طرف عدم استعمال کی طرف منسوب کیا، جیسا کہ ان کے مذهب کا مقتضی ہے کہ مستعمل پانی، پانی کو فاسد نہ کرے گا تا وقتیکہ اس پر غالب ہو جائے، یا اس کے برابر ہو جائے، لیکن محمد نے یہ نہیں فرمایا ہے حالانکہ یہ اُن کے مذهب کا مقتضی ہے بلالکہ اس صورت میں

انہوں نے اس کو سوال کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور جواب میں روایت متواترہ ظاہرہ کو روایت ضعیفہ نادرہ وغیرہ پر محمول کرنے کی طرف عدول کیا ہے جس کا جواب ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو دیا جائے گا اھ منہ غفرلہ (ت)

عہ ذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی ضمن سؤال وعدل فی الجواب الی حمل الروایات المتواترة الظاهرة علی الضعیفة النادرة وغیر ذلک مما یأتیک الجواب عنه ان شاء اللہ اھ، منہ غفرلہ۔ (م)

¹ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱

² بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۱

انہوں نے فرمایا کہ یہ حکماً مستعمل ہو گیا جیسا کہ دبوسی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں استعمال کا ثبوت ملاقات سے ہوتا ہے، اور حقیقت ملاقات ان اجزاء سے ہوتی ہے اور حکم تمام پانی کے لئے ثابت ہوتا ہے کیونکہ شریعت میں قلیل شے واحد ہے، جیسا کہ ہم اس کی تحقیق اور نورانی طریقہ بیان کر آئے ہیں، کیونکہ حکم حقیقی طور پر متقی ہے تو اس حکم کو ثابت کرنا اندازاً ہوگا۔

پچیسواں — وہ تمام فروع جو تواتر کے ساتھ عام کتب مذہب میں مذکور ہیں اور ائمہ شراح نے ان کو ذکر کیا ہے، اور تمام ائمہ مذہب سے منصوص ہیں جن پر سلف مذہب اور خلف مذہب متفق ہیں ان سب کو انہوں نے مستعمل پانی کے نجس ہونے والی روایت کی طرف راجع کیا ہے، علامہ جیسے محقق سے یہ بات بعید ہے۔ میں کہتا ہوں اولاً یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ فروع اس کثرت سے تمام کتب مذہب میں ذکر کی جائیں اور ائمہ و شراح ان کو قبول کریں اور کسی کو یہ خبر نہ ہو کہ یہ ضعیف و متروک روایت پر مبنی ہیں، بلکہ وہ حضرات ان کو مسلسل ذکر کرتے چلے جائیں اور ان پر مزید تفریعات کرتے چلے جائیں اور مناظروں میں ان کو پیش کرتے رہیں

اقتضاه مذہبہ بل قال فی هذه الصورة انه صار مستعملاً حکماً كما صرح به عبارة الدبوسی^۱۔
اقول: ثبوت الاستعمال باللقاء، وحقیقة عہ اللقاء لتلك الاجزاء، والحکم ثبت لجميع الماء، لان القلیل شیء واحد فی اعتبار الشریعة الغراء، كما اسلفنا تحقیقه، ونورنا لک طریقہ، لان الحکم منتف حقیقة، فیکون اثباته مجازفة سحیقة۔ المطبق علیها سلف المذهب وخلفه الی رواية نجاسة الماء المستعمل شیء عجیب من مثله المحقق۔

الخامس والعشرون: محاولة العلامة رحمه الله تعالى رد جميع تلك الفروع المتواترة الدائرة في عامة كتب المذهب المنصوص عليها عن جميع ائمة المذهب

فاقول اولاً: (۱) کیف یسوغ ان ترد بهذه الکثرة وتداول فی جمیع کتب المذهب وتتداولها الائمة والشرح ولا ینبہ احد انها تبتنی علی رواية ضعیفة متروكة بل یدکرونها ویقرونها ویفزعون علیها وعند الحجاج والحاج یفزعون الیها فرد جمیع ذلک بعید

یعنی حقیقتہ حسی عربی۔ (ت)

عہ ای الحسیة العرفیة اھمنہ غفرلہ (م)

^۱ منہ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

کل البعد۔ وثانیاً: هو منصوص علیہ فی الروایۃ الظاہرۃ وما روایۃ التنجیس الانادرۃ روی هذه الحسن ونص علی ذلك محمد فی الاصل وثالثاً: تظافرت علیہ التصحیحات کما قدمنا عن البحر عن الخبازی عن القدوری عن الجرجانی وعن الحلیۃ عن ابی الحسین عن ابی عبد اللہ وعن خزانه المفتین ومتن الملتقی وعن البحرانہ المذهب المختار فکیف یبتنی علی روایۃ متروکہ. ورابعاً: توافرت فیہ نقول الاتفاق علیہ وانه مذهب اصحابنا جمیعاً کما سبق عن النہایۃ والعنایۃ والہندیۃ ومجمع الانهر والدر المختار وغیرہا وعن البحر عن البدائع وعنه عن العنایۃ والدرایۃ وغیرہا وعن الحلیۃ وعن البحر عن الخبازی کلاهما عن ابی الحسین عن الجرجانی وعن شیخکم المحقق انه قولنا جمیعاً فکیف یجوز رجعه الی روایۃ متروکہ، وخامساً: اکثر وامن عزوہ لمحمد کما مر عن الفوائد الظہیریۃ عن شیخ الاسلام خواہر زادہ وابی بکر الرازی وشمس الائمۃ السرخسی وعن الزیلعی وشیخکم المحقق حیث اطلق وعن البحر عن الاسیبجانی والولوالجی و حیث حکم محمد بسقوط حکم الاستعمال علوہ با لضرورۃ کما سلف عن البحر والنهر والفتح و التبیین والکافی والبرہان

توان سب کو روایت نجاست کی طرف لوٹانا سخت بعید ہے۔ اور ثانیاً یہ ظاہر روایت میں نص ہے اور تنجیس کی روایت نادرہ ہے، اس کو حسن نے روایت کیا، اصل میں محمد نے اس پر نص کی۔ اور ثالثاً اس پر پے درپے تصحیحات موجود ہیں جیسا کہ ہم نے بحر، خبازی، قدوری، جرجانی، حلیہ، ابی الحسین، ابی عبد اللہ، خزانیہ المفتین، اور متن ملتقی کے حوالوں سے نقل کیا، اور بحر سے نقل کیا کہ یہی مذهب مختار ہے تو پھر یہ متروکہ روایت پر کس طرح مبنی ہو سکتا ہے۔

اور رابعاً متفقہ نقول کثرت سے ہیں یہی ہمارے تمام اصحاب کا مذهب ہے جیسا کہ گزرا نہایت، عنایہ، ہندیہ، مجمع الانهر، در مختار وغیرہ سے اور بحر نے بدائع، عنایہ ودرایہ اور حلیہ سے اور بحر وخبازی دونوں نے ابوالحسن، جرجانی اور شیخ محقق سے یہ تمام کا قول ہے تو متروکہ روایت کی طرف اس کو راجع کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور خامساً اکثر نے اس کو محمد کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ فوائد ظہیریہ، شیخ الاسلام، خواہر زادہ، ابو بکر رازی، شمس الائمہ سرخسی، زیلعی اور تمہارے شیخ محقق، بحر، اسیبجانی، ولوالجی سے گزرا، اور جہاں محمد نے استعمال کا حکم ساقط ہونے کی بات کی اس کو انہوں نے ضرورت پر محمول کیا جیسا کہ بحر، نہر، فتح، تبیین، کافی، برہان، حلیہ، فوائد، صغری، خبازی، قدوری، جرجانی، شمس الائمہ حلوانی سے گزرا اور بحر سے سرخسی سے اصل میں امام محمد کی نص سے گزرا اور بحر سے دیوسی سے گزرا کہ محمد فرماتے ہیں کل حکماً مستعمل ہوگا اور بحر میں

فرمایا ہے کہ اس عبارت سے مشکل حل ہو گئی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ محمد نے پانی کے نجس ہونے کا قطعاً قول نہیں کیا ہے تو اس کو اس پر کیسے محمول کیا جائے گا، اور اس سے بحر اور رسالہ کا جواب بھی ظاہر ہو گیا، انہوں نے اس حمل کو بعید گردانا تھا، اور کہا تھا کہ محقق نے فتح میں مستعمل پانی پر ایک فرع خانیہ کی اس پانی کی نجاست پر محمول کی ہے، اور کہا ہے کہ اس قسم کی فروع پر فتویٰ نہ دیا جائے اھ رسالہ میں یہ اضافہ ہے کہ ان کے شاگرد نے حلیہ میں اس پر اجمہ اور طحلب کی دو فروع کو محمول کیا، یہ خلاصہ اور منیہ میں مذکور ہیں اور فرمایا کہ اسی نہج پر انہوں نے بہت سی فروع اخذ کی ہیں، اھ تو کیا ان فروع کی طرح کچھ اور ایسی فروع ہیں جو متفرق فتاویٰ میں اس کثرت کے ساتھ مذکور ہوں، کیا شروح اور کیا متون اور ان پر کیسے کوئی نکیر نہیں کی؟ یا ان کی طرح کتب ظاہر روایت میں ہوں؟ یا ان کی اتنی تصحیحات ہوں؟ یا تمام مذہب حنفی کی کتب میں منصوص ہوں؟۔ یا ان پر اتفاق کیا گیا ہو کہ یہ ہم سب کا قول ہے یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے؟ یا ان کا کوئی اور محمل ہے کہ ان کی طرف روشن

والحلیۃ والفوائد والصغری والخبازی والقُدوری والجرجانی وشمس الاثمة الحلوانی و عن البحر عن السرخسی عن نص محمد فی الاصل و عن البحر عن الدبوسی ان محمداً یقول صار الكل مستعملاً حکماً وقد قال عہ فی البحر ان هذه العبارة كشفت اللبس و اوضحت کل تخمین و حدس¹ و معلوم ان محمداً لم یقل قط بالتنجیس فکیف تحمل علیہ وبہ (۱) ظهر الجواب عما اراد به البحر فی البحر والرسالة دفع الاستبعاد عن هذا الحمل بان المحقق فی الفتح حمل فرعاً فی الخانیة علی نجاسة المستعمل وقال لا یفتی بمثل هذه الفروع² اھ۔ زاد فی الرسالة ان تلخیصہ فی الحلیۃ حمل علیہا فرعاً الاجمة والطحلب وحمل فروعاً کثیرة علی هذا النحو³ اھ فهل بعض فروع وردت متفرقة فی غضون بعض الفتاویٰ کھذه الفروع الوافرة المتکاثرۃ المتواترة، الثابتة الدائرة فی عامة الشروح والفتاویٰ مع عدة من

یعنی انہوں نے اسکو اپنے اوپر وارد کیا ہے اور اس کا جواب نہیں دیا۔ (ت)

عہ ای اور دہ علی نفسه ولم یجب عنہ۔ منہ غفرلہ (م)

¹ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱

² بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱

³ جواز الوضوء من الفساقی رسالۃ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۸۲۱/۸۲

راستہ ہو۔

چھبیسواں علامہ نے لایبولن احد کم فی الماء الدائم (ٹھہرے پانی میں پیشاب نہ کرے) پر جو کلام کیا ہے اس پر ہم پہلے ہی بحث کر چکے ہیں، اور اُن کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام کی طرف اشارہ کرائے ہیں، وہ فرماتے ہیں "بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (پھر انہوں نے مذکور حدیث بیان کی) میں جو غسل کرنے کی نہی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ جو ثابت ہوتا ہے وہ نہی تحریم ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ طہوریت سلب ہو جائے، اور اس کو کوئی شخص لاعلمی میں رفع حدّث کیلئے استعمال کر بیٹھے اور نماز پڑھ لے اور اس میں اور اس مضمون میں کہ پانی نجس ہو جاتا ہے تو ایسا نہ ہو کہ اس کو کوئی شخص لاعلمی میں استعمال کرے، دونوں صورتوں میں محذور لازم ہے، یعنی منافی کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا، پس جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک

المتون، من دون نكیر ولا مجال ظنون، امر ہی كہذہ فی الكتب الظاهرة، امر ہی مزیلات بالتصحیحات المتظافرة، امر ہی منصوص علیہا من جمیع ائمة المذهب الحنفی، امر ہی مزینة بطراز الاتفاق وبانہا قولنا جمیعاً وبانہا مذهب اصحابنا فاین ذی من اتی، امر هل لها محمل غیر هذا فكیف یقاس علی المتعین، مآله سبیل واضح متبیین۔

السادس والعشرون: كلام العلامة علی حدیث لایبولن احد کم فی الماء الدائم قدمنا الكلام علیہ واصرنا الی کلام شیخه المحقق علی الاطلاق حیث یقول اما قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (وذكر الحدیث) فغایه ما یفید نهی الاغتسال کراهة التحریم ویجوز کونها لکیلا تسلب الطهورية فیستعمله من لاعلم به بذلک فی رفع الحدث ویصلی ولا فرق بین هذا و بین کونه یتنجس فیستعمله من لاعلم له بحاله فی لزوم المحذور وهو الصلاة مع المنافی فیصلح کون کل منهما مثیرا للنهی المذكور¹ اهـ (۱) ودفع البحر ایاه ببحث البدائع المذكور دفع للصحیح بما لیس به کما علمت اما حدیث

¹ فتح القدر الماء الذی یجوز به الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سحر ۵/۱

المستيقظ، فاقول: ليس من حجتنا في هذا الباب لاحتمال انه لاحتمال النجاسة العينية بل هو الظاهر من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فانه لا يدري اين باتت يده والعلامة عدل عن هذا الجواب الواضح الى ثلثة (۱) لا يستقيم منها شيئ فاولا: دعوى الخصوص لا دليل عليه وثانياً: كيف يجعل تعبدية غير معقول المعنى مع الارشاد الى المعنى في نفس الحديث فانه لا يدري اين باتت يده وثالثاً: ما عن اصحاب عبدالله رضى الله تعالى عنهم يجوز ان يكون لان اباهير رضى الله تعالى عنه كان يرسله ارسالاً فأشاروا الى تخصيص مواضع الضرورة كما هو الحكم المصرح به عندنا اذا كان الماء في جب ولا أنية يغترف بها۔

السابع والعشرون: قوله رحمه الله تعالى في تكرار الاستعمال الظاهر عدم اعتبار هذا المعنى في النجس فكيف بالطاهر (۲) غير مظهر ولا ظاهر الاترى ان النجاسة تصيب الثوب او البدن في مواضع متفرقة تجمع فان بلغت حد المنع منعت وما يتراأى من عدم جمع الواقعة في الماء الكثير فان الوقوع في عشرة مواضع منه

مذکور نہیں کا باعث ہوا۔

بحر کا اس کو بدائع کی مذکور بحث سے دفع کرنا صحیح کو غیر صحیح سے دفع کرنا ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا اور رہی مستیقظ والی حدیث، تو میں کہتا ہوں اس سلسلہ میں ہماری دلیل یہ نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ نجاست عینہ کی وجہ سے ہو بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فانه لا يدري اين باتت يده" (وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا) سے یہی ظاہر ہے، اور علامہ نے اس جواب سے عدول کر کے تین جوابات دیے جن میں سے کوئی ٹھیک نہیں، پہلا دعوائے خصوص، جس پر کوئی دلیل نہیں۔ دوسرے یہ کہ کس طرح اس کو تعبدی اور غیر معقول المعنی قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ خود حدیث میں معنی کی طرف رہنمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ فانه لا يدري اين باتت يده۔ تیسرے عبدالله کے اصحاب سے جو مروی ہے ممکن ہے وہ اس لئے ہو کہ ابو ہریرہ اس کا ارسال کرتے ہوں تو انہوں نے ضرورت کے مقامات کے ساتھ اس کو مختص کرنے کی طرف اشارہ کیا ہو، جیسا کہ ہمارے یہاں یہ واضح حکم موجود ہے کہ جب پانی تالاب میں ہو اور کوئی برتن پانی نکالنے کیلئے نہ ہو۔

ستائیسواں: ان کا قول تکرار استعمال کی بابت، ظاہر یہی ہے کہ یہ معنی نجس میں اعتبار نہ کیا جائے تو پھر ظاہر کا کیا حال ہوگا۔ یہ نہ ظاہر کرنے والا ہے اور نہ بذات خود ظاہر ہے، مثلاً نجاست جو بدن یا کپڑے کو متفرق مقامات پر لگ جائے تو اس کو جمع کیا جائے گا۔ اب اگر منع کی حد کو پہنچ جائے تو منع کرے گی۔ اگر کثیر پانی میں نجاست گر جائے تو اس کو بظاہر جمع نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ پانی میں

كالوقوع في موضع فليس لعدم الجمع بل لعدم البلوغ الى حد المنع حتى لو بلغت بان غير المجموع احد اوصافه وما كانت الافراد لتغيره فلا شك في الجمع والله تعالى اعلم هذا تمام الكلام مع العلامة قاسم رحمه الله تعالى وقد ظهر به الحق السديد، بحيث لا حاجة الى المزيد، والحمد لله الحبيد المجيد۔

الفصل الثاني: في كلام العلامة زين في البحر والرسالة
كانت قضية ترتيب الزمان ان نقدم عليه كلام العلامة ابن الشحنة رحمهما الله تعالى لكن اردنا الحاق الموافق بموافقه لم يأت رحمه الله تعالى في رسالته ولا في بحره بشيئ يزيده على ماورد العلامة قاسم الاملا مساس له بمحل النزاع افاض اولاً في تحديد الماء الكثير وان المذهب تفويضه الى رأى المبتلى وان التقدير بعشر في عشر انما اختاره المتأخرون تيسيراً على من لا رأى له وانه لايرجع الى اصل شرعي يعتد عليه ثم تكلم على صفة الماء المستعمل وان المفتي به انه طاهر غير طهور ثم اتى على المسألة فقال وقد قالوا ان الماء المستعمل اذا اختلط بالطهور تعتبر فيه الغلبة فان كان الماء

اگر دس جگہ نجاست گر جائے تو وہ ایسی ہے جیسے ایک جگہ گری ہو، تو یہ چیز عدم جمع کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حد منع تک نہیں پہنچی ہے اور اگر حد منع تک پہنچ جائے مثلاً یہ کہ نجاست کا مجموعہ اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دے، اور ہر فرد نہ بدلے تو جمع کرنے میں شک نہیں۔ یہ مکمل گفتگو تھی علامہ قاسم کے ساتھ، اس سے حق ظاہر ہو گیا، اس سے زیادہ کی حاجت نہیں، والحمد لله الحبيد المجيد۔

دوسری فصل علامہ زین کے کلام میں جو بحر اور رسالہ میں ہے: زمانی ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ ہم ابن الشحنة کا کلام اس پر مقدم کرتے، لیکن ہم نے ایک موافق کو دوسرے موافق سے لاحق کرنا چاہا ہے انہوں نے اپنے رسالہ میں یا بحر میں علامہ قاسم کے کلام سے کچھ مزید اضافہ نہیں کیا ہے، صرف وہی بات مذکور ہے جس کا محل نزاع سے کچھ تعلق نہیں، پہلے تو انہوں نے کثیر پانی کی تحدید کی ہے اور کہا کہ مذہب میں یہ معاملہ صاحب معاملہ کے سپرد ہے، اور دہ در دہ کے اندازہ کو متاخرین نے اُن لوگوں کی آسانی کیلئے وضع کیا ہے جن کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور اس کی کوئی قابل اعتماد شرعی دلیل نہیں، پھر انہوں نے مستعمل پانی پر کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ یہ طاهر تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے، پھر اصل مسئلہ بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ مستعمل پانی جب پاک کرنے والے پانی کے

الطهور غالباً يجوز الوضوء بالكل والا لایجوز ومن نص عليه الامام الزيلعي في شرح الكنز والعلامة سراج الدين الهندي في شرح الهداية والمحقق في فتح القدير قال وهي باطلاقة تشمل ما اذا استعمل الماء خارجاً ثم التقى الماء المستعمل واختلط بالطهور وانغرس في الماء الطهور وتوضأ فيه¹۔

اقول: (۱) مبني على جعل المستعمل هي الاجزاء المتصلة بالبدن فما وراءها طهور اختلط به الماء المستعمل وليس هكذا بل كله ملاق فكله مستعمل فكيف يشمله الاطلاق قال: ويدل عليه ايضاً ما في البدائع وذكر عبارات الثلاث قال فهذا صريح فيما قلنا²

اقول: (۲) لا محل (۲) ايضاً فان تلك الدلالة مبتنية على ما في البدائع والا فلا دلالة كما علمت وما في البدائع قد فرغنا عنه بآبدع وجه والله الحمد! قال: ويدل عليه ايضاً ما في خلاصة الفتاوى جنب اغتسل فانتضح من غسله شيئاً في انائه لم يفسد عليه الماء اما اذا كان يسهل فيه سيلاناً افسده وكذا حوض الحمام على هذا وعلى

ساتھ مل جائے تو اس میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اگر پاک کرنے والا پانی زیادہ ہو تو سب پانی سے وضو جائز ہوگا ورنہ ناجائز ہوگا۔ اس کی تصریح زیلعی نے شرح کنز میں، علامہ سراج الدین الہندی نے شرح ہدایہ میں اور محقق نے فتح القدير میں کی ہے، اور فرمایا ہے کہ اُس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب پانی خارجی طور پر استعمال کیا جائے پھر مستعمل پانی ڈالا جائے اور وہ پاک کرنے والے پانی سے مل جائے یا آدمی پاک کرنے والے پانی میں غوطہ کھائے یا اس سے وضو کرے۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہ قول اس پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی اُن اجزاء کو قرار دیا جائے جو بدن سے متصل ہوں اور اس کے علاوہ پاک کرنے والا ہے جس کے ساتھ مستعمل پانی مل گیا ہے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے بلکہ کل پانی اس سے ملنے والا ہے لہذا کل مستعمل ہوگا، اس کو اطلاق کیسے شامل ہے؟ فرمایا اس پر بدائع کی عبارات بھی دلالت کرتی ہے اور پھر انہوں نے تینوں عبارات ذکر کی ہیں، فرمایا یہ ہمارے قول کی تصریح دلیل ہے۔

میں کہتا ہوں "ایضاً" کا یہاں کوئی مقام نہیں، کیونکہ یہ دلالت مفہوم بدائع پر مبنی ہے ورنہ کوئی دلالت نہیں جیسا کہ تم نے جانا، اور جو کچھ بدائع میں ہے اس پر اچھی طرح ہم بحث کر چکے ہیں واللہ الحمد، فرمایا اس پر خلاصۃ الفتاوی کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ناپاک شخص نے غسل

¹ الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن کراچی ۶/۸۱۹/۲

² الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن کراچی ۶/۸۱۹/۲

کیا؟ اس سے کچھ چھیننے اڑ کر اس کے برتن میں پڑے تو اس کا پانی فاسد نہ ہوگا، اگر مستعمل بہہ کر اس میں گیا تو فاسد کر دے گا اسی طرح حمام کا حوض، اور امام محمد کے قول پر فاسد نہ کرے گا جب تک غالب نہ ہو جائے، یعنی اس کو پاک کرنے کے وصف سے خارج نہ کریگا انا یہ کہ وہ پاک پر غالب ہو جائے اھ بلفظ۔ (ت) میں کہتا ہوں خدا آپ پر رحم کرے یہ ملتی ہے جبکہ گفتگو ملاقی میں ہے، پھر انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ان فروع کثیرہ سے سوال وارد کیا جو کتب کثیرہ میں وارد ہیں، یہ سب ان کے نظریہ کے مخالف ہیں۔ خانیہ کی فرع (۱): اگر وضو کا پچا ہوا پانی کنویں میں بہا دیا مگر اس سے استنجا نہیں کیا تھا تو یہ محمد کے قول پر نجس نہ ہوگا، تاہم اس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ پانی طہور ہو جائے اھ۔ خلاصہ کی فرع (۲): یہ بھی اسی طرح ہے مگر اس میں بیس ڈول سے زیادہ نکالے جانے کا ذکر ہے اور اس پانی سے جو اس میں بہا یا گیا ہے محمد کے نزدیک اھ۔ فرمایا اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر تھوڑا مستعمل پانی، پانی

قوله محمد رحمه الله تعالى لا يفسد ما لم يغلب عليه يعني لا يخرجه عن الطهوية¹ اھ بلفظہ۔
اقول: (۱) رحمک اللہ هذا ملقی والکلام فی الملاقی ثم اورد علی نفسه سؤالا من قبل فروع کثیرة فی کتب مشهورة تخالف ما جنح الیه اورد منها (۱) فرع الخانیة لوصب الوضوء فی بئر ولم یکن استنجی به علی قول محمد لا یكون نجسا لکن ینزح منها عشرون لیصیر الماء طهور² اھ۔
وفرع³ الخلاصة نحوه غیر ان فیہ ینزح الا کثر من عشرين دلوا ومن ماء صب فیہ عند محمد اھ³ قال فهذا ظاهر فی استعماله الماء بوقوع قليل من الماء المستعمل فیہ علی قول محمد رحمه الله تعالى⁴ واجاب بأنه مبني علی رواية ضعيفة عن محمد

انہوں نے اس فرع کو متعدد فروع کے بعد ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے خانیہ کی فرع سے ملحق کیا ہے کیونکہ دونوں کی صورت ایک جیسی ہے اھ (ت)

عہ اوردہ بعد عدة فروع والحقناہ بفرع الخانیة لاتحاد صورتہما اھ منہ غفرلہ (م)

¹ رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن ۶/۸۱۹/۲

² رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن ۶/۸۱۹/۲

³ رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن ۷/۸۲۰/۲

⁴ رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن ۶/۸۱۹/۲

میں گر جائے تو وہ پانی مستعمل ہو جائیگا، یہ محمد کا قول ہے اھ اس کا یہ جواب دیا کہ محمد کا یہ قول ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے کہ پانی تھوڑے مستعمل پانی کے گرنے کی وجہ سے مستعمل ہو جائیگا، ان کا صحیح مذہب یہ ہے کہ پانی صرف اسی وقت مستعمل ہوگا جب اس پر مستعمل پانی کا غلبہ ہو جائے اھ اور اس کی تصحیح کو محیط، سراج الدین ہندی کی شرح ہدایہ سے نقل کیا اور اُن سے تحفہ سے نقل کیا کہ وہی مذہب مختار ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا اور یہ دونوں فرعیں ملتی ہیں لہذا محل نزاع سے ان کا کوئی تعلق نہیں بنتا ہے اور استعمال مستعمل کے غلبہ پر موقوف نہیں بلکہ اس کا عدم غلبہ مطہر پر مبنی ہے، تو اگر دونوں برابر ہوں تو کل مستعمل ہو جائے گا، جیسا کہ مشائخ نے اس کی تفصیل کی، بحر میں بھی یہی ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں محیط، سراج، تحفہ اور خلاصہ وغیرہ میں غلبہ کے ذکر پر اقتصار کیا ہے، کیونکہ حقیقی مساوات نادر ہے، مشائخ نے اس کو اس مثال سے واضح کیا ہے کہ اگر کوئی لا افضل من زید، کہے تو اس سے زید کی افضلیت سمجھ میں آتی ہے۔ جھط (۳) کی فرع جو متون و شروح میں مذکور ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کنوئیں میں ڈول نکالنے کیلئے اُترے اور اس کے بدن پر نجاست نہیں ہے تو محمد کے یہاں پانی طاہر ہے طہور نہیں اور آدمی طاہر ہے حالانکہ وہ پانی جو کنوئیں میں سے اس کے

ان الماء یصیر مستعملاً بوقوع قليل من الماء المستعمل لاعلى الصحيح من مذهبه انه لا یصیر مستعملاً ما لم یغلب علیه^۱۔ ونقل تصحيحه عن المحيط وعن شرح الهداية للعلامة سراج الدين الهندي ونقل عنه عن التحفة انه المذهب المختار^۲۔ اقول: هو (۱) كما قال والفرعان في الملقى فلا یسان مورد النزاع والاستعمال لا یتوقف علی غلبة المستعمل بل عدمه علی غلبة المطهر فان تساویاً صار الكل مستعملاً كما نصوا علیه منهم هو فی البحر۔

اقول: واقتصار المحيط والسراج والتحفة و الخلاصة وغيرها علی ذکر الغلبة لان المساواة الحقیقة نادرة جدا (۲) كما قالوه فی انفهام افضلية زید من قول القائل لا افضل منه (۳) وفرع جھط المذكور فی المتون والشروح وصورتها رجل نزل لطلب الدلو وليس علی بدنه نجاسة فعند محمد الماء طاهر غیر طهور والرجل طاهر مع ان الماء الذی لاقى بدنه فی البئر اقل من غیره وقد جعله محمد مستعملاً لانعدام

^۱ رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشیاء من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن ۷/۸۲۰/۲

^۲ رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشیاء من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن ۷/۸۲۰/۲

الضرورة^۱ اہ واجاب بما مر۔

اقول: (۱) رحمکم اللہ ورحمنا بکم اذا ارید بطاء جحط طاهر غیر طهور فکیف تجعلونه مبنیاً علی روایة ضعیفة عن محمد وانتم القائلون فی بحر کم علم بما قررناه ان المذهب المختار فی هذه المسألة ان الرجل طاهر والماء طاهر غیر طهور علی الصحيح^۲ اہ۔

نعم المشهور ان طاءة للطاهر الطهور كما ذکرتم فی البحر وحينئذ یرد الفرع من قبل ان سقوط حکم الاستعمال لاجل الضرورة قلتم فی البحر عند محمد الرجل طاهر والماء طاهر طهور وجه قول محمد علی ما هو الصحيح^۳ عنه ان الصب لیس بشرط عنده فكان الرجل طاهراً ولا یصیر الماء مستعملاً وان ازیل به حدث للضرورة واما علی ما خرجہ ابو بکر الرازی

بدن پر لگا ہے دوسرے سے کم ہے، اور محمد نے اس کو مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ ضرورت نہیں اہ اس کا جواب وہ دیا جو گزرا۔ (ت)

میں کہتا ہوں اللہ تم پر اور ہم پر رحم فرمائے اگر جحط کی "طا" سے طاہر غیر طہور مراد ہو تو آپ اس کو محمد کی روایت ضعیفہ پر کیونکر مبنی کرتے ہیں حالانکہ آپ بحر میں کہتے ہیں کہ ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار اس مسئلہ میں یہ ہے کہ آدمی پاک ہے اور پانی طاہر غیر طہور ہے صحیح مذہب پر اہ ہاں مشہور یہی ہے کہ اس کی "طا" طاہر کیلئے ہے اور طہور کیلئے، جیسا کہ تم نے بحر میں ذکر کیا، اور اس وقت فرع اس جانب سے وارد ہوگی کہ استعمال کا حکم ضرورت کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے تم نے بحر میں کہا ہے کہ محمد کے نزدیک مرد پاک ہے اور پانی طاہر طہور ہے امام محمد کے قول کی وجہ (صحیح روایت کے بموجب) یہ ہے کہ ان کے نزدیک بہانا شرط نہیں، تو آدمی پاک ہوا اور پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ اس سے حدث زائل کیا گیا ہو،

میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ازالہ حدث سے پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ قربت کی نیت نہ ہو بخلاف امام رازی کی تخریج کے، اسی وجہ سے انہوں نے اما علی ما خرج الخ فرمایا لہذا صحیح روایت یہ نہیں بلالکہ وہ ہے جو گزری کہ پانی طاہر غیر طہور ہے اہ۔ (ت)

عہ اقول: والمراد به استعمال الماء بأزالة حدث وان لم ینو قربة خلافا لتخریج الامام الرازی ولذا قال واما علی ما خرج الخ فلیس تصحیحاً لہذه الروایة بل الصحيح ما تقدم انه طاهر غیر طهور اہ منه غفر له (م)

^۱ الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشياء والنظائر ادارة القرآن کراچی ۶/۸۱۹/۲

^۲ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

ضرورت کی وجہ سے، اور ابو بکر الرازی کی تخریج کے مطابق پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں قربت کی نیت نہیں اہ تو اگر آپ اس روایت کا انکار کریں کہ یہ غیر مختار روایت ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو مختار روایت تردید میں زائد ہوگی۔ اسرار (۴) کی فرع حدیث "لا یبولن" پر انکی گفتگو یہ ہے کہ جو یہ کہتا ہے مستعمل پانی طہور و طاهر ہے تو وہ اس میں غسل کو حرام قرار نہیں دیتا ہے اور اسی طرح جو اس پانی کو طاهر غیر طہور کہتے ہیں کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ جب مستعمل پانی دوسرے پانی میں مل جائے تو جب تک اس پر غالب نہ ہو اس کو فاسد نہیں کرتا اور صرف اسی قدر مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے متصل ہوتا ہے اور یہ مقدار اُس مجموعی پانی کی مقدار سے جس سے کہ غسل کیا جاتا ہے عادتاً اُس پانی سے کم ہوا کرتی ہے جو ملاقات بدن سے بچ رہا ہوتا ہے، تو یہ اس کو فاسد نہیں کرے گا اور طہور ہی رہے گا اور اُس سے غسل حرام نہ ہوگا، تاہم محمد فرماتے ہیں کہ اس میں غسل کرنے سے یہ مستعمل ہو جائیگا اہ اور بحر میں اس کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب کوئی تھوڑے پانی میں غسل کرے گا تو سب کا سب حکماً مستعمل ہو جائے گا اہ اور اس کا جواب بھی وہ دیا جو گزرا۔ میں کہتا ہوں سبحان اللہ، اسرار کا صریح منطوق یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ اعتبار غلبہ کو ہے، اگرچہ اس کا

لا یصیر مستعملاً لفقد نية القربة^۱ اہ فان ابیتہوا لانہا رواية غیر مختارة کما قدمنا کانت المختارة اشد فی الرد، (۴) وفرع الاسرار وهو کلامہ علی حدیث لا یبولن اذ یقول من قال ان الماء المستعمل طاهر طهور لا یجعل الاغتسال فیہ حراماً وکذا من قال طاهر غیر طهور لان المذهب عنده ان الماء المستعمل اذا وقع فی ماء آخر لم یفسده حتی یغلب علیہ وقدر ما یلاقى بدن المستعمل یصیر مستعملاً وذلك القدر من جملة ما یغتسل فیہ عادة یكون اقل من ماء فضل عن ملاقاته بدنه فلا یفسده ویبقى طهوراً ولا یحرم فیہ الاغتسال الا ان محمداً یقول بصیر ورثه مستعملاً بالاغتسال فیہ^۲ اہ ونقله فی البحر بلفظ ان محمداً یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الكل مستعملاً حکماً^۳ اہ۔ واجاب عنه ایضاً بما مر۔

اقول: (۱) سبخن اللہ صریح منطوق الاسرار ان المذهب اعتبار الغلبة وان

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

^۲ الرسالة فی جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ، ادارة القرآن کراچی ۶/۸۱۹/۲

^۳ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۱۱

قضیتہ ان لایصیر الکمل مستعملاً لان الملاق حقیقة اقل من غیرہ الا ان محمداً جعل الکمل مستعملاً حکماً فکیف یتوهم انه مبني علی رواية ضعيفة خلاف ذلک المذهب وانما هو تخصيص لقضیتہ وتخصيص الحكم انما یبتنی علی الحكم لاعلی خلافه وهذا واضح جدا وسر کلام الاسرار قد بیناه - (۵) وفرع المبتغی بالغین لو ادخل الکف صار مستعملاً^۱ وزاد فی البحر (۶) فرع العناية والدراية وغیرهما ان الجنب اذا نزل فی البئر بقصد الاغتسال یفسد الماء عند الکمل^۲ (۷) وفرع الخانیة لو ادخل یدہ اورجلہ فی الاناء للتبرد یصیر الماء مستعملاً لانعدام الضرورة (۸) وفرع الاسبیجانی والولوالجی فیمن اغتسل فی بئر الی العشرة ولا نجاسة علیه قال محمد صارت المیاء کلها مستعملاً^۳ وزاد قوله الی اخر الفروع ارشاداً الی الكثير الباقی قال وهذا صریح فی استعمال جمیع الماء عند محمد بالاغتسال فیہ^۴ اهـ واجاب عن الکمل بانه مبني علی رواية ضعيفة عن

تقاضیہ ہے کہ کل مستعمل نہ ہوگا کیونکہ ملاقی حقیقتہ غیر ملاقی سے کم ہے مگر یہ کہ محمد نے کل کو حکماً مستعمل قرار دیا ہے، تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کسی ضعیف روایت پر مبنی ہے جو اُس مذہب کے خلاف ہے، یہ اس کے مقتضی کی تخصیص ہے اور حکم کی تخصیص حکم پر ہی مبنی ہوتی ہے نہ کہ خلاف حکم پر، اور یہ بہت واضح ہے، اور اسرار کے کلام کاراز ہم نے بیان کر دیا۔ مبتغی (۵) کی فرع: اگر ہتھیلی ڈالی تو پانی مستعمل ہو گیا، اور بحر میں اضافہ کیا ہے عنایہ اور درایہ (۶) وغیرہما کی فرع کا: جنب اگر کنویں میں غسل کی نیت سے اترے گا تو سب ہی کے نزدیک پانی فاسد ہو جائیگا۔ "خانہ (۷) کی فرع: اگر کسی نے اپنا پیر یا ہاتھ برتن میں ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائے گا کہ ضرورت موجود نہیں ہے۔ اسبیجانی (۸) اور ولوالجی کی فرع: جو کنویں میں دس ہاتھ تک نہایا اور اس پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو محمد نے فرمایا کل پانی مستعمل ہو جائیگا، اور اپنے قول الی آخر الفروع کا اضافہ کیا، باقی کثیر فروع کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا یہ صریح ہے امام محمد کے

^۱ الرسالة فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ان نجیم ادارة القرآن کراچی ۱/۸۱۹/۲

^۲ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱

بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱

^۳ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱

^۴ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱

نزدیک تمام پانی کے مستعمل ہونے میں اس میں غسل کرنے کی وجہ ہے، اور سب کا جواب یہ دیا کہ یہ ضعیف روایت پر مبنی ہے، یعنی محمد کی اس روایت پر کہ مستعمل پانی نجس ہو جاتا ہے، پھر یہ استشاد کیا کہ فتح نے خانہ کی ایک فرع کو اسی پر محمول کیا ہے، اور جو اس پر اعتراض ہے وہ چھ وجوہ سے گزر چکا ہے۔ (۹) منیۃ المصلیٰ کی فرع: یہ فقیہ ابو جعفر سے ہے کسی نے بانسوں کے جھنڈ میں وضو کیا اگر وہ اتنے گھنے ہیں کہ پانی کے حصے ایک دوسرے سے جدا رہتے ہیں تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ بانسوں کے جھنڈ میں یا ایسی زمین میں جس میں پودے ایک دوسرے سے متصل ہوں، اگر وہ وہ درودہ ہو تو وضو جائز ہے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر اس سے کم ہو تو جائز نہیں، اور ائمہ محرکہ، گھنے درختوں کو کہتے ہیں۔ خلاصہ اور منیۃ کی فرع (۱۰): حوض میں وضو کیا اور طحلب پانی کی تمام سطح پر ہوا اگر وہ ایسا ہے کہ اس کو حرکت دی جائے تو سب ہل جائے تو جائز ہے، فرمایا اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر حرکت نہ کرے طحلب پانی کے حرکت دینے سے تو جائز نہیں کیونکہ پانی کے حرکت دینے سے اس کا متحرک نہ ہونا اس امر پر دلالت ہے کہ وہ اتنا کثیف ہے کہ مستعمل پانی کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا مشکل ہے، تو وضو مستعمل پانی سے ہوگا، اور طحلب سبز رنگ کی گھاس ہے جو پانی پر تیرتی رہتی ہے اہ اور یہ حلیہ سے ماخوذ ہے، فرمایا یہ سب

محمد قائلۃ بنجاسة الماء المستعمل^۱ ثم استشهد بحمل الفتح فرعاً فی الخانیة علیہا وقد مر ما فیہ من ستة اوجه۔ (۹) وفرع منیة المصلی عن الفقیہ (۱) ابی جعفر توضحاً فی أجمة القصب فان كان لا یخلص بعضه الی بعض یجوز وفی الخلاصة توضحاً فی أجمة القصب اوارض فیہا زرع متصل بعضها ببعض ان كان عشرين فی عشر یجوز قال فمفهومه انه اذا كان اقل لا یجوز التوضی فیہ والاجمة محرکة الشجر الكثير الملتف^۲۔ (۱۰) وفرع کتابین الخلاصة والمنیة (۲) توضحاً فی حوض وعلی جمیع وجه الماء الطحلب ان كان بحال لو حرک یتحرک یجوز قال ومفهومه انه لو كان لا یتحرک الطحلب بتحریک الماء لا یجوز فان عدم تحرکه بتحریک الماء یدل علی انه بحالة من التکاثف والاستمساک لسطح الماء بحيث یمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فیہ الی محل اخر فیقع الوضوء بماء مستعمل والطحلب

^۱ الرسالۃ جواز الوضوء مع الاشباه من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن کراچی ۱۸۲۰/۲

^۲ الرسالۃ جواز الوضوء مع الاشباه من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن کراچی ۱۸۲۰/۲

اس امر پر دلیل ہے کہ پانی اس میں وضو کرنے سے مطلقاً مستعمل ہو جاتا ہے۔

اور ان دونوں سوالوں کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ ان دونوں کو مستعمل پانی کی نجاست پر محمول کیا ہے، اس کی تصریح شارح منیہ علامہ ابن امیر الحاج نے کی ہے، اور فرمایا کہ جواز کو عدم خلوص کے ساتھ مقید کیا کیونکہ اگر پانی کا کچھ حصہ دوسرے حصہ کی طرف چلا گیا تو جائز نہیں، لیکن یہ تب ہے کہ جب مستعمل پانی کو نجس قرار دیا جائے، لیکن اگر اس کو پاک قرار دیا جائے تو جائز ہے تا وقتیکہ اس کو اس بات کا ظن غالب نہ ہو جائے کہ وہ مقدار جو اس پانی سے وہ چلے بھر کر لے رہا ہے مسح یا دھونے کے فرض کو ساقط کرنے کیلئے کہ وہ مستعمل پانی ہے یا اس میں مستعمل پانی ملا ہوا ہے جو اس کے برابر ہے یا غالب ہے اہ فرمایا یہ اس بارے میں صریح ہے جو ہم نے کہا ہے کہ وضو فساقی میں جائز ہے،

اور گھاس کا مسئلہ، تو منیہ کے شارح نے بھی فرمایا یہ بھی مستعمل پانی کی نجاست پر مبنی ہے یا وہ مستعمل پانی کے مساوی ہو، اہ اور اسی طرح انہوں نے اس مسئلہ میں تصریح کی کہ کسی شخص نے ایسے حوض میں وضو کیا جس کا پانی منجمد ہو چکا تھا فرمایا اگر منجمد پانی ایسا ہے کہ ہلانے سے آسانی ٹوٹ جاتا ہے تو جائز ہے اور اگر اس کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوں کہ ہلانے سے نہ ہلیں تو جائز نہیں، فرمایا یہ بھی اسی پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی نجس ہے، اور اس کی پائی کی

نبت اخضر یعلو الماء بعضہ علی بعض اہ و هو مأخوذ عن الحلیۃ قال وهذا کله یدل ان الماء یتصیر مستعملاً بالوضو فیہ مطلقاً^۱۔

واجاب: عنها بحملها علی نجاسة الماء المستعمل صرح به شارح المبنیۃ العلامة ابن امیر الحاج فقال وانما قید الجواز بعدم الخلو لانه لو كان یخلص بعضه الی بعض لایجوز لکن علی القول بنجاسة الماء المستعمل اما علی القول بطهارته فیجوز ما لم یغلب علی ظنه ان القدر الذی یتغترفه منه لاسقاط فرض من مسح او غسل ماء مستعمل او یبازجه مستعمل مساو او غالب اہ۔ قال فهذا صریح فیما قلناه من جواز الوضوء فی الفساقی،

واما مسألة الطحلب فقال شارح المبنیۃ ایضاً هذا ایضاً بناء علی نجاسة الماء المستعمل او مساواته اہ۔ وكذا صرح فی مسألة (۱) توضاً فی حوض انجمد ماء قالوا ان كان الجمد رقیقاً ینکسر بالتحریک یجوز اما اذا كان کبیراً قطعاً قطعاً لایتحرک بالتحریک لایجوز فقال هذا ایضاً بناء علی نجاسة الماء المستعمل اما علی طهارته فالجواب ما ذکرنا فی السابقات^۲ اہ وانت تعلم انه رحمه الله تعالیٰ

^۱ الرسالۃ جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشیاء اداره القرآن کراچی ۱/۸۲۰/۲

^۲ الرسالۃ جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشیاء اداره القرآن کراچی ۸/۸۲۱/۲

صورت میں تو جواب وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اھ۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے جھنڈ اور کائی کے مسئلہ میں دورا ہیں اختیار کی ہیں، اور یہ اس لئے ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے حکم عدم جواز کا لگایا، اگر جھنڈ کا پانی دہ در دہ سے کم ہو یا پانی کو حرکت دینے سے کائی میں حرکت پیدا نہ ہو، انہوں نے قلیل پانی میں وضو پر تمام پانی کو مستعمل قرار دینے کو اعتراض قرار دیا اور اس کا جواب یہ دیا کہ یہ نجاست والی روایت پر محمول ہے اور حلیہ نے قلیل پانی میں وضو کو جائز کہا ہے بشرطیکہ وہ مستعمل پانی سے زیادہ ہو کیونکہ وہ پاک ہے، اس کو انہوں نے اپنی دلیل بنایا جہاں انہوں نے کہا کہ قلیل پانی میں وضو پانی کو فاسد نہیں کرتا جب تک پاک پانی غالب رہے، ان دونوں صورتوں کے ساتھ انہوں نے استدلال میں انجہاد کی فرع کا اضافہ کیا اگرچہ یہ بھی اعتراض کی صورت بن سکتی ہے اور بحر میں تینوں فروع کا ذکر پر اکتفا کیا ہے پہلی کی تصریح کی ہے اور باقی میں تلویح کی ہے، ماسو لہ کا بیان کیا ہے نہ کہ ماسو علیہ کا۔ پھر فرمایا کہ میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا انہوں نے فرمایا (پھر ان کا گزشتہ قول نقل کیا) کہا نیز انہوں نے فرمایا کہ کھیتی کا کھیتی سے متصل ہونا پانی کے پانی سے متصل ہونے کو نہیں روکتا ہے اگرچہ یہ اس قبیلہ سے ہے کہ پہنچ سکتا ہے، تو مختار روایت کے مطابق جو مستعمل پانی سے طہارۃ جائز ہوگی مگر شرط وہی رہے گی جو گزری، (یعنی طہور کا غلبہ غیر پر) پھر حلی نے چند مسائل

سلک بفرعی الاجمة والطحلب مسلکین وذلک ان کلامہما حکم بعدم جواز الوضوء ان کان ماء الاجمة دون عشر فی عشر اولاً یتحرک الطحلب بتحریک الماء فجعله وارداً علیہ حیث افاد صیرورة کل الماء مستعملاً بالتوضی فیہ اذا کان قلیلاً واجاب بحملہ علی رواية النجاسة وحکم الحلیة بالجواز وان کان قلیلاً مادام اکثر بناء علی الطهارة فجعله دلیلاً له حیث افاد ان الوضوء فی الماء القلیل لا یفسده مادام الطهور غالباً علی المستعمل و اضاف الیہما فرع الجمید فی الاحتجاج وان کان یصلح ایضاً للایراد واقتصر فی البحر علی ایراد الفروع الثلاثة تصریحاً بالاول وتلویحاً بالباقیین فیما هو له لافیما هو علیہ فقال ثم رأیت العلامة ابن امیر الحاج قال (فذكر قوله الماء) قال ثم قال ایضاً وا اتصال الزرع بالزرع لا یمنع اتصال الماء بالماء وان کان مما یخلص فیجوز علی الروایة المختارة فی طهارة المستعمل بالشرط الذی سلف (ای غلبة الطهور علی غیرہ) ثم ذکر ای الحلبي مسائل علی هذا المنوال وهو صریح فیما قد مناه من جواز الوضوء بالماء الذی اختلط به ماء مستعمل قلیل^۱ اھ۔ (۱) وقوله فی الرسالة هذا صریح فیما قلناه من جواز الوضوء فی الفساق

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۴/۱

اسی قسم کے ذکر کیے، اور وہ اُس میں صریح ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، یعنی اگر غیر مستعمل پانی میں تھوڑا سا مستعمل مل جائے تو اس سے وضو جائز ہے اہ اور ان کا قول "رسالہ" میں "یہ صریح ہے اس امر میں کہ فسائی سے وضو جائز ہے" ان کے مقصود سے زیادہ موافق ہے، کیونکہ اختلاط کے مسئلہ میں تو کوئی نزاع ہی نہیں، البتہ صرف یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے ملقی اور ملاقی میں فرق نہیں کیا ہے تو قریب تھا کہ وہ ان دونوں سے استدلال میں بھی فرق نہ کرتے، پھر انہوں نے اپنا کلام بحر میں اس پر ختم کیا کہ اپنی ایک مزید دلیل فتاویٰ علامہ قاری ہدایہ سے دی، اس کو ان کے شاگرد محقق علی الاطلاق نے جمع کیا ہے اُن سے ایک چھوٹے گڑھے کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں لوگ وضو کریں اس میں مستعمل پانی گرے اور ہر روز نیا پانی بھی آئے، اس سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں مذکورہ پانی کے علاوہ اور پانی نہ گرتا ہو تو کچھ حرج نہیں اہ یعنی اس میں اگر کوئی نجاست گرے گی تو یہ نجس ہو جائے گا کیونکہ یہ چھوٹا ہے۔ اہ (ت) میں بتوفیق الہی کہتا ہوں دونوں اعتراض اور چاروں استدلال اس پر مبنی ہیں کہ محل نزاع پر نظر نہیں رکھی گئی کیونکہ یہ تمام فروع ملقی میں ہیں نہ کہ ملاقی میں، قاری ہدایہ کی فرع تو ظاہر ہے، کیونکہ سوال میں ہے کہ اس میں مستعمل پانی روز آتا ہے اور جواب میں ہے

أوفق بمقصوده اذلا نزاع في مسألة الاختلاط غير انه رحمه الله تعالى لما حكم بعدم الفرق بين الملقى والملاقى طفق لايفرق بينهما في الحجاج ثم انهى كلامه في البحر بأيراد حجة له اخرى عن فتاوى العلامة قارئى الهداية جمع تلميذه المحقق على الاطلاق سئل عن فسقية صغيرة يتوضؤ فيها الناس وينزل فيها الماء المستعمل في كل يوم ينزل فيها ماء جديد هل يجوز الوضوء فيها اجاب اذا لم يقع فيها غير الماء المذكور لا يضر اه يعنى اذا وقعت فيها نجاسة تنجست لصغرها¹ اہ

اقول: وبالله التوفيق (١) الايرادان والحجج الاربعة كلها مبنية على الذهول عن محل النزاع لان تلك الفروع طراني الملقى لا الملاقى اما فرع قارئى الهداية فظاهر لقول السؤال ينزل فيها الماء المستعمل و

ان دونوں سے پہلے "اہ" علامہ قاری ہدایہ کے کلام کی انتہا ہے جس کو ابن ہمام نے ذکر کیا اور ان دونوں میں سے پہلی "اہ" ابن ہمام کے کلام کی انتہا ہے جس کو بحر نے بیان کیا اور آخری بحر کے کلام کی انتہا ہے جس کو مصنف نے ذکر کیا ہے (١٢) (ت)

عہ: اہ السابق على هذين لكلام العلامة قارئى الهداية وهو قول الامام ابن الهمام والاول من هذين لكلام ابن الهمام من كلام البحر والاخير لكلام البحر من كلام المصنف (م)

¹ بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۴۱۱

کہ جبکہ اس میں اس پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہ گرتی ہو، اور حلیہ کی تینوں فروع اس لئے کہ دونوں جواہوں کی سند اور استدلالات علامہ حلبی کا کلام ہیں، اور انہوں نے تصریح کر دی ہے یہ تمام ملقی میں ہیں نہ کہ ملاقی میں۔ چنانچہ ان کا پہلا قول دیکھا جائے کہ اس کا بعض دوسرے بعض کی طرف نہ جاتا ہو تو جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں پانی کثیر ہوگا، اور اگر وہ ماء مستعمل جس میں نجاست گر گئی ہو مانع نہیں ہے تو جو طاہر ہے وہ کیسے ہوگا، اور بیشک جواز کو مقید کیا الی آخر ما نقلتم اور دوسرے میں فرمایا منع کرتا ہے مستعمل پانی کا منتقل ہونا جس میں وہ واقع ہے حالانکہ تم نے اس کو نقل کیا ہے اگرچہ اس کے قائل کا نام نہیں لیا ہے، اور تیسرے میں فرمایا کہ برف کا پانی کو حرکت دینے سے ٹوٹ جانا حوض میں جو پانی اس سے متصل ہے اس کے منتقل ہونے کو مانع نہیں ہے الخ اور اسی طرح اس کی نظیروں میں فرمایا بلاکہ حلیہ کے طریق کے مطابق یہ نفس فروع سے مستفاد ہے کیونکہ یہ بظاہر حوض یا تالاب سے وضو سے متعلق ہیں، اور حلیہ میں فرع اول سے ایک صفحہ قبل فرمایا: حوض سے وضو اور حوض میں وضو کے اندر فرق ہے، اور اسی میں ہے کہ حوض سے وضو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دھوون حوض میں گرے، لیکن اگر حوض میں وضو کیا جائے تو دھوون لازمی طور پر اس میں گرے گا، فرمایا لوگوں کا اس جگہ سے وضو کرنا جہاں اُن کے دھوون کا پانی پڑتا ہے یہی تفریع کا اصل مقصود ہے اور ایسی جگہ وضو کرنا جہاں دھوون باہر گرتا ہو تو اس میں کسی کا

قوله في الجواب اذا لم يقع فيها غيره واما فروع الحلية الثالثة فلان مستند الجوابين والاحتجاجات كلام العلامة الحلبي وهو مصرح بانها جبيعا في الملقى دون الملاقى الا ترى الى قوله في الاول ان كان لا يخلص بعضه الى بعض جازلان الماء حينئذ كثير ولو كان الماء المستعمل الواقع فيه نجاسة لم يمنع فكيف وهو طاهر وانما قيد الجواز الى آخر ما نقلتم وقال في الثاني يمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فيه وقد نقلتموه وان لم تعزوه وقال في الثالث ان كون الجمد ينكسر بتحريك الماء لا يمنع من انتقال الماء المتصل منه في الحوض من ذلك المحل الواقع فيه -- الخ وكذلك قال في نظائره بل هذا على طريق الحلية مستفاد من نفس الفروع فانها في الوضوء في حوض او غدير، وقد افاد في الحلية قبل الفرع الاول بصفحة في الفرق بين التوضي من حوض وفيه ان التوضي منه لا يستلزم البتة وقوع الغسالة فيه بخلاف التوضي فيه قال وكون وضوء المتوضئين من موضع وقوع غسالاتهم فيه هو مقصود الافادة من التفریع بخلاف كون وضوء المتوضي منه بحيث تقع غسالاتهم خارجه جائزا فان ذلك مجمع عليه لا يتفرع على قول قوم دون آخرين¹ اهـ۔ هذا كله على

اختلاف نہیں، یہ ایسا نہیں کہ کچھ لوگوں کے قول پر متفرع ہو اور کچھ کے قول پر متفرع نہ ہوا ہے۔ یہ تمام بحث حلیہ کے خُج پر ہے۔ میں کہتا ہوں حوض سے وضو کے دو ۲ معنی ہیں ایک تو یہ کہ حوض سے چلو سے پانی لیا جائے یا برتن سے لیا جائے اور حوض کے باہر وضو کیا جائے اور اس کا دھوون حوض میں گرتا رہے، جیسے کہا جاتا ہے، میں نے طشت سے وضو کیا۔ محقق حلبی نے اس پر اکتفاء کیا ہے، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حوض میں اپنے اعضاء ڈبو کر وضو کرے جیسے عام طور پر لوگ پیر دھوتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے "میں نے ٹب میں کپڑے دھوئے، اور یہ حوض سے وضو بالضم کا ظرف ہونے کے اقرب ہے، اگرچہ اس کا اطلاق پہلے پر اس تاویل سے ہوتا ہے کہ وہ وضو بالفتح کا ظرف ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو پہلے تک ہی مقصور رکھا جائے اور پہلے میں پانی ملتی ہے یعنی پہلے باہر استعمال کیا گیا پھر مطلق پانی میں ڈالا گیا اور دوسرے میں ملاتی ہے، یعنی مطلق پانی جو حدث والے بدن کو ملا اور ایک فرض کو ساقط کیا یا متقرب کے بدن کو ملا اور ایک قربہ اس سے ادا ہوئی، اور آپ جانتے ہیں کہ تینوں فروع کی عبارت دونوں وجہوں کا احتمال رکھتی ہے، صرف اتنا ہے کہ اگر ہم اس کو دوسرے پر

طریق الحلیۃ وانا اقول: (۱) وبہ استعین الوضوء فی الحوض یحتمل معنیین احدهما ان یتغترف منه بید او اناء ویتوضأ خارجہ بحیث تقع غسالته فیہ کقولک توضأت فی الطست وهو الذی اقتصر علیہ المحقق الحلبی والاخر ان یغسل اعضاءه بغسہا فیہ کما یفعل کثیر من الناس فی الرجلین کقولک غسلت الثوب فی الاجانة وهذا اقرب الی ظرفیۃ الحوض للوضوء بالضم وان اطلق علی الاول لصیورۃ الحوض ظرف الوضوء بالفتح (۲) فلا وجہ للقصّر علی الاول والماء فی الاول ملقی ای استعمل فی الخارج ثم الملقی فی الماء المطلق وفی الثانی ملای ای ماء مطلق لاقی بدنًا ذا حدث فاسقط فرضًا او بدنًا متقربًا فاقام قربۃ، وانت (۳) تعلم ان العبارة فی الفروع الثلاثة تحتل الوجہین بیدانا لو حملناها علی الثانی وجب ردھا الی رواية ضعيفة وهو نجاسة المستعمل او صیورۃ المطلق مستعملًا بوقوع المستعمل ولو قلیلاً الا ما ترشش كالطل فانه عفو دفعا للخرج وکلتاها ضعيفة مهجورة والصحيح المعتمد طهارته وعدم تأثیرہ فی المطلق

بحر نے اس کو حکماً محدث میں داخل کیا درایہ کی پیروی کرتے ہوئے طرس معدل میں اس کا رد پہلے گزرا (ت)

عہ ادخله فی البحر فی المحدث حکماً تبعاً للدرایة وتقدم الرد علیہ فی الطرس المعدل (م)

محمول کریں تو اس کو ایک ضعیف روایت کی طرف راجع کرنا پڑے گا اور وہ مستعمل پانی کا نجس ہوتا ہے یا مطلق پانی کا تھوڑے مستعمل پانی سے مل جانے کی وجہ سے مستعمل ہو جانا، ہاں شبنم جیسے قطرے معاف ہیں حرج کو دفع کرنے کیلئے۔ یہ دونوں روایتیں متروک اور ضعیف ہیں، اور صحیح اور قابل اعتماد اس کی پاکی ہے اور اس کا مطلق پانی پر اثر انداز نہ ہونا ہے تاوقتیکہ اس کے برابر یا اس پر غالب نہ ہو جائے اور روایتیں اس قسم کی چیز سے حتی الامکان محفوظ رکھی جاتی ہیں، تو معلوم ہوا کہ تینوں فروع میں دوسرے معنی ہی مراد ہیں، وہ معنی نہیں ہیں جو محقق نے لئے ہیں اور پھر ان کو ضعیف روایت پر حمل کرنا پڑا اور اس طرح تینوں فروع ہماری دلیل بن گئی ہیں اور ان کو ضعیف روایت پر محمول کرنے کیلئے کوئی دلیل ناطق موجود نہیں، اور جو ایسا کرتا ہے وہ سائل کے بجائے اپنے آپ کو مدعی بناتا ہے اور ایسی صورت میں اس کو برہان لانا چاہئے، اور برہان کہاں سے ملے گا کیونکہ ائمہ کی روایات میں اصل اعتماد ہے تو جو ان سے استناد کرے گا اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اور جو ان کو کسی اور طرف رد کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کی دلیل پیش کرنا ہوگی، اور میرے اس دعویٰ کا اعتراف علامہ نے بحر اور رسالہ دونوں میں کیا ہے کیونکہ انہوں نے ان کی بنیاد کو ضعیف روایت پر مبنی قرار دیا ہے اور فرمایا کہ تم پر اس دعویٰ کی صداقت بینہ عادلہ سے ظاہر ہو جائیگی۔

مطلقاً ما لم یساوہ اویغلب علیہ والروایات تصان عن مثله مهماً امکن فظہر ان المراد فی الثلاثة معنی الثانی لا ما فہم المحقق واضطر الی حملہا علی ضعیف واذن صارت الثلاثة حججاً لنا ولا دلیل ناطق علی صرفہا الی ضعیف ومن (۱) یفعلہ ینقلب مدعیاً بعد ان کان سائلاً فلینور دعواہ ببرہان واین البرہان وذلک لان الاصل فی روایات الائمة الاعتماد فمن استند بہا فقد قضی ما علیہ، ومن یرید ردہا الی ما یردہا فلیات بدلیل یلجئ الیہ، ودعواہی ہذہ قدا عترف بہا العلامة فی البحر والرسالة معاً اذ حکم بابتناء تلک الفروع علی روایة ضعیفة فقال ویظہر لک صدق ہذہ الدعوی الصادقة بالبینة العادلة فقد اقرانہ رحمہ اللہ تعالیٰ عاد بہذا مدعیاً فکیف تسلم بلا دلیل اماماً ذکر فی البینة وهو قول المحيط والعلامة السراج الہندی والتحفة اذا وقع الماء المستعمل فی البئر عند محمد یجوز التوضؤ بہ ما لم یغلب علی الماء وهو الصحیح ولفظ التحفة علی المذهب المختار¹۔

¹ الرسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۲

فأقول: (۱) رحم الله الشيخ العلامة مذكروه فهو في الملقى فكيف يدل على ابتناء ما في الاسرار والعناية والدراية وغيرهما من شروح الهداية وشرح الاسبيجاني وفتاوى الولو الجي وغيرها على رواية ضعيفة مع كونها في الملقى والى هنا تم الكلام مع البحر والرسالة معاً ولم يبق فيها شيء غير حرف واحد في البحر وهو قوله رحمه الله تعالى لا يعقل عه فرق بين الصورتين من جهة الحكم يعنى الملقى والملاقى۔

اقول: (۲) ای لعمرك فرق وای فرق لان الاستعمال انما يثبت بأزالة الماء حدثاً واسقاطه فرضاً واقامته قربة وذلك بملاقاته

انہوں نے اس میں اعتراف کر لیا کہ وہ اس طرح مدعی بن گئے ہیں، تو اب یہ دعویٰ بلا دلیل کس طرح قبول کیا جائیگا، اور بینہ میں جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ محیط علامہ سراج ہندی اور تحفہ کا قول ہے کہ اگر مستعمل پانی کنویں میں گر جائے تو محمد کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے تا وقتیکہ وہ پانی پر غالب نہ ہو جائے اور یہی صحیح ہے اور تحفہ میں صراحت ہے کہ یہی مذہب مختار ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ شیخ علامہ پر رحم فرمائے، جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ ملقی میں ہے تو یہ اسرار، عنایہ، درایہ (شرح ہدایہ)، شرح اسمیجانی اور فتاویٰ ولوالجی وغیرہ کی عبارات کے ضعیف روایت پر مبنی ہونے پر کیونکر دلیل بن سکتا ہے کیونکہ وہ ملاقی کے بارے میں ہیں۔ یہاں تک بحر اور رسالہ سے جو گفتگو تھی پوری ہوئی البتہ بحر نے ایک لفظ کہا ہے وہ یہ کہ ملقی اور ملاقی دونوں صورتوں میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ (ت) میں کہتا ہوں دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ پانی کا مستعمل ہونا یا تو حدث کے ازالہ کی وجہ سے ہوتا ہے یا اسقاط فرض کی وجہ سے یا کسی

عہ ذکر ہننا عن بعض معاصریہ الفرق بان في الوضوء يشيع الاستعمال في الجميع بخلافه في الصب اهـ ثم رده وهي عبارة مدخولة فتحت على نفسها باب الرد فكان لها ذكر في البحر مساع فليذا طوينا ذكره وسنعود اليه ان شاء الله تعالى في الفصل الرابع اهـ منه غفرله۔

یہاں انہوں نے اپنے بعض معاصرین سے یہ فرق نقل کیا ہے کہ وضو سے استعمال تمام پانی میں ہوتا ہے اور بہانے میں یہ نہیں ہے، پھر خود ہی انہوں نے اس کا رد کیا اور یہ عبارت مدخولہ ہے، اس نے اپنے اوپر رد کا دروازہ کھول دیا ہے، تو جو بحر میں اس کا جواز تھا اس لئے ہم نے اس کو ذکر نہ کیا اور چوتھی فصل میں ہم اس کو ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ اھ منہ (ت)

قریہ کی ادائیگی کے باعث ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جبکہ وہ مُحْدَث یا متقرب کے بدن سے لگے نہ کہ اُس چیز کو لگے جو بدن کو لگی ہے، اور جو چیز مُلَاقِی میں موجود ہے وہ اوّل ہے اور مُلَاقِی میں دوسری چیز ہے یہ رسالہ میں ہے، اور بحر کی مطلق پانی کی بحث میں ہے، اور بحر نے مسئلہ جھٹ میں حلیہ کے اس قول پر تفریع کی ہے "الماء المستعمل هو الذي لاقى الرجل" (مستعمل پانی وہ ہے جو آدمی کے جسم سے متصل ہو) تفریع کے لفظ یہ ہیں، تو اس بنا پر ان کا قول (یعنی جو شخص کنویں میں نہانے کو اُترا) پانی مستعمل ہو گیا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ بدن کو لگنے والا پانی مستعمل ہو گیا، یہ نہیں کہ کنویں کا سارا پانی مستعمل ہو جائے، اہم نے اس پر مکمل بحث علامہ قاسم کے کلام پر گفتگو کرتے ہوئے اکیسویں نمبر کے تحت کردی ہے اور اس سے قبل انیسویں نمبر میں تین دلائل بیان کیے ہیں تو یہ چار ہوئے۔

خامسا: میں کہتا ہوں اگر یہ بات درست ہوتی تو آپ ان کثیر ظاہر روایات کو ایک ضعیف روایت پر محمول نہ کرتے بلکہ صرف اتنا کہتے کہ ہاں وہ پانی مستعمل ہو گیا ہے، لیکن جو پانی بدن اور ہاتھوں کو لگا ہے وہ تھوڑا سا ہے اور مغلوب ہے تو نقصان دہ نہ ہوگا۔ سادساً مشائخ نے سقوط استعمال کا حکم لگایا ہے ہاتھ ڈالنے اور غوطہ کھانے کی صورت میں،

بدن المحدث او المتقرب لاملاقاته ملاقاه والموجود في الملاقى الاول وفي الملقى فيه الثاني هذا كل ما ذكره في الرسالة وههنا اعني في بحث الماء المطلق في البحر اما ما ذكر في مسألة البئر جحط مفرعاً على قول الحلية الماء المستعمل هو الذي لاقى الرجل بقوله فعلى هذا قولهم (اي فيمن نزل البئر للاغتسال) صار الماء مستعملاً معناه صار الماء الملاقى للبدن مستعملاً لاجميع ماء¹ البئر اهـ - فقد قدمنا الكلام عليه كافياً شافياً بتوفيق الله تعالى تحت الحادى والعشرين من الكلام مع العلامة قاسم وثلاثة حجج قبله من التاسع عشر فهذه اربعة۔

واقول: خامسا (۱) لوصح هذا لما احتجتم الى حمل تلك الروايات الظاهرة الكاثرة الوافرة على رواية ضعيفة مرجوحة نادرة وكان يكفيكم ان تقولوا انعم صار مستعملاً لكن ملاقى البدن والكف وهو مستهلك مغلوب فلا يضر۔

وسادساً: (۲) حيث حكوا بسقوط الاستعمال في ادخال الكف والانغماس

¹ بحر الرائق كتاب الطهارة اتجایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

سلف سے خلف تک اسی پر چلے آ رہے ہیں اور آپ بھی اُن کے ہمنوا ہیں اور اس کیلئے علت ضرورت بتائی ہے جیسا کہ ہم فتح، خلاصہ، تبیین، یزازیہ، کافی، خانیہ، غنیہ، حلیہ، نہر، قدوری، جرجانی، برہان، صغریٰ، فوائدِ ظہیریہ، شمسِ الائمہ حلوانی، بحر اور آپ کی سند سے شمسِ الائمہ سرخسی سے، شارحِ ہدایہ خبازی، محقق (انہوں نے اطلاق سے کام لیا) ابو الحسن وابو عبد اللہ سے روایت کر آئے ہیں اور اس کو ہم نے خلاصہ سے محرر المذہب امام محمد کا قول ان کی اصل سے نقل کیا ہے اور فتح سے حسن کی کتاب سے صاحب المذہب امام اعظم سے نقل کیا ہے، اگر صرف اتنا ہی مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے لگا ہو تو کیا حرج لاحق ہوتا ہے؟ اور کونسی ضرورت درپیش ہوتی ہے؟ کیونکہ پانی باوجود ثبوت استعمال کے طاہر مطہر ہی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

سابعاً ہم امام شمسِ الائمہ کردری سے نقل کر آئے ہیں کہ محدث کا اپنے ہاتھ کو پانی میں بلا ضرورت ڈالنا پانی کو فاسد کر دیتا ہے اور تم سے مبتغی سے روایت کی ہے کہ وہ پانی کو فاسد کر دیتا ہے، اور تم سے مبسوط سے، محمد کی اصل میں نص سے روایت کی ہے کہ اگر پاک آدمی کُنوین میں غسل کرے تو اس کو فاسد

اطبقوا سلفاً وخلفاً وانتم معهم علی تعلیلہ بالضرورة كما قدمنا عن الفتح والخلاصة والتبيين والبزازیة والكافي والخانیة والغنیة والحلیة والنهر والقدوری والجرجانی والبرهان والصغری والفوائد الظهیریة والشمس الائمة الحلوانی وعن بحرکم وعنکم عن شمس الائمة السرخسی وشارح الهدایة الخبازی والمحقق حیث اطلق والزیلعی وابن الحسن وابن عبد اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ وقدمناه عن الخلاصة عن نص محرر المذہب محمد فی کتاب الاصل وعن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذہب الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولو کان لا يستعمل الا ما لصق بالبدن فای حرج یلحق وای ضرورة تمس فان الماء مع ثبوت الاستعمال یبقى طاهراً مطہراً كما کان۔

وسابعاً: (۱) قدمنا عن الامام شمس الائمة کردری ان ادخال المحدث یدہ فی الماء لالضرورة یفسدہ^۱ وعنکم عن المبتغی انه یفسد الماء^۲ وعنکم عن المبسوط عن نص محمد فی الاصل اغتسل الطاهر فی البئر افسدہ^۳ وعن مجمع الانهر فسد عند الكل^۴ وعن

^۱ الہندیہ بالمعنی فصل فیما لا یجوز بہ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۲۲/۱

^۲ الہندیہ بالمعنی فصل فیما لا یجوز بہ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳/۱

^۳ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۹۶/۱

^۴ مجمع الانهر فصل فی الماء بیروت ۳۱/۱

کردے گا، اور مجمع الانہر میں ہے کہ سب کے نزدیک فاسد ہو گیا، اور ہندیہ سے نہایہ سے منقول ہے کہ بالاتفاق فاسد ہو جائے گا، اور عنایہ کے الفاظ یہ ہیں کہ سب کے نزدیک پانی فاسد ہو گیا اور تم سے درایہ و عنایہ وغیرہما سے روایت کی ہے سب کے نزدیک فاسد ہو گیا تو یہ ظاہر روایت میں محمد کی صریح نص ہے، اور اجماع کی صریح نقول کتب معتمدہ میں موجود ہیں، بحر میں ہے علاوہ ازیں تمام پانی مستعمل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس سے وضو بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ فساد کے معنی ہی یہ ہیں کہ جو چیز جس کام کی صلاحیت رکھتی تھی اب اس کے لائق نہ رہی اور اگر اس سے وضو جائز رہے تو پھر اس میں فساد کیوں اور کیسے ہوا؟ (ت)

ثامناً: ہم نے فتح کے حوالہ سے حسن کی کتاب سے صاحب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے، اور یہ اتنا واضح اور صریح قول ہے کہ کسی قسم کی تاویل کو قبول نہیں کرتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس سے وضوء جائز نہیں، تو قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ اس تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ امام مذہب کے نص صریح کے مخالف ہے اور امام محمد کے واضح نص کے بھی خلاف ہے بلکہ کتب معتمدہ میں ائمہ مذہب کا جو اجماع منقول ہے اس کے بھی مخالف ہے، مثلاً آپ ہی کی بحر میں حکایت اجماع موجود ہے تو حق وہی ہے جو ظاہر روایت کی کتب میں ائمہ مذہب سے

الہندیۃ عن النہایۃ یفسد بالاتفاق¹ ولفظ العنایۃ فسد الماء عند الكل² وعنکم عن الدراية والعنایۃ وغیرہما یفسد عند الكل³ فہذا صریح نص محمد فی الروایۃ الظاہرۃ وصرائح لقول الاجماع فی الكتب المعتمدۃ منها بحرکم علی ان الماء کله یصیر مستعملاً حتی لا یبقی صالحاً لان یتوضأ به اذلیس الفساد الاخراج الشیئی عما یصلح له ولو کان یجوز به الوضوء فایش فسد وکیف فسد۔

وثامناً: (۱) قدمنا عن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذہب الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ التصریح بأبین لفظ لا یقبل تاویلاً ولا یرضی تحویلاً وهو قوله رضی اللہ تعالیٰ عنہ لم یجز الوضوء منه فثبت قطعاً ان لا مساغ لهذا التاویل وانه مضاد لصریح نص امام المذہب وجلی نص محمد فی ظاہر الروایۃ بل ومصادم لاجماع ائمة المذہب المنقول فی المعتمدات کبحرکم فالحق الناصع هو المذہب المنصوص علیہ من ائمة المذہب فی الكتب الظاہرۃ المطبق علیہ فی الروایات المتواترة

¹ ہندیۃ الفصل الثانی من المایہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳/۱

² عنایۃ مع فتح القدر ماء الذی یجوز به الوضوء نوریہ رضویہ سکر ۷۹/۱

³ حاشیۃ الہدیۃ ماء الذی یجوز به الوضوء المكتبة العربیہ کراچی ۲۳/۱

منقول ہے اور جس پر متواتر روایات منطبق ہیں یعنی تمام قلیل پانی پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا جانا خواہ قلیل ہو یا کثیر جبکہ محدث کے بدن کا کوئی حصہ بھی اس میں داخل ہو جائے اس پر یہی حکم ہوگا، اس کے خلاف کسی کے کلام میں منقول نہیں صرف ایک لفظ بدائع میں تغلیل وجدل کے طور پر آیا ہے حالانکہ روایت کردہ پر وہ متفق ہیں، لیکن نصوص مذہب کی موجودگی میں محض ایک بحث کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے، پھر محرر مذہب کی تصریح ظاہر الروایۃ کی کتاب میں ہے اور ائمہ مذہب کا اجماع ہے، پھر ایک اس کلمہ پر محقق علی الاطلاق کے زمانہ تک کسی نے غور نہ کیا یہاں تک کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم اور حلبی آئے تو انہوں نے اس بات کو بڑھایا اور ترجیح دی اور پھیلایا اور علامہ قاسم نے تو اس کو اپنی پسندیدہ نص قرار دیا جس سے نصوص مذہب اور فروع متواترہ تک کو رد کر دیا اور اس کی تائید میں صرف ایک ضعیف روایت لائے اور کوئی قابل عقلی یا نقلی دلیل پیش نہ کر سکے، تو مذہب حق وہی ہے جس کی پیروی کی گئی ہے اور حق ہی اس کا مستحق ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے واللہ المستعان، اسی پر بھروسہ ہے، انس و جن کے سردار پر درود اور ان کی آل و اصحاب، اولاد اور باقی جماعت پر تاقیامت برکتیں اور سلام نازل ہو، آمین والحمد للہ رب العالمین۔

تیسری فصل علامہ ابن الشحنة کے کلام میں:

ان کا رسالہ آدھی کاپی سے زیادہ ہے اس میں انہوں نے اپنے شیخ علامہ قاسم کے سراسر خلاف راہ اپنائی ہے کیونکہ

اعنی ثبوت الاستعمال لجميع الماء القلیل قلیلاً کان او کثیراً بدخول جزء من بدن محدث فیہ لم یروماً یخالفه ولم یرفی کلام احداً ینازعه الالفة وقعت فی کلام البدائع فی تعلیل وجدل مع وفاقہ فی المروی وما قدر بحث مع نصوص صاحب المذهب وتصریح محرره فی کتاب ظاہر الروایۃ بل مع اجماع ائمة المذهب لا جرم ان بقیت تلک الکلمة لم یعرج علیہا احد فیما نعلم الی عصر الامام المحقق علی الاطلاق حتی اتی تلمیذاه العلامتان القاسم والحلبی فاثراها، واثراها واثراها، وجعلها العلامة قاسم نصاً مرویاً، وحکماً مرضیاً، رد به نصوص المذهب المشهورة، والفروع المتواترة فی الكتب المنشورة، الی رواية ضعيفة مهجورة، ولم یات علیہا بروایة منقولة ماثورة، ولا درایة مقبولة منصوره، فالمذهب هو المتبع، والحق احق ان یتبع، واللہ المستعان، وعلیہ التکلان، وصلى الله تعالى على سيد الانس والجان، والہ وصحبہ وابنه وحزبه ماتعاقب الملوان، وبارک وسلم ابد اٰمین، والحمد للہ رب العلمین۔

الفصل الثالث فی کلام العلامة ابن الشحنة

رسالته رحمه الله تعالى اکثر من نصف كراسة سلک فیہا مسلکاً یخالف ماسلکہ شیخہ العلامة

وہ تو جواز وضو میں ملتی اور ملاقی کی برابری کے قائل تھے اور انہوں نے عدم جواز میں دونوں کی برابری کا قول کیا ہے وہ بصیغہ خطاب فرماتے ہیں تو نے مجھ سے سوال کیا خدا تجھ کو اور مجھے ہدایت دے ایک حوض کے بارے میں جو تین ہاتھ سے کم ہے، اس میں وضو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں وضو کرنے سے پانی مستعمل ہوگا یا نہیں؟ اور تو نے ذکر کیا مفتی بہ محمد کا قول ہے کہ وہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں ہے اور وضو سے جو ٹپکا ہے وہ کم ہے اور جس پانی سے ملا ہے وہ زیادہ ہے تو وہ اس کی طہوریت کے وصف کو سلب نہیں کر سکتا ہے، میں نے تجھ کو یہ جواب دیا ہے کہ اس سے چلو بھر کر پانی لے کر وضو باہر کرنا جائز ہے اس کے بیچ وضو کرنا جائز نہیں اھ۔

میں کہتا ہوں یہ ملتی میں ظاہر ہے اور یہ کہ اس سے مراد پہلے معنی کے اعتبار سے وضو کرنا ہے یعنی دھوون اس میں گرے اور سائل نے اس میں صحیح حکم پر خبر دار کیا تھا کہ ٹپکنے والا پانی ظاہر مغلوب ہے مگر انہوں نے اس کا جواب منع کے ساتھ دیا اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ صحیح کے خلاف ہے، اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ خود شیخ عنقریب یہ نقل کریں گے کہ صحیح اس کے خلاف ہے اور پھر خود اسی پر چلے ہیں، اور ہمارے لائق بات تو یہ تھی کہ ہم اس کو دوسرے معنی میں لیتے وہ یہ کہ اس میں وضو کرنے پر محمول کرتے یعنی اس میں اعضاء کا ڈبو دینا، اور ان کے اس قول کے معنی کہ وضو حوض کے باہر، یہ ہیں کہ وضو کرنے والے کے اعضاء حوض کے باہر ہوں تاکہ صحیح کے موافق ہو اور خود

قاسم خلافاً کلیاً فانہ کان ادعی تسویۃ الملقی والملاقی فی جواز الوضوء وادعی هذا تسویتهما فی عدم الجواز ذکر رحمہ اللہ تعالیٰ مخاطباً لسائلہ سألت ارشدنی اللہ وایاک عن حوض دون ثلاثة اذرع فی مثلها هل یجوز الوضوء فیہ امر لاوہل یصیر مستعملاً بالتوضی فیہ و ذکر ت ان المفتی بہ قول محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ طاهر غیر طہور وان المتقاطر من الوضوء قلیل لا ینقض طہورا اکثر منه فلا یسلبہ وصف الطہوریۃ واجبتک انہ یجوز الاعتراف منہ والتوضی خارجہ لافیہ اھ۔

اقول: فہذا (۱) ظاہر فی الملقی وان المراد التوضی فیہ بالمعنی الاول ای بحیث تقع الغسلۃ فیہ وقد کان السائل نبہ علی حکم الصحیح فیہ ان المتقاطر طاهر مغلوب لکن اجابہ بالمنع وهو خلاف الصحیح کما علمت والعجب ان الشیخ سینقل ان الصحیح خلافہ ثم مشی علیہ وکان حریاً بنا ان نحمل کلامہ علی التوضی فیہ بالمعنی الثانی ای بغس الاعضاء فیہ ومعنی قوله التوضی خارجہ ان تكون اعضاء المتوضی خارج الحوض کی یوافق الصحیح ولا یناقض کلام نفسه فیما ینقل من التصحیح وکان تخطئة السائل حیث سأل عن الوضوء فیہ بغس

کلام آپس میں متناقض نہ ہو یعنی اُس تفسیح کے جو نقل کی جائے گی، اور انہوں نے سائل کو غلط اس لئے ٹھہرایا کیونکہ اس نے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اپنے اعضاء کو حوض میں داخل کر کے وضو کرنا چاہتا ہے اس کے بعد اس کا محل نہ تھا کہ ٹپکنے والا کم ہے یہ ہم پر بہ نسبت اس کے آسان ہے کہ علامہ کے کلام میں خلل کو مان لیں مگر وہ خود اس ظاہر کی تصریح کریں گے تو تاویل کا باب بند ہو گیا، پھر ایک مقدمہ اُس پانی کے بارے میں بیان کیا جس میں اثر استعمال ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نہیں ہوتا ہے، اس سے ان کا ارادہ یہ بتانا کہ وہ چھوٹا حوض جس کے بارے میں دریافت کیا جا رہا ہے مستعمل پانی سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح نجس پانی سے، اور فرمایا جاننا چاہئے کہ وہ پانی جس میں استعمال کا اثر ظاہر ہوتا ہے وہی ہے جس میں نجاست کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں استعمال کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا اور کوئی فرق نہیں، پھر انہوں نے قلیل کے حد میں کئی اقوال پیش کیے اور کافی طوالت اختیار کی اور آخر میں کہا، تو ثابت ہو گیا کہ استعمال کے اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جس حوض کی بابت دریافت کیا ہے اس کے پانی سے طہوریت سلب

الاعضاء ولم يكن بعده محل لذكر قلة المتقاطر
ايسر علينا من تطرق امثال الخلل الى كلام
العلامة ولكنه رحمه الله سيصرح بهذا الظاهر
فانسد باب التاويل ثم قدم مقدمة في بيان الماء
الذي يظهر فيه اثر الاستعمال والذي لا يظهر فيه
قاصدا اثبات ان الحوض المسئول عنه اعنى
الصغير مما يتاثر بالاستعمال تأثره بالنجس فقال
اعلم ان الماء الذي يظهر فيه اثر الاستعمال هو
الذي يظهر فيه اثر النجاسة وكل ما لا يظهر فيه
اثر النجاسة لا يظهر فيه اثر الاستعمال ولا فرق
ثم جعل يسرد الاقوال في حد القليل واطال الى ان
قال فثبت ح ظهور اثر الاستعمال وهو سلب
الطهورية عن ماء الحوض الذي سألت عنه وكان
حكمة كالاناء والجب والبئر اهـ

مسند الیہ کے بعد ضمیر فصل لانا مسند کے مسند الیہ پر حصر کا فائدہ دیتا ہے تو پہلے قضیہ کا فائدہ یہ ہے کہ نجاست کا مؤثر ہونا اس چیز پر منحصر ہے جس میں استعمال مؤثر ہو یعنی جس میں استعمال کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں نجاست کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا پھر انہوں نے اس کا عکس کلی ذکر کیا جس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں شیئی واحد ہیں اور یہ کہ ایک کی تاثیر دوسرے سے جدا نہ ہوگی اھ منہ غفرلہ، (ت)

عہ تعقيب المسند اليه بضمير الفصل يفيد قصر
المسند على المسند اليه فمفاد القضية الاولى ان تأثير
النجاسة مقصور على ما يؤثر فيه الاستعمال اي كل ما لا
يظهر فيه اثر الاستعمال لا يظهر فيه اثر النجاسة ثم
ذكر عكسه كليا فافاد انها شيئ واحد وانه لا انفكاك
لتأثير عن آخر اھ منہ غفرلہ۔ (م)

ہو گئی اور اس کا حکم برتن، گڑھے اور کنویں کی مانند ہو گیا۔
میں کہتا ہوں یہاں تک آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ
قلیل پانی وہ ہے جس میں نجاست اثر کرے وہ پانی فلاں فلاں
ہے، اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ہر قلیل پانی استعمال سے متاثر
ہوتا ہے جس طرح کہ نجاست سے متاثر ہوتا ہے اور اس سے وہ
مقصود تھا جس کا آپ نے ذکر نہیں کیا صرف یہ ذکر کیا ہے کہ ہر
پانی جو نجاست سے متاثر ہوگا وہ استعمال سے بھی متاثر ہوگا بغیر
کسی فرق کے، یہ ہوا پہلا قضیہ تمہارے کلام میں اور دوسرا قضیہ
یہ ہے کہ جو پانی استعمال سے متاثر ہوگا وہ نجاست سے بھی متاثر
ہوگا، تو اس میں کلام نہیں، اور اس کا مقصود سے کوئی تعلق
نہیں، پھر اپنی وضاحت کی تکمیل کی اور یہ فروع ذکر
کیں، فرع (۱) خلاصہ کہ چھوٹا حوض جو برتنوں اور گڑھوں کی
مانند ہو اس میں وضو جائز نہیں ہے اور اس میں اگر ایک قطرہ
شراب کا گر جائے تو وہ نجس ہو جائے گا۔ (۲) بزازیہ، تجنیس اور
خانہ میں ہے کہ جب حوض دہ در دہ سے کم ہو تو اس میں وضو نہ
کرے گا بلکہ اس میں سے چلو کے ذریعہ لے گا اور وضو حوض سے
باہر کرے گا، اور خانہ کے الفاظ یہ ہیں اس میں وضو جائز نہیں، اور
تجنیس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کا بالائی حصہ دہ در دہ ہے اور نیچا

اقول: رحمکم اللہ کل (۱) ما اتیتم بہ الی هنا انما
بین ان القلیل الذی تؤثر فیہ النجاسة کذا وکذا
ولیس فی شیء منه ما یدل علی ان کل قلیل یتأثر
بالاستعمال کالنجاسة وانما کان المقصود فیہ ولم
تذکر وافیة غیر قولکم ان کل ما تأثر بہا تأثر بہ
ولافرق وہی القضية الاولى فی کلامکم اما الاخری
القائلة ان کل ما تأثر بہ تأثر بہا فلا کلام فیہا ولا
تمس المقصود اصلا ثم ذکر تکمیلا لتوضیحه
وسرد فیہ (۱) فرع الخلاصة ان الحوض الصغیر
قیاس الاوانی والجباب لایجوز التوضی فیہ ولو
وقعت فیہ قطرة خبر تنجس^۱ (۲) وفرع البزازیة
والتنجیس والخانیة اذا نقص الحوض من عشر فی
عشر لایتوضؤ فیہ بل یغترف منه ویتوضؤ خارجہ
^۲ ولفظ الخانیة لایجوز فیہ الوضوء^۳ ولفظ
التجنیس (۲) اعلاہ عشر فی عشر واسفله اقل وهو
مبتل یجوز التوضی فیہ والاعتسال فیہ وان نقص
لاولکن یغترف منه ویتوضؤ^۴ اھ قلت: وفی عکسہ
عکسہ (۳) ای اذا کان اسفله عشر فی عشر واعلاہ

^۱ خلاصۃ الفتاوی الجنس الاول فی الحيض نوکسور لکھنؤ ۵/۱

^۲ بزازیہ مع الھندیہ نوع فی الحيض نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴

^۳ قاضی خان فصل فی الماء الراکد نوکسور لکھنؤ ۴/۱

^۴ بحر الرائق کتاب الطهارة سعید کمپنی کراچی ۷۷۷

کم ہے اور وہ بھرا ہوا ہو تو اس سے وضو بھی جائز ہے اور غسل بھی، اور کم ہو تو جائز نہیں البتہ اسے چلو بھر کر پانی لے کر وضو کر سکتا ہے۔

میں کہتا ہوں اس کے برعکس میں حکم برعکس ہے یعنی جب اس کا نچلا حصہ وہ درہ ہو اور اوپر والا کم ہو تو اس میں وضو جائز نہیں جبکہ بھرا ہوا ہو، پس جب کم ہو جائے اور کثرت کو پہنچ جائے تو جائز ہے، اسی لئے ایک فقہی پھیلی مشہور ہے "وہ کون سا پانی ہے کہ جب کثیر ہو تو اس سے غسل جائز نہیں اور جب کم ہو تو جائز ہے۔" خانیہ (۳) کی فرع، ایک خندق ہے جس کی لمبائی سو ہاتھ یا اُس سے زیادہ ہے اور چوڑائی دو ہاتھ ہے تو عام مشائخ فرماتے ہیں اُس سے وضو جائز نہیں، اور بعض مشائخ سے جواز منقول ہے، بشرطیکہ وہ حوض ایسا ہو کہ اگر اس کے پانی کو پھیلا دیا جائے تو وہ درہ درہ ہو جائے۔ میں کہتا ہوں یہی مختار ہے اس کو درہ نے عیون المذہب سے اور ظہیریہ سے نقل کیا اور محیط و اختیار وغیرہما نے اس کی تصحیح کی، اور فتح میں دوسرے قول کو اختیار کیا اور اس کی تصحیح ان کے شاگرد شیخ قاسم نے کی کیونکہ کثرت کا دار و مدار نجاست کے دوسری جانب نہ پہنچنے پر ہے، اور اس میں شک نہیں کہ خلوص کا غلبہ چوڑائی کی طرف سے ہے اھ ش۔

میں کہتا ہوں یہ مسلمہ بات نہیں ہے کیونکہ اگر اسی پر مدار ہوتا تو کثیر پانی میں اس جانب سے وضو جائز نہیں ہوتا جس میں کہ نجاست ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اصل چیز مقدار ہے یعنی پیمائش، تو چوڑائی کی کوئی حاجت نہیں، اور خود محقق نے فرمایا ہے "مشائخ کا غیر مری نجاست میں

اقل لم یجز الوضوء فیہ مبتلاً فاذا نقص وبلغ الکثرة (۱) جاز وبہ یلغزای ماء لایجوز الاغتسال فیہ مادام کثیرا واذ اقل جاز (۳) وفرع الخانیة خندق طوله مائة ذراع او اکثر فی عرض ذراعین قال عامة المشائخ لایجوز فیہ الوضوء ثم حکى عن بعضهم الجواز ان کان ماؤه لوانبسط یصیر عشرا فی عشر^۱۔

قلت: (۲) وهو المختار درر عن عیون المذاهب والظہیریة وصححه فی المحيط والاختیار وغیرہما واختار فی الفتح القول الآخر وصححه تلمیذہ الشیخ قاسم لان مدار الکثرة علی عدم خلوص النجاسة الی الجانب ولا شک فی غلبة الخلو من جهة العرض^۲ اھ ش۔

اقول: (۱) هذا غیر مسلم اذ لو کان علیہ المدار لمأ جاز الوضوء فی الماء کثیر من الجانب الذی فیہ النجاسة ولبس كذلك فعلم ان المدار هو المقدار اعنی المساحة فلا حاجة الی العرض وقد قال المحقق نفسه قالوا فی غیر المرئیة یتوضؤ من جانب الوقوع وفی المرئیة لا وعن

^۱ قاضی خان فصل فی الماء الراکد نوکثور لکھنؤ ۴/۱۱

^۲ ردالمحتار باب المیاء مصطفی البابی مصر ۱۴۲/۱

کہنا ہے کہ جہاں نجاست گری ہے وہاں سے وضو کر سکتا ہے اور مرئیہ میں نہیں، اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ یہ جاری پانی کی طرح ہے جب تک تغیر نہ ہوگا نجس نہ ہوگا اسی کی تصحیح ہونی چاہئے، کیونکہ دلیل کا تقاضا تو یہ ہے کہ کثرت کی صورت میں صرف اسی وقت ناپاک ہو جبکہ تغیر آجائے اور اس میں کوئی قید نہ ہو، یہ بھی اجماعی حکم ہے ہم اس پر شیخ الاسلام کی نقل بیان کر آئے ہیں، اور مبتغی میں اس کے موافق ہے کہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے اھ اور علامہ نے خود اپنے اس رسالہ میں اس پر طویل بحث کی ہے اور احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے اور اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ تالابوں کا پانی تغیر سے ناپاک ہوتا ہے خواہ گرنے والی چیز مرئی ہو یا غیر مرئی، تو جاری میں یہ حکم بطریق اولیٰ ہوگا اھ۔ اور اس سے قبل صاحب اختیار پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو گرنے کی جگہ سے وضو نہیں کرے گا۔۔۔ الخ ان کی عبارت اس طرح ہے "اُس سے کہا جائے گا کہ جب حکم یہ ہے تو اس اصل کا کیا ہوا جو آپ نے بیان کی تھی کہ کثیر پانی ناپاک نہیں ہوتا اور یہ اُس دلیل اصل سے کیسے خارج ہو گیا جس کو آپ نے بیان کیا تھا اور وہ حدیث ہے۔۔۔ الخ اور بدائع کے قول پر فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو جہاں مردار گرا ہے وہاں سے

ابی یوسف انه كالجاری لا یتنجس الا بالتغیر وهو الذی ینبغی تصحیحه لان الدلیل انما یقتضی عند الکثرة عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل وهو ایضاً الحکم المجمع علیہ علی ما قدمنا من نقل شیخ الاسلام ویوافقه ما فی المبتغی ان ماء الحوض فی حکم ماء جار^۱ اھ۔ والعلامة نفسه اطال فیہ الکلام فی رسالته تلك واحتج بالاحادیث والآثار وقال فی آخره فثبت ان ماء الغدر لا یتنجس الا بالتغیر سواء کان الواقع فیہ مرئیا او غیر مرئی فالجاری اولی^۲ اھ۔ وقال قبله علی قول صاحب الاختیار ان كانت النجاسة مرئية لا یتوضؤ من موضع الوقوع۔۔۔ الخ مانصه یقال له اذا کان الحکم هذا فاین الاصل الذی ادعیتہ وهو ان الکثیر لا ینجس وکیف خرج هذا عن دلیل الاصل الذی اوردته وهو الحدیث^۳ الخ وقال علی قول البدائع ان كانت مرئية لا یتوضؤ من الجانب الذی فیہ الجيفة مانصه کله مخالف للاصل المذكور والحدیث^۴ اھ۔

وضو نہیں کرے گا، ان کی یہ تمام عبارت اصل مذکور اور

ثم اقول: (۱) بل ادارة الامر عليه يبطل اعتبار

^۱ فتح القدير باب الماء الذي يجوز به الوضوء مالا يجوز نوريه رضويه سكر ۲/۱

^۲ زمر الروض فی مسئلة الحوض

^۳ زمر الروض فی مسئلة الحوض

^۴ زمر الروض فی مسئلة الحوض

العرض فان المناطق ان يكون بين النجاسة والماء يريد ان يأخذ عشرة اذرع فاذا وقع النجس في احد اطراف ذلك الخندق لم يخلص الى الطرف الآخر طولا وان خلس عرضاً فيجوز الاخذ من الطول بعد عشرة اذرع وان لم يجز من العرض (۲) بل هي تبطل اعتبار المساحة رأساً اذ المدار على هذا على الفصل فلوان خندقاً طوله عشرة اذرع وعرضه شبر وقع في طرف منه نجس جاز الوضوء من الطرف الآخر لوجود الفصل المانع للخلوص وهذا لا يقول به احد منا (۳) ولو وقع النجس في الوسط والغدير عشر في عشر بل عشرون في العشرين الا اصبعاً في الجانبين تنجس كله لان الفصل في كل جانب اقل من عشر وكذا (۴) اذا كان مائة في مائة بل الف في الف عه ووقع بفصل عشر في الاطراف ثم كل عشريين في الاوساط قطرة نجس وجب تنجس الكل من دون تغير وصف مع كونه عشرة الاف

حدیث کے مخالف ہے اھ

پھر میں کہتا ہوں کہ اس پر دارومدار کرنا عرض کے اعتبار کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ اس وقت علت حکم یہ ہے کہ اس کے اور نجاست کے درمیان دس ہاتھ کا فاصلہ ہو تو اگر اس خندق کے ایک کنارے میں نجاست گر گئی تو وہ لمبائی میں دوسرے کنارے تک نہیں آسکتی اگرچہ چوڑائی میں دوسری طرف پہنچ جائے، تو لمبائی میں دس ہاتھ کے بعد سے اس پانی کا استعمال جائز ہوگا اگرچہ چوڑائی سے جائز نہیں، بلکہ یہ مساحت کے اعتبار کو باطل کرتا ہے کیونکہ اس صورت میں دارومدار فصل پر ہے اب اگر کسی خندق کی لمبائی دس ہاتھ ہے مگر چوڑائی ایک بالشت ہے اور اس کے ایک کنارہ میں نجاست گر جائے تو دوسرے کنارے سے وضو جائز ہے کیونکہ خلوص کے لئے مانع موجود ہے، اور ہم میں سے یہ قول کسی کا نہیں۔ اور اگر نجاست تالاب کے بیچوں بیچ گر گئی اور تالاب وہ درہ بلکہ بست در بست ہے مگر دونوں طرف سے ایک ایک انگل کم ہے تو پورے کا پورا ناپاک ہو جائے گا، کیونکہ فصل ہر جہت میں دس سے کم ہے، اسی طرح اگر وہ سودر سو ہو بلکہ ہزار در ہزار ہو، اور نجاست دس ہاتھ

دس ہزار گز کو نجس کرنے کیلئے نجاست کے پچیس قطرے باجرہ کے دانہ برابر کافی ہیں اور ایک لاکھ گز میں پھیلنے والے پانی کو نجس کرنے کیلئے دو ہزار پانچ سو قطرے کافی ہیں اھ منہ غفرلہ (ت)

عہ فتکفی لتنجیس عشرة آلاف ذراع خمس وعشرون قطيرة كحبة الجاؤرس مثلاً ولتنجیس ماء منبسط في الف ذراع الفان وخمسائة۔ اھ منہ غفرلہ۔ (م)

ذراع بل الف الف، فالحق ان المذار هو المقدار، والماء بعده كماء جار، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقول: ويظهر للعبد الضعيف انه كان ينبغي ان يجعل هذا هو المقصود بظاهر الرواية ان الكثير مالا يخلص بعضه الى بعض واعتروه بالارتفاع والانخفاض بتحريك الوضوء من ساعته او الغسل او الاغتواف او التكدور او سراية الصبغ والاول هو الصحيح ويقرر ان المقصود به ليس الا تحصيل جامع بينه وبين الجاري قال الامام ملك العلماء في البدائع عن ابي حنيفة رضى الله تعالى عنه في جاهل بال في الماء الجاري ورجل اسفل منه يتوضؤ به قال لا بأس به وهذا لان الماء الجاري مما لا يخلص بعضه الى بعض فالماء الذي يتوضؤ به يحتمل انه نجس ويحتمل انه طاهر والماء طاهر في الاصل فلا نحكم بنجاسته بالشك اهـ۔

اقول: معناه ان البول يستهلك في الماء فيصير كجزء منه لكن لا يطهر لنجاسة عيناً فهذا ماء بعضه نجس غير ان الماء الجاري لا يتأثر بقيته بهذا البعض وهذا معنى قوله لا يخلص

کہ فاصلہ سے اطراف میں واقع ہو اور پھر ہر میس کے درمیان میں ایک نجس قطرہ ہو تو کل نجس ہو جائیگا خواہ وصف میں تغیر نہ ہوا ہو دس ہزار گز ہونے کے باوجود بلالکہ لاکھ گز ہونے کے باوجود حق یہ ہے کہ دار و مدار مقدار پر ہے اور پانی اس کے بعد ماء جاری کی طرح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ میں کہتا ہوں اس عبد ضعیف پر یہ ظاہر ہوا کہ مناسب یہ تھا کہ اسی کو ظاہر الروایۃ کا مقصود بنایا جاتا یعنی کثیر وہ ہے کہ بعض بعض میں شامل نہ ہو اور اس میں انہوں نے پانی کے زیر و بم کا لحاظ کیا ہے، وضو، غسل، چلو سے پانی لینے، گدلا ہونے یا رنگ کے سرایت کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے، اور اول ہی صحیح ہے، اور یہ مقرر ہے کہ مقصود اس پانی اور جاری پانی میں کوئی جہت جامعہ تلاش کرنا ہے، ملک العلماء نے بدائع میں ابو حنیفہ سے نقل کی ہے کہ اگر کوئی جاہل جاری پانی میں پیشاب کردے اور اس کے نچلے حصے میں کوئی شخص وضو کر رہا ہو تو فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جاری پانی کے اجزاء ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوتے ہیں، تو جس پانی سے وہ وضو کر رہا ہے اس کے بارے میں احتمال ہے کہ پاک ہو اور احتمال ہے کہ ناپاک ہو، اور پانی اصل کے اعتبار سے پاک ہے تو شک کی بنا پر اس پر ناپاکی کا حکم نہیں کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ پیشاب پانی میں گم ہو جاتا ہے اور اس کے ایک جزء کی طرح ہو جاتا ہے لیکن وہ پاک نہیں کرتا ہے کہ اس کی ذات نجس ہے تو یہ ایسا پانی ہے جس کا بعض نجس ہے مگر جاری پانی

¹ بدائع الصنائع المقدار الذي يصير المحل نجبا سعيد كيني كراچی ۱۳۱۱ھ

کے بقیہ اجزاء اس سے متاثر نہیں ہوتے ہیں، اور یہی مفہوم اس عبارت کا ہے کہ اس کا بعض حصہ دوسرے بعض کی طرف نہیں پہنچتا ہے، تو وہ اعتراض جو علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں کیا وہ ختم ہوا، اعتراض یہ ہے "یہ ایک ناقابلِ فہم چیز ہے اور جو شخص بھی نہروں کی ٹکراتی ہوئی موجوں کا مشاہدہ کرے گا اس کو معلوم ہو جائیگا کہ ان عبارت میں جو لکھا ہے وہ غلط ہے" اور غالباً انہوں نے اس کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ پانی کا بعض حصہ دوسرے بعض تک نہیں پہنچتا ہے، اگر بات یہی ہوتی تو موجوں کے ٹکرائے سے اس کی تردید نہ ہوئی، کیونکہ موج جب پہلے کو دوسرے کی جگہ لے جائے گی تو دوسرے کو تیسرے کی جگہ لے جائے گی تو پہلا پانی دوسرے پانی کی جگہ تک نہیں پہنچے گا بلکہ اس کی پہلی جگہ تک پہنچے گا، خلاصہ یہ کہ اس میں اس وصف کا حاصل ہونا ہے جو اس کو جاری پانی سے ملاتا ہے، اگر یہ وصف پایا جائیگا تو وہ جاری پانی کے حکم میں ہوگا اور نجاست کو بالکل قبول نہ کریگا، یہ نہیں کہ نجاست کی جگہ سے وہ ناپاک ہو جائیگا، اور جہاں تک اس کے اجزاء جائیں گے اور باقی اپنی اصلی طہارت پر باقی رہے گا یہاں تک کہ نجاست کی جگہ سے چھوٹے حوض کی مقدار میں جگہ چھوڑ دی جائے جیسا کہ یہ املاء کی روایت ہے کیونکہ پانی ناپاک چیز سے ایسا ہی ناپاک ہو جاتا ہے جیسا کہ خود نجس چیز سے، تو اگر اتنی مقدار جو اس کی طرف

بعضہ الی بعض (۱) فاندفع مآرد علیہ العلامة قاسم فی الرسالة بقولہ هذا مما لا یکاد یفہم ومن نظر تدافع امواج الانہار جزم بخلاف مقتضی هذه العبارات^۱ اھ۔ وکانہ ظن ان المراد لایصل بعضہ الی بعض (۲) ولو ارید هذا لم یکن فی تدافع الامواج ما یدفعہ فان التوج حین یوصل الماء الاول مکان الثانی ینقل الثانی الی مکان الثالث فلا یثبت وصول الاول الی الثانی بل الی مکانہ الاول وبالجملة المقصود حصول هذا المعنی الملحق ایاہ بالجاری فاذا حصل لحق وصار لایقبل النجاسة اصلا لانه یتنجس من موضع النجاسة الی حیث یخلص بعضہ الی بعض ویبقى الباقی علی طہارتہ حتی یجب ان یتروک من موضع النجاسة قدر حوض صغیر کما ہی رواية الاملاء (۳) وذلك لان الماء یتنجس بالمتنجس تنجسه بالنجس فان صار قدر ما یخلص الیہ نجسا کیف یبقى ما بعدہ طاهرا مع اتصالہ به واللہ تعالیٰ اعلم هذا۔

وذكر المسألة فی البدائع فجعل الجواز احکم وعدمه احوط حیث قال اذا کان الماء الراکد له طول بلا عرض کالانہار التي فیہا میاء راکدة لم یذكر فی ظاہر الروایة وعن ابی نصر محمد بن محمد بن سلام

¹ رسالہ علامہ قاسم

ان کان طول الماء ممّا لا يخلص بعضه الى بعض
يجوز التوضؤ به وعن ابى سليمان الجوز جانی
لا وعلی قوله لو وقعت فيه نجاسة ان كان في احد
الطرفین ینجس مقدار عشرة اذرع وان كان في
وسطه ینجس من کل جانب مقدار عشرة اذرع
فما ذهب اليه ابو نصر اقرب الى الحكم لان
اعتبار العرض یوجب التنجیس واعتبار الطول
لا یوجب فلا ینجس بالشك ومآقاله ابو سلیمان
اقرب الى الاحتیاط لان اعتبار الطول ان كان
لا یوجب التنجیس فاعتبار العرض یوجب
فی حکم بالنجاسة احتیاطاً¹۔

اقول: (۱) فی کلا التعلیلین نظر بل الطول یوجب
الطهارة والعرض لا یوجب تنجیسه لان المدار
اذا كان علی الخلوص وعدمه فعدمه من جهة
الطول ظاهر ووجوده من جهة العرض زائل لان
بقلة العرض یحصل الخلوص فی العرض وکیف
یسری منه الى الطول مع وجود الفصل المانع
للخلوص و

آرہی ہے نجس ہو جائے تو اس کے بعد جو بچا ہے وہ ظاہر کیسے رہے گا
حالانکہ وہ بھی اس کے ساتھ متصل ہے واللہ تعالیٰ
اعلم۔ بدائع میں مسئلہ کا ذکر کیا اور جواز کو مضبوط اور عدم جواز
کو احوط قرار دیا، فرمایا جب پانی ٹھہرا ہوا ہو اس میں طول ہو مگر
عرض نہ ہو جیسا کہ نہروں میں ٹھہرا ہوا پانی۔ ظاہر روایت میں
اس کا ذکر نہیں ہے، اور ابو نصر محمد بن محمد بن سلام سے مروی ہے
کہ اگر پانی کی لمبائی ایسی ہے کہ پانی کا بعض دوسرے بعض تک نہ
پہنچتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے، ابو سلیمان الجوز جانی سے ہے کہ
نہیں، اور ان کے قول پر اگر اس میں نجاست پڑ جائے تو اگر کسی
ایک کنارے پر ہو تو دس ہاتھ کی تعداد پر ناپاک ہو جائے گا، اور
اگر درمیان میں ہو تو ہر جانب سے دس ہاتھ ناپاک ہو جائے گا تو
ابو نصر کا قول اقرب الی الحکم ہے کیونکہ چوڑائی کا اعتبار ناپاک کرتا
ہے اور لمبائی کا اعتبار نجاست لازم نہیں کرتا، تو شک سے ناپاک نہ
ہوگا، اور جو ابو سلیمان نے کہا وہ اقرب الی الاحتیاط ہے کیونکہ لمبائی
کا اعتبار اگر نجس کرنے کو واجب نہیں کرتا تو چوڑائی کا اعتبار واجب
کرتا ہے تو نجاست کا حکم احتیاطاً لگایا جائے گا۔
میں کہتا ہوں دونوں تعلیلوں پر اعتراض ہے بلانکہ لمبائی طہارت
کو واجب کرتی ہے اور چوڑائی اس کی ناپاکی کو واجب نہیں کرتی
کیونکہ دار و مدار خلوص کے ہونے نہ ہونے پر ہے تو اس کا عدم
لمبائی کے اعتبار سے ظاہر ہے اور اس کا وجود چوڑائی کے اعتبار سے
زائل ہے، کیونکہ چوڑائی کی قلت سے خلوص حاصل ہوگا چوڑائی
میں تو اس سے لمبائی کی طرف کیسے چلے گا حالانکہ

¹ بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر بہ الحل نجبا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۱۱

فصل خلوص کو مانع ہے، اور اگر تو چاہے تو اس کا مشاہدہ اس چیز سے کر جس کو انہوں نے خلوص و عدم خلوص کا معیار قرار دیا ہے کیونکہ جب اس میں وضو کریں گے تو اس کے عرض میں اس کی حرکت ہوگی نہ کہ اس کے طول میں۔ اسی طرح رنگ اور گدلا پن۔ اور بحر میں جواب دیا کہ یہ اگرچہ اوجہ ہے مگر فقہاء نے لوگوں پر معاملہ کو آسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ طول کو عرض سے ملایا جائے، چنانچہ تجنیس میں فرمایا تیسیراً علی المسلمین اھ (مسلمانوں کو سہولت دینے کیلئے) اور اس کو برقرار رکھا "ش" نے۔

میں کہتا ہوں یہ اوجہ نہیں، چہ جائیکہ الاوجہ ہو، اوجہ تو جواز ہی ہے جیسا کہ آپ نے جانا وبالله التوفیق پھر زہر الروض میں فرمایا، (۴) خانہ کی فرع، ایک بڑا حوض ہے جس میں ایک نالی ہے، اب اگر اس کے تختے تابوت کی طرح ملے ہوئے ہیں تو اس میں وضو جائز نہیں اور نالی کے پانی کا متصل ہونا نفع بخش نہیں ہے، جیسے بڑے حوض (۵) پیل سے چھوٹا حوض نکال لیا جائے اور کوئی شخص اس چھوٹے حوض سے وضو کرے تو جائز نہیں اگرچہ چھوٹے کا پانی بڑے کے پانی سے متصل ہو اسی طرح نالی کے پانی کا نیچے کے پانی سے متصل ہونا معتبر نہیں اگر تختے بندھے ہوں اھ۔

میں کہتا ہوں اس کا دار و مدار بظاہر اسی چیز پر ہے جو تیسری فرع میں گزرا یعنی چوڑائی کی شرط ورنہ

ان شئت فشاہدہ بما جعلوہ معیار الخلوص وعدمہ فانك اذا توضأت فيه يتحرك في عرضه لا جبيع طوله وكذا الصبغ والتكدير واجاب في البحر بان هذا وان كان الاوجه الا انهم وسعوا الامر على الناس وقالوا بالضم اى ضم الطول الى العرض كما اشار اليه في التجنيس بقوله تيسيراً على المسلمين¹ اھ واقرة ش۔

اقول: (۱) ليس بأوجه فضلاً عن ان يكون الاوجه وانما الاوجه الجواز كما علمت وبالله التوفيق هذا ثم ذكر في زهر الروض (۴) فرع الخانية حوض كبير فيه مشرعة ان كان الماء متصلاً بالالواح بمنزلة التابوت لا يجوز فيه الوضوء واتصال ماء المشرعة بالماء الخارج منها لا ينفع (۵) كحوض (۶) كبير انشعب منه حوض صغير فتوضأ في الصغير لا يجوز وان كان ماء الصغير متصلاً بماء الكبير وكذا لا يعتبر اتصال ماء المشرعة بما تحتها من الماء ان كانت الالواح مشدودة² اھ۔

اقول: انما مبناه فيما يظهر ماتقدم في فرعها الثالث من اشتراط العرض والا فلا شك

¹ بحر الرائق کتاب الطهارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۷۱

² فتاویٰ خانہ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراكد نوکسور لکھنؤ ۴۱۱

مطلوبہ پیمائش کے پانی کے اتصال کے وقت حاصل ہو جانے میں کوئی شک نہیں، اور آپ جان چکے ہیں کہ اس کی شرط صحیح ریح وجہ کے خلاف ہے۔ خانیہ کی فرع، ایک چھوٹا حوض ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکلتا ہے تو فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر چہار در چہار ہے یا اس سے کم ہے تو اس میں وضو جائز ہے اور اگر زیادہ ہے تو نہ ہوگا، صرف پانی کے داخل ہونے کی جگہ سے یا خارج ہونے کی جگہ سے ہو جائے گا کیونکہ پہلی صورت میں جو مستعمل پانی اس میں داخل ہوگا وہ اس میں نہیں ٹھہریگا بلکہ داخل ہوتے ہی نکل جائے گا تو جاری ہوگا اور دوسری صورت میں پانی اس میں ٹھہریگا اور کافی دیر بعد نکلے گا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ اندازہ لازم نہیں ہے، اور اعتماد صرف اسی وصف پر ہے جو ذکر کیا گیا ہے، تو اس میں غور کیا جائے کہ اگر مستعمل پانی داخل ہوتے ہی نکل جاتا ہے اور اس میں ٹھہرتا نہیں تو اس میں وضو جائز ہے ورنہ نہیں اس کا دارومدار اس پانی کی قوت و ضعف پر ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے اور نکلتا ہے اھ۔

میں کہتا ہوں یہ مفتی بہ قول کے خلاف ہے، درمیں فرمایا فقہاء نے حوض حمام کو جاری پانی کا حکم دیا ہے، خواہ پانی اتر رہا ہو اور مسلسل چلو بھر کر پانی لیا جائے جیسے چھوٹا حوض کہ جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو تو ایسے حوض کے ہر طرف سے وضو جائز ہے، اسی پر فتویٰ ہے، یعنی وہ چار چار کا ہو یا زیادہ

فی حصول المساحة المطلوبة عند اتصال الماء وقد علمت ان اشتراطه خلاف الصحيح الریح الوجیه (۶) وفرع (۱) الخانیة حوض صغیر یدخل الماء من جانب ویخرج من جانب قالوا ان كان اربعاً فی اربع فمادونه یجوز فیہ التوضی وان كان اکثر لا الا فی موضع دخول الماء وخروجه لان فی الوجه الاول ما یقع فیہ من الماء المستعمل لا یستقر فیہ بل یخرج کما دخل فکان جاریاً وفی الوجه الثانی یستقر فیہ الماء ولا یخرج الا بعد زمان والاصح ان هذا التقدير لیس بلازم وانما الاعتماد علی ما ذکر من المعنی فینظر فیہ ان كان ما وقع فیہ من الماء المستعمل یخرج من ساعته ولا یستقر فیہ یجوز فیہ التوضی والا فلا وذلك یختلف بکثرة الماء الذی یدخل فیہ وقوته وضد ذلك^۱ اھ۔

اقول: هو خلاف ما علیہ الفتاویٰ قال فی الدر والحقوا بالجارى حوض الحمام لو الماء نازلاً والغرف متدارك كحوض صغیر یدخله الماء من جانب ویخرج من آخر یجوز التوضی من كل الجوانب مطلقاً یفتی^۲ اھ ای سواء كان اربعاً فی اربع او اکثر اھ۔ ش^۳

^۱ فتاویٰ خانیہ المعروف قاضی خان فصل فی المیاء نوکشتور لکھنؤ ۳/۱

^۲ فتاویٰ خانیہ المعروف قاضی خان فصل فی المیاء نوکشتور لکھنؤ ۳/۱

^۳ رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۰۱ھ

ہو اھ ش۔ اور اسی پر فتویٰ ہے بلا تفصیل ہندیہ، صدر الشریعہ، مجتبیٰ اور درایہ سے۔ خانہ (۷) کی فرع: اسی طرح فقہاء نے اس چشمے کی بابت فرمایا ہے جو سات سات کا ہو، اس کے نیچے پانی کا سوتا ہو اور پانی اس کی نالی سے نکلتا ہو، اس حوض سے صرف اسی جگہ سے وضو جائز ہے جہاں سے پانی نکل رہا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ بھی خلاف فتویٰ ہے، درمیں فرمایا اور جیسے وہ چشمہ جو پانچ پانچ کا ہو، جس میں پانی پھوٹ رہا ہو، یہ مفتی بہ ہے اھ شیخ ابن الشنہ نے فرمایا اور امام حصیری نے خیر مطلوب میں صراحت کی کہ اصل چیز یہ ہے کہ مستعمل پانی کو دوبارہ مستعمل نہیں ہونا چاہئے اھ اور جو تم سے سوال کیا ہے اس میں ایسا ہونا متحقق ہے، اور یہ فروع تمہارے سوال کے سلسلہ میں صریح ہیں اھ اور جو تم سے سوال کیا ہے اس میں ایسا ہونا متحقق ہے، اور یہ

فروع تمہارے سوال کے سلسلہ میں صریح ہیں اھ میں کہتا ہوں اولاً یہ تمام فروع سوائے پہلی دو کے صحیح اور مفتی بہ کے خلاف ہیں، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا، اور پہلی دو بھی ایسے محمل پر جو اس کا فائدہ دے، جیسا کہ آگے آئے گا تو ان سے استدلال صحیح نہیں، اور ثانیاً یہ سات فروع ہیں اور اگر آپ بزازیہ، تجنیس اور خانہ کی پہلی عبارت کو مستقل شمار کریں تو کل نو ہوئیں مگر ان میں کہیں یہ دعویٰ نہیں کہ ملقی اور ملاقی میں سلب طہوریت میں مساوات ہے، یہاں تک کہ

وعليه الفتوى من غير تفصيل هندية عن صدر الشريعة والمجتبى والدراية (۷) وفرع الخانية بعد ما مرو كذا قالوا (۱) في عين ماء هي سبع في سبع ينبع الماء من اسفلها ويخرج من منفذها لا يجوز فيه التوضي الا في موضع خروج الماء منها^۱ اھ

اقول: هو ايضا خلاف الفتوى قال في الدر بعد ما تقدم وكعين هي خمس في خمس ينبع الماء منه به يفتي^۲ اھ۔ قال الشيخ اعني ابن الشحنة وصرح الامام الحصيري في خير مطلوب بان الحاصل ان الشرط عدم استعمال الماء الذي استعمله ووقع منه^۳ اھ قال وهذا محقق استعماله في الحوض الذي سألت عنه وهذه الفروع صريحة في عين مسألتك^۴ اھ۔ اقول: (۲) اولاً كل هذه الفروع ماعدا الاولين خلاف الصحيح والمفتي به كما علمت وكذا الاولان على محمل يفيدہ كما سيأتى فلا يصح الاحتجاج بها (۳) وثانياً هذه سبعة فروع وان عدت فرع البزازية والتجنيس والخانية الاولى كلا بحیالہ فتسعة وليس في شيء منها ما يفيد دعوى التسوية بين الملقي والملاقي في سلب الطهورية حتى الفرع السادس فرع حوض

^۱ قاضی خان فصل فی المیاء نوکثور لکھنؤ ۳/۱

^۲ در مختار باب المیاء مجتبیٰ دہلی ۳۶/۱

^۳ رسالہ ابن شحنہ

^۴ رسالہ ابن شحنہ

چھٹی فرع جو چھوٹے حوض سے متعلق ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس میں وضو کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے ہو، یعنی اعضاء کو ڈبو کر، اور تم جان چکے ہو کہ یہی معنی ظرفیت کے زیادہ قریب ہیں۔ اور خانیہ میں فرمایا کہ ایک بڑا حوض ہے جس میں نجاست گر گئی اب اگر نجاست مرئیہ ہے تو اس سے نہ وضو جائز ہے نہ غسل، اُس جگہ سے جہاں نجاست گری ہے بلکہ وہ نجاست گرنے کی جگہ سے ایک چھوٹے حوض کے فاصلہ کی مقدار میں دُور ہو جائے، اور اگر وہ نجاست غیر مرئیہ ہے تو ہمارے مشائخ اور بلخ کے مشائخ نے فرمایا جہاں نجاست گری ہے وہاں سے بھی وضو کرنا جائز ہے اھتو ظاہر ہے کہ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آدمی حوض کے باہر اس طرح وضو کرے کہ اس کا دھوون حوض میں خاص اس جگہ کرے جہاں نجاست گری تھی، اور پھر اس صورت میں مرئیہ اور غیر مرئیہ کے درمیان فرق کی کوئی وجہ نہیں، اور یہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں چھٹی فرع کو شامل ہے، کیونکہ جب اس میں جانے والا پانی ٹھہرا نہیں، تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہو گیا اور جاری پانی اعضاء کے ڈبونے سے متاثر نہیں ہوتا ہے،

صغیر یدخل فیہ الماء ویخرج وذلك لان کلهما یحتمل الوضوء فیہ بالمعنی الثانی اعنی بغس الاعضاء وقد علمت انه الاقرب الی الظرفیة وقد قال فی الخانیة حوض کبیر وقعت فیہ النجاسة ان كانت النجاسة مرئیة لایجوز الوضوء ولا الاغتسال فی ذلك الموضع بل یتنجی الی ناحیة اخرى بینہ وبين النجاسة اکثر من الحوض الصغیر وان كانت غیر مرئیة قال مشائخنا ومشائخ بلخ جاز الوضوء فی موضع النجاسة^۱ اھ۔ فلیس بخاف ان المراد^ع بالمعنی الثانی اذلا معنی لعدم جواز الوضوء خارج الحوض بحیث تقع الغسالة فی موضع النجاسة ولا وجه علی هذا للفرق بین المرئیة وغیرھا وهذا کما تری یشمل الفرع السادس فانه اذالم یسقع ما یقع فیہ من الماء بل یخرج من ساعته کان جاریاً کما ذکر والجاری لایتاثر بالغس واذا کان یستقر ولا یخرج الا بعد زمان کان راکدا وهو صغیر فیضرة الغس فلیس فی الفروع شیئاً مما یفید دعواه نعم هی صریحة فی دعوانا ان الملاقیة کله یصیر مستعلاً اماما اراد الشیخ فانما یلج الیہ تعلیل الفرع السادس

اور وضو اور غسل کو چٹلو سے لینے پر محمول کرنا اور "فی" کو "من" کے معنی میں کرنا بعید ہے، ذوقِ سلیم اس سے انکار کرتا ہے (ت)

عہ وحمل الوضوء والاغتسال علی الاغتراف وفی علی من بعید یا بآء الذوق السلیم اھ منہ م)

^۱ فتاویٰ خانیہ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نوکشور لکھنؤ ۱/۴

اور اگر وہ ٹھہر کر تھوڑی دیر میں خارج ہوتا ہے تو وہ ٹھہرا ہوا ہے، تو حوض کے چھوٹا ہونے کی صورت میں اس کو مضر ہوگا، تو فروع میں سے کوئی بھی ان کے دعویٰ کے حق میں مفید نہیں ہے ہاں یہ فروع ہمارے دعویٰ میں صریح ہیں کہ کل ملائی مستعمل ہو جائے گا اور جو شیخ کی مراد ہے اس کی طرف خانیہ کی چھٹی فرع کی تعلیل میں اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے مستعمل کے لفظ کا اضافہ کیا ہے اور اگر وہ یہ لفظ نہ بڑھاتے تو اس کا مفہوم بھی وہی نکلتا کہ جب پانی اس میں ٹھہرا نہیں تو جاری ہے اور یہی حال حصری کی تعلیل کا ہے، اور آپ جان چکے ہیں، خانیہ کی فرع میں جو تمہارے شیخ محقق علی الاطلاق نے فرمایا ہے وہ مستعمل پانی کے نجس ہونے پر مبنی ہے اور اسی طرح اس کے بہت سے نظائر کا حال ہے اور اگر مختار روایت لی جائے جس میں اس پانی کو طاہر غیر طہور قرار دیا گیا ہے تو ایسا نہ ہوگا، اس کو یاد رکھا جائے اور اسی پر تقریعات کی جائیں اور ان جیسی فروع پر فتویٰ نہ دیا جائے اہ جب فرع کا یہ حال ہے تو تعلیلات کا کیا حال ہوگا!

میں کہتا ہوں خانیہ کا مستعمل پانی کے استقرار پر محمول کرنا دو میں سے کسی ایک ضعیف چیز پر مبنی ہے یا تو مستعمل پانی کی نجاست یا پانی کا طہوریت سے خارج ہونا مستعمل پانی کے مل جانے کی وجہ سے خواہ وہ کتنا ہی کم ہو، اور حصری کے کلام میں بھی یہی متعین ہے، اور اکابر کی تصحیح کے مطابق یہ دونوں صحیح معتمد کے خلاف ہیں، یہاں تک کہ شیخ نے خود بھی اسی رسالہ میں اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، اس طرح ہم نے شیخ کے کلام کا جو حل تلاش کیا تھا

المذكور في الخانية لزيادة لفظ المستعمل ولولم يزد لرجع الى ما ذكرنا انه اذا لم يستقر الماء فيه كان جارياً وكذا تعليل الحصري وقد (١) علمتم ما فاداه شيخكم المحقق على الاطلاق في فرع في الخانية انه بناء على كون المستعمل نجساً وكذا كثير من اشباه هذا فاماً على المختار من رواية انه طاهر غير طهور فلا فلتحفظ ليفرع عليها ولا يفتي ببطل هذه الفروع^١ اه فاذا كان هذا في الفروع فما بالك بالتعليلات۔

وانا قول: احالة الخانية على استقرار المستعمل يحتمل البناء على احد ضعيفين نجاسة المستعمل او خروج الماء عن الطهورية بوقوع المستعمل وان قل وهو المتعين في كلام الحصري وكلاهما خلاف الصحيح المعتمد بتصريح اجلة الاكابر حتى الشيخ نفسه في هذه الرسالة نفسها كما سيأتي ان شاء الله تعالى فهنا افسد الشيخ علينا ما اردنا حمل كلامه عليه من ان المراد الوضوء بالغسل اما الفروع

¹ فتح القدير قبيل بحث الغدير العظيم سكر ٤٠/١

وہ بھی درست نہ ہو سکا، یعنی یہ کہ وضو سے مراد اعضاء کا ڈبونا ہے، اور جہاں تک فروغ کا تعلق ہے تو ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ ائمہ کے کلمات کو ضعیف محمول پر محمول کریں حالانکہ صحیح بھی موجود ہو، وبالله التوفیق۔

پھر انہوں نے مستعمل پانی کی تعریف میں ایک فصل قائم کی، اس میں یہ بتایا کہ کب پانی مستعمل ہوتا ہے اور کب نہیں، اور انہوں نے اس سلسلہ میں قدوری، جرجانی اور شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط سے عبارات نقل کیں، اور بتایا کہ محمد کے نزدیک جو شخص کنویں سے ڈول نکالنے کیلئے داخل ہو اس سے پانی کا مستعمل نہ ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے، اور اسی طرح جنب شخص کا چھوٹا برتن نہ ہونے کی صورت میں ٹب میں ہاتھ کو داخل کرنے کا معاملہ ہے، اسی طرح کوئی شخص ڈول نکالنے کیلئے کنویں میں اپنا پیر ڈالے تو اس کا حکم وہی ہے، اگر یہ شخص اپنا پیر برتن ڈال دے یا سر ڈال دے تو پانی مستعمل ہو جائے گا کہ حاجت منعدم ہے، فرمایا معلوم نہیں جو اس مسئلہ سے استدلال کرتے ہیں ان کا جواب کیا ہوگا (یعنی یہ مسئلہ کہ محمد کے نزدیک کنویں سے ڈول نکالنے سے پانی مستعمل نہ ہوگا) ان ائمہ کے کلام کا! پھر انہوں نے وہ ذکر کیا جو ہم فوائد ظہیریہ سے شیخ الاسلام خواہر زادہ سے محمد سے روایت کو نقل کیا، فرمایا یہ صریح نقل ہے تیسرے امام سے اس کو خواہر زادہ جیسے شخص نے نقل کیا، پھر کافی کا گزشتہ کلام نقل کیا اور قدوری کا کلام نقل کیا مگر اس کا تعاقب نہ کیا، فرمایا اس سے ظاہر ہوا کہ

فلیس الاولى بناء ان نعهد الى كلمات الائمة فنحملها على محمل ضعيف غير مقبول مع صحة الصحيح وبالله التوفيق۔

ثم عقد رحمه الله تعالى فصلا في تعريف الماء المستعمل وما يصير به مستعملا ومالا وذكر فيه ما قدمنا عن القدوري عن الجرجاني وعن مبسوط شمس الائمة السرخسي من ان سقوط حكم الاستعمال عند محمد في من دخل البئر للدولاجل الضرورة وكذا ادخال الجنب يده في الاناء (اي للاغتواف عند عدم ما يغترف به كما قدمنا) وطالب الدلو رجله في البئر ولو ادخل رجله في الاناء اورأسه صار مستعملا لعدم الحاجة قال فيآليت شعري ما جواب التمسك بهذه المسألة (اي مسألة من دخل البئر للدلو لم يستعمل عند محمد) عن كلام هؤلاء الائمة الاساطين ثم ذكر ما قدمنا عن الفوائد الظهيرية عن شيخ الاسلام خواهر زاده عن محمد قال وهذا نقل صريح عن الامام الثالث نقل مثل خواهر زاده ثم ذكر كلام الكافي المقدم وانه حكى كلام القدوري ولم يتعقبه قال فظهر لك بهذا ان ادخال اليد في الحوض الصغير بقصد التوضي فيه سالب عن الماء وصف الطهورية لارتفاع الحدث والتقرب بادخال اليد ونزعها باتفاق علمائنا الاربعة

وضو کرنے والے کا چھوٹے حوض میں ہاتھ کو داخل کرنا بہ نیت وضو پانی سے طہوریت کے وصف کو سلب کر دے گا کیونکہ ہاتھ کے ڈال کر نکالنے سے ہمارے ائمہ اربعہ (ائمہ ثلاثہ و زفر) کے اتفاق سے پانی کا وصف طہوریت ختم ہو جائے گا، حدث کے ختم ہو جانے اور تقرب کے حاصل کرنے کی وجہ سے، اور جب قصد مذکور نہ ہو تو وہ غیر مؤثر ہے ایک قول کے مطابق جس کا ثبوت محمد سے نہیں ہے اس کو ائمہ مذہب نے رد کیا ہے جن کا قول فیصل ہے، پھر اس کو محمد کا قول نہ ہونے پر شرح جامع صغیر میں قاضی خان کے قول سے مؤید کیا ہے کہ اس میں ہمارے اصحاب کی کوئی نص نہیں، فرمایا کہ متاخرین نے اس میں ہمارے اصحاب کی کوئی نص نہیں، فرمایا کہ متاخرین نے اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، پھر یہ حکایت کی کہ ہمارے علماء میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ محمد کے نزدیک حدث کے مرتفع ہونے سے بھی پانی مستعمل ہو جاتا ہے، کیونکہ پانی کی طرف گناہ منتقل ہوتے ہیں، اور کنویں کے مسئلہ میں جنب کے داخل ہونے سے پانی کا مستعمل نہ ہونا محمد کے نزدیک ضرورت کی وجہ سے ہے، پھر فرمایا مجھے بے انتہا تعجب ہے اس مسئلہ میں کہ انہوں نے اپنے فتویٰ کی سند کنویں کے مسئلہ کو بنایا ہے اور یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس حوض میں وضو جائز ہے حالانکہ دونوں

(یرید الائمة الثلاثة وزفر) رضی اللہ عنہم واذا تجرد عن القصد المذكور فهو غير مؤثر في قول مردود ثبوته عن محمد رده هؤلاء الاساطين الذين لا يلتفت الى قول غيرهم في المذهب، ثم ايد رد ثبوته (۱) عن محمد ع بقول الامام قاضي خان في شرح الجامع الصغير لانس فيه عن اصحابنا قال وذكر المتأخرون فيها خلافاً ثم حكى ان من علمائنا من قال ان الماء يصير مستعملاً عند محمد برفع الحدث ايضاً لانتقال الاثام الى الماء وانما لم يصير ماء البئر مستعملاً في مسألة الجنب عند محمد لمكان الضرورة ثم قال ولعبري اني لاعجب ممن يقول في مسألتنا هذه ان مستنده في افتائه يجوز التوضي في هذا الحوض مسألة البئر والحال انه لاجامع بينهما لان تلك في من تجرد عن النية وهذه فيمن يتوضأ ما هذا الا عجب والله الموفق ثم اورد كلام شيخه في الفتح الذي ذكرنا في النمرة الاولى الى قوله كذا في الخلاصة¹

شروع رسالہ میں جہاں کتابوں کا ذکر ہے عنایہ کا شمار سہو آدو ۲ دفعہ کیا ہے۔ پس چاہئے یہ چالیس کا تہہ ہو بلالکہ وہ جو خزائنہ المفتین سے آ رہا ہے (ت)

عہ وقع في صدر الرسالة عند ذكر الكتب عد العناية سہو مرتین فلیکن هذا متم الاربعین بل الذي يأتي عن خزانة المفتین اہ منه غفر له

¹ شرح جامع الصغير لقاضي خان اور رسالہ ابن شحنة

کے درمیان کوئی علت جامع موجود نہیں کیونکہ وہ مسئلہ نیت کے نہ ہونے کا ہے اور یہ وہ ہے جس میں نیت وضو پائی جاتی ہے یہ بڑی عجیب بات ہے واللہ الموفق۔ پھر انہوں نے اپنے شیخ کا کلام ذکر کیا جو ہم نے نمرہ اولیٰ میں ذکر کیا کذا فی الخلاصہ تک۔

میں کہتا ہوں سارا کلام اچھا ہے اور اسی سے فوائد ظہیریہ کی عبارت لی گئی ہے سوائے اس قول کے کہ "مجھے بے انتہا تعجب ہے"۔ تو مجھے ان پر بے انتہا تعجب ہے کیونکہ جب شیخ نے یہ تحقیق کی ہے کہ محمد سے صحیح یہ ہے کہ نیت اور عدم نیت میں کوئی فرق نہیں، تو یہ فارق کہاں سے آگیا، دراصل ان کو کہنا یہ چاہئے تھا کہ وہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور یہ بلا ضرورت ہے، پھر ایک مذہب قائم کی اس میں ان فروع کا ذکر کیا ہے جن میں پانی مستعمل ہوتا ہے اور نہیں ہوتا ہے اس سے پہلے ایک تنبیہ ذکر کی، اس میں یہ بتایا ہے کہ سبب استعمال میں فتویٰ شیخین کے قول پر ہے اور وہ سبب یا تورفع حدث ہے یا تقرب ہے، محمد کے قول پر نہیں ہے کہ سبب صرف تقرب ہے اور انہوں نے اُن دونوں کے قول کی تصحیح نقل کی خلاصہ، خانیہ، خزائنہ المفتین، اختیار اور بزازیہ سے۔

میں کہتا ہوں تنبیہ سے ان کا مقصود محمد کے خلاف کو تسلیم کرنا ہے، ورنہ اس بات کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ پہلا سبب ہی کا قول ہے اس کی حاجت نہیں ہے اور دوسرا تیسرے سے ثابت نہیں، اس کو سمجھئے کہ یہ ہمیں مسئلہ میں فائدہ دے گا، خلاصہ اور خزائنہ کی فرع، کسی نے اپنا ہاتھ یا پیر برتن میں ٹھنڈا کرنے کو ڈالا تو مستعمل ہو جائیگا کہ ضرورت

اقول: کلام طیب وعنه اخذت عبارة الفوائد الظهيرية (۱) غير ان ما قال في لعمرى انى لاعجب فلعمرى انى لاعجب واذ قد حقق الشيخ ان الصحيح عن محمد ايضا عدم الفرق بين النية وعدمها فما منشؤ هذا الفارق وانما كان عليه ان يقول تلك للضرورة وهذه بدونها ثم عقد تذنيبا يسرد فروع ما يصير به الماء مستعملا ومالا وقدم عليها تنبيها في ان الفتوى في سبب الاستعمال على قولهما انه رفع حدث والتقرب لاعلى قول محمد انه التقرب فقط ونقل تصحيح قولهما عن الخلاصة والخانية وخزانة المفتين والاختيار والبزازية۔

اقول: اراد التنبيه عليه على تسليم خلاف محمد والا فلا حاجة اليه بعدما قد ثبت ان الاول قولهم جميعا وان الثانى لم يثبت عن الثالث هذا وفيه مما يفيدنا في المسألة فرع الخلاصة وخزانة المفتين ادخل يده في الاناء اورجله للتبرد يصير مستعملا لانعدام الضرورة¹ اهـ وقد مناه

¹ خلاصہ الفتاویٰ فصل فی الماء المستعمل نوکسور لکھنؤ ۶/۱

نہ تھی اھ، ہم نے خلاصہ، خانیہ، بزازیہ، اور غنیہ سے پیش کر دیا ہے۔ خانیہ کی فرع، محمد نے فرمایا کسی کے ہاتھ پر پٹیاں ہوں، پھر وہ ہاتھ پانی میں ڈبو دے یا سر ڈبو دے تو جائز نہیں، اور پانی مستعمل ہو جائیگا اھ۔ اور فرمایا میں نے یہ تنبیہ اس لئے کی ہے تاکہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ فتویٰ محمد کے قول پر ہے وہ متنبہ ہو جائیں کیونکہ اصحاب کتب نے اطلاق فرمایا ہے کہ فتویٰ ان کے قول پر ہے مستعمل پانی میں۔ حالانکہ ان کی مراد یہ ہے کہ فتویٰ محمد کے قول پر ہے پانی کے طاہر ہونے میں نہ کہ مستعمل ہونے میں۔ علاوہ ازیں آپ دوسری فصل میں دیکھیں گے کہ تحقیق یہی ہے کہ یہ (یعنی اس کی طہارت) مذہب ابی حنیفہ بھی ہے، اس کی نسبت محمد کی طرف محض اس لئے مشہور ہو گئی ہے کہ وہ بھی اس کے راویوں میں ہیں اھ۔

میں کہتا ہوں وہ اس کے راویوں میں بزرگ تر ہیں اور انہوں نے اس کو اختیار کیا ہے اور یہ پہلی تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا، پھر فروع کا بیان کیا۔ خلاصہ کی فرع، ہاتھ کا داخل کرنا محض پانی لینے کیلئے، بلا ارادہ غسل، پانی کو مستعمل نہیں کرتا ہے، اور اگر بہ نیت غسل ہو تو اگر ایک ہتھیلی سے کم ہے تو مضر نہیں، اور اگر ایک ہتھیلی ہے تو مضر ہے اھ۔

عن الخلاصة والخانية والبزازیة والغنية۔
 وفرع الخانية قال محمد رحمه الله تعالى اذا كان على ذراعيه جبائر فغمسها في الماء او غمس رأسه في الاناء لايجوز ويصير الماء مستعملاً¹ اھ۔ قال وانما قدمت هذا التنبيه تنبيهاً لمن يظن ان الفتوى على قول محمد رحمه الله تعالى في ذلك لاطلاق اصحاب الكتب ان الفتوى على قوله في الماء المستعمل وانما مرادهم ان الفتوى على قوله في كونه طاهراً لا فيمياً يصير به مستعملاً على انه سیرد عليه في الفصل الثاني ان التحقيق ان هذا (ای طہارتہ) مذہب ابی حنیفہ ایضاً وانما اشتهرت نسبتہ الی محمد لكونه في جملة من رواه عن الامام² اھ۔

اقول: ای انه اجل من رواه وقد اخذ به وهذا اول التصحيحين الموعود ببيانها ثم اتى على سرد الفروع وفيها مما يفيدنا فرع الخلاصة ان ادخال الكف مجرداً انما لايصير مستعملاً اذا لم يرد الغسل فيه بل اراد رفع الماء فان اراد الغسل ان كان اصبعاً او اكثر دون الكف لايضر ومع الكف بخلافه³ اھ

¹ فتاویٰ خانیہ المعروف بقاضی خان فصل فی الماء المستعمل نوکثور لکھنؤ ۸/۱

² رسالہ ابن الشنہ

³ خلاصۃ الفتاویٰ فصل فی الماء المستعمل نوکثور لکھنؤ ۶/۱

میں کہتا ہوں ہم پہلے تحقیق پیش کر آئے ہیں کہ پورا ناخن اور ہتھیلی حکم میں برابر ہیں۔ خلاصہ کی فرع فقہ الامراء سے، یہ اُس وقت ہے جبکہ ہاتھ داخل کرنے والا بالغ ہو اور اگر نابالغ ہے تو اگر یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ پاک تھا مثلاً بچہ گلی میں اپنے کسی محافظ کے ہمراہ تھا تو اس سے وضو جائز ہے۔۔۔ الخ

میں کہتا ہوں اس سے بالغ و نابالغ میں فرق ظاہر ہو گیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالغ نے برتن یا کنویں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں اور یہ حسن کی کتاب کے نص کی طرح ہے۔ اس میں بحر کی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں، پھر دوسری فصل مستعمل پانی کے حکم کے بیان میں قائم کی، اور یہ بتایا کہ پانی کب مستعمل ہوگا، اور پھر جو انہوں نے اس کو واضح کرنے کے بعد جو خود واضح ہے اور تمام کے نزدیک مسلم ہے یعنی مستعمل پانی سے وضو کا جائز نہ ہونا ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک کہا اس کی نص یہ ہے "یہ اپنے عموم کے ساتھ پہلی فصل کیلئے شہادت دیتی ہے" اور یہ کافی حجت ہے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہ بحر کے اطلاق کو دلیل بنانے کی ایک نظیر ہے تو انہوں نے اطلاق کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اعتبار غلبہ کا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ مستعمل ہونا اُسی پانی کیلئے ہے جو جلد سے متصل ہو، اور شیخ نے اس عموم کی طرف دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ گفتگو اس امر میں ہے کہ تھوڑا پانی مکمل طور پر مستعمل ہو جائے گا خواہ

قلت: وقد منّا تحقيق ان الانملة والظفر والكف سواء وفرع الخلاصة عن فقه الامراء هذا اذا كان الذي يدخل يده في الاناء او البئر بالغاً فان كان صبياً ان علم ان يده طاهرة بان كان مع الصبي رقيب في السكة يجوز التوضي بذلك¹ الخ

اقول: وبه فارق البالغ فافاد ان لو ادخل البالغ يده في اناء او بئر لم يجز الوضوء (ا) به هذا كنص كتاب الحسن لا يبقی لتاويل البحر مساعاً ثم عقد الفصل الثاني في حكم الماء المستعمل ومتى يصير مستعملاً وقال بعد ما بين ما هو بين بنفسه ومسلم عند الكل اعني عدم جواز الوضوء بالماء المستعمل عند ائمتنا جميعاً مانصه هذا مع عمومه يشهد للفصل الاول قال وكفى بذلك² حجة اھ

اقول: (۲) هذا نظير تمسك البحر بالاطلاق فنظر الى اطلاق ان العبرة للغلبة ولم يلاحظ ان الشأن في قصر الاستعمال على ما التصق بالجلد فقط والشيخ نظر الى هذا العموم ولم يلاحظ ان الكلام في تعميم الاستعمال جميع الماء القليل بدخول نحو ظفر من محدث

¹ خلاصة الفتاوى الماء المستعمل نوکسور لکھنؤ ۸/۱

² رسالہ ابن الشحنة

ثم اورد خاتمة في حكم ملاقة الماء الطاهر للماء الطهور وبين ان العبرة للغلبة ونقل تصحيحه عن التوشيح والتحفة وعنهما انه المذهب المختار۔

قلت: وهذا هو ثاني التصحيحين الموعود ببيانهما (۱) فاعترف الشيخ بالحق، وذهب تسوية الملقى بالملاقى وزهق، ثم نقل فرع الخانية ومثله عن شرح القدوري لمختصر الكرخي في نزح عشرين دلوا اذا القى الوضوء في البئر قال فهذا اصرح شئ في اتفاق الائمة الثلاثة على تأثير الماء المستعمل في الماء الطهور وان كان اقل منه وذكر عن شرح الجامع الصغير لقاضي خان انتضاح الغسالة في الاناء اذا قل لا يفسد الماء وتكلموا في القليل عن محمد ماكان مثل رؤس الابر قليل وعن الكرخي ان كان يستبين مواقع القطر في الماء فهو كثير وان كان لا يستبين كالطل فقليل قال وهذا رحمك الله اصرح مما تقدم وقد حكى هذا في الفوائد الظهيرية وعليه مشي القدوري وحكى عن ابي سليمان انه سئل عن ماء الجنابة اذا وقع وقوعاً يستبين وتري عين القطرات ظاهرة قال انه ليس بشئ^۱ وفي فتاوى قاضيخان خلاف هذا وفي خزانة المفتين جنب اغتسل

بے وضو اپنا ایک ناخن ہی کیوں نہ ڈالے۔ پھر خاتمہ اس امر کے بیان میں ہے کہ ظاہر پانی طہور پانی سے جب ملے گا تو اعتبار غلبہ کو ہوگا، اور اس کی تصحیح توشیح اور تحفہ سے نقل کی اور اسی سے نقل کیا کہ یہ مذہب مختار ہے۔

میں کہتا ہوں یہ دوسری تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا، توشیح نے حق کا اعتراف کر لیا، اور ملقی اور ملاقی کی برابری ختم ہوئی، پھر خانہ کی فرع نقل کی اور اسی قسم کی شرح قدوری مختصر کرخی کی فرع نقل کی۔ یہ بیس ڈول کھینچنے سے متعلق ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ وضو کا پانی کنویں میں ڈالا ہو، فرمایا پاک پانی میں مستعمل پانی کے اثر انداز ہونے کی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ واضح مثال ہے، اگرچہ وہ اُس پانی سے کم ہو، اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر سے یہ نقل کیا کہ اگر دھوون کے کچھ قطرات برتن میں گر جائیں اور کم ہوں تو پانی کو فاسد نہ کریں گے، اور قلیل میں کلام کیا ہے، اس میں محمد سے منقول ہے کہ جو سوئی کے ناکوں کے برابر ہو وہ قلیل ہے اور کرخی سے یہ منقول ہے کہ پانی کے قطرے اگر پانی میں ظاہر ہوں تو یہ کثیر ہے اور اگر ظاہر نہ ہوں جیسے شبنم کے قطرے ہوتے ہیں تو یہ قلیل ہے فرمایا یہ گزشتہ مثال سے بھی زائد صریح ہے، یہ فوائد ظہیریہ میں مذکور ہے، اسی پر قدوری چلے ہیں، اور ابو سلیمان سے کسی نے جنابت کے پانی کی بابت دریافت کیا کہ اگر اس کے قطرے پانی میں پڑ جائیں اور واضح نظر آئیں، فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں، فتاویٰ قاضیخان

^۱ رسالہ ابن الشحنة

فانتضح من غسله في انائه لم يفسد الماء اما اذا كان يسيل فيه سيلاناً افسده¹ قال والتحقيق هنا ان المسألة مبنيّة على اصل ذكره ائمتنا في كتاب الايمان ونقلوه الى الرضاع قال في الذخيرة حلف لا يشرب لبناً فصب الماء في اللبن فالاصل في هذه المسألة واجناسها ان الحالف اذا عقد يمينه على مائع فاختلط بمائع اخر خلاف جنسه ان كانت الغلبة للمحلول عليه² (وسقط بقية الكلام من نسختي زهر الروض)

اقول: (۱) سبّخن الله يذكر الشيخ رحمه الله تعالى في اول الكلام ان الصحيح والمذهب المختار هو اعتبار الغلبة وقد نص في شرحه للوهبانية انه الصحيح عن ائمتنا الثلاثة رضى الله تعالى عنهم وان عليه الفتوى ثم يعود يحتج بفرعي النزع والانتضاح ويقول ذاك اصرح شبيئي في اتفاق الائمة الثلاثة وهذا اصرح منه واي مسأله بقي لهما بعدما تبين الحق الصحيح المذهب المختار المفقى به المطبق عليه من ائمتنا الثلاثة رضى الله تعالى عنهم وما فتح (۲) بابہ من بيان المبني وهو فرع الحلف فهو اصرح شبيئي في ان

میں اس کے برعکس ہے اور خزانة المفتين میں ہے کہ ایک ناپاک آدمی نے غسل کیا اور اس کے جھینٹے برتن میں گرے تو پانی فاسد نہ ہوگا اور اگر اس میں بہنے لگا تو پانی فاسد ہو جائے گا، فرمایا دراصل یہ مسئلہ ایک اور اصل پر مبنی ہے جس کو ہمارے ائمہ ثلاثہ نے کتاب الايمان میں ذکر کیا ہے اور اس کو رضاع کے بیان میں نقل کیا، ذخیرہ میں فرمایا کہ کسی شخص نے حلف اٹھایا کہ وہ دودھ نہیں پئے گا تو اس نے پانی دودھ میں ملایا، تو اس مسئلہ میں اور اس کے نظائر میں اصل یہ ہے کہ حلف اٹھانے والے نے جب کسی سیال چیز پر حلف اٹھایا اور وہ کسی اور مائع سے مل گیا جو اس کی جنس سے نہ ہو تو اگر محلول علیہ غالب ہے (اور باقی کلام میرے زہر الروض کے نسخہ سے ساقط ہے) (ت)

میں کہتا ہوں سبحان الله شیخ کلام کی ابتداء میں ذکر کرتے ہیں کہ صحیح اور مذہب مختار غلبہ کا اعتبار ہی ہے اور شرح وہبانیہ میں اس پر نص ہے کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ سے یہی صحیح ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے پھر انہوں نے نزع اور انتضاح کی دونوں فرعوں پر کلام کیا، اور فرمایا کہ یہ ائمہ ثلاثہ کے اتفاق میں صریح چیز ہے اور یہ اس سے زائد صریح ہے اور مذہب حق و صحیح، اور مذہب مختار مفتی بہ اور ائمہ ثلاثہ (حنفی مذہب کے) کا متفق علیہ مذہب معلوم ہو جانے کے بعد ان دونوں کیلئے کیا وجہ جواز رہ گئی ہے! اور بیان مبنی کا جو دروازہ کھولا ہے اور وہ حلف کی فرع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

¹ بحر الرائق کتاب الطهارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱

² رسالہ ابن شبنہ

دار و مدار غلبہ کو ہے، اگر انہوں نے اس کو برقرار رکھا ہے اپنے اس کلام میں جو میرے نسخہ سے ساقط ہے تو یہ اسی طرف رجوع ہے جس پر نقص سے استدلال کیا ہے، ورنہ بہت ہی تعجب خیز بات ہے، اور عنقریب آجائے گا کہ شیخ نے حق کی طرف رجوع کیا بتوفیق تعالیٰ، اگر وہ یہ کلام یہاں نہ لاتے اور ان دو فرعوں سے استدلال نہ کرتے اور وہاں دو تعلیلیں بیان نہ کرتے تو کل کلام صحیح ہوتا، لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ پھر انہوں نے ایک تتمہ لکھا اور فرمایا کہ پھر اس پر سب سے بڑی دلیل اس پر کہ ہمارے کسی امام کے نزدیک اس حوض سے وضو جائز نہیں۔ امام محمد کی اصل میں وارد شدہ روایت ہے جو امام ابو سلیمان الجوزجانی کی روایت ہے اور باب الوضوء و باب الغسل میں مذکور ہے، روایت یہ ہے کہ میں نے کہا اگر ایک جنب نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے ایک برتن میں گرے تو کیا پانی خراب ہو گیا، فرمایا نہیں، میں نے کہا کیوں؟ فرمایا یہ ایسی چیز ہے جس سے بچنا محال ہے، میں نے پوچھا اگر جنب نے اپنے سر یا جسم پر پانی ڈالا یا اپنی شرمگاہ دھوئی اور یہ پانی برتن میں جمع ہوتا رہا فرمایا اس سے پانی فاسد ہو جائیگا، نہ اس سے وضو جائز ہوگا نہ غسل، فرمایا انہوں نے کنویں اور اس کی نجاستوں کے باب میں فرمایا، میں نے پوچھا اگر ایک پاک شخص کنویں کے پانی میں گر گیا اور اس میں غسل کیا، فرمایا کل پانی خراب ہو جائیگا، میں کہتا ہوں یہی حکم کنویں میں وضو کا ہے؟

المدار علی الغلبة فان كان اقره في آخر كلامه
الذاهب من نسختي فهو كره على ما احتج به بالنقض
والا فاعجب واعجب وسيمكت الشيخ غير بعيد
ويعود الى الحق كما سيأتي بتوفيقه تعالى فلو لا انه
اورد هذا الكلام واحتج بهذين الفرعين هنا
وذلك التعليلين ثم لكان كل كلامه صحيحاً
سديداً ولكن الله يفعل ما يريد۔ ثم كتب تنبيه
قال فيها ان من ادل الدليل على انه لا يجوز التوضي
في هذا الحوض عند واحد من علمائنا رحمهم الله
تعالى ما في كتاب الاصل لمحمد رضي الله تعالى عنه
رواية الامام ابى سليمان الجوزجاني رحمة الله تعالى
عليه عنه في باب الوضوء والغسل قلت ارأيت جنباً
اغتسل فانتضح من غسله شيئاً في انائه هل يفسد
عليه الماء قال لا قلت لم قال لان هذا مالا يستطاع
الا متناع منه قلت ارأيت ان افاض الماء على رأسه
او جسده او غسل فرجه فجعل ذلك الماء كله يقطر
في الاناء قال هذا يفسد الماء ولا يجوز ان يتوضأ
و لا يغتسل به ¹ قال وقال في باب البئر وما
ينجسها قلت ارأيت رجلاً طاهراً وقع في بئر
فاغتسل فيها قال افسد ماء البئر كله قلت وكذلك
لو توضأ فيها قال نعم قلت

¹ کتاب الاصل المعروف به المبسوط امام محمد باب الوضوء والغسل من الجنبية ادارة القرآن کراچی ۲۴/۱

كذلك لو استنجى فيها قال نعم قلت فما حال البئر
قال عليهم ان ينزحوا ماء البئر كله الا ان يغلبهم
الماء قلت ارأيت الرجل هل يجزئه وضوئه ذلك
قال لا¹ وسكت عليه ولم يعزه لاحد من شيوخه
وهذا شأنه في المتفق عليه كما صرح به اول الكتاب²
اھ

اقول: الفرع الاخير في الملاقي وهو لاشك صحيح.
والتمسك به نجح. وهو اصرح تصريح. اما
الاول (ا) ففي السلقى ولا محيد من ابتناؤه على احد
ضعفين وليس الاصل هذا كتاب المبسوط احد
الكتب الستة الظاهرة بل من الكتب النادرة فكيف
يعارض به مذهب ائمتنا جميعاً الصحيح المختار
المفتى به وبالله التوفيق ثم قال رحمه الله تعالى
ونقل عصام الدين في شرح الهداية بعد الكلام
على مسألة انغماس الجنب في البئر هذا مبني على ان
اجزاء ماء الذی فی محل واحد بمنزلة شیء واحد في
حكم الاستعمال لانه ينسب الى الجميع عرفاً بل
لغة ايضاً اذ لا تذهب افهام اهل العرف واللغة الى
ان المستعمل بعض هذا الماء والباقي متزوج به الا
تري ان الماء المستعمل عند من يجعله طاهراً غير

فرمایا ہاں، میں نے کہا اسی طرح اگر کنویں میں استنجا کیا؟ فرمایا
ہاں، میں نے پوچھا اور کنویں کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا
کنویں کا سارا پانی نکالنا چاہئے، الا یہ کہ نکالتے نکالتے تھک
جائیں، میں نے پوچھا کیا اس شخص کیلئے یہ وضو کافی ہوگا؟ فرمایا
نہیں، اس پر وہ خاموش ہو گئے اور اپنے شیوخ میں سے کسی کی
طرف اس کو منسوب نہ کیا، اور متفق علیہ مسائل میں ان کا یہی
طریقہ تھا جیسا کہ کتاب کے شروع میں ذکر کیا ہے (ت)

میں کہتا ہوں فرع اخیر ملاقی میں ہے اور وہ بلاشبہ صحیح ہے اور یہ
تمسک کے قابل اور واضح تصریح ہے اور پہلی فرع ملقی میں
ہے، اور سوائے اس کے چارہ کار نہیں کہ دو میں سے ایک ضعیف
پر بنا کر ناچاہئے، اور اصل سے مراد وہ مبسوط نہیں جو چھ ظاہر کتب
میں سے ایک ہے بلکہ کتب نادرہ سے ہے، تو جو اس میں مذکور
ہے وہ ہمارے ائمہ کے صحیح مختار مفتی بہ سے کیسے معارض ہو سکتا
ہے وباللہ التوفیق، پھر فرمایا، عصام الدین نے شرح ہدایہ
میں، جنب کے کنویں میں غوطہ لگانے کا مسئلہ ذکر کرنے کے بعد
فرمایا یہ اس پر مبنی ہے کہ پانی کے تمام اجزاء جو ایک جگہ ہیں وہ حکم
استعمال میں بمنزلہ شیء واحد کے ہیں، کیونکہ وہ عرفاً تمام ہی کی
طرف منسوب ہوتا ہے بلاکہ لغت میں بھی ایسا ہے، کیونکہ اہل
عرف اور اہل لغت یہ لفظ سن کر یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ کچھ پانی تو
مستعمل ہے اور کچھ اس میں ملا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ جن
حضرات کے نزدیک مستعمل پانی ظاہر غیر طہور ہے جب کسی
دوسرے

¹ کتاب الاصل المعروف بہ المبسوط امام محمد رحل طاهر وقع فی البئر ادارة القرآن کراچی ۸۳/۱

² رسالہ ابن شحنتہ

تھور اذا وقع في ماء آخر لا يفسده حتى يغلب عليه بهذا قطع في الاسرار جعله في التحفة اصح ولو صب ماء كثير على العضو يصير الكل مستعملاً عندهم مع ان الملاقى للبشرة مغلوب بناء على ان الكل واحد في حكم الاستعمال وقد اشير الى هذا المعنى في الاسرار¹

اقول: هذا لعبري من الحسن بمكان، تنشيط به الأذان، وتبتهج به النفوس، ولا عطر بعد عروس، وقد وفقني المولى، سبحانه وتعالى، لمعناه فيما مضى، واتقنت بيانه، وشيدت اركانه، وبه ظهر الفرق بين الملاقى والملقى، بحيث لا يعترى وهم ولا شك يبقى، (١) والعجب من الشيخ مشى على التسوية بينهما محتجاً بالتعليدين ثم نقضه بنقل تصحيح الصحيح، عن التحفة والتوشيح، ثم بعد اسطر عاد اليه وجعل فرعي النزع والانتضاح اصرح صريح، ثم نقضه بنقل الاصل الاصيل، عن ذخيرة الامام الجليل، ثم لم يلبث ان عاد اليه بنقل فرع الاصل، ثم نقضه بنقل كلام العصام متصلًا به من غير فصل، وبه ختم وانما العبرة للخواص، ختم الله تعالى لنا على الدين القويم، والصراط

پانی میں گر جائے تو اس کو اس وقت تک فاسد نہ کرے گا جب تک اس پر غالب نہ ہو جائے۔ اسرار میں اس پر قطعی حکم لگایا اور تحفہ میں اس کو اصح قرار دیا ہے اور اگر کسی عضو پر بہت سا پانی ڈالا تو ان کے نزدیک سارا پانی مستعمل ہو جائے گا، حالانکہ جو پانی جلد سے متصل ہے وہ مغلوب ہے کیونکہ حکم استعمال میں سب ایک ہی ہے اور اسی معنی کی طرف اسرار میں اشارہ کیا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ بحث ذہنوں کو جلا بخشنے والی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی تقریر کی ہے، اس سے ملتی اور ملائی کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا اور شک باقی نہ رہا، اور شیخ پر تعجب ہے کہ انہوں نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے اور دو تعلیلوں سے استدلال کیا ہے پھر ایک صحیح کی تصحیح نقل کر کے اس پر نقض وارد کیا، یہ تحفہ اور توشیح کی نقول ہیں، پھر چند سطور کے بعد اس بحث کا اعادہ کیا اور نزع اور انتضاح کی دونوں فروع کو بہت صریح قرار دیا، پھر اس پر ذخیرہ سے نقض وارد کیا، پھر اصل کی فرع کو نقل کیا، پھر اس پر عصام کی نقل سے نقض وارد کیا اور اس پر کلام کو ختم کیا.....

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ دین قویم صراط مستقیم اور تمام حسنات

پر کرے، اور ہمارے نبی کریم ان کی آل مکرم پر صلاۃ و سلام نازل فرمائے آمین والحمد للہ رب العالمین۔
چوتھی فصل میں مختلف فوائد اور چھوٹے اور حوض سے وضو کا حکم الحمد للہ کہ ہم تینوں رسائل بلکہ ان پانچوں کتب اور بحر و بدائع سے فارغ ہو گئے، اور ان میں جو کچھ تھا وہ بیان کر دیا اور اب باقی ماندہ فوائد تکمیل بحث کیلئے ذکر کرتے ہیں۔
فائدہ ۱: محقق علی المقدسی نے کنز کی نظم کی شرح میں بحر پر رد کرتے ہوئے فرمایا، ان کی عبارت یہ ہے اور کلام کی یہ تاویل کرنا کہ پانی کے مستعمل ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو پانی اس کے اعضاء سے ملا ہے وہ مستعمل ہو جائے گا، تو یہ بہت بعید ہے کہ یہ اس پر تنصیص کا قطعاً محتاج نہیں، اس کو منحنی الخالق میں نقل کیا ہے مستعمل پانی کی بحث میں، اور اس کو برقرار رکھا ہے۔

میں کہتا ہوں ہم نے اس پر آٹھ رد کئے ہیں اور یہ نواں ہے اور اب دسویں کا اضافہ کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ جو شخص پانی میں غوطہ لگائے اور پھر نکلے، تو پانی کی اس صورت میں پانچ قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو حوض ہی میں رہتا ہے اور بدن سے جدا ہونے کی وجہ سے پانی سے جدا نہیں ہوتا ہے، اور دوسرا بدن کے ساتھ نکلتا ہے اور بلا ٹھہرے

المستقیم، وبکل حسنی، وعلى نبینا الکریم والہ الکرام الصلاۃ الزہرا والسلام الاسنی، والحمد للہ رب العالمین۔

الفصل الرابع فی فوائد شتی و تحقیق حکم الوضوء فی الحوض الصغیر

الحمد للہ فرغنا عن الرسائل الثلاث بل الكتب الخمسة هذه والبحر والبدائع واتینا علی جمیع مافیہا والآن نذكر ما بقى من الفوائد تکمیلا للعوائد وبالله التوفیق۔

فائدہ ۱: قال المحقق علی المقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح نظم الكنز ردا علی البحر مانصہ واما تأویل الکلام بأن المراد بصیر ورته مستعملا صیرورة ما لاقى اعضائه منه مستعملا فهذا بعید جدا اذ لا یحتاج الی التنصیص علی ذلك اصلا^۱ اه نقله فی منحة الخالق من الباء المستعمل واقره قلت قدمنّا ثبانیة ردود علیہ وهذا تاسع (۱) وازیدك عاشرافا قول: اذا انغس احد فی الباء ثم خرج ینقسم الباء الی خمسة اقسام قسم یشقی فی الحوض ولا ینفصل عن الباء بانفصال البدن والثانی یشرج مع البدن وینحدر عنه بلا مکث والثالث یمکث ویذهب بالتقاطر والرابع بلل یدهب

^۱ منحنی الخالق علی البحر الرائق کتاب الطهارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

بالنشف والخامس نداوة تبقى بعد النشف ايضاً ولا تذهب الا بالجفاف بعلم الشمس والهواء ولا شك انها ايضاً اجزاء مائية ولا تداخل في الاجسام بل لا تلاصق في الاجزاء كما تقدم فكان كل قسم فوق الاخر منفصلاً عنه وكان تحت الكل ذاك الندى فهو الذي لاقى البدن وهو لا يقبل الانفصال ولا استعمال الابنه فلا استعمال تلك عشرة كاملة۔

فان قلت: الامر كما وصفتم ولكننا نعدى الحكم الى ماعدا الاول لتعلقه بالبدن ولذا انتقل بانتقاله اقول اولاً لانسلم انه لتعلقه به والالكان له استمسك عليه كالمبتطاطر بل اندفع بدفعه وانحدر بطبعه الا ترى ان المنغس ان اندفع بعنف قوى صحبه ماء كثير او برفق فقليل وان استدرج في الخروج بحيث لا يتحرك الماء حتى الامكان لم يكديخرج معه الا مايوزل بالتقاطر مع ان اللقاء كان واحداً فعلم انه لحركة الدفع يختلف باختلافها۔

فان قلت: اذن لاريب في تعلق المتقاطر فنحكم عليه بالاستعمال وهو لاشك قابل الانفصال فيصح التأويل ولا ينتفى الاستعمال۔

اس سے نیچے آتا ہے، اور تیسرا ٹھہرتا ہے اور ٹپک کر ختم ہو جاتا ہے، اور چوتھا وہ تری ہے جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ پانچواں وہ تری جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور آفتاب یا ہوا سے خشک ہو جانے کے بعد ہی ختم ہوتی ہے اور بلاشبہ یہ بھی پانی کے اجزاء ہیں اور یہ اجسام میں تداخل نہیں بلکہ "تلاصق فی الاجزاء" بھی نہیں جیسا کہ گزرا، تو ہر قسم دوسری سے اوپر ہوئی اس سے جدا ہوئی اور ہر ایک کے نیچے وہ تری ہوتی ہے تو یہ وہ ہے جو بدن سے ملائی ہے اور یہ انفصال کو قبول نہیں کرتا ہے اور استعمال بلا انفصال نہیں ہوتا ہے، تو مستعمل نہ ہوا، تو یہ دس مکمل ہو گئے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ درست ہے لیکن ہم حکم اول کے علاوہ دوسروں پر لگاتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق بدن سے ہے اور اسی لئے اس کے منتقل ہونے سے وہ منتقل ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اولاً ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ اس کے تعلق کی وجہ سے ہے ورنہ وہ اس پر رکتا، جیسا کہ ٹپکنے والا، بلکہ اس کے دفع کرنے سے مندرفع ہو گیا اور بالطبع مندر ہو گیا مثلاً پانی میں غوطہ کھانیو الا اگر قوت سے نکلے تو اس کے ساتھ بہت پانی آئے گا اور اگر آہستگی سے ہو تو کم پانی آئیگا اور اگر اتنا آہستہ نکلے کہ حتی الامکان پانی میں حرکت نہ پیدا ہو تو اس کے ساتھ صرف اتنا پانی آئیگا جو ٹپک کر زائل ہو جائے حالانکہ ملاقات ایک ہی ہے، تو معلوم ہوا کہ دفع کی حرکت میں اس سے اختلاف ہوتا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ اس صورت میں ٹپکنے والے کے تعلق میں کوئی شک نہیں تو ہم اس پر مستعمل ہونے کا حکم لگائیں گے اور بلاشبہ و قابل انفصال ہے تو تاویل

اقول: شأن ما انحدر بلامكث عند الخروج بعد الانغماس شأن مأمرا وانحدر فورا من غسالة الوضوء والغسل فلا يستعمل الا ما بقي بعده متساقطا بالتقاطر وهو خلاف الاجماع۔

وثانیا: شتان ما التعلق والتلاصق فالتعلق يشمل الدثار والتلاصق يختص بالشعار وهو الفرق بينهما فان قلت هما ثوبان فيعد احدهما حاجزا للآخر عن التلاق، بخلاف الماء فانه شيعي واحد فلا يحجز بعضه بعضا بل الكل ملاق، اقول ذلك ما كنا نبيغ فالباء كله واحد عند الانغماس، فالكل ملاق بلا وسواس،

فائدہ: قال العلامة الشيخ حسن الشرنبلالی فی شرحه علی الوهبانیة ردا علی البحر مانصه وما ذکر من ان الاستعمال بالجزء الذی یلاق جسده دون باقی الماء فیصیر ذلك الجزء مستهلكا فی كثير فهو مردود لسريان الاستعمال فی الجبیع حکما و ليس كالعالم بصب القلیل من الماء فیہ^۱ اه

اقول: (۱) لفظ السریان وقع غیر موقعه فانه یوهم ان المستعمل اولا مالاقي ثم یسری الحکم الی بقية اجزاء الماء بالتجاور وهو

صحیح ہوگی اور استعمال متقی نہ ہوگا۔

میں کہتا ہوں غوطہ سے نکلنے کے فوراً بعد جو پانی بدن سے بہتا ہو اگر تا ہے اس کا حال اس پانی جیسا ہے جو وضو اور غسل کے فوراً بعد بہتا ہو اگر تا ہے تو مستعمل وہی ہوگا جو اس کے بعد قطرات کی صورت میں ٹپکتا رہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔ دوسرا، تعلق اور تلاصق میں بہت فرق ہے، تعلق آستر کو شامل ہے اور تلاصق اوپر والے حصہ کے ساتھ مختص ہے، اور یہی دونوں میں فرق ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ تو دو کپڑے ہیں تو ان میں سے ایک دوسرے کی ملاقات کیلئے رکاوٹ ہے، اور پانی تو شے واحد ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کیلئے رکاوٹ نہیں بن سکتا ہے وہ تو سارے کا سار ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے، میں کہتا ہوں یہ تو ہمارے حسب منشأ ہے، جب انسان پانی میں غوطہ لگائے گا تو پانی شئی واحد ہوگا اور بغیر رکاوٹ آپس میں ملے گا۔

فائدہ ۲: علامہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں فرمایا بحر پر رد کرتے ہوئے، نص یہ ہے، اور یہ جو ذکر کیا ہے کہ استعمال اس جزء سے ہے جو بدن سے ملا ہوا ہو نہ کہ باقی پانی سے، تو وہ جزئی کثیر اجزا میں مل کر ختم ہو جائیگا، تو یہ مردود ہے کیونکہ حکماً تو استعمال تمام پانی میں سرایت کریگا، اور یہ اس غالب پانی کی طرح نہیں جس میں تھوڑا سا پانی مل گیا ہوا ہے۔

میں کہتا ہوں "سریان" کا لفظ بے موقع استعمال ہوا ہے اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ مستعمل اولا تو وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہے پھر حکم بقیہ اجزاء کی

^۱ منہج الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

مردود صریحاً بما تقدم ان العبرة للغلبة ولو سري
لسري بالملقي كما توهم العلامة عبد البر في بطل
الفرق ويعود الكلام على مقصود بالنقض وهذا
هو الذي حمل البحر على قصر الاستعمال على ملاق
بل نقول انه اذا انغمس فيه وهو قليل فقد
استعمل كله معاً لان جميعه شئى واحد فلا قصر ولا
سريان ولقد احسن العلامة الشامي رحمه الله تعالى
اذكره بقوله في المنحة يعنى انه لما انغمس
او ادخل يده مثلاً صار مستعملاً لجميع ذلك الماء
حكماً لان المستعمل حقيقة هو ملاق جسد
بخلاف ما اذا صب المستعمل فيه فان المستعمل
حقيقة وحكماً هو ذلك الملقى فلا وجه للحكم على
الملقى فيه بالاستعمال ما لم يساوه او يغلب عليه
اذ لم يدخل فيه جسده حتى يحكم عليه
بالاستعمال حكماً. يدل عليه ما في الاسرار
للدبوسى وقولهم في مسألة البئر جحط لو انغمس
بقصد الاغتسال للصلاة صار الماء مستعملاً اتفاقاً¹
اهـ فهذا هو التحقيق والله تعالى ولى التوفيق۔

فائدہ ۳: سبق العلامة ابا الاخلاص

طرف جائے گا کیونکہ یہ ایک دوسرے کے قریب ہیں، اور یہ
صریحاً مردود ہے، جیسا کہ گزرا کہ اعتبار غلبہ کو ہے اور اگر
سرايت کرے گا تو ملقی میں کرے گا، جیسا کہ علامہ عبد البر کو
وہم ہوا ہے تو فرق باطل ہو جائے گا اور کلام مقصود بالنقض کی
طرف لوٹے گا، اور یہی چیز ہے جس نے بحر کو اس پر مجبور کیا
وہ استعمال کا حکم صرف اس پر لگائیں جو ملاتی ہو، بلکہ ہم کہتے
ہیں جب کوئی شخص پانی میں غوطہ لگائے اور پانی کم ہو تو سب
یک دم مستعمل ہو جائیگا کیونکہ وہ سارے کا سارا شئى واحد
ہے، تو نہ قصر اور نہ سرايت ہے، علامہ شامی نے اس کو برقرار
رکھ کر اچھا کیا، وہ منہ میں فرماتے ہیں یعنی جب اس نے
غوطہ لگایا یا مثلاً اس نے اپنا ہاتھ ڈبویا تو سارا پانی مستعمل ہو گیا
حکماً، کیونکہ حقیقۃً مستعمل تو صرف وہی ہے جو بدن سے
متصل ہو، اور اگر مستعمل اس میں ڈالا گیا تو دوسرا حکم
ہے، کیونکہ حقیقۃً و حکماً مستعمل یہی ملقی ہے تو کوئی وجہ نہیں
کہ ملقی فیہ پر استعمال کا حکم لگایا جائے تا وقتیکہ وہ اس کے برابر
نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو کیونکہ اس کا جسم تو اس میں داخل
نہیں ہوا کہ اس پر حکماً استعمال کا حکم لگایا جائے، اس پر دبوسى
کی اسرار دلالت کرتی ہے اور ان کا مسئلۃ البئر جحط میں یہ کہنا
کہ اگر کسی شخص نے کنویں میں اس نیت سے غوطہ لگایا کہ
نماز کیلئے غسل کرے گا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہو جائے گا اھ تو
تحقیق یہی ہے اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

فائدہ ۳: علامہ نے ابو الاخلاص سے پہلے فرق کو

¹ منہ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

فی تعبیر الفرق هكذا بعض معاصري العلامة زين
فاورده ورده وهذا نصه في البحر اذا عرفت هذا ظهر
لك ضعف من يقول في عصرنا ان الماء المستعمل
اذا صب على الماء المطلق وكان المطلق غالباً يجوز
الوضوء بالكل واذا توضأ في فسقية صار الكل
مستعملاً اذا معنى للفرق بين المسألتين وما قد
يتوهم في الفرق من ان في الوضوء يشيع الاستعمال
في الجميع بخلافه في الصب مدفوع بان الشيوع
والاختلاط في صورتين سواء بل لقائل ان يقول
القاء الغسالة من خارج اقوى تأثيراً من غيره
لتعين المستعمل فيه بالمعاينة والتشخيص
وتشخص الانفصال¹ اهـ وهذا الكلام ارتضاه
السيدان ط وش حتى قال ط بعد ذكر كلام
الشرنبلالي هذا التوهم قد ذكره في البحر
واعرض² عنه اهـ اما المدقق العلائي فاستدرك على
البحر بكلام الشرنبلالي فقال فراجعهُ متاملاً³ اهـ
اقول: لقول القائل يشيع (١) في الجميع ثلثة
محامل وذلك لان الشيوع الامتزاج

بیان کیا، اسی طرح علامہ زین کے بعض معاصرین نے فرق
بیان کیا، اور اس کو رد کیا، اور یہ بحر میں ان کی عبارت ہے،
جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارے بعض معاصرین کے اس قول
کا ضعف ظاہر ہو گیا کہ مستعمل پانی جب مطلق پانی میں ڈالا
جائے اور مطلق غالب ہو تو سارے پانی سے وضو جائز ہے اور
جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو کل مستعمل ہو گیا، کیونکہ
دونوں مسئلوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں، اور یہ فرق جو
بیان کیا جاتا ہے کہ وضوء کی صورت میں استعمال تمام پانی
میں عام ہو جاتا ہے اور ڈالنے میں یہ صورت نہیں ہوتی، اس
لئے ناقابل لحاظ ہے کہ شیوع اور اختلاط دونوں صورتوں
میں برابر ہے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ دھوون کا باہر سے ڈالنا
زیادہ مؤثر ہے، کیونکہ اس میں مستعمل دیکھنے اور علیحدہ پہچان
کرنے سے متعین ہو جاتا ہے اہ اور اس کلام کو سیدان ط
اور ش نے پسند کیا یہاں تک کہ ط نے شرنبلالی کا کلام
ذکر کرنے کے بعد فرمایا، اس وہم کو بحر میں ذکر کیا اور اس
سے اعراض کیا اہ اور مدقق علائی نے بحر پر شرنبلالی کے کلام
سے استدراک کیا اور فرمایا پورے غور سے اس کی طرف
مراجعت کریں اہ۔

نیں کہتا ہوں "یشیع فی الجميع" والے قول میں تین
تاویلات ہو سکتی ہیں کیونکہ شیوع (١) امتزاج بلا امتیاز ہو

¹ بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۱۱ھ

² طحاوی علی الدر باب المیاء بیروت ۱۰۴۱ھ

³ الدر المختار علی حاشیۃ الطحاوی باب المیاء بیروت ۱۰۴۱ھ

تو تعین ممکن نہیں بلکہ کل میں اس کا احتمال علی سبیل البدلیۃ ہے جیسا کہ مشاع کاہبہ، اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو اس کا پانی تمام پانی میں ملے گا اور امتیاز ممکن نہیں، تو جو چلو لیا جائے گا اس میں احتمال ہے کہ مستعمل پانی سے ہو، تو استعمال کا حکم تمام پانی کو اس طرح شامل ہوگا جیسا کہ غیر ممتاز دو دو حصوں والی چیز کے نصف کاہبہ ہو، اور شیوع (۲) سریان یعنی جب اس میں وضو کیا تو جو اس کے ملاقی ہے وہ مستعمل ہو جائیگا پھر اس کے ساتھ والے اجزاء تک یہی حکم چلے گا اور اس طرح سارے کا سارا مستعمل ہو جائیگا، اور (۳) شیوع عموم کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی وضو کی صورت میں استعمال کا حکم تمام پر لاگو ہو جاتا ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ تیسرا معنی حق اور بے غبار ہے، اور بحر کا اعتراض اس پر نہیں ہوتا، کیونکہ حکم کا عموم سبب کے عموم کی وجہ سے ہے کیونکہ کل ملاقی ہے جیسا کہ کئی مرتبہ گزرا، اور دوسرے معنی کی طرف علامہ شرنبلالی کا میلان ہے جیسا کہ اُن کے کلام سے متبادر ہے اور اس کا مالہ وما علیہ آپ جان چکے ہیں اور پہلا معنی بھی اسی کی طرح باطل ہے، ان کی تردید میں اور اس کے ابطال کو فرق کے اثبات کا لازم ہونا کافی ہے اور بحر نے اس کو پہلے پر محمول کیا ہے اور شیوع کی تفسیر اختلاط سے کی ہے اور حکم لگایا ہے کہ یہ دونوں صورتوں میں برابر ہے اور ان کے نزدیک یہ پہلے معنی کے باعث ہے سریان و عموم کی وجہ سے نہیں ہے، ہاں اگر شیوع سے مراد اس کا سبب لیں تو

من دون امتیاز فلا یمن التعیین بل الکلی یحتملہ علی البدلیۃ کھبۃ المشاع والمعنی علیہ انہ اذا توضع فی الفسقیۃ اختلط ماء وضوئہ بسائرہا بحیث لا یمن التمییز فای غرفۃ تأخذہا تحتل ان تکون من المستعمل فیکون حکم الاستعمال شائعاً فی جمیع الاجزاء شیوع ہبۃ نصف شائع فی النصفین (۲) والشیوع السریان ای اذا توضع فیہا استعمال ملاقاہ وتعدی حکم منہ الی جارہ وھکذا فصار الکلی مستعملاً (۳) والشیوع العموم ای ان فی الموضوع یعم الاستعمال لجمیع وانت تعلم ان المعنی الثالث حق صحیح لا غبار علیہ اصلاً ولا یمسہ ما فی البحر لان عموم حکم لعموم السبب فان الکلی ملاق کما سبق مراراً والمعنی الثانی ہو ما جنح الیہ علامۃ الشرنبلالی فی متبادر کلامہ وقد علمت مالہ وعلیہ والمعنی الاول مثله فی البطلان کفی ردا علیہما مسأله الملقی ولزوم اثبات الفرق بأبطالہ والبحر حملہ علی الاول ففسر الشیوع بالاختلاط وحکم انہ فی صورتین سواء وانما ذلک عندہ للمعنی الاول دون السریان والعموم الا ان یرید بالشیوع سببہ ویفسرہ بالاختلاط فیکون المعنی ان سبب السریان والعموم عندک وهو الاختلاط سواء فی صورتین مع تخلف حکم

فَالْبَلْقَىٰ وَفَاقًا وَقَدْ عَلِمْتَ جَوَابَهُ عَلَى الْحَقِّ نَعَمْ
مَنْ يَزَعُمُ السَّرِيَانَ يَرُدُّ عَلَيْهِ وَلَا يَرُدُّ۔

ثم اقول: ما ترقى به لا احصله (۱) فاولا ليس من
شرط الاستعمال رؤية مرورة على البدن ولا
معايينة انفصاله ولا لمرئيه مزية على غيره مع
تحقق العلم القطعي به ولا شك انه شيعي
متشخص بنفسه فلا يضره عدم قدرتنا على
تمييزه وثانيا ليس الاستعمال (۲) مقولا
بالتشكيك ليكون المرئي اقوى من غيره
وثالثا: انما (۳) مبناه على ما ارتكز في ذهنه
رحمه الله تعالى ان الملاقى هي الاجزاء الملاصقة
وليس كذلك بل الكل كما حققنا فكما ان
المصبوب كان ممتازا منحاذا متشخصا عاينا
مرورة على البدن ثم انفصاله عنه كذلك كل
الماء في الفسقية ممتاز منحاذا متعين معين
ورود الاعضاء فيه ثم انفصالها منه۔

فائدة ۴: كلام الاسرار البار برمته في الفصل
الثاني وقع اوله موافقا لما وقع في البدائع من ان
المستعمل هي الاجزاء الملاصقة بالبدن واخره
نص صريح على ما هو الحق حتى ان اخا

۔۔۔ اور اس کی تفسیر وہ اختلاط سے کریں تو معنی یہ ہوں گے کہ
سریان یا عموم کا سبب تمہارے نزدیک اختلاط ہی ہے اور وہ
دونوں صورتوں میں یکساں ہے حالانکہ ملقی میں حکم مختلف ہے
اتفاقاً، اور اس کا حق جواب آپ جان چکے ہیں، ہاں جو سریان کا
گمان کرتا ہے اس پر رد کیا جائے گا اور وہ رد نہ کرے گا۔ (ت)

میں کہتا ہوں بر سیل ترقی جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ درست
نہیں، اولاً مستعمل ہونے کی یہ شرط نہیں ہے کہ اس کو بدن پر
گزرتا ہوا دیکھا جائے، نہ اس کے جدا ہونے کا دیکھنا ضروری ہے اور
نہ ہی دیکھنے کے قابل ہونا اس کیلئے دوسروں پر وجہ فضیلت
ہے، جبکہ اس کا علم قطعی ہو اور اس میں شک نہیں کہ یہ ایک ایسی
چیز ہے جو متشخص بنفسہ ہے تو ہمارا اس کی تمیز پر پر قادر نہ ہونا اس
کو مضر نہیں، ثانیاً استعمال تشکیک کے قبیلہ میں سے نہیں تاکہ
مرئی دوسروں سے اقوی ہو۔

ثالثاً اُس کا مبنی صرف یہ ہے کہ اُن کے (رحمہ اللہ تعالیٰ) ذہن میں
یہ بات مرکوز ہو گئی ہے کہ ملاقی صرف وہ اجزاء ہیں جو متصل
ہیں، حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ تمام اجزاء میں، جیسا کہ ہم نے
تحقیق کی ہے جیسا کہ بدن پر ڈالا جانے والا پانی الگ اور ممتاز نظر
آتا ہے اور جسم سے جدا ہوتا بھی دکھائی دیتا ہے اسی طرح حوض کا
کُل پانی الگ اور ممتاز ہے جو نظر آتا ہے، اس میں اعضاء کا ڈوبنا اور
جدا ہونا بھی نظر آتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۴: اسرار کا مکمل کلام جو گزرا دوسری فصل میں اس کی ابتدا
بدائع کے مطابق ہے کہ مستعمل وہی اجزاء ہیں جو بدن سے متصل
ہیں اور اس کا آخر حق پر نص صریح ہے، یہاں تک کہ صاحب البحر
کے بھائی علامہ عمر ابن نجیم جو اس مسئلہ میں ان کے پیروکار ہیں،

بحر کے حاشیہ میں نقل کرتے ہیں، اور نقل میں انصاف کیا ہے جہاں انہوں نے اسرار کی عبارت کے بعد کہا اس عبارت نے غبار صاف کر دیا الخ اس پر کہا ہاں غبار صاف کر دیا اُس کے آخر تک، صرف اتنا ہے کہ محمد کہتے ہیں کہ جب تھوڑے سے پانی میں غسل کیا تو کل حکماً مستعمل ہو گیا، ہم کہتے ہیں یہاں دو صورتیں ہیں ایک تو مستعمل پانی کا غیر مستعمل میں واقع ہونا تو اُس پانی کے غلبہ کا اعتبار ہوگا جو مستعمل نہیں دوسرا وہ پانی جس سے ایک شخص نے وضو کیا ہو یا بوجہ حاجت اس نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا تو کُل حکماً مستعمل ہو گیا جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے اس کو منہ میں نقل کیا اور برقرار رکھا، اس لئے بحر کو اس عبارت کے اول سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور اس کے رد میں انہوں نے کہا کہ یہ ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے، اور ناچیز نے اس قول کے اول و آخر میں تطبیق دی ہے اور اس کو منظم کلام کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور شیخ علامہ عبدالبر نے وہابیہ کی شرح میں ایک دوسری راہ اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ اس کے اول کو سوال اور آخر کو جواب قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ ابو زید الدبوسی نے کتاب الاسرار میں وہ ذکر کر لیا ہے

صاحب البحر العلامة عمر بن نجيم رحمهم الله تعالى مع اقتفائه في المسألة آثار البحر انصف فيما نقل عنه في هامش البحر حين عقب عبارة الاسرار بقوله فهذه العبارة كشفت اللبس الخ فكتب عليه نعم كشفت اللبس من حيث آخرها الا ان محمدا يقول لما اغتسل بالماء القليل صار الكل مستعملا حكماً¹ قلنا صورتان صورة وقوع ماء مستعمل في غيره فيعتبر غلبة الذي ليس بمستعمل والثانية ماء واحد توضع به شخص او ادخل يده لحاجة صار مستعملا كله حكماً كما رأيت³ اه نقله في المنحة واقره ولذلك لم يتأت للبحر الانتفاع بأوله والتجأ الى رده ببنائه على رواية ضعيفة والعبد الضعيف قدم التوفيق بين اوله وأخره بحيث جعله كلاماً واحداً منتظماً والشيخ العلامة عبد البر سلك في شرح الوهبانية مسلكاً آخر فجعل اوله سؤالاً وأخره جواباً اذ قال والحاصل ان ابا زيد الدبوسي في كتاب الاسرار اورد

¹ بحر الرائق كتاب الطهارة الشيخ ايم سعيد كينى كراچى ۱/۱۷۱

² كذا في نسختي المنحة وصوابه لالحاجة او لغیر حاجة اه منہ (م) میرے پاس موجود منہ کے نسخہ میں اسی طرح ہے اور مناسب "الحاجة" یا

"الغیر حاجة" ہے۔ (ت)

³ منحة الخالق علی البحر الرائق كتاب الطهارة الشيخ ايم سعيد كينى كراچى ۱/۱۷۱

جو بدائع میں ابو یوسف کی طرف محمد پر الزام ذکر کیا ہے اور محمد کا جواب ذکر کیا ہے جس سے تمام بات واضح ہو گئی انہوں نے پہلے تو ہمارے علماء کا مذہب مستعمل پانی کی بابت ذکر کیا اور امام محمد کا استدلال ذکر کیا پھر کہا کہ عام مشائخ امام محمد کے قول اور ان کی روایت جو امام ابو حنیفہ سے ہے کی تائید کرتے ہیں۔ پھر فرمایا دوسرے قول پر (یعنی اُس کی نجاست پر) اُس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو مروی ہے، پھر "لا یبولن احدکم" والی حدیث سے استدلال کیا۔ پھر فرمایا جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ مستعمل پانی طاهر و طہور ہے وہ اس سے غسل کو حرام قرار نہیں دیتے ہیں الی آخر ما تقدم عن الدبوسی۔ (ت)

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ تقریر اسرار کی عبارت کے سیاق سے ظاہر نہیں ہے، اس کا بیان اُس پر موقوف ہے جو بدائع پھر بحر میں مذکور ہے کہ پانی کو مطہر ہونے سے بلا ضرورت خارج کرنا حرام ہے اہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو کا تھوڑے پانی میں غسل کرنا محمد کے نزدیک بھی حرام ہے، گویا امام ابو یوسف بطور الزام اُن سے یہ کہتے ہیں کہ تمہارے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے اور پاک پانی دوسرے پانی کی طہوریت کو سلب نہیں کرتا ہے جب تک کہ طہور غالب ہو، جیسے کہ دودھ اس میں گر جائے، تو آپ

ما ذکرہ فی البدائع علی سبیل الزام من ابی یوسف لمحمد رحمہما اللہ تعالیٰ و ذکر جواب محمد عنہ فکشف اللبس و اوضح کل تخمین و حدس فانہ قال بعد ما ذکر مذاہب علمائنا فی الباء المستعمل والاستدلال لمحمد رحمہم اللہ تعالیٰ عامۃ مشایخنا ینصرون قول محمد و روایتہ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم قال یحتج للقول الآخر (ای نجاستہ) بہا روی ف ذکر حدیث "لا یبولن احدکم" ثم قال ومن قال ان الباء المستعمل طاهر طهور لایجعل الاغتسال فیہ حراما الی آخر ما تقدم عن الدبوسی¹۔

اقول: هذا التقرير (۱) وان لم یکن ظاہرا من سوق عبارة الاسرار بیانہ یتوقف علی ما ذکر فی البدائع ثم البحر ان اخراج الباء من ان یكون مطہرا من غیر ضرورة حرام² ھ فیستفاد منہ ان اغتسال المحدث فی الباء القلیل حرام عند محمد ایضا فکأن الامام ابی یوسف یلزمہ بان المستعمل طاهر عندک والظاهر لایسلب الطهور طہوریتہ مادام الطهور غالباً کلبن یقع فیہ فلا یصح لك تحريم الاغتسال فیہ الا

¹ منہ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

² بحر الرائق کتاب الطہارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

ان تقول بقول وتحکم بنجاسة الغسالة فح يفسد الكل ويصح الحكم فاجاب محمد بان الكل لكونه قليلا شيئ واحد فصار الكل ملاقيا لبدن المحدث فصار الكل مستعملا حكما بخلاف اللبن فليس فيه الاختلاط طاهر بطهور وليس سبب الاستعمال فلا يسلبه الطهورية مادام الماء غالبا عليه۔

قلت: وملك العلماء لم يجعله الزاماً من ابى يوسف لمحمد بل دفع يرد على استدلال ابى يوسف بالحديث كما تقدم نقله في صدر الفصل الاول ولكل وجهة هو موليها وبالجمله اوله على كلا الوجهين تأييد لرواية ضعيفة وكفى باخرة جواباً عنه والاولى ما فعل العبد الضعيف كما علمت والله الحمد۔

فائدة ۵: من كلام الشيخ ابن الشحنة في الشرح على مسألة محدث وقع في بئر مانصه والذي تحرر عندي انه يختلف الحكم فيها باختلاف اصول اثبتنا فيه والتحقيق نزح الجميع عند الامام على القول بنجاسة الماء المستعمل وقيل اربعون عنده وتحقق مذهب محمد انه يسلبه الطهورية وهو الصحيح عن الامام والثاني وعليه

اُس میں غسل کو حرام نہیں کر سکتے ہیں، صرف اس کی یہی صورت ہے کہ آپ میرے قول کو اختیار کر لیں، اور دھوون کی نجاست کا قول کریں، اس صورت میں کُل پانی فاسد ہو جائے گا اور حکم صحیح ہوگا، محمد نے اس کا جواب یہ دیا کہ کل پانی بوجہ قلیل ہونے کے چونکہ شیء واحد ہے تو کل بے وضو کے بدن سے متصل ہوا، تو حکماً کل مستعمل ہو گیا، دودھ میں یہ چیز نہیں اُس میں ایک طاهر کا طہور سے ملنا ہے اور یہ استعمال کا سبب نہیں ہے تو اُس کی طہوریت کو سلب نہ کریگا جب تک پانی اس پر غالب رہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں ملک العلماء نے اس کو ابو یوسف کی طرف سے امام محمد پر بطور الزام ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ ایک درمیانی اعتراض کا جواب ہے جو ابو یوسف کے حدیث سے استدلال پر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فصل اول کی ابتداء میں گزرا، ہر شخص کا اپنا اپنا طرز استدلال ہوتا ہے، خلاصہ یہ کہ اس کا اول دونوں صورتوں میں ایک ضعیف روایت کی تائید ہے اور اس کا آخر اس کا جواب ثانی ہے، اور بہتر وہ صورت ہے جو ناچیز نے اختیار کی ہے، جیسا کہ آپ نے جان لیا واللہ الحمد۔ (ت)

فائدہ ۵: یہ شیخ ابن الشحنة کے کلام سے ماخوذ ہے جو انہوں نے اُس بے وضو کی بابت کیا ہے جو کنویں میں گر پڑا ہو، فرماتے ہیں اس کا حکم ہمارے ائمہ کے اصول کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے اور تحقیق یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تمام کنویں کا پانی نکالا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے، ایک قول یہ ہے کہ چالیس ڈول نکالے جائیں گے، اور مذہب امام محمد کی تحقیق یہ ہے کہ وہ

الفتویٰ فیئنح عشرون لیصیر طهورا وهذا علی القول بعدم اعتبار الضرورة املو اعتبرت لا یصیر مستعبلا فی کل موضع تتحقق الضرورة فی الانغماس فی الماء وادخال الید فیہ واعتبار الضرورة فی مثل ذلك مذکور فی الصغری وغیرہا۔ فلا تغتر بما ذکرہ شیخنا العلامة زین الدین قاسم تغمدہ اللہ برحمته فی رسالته المسماة برفع الاشتباه فانه خالف فیہا صریح المنقول عن ائمتنا واستند الی کلام وقع فی البدائع علی سبیل البحث وتبعہ (یعنی القاسم) علی ذلك بعض من ینتحل مذهب الحنفیة ممن لارسوخ له فی فقہہم وکتب فیہ کتابة مشتبهة علی خلط وخط ومخالفة النصوص المنقولة عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وقد بینت ذلك فی مقدمة کتبتہا حققت فیہا المذهب فی هذه المسألة (ثم قال والحاصل ان ابازید الدبوسی الی اخر ما قدمنا عنه أنفا ثم قال) وفی البدائع ایضا التصریح بأن الطاهر اذا انغمس فی البئر للاغتسال صار مستعبلا عند اصحابنا الثلاثة رضی اللہ تعالیٰ عنہم وصرح فی فتاویٰ قاضیخان بأن ادخال الید فی الاناء للغسل یفسد الماء عند ائمتنا الثلاثة وتکفل بأیضاح هذا وتحریرہ رسالتي زهر الروض¹ اه

پانی سے طہوریت کو سلب کر لیتا ہے، اور امام صاحب سے صحیح یہی ہے اور دوسرے امام سے بھی، اور اسی پر فتویٰ ہے تو اس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ وہ طہور ہو جائے اور یہ عدم اعتبار ضرورت کے قول پر ہے، اور اگر ضرورت کا اعتبار کیا جائے تو ہر اس جگہ جہاں پانی میں غوطہ لگانے کی یا ہاتھ ڈبونے کی ضرورت ہو وہاں پانی مستعمل نہ ہوگا اور ضرورت کا اعتبار اس کی مثل میں صغریٰ وغیرہ میں مذکور ہے، تو شیخ علامہ زین الدین نے اپنے رسالہ رفع الاشتباه میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے مغالطہ نہ ہونا چاہئے کہ وہ ہمارے ائمہ کی صریح نقول کے مخالف ہے، وہ محض اس بحث کے سہارے پر ہے جو بدائع نے کی ہے اور ان کی (یعنی علامہ قاسم کی) پیروی محض بعض ناپختہ کار حنفی فقہاء نے کی ہے، اور اسی پر ایک بے سرو پا کتاب جو امام محمد سے منقول نصوص کے مخالف ہے لکھی ہے، میں نے یہ تمام بحث ایک مقدمہ میں کی ہے، اور اس میں مذہب کی تحقیق کی ہے (پھر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابو زید دبوسی الی اخر ما قدمنا عنه أنفا پھر فرمایا) اور بدائع میں بھی یہ تصریح کی ہے کہ پاک انسان جب کُنویں میں غوطہ لگائے غسل کی نیت سے، تو ہمارے اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائیگا، اور فتاویٰ قاضیخان میں یہ تصریح موجود ہے کہ پانی میں بہ نیت غسل ہاتھ ڈالنا پانی کو فاسد کر دیتا ہے، ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک، میں نے اس کی مکمل ایضاح و تحریر اپنے رسالہ زہر الروض میں کی ہے (ت)

¹ منہج الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارة النجاء سید کمپنی کراچی ۷۲/۱

میں کہتا ہوں یہ کلام بہت خوب ہے، اس میں انہوں نے بڑی وضاحت سے اپنے رسالہ کے مقاصد کو ظاہر کیا ہے، اور زہر الروض نے جو ملقی اور ملاقی میں خلط بحث کیا ہے عدم جواز میں، اُس سے بھی چھٹکارا دلایا ہے صرف بیس ڈول والی حدیث کا معاملہ باقی ہے اور ان کے مذہب معتمد میں تحقیق یہ ہے کہ جب تک مستعمل پانی برابر یا غالب نہ ہو اس وقت تک پانی بالکل نہیں نکالا جائیگا کیونکہ طہور پاک نہیں ہوتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۶: دُر میں ہے کہ مطلق پانی آدھے سے زائد ہے تو کُل سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، اور یہ چیز ملقی اور ملاقی کو عام ہے تو چھوٹے حوضوں میں وضو جائز ہے جب تک مستعمل پانی کا برابر ہونا معلوم نہ ہو، اس کی تحقیق بحر، نہر اور منخ میں موجود ہے، میں کہتا ہوں شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں دونوں میں فرق کیا ہے وہ بغور دیکھا جائے

اور "ش" نے ان کے قول حقیقہ فی البحر کے پاس ان کا استدلال ذکر کیا ہے کہ ان کا اطلاق مفید عموم ہے، اور بدائع کے قول اور قارئی الہدایہ کے مذکورہ فتویٰ سے، فرمایا بحر میں دوسری عبارات سے بھی استدلال کیا ہے مگر وہ ان کے حق میں مفید نہیں، جیسا کہ غور کرنے پر ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ وہ عبارات ملقی سے متعلق ہیں اور جھگڑا ملاقی میں ہے، جیسا کہ ہم نے

اقول: ہو کلام طیب لخص فیہ مقاصد رسالتہ وخلصہ مباً خلط بہ فی زہر الروض من تسویۃ السلقی والملاقی فی عدم الجواز الا (۱) حدیث نزح عشرین (۲) والتحقیق عندہ علی مذہبہ المعتمد لا نزح اصلاً مالم یساو او یغلب لان الطہور لا یطہر۔

فائدہ ۷: قال فی الدر ان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر بالکل والا لا وهذا یعم الملقی والملاقی ففی الفساقی یجوز التوضی مالم یعلم تساوی المستعمل علی ما حققہ فی البحر والنہر والمنح قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متأمل^۱ اھ۔

وذكر ش عند قوله حققه في البحر استدلاله على ذلك باطلاقهم المفيد للعموم وبقول البدائع وفتوى قارئى الهداية المذكورة قال وقد استدلل في البحر بعبارات اخر لا تدل له كما يظهر للمتأمل لانها في السلقى والنزاع في الملاقى كما اوضحناه فيما علقناه عليه فلذا اقتصرنا على ما ذكرنا^۲ اھ ورأيتنى كتبت في جد

^۱ در مختار باب المياہ مجتبائی دہلی ۳۴/۱

^۲ ردالمختار باب المياہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۴/۱

المبتار علی قوله المفید للعموم مانصہ۔

اقول: نعم یفید علی فرض ان المستعمل فی الملاقی هو السطح الملاصق من الماء بجسد المحدث لا غیر وهو اول النزاع وانا اقول لو كان كذلك لارتفع المستعمل من صفحة الدنيا لانك اذا صببت الماء علی يدك مثلاً فانما یلاقی یدك سطح من الماء وسائر جرمه منفصل عنها كما ان التلاقی یكون بسطح من یدك وسائر جرمها لم یسسه الماء والجسم ابداً یكون اكبر من السطح فتكون الغلبة لغیر المستعمل فلا یصیر مستعملاً ابداً واذا جعلت كله مستعملاً لتلاقی سطحه سطح الجسد فلا نعلم فرقاً بین جرم وجرم فان اسلت اسالة ضعيفة صار الكل مستعملاً وان صببت صباً شديداً حتى كان ثخن الماء اضعاف الاول كان ایضاً كله مستعملاً فلا دلیل علی التفرقة بین ثخن وثخن ما لم یبلغ حد الكثرة. وقول البدائع بحث منه ذكره فی سؤال وجواب لانقل عن الاصحاب بخلاف كلام الامام الدبوسی فانه نقل صریح ومن النصوص الصرائح كذلك مسائل ادخال الید والرجل ودخول المحدث فی البئر المصرح بها نقلاً عن الائمة الثلاثة فی المتون والشروح والفتاوی وحمل كلها علی رواية ضعيفة مما لا یعقل ولا یحتمل وعبارة الفتاوی

واضح کیا ہے، اپنی تعلیقات میں اس پر ہم نے روشنی ڈالی ہے، اس لئے ہم نے اس پر اکتفاء کیا، اور میں نے اپنی کتاب "جد المختار" میں لکھا ہے، یہ ان کے قول "المفید للعموم" کے تحت لکھا گیا ہے۔ میری عرض یہ ہے کہ۔۔۔۔۔ ہاں فائدہ دیتا ہے اس مفروضہ پر کہ مستعمل ملاقی میں وہ سطح آب ہے جو محدث کے جسم سے ملی ہوئی ہے، اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے اور وہ پہلا نزاع ہے، اور میں کہتا ہوں اگر ایسا ہی ہوتا تو روئے زمین پر مستعمل پانی کا وجود ہی ناپید ہو جاتا کیونکہ مثلاً اگر آپ نے اپنے ہاتھ پر پانی بہایا تو آپ کا ہاتھ پانی کی سطح سے ملے گا اور اس کا باقی حصہ اس سے الگ رہے گا، جس طرح تلاقی آپ کے ہاتھ کی سطح سے ہوتی ہے اور اس کا باقی حصہ پانی سے کبھی نہیں لگتا ہے اور جسم ہمیشہ سطح سے بڑا ہی ہوتا ہے، تو غلبہ غیر مستعمل کو ہوگا تو وہ مستعمل کبھی نہ ہوگا، اور جب آپ نے کل کو مستعمل قرار دیا کہ اس کی سطح جسم کی سطح سے مل رہی ہے تو ہم ایک جرم اور دوسرے جرم میں فرق نہیں پاتے ہیں، تو اگر آہستہ سے بہایا جائے تو کل مستعمل ہو جائے گا، اور اگر سختی سے بہایا جائے اس طور پر کہ پانی کا حجم پہلے سے کئی گنا زائد ہو تو بھی کل مستعمل ہو جائے گا تو پانی کے ایک حجم اور دوسرے حجم کے فرق پر کوئی دلیل نہیں، تاوقتیکہ وہ حد کثرت کو نہ پہنچ جائے، اور بدائع کا قول تو محض ایک بحث ہے جس کو انہوں نے ایک سوال وجواب کے ضمن میں ذکر کیا ہے یہ اصحاب امام ابی حنیفہ

صريحة في ان الماء المستعمل يقع فيها فيكون من الملقى دون الملاق ولا تغتر بأنهم لا بد لهم ان يغترفوا منها فيدخلوا ايديهم قبل الغسل وذلك تلاق لان الاغتراف معفو عنه بالاتفاق لاجل الحاجة اه ما كتبت عليه، وقد علمت مما قدمناه في الفصول الثلاثة ان الفحول الثلاثة كلهم قد اغفلوا محل النزاع ولكن لاجب في الاغفال انما (۱) العجب من العلامة الشامي تنبه لهذا وترك جل ما في البحر لكونه في الملقى ثم اورد عبارة الفتوى مع انها كما علمت صريحة في الملقى فكان يجب اسقاطها ايضاً وقد علمت ما في الاستدلال بالعموم من نوع مصادرة على المطلوب فليس بايديهم شيئي اصلاً سوى بحث البدائع الواقع مناضلاً لمتواترات النصوص والروايات الظاهرة الصحيحة عن الائمة الثلاثة مصادماً لاجماعهم المنقول في الكتب المعتبرة حتى البدائع والبحر فتثبت ولا تنزل ثبتنا الله واياك والمسلمين بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة انه ولي ذلك والقدير عليه ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا وآله وصحبه وابنه وحزبه اجمعين آمين!

سے نقل نہیں ہے جبکہ امام دہلوی نے نقل پیش کی ہے اسی طرح ہاتھ پیر داخل کرنے، اور بے وضو کے کنوئیں میں داخل ہونے کے مسائل صراحۃً متون و شروح میں مذکور ہیں اور فتاویٰ میں بھی مذکور ہیں، ان کو ہمارے ائمہ ثلاثہ سے نقل کیا گیا ہے، اب ان تمام چیزوں کو ایک ضعیف روایت پر محمول کرنا انتہائی غیر معقول بات ہے، اور فتویٰ کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ مستعمل پانی اس میں گرتا ہے تو وہ ملتی سے ہوگا نہ کہ ملاتی سے، تجھے یہ دھوکانہ ہو کہ ان کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس سے چلو کے ذریعہ پانی نکالیں تو وہ ہاتھ دھونے سے قبل داخل کریں گے اور اسی کو تلاق کہتے ہیں، کیونکہ اس طرح چلو سے پانی نکالنا بالاتفاق معاف ہے، کیونکہ اس میں حاجۃ ہے اہ یہاں تک میرا حاشیہ ختم ہوا، اور جو کچھ ہم نے فصول ثلاثہ میں ذکر کیا ہے اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ تینوں جلیل القدر علماء اصل محل نزاع سے غافل رہے، لیکن اس غفلت پر تعجب نہیں، تعجب تو اس امر پر ہے کہ علامہ شامی اس پر متنبہ ہو گئے اور جو بحر میں تھا اس کو ترک کر دیا کیونکہ اس کا تعلق ملتی سے تھا، اور پھر بھی فتویٰ کی عبارت ذکر کی، حالانکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے وہ ملتی میں صریح ہے تو اس کا اسقاط بھی ضروری تھا اور آپ کو معلوم ہے کہ عموم سے استدلال میں ایک قسم کا مصادرہ علی المطلوب ہے تو ان کے پاس بدائع کے بحث کے علاوہ کچھ نہیں ہے جبکہ یہ عبارت نصوص متواترہ اور روایات ظاہرہ صحیحہ کے مخالف ہے اور ائمہ ثلاثہ کا جو اجماع کتب معتمدہ حتیٰ کہ بدائع اور بحر میں بھی منقول ہے اُس کے بھی خلاف ہے لہذا اس کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے، اللہ تعالیٰ تم کو

ہم کو تمام مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں حق پر ثابت قدم رکھے وہ اس کا والی اور قادر ہے اس اللہ علی و عظیم کے سوا کسی کو طاقت نہیں ہے اور صلوٰۃ ہمارے سردار ان کی آل اصحاب بیٹے جماعت تمام پر ہو، آمین! (ت)

فائدہ ۷: "ش" نے اس بحث کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے "میں کہتا ہوں اور اس میں (یعنی جس کی طرف علامہ اور بحر کا میلان ہے) بڑی وسعت ہے خاص طور پر اُس زمانہ میں جبکہ ہمارے بلاد کی مساجد وغیرہ سے حوضوں کا پانی ختم ہوتا جاتا ہے، لیکن احتیاط مخفی نہیں" (ت)

میں کہتا ہوں احتیاط تو اس میں ہے کہ دو دلیلوں میں سے جو زیادہ قوی ہو اس پر عمل کیا جائے، اور آپ کو معلوم ہے کہ جس طرف ان کا رجحان ہے اس پر کوئی دلیل نہیں، اور گنجائش میں کبھی مرجوح روایت کو بھی درایت اختیار کرنا پڑتا ہے، اور یہاں تو نہ روایت ہے اور نہ درایت، ہاں اگر ضرورت پائی جاتی ہے تو بقول امام مالک اور امام شافعی عمل کی حد تک پائی جاتی ہے، اور ان کے نزدیک یہ پانی طاہر و طہور ہے۔ (ت)

فائدہ ۸: "ش" نے منحنی میں بحر کے قول پر فرمایا دونوں مسئلوں میں کوئی فرق نہیں، یعنی ملقی اور ملاقی میں، ان کی عبارت یہ ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا اس پر نجاست کی روایت دلالت کرتی ہے کیونکہ نجس دوسرے کو بھی نجس کرتا ہے خواہ وہ ملقی ہو یا ملاقی، اسی طرح طہارت کی روایت پر۔ اور جب صورت حال یہ ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ بہت سے علماء نے اس کو

فائدہ : ختم هذا المبحث ش بقوله قلت وفي ذلك (أي مآمال اليه العلامة والبحر) توسعة عظيمة ولا سيما في زمن انقطاع البياض عن حياض المساجد وغيرها في بلادنا ولكن الاحتياط لا يخفى¹ اه

اقول: (۱) الاحتياط العمل بأقوى الدليلين وقد علمت ان مآمالا اليه لا دليل عليه (والتوسعة قد تبيح الميل الى رواية لغيرها رجحان عليها دراية وههنا لا رواية ولا دراية نعم ان تحققت الضرورة ففي العمل بقول امامي الهدى مالك والشافعي رضي الله تعالى عنهما مندوحة ان الماء المستعمل طاهر وطهور۔

فائدہ : قال ش في المنحة على قول البحر لا معنى للفرق بين المسألتين يريد الملقى والملاقى مانصه قال بعض مشائخنا يدل عليه ايضا رواية النجاسة فان النجس ينجس غيره سواء كان ملقى او ملاقيا فكذا على رواية الطهارة واذا كان كذلك فليكن التعويل عليه سيما وقد اختاره كثيرون وعامة من تأخر عن الشارح تابعه على

¹ ردالمحتار باب البياض مصطفى الباني مصر ۱۳۵۱

ذلك حتى صاحب النهر مع مافيه من رفع الحرج العظيم على المسلمين^١۔
 اقول اولاً: (١) ان كان للقياس على رواية النجاسة

اختيار کیا ہے اور شارح کے بعد آنے والے علماء نے حتی کہ صاحب نہر نے بھی ان کی متابعت کی ہے، پھر مسلمانوں کو تنگی سے نکالنا ہے (ت)
 میں کہتا ہوں اولاً اگر قیاس کو نجاست والی روایت پر گنجائش موجود ہو تو شیخ ابن الشحنة اس کے بہ نسبت آپ کے زائد مستحق ہیں کیونکہ نجاست والی روایت پر برابری تاثیر میں ہے نہ کہ عدم تاثیر میں جیسے وہ دونوں سلب طہارت کی تاثیر میں برابر ہیں، اسی طرح طہارت کی روایت پر سلب طہوریت میں برابر ہونا چاہئے نہ کہ اصلاً عدم تاثیر میں مساوات ہو۔ ثانیاً اس امر کی علماء نے تصریح کی ہے جو پانی نجس پر وارد ہوتا ہے وہ بھی نجس ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کا عکس ہے، یعنی ناپاک ہونا کل تھوڑے پانی میں ہوتا ہے خواہ وہ نجاست پر وارد ہو یا نجاست اس پر وارد ہو، اس لئے اسی قسم کا قول ہم یہاں کرتے ہیں تو جس طرح وہ پانی جو نجاست حکم پر وارد ہوتا ہے اس کی طہوریت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح نجاست حکم جب تھوڑے پانی پر وارد ہو تو تمام پانی کی طہوریت ختم ہو جائے گی، اور ایک نجاست کو دوسری نجاست پر قیاس کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ طہارت کی روایت کو نجاست کی روایت پر قیاس کیا جائے۔

ثالثاً: یہی حل ہے، حکم جب ثابت ہوتا ہے تو وہ اس کے سبب کے ثابت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے،

مساغ كان الشيخ ابن الشحنة احق بهذا منكم فان التسوية على رواية النجاسة انما هي في التأثير لافي عدمها فكما استويا عليها في التأثير بسلب الطهارة فكذا على رواية الطهارة بسلب الطهورية لا في عدم التأثير اصلاً وثانياً: (٢) صرحوا ان ماء ورد على نجس نجس كعكسه اي ان التنجس يحصل للماء القليل كله سواء كان هو الوارد على نجاسة او بالعكس واذن نقول بمثله ههنا فكما ان الماء الوارد على نجاسة حكيمية يصير كله منسلب الطهورية كذلك النجاسة الحكيمية اذا وردت على ماء قليل تجعل جميعه منسوب الطهورية وقياس احدى النجاستين على الاخرى احق بالقبول من قياس رواية الطهارة على رواية النجاسة،

وثالثاً: (٣) وهو الحل الحكم انما يثبت بثبوت سببه وسبب التنجس هو ملاقاته بالنجس وهو حاصل في الملقى كالملاقى وسبب الاستعمال ملاقاته بدن

منحة الخالق على البحر الرائق كتاب الطهارة المجلد ١١ ص ١٤٣

اور ناپاک ہونے کا سبب ناپاک سے ملاقات ہے، تو وہ ملتی میں بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح ملاقی میں ہے اور استعمال کا سبب محدث کے بدن سے ملاقات ہے یا متقرب کے بدن سے ملاقات ہے خواہ حدث پر پانی وارد ہو یا پانی پر حدث وارد ہو، اور یہ چیز ملاقی میں تو ہے ملتی فیہ میں نہیں کیونکہ مستعمل پانی جب حوض میں ڈالا جائے تو نہ تو اس کا پانی حدث پر وارد ہوا اور نہ ہی حدث اس پر وارد ہوا، اور اس پر وہ چیز وارد ہوئی ہے جو حدث پر وارد ہوئی ہے اور یہ سبب استعمال نہیں۔

رابعاً: آپ حرج رفع کرنے کا معاملہ اور اس کا رد سن چکے ہیں۔ خامساً یہ کثیر علماء بحر سے متاخر ہیں، اور ان میں کوئی اس پایہ کا نہیں کہ مذہب میں اس کا قول سند ہو، خاص طور پر قول صحیح کے مقابل جس پر اجماع ہو چکا ہو، خاص طور پر جبکہ صاحب بحر فرما رہے ہوں، فتویٰ امام اعظم کے قول پر ہی دیا جائے نہ کہ صاحبین یا کسی ایک صاحب کے قول پر سوائے ضرورت کے، مثلاً یہ کہ دلیل ضعیف ہو یا اس کے خلاف تعامل ہو، جیسے مزارعہ کے معاملہ میں ہوا، خواہ مشائخ نے تصریح کی ہو کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اھ جب یہ معاملہ دوائمہ مذہب کے ساتھ ہے اور وہ اس پر فتویٰ دے چکے ہیں تو جہاں کسی کا

محدث او متقرب سواء كان بورود الماء على الحدث والحدث على الماء وهو حاصل في الملاقى منتف في الملقى فيه لان الماء المستعمل اذالقى في الحوض فلا مأوۃ ورد على حدث ولا الحدث ورد عليه انما ورد عليه ماورد على الحدث وليس هذا سبب الاستعمال۔

ورابعاً: (۱) سمعت حديث رفع الحرج ودفعه وخامساً: (۲) ليس هؤلاء الكثيرون الا المتأخرون عن البحر وليس فيهم من يكون له قول في المذهب لاسيما على خلاف المذهب الصحيح المعتمد المذيل بطراز الاجماع وهذا صاحب البحر قائلًا فيه لايفتق ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما او قول احدهما او غيرهما بالضرورة من ضعف دليل او تعامل بخلافه كالمزارعة وان صرح المشايخ بان الفتوى على قولهما^۱ اھ۔ فاذا كان هذا في قول امامي المذهب وقد افتوا به فما ظنك بما ليس قول احدهما ولا قول احد ولا رواية عن احد وما صححه احد ولا له في الدراية مستند، فكيف يعدل الى مثله عن مذهب

^۱ بحر الرائق اوقات نماز سعید کینی کراچی ۲۴۶/۱

جميع الاثمة الصحيح المعتمد،

وما مثل هؤلاء بين ايدي اثمة المذهب الا كمثل احدنا عند هؤلاء بل اقل وابعدا لاستوائنا جميعاً في وجوب الاستسلام للاثمة وردا وصدرنا وان لا تكون لنا الخيرة من انفسنا اذ اقضوا امرا، اما كثرة من تبع البحر (۱) فقد قال البحر في ما هو اعظم كثرة واشد قوة من الوف امثال هذا لدورانه في متون المذهب والشروح والفتاوى اعنى عد الاعتكاف مما لا يصح تعليقه مانصه هذا الموضع مما اخطوا فيه والخطأ هنا اقبح لكثرة الصرائح بصحة تعليقه وانا متعجب لكونهم تداولوا هذه العبارات متونا وشروحا وفتاوى وقد يقع كثيرا ان مؤلفا يذكرون شيئا اخطأ فيأتى من بعده فينقلون تلك العبارة من غير تغيير ولا تنبيه فيكثر الناقلون واصله لواحد مخطيئ^۱ اهـ

وهذا هو الواقع ههنا كما ترى وبالله العصبۃ (۲) على ان كلام كثير منهم في الباب لم يسلم عن اضطراب وهذا البحر نفسه قد اكثر من نقول ما قد منا من حججنا وفيها نقل الاجماع ونص في مسألة البحر ان المذهب المختار ان الباء طاهر غير طهور^۲

قول ہی نہ ہو اور نہ روایت ہو، اور نہ کسی نے اس کی تصحیح کی ہو اور نہ اس کیلئے مستند روایت ہو، تو تمام ائمہ کا اجماعی مذہب چھوڑ کر اس کو کیسے اختیار کیا جاسکتا ہے، ائمہ مذہب کے سامنے ان کی قدر و قیمت اتنی نہیں جتنی کہ ہماری ان حضرات کے سامنے ہے بلکہ اس سے بھی کمتر، کیونکہ ہم سب پر ائمہ کے حکم کا ماننا لازم ہے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے اور جب کسی معاملہ کا وہ فیصلہ کر دیں تو ہمیں اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں اور رہا یہ معاملہ کہ بحر کی اتباع بہت سے مشائخ نے کی ہے ایک مسئلہ میں جو شدت و قوت کے لحاظ سے اس سے ہزار گنا زیادہ ہے کیونکہ وہ متون مذہب اور شروح اور فتاویٰ میں موجود ہے، یعنی اعتکاف کی تعلیق کے صحیح نہ ہونے کے بارے میں خود بحر نے فرمایا کہ یہاں ان کو غلطی لگی ہے، اور یہاں خطا زیادہ قبیح ہے کیونکہ اس کی تعلیق کی صحت پر بکثرت تصریحات موجود ہیں اور مجھے تعجب ہے کہ فقہاء نے ان عبارات کو متون و شروح اور فتاویٰ میں قبول کیا ہے، عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک مؤلف ایک چیز ذکر دیتا ہے غلطی سے، پھر بعد والے اس غلطی کو بلا تکرار نقل کرتے رہتے ہیں، اس طرح ایک خطا کار کے ناقل بکثرت ہو جاتے ہیں اہ۔ اور یہاں ایسا ہی ہوا ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں، علاوہ ازیں ان میں سے اکثر کا کلام اضطراب سے خالی نہیں، اور خود بحر نے بہت سے نقول ذکر کی ہیں جنہیں ہم نے اپنے دلائل میں بہت پہلے ذکر کیا ہے اور اس میں اجماع کو

^۱ بحر الرائق متفرقات من البيوع الشيخ ايم سعيد كپنى كراچى ۱۸۵/۶

^۲ بحر الرائق مسئلة البرجط الشيخ ايم سعيد كپنى كراچى ۹۸/۱

نقل کیا ہے اور کنویں کے مسئلہ میں یہ صراحت کی ہے کہ مذہب مختاریہ ہے کہ پانی ظاہر غیر طہور ہے، اور نہر نے اسرار کی عبارت میں فرمایا ہے جو گزرا، اور جب بحر نے محیط، توشیح اور تحنہ کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا "جب مستعمل پانی کنویں میں گر جائے۔۔ الخ" تو اس پر لکھا کہ آپ پر مخفی نہ رہے کہ عبارت پانی کے گرنے میں ہے نہ کہ دھوون کے گرنے میں، اور اس طرح اس کے بعد کی عبارت اھ۔ اور در نے بحر پر حسن کے کلام سے استدراک کیا ہے، اور اسی طرح ابو السعود نے، اور ہم نے "ش" اور ان سب کے اور حلیہ کے کلمات نقل کئے ان تمام حضرات نے حکم استعمال کے ساقط ہونے کی وجہ ضرورت کو قرار

دیا ہے، اور جیسا کہ آپ نے جاننا یہ اعتراف حق ہے۔ (ت)

فائدہ ۹: میں نے "الطرس المعدل" میں محدث کا پانی میں اپنا سر، موزہ یا پٹی ڈبونے کا مسئلہ ذکر کیا ہے اور یہ کہ دوسرے امام کے نزدیک اس کو یہ کفایت کرے گا، اور پانی مستعمل نہ ہوگا، اور اس میں صحیح یہی ہے کہ محمد کو اس سے اتفاق ہے، اور یہ کہ مراد یہ ہے کہ برتن کا پانی مستعمل نہ ہوگا بلکہ وہ تری جو سر سے لگی ہوئی ہے یعنی صرف مسح، تو جاننا چاہئے کہ یہ خاص مسح کیلئے ہے تو اس پر مغسول کو قیاس نہ کرنا چاہئے، ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کسی نے اپنا سر، موزہ یا پٹی پانی میں داخل کی اور بے وضو تھا، تو ابو یوسف نے فرمایا اس کے مسح کو کافی ہے، اور پانی بہر حال مستعمل نہ ہوگا خواہ نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ استعمال

کے دو^۲

والنهر قال في عبارة الاسرار ما قال ولما تمسك البحر بعبارة المحيط والتوشيح والتحفة اذا وقع الماء المستعمل في البئر۔۔ الخ كتب عليه لا يخفك ان العبارة في وقوع الماء لا بالمغتسل وكذا فيما بعده^۱ اھ۔ والدر استدرك على البحر بكلام الحسن وكذا ابو السعود وقدمنا كلمات ش وهم جميعا والحلية قبلهم عللو اسقوط حكم الاستعمال بالضرورة وهو كما علمت اعتراف بالحق بالضرورة۔

فائدة ۹: اقول ذكرت في الطرس المعدل مسألة ادخال المحدث رأسه او خفه او جبيرة في الماء وانه يجوز عند الامام الثاني ولا يصير الماء مستعملا وان الصحيح وفاق محمد فيها وان المراد لا يصير ماء الاناء مثلاً مستعملاً بل البلة الملتصقة بالرأس اى الممسوح فقط فاعلم ان هذا الخصوص المسح فلا يقاس عليه المغسول قال ملك العلماء في البدائع ادخل رأسه او خفه او جبيرة في الاناء وهو محدث قال ابو يوسف يجوز في المسح ولا يصير الماء مستعملاً سواء نوى

سببوں میں سے ایک پایا جا رہا ہے اور یہ اس لئے ہوا کہ مسح کا فرض ادنیٰ تری سے ادا ہو جاتا ہے کیونکہ مسح لگانے کو کہتے ہیں نہ کہ بہانے کو، تو حدث میں سے کوئی چیز چھوٹ کر برتن میں پانی تک نہیں آتی صرف تری تک منتقل ہوئی اور اسی طرح اس سے قربہ قائم ہوتی ہے تو اس پر استعمال کا حکم محدود ہو گیا۔ اور اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسح میں حدث کا برتن میں باقی پانی کی طرف منتقل نہ ہونا اور استعمال کے حکم کا صرف تری تک محدود رہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں محض تری کی ضرورت ہے اسی سے فرض ادا ہو جاتا ہے اور اسی سے قربہ ادا ہو جاتی ہے، تو اس نے پانی کو استعمال نہیں کیا بلکہ اس نے تری کو استعمال کیا بخلاف اس کے جس میں دھونا ضروری ہے کیونکہ اس میں بہانا ضروری ہے تو وہاں پانی کا استعمال ہوگا محض تری کا نہیں ہوگا، تو حدث برتن کے تمام پانی کی طرف منتقل ہوگا کیونکہ وہ کم ہے اور استعمال کا حکم اس تری

او لم یکن لوجود عہ احد سببی الاستعمال وانما کان لان فرض المسح یتأدی بأصابة البلة اذ هو اسم للاصابة دون الاسالة فلم یزل شیئ من الحدث الی الماء الباقی فی الاناء وانما زال الی البلة وكذا اقامة القرية تحصل بها فاقصر حکم الاستعمال علیها^۱ اھ۔ وهذا ینادی بأعلى نداء ان عدم انتقال الحدث الی باقی الماء فی الاناء واقتصار حکم الاستعمال علی البلة فی صور المسح انما کان لانه لا یحتاج الا الی بلة فبها یتأدی فرضه وبها تقوم قربته فهو لم یستعمل الماء بل البلة بخلاف ما وظیفته الغسل فانه اسالة فكان استعمالا للماء لا لمجرد بلة فیزول به الحدث الی جمیع ما فی الاناء لقلته ولا یقتصر حکم الاستعمال علی البلة الملاقية لسطح البدن

اقول اسکا قول لوجود، منی سے متعلق ہے یعنی پانی کا مستعمل ہونا حدث کے ازالہ کی وجہ سے اگرچہ نیت نہ کرے، اور قربہ ادا کرے سے بھی اگر نیت کرے منتفی ہے، تو مستعمل نہ ہوگا اگرچہ دونوں سبب پائے جائیں، اور یہ انتفاء اس لئے ہے کیونکہ اس نے پانی استعمال نہیں کیا صرف تری استعمال کی اور یہ اس لئے ہے کہ مسح کا فرض الخ ۱۲ منہ (ت)

عہ اقول: قوله لوجود متعلق بالمنفی ای صیورۃ الماء مستعملا لوجود ازالة الحدث وان لم یکن واقامة القرية ایضاً ان نوی منتفیه فلا یصیر مستعملا وان وجد السببان وانما کان هذا الانتفاء لانه لم یستعمل الماء بل البلة وذلك لان فرض المسح۔۔ الخ منه غفرله۔ (م)

^۱ بدائع الصنائع فصل فی الطہارة الحقیقیة الخ ۱۲ منہ سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

تک محدود نہ رہے گا جو بدن کے ظاہر کی سطح سے متصل ہے کیونکہ تری سے نہ بہانا حاصل ہوتا ہے نہ غسل، تو معاملہ بتوفیق اللہ ظاہر ہو گیا، اس میں ان لوگوں کیلئے حجتہ نہیں جو ملتی اور ملاقی میں فرق نہیں کرتے تو اس کی بنیاد اس مسئلہ پر نہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس پر قطعی دلیل یہ ہے کہ ابو یوسف جو مستعمل پانی کی نجاست کے قائل ہیں وہ یہاں سرایت کا قول نہیں کرتے، امام فقیہ النفس نے فرمایا کہ امام ابو یوسف نے فرمایا "پانی ہر اس چیز میں نجس ہوتا ہے جو دھوئی جاتی ہے اور جس پر مسح کیا جاتا ہے اس سے مستعمل نہ ہوگا اھ۔ حالانکہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ نجاست تھوڑے پانی میں سرایت کرتی ہے خواہ کم ہو یا زائد، بدائع سے اس پر تصریح گزر چکی ہے تو ان کا جواب ہو گیا، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ خلف کی طرح ہے ملتی اور ملاقی میں اور جو جواب میں نے ذکر کیا وہ بھی واضح ہو گیا یعنی یہ کہ غسل اور مسح میں فرق ہے، اور اس کے استدلال میں میرا توقف کرنا اس لئے ہے کہ دلیل پیش کرنا مجتہد کا کام ہے، اور ہمیں اس کا ظاہر کرنا لازم نہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں اللہ بہتر جانتا ہے میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ اجسام جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے جو ہر فردہ ہیں تہ بہ تہ ہیں حقیقۃً متفرق ہیں اور حَسًّا متصل ہیں، اور دھونا ایسے جسم سے ہو سکتا ہے جو پانی کا

الظاهر لان البلة لا يحصل بها اسالة ولا غسل فظهر الامر وبالله التوفيق فلا حجة فيه للمسوين بين الملاقى والملقى وليس مبناه على تلك المسألة۔

اقول: والدليل القاطع عليه ان ابا يوسف القائل بنجاسة الماء المستعمل لم يقل ههنا بالسريان قال الامام فقيه النفس ابو يوسف رحمه الله تعالى قال انما يتنجس الماء في كل شئ يغسل اما ما يمسح فلا يصير الماء مستعملا¹ اھ۔ مع اجماع اصحابنا ان النجاسة تسرى في القليل بلا فرق بين الكثير منها والقليل وقد تقدم التصريح به عن البدائع فاندفع ما كان ذهب اليه وهلى في بادی الرأي ان سبيل المسألة سبيل الخلف في الملقى والملاقى واستنار ما ذكرت جواباً عنه من الفرق بين الغسل والمسح اما توقفي في وجهه فالوجه عند المجتهد وليس علينا ابداءه۔

واقول: يخطر ببالي والله تعالى اعلم ان الاجسام كما قدمت جواهر فردة متراكمة متفرقة حقيقة متصلة حسا وامر الغسل لا يتأدى الى الجسم مائى ذى ثخن صالح

¹ فتاویٰ قاضی خان الماء المستعمل نوکشتور لکھنؤ ۸/۱

یری سائلا علی البدن سیلاناً فلا بد فیہ من اعتبار المحسوس وفي الحس الماء الكائن في محل واحد شیئ متصل واحد فحصل الاستعمال للكل لحصول اللقي للكل كما في نجاسة تردد على الماء وانما سقط الحكم عن الكثير لان الشرع جعله كالجاری فلا يتأثر ما لم يتغير كما سبق تقرير كل ذلك اما المسح فمجرد اصابة من دون اسالة فتكفي فيه جواهر قریبة تفید بلة وهي منفصلة عما فوقها فيقتصر اللقاء عليها ولا يتعدى الى سائر الاجزاء لعدم الحاجة الى ترك الحقيقة وبه استبان ما قالوا هنا من قصر اللقاء على البلة.

وظهر الجواب عما ذكرت فيه من النظر (۱) و اشار اليه المحقق حيث اطلق ابن الهمام بقوله فيه نظر هذا ما عندي في تقريره وجهد المقل دموعه ويحتاج الى تلطيف القريحة وكيف ما كان لاجحة فيه للسوین بل هو حجة عليهم لدلالة فحواه ان قصر الحكم على البلة دون بقية ما في الاناء لعدم الحاجة في المسح الى الاسالة فأفاد ان فيما وظيفته الاسالة يعم الحكم جميع ما في الاناء وهو المقصود۔

فائدة ۱۰: اقول وبالله التوفيق هنا لفظان الموضوع من الحوض و

ہو اور اس میں حجم ہو اور جسم پر بہتا ہوا نظر آئے، تو اس میں محسوس کا اعتبار ضروری ہے اور جس میں وہ پانی جو ایک جگہ ہو متصل واحد ہے تو کل پانی مستعمل ہو گیا کیونکہ ملاقات کل سے ہی ہے، جیسے کہ وہ نجاست جو پانی پر وارد ہو اور حکم کثیر سے اس لئے ساقط ہو گیا کیونکہ شریعت نے اس کو جاری کے حکم میں رکھا ہے، تو جب تک اس میں تغیر نہ ہو متاثر نہ ہوگا جیسے کہ اس کی تقریر گزری، اور مسح میں صرف پانی کا لگانا ہے نہ کہ بہانا ہے، تو اس کیلئے قریب جواہر ہونا کافی ہے جن سے تری پیدا ہوتی ہے اور وہ جواہر اوپر والوں سے جدا ہیں تو ملاقات اسی پر منحصر رہے گی اور باقی اجزاء کی طرف منتقل نہ ہوگی کیونکہ ترک حقیقت کی حاجت نہیں اور یہیں سے معلوم ہوا کہ ملاقات صرف تری تک محدود ہے جیسا کہ فقہاء نے فرمایا، اور جو نظر میں نے ذکر کی ہے اس سے جواب ظاہر ہو گیا، اور محقق نے اس کی طرف اشارہ کیا کیونکہ ابن ہمام نے فرمایا اس میں نظر ہے میرے نزدیک اس کی تقریر یہی ہے، بہر صورت ان کیلئے اس میں کوئی حجت نہیں جو ملتی اور ملاقی میں برابری کے قائل ہیں، بلکہ یہ اُن کے خلاف حجت ہے، کیونکہ اس کا فحوی اس پر دلالت کرتا ہے کہ حکم تری پر مقصور ہے، جو برتن میں باقیماندہ پانی ہے اس پر نہیں ہے کیونکہ مسح میں اسالہ کی ضرورت نہیں، تو انہوں نے بتایا کہ جہاں بہانا ہوتا ہے وہاں حکم برتن کے تمام پانی کو عام ہوتا ہے اور یہی مقصود ہے۔ (ت)

فائدہ ۱۰: میں بتوفیق الہی کہتا ہوں یہاں دو لفظ ہیں الموضوع من الحوض اور الموضوع في الحوض۔ قاسم نے

تساح سے کام لیتے ہوئے من الحوض سے تعبیر کیا اور ابن الشحنة نے الوضو فی الحوض سے تعبیر کیا اور بحر نے ان دونوں کو برابر کیا، کبھی تو من کہتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے اپنے مقالہ کی ابتداء اور رسالہ کے نام میں، اور کبھی فی استعمال کیا جیسا کہ عبارات کے درمیان میں کیا۔ اور آپ جان چکے ہیں دوسرا دو وجہوں کا احتمال رکھتا ہے، ایک تو وضو حوض کے باہر اس طرح کہ دھون حوض میں گرے خواہ زمین پر بہہ کر جائے اور ایک یہ کہ وضوء اس طرح کیا جائے کہ حوض میں اعضاء ڈبوئے جائیں وہ ملتی ہے اور یہ ملائی ہے اور پہلا لفظ تین وجوہ کا محتمل ہے، دو تو یہی اور تیسری یہ کہ حوض کے باہر بیٹھ کر حوض سے چلو بھر پانی لیں اس طرح کہ دھون حوض تک نہ پہنچے، جیسے زمزم کے کنویں سے کیا جاتا ہے۔ اور اس تیسری وجہ میں بھی تین وجوہ ہیں، ایک تو یہ کہ برتن سے پانی لیں اس طرح کہ ہاتھ پانی کو نہ لگے، دوسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں جبکہ برتن نہ ہو، تیسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں لیکن برتن موجود ہو تو پہلا بالا جماع جائز ہے اور اس سے پانی میں خلل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور دوسرا بھی جائز ہے کیونکہ ضرورت ہے، ہاں اگر ضرورت سے زائد ہاتھ داخل کیا یا بقدر ضرورت ڈالا پھر اس میں غسل کا ارادہ کیا تو یہ دونوں صورتیں ڈبونے کی صورت

به (۱) عبر العلامة قاسم تسامحا وفي الحوض وبه عبر العلامة ابن الشحنة وسوى (۲) بينهما البحر فتارة يقول من كصدر مقالته واسم رسالته واخرى في كمطاوى عبارته وقد علمت ان الثاني يحتمل وجهين الوضوء خارجة بحيث تقع الغسالة فيه ولو بعد الجريان على الارض والوضوء فيه بغمس الاعضاء ذاك ملقى وهذا ملاقى واللفظ الاو يحتمل ثلاثة وجوه هذين والوضوء خارجة بالاغتراف منه بحيث لاتصل الغسالة اليه كالوضوء من بحر زمزم وهذا الثالث على ثلاثة وجوه الاغتراف باناء لا يصيب شيى من يده الماء وبالييد لعدم اناء او مع وجوده فالاول جائز بالاجماع ولايتوهم تطرق خلل به الى الماء وكذا الثاني لمكان الضرورة الا اذا ادخل ازيد من قدر الحاجة او قدرها للاغتراف ثم نوى الغسل فيه فان هذين يعودان الى صورة الغمس كالثالث ففي هذه العاربع يصير الماء كله مستعملا

یعنی چلو کی مقدار سے زیادہ داخل کرنا اور پانی میں دھونے کی نیت کرنا اور برتن کے ہوتے ہوئے محدث ہاتھ کے ذریعے پانی نکالنا اور پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کرنا اھ منہ غفرلہ (ت)

عہ ای ادخال الزائد علی قدر حاجة الاغتراف ونية الغسل فيه والاغتراف بيد محدثة مع وجود الاناء والوضوء فيه بغمس الاعضاء اھ منہ غفرلہ
(م)

میں شامل ہیں، جیسی کہ تیسری، تو ان چاروں صورتوں میں کل پانی مستعمل ہو جائیگا خواہ کم ہو یا زیادہ، جب تک کہ کثیر نہ ہو جائے لیکن دوسرے کا پہلا یعنی حوض کے باہر وضو کرنا اس طرح کہ دھوون اس میں گرتا رہے تو صحیح اور معتمد یہ ہے کہ جب تک وہ پانی کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو پانی کو فاسد نہ کرے گا، یہ پانچوں صورتوں کے احکام ہیں اور میں نے بحمد اللہ سورج کی طرح واضح کر دیا ہے، اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ علامہ عبدالبر نے پہلی چار صورتوں کے بیان میں کوئی غلطی نہیں کی مگر پانچویں میں غلطی کی اور علامہ قاسم اور بحر اور ان کے تبعین نے برعکس کیا پھر ان کے ساتھ ان صورتوں میں جن میں مخالفت کی، متعدد روایات و اقوال ہیں جن کی تفصیل بدائع وغیرہ میں ہے، مثلاً یہ کہ مستعمل پانی مطلق پانی کو مطلقاً فاسد کر دیتا ہے خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، یا قطروں کے مقامات ظاہر ہوں یا جبکہ خوب ہے اور یہ سب چھوٹے حوض میں وضو کرنے سے حاصل ہے، لیکن پہلے معنی کے اعتبار سے، بخلاف ان جلیل القدر علماء کے کہ ان کے ہاتھ میں سوائے اُس بحث کے کچھ نہیں جو نصوص متواترہ، اجماع ائمہ مذہب کے خلاف بدائع میں واقع ہے، اور حق وہ فرق ہے جس کی اپنے ذلیل بندے کو مولیٰ سبحانہ نے توفیق دی تحقیق جلیل کی کہ اس نے کثیر و قلیل کا احاطہ کیا اور انتہا کو پہنچا اُس کی حمد سب سے اولیٰ ہے بہتر صلوٰۃ و سلام افضل مبارک مز کی آقا پر ان کے آل اصحاب اولاد جماعت پر جیسا کہ ہمارا رب پسند فرمائے آمین

والحمد للہ رب العالمین الی آخرہ۔

قلیلا کان او کثیرا مالہ یکن کثیرا اما اول الثانی
اعنی الوضوء خارجہ مع وقوع الغسلۃ فیہ
فالصحیح المعتمد انہ لا یفسد الماء مالہ یساوہ
او یغلب علیہ ہذہ احکام الصور الخمس وقد
وضحت بحمد اللہ تعالیٰ مثل الشمس، وبہ ظہر ان
العلامة عبدالبر اصاب فی حکم الاربع الاول دون
الخامس والعلامتان القاسم والبحر ومن تبعهم
بالعکس ثم معہ فیما خالف الصحیح عدۃ روایات
واقوال مفصلة فی البدائع وغیرہا ان الماء
المستعمل یفسد المطلق مطلقا وان قل
اذا استبان مواقع القطر او اذا سال سیلانا والکل
حاصل فی الوضوء فی الحوض الصغیر بالمعنی
الاول بخلاف هؤلاء الجلة فلیس بایدیہم
الابحث وقع فی البدائع علی خلاف النصوص
المتواترة واجماع ائمة المذہب رضی اللہ تعالیٰ
عنہم والحق، هو هذا الفرق، الذی وفق المولیٰ
سبحنہ وتعالیٰ عبده الذلیل، بتحقیقہ
الجلیل، بحیث احاط ان شاء اللہ تعالیٰ بکل کثیر
وقلیل، وبلغ الغایۃ القصوی فی التفریع
والتأصیل، فله الحمد علی ما ولی، وافضل الصلوات
العلی، والتسلیمات الزاکیات المبارکات علی المولیٰ،
والہ وصحبہ، وابنہ و حزبہ، کمایحب ربنا و یرضی
امین والحمد للہ رب العلمین، واللہ سبحنہ وتعالیٰ
وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص غسل جنابت کی حاجت میں غسل حوض میں کرے تو حوض پلید ہو جائے گا یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ حوض میں کوئی شخص متواتر گھسے تو پلید ہو جاتا ہے بکر کہتا ہے آدمی پاک صاف گھسا تو نہ پلید ہوتا ہے نہ مکروہ، ہاں نجاست سے رنگ بومزہ بدل جائیگا تو پلید ہو جائیگا۔ بینوا اتوجروا۔

الجواب :

حوض کتنا ہی چھوٹا پانی کتنا ہی کم ہو کسی پاک صاف آدمی کے جانے نہانے سے جس کے بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو ہر گز ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اسے نہانے کی حاجت ہی ہو اگرچہ وہ خاص ازالہ جنابت ہی کی نیت سے اُس میں گیا ہو ہمارے ائمہ کے صحیح و معتد و مفتی بہ مذہب پر غسل بھی اُتر جائے گا اور حوض بھی بدستور پاک رہے گا اور اگر آب حوض مائے کثیر کی مقدار پر ہے جب تو جنب کے نہانے سے مستعمل ہو نادر کنار باجماع تمام ائمہ کرام کسی نجاست حقیقیہ کے گرنے سے بھی ہر گز ناپاک نہ ہو گا جب تک اس قدر کثرت سے نجاست نہ گرے کہ اس کے رنگ یا بومزہ کو بدل دے اسی پر فتویٰ ہے یا ایک قول پر اُس کا نصف یا اکثر نجاست مرئیہ پر ہو کر گزرے بہت پانی تو باجماع قطعی تمام اُمت محمدیہ علی سیدھا الفضل الصلوٰۃ والتحیۃ آب کثیر ہے کہ بغیر اُس تغیر یا مروت کے کسی طرح ناپاک نہیں ہو سکتا جیسے دہلی میں مسجد فتحپوری کا حوض جس میں جمناسے لائی ہوئی نہر پڑی ہے اور (۱) ٹھہرے ہوئے پانی میں ہمارے علماء کے دو قول ہیں:

(۱) جس پر آدمی کا دل شہادت دے کہ ایک کنارے کی پڑی ہوئی نجاست کا اثر دوسرے کنارے تک نہ پہنچے گا اُس کے حق میں وہی کثیر ہے اور اثر نہ پہنچنے کا معیار یہ کہ ایک کنارے پر وضو کیا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی فوراً تلے اوپر نہ ہونے لگے نری حرکت یا دیر کے بعد پانی کے اُٹھنے بیٹھنے کا اعتبار نہیں۔

(۲) جس کی مساحت سطح بالائی دہ دردہ یعنی اُس کے طول و عرض کا سطح سوا تھ ہو اور گہرائی اتنا کہ لپ میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے وہ کثیر ہے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اصل مذہب وہی قول اول ہے اور عام متون مذہب نے قول ثانی اختیار کیا اور بکثرت مشائخ اعلام نے اُس پر فتویٰ دیا بہر حال یہ قول بھی باقی تمام مذاہب کے اقوال سے زیادہ احتیاط رکھتا ہے ہاں اگر پانی مقدار کثیر سے کم ہے تو البتہ کتنی ہی ذرا سی نجاست اگرچہ خفیفہ کے گرنے یا کسی ایسے شخص کے نہانے سے جس کے بدن پر کچھ بھی نجاست حقیقیہ لگی تھی ضرور بالاتفاق ناپاک ہو جائیگا اور ہمارے جمیع ائمہ مذہب کے مذہب صحیح و معتد پر جبکہ اُس سے کوئی فرض طہارت ساقط ہو (مثلاً جنب نہائے یا محدث وضو کرے یا بضرورت طہارت مثلاً چلو میں پانی لینے کے سو صاحب حدث کے کسی بے دھوئے

عضو کا جسے دھونا ضرور تھا کوئی جز کسی طرح اگرچہ بلا قصد اُس سے دُھل جائے یا بہ نیت قربت استعمال میں لایا جائے (مثلاً با وضو آدمی وضوئے تازہ کی نیت سے اُس میں کسی عضو کو غوطہ دے کر دھوئے) سارا پانی مستعمل ہو جائیگا کہ پاک تو ہے مگر غسل و وضو کے قابل نہ رہا جب حوض (۱) صغیر میں یہ صورت واقع ہو تو اس کے مطہر کرنے کیلئے دو باتوں میں سے ایک کرنا چاہئے یا تو مطہر پانی مستعمل پر غالب کر دینا یا حوض کو لبریز کر کے مطہر پانی سے بہا دینا اول کی صورت یہ ہے کہ حوض میں خود ہی اُس شخص کے نہاتے یا بے دُھلا عضو بلا ضرورت ڈالتے وقت نصف حوض سے کم پانی تھا تو اب مطہر پانی سے بھر دیں کہ یہ مستعمل سے زیادہ ہو گیا اور اگر اس وقت نصف یا زیادہ حوض میں پانی تھا تو پہلے اتنا پانی نکال دیں کہ حوض کا اکثر حصہ خالی ہو جائے پھر منہ تک بھر دیں مثلاً ہموار حوض کہ زیر و بالا یکساں مساحت رکھتا ہے دو گز گہرا ہے اور اس شخص کے نہاتے وقت اُس میں گز بھر پانی تھا تو پاؤ گز پانی نکال دیں اور سترہ گز تھا تو سوا گز کھینچ دیں کہ بہر حال سوا سولہ گز خالی اور پونے سولہ میں پانی رہے پھر نئے پانی سے لبا لب بھر دیں اور دوم کی شکل یہ کہ حوض میں اُس وقت پانی کتنا ہی ہو اُس میں سے کچھ نہ نکالیں اور نیا پانی اُس میں پہنچاتے جائیں یہاں تک کہ کناروں سے اُبل کر بہ جائے یہ دوسرا طریقہ ناپاک حوض کے پاک کرنے میں بھی کفایت کرتا ہے جبکہ ناپاک چیز نکالنے کے قابل نکال کر پانی سے اُبال کر بہا دیں ظاہر ہے کہ اُس وقت حوض میں پانی نصف سے جتنا کم ہو پہلا طریقہ آسان تر ہو گا و گز گہرے حوض میں اُس وقت چار ہی گز پانی تھا تو صرف چار گز پانی اور پہنچا کر چند ڈول زیادہ ڈال دیں کہ مستعمل سے مطہر اکثر ہو گیا اور اس وقت پانی نصف سے جتنا زائد ہو دوسرا طریقہ سہل تر ہو گا کہ اُس میں نکالنا کچھ نہ پڑے گا اور کم حصہ خالی ہے جسے بھر کر اُبالنا ہو گا اور جہاں (۲) دونوں صورتیں دشواری و حرج صریح رکھتی ہوں وہاں اگر قول بعض علماء پر عمل کر کے اُس میں سے بیس ہی ڈول نکال دیں تو امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی قدر کافی ہو **يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں اہتا۔ اور سب سے زیادہ صورت ضرورت یہ ہے کہ وہاں کنواں نہ ہو مینہ سے حوض بھر تا ہو اور ہو گیا مستعمل اب اُس کے بہانے یا مستعمل پر مطہر بڑھانے کیلئے پانی کہاں سے لائیں لہذا اس صورت ثالثہ پر عمل ہو گا و باللہ التوفیق۔

در مختار میں ہے:

<p>جائز نہیں (یعنی رفع حدث) اُس پانی سے جو حدث دُور کرنے یا قربت حاصل کرنے کیلئے استعمال میں لایا گیا ہو مثلاً یہ کہ اپنا ہاتھ یا پیر کسی گڑھے میں داخل کر دے اور اس کو مقصود چلو بھر کر پانی لینا نہ ہو تو وہ عضو سے جُدا ہوتے ہی مستعمل ہو جائیگا خواہ اس پر</p>	<p>لا يجوز (ای رفع الحدث) بقاء استعمال لاجل قربۃ او اسقاط فرض بان یدخل یدہ او رجلہ فی جب لغیر اغتراف ونحوہ اذا انفصل عن عضو وان لم يستقر علی المذهب وهو طاهر ولو من جنب وهو الطاهر</p>
--	--

<p>لیس بطہور لحدث علی المعتمد محدث انغس في بئر ولا نجس علیه الاصح انه طاهر والماء مستعمل ۱ اہ ملتقطاً۔</p>	<p>نہ ٹھہرے، مذہب یہی ہے اور یہ پاک ہی رہے گا خواہ ناپاک آدمی ہی کیوں نہ ہو اور وہ طاہر ہے، پاک کرنے والا نہیں ہے، معتمد قول یہی ہے، اگر کوئی بے وضو کسی کنوئیں میں غوطہ لگائے اور اس کے جسم پر کوئی نجاست نہ ہو اصح یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور پانی مستعمل ہے اہ ملتقطاً۔ (ت)</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>قوله الاصح هذا القول ذكره في الهداية رواية عن الامام قال الزيلعي والهندي وغيرهما تبعاً لصاحب الهداية هذه الرواية اوفق الروايات وفي فتح القدير وشرح المجمع انها الرواية المصححة قال في البحر فعلم ان المذهب المختار في هذه المسألة ان الرجل طاهر والماء طاهر غير بطهور ۲ اہ مختصراً۔</p>	<p>اس کا قول الاصح، اس قول کو ہدایہ میں امام سے بطور روایت کے ذکر کیا ہے، زیلعی اور ہندی وغیرہا نے صاحب ہدایہ کی متابعت میں کہا کہ یہ روایت اوفق الروايات ہے، فتح القدير اور شرح المجمع میں ہے کہ تصحیح شدہ روایت یہی ہے، بحر میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار اس مسئلہ میں یہ ہے کہ آدمی پاک ہے، پانی پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں اہ مختصراً۔ (ت)</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>الغلبة لو المخالط مماثلاً كمستعمل بالأجزاء فان المطلق اكثر من النصف جازاً للتطهير والا ۳ اہ ملتقطاً۔</p>	<p>غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اگر ملنے والا مائل ہو جیسے مستعمل پس اگر مطلق اکثر ہے نصف سے، تو تطہیر جائز ہے ورنہ نہیں اہ ملتقطاً۔ (ت)</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>ای وان لم يكن المطلق اكثر بان كان اقل او مساوياً لايحوز ۴ اہ۔</p>	<p>یعنی اگر مطلق زائد نہ ہو مثلاً یہ کہ کم ہو یا مساوی تو جائز نہیں اہ (ت)</p>
--	--

۱ ردالمحتار باب المیاء مجتہبائی دہلی ۳۷/۱

۲ ردالمحتار باب المیاء مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۸/۱

۳ ردالمحتار باب المیاء مجتہبائی دہلی ۳۴/۱

۴ ردالمحتار باب المیاء مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۴/۱ ردالمحتار باب المیاء مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۴/۱

<p>وضو جائز ہے اُس جاری پانی سے جس میں نجاست گری اور اس کا اثر یعنی مزہ، بویارنگ اس میں ظاہر نہ ہو، بظاہر یہ مردہ کو بھی عام ہے، کمال نے اس کو ترجیح دی ہے اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی مختار ہے، اور نہر میں اس کو تقویت دی اور مصنف نے اس کو برقرار رکھا، اور قسستانی میں مضمرات سے نصاب سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے، اور کہا گیا کہ اگر اس پر آدھا یا زائد جاری ہو تو جائز نہیں اور یہی احوط ہے (اور اسی طرح) جائز ہے (ٹھہرے ہوئے) کثیر پانی سے جس میں نجاست گری ہو اور اس کا اثر غیر مرئی ہو خواہ اُس جگہ سے ہو جہاں نجاست نظر آتی ہو، اسی پر فتویٰ ہے بحر (اور معتبر) ٹھہرے ہوئے پانی کی مقدار میں (جس طرف رائے کا رجحان ہو) یعنی اس شخص کی رائے جو اس معاملہ سے متعلق ہے، (اگر اس کو یہ ظن غالب ہے کہ نجاست یہاں سے تجاوز کر کے دوسری طرف نہیں گئی ہے تو جائز ہے، ورنہ نہیں) یہ ظاہر روایت ہے اور یہی صحیح ہے غایۃ وغیرہ میں۔ اور نہر میں ہے کہ دس ہاتھ کا اعتبار کر لینا زیادہ مناسب ہے، خاص طور پر اُن عوام کے حق میں جن کی اس سلسلہ میں کوئی رائے نہیں ہوتی ہے، اسی لئے متاخرین علما نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اھ مختصراً۔ (ت)</p>	<p>يجوز بجار وقعت فيه نجاسة ان لم ير اثره (وهو طعم او ريح اولون) ظاهره يعم الجيفة و رجحه الكمال وقال تلميذه قاسم انه المختار وقواه في النهر واقرة المصنف وفي القهستاني عن المضمرات عن النصاب وعليه الفتوى وقيل ان جرى عليه نصفه فاكثر لم يجوز وهو احوط (وكذا) يجوز (براكه) كثيرة وقع فيه نجس لم ير اثره ولو في موضع وقوع البرثية به يفتى بحر (والمعتبر) في مقدار الراكد (اكبر راي) المبتي به (فان غلب على ظنه عدم خلوص النجاسة الى الجانب الاخر جاز و الا لا) هذا ظاهر الرواية وهو الاصح غاية وغيرها وفي النهر ان اعتبار العشر اضبط ولا سيما في حق من لا رأي له من العوام فلذا ائفتى به المتأخرون الاعلام¹ اھ مختصراً۔</p>
---	---

ردالمحتار میں ہے:

<p>ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ بڑا تالاب وہ ہے کہ جس کے ایک کنارہ کی حرکت سے دوسرے کنارے کو حرکت</p>	<p>في الهداية وغيرها ان الغدير العظيم ما لا يتحرك احد طرفيه بتحريك الطرف الاخر وفي</p>
--	--

¹ در مختار باب المياه مجتبائی دہلی ۳۱/۱

نہ ہو، اور معراج میں ہے کہ ظاہر مذہب یہی ہے۔ اور زلیلی میں ہے کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور متقدمین کا قول ہے، یہاں تک کہ بدائع اور محیط میں ہے کہ ہمارے اصحاب متقدمین کی روایت اس پر متفق ہے کہ اعتبار ہلانے کا ہے اس کے ساتھ ہی پانی اوپر نیچے ہونے لگے نہ کہ دیر بعد، اور عام حرکت کا اعتبار نہیں، اور معتبر وضو کی حرکت ہے، یہی اصح ہے، محیط اور حاوی قدسی۔ اور تجھ پر یہ بات مخفی نہ ہونی چاہئے کہ غالب ظن کا اعتبار بلا تقدیر شیئی یہ ظاہر میں حرکت کے اعتبار کے مخالف ہے کیونکہ غلبہ ظن ایک باطنی امر ہے جس میں اختلاف ہوتا ہے، اور دوسرے کنارہ کو حرکت دینا ایک حسی امر ہے جس کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا پھر یہ دونوں چیزیں ہمارے ائمہ ثلاثہ سے ظاہر روایت میں منقول ہیں، اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس پر کلام کیا ہو، اس میں تطبیق کی شکل میرے نزدیک یہ ہو سکتی ہے کہ جب بالفعل تالاب کو حرکت نہ دی جائے تو اس امر کا غلبہ ظن ہونا چاہیے کہ اگر حرکت دی جاتی تو دوسرے کنارے پر حرکت پیدا ہوتی

فلینتأمل^۱ اھ ملخصاً۔ (ت)

میں کہتا ہوں تطبیق کی جو شکل انہوں نے پیش کی ہے نہایت مستحسن ہے کیونکہ اگر کوئی شخص جنگل میں پانی کا تالاب پائے جس کے ایک کنارہ پر نجاست ہو تو اب کیا یہ معقول بات ہوگی کہ اسے حکم دیا جائے، جاؤ اس کے دوسرے کنارے سے وضو کر کے تجربہ کرو کہ آیا اس طرح دوسرے کنارے پر حرکت ہوتی ہے

المعراج انه ظاهر المذهب وفي الزيلعي ظاهر المذهب وقول المتقدمين حتى قال في البدائع والمحيط اتفقت الرواية عن اصحابنا المتقدمين انه يعتبر بالتحريك وهو ان يرتفع وينخفض من ساعته لا بعد المكث ولا يعتبر اصل الحركة والمعتبر حركة الموضوع هو الاصح محيط وحاوی القدسی ولا يخفى عليك ان اعتبار الخلو بـ غلبة الظن بلا تقدير شيئي مخالف في الظاهر لا اعتباراً بالتحريك لان غلبة الظن امر باطني يختلف وتحريك الطرف الاخر حسي مشاهد لا يختلف مع ان كلامهما منقول عن ائمتنا الثلاثة في ظاهر الرواية ولم ار من تكلم على ذلك ويظهر لي التوفيق بان المراد غلبة الظن بانه لو حرك لوصل الى الجانب الاخر اذا لم يوجد التحريك بالفعل فليتأمل^۱ اھ ملخصاً۔

اقول: هذا الذي ابداه من التوفيق حسن بالقول حقيق فان من وجد في البرية ماء في احد جانبيه نجاسة فهل يؤمر ان يتوضأ في الطرف الاخر كي يجرب على نفسه انه يتحرك ام لا فان وجده يتحرك فليجتنب واي شيئي يجتنب وقد

¹ رد المحتار باب المياه مصطفى الباني مصر ۱۴۱۱ھ

یا نہیں؟ اب اگر حرکت محسوس کرے تو وضو نہ کرے اور اب بچ کیسے سکتا ہے جبکہ اس کے اعضاء اس گندے پانی میں ملوث ہو چکے ہیں، لہذا غلبہ ظن سے مراد یہی ہے کہ اگر وہ وضو کرے تو دوسرے حصہ پر حرکت ہوگی، تو پہلے قول میں مقصود کا بیان ہے اور یہ معرفت کا بیان ہے کیونکہ نجاست کا دوسری جانب پہنچنا ایک باطنی امر ہے اس پر اطلاع نہیں ہوتی ہے، اور حرکت کے پہنچنے سے معلوم ہوتا ہے جہاں اس کا گمان ہے وہاں اُس کا بھی ہے اس کا نہیں تو اُس کا بھی نہیں، پھر کنویں کے بارے میں یہ منقول ہے کہ اگر بے وضو یا جنب کنویں میں غوطہ لگائے تو اُس سے بیس ڈول پانی نکالا جائیگا۔ ردالمحتار میں وہابیہ سے منقول ہے کہ محمد کا مذہب یہ ہے کہ طہوریت سلب ہو جائیگی، اور شیخین کے نزدیک یہی صحیح ہے، تو اس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ وہ طہور ہو جائے اہ فرمایا اور محدث میں جنب بھی شامل ہے، پھر فقہاء میں یہ اختلاف واقع ہوا کہ جو صہرتج۔ شافعیہ نے قاموس سے نقل کیا کہ اس سے مراد بڑا حوض ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ کنویں کی طرح ہے تو اس کا کچھ پانی نکالنا کافی ہوگا یا زیر (سوتا) کی طرح ہے اور کل پانی نکالنا ہوگا اور اس کی سطحوں کو بھی دھونا پڑے گا، پہلے قول کے مطابق علامہ عمر بن نجیم صاحب نہر کے بعض معاصرین نے فتویٰ دیا اور فقہاء کے اس اطلاق سے استدلال کیا کہ انہوں نے کنویں میں سوتے والے اور

تلوث فاذن ليس المراد الا ان يغلب على ظنه انه ان توضع تحرك فبافي القول الاول بيان للمقصود وما هنا بيان لمعرفه فان خلوص النجاسة امر باطنى لا يوقف عليه و وصول الحرك يعرفه فما يظن فيه هذا هو المظنون فيه ذاك وما لا فلا ثم (۱) المنقول في البئر اذا انغمس فيها محدث ولو جنباً بنزع عشرين دلو اففى رد المحتار عن الوهبانية مذهب محمد اھ يسلبه الطهورية وهو الصحيح عند الشيخين فينزع منه عشرون ليصير طهوراً اھ قال والمراد بالحدث ما يشمل الجنب.

ثم (۲) وقع بينهم النزاع في ان الصهريج وهو على ما نقل الشافعية عن القاموس الحوض الكبير هل هو كالبر في كفي فيه نزع البعض حيث يكفي امر كالزير فيجب اخراج الكل وغسل السطوح للتطهير بالاول افتي بعض معاصري العلامة عمر بن نجيم صاحب النهر متمسكاً باطلاقهم البئر من دون تقييد بالبعين و رده في النهر تبعاً للبحر بآفي البدائع والكافي وغيرهما من ان الفارة لو وقعت في الحب يهراق الماء كله قال ووجهه ان الاكتفاء بنزع البعض في الابار على خلاف القياس بالاثار فلا يلحق بها غير هائم قال وهذا الرد انما

۱ رد المحتار فصل في البئر مصطفى البابی مصر ۱۵۷۱ھ

بغیر سوتے والے میں فرق نہ کیا، اس کو نہر میں بحر کی متابعت میں رد کیا، کیونکہ بدائع اور کافی وغیرہ میں ہے کہ گڑھے میں چُویا گر جائے تو کل پانی نکالا جائیگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کنویں سے کچھ پانی کا نکالنا خلاف قیاس ہے اور آثار کی وجہ سے ہے تو کنویں کے علاوہ کسی اور چیز میں یہ خلاف قیاس نہ چلے گا، پھر فرمایا یہ رد اس بناء پر ہے کہ صہرتج پر بڑا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ شامی نے کہا جب یہ دعوٰی کیا جائے کہ اس پر بھی بڑا اطلاق ہوتا ہے تو آثار کے مخالف نہ ہوگا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بَرَبَارَت سے مشتق ہے یعنی "حفرت" (میں نے کھودا) صہرتج اس گڑھے کو کہتے ہیں جس کے پانی تک ہاتھ نہ پہنچتا ہو، عین، جب، حوض اس کے برعکس ہے اور اسی طرف علامہ مقدسی مائل ہوئے ہیں، اور فرمایا جس سے بحر نے استدلال کیا سے اُس کا بعد مخفی نہ رہے اور جب اور صہرتج میں بڑا فرق ہے خاص طور پر وہ جس میں وفاذول کی گنجائش ہو، مگر یہ تنق کے خلاف ہے اور اس کی عبارت یہ ہے اور کنواں وہ ہے جس کے نیچے سے سوتے ہوں اہ یعنی نیچے سے پانی نکلتا رہتا ہو، اور مخفی نہ رہے کہ صہرتج، جب اور کنویں جو بارش سے بھر جاتے ہیں یا نہروں سے وہ اس تعریف سے خارج ہیں اہ رد المحتار مختصر (ت) میں کہتا ہوں بئر کا بَازُ سے مشتق ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ ہر بئر کھودا ہوا ہو یہ نہیں کہ ہر کھودا ہوا بئر ہو اور تم اس کو نہ بھلانا جو انہوں نے قارورہ اور جریر کے بارے میں حکایت کیا ہے

يتم بناء على ان الصهريج ليس من مسى البئر في شبيء¹ اھ قال الشامي اى فاذا ادعى دخوله في مسى البئر لا يكون مخالفا للاثار ويؤيده ما قدمناه من ان البئر مشتقة من بارت اى حضرت والصهريج حفرة في الارض لاتصل اليدالى مائها بخلاف العين والحب والحوض واليه مال العلامة المقدسى فقال ما استدل به في البحر لا يخفى بعده واين الحب من الصهريج لاسببها الذى يسع الوفاء من الدلاء² اھ لكنه خلاف ما في التنف ونصه اما البئر فهي التى لها مواد من اسفلها اى لها مياة تمد وتنبع من اسفلها ولا يخفى انه على هذا التعريف يخرج الصهريج والحب والابار التى تملأ من المطر او من الانهار³ اھ ما في رد المحتار باختصار۔

اقول: (۲) وكون البئر من البئر يقتضى ان كل بئر محفورة لان كل محفور بيدرو لا تنس ما حكوه في القارورة والجر جبر وفي الدر

¹ رد المحتار فصل في البئر مصطفیٰ البانی مصر ۱۵۹/۱

² رد المحتار فصل في البئر مصطفیٰ البانی مصر ۱۵۹/۱

³ رد المحتار فصل في البئر مصطفیٰ البانی مصر ۱۵۹/۱

اور در مختار میں حواشی علامہ غزی صاحب تنویر کنز پر قنیه سے ہے کہ "رکیہ" کا حکم کنویں کا سا ہے، اور فوائد سے ہے کہ حب مطبور کا اکثر حصہ اگر زمین کے اندر ہو تو وہ کنویں کی طرح ہے در میں فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صہرتج اور زیر کبیر سے کنویں کی طرح پانی نکالاجایگا اس تحریر کو غنیمت جانو اھ۔ شامی نے فرمایا کہ رکیہ عرف میں اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں بارش کا پانی اکٹھا ہو جاتا ہے تو یہ صہرتج کے معنی میں ہے، فرمایا یہ صہرتج میں مسلم ہے زیر میں نہیں، کیونکہ اس پر برکات اطلاق نہیں ہوتا ہے، اور اس کا بیشتر حصہ زمین میں مدفون اور دھنسا ہوا ہوتا ہے لہذا وہ عرفاً اور لغتاً کنواں نہیں ہے، اور جو فوائد میں ہے وہ بدائع اور کافی وغیرہ کے اطلاق کے معارض ہے اور اس میں اور صہرتج میں واضح فرق ہے جیسا کہ ہم نے مقدسی سے نقل کیا اھ مختصراً۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہ ایک اچھی بات ہے لیکن اس سے حوض اور صہرتج میں فرق ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ پانی تک ہاتھ کا نہ پہنچ سکتا کنویں کے مفہوم میں شامل نہیں ہے اور نہ صہرتج کے مفہوم میں ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا بر، بار سے ہے جس کے معنی کھودنے کے ہیں، یا بمعنی ذخیرہ کرنے کے ہیں، اور اس کے پانی کا قریب و بعید ہونا زمین اور موسموں کے اختلاف سے

المختار عن حواشی العلامة الغزی صاحب التنویر علی الكنز عن القنیة ان حکم الرکیة کالبئر وعن الفوائد ان الحب المطبور اکثره فی الارض کالبئر قال فی الدر وعلیه فالصهریج والزیر الکبیرینح منه کالبئر فاعتنم هذا التحریر^۱ اھ

قال الشامی الرکیة فی العرف بئر یجتمع ماءها من المطرفھی بمعنی الصهریج قال وهذا مسلم فی الصهریج (۱) دون الزیر لخروجه عن مسی البئر وكون اکثره مطبورای مدفوناً فی الارض لا یدخله فیہ لاعرفاً ولالغة ومافی الفوائد معارض بأطلاق ما مر عن البدائع والکافی وغیرهما و فرقی ظاهر بینہ و بین الصهریج کما قد منعنا عن المقدسی^۲ اھ مختصراً۔

اقول: هذا من الحسن بمكان (۲) لكن عه لا یظهر التفرقة بین الحوض والصهریج فان (۳) عدم وصول الیدالی الماء لیس داخلاً فی مسی البئر ولا الصهریج وانما البئر کما ذکر من البئر بمعنی الحفر او منه بمعنی الادخار ویختلف قرب مأثها وابتعادہ باختلاف الارض والفصول ففی الاراضی الندیة و ابان المطر

جو اس کے قول سابق بخلاف العین والحب والحوض اھ
منہ (ت)

عہ ناظراً الی قوله السابق بخلاف العین والحب
والحوض اھ منہ (م)

^۱ در مختار، فصل فی البئر، مجتبیٰ دہلی ۱۳۹۱

^۲ رد المحتار، فصل فی البئر، مصطفیٰ البانی ۱۵۹۱

یقتر ب جدال سیما بقرب الانهار الکبار حتی رأینا من
الابرار ما ینال ماؤها بالایدی و اذا سالت السیول ترعت
واستوت بالارض و هی التی تسى بالهندیة چویا
والحیاض کثیرا ما تكون بعیدة الغور، حتی اذا ملئت الی
قدر النصف او ازید منه قليلا لاتصل الایدی الی مائها
واذا امتلأت وصلت و كذلك الزیر الکبیر، وما الصهریج
الاحوضا یجتمع فیہ الباء کما رأیتہ فی نسختی القاموس
وعلیها شرح فی تاج العروس ومثله فی مختار الرازی
وفی الصراح صهریج بالعکس حوض چه اب^۱ و علی
ما اثرتم عن القاموس هو الحوض الکبیر یجتمع فیہ
الباء و هذا ایضا لا یزید علی الحوض الا بقید الکبر و
الحوض حوض صغرا و کبر ولا شک ان الصهریج وان بعد
قعره یملؤ الوادی اذا سال فتراه یتدفق بماء سلسال
وقد قال ذوالرمة

صوادی الهام والاحشاء خافقة

تناول الهمیم ارشاف الصهاریج

فاذا كانت الابل ترتشف ارشافها بشفاها فبال
الایدی لاتصل الی میاها، والعلامة المقدسی انما
یمیل الی التفرقة بین الحب والصهریج بالخرج البین
فی تفریغ الصهاریج وغسلها ونشفها کالبئر بخلاف
الزیر والیہ یشیر قوله لا سیما الذی یسع الوفا اذا علمت

ہوتا ہے چنانچہ ترز مینوں اور بارش کے موسم میں بہت قریب ہوتا ہے
خاص طور پر بڑی بڑی نہروں کے قریب، یہاں تک کہ ہم نے بعض
کنویں ایسے دیکھے جن میں سے ہاتھ سے پانی نکالا جاسکتا ہے اور سیلاب
کے موسم میں تو یہ کنویں منہ تک بھر جاتے ہیں ہندی میں اس
کو "چویا" کہتے ہیں اور کسی حوض کی گہرائی زیادہ ہوتی ہے، یہاں تک
کہ جب وہ آدھے بھر جائیں یا اس سے زائد تب بھی ان کے پانی تک
ہاتھ نہیں پہنچ پاتا ہے، جب بھر جاتے ہیں تب ہاتھ پہنچتا ہے اور یہی
حال بڑے زیر کا ہے، اور صہرتیج بڑے حوض کو کہتے ہیں جس میں پانی
اکٹھا ہو جاتا ہے، میرے قاموس کے نسخہ میں یہی ہے اور تاج العروس
میں اس کی شرح ہے، اور یہی چیز مختار الرازی میں ہے اور صراح میں
ہے صہرتیج بالکسر پانی کا چھوٹا حوض اھ اور جس کو تم نے جو قاموس کے
حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ صہرتیج بڑا حوض ہے جس میں پانی جمع ہوتا ہے
اور یہ بھی حوض ہی ہے، صرف بڑا ہوتا ہے، اور حوض تو حوض ہی
ہوتا ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، اور اس میں شک نہیں کہ صہرتیج خواہ کتنا
ہی گہرا ہو اس کو وادی بھرتی ہے، جب وہ بھر جاتا ہے تو اس سے پانی
اُچھل کر نکلتا ہے۔

ذوالرمة نے کہا ہے:

صوادی الهام والاحشاء خافقة

تناول الهمیم ارشاف الصهاریج

(تلی کمر والی اشراف عورتیں اس طرح سیراب ہوتی ہیں جیسے پیاسے

اونٹ حوضوں کے بقیہ پانی کو پیتے ہیں)

تو جب اونٹ اونٹ اپنے ہونٹوں سے حوض سے پانی پیتے ہیں تو ہاتھ پانی تک
کیوں نہیں پہنچتے ہیں،

^۱ الصراح باب الهمیم فصل الصاد مطبع مجیدی کانپور ص ۸۸

اور علامہ مقدسی "حب" اور "صہرتج" میں فرق کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ صہرتج کو خالی کرنے میں بہت حرج ہوتا ہے اسی طرح ان کو دھونا اور سکھانا بھی مشکل ہے جیسے کنواں، بخلاف "زیر" کے، اور اسی طرف انہوں نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ "خاص طور پر وہ جس میں "وفا" سما سکے، جب آپ نے یہ جان لیا تو اب معلوم ہونا چاہئے کہ ہم اگر مسئلہ میں علامہ قاسم اور بحر اور ان کے پیروکاروں کی طرح صرف اسی پر اکتفاء کرتے کہ مستعمل صرف وہی ہے جو بدن سے ملائی ہو، تو ہمیں کچھ پانی نکالنے کا حکم دینے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جو ملائی ہے وہ بہت ہی کم ہوتا ہے بہ نسبت باقی کے تو طہوریت اس وقت تک سلب نہ ہوگی جب تک کہ آزمایا نہ جائے لیکن یہ ائمہ مذہب کے نصوص کے خلاف ہے جو کتب معتمدہ میں منقول ہیں اور اسی پر اُن کا اجماع ہے تو مذہب کی طرف رجوع لازم ہے اور اس وقت اختلاف ظاہر ہوا ہے درمیان اس کے کہ آیا یہ کہ کنویں کی طرح ہے یا زیر کی طرح ہے اور ہم نے جو ایسر تھا اس پر عمل کیا حرج کے جاری کرنے کے وقت اور اکثر کے خالی کرنے کا حکم اس جگہ دیا جہاں کوئی حرج نہ ہو، تاکہ وہ جاری ہو جائے یا مطلق کے اجزاء زیادہ ہوں اس کی طہوریت کیلئے اجماع کافی ہے یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے بیان کی۔ تمام تعریف اللہ کی اس سے اسی کیلئے ہے، تحقیق کو یہی لائق تھا، اللہ سبحان بلند توفیق کا والی ہے، ہم نے اجراء کے مسئلہ کی جو تحقیق بیان کی ہے وہی ردالمحتار میں ہے اپنے فتاویٰ میں ہم نے بہت جگہ ذکر کیا ہے۔ (ت)

هذا فاعلم اننا لو اقتصرنا في المسألة على ما زعمه العلامةتان قاسم والبحر وتبعه كثير ممن جاء بعده من الاعلام ان المستعمل ليس الاما لاقى البدن لم نحتج الى الامر بنزع شئ من اصل الان الملاقى اقل بكثير من الباقي فالطهورية لم تسلب حتى تحلب لكنه خلاف نصوص ائمة المذهب المنقول في الكتب المعتمدة اجماعهم عليه فوجب الرجوع الى المذهب واعتري ح الخلاف بين انه كالبيتر او كالزير فعملنا بالايسر عند الحرج وبالجاء او تفريغ الاكثر حيث لا حرج في يصير جاريا او المطلق اكثر اجزاء، وباجماع يجزئ في الطهور اجزاء، فهذا تحقيق ما عولنا عليه، والحمد لله ومنه واليه، هكذا ينبغي التحقيق، والله سبحانه وتعالى ولي التوفيق، وما ذكرنا من مسألة الاجراء فتحقيقه في رد المحتار وقد ذكرناه في مواضع من فتاونا۔

رہا زید کا کہنا کہ کوئی شخص متواتر داخل ہو تو پلید ہو جائے گا اس کا محض غلط ہونا تو ظاہر ہے کہ جس روایت پر مستعمل پانی نجس ہے پانی ایک ہی بار سے پلید ہو جائے گا اور صحیح و معتمد مذہب پر لاکھ بار سے بھی پلید نہ ہوگا

اقول: عندی الاظهر هو الثانی (میرے نزدیک اظہر ثانی ہے۔ ت) مگر اس کی بناءً کے اُس خیال پر ہے کہ پانی کا جو حصہ بدن سے ملا اُتنا ہی مستعمل ہوتا ہے تو ایک آدمی کے نہانے سے سارا پانی کیونکر مستعمل ہو سکتا ہے ہاں بہت سے نہائیں تو یہ شُبہ جاتا ہے کہ پانی کے جتنے حصے ان سب کے بدن سے ملے وہ باقی پانی کے برابر یا اُس سے زائد ہو جائیں تو سب مستعمل ہو جائیگا مگر وہ خیال صحیح نہیں مذہب معتمد و صحیح یہی ہے جو پانی آب کثیر کی حد کو نہ پہنچا ہو وہ ایک آدمی کا نہانا کیا ناخن کا ایک کنارہ بے ضرورت ڈوب جانے سے سب مستعمل ہو جاتا ہے وقد نقلوا علیہ الاجماع فی غیر ما کتاب واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۱: **مرسلہ ڈاکٹر محمد واعظ الحق صاحب سعد اللہ پوری ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پیٹنہ ۲ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بارش کا پانی اگر کسی خندق میں جمع ہو جائے اور وہ خندق دس گز سے لمبا چوڑا زیادہ ہو مگر بستی کے قریب ہو اور اس میں بستی کا پانی جاتا ہو اس میں غسل کرنا اور وضو بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :

[illegible]

ہستے پانی کا کوئی وصف مذکور بدل دیا یا یہ کہ پہلے خالص ناپاک پانی خندق میں پہنچ لیا اُس کے بعد بارش وغیرہ کا پانی تھوڑا تھوڑا اس میں آتا گیا جتنا ملا ناپاک ہوتا گیا یا پہلے سے پاک پانی خندق میں دہ دردہ سے کم جگہ میں تھا اُس پر خالص ناپاک پانی وارد ہوا تو اس میں پھر دو صورتیں ہیں اگر بارش تھوڑی سی ہوئی کہ وہ پانی اُس ناپاک میں مل کر رہ گیا تو وہ بھی ناپاک ہو گیا ورنہ اگر بارش زور سے ہوئی کہ بکثرت پانی بہتا آیا جس نے اس خندق کو بھر کر ابال دیا کہ پانی کناروں سے چھلک گیا تو اب سب پاک ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حوض دہ دردہ میں گز شرعی کی مقدار کیا ہے بینوا تو جروا۔

الجواب:

علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کو دربارہ مساحت حوض کبیر کہ دہ دردہ قرار پایا ہے تعیین گز میں تین قول پر اختلاف ہے
قول اول: معتبر ذراع کرباس ہے اور اسی کو ذراع عامہ کہتے ہیں یعنی کپڑوں کا گز۔ اسی قول کی طرف اکثر کارجمان رائے اور اسی کو درو و ظہیریہ و خلاصہ و خزائنہ و مراقی الفلاح و عالمگیریہ وغیرہا میں اختیار کیا اور شرح زاہدی و تجنیس اور فتاویٰ کبریٰ پھر قسستانی پھر در مختار میں اُسے مختار اور نہایہ میں صحیح اور ہدایہ میں مفتی بہ اور ولوالجیہ میں لائق و اوسع کہا۔ پھر خود (۱) ذراع کرباس کی تقدیر میں اختلاف واقع ہوا امام ولوالجی نے سات ۷ مشمت قرار دیا ہر مشمت چار ۴ انگل مضموم تو اٹھائیس ۲۸ انگل کا گز ہوا ہمارے یہاں کی نو گرہ ۹ سے زائد اور دس ۱۰ گرہ سے کم یعنی ۹-۳۳/۱۱۹ گرہ۔ اس قول پر نہایہ پھر جامع الرموز پھر در مختار اور باتناج والوالجی فاضل ابرہیم حلبی نے شرح منیہ میں اقتصار کیا مگر جمہور علماء کے نزدیک ذراع کرباس چھ ۶ مشمت کا ہے ہر مشمت چار ۴ انگل مضموم اور اسی طرف رجحان روئے علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن النمام کا ہے اور یہی عالمگیریہ میں تبیین اور بحر الرائق میں کتب کثیرہ سے منقول پس قول راجح میں یہ گز چوبیس ۲۴ انگل کا ہوا کہ ایک ہاتھ ہے تو ہمارے یہاں کا آدھ گز ٹھہرا۔

قول دوم: اعتبار ذراع مساحت کا ہے امام علامہ فقیہ النفس اہل الافتاء والترجیح امام فخر الدین قاضی خان اور جندی رحمہم اللہ تعالیٰ نے خانہ میں اسی قول کی تصحیح اور قول اول کا رد کیا طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں اس پر بھی حکایت فتویٰ واقع ہوئی اور بیشک من حیث الدلیل اسے قوت ہے۔ اس گز (۱) کی تقدیر میں اقوال مختلفہ وارد ہوئے مضمرات میں سات مشمت، ہر مشمت کے ساتھ ایک انگل قرار دیا کہ مجموع پینتیس انگل ہمارے

عہ: یہ فتویٰ فتاوائے قدیمہ کے بقایا سے ہے جو مصنف نے اپنے صغر سن لکھے تھے ۱۲ (م)

گز سے ۱۱۱-۳۳/۲۲ گره ہوا علامہ کرمانی نے سات مسشت چھ مسشت معمولی اور ساتویں میں انکو ٹھاپھیلایا ہوا کہ یہ بھی تخمیناً گیارہ گره کے قریب ہوا مگر یہ دونوں قول سنا ہیں قول جمہور کہ عامہ کتب میں مصرح سات مسشت ہے، ہر مسشت نرا نکتہ کشادہ یعنی ساڑھے تین فٹ کہ اس گز سے کچھ اوپر ساڑھے اٹھارہ گره ہوا یعنی ۱۸۱۸-۳۳/۲۲ گره۔

قول سوم: ہر شہر و دیار و ہر عہد و زمانہ میں گزرانج کا اعتبار ہے محیط میں اسی کو اصح اور نہر میں انساب کہا اور کافی میں بھی یہی اختیار کیا مگر علمائے متاخرین اس قول کو رد کرتے اور من حیث الدلیل نہایت ضعیف بتاتے ہیں اور نظر فقہی میں معلوم بھی ایسا ہی ہوتا ہے،

اور یہ علماء کے نصوص ہیں، برہان الدین مرغینانی کے ہدایہ میں مذکور ہے بعض نے تو پیمائش وہ درہ کرباس کے ذراع سے کی ہے تاکہ لوگوں کیلئے فراخی ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے،
فتح القدیر میں ہے "بذراع الکرباس" یہ چھ مسشت کا ہوتا ہے، ہر مسشت پر انگلی زائد نہ کی جائے، اب رہا یہ سوال کہ معتبر ذراع مساحت ہے یا ذراع کرباس ہے یا ہر زمانہ و مقام میں ان کی عادت کے مطابق ہے اس میں مختلف اقوال ہیں،
امام فخر الدین نے خانیہ میں ذراع مساحت کا اعتبار کیا کرباس کا نہیں یہی صحیح ہے اس لئے کہ مساحت کا ذراع مسوحات کے زیادہ لائق ہے۔ علامہ ابن امیر الحاج کی شرح منیہ میں ہے کہ آیا ذراع کرباس کا اعتبار ہے یا ذراع مساحت کا؟ کچھ لوگ پہلے قول کی طرف گئے ہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور شرح زاہدی میں ہے یہی مختار ہے، اور بعض نے دوسرے قول کو لیا ہے قاضیان نے کہا کہ یہی صحیح ہے کیونکہ مساحت کا گز

وهذه نصوص العلماء في الهداية للامام برهان الدين
المرغيناني قدس سره الرباني بعضهم قدروا بالمساحة
عشر افي عشر بذراع الكرباس توسعة للامر على الناس
وعليه الفتوى ¹ وفي فتح القدیر للامام المحقق على
الاطلاق قوله بذراع الكرباس هوست قبضات ليس فوق
كل قبضة اصبع قائمة وهل المعتبر ذراع المساحة
او ذراع الكرباس او في كل زمان ومكان ² حسب عاداتهم
اقوال. وفي الخانية للامام فخر الدين رحمه الله تعالى
يعتبر فيه ذراع المساحة لا ذراع الكرباس هو الصحيح
لان ذراع المساحة بالمسوحات البقية ³ وفي شرح
المنية للعلامة ابن امير الحاج هل المعتبر ذراع
الكرباس او ذراع المساحة ذهب بعضهم الى الاول في
الهداية وعليه

¹ ہدایہ فصل فی البئر مطبع عربیہ کراچی ۲۰۱۱

² فتح القدیر فصل فی البئر نوریہ رضویہ سکھر ۷۰۱

³ فتاویٰ خانیہ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراكد نوکشتور لکھنؤ ۴/۱

ممسوحات کے زائد لائق ہے، اور فتاویٰ ولوالجی میں ہے کہ بڑا حوض جو وہ درہ ہوتا ہے اور اس میں معتبر کرباس کا ذراع ہے نہ کہ مساحت کا اور وہ سات مشت ہے، جس میں ہر مشت پر ایک انگلی کا اضافہ نہ ہو، کیونکہ مساحت کا گز سات مشت ہے جس میں ہر ایک مشت پر ایک کھڑی انگلی کا اضافہ ہو، تو پہلا آسانی سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے انتہی، اور کھڑی انگلی سے مراد انگوٹھے کی بلندی ہے، جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے تو معلوم ہوا کہ ذراع کرباس ذراع مساحت سے چھوٹا ہے تو اسی سبب سے تقدیر ذراع میں لوگوں کیلئے آسانی ہوئی اور محیط سے نقل کیا ہے کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ کا الگ گز معتبر ہوگا، اور کافی نے بھی یہی کہا ہے اھ اور ابراہیم حلبی کی شرح کبیر میں ہے کہ معتبر ذراع کرباس ہے جو سات مشت ہوتا ہے فقط، اور اسی کو امام اسحاق بن ابی بکر الوالجی نے اپنے فتاویٰ میں پسند کیا ہے، کیونکہ وہ چھوٹا ہوتا ہے تو اسی میں آسانی رہے گی اور قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں ذراع مساحت کو مختار کہا ہے اور وہ سات مشت مع ایک کھڑی انگلی کے آخری مشت میں ہے اور بعض نے کہا کہ ہر مشت میں قاضی خان نے فرمایا یعنی تالاب جس کا اندازہ لگایا گیا ہے وہ ممسوحات سے ہے، تو اس میں ذراع مساحت سے اندازہ لگانا زائد مناسب ہوگا، اور محیط میں ہے صحیح یہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ میں وہیں کا ذراع معتبر ہوگا،

الفتویٰ وفي شرح الزاھدی وهو المختار وذهب بعضهم الى الثاني قال قاضی خان هو الصحيح لان ذراع المساحة بالممسوحات اليق. وفي فتاویٰ الولوالجی الحوض الكبير لما كان مقدرا بعشرة اذرع في عشرة اذرع فالمعتبر ذراع الكرباس دون المساحة وهي سبع مشتات ای سبع قبضات ليس فوق كل مشت اصبع قائمة لان ذراع المساحة سبع مشتات فوق كل مشت اصبع قائمة فالاول اليق للتوسع انتهى والمراد بالاصبع القائمة ارتفاع الابهام كما في غایة البیان فظهر ان ذراع الكرباس اقصر من ذراع المساحة فبسبب ذلك وقع الترفية للناس بالتقدير بها ونقلوا عن المحيط انه يعتبر في كل زمان ومكان ذراعهم وعليه مشى في الكافي¹ اھ وفي الشرح الكبير لابرہیم الحلبي المعتبر في الذراع ذراع الكرباس وهو سبع قبضات فقط وهو اختيار الامام اسحاق بن ابی بکر الولوالجی في فتاویٰ لانه اقصر فيكون ايسر واختار قاضي خان في فتاویٰ ذراع المساحة وهو سبع قبضات باصبع قائمة في القبضة الاخيرة وقيل في كل قبضة قال قاضی خان لانه يعنى الغدير المقدّر من المسوحات فكان ذراع المساحة

صاحب کافی اور صاحب نہر الفائق وغیرہ نے اس کی متابعت کی اور یہ بہت عجیب ہے اور نہایت بعید ہے، اور علامہ زین بن نجیم المصری کی بحر الرائق میں ہے کہ مشائخ کے ذراع کی بابت تین اقوال ہیں، تجنیس میں ہے کہ ذراع کرباس مختار ہے، اور اس میں اختلاف ہے، کئی کتب میں ہے کہ یہ ایسی چھ مشت کے برابر ہے جن میں ہر مشت پر ایک کھڑی انگلی زائد نہ ہو تو گویا یہ چوبیس انگشت کے برابر ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کی تعداد کے مطابق اور کھڑی انگلی سے مراد انگوٹھے کی بلندی ہے جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے اور فتاویٰ ولوالجی میں ہے کہ ذراع کرباس سات مشت بلا کھڑی انگلی کے اضافہ کے، اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں ہے اصح یہ ہے کہ مساحتہ کا گز سات مشت مع ایک کھڑی انگلی کے، اور محیط اور کافی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ ہر زمان و مکان میں ان کا اپنا گز معتبر ہوگا، اس میں مساحتہ اور کرباس کا کچھ ذکر نہیں، اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے معتبر ذراع کرباس ہے، یہی ظہیر یہ میں ہے اسی پر فتویٰ ہے، ہدایہ میں یہی ہے اور یہ عام گز ہے جو چھ مشت یعنی چوبیس انگشت کا ہوتا ہے یہی تبیین میں ہے، فاضل قسستانی کی جامع الرموز میں ہے کہ ذراع میں اختلاف ہے، تو محیط میں ہے اصح یہ ہے کہ ہر زمان و مکان کا اپنا اپنا گز معتبر ہوگا،

فیه الیق، وفي المحيط والاصح ان یعتبر فی کل زمان و مکان ذراعهم وتبعه صاحب کافی کصاحب النهر الفائق وغیرہ وهذا عجیب وبعید جدا الی آخر¹ ما قال وفي البحر الرائق للعلامة زین بن نجیم المصری اختلاف المشائخ فی الذراع علی ثلاثة اقوال ففی التجنیس المختار ذراع الکرباس واختلف فیه ففی کثیر من الکتب انه ست قبضات لیس فوق کل قبضة اصبع قائمة ففی اربع وعشرون اصبعاً بعدد حروف لا اله الا الله محمد رسول الله والمراد بالاصبع القائمة ارتفاع الابهام كما فی غایة البیان وفي فتاویٰ الولوالجی ان ذراع الکرباس سبع قبضات لیس فوق کل قبضة اصبع قائمة وفي فتاویٰ قاضی خان وغیرہ الاصح ذراع المساحة وهو سبع قبضات فوق کل قبضة اصبع قائمة وفي المحيط والكافی الاصح انه یعتبر فی کل زمان و مکان ذراعهم من غیر تعرض للمساحة والکرباس² وفي الفتاویٰ الهندیة المعتبر ذراع الکرباس کذا فی الظهیریة وعلیه الفتویٰ کذا فی الهدایة وهی ذراع العامة ست قبضات اربع وعشرون اصبعاً

¹ غنیۃ المستملی فصل فی احکام الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ۹۸۹/۱

² بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۶/۱

فتاویٰ قاضی خان میں ہے صحیح ذراع مساحتہ جوسات مشت کہ ہر مشت پر ایک انگلی کھڑی ہو جیسا کہ ولوالجی میں ہے یا ساتویں مشت پر کھڑی انگلی ہو جیسا کہ کرمانی میں ہے یا ایک لیٹی ہوئی انگل ہر مرتبہ جیسا کہ سیر المضمرات میں ہے اور نہایت میں ہے صحیح ذراع کرباس ہے اور وہ سات مشت ہے، ہر مشت چار انگل ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ کبریٰ میں ہے، اور فاضل علاء الدین حصکفی نے در مختار میں بیان فرمایا اور قسستانی میں ہے کہ پسندیدہ ذراع کرباس ہے اور وہ صرف سات مشت ہے، اور اس کے حاشیہ میں علامہ سید احمد طحطاوی نے فرمایا ذراع مساحتہ سات مشت ہے ہر مشت پر ایک کھڑی انگشت، اور سید محمد امین شامی نے ردالمحتار میں فرمایا ان کا قول والمختار ذراع الکرباس، اور ہدایہ میں اسی پر فتویٰ ہے اور درر، ظہیریہ، خلاصہ، خزانہ میں اسی کو اختیار کیا ہے محیط اور کافی میں فرمایا کہ ہر زمان و مکان میں لوگوں کے گزرا کا اعتبار ہوگا، نہر میں ہے کہ یہی انسب ہے۔ میں کہتا ہوں اس کو شرح منیہ میں رد کیا ہے کہ مقصود اس تقدیر سے غلبہ ظن ہے اس امر کا کہ نجاست دوسری طرف نہیں گئی ہے، اور یہ چیز ایسی ہے کہ اس میں زمان و مکان کے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، ان کا قول کہ وہ سات مشت ہے، یہ ولوالجیہ میں ہے، اور

كذا في التبيين¹ اه وفي جامع الرموز للفاضل القهستاني اختلف في الذراع ففي المحيط الاصح ذراع كل مكان وزمان وفي فتاوى قاضى خان الصحيح ذراع المساحة وهى سبع قبضات واصبع قائمة في كل مرة كما في الولوالجى والمره السابعة كما في الكرمانى واصبع موضوعة في كل مرة كما في سيرة المضمرات وفي النهاية الصحيح ذراع الكرباس وهى سبع قبضات كل قبضة اربع اصابع وهو المختار كما في الكبرى² وفي الدر المختار للفاضل علاء الدين الحصكفى في القهستاني والمختار ذراع الكرباس وهو سبع قبضات فقط³ وفي حاشيته للعلامة السيد احمد الطحطاوى واما ذراع المساحة فسبع قبضات فوق كل قبضة اصبع قائمة⁴ وفي ردالمحتار للفاضل السيد محمد امين الشامى قوله والمختار ذراع الكرباس وفي الهداية ان عليه الفتوى واختاره في الدرر والظهيرية والخلاصة والخزانة وفي المحيط والكافي انه يعتبر في كل زمان ومكان ذراعهم قال في النهر وهو الانسب قلت لكن رده في شرح المنية

¹ ہندیہ فصل فی الماء الراکد نورانی پشاور ۱۸/۱

² جامع الرموز بیان المیاء گنبد ایران ۳۸۹/۱

³ در مختار باب المیاء مجتہبی دہلی ۳۶/۱

⁴ طحطاوی علی الدر باب المیاء بیروت ۱۰۸/۱

بحر میں ہے کہ بہت کتب میں چھ مشت ہے الخ اھ اور مشت سے مراد چار بند ہی ہوئی انگلیاں ہیں، نوح۔ میں کہتا ہوں یہ ہاتھ کے گز سے قریب ہے کیونکہ وہ چھ مشت اور تھوڑا زائد ہوتا ہے اور وہ دو بالشت ہوتا ہے انتی ملخصاً، اور شرنبلالی کی مراقی الفلاح میں ہے کہ عام لوگوں کے گز سے دہ در دہ ہو، انتی مختصراً۔ اور فاضل طحطاوی کے حاشیہ میں ہے نیز صاحب در نے نقل کیا کہ مفتی بہ پیمائش والا گز ہے اور وہ ہمارے موجودہ گز سے بڑا ہے گویا آج کے اعتبار سے دہ در دہ آٹھ در آٹھ ہوا اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس میں کئی وجوہ سے سہو ہے کیونکہ در کی پوری عبارت اس طرح ہے ایسا ہی قسمتانی میں ہے اور مختار کرباس کا گز ہے اور وہ صرف سات مشت ہوتا ہے تو ہمارے زمانہ کے گز کے اعتبار سے آٹھ ضرب آٹھ، آٹھ مشت اور تین انگل ہوگا دس کے مفتی بہ قول پر اھ اولاً انہوں نے صراحت

بأن المقصود من هذا التقدير غلبة الظن بعدم خلوص النجاسة وذلك لا يختلف باختلاف الأزمنة والامكنة قوله وهو سبع قبضات هذا ما في الولوالجية وفي البحران في كثير من الكتب انه ست قبضات¹ الخ اھ والمراد بالقبضة اربع اصابع مضومة نوح اقول وهو قريب من ذراع اليد لانه ست قبضات وشيئ وذلك شبران² انتهي ملخصاً وفي مراقي الفلاح للفاضل الشرنبلالی عشر في عشر بذراع العامة³ انتهي مختصراً وفي حاشيته للفاضل الطحطاوی نقل صاحب الدر ان المفتي به ذراع المساحة وانه اكبر من ذراعنا اليوم فالعشر في العشر بذراعنا اليوم ثمان في ثمان⁴ اھ اقول: فيه سهو بوجه وذلك ان عبارة الدر بتمامها هكذا في القهستانی والمختار ذراع الكرباس وهو سبع قبضات فقط فيكون ثمانياً في ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات وثلاث اصابع على القول المفتي به بالعشر⁵ اھ فالاولا (۱)

¹ ردالمحتار باب المياه مصطفى البابی مصر ۱۴۴۱ھ

² ردالمحتار باب المياه مصطفى البابی مصر ۱۴۴۱ھ

³ مراقی الفلاح کتاب الطهارة الامیریہ مصر ص ۱۶

⁴ حاشیہ الطحطاوی مع مراقی الفلاح کتاب الطهارة الامیریہ مصر ص ۱۶

⁵ در مختار باب المياه مجتہبائی دہلی ۳۶/۱

کی ہے کہ ذراع کر باس لیا جائے گا نہ کہ ذراع مساحت۔ ثانیاً اس میں ذراع کی مقدار کی بابت کسی مفتی بہ قول کا ذکر نہیں ہے اس میں صرف اتنا ہے کہ مفتی بہ قول متاخرین کا قول ہے، اور وہ یہ ہے کہ کثیر وہ درہ کو کہتے ہیں، اور سید نے خود حواشی در میں فرمایا ان کا قول علی المفتی بہ، یعنی متاخرین کے مفتی بہ قول کے مطابق، اور اصل مذہب تو آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے۔

ثالثاً: سب سے بڑا سہو اس میں یہ ہوا ہے کہ انہوں نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ کے گز سے بڑا گز ہے، اور سات مشت آٹھ مشت سے کیے بڑا ہو سکتا ہے؟ اور جب وہ درہ برابر ہے اس آٹھ در آٹھ کے، تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ بڑا ہے نہ کہ وہ، اور در میں یہ نہیں پایا جاتا ہے، اور نہ اس کی اصل قسمستانی میں، اگر وہ یہ فرما دیتے کہ در نے یہ نقل کیا ہے کہ مختار کر باس کا گز ہے اور وہ چھوٹا ہوتا ہے الخ تو درست بات ہوتی، پھر در کا حساب اس کی اصل کی متابعت میں یہ ہے کہ وہ درہ درہ ایسا ہے جیسا کہ آٹھ در آٹھ، اس کو سید ط نے یوں بیان کیا کہ دس ضرب سات ستر ہوتے ہیں اور آٹھ ضرب آٹھ چونٹھ ہوتے ہیں (یعنی اتنی مشت) اور آٹھ انگلیوں کو تین سے ضرب دیا جائے تو چوبیس انگلیاں ہوتی ہیں اور یہ چھ مشت ہوتی ہیں اس طرح ستر مشت

صریح نصہ اختیار ذراع الکر باس دون المساحة وثانیاً: (۱) لیس فیہ ذکر الافتاء علی شیعی من تقادیر الذراع انما فیہ ان المفتی بہ ماعلیہ المتأخرون من تقدیر اکثر بعشر فی (۲) عشر وقد قال السید نفسه فی حواشی الدر قوله علی المفتی بہ ای الذی افقی بہ المتأخرون وقد علمت اصل المذهب^۱ اھ وثالثاً من ابین (۳) سہو قوله رحمہ اللہ تعالیٰ انہ اکبر من ذراعنا وكيف تكون سبع قبضات اکبر من ثمان (۴) واذکان عشر فی عشر بذاک ثمانیاً فی ثمان بهذا فکل احد یعرف ان هذا اکبر لاذک ولا (۵) وجود له فی الدر ولا فی اصلہ القہستانی فلو قال رحمہ اللہ تعالیٰ نقل الدر ان المختار ذراع الکر باس وانہ اصغر الخ لاصاب ثم حساب الدر تبعاً لاصلہ ان عشر فی عشر کثمان فی ثمان بینہ السید ط بان العشرة فی سبعة بسبعین والثمانية فی مثلها بأربعة وستین قبضة والثمانية فی ثلاثة عاصابع بأربع وعشرين اصبعاً وھی ست قبضات فتمت سبعین قبضة^۲ اھ

طحاوی میں اسی طرح ہے اور ثلث بند کیر ذکر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ (ت)

عہ کذا فی ط والاصوب ثلث بالتذکیر اھ منہ (م)

^۱ طحاوی علی الدر المختار باب المیاء بیروت ۱۰۸/۱

^۲ طحاوی علی الدر المختار باب المیاء بیروت ۱۰۸/۱

اقول: وهو حساب حق صحيح لا غبار عليه اخذ فيه
عشرا في عشر بذراع هو سبع قبضات وثمانيا في
ثمان بذراع هو ثمان قبضات وثلث اصابع وبين
مساواة ضلع لضلع فانه على كل سبعون قبضة كما
بين او مائتان وثمانون اصبعاً لان الاول ثمان
وعشرون اصبعاً والثاني خمس وثلثون واذا ضربت
الاول في عشرة والثاني في ثمانية اتحد الحاصل وهو
• ومساواة الضلع للضلع يوجب بالضرورة مساواة
المربع للمربع لكن السيد ش رحمه الله تعالى رد
على الدر بقوله كانه نقل ذلك عن القهستاني ولم
يبحثه وصوابه فيكون عشرا في ثمان وبيان ذلك
ان القبضة اربع اصابع واذا كان ذراع زمانهم ثمان
قبضات وثلث اصابع يكون خمسا وثلثين اصبعاً
واذا ضربت العشر في ثمان بذلك الذراع تبلغ
ثمانين فاضربها في خمس وثلثين تبلغ الفين
وثمان مائة اصبع وهي مقدار عشر في عشر بذراع
الكرباس المقدّر بسبع قبضات لان الذراع حينئذ
ثمانية^{٢٨٠} وعشرون اصبعاً والعشر في عشر بمائة
فاذا ضربت ثمانية وعشرين في مائة

پوری ہوئیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں، بلاشبہ یہ حساب صحیح ہے، اس میں دہ دردہ کو
اختیار کیا گیا ہے، ایک ذراع کے لحاظ سے جو سات مشت
ہو، اور آٹھ در آٹھ کو ایسے ذراع کے ساتھ جو آٹھ مشت تین
انگی ہو، اور ایک ضلع کا دوسرے ضلع کے مساوی ہونا بیان
کیا کیونکہ یہ ہر قول پر ستر مشت ہوگا جیسا کہ بیان کیا، یادو سو
اسی^{۲۸۰} انگشت کیونکہ پہلا اٹھائیس انگشت ہے اور دوسرا
پینتیس انگشت اور جب پہلے کو دس میں اور دوسرے کو آٹھ
میں ضرب دیا جائے تو دونوں کا حاصل ایک ہی ہوگا یعنی دو
سوا سی، اور ایک ضلع کی مساواة دوسرے ضلع سے ایک مربع
کی مساواة دوسرے مربع سے بالبداهۃ ثابت کرتی ہے لیکن
سید "ش" نے در پر اپنے اس قول سے رد کیا، غالباً انہوں نے
یہ قستانی سے نقل کیا ہے اور اس کو بغور دیکھا نہیں، صحیح یہ
ہے کہ "یہ ہو جائیگا دس ضرب آٹھ، اور اس کی تشریح یہ ہے
کہ ایک مشت چار انگشت ہوتی ہے، اور ان کے زمانہ کا ذراع
آٹھ مشت تین انگشت تھا، اس طرح پینتیس انگشت ہوئیں
اور جب دس کو آٹھ میں اس ذراع کے حساب سے ضرب
دی جائے تو حاصل اسی ہوتا ہے، پھر اس کو پینتیس سے
ضرب دی جائے تو حاصل دو ہزار آٹھ سو انگشت ہوگا، اور یہی
مقدار دہ دردہ کی ہے کرباس کے گز سے،

عہ کذا فی ش والا صوب ثمان بالتذکیر اھ منہ (م)

شامی میں اسی طرح ہے اور بہتر تذکیر کے ساتھ ثمان

ہے۔ (ت)

جس کی مقدار سات مشتمل بتائی گئی ہے، کیونکہ اس صورت میں ذراع اٹھائیس انگشت ہوگا، اور دس ضرب دس سو ہے، تو جب اٹھائیس کو سو میں ضرب دیں تو وہی حاصل ہوگا، اور بقول شارح یہ ما حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ جب آٹھ کو آٹھ میں ضرب دیں تو چونسٹھ حاصل ہوگا، اور جب ان کو پینتیس میں ضرب دی جائے تو دو ہزار دو سو چالیس انگشت ہوئی، اور ذراع کرباس سے یہ اسی^{۱۰} ذراع ہوتے ہیں، جبکہ مطلوب سو^{۱۰۰} ہیں، تو صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا فافہم اھ فافہم سے ط پر رد کی طرف اشارہ ہے یہ ان کا معروف طریقہ ہے جو

انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں اختیار کیا۔ (ت) میں کہتا ہوں یہ اُن سے لغزش ہوئی ہے دو حروف تو صحیح ہیں، پہلا تو یہ کہ ان کے زمانہ کا ذراع پینتیس انگشت تھا، اور دوسرا یہ کہ کرباس کے گز کی مقدار سات مشتمل کے حساب سے اٹھائیس ہے، اس کے علاوہ جو کچھ کہا وہ صریح سہو ہے۔ اولاً دس کو آٹھ میں ضرب دینے سے دو ہزار آٹھ سو نہیں آتے بلکہ اٹھانوے ہزار انگشت بتقدیم التاء، اس لئے کہ ۳۵ ضرب ۱۰ = ۳۵۰ اور ۳۵ ضرب آٹھ ۲۸۰ ہوئے، اور ۳۵۰ * ۲۸۰ = ۹۸۰۰۰ ہوئے۔

ثانیاً: ذراع کرباس مذکور کے اعتبار سے دس ضرب دس ۲۸۰۰ نہیں بنتا اٹھتر ہزار چار سو بنتا ہے یہ بتقدیم سین ہے۔۔۔۔۔ اس لئے کہ ۲۸ * ۱۰

تبلغ ذلك المقدار واما على ما قاله الشارح فلا تبلغ ذلك لانك اذا ضربت ثمانياً في ثمان تبلغ اربعاً وستين فاذا ضربتها في خمس وثلاثين تبلغ الفين ومائتين واربعين اصبعاً وذلك ثمانون ذراعاً بذراع الكرباس والمطلوب مائة فالصواب ما قلناه فافهم^۱ اھ اشار بقوله فافهم الى الرد على ط كدابه المذكور في صدر كتابه۔

اقول: وهو كله زلة نظر منه رحمه الله تعالى اصاب في حرفين الاول ان ذراع زمانهم خمس وثلثون اصبعاً والاخر ان ذراع الكرباس المقدر بسبع قبضات ثمان وعشرون وماسوى ذلك كله سهو صريح فاو لا مآكان (۱) عشر افي ثمان بذراعهم لايكون الفين وثمان مائة بل ثمانية وتسعين الف اصبع بتقدیم التاء لان في . ثلثمائة وخمسون وفي مائتان وثمانون و ۳۵۰ * ۲۸۰ = ۹۸۰۰۰

وثانياً: (۲) مآكان عشرا في عشر بذراع الكرباس المذكور لايكون ايضاً ۲۸۰۰ بل ثمانية و سبعين الف اصبع بتقدیم السين واربع مائة لان

^۱ رد المحتار باب المياہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۴۱

فی مائتان وثمانون ومربعها.. بنقص تسعة عشر الف اصبع وستمائة فكيف يستويان،

وثالثاً (۱) ثمان في ثمان بذراعهم لايكون الفين ومائتين واربعين بل مربع مائتين وثمانين لان كل ذراع والطول ۸-- ۳۵ * ۸ = ۲۸۰ وكذلك العرض فالسطح .. مثل عشر في عشر بذراع الكرباس سواء بسواء كما قال الشارح والقهستاني وط -

ورابعاً: (۲) مساحة ثمانين ذراعاً بذراع الكرباس لاتكون ۲۲۴۰ بل اثنتين وستين الفا وسبع مائة وعشرين اصبعاً لان مساحة ذراع مائة ذراعاً في ذراع وذلك مربع سبع مائة واربع وثمانون اصبعاً و ۲۲۴۰ = ۸۰ * ۲۸۰ ومنشأ (۳) الخطأ في كل ذلك انه رحمه الله تعالى لم يفرق بين الخط والسطح فحسب ان الطول يضرب في العرض ومابلغ يضرب في اصابع الذراع وهي خمس وثلثون او ثمان وعشرون اصبعاً فاحصل يكون مساحة الماء وليس كذلك وانما هي مقدار الاصابع في خط قدر ذراع اما السطح قدر ذراع فاصابعه مربع ذلك وهي الف ومائتان وخمس وعشرون اصبعاً على الاول وسبع مائة واربع وثمانون على الثاني فذلك يضرب في يكن ثمانياً في ثمان بالاول

دو سو اسی ۲۸۰ ہوئے اور ان کا مربع ۸۴۰۰ ہوا، ایس ہزار چھ سو ۱۹۶۰۰ انگشت گھٹا کر، تو یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟

ثالثاً: آٹھ ضرب آٹھ ان کے گز سے دو ہزار دو سو چالیس ۲۲۴۰ نہیں بنتے، بلکہ مربع دو سو اسی ۲۸۰ کا بنتا ہے کیونکہ ہر ذراع ۳۵ انگشت ہے اور لمبائی ۸، اس لئے ۳۵ * ۸ = ۲۸۰ ہوا۔ اور یہی حال چوڑائی کا ہے تو سطح ۸۴۰۰ مثل وہ درودہ کپاس کے گز سے بالکل برابر برابر ہے جیسا کہ شارح، قسمتانی اور "ط" نے فرمایا۔

رابعاً: کرباس کے گز سے اسی گز کی پیمائش ۲۲۴۰ نہیں بنتی ہے بلکہ باٹھ ہزار سات سو بیس انگشت ہے، اس لئے کہ ایک ذراع کی پیمائش وہ ہے جو ذراع در ذراع ہو اور یہ ۲۸ کا مربع ۸۴۰ انگشت ہے اور ۸۴۰ * ۸۰ = ۶۷۲۰۰ ہے اور اس تمام بحث میں غلطی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خط اور سطح میں فرق نہیں کیا ہے، اور اس طرح حساب کیا کہ لمبائی کو چوڑائی میں ضرب دی اور جو حاصل آیا اس کو ذراع کی انگلیوں میں ضرب دی اور وہ پینتیس ۳۵ یا اٹھائیس ۲۸ انگلیاں بنتی ہیں اور جو حاصل ہوا وہ پانی کی پیمائش قرار دی، حالانکہ بات یہ نہیں ہے، یہ تو ان کی انگلیوں کی مقدار ہے جو خط میں ذراع کی مقدار ہو اور وہ سطح جو ذراع کی مقدار ہو تو اس کی انگلیاں اس کا مربع ہوگا اور وہ ایک ہزار دو سو پچیس انگلیاں ہیں پہلے قول پر اور دوسرے قول پر ۸۴۰ ہیں، اس کو

چونٹھ میں ضرب دی جائے گی تو یہ ۸*۸ بنے گا پہلے قول پر، اب اس کو ضرب دی جائے گی ۱۰۰ میں تو یہ ۱۰*۱۰ ہوگا دوسرے قول پر، اور ظاہر ہے کہ ۶۴*۱۲۲۵ اور ۸۴*۱۰۰ دونوں ہی ۷۸۴۰۰ ہیں اور یہی مطلوب ہے، اور اگر آپ پہلے قول پر دس کو آٹھ میں ضرب دیں تو ۱۲۲۵ کو ۸۰ میں ضرب دیں تو ۹۸۰۰۰ ہوگا، اور اگر اسی ۸۰ گز کی پیمائش دوسرے قول کے مطابق ہو تو ۸۴ کو ۸۰ میں ضرب دیں تو حاصل ۶۷۲۰ آئے گا، تو جو ہم نے کہا وہ واضح ہو گیا اور اگر مزید وضاحت درکار ہو تو ایک ذراع ضرب ذراع کو دیکھیں کیونکہ ایک ضرب ایک ایک ہی ہوتا ہے، اب سید کے طریقہ کے مطابق اس کو ہاتھ کی انگلیوں میں ضرب دیجئے تو وہ جتنی ہیں اتنی ہی رہیں گی، اور یہی بعینہ ایک طرف کی انگلیاں ہیں تو گویا ایک چیز کی طرف اس چیز کے مساوی ہو گئی مقدار میں اور یہ بدلتے محال ہے بلکہ یہاں پر وہ مقدار جو کل کا حاصل ہے ایک طرف ہے تو چاروں اطراف کے خطوط کا مجموعہ پوری سطح کا چارگنا ہو جائے گا تو لازم آئے گا کہ شیبی کا طرف اس سے کئی گنا بڑھ جائے اور اس سے زیادہ بعید محال اور کون سا ہوگا۔ (ت)

وهذا يضرب في ۱۰۰ ايكن عشرا في عشرا بالثاني وظاهران ۶۴*۱۲۲۵ و ۸۴*۱۰۰ اكلاهما ۷۸۴۰۰ وهو المطلوب وان اردت عشرا في ثمان بالاول فاضرب في ۸۰ يكن ۹۸۰۰۰ وان اردت مساحة ثمانين ذراعا بالثاني فاضرب في ۸۰ يكن ۷۸۴۰۰. فاتضح ما قلنا مع كونه غنيا عن الايضاح وان (۱) شئت المزيد فلاحظه في ماهو ذراع في ما ذراع فان واحدا في واحد واحد فاضربه على طريقة السيد في اصابع الذراع تبقي كما هي وهي بعينها اصابع طرف فطرف الشيبى ساوى الشيبى في المقدار وهو محال بالبداهة بل هنا المقدار حاصل الكل طرف فمجموع خطوط الاطراف الاربعة اربعة امثال السطح كله فطرف الشيبى اضعاف الشيبى وای محال ابعد منه۔

بالجملہ یہاں تین قول ہیں اور ہر طرف ترجیح و تصحیح اقول مگر قول ثالث درایہ ضعیف اور اس کا لفظ ترجیح بھی اُس قوت کا نہیں اور قول دوم اگرچہ اقیس ہے اور اُس کی تصحیح امام قاضی خان نے فرمائی جن کی نسبت علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں کہا ذکر العلامة شامی فی رد المحتار وغیرہ فی غیرہ مگر قول اول کی طرف جمہور ائمہ ہیں اور عمل اسی پر ہوتا ہے جس طرف جمہور ہوں کہا فی رد المحتار والعقود الدرایۃ وغیرہما اور اُس کا لفظ تصحیح سب سے اقویٰ کہ علیہ الفتویٰ بخلاف قول دوم کہ اس میں لفظ صحیح ہے اور سید طحطاوی کی اُس پر حکایت فتویٰ معلوم ہو لیا کہ سہو صریح ہے پس جو زیادہ احتیاط چاہے مساحت آب کثیر میں گز مساحت کا اعتبار کرے کہ ساڑھے تین فٹ اور ہمارے

گز سے سدس اوپر ساڑھے اٹھارہ گرہ کا ہے جس کا دس گز ہمارے گز سے ۱۱ گز ۱- ۳/۲۲ گرہ ہوا تو اس کی پیمائش کا وہ درہ ہمارے گز سے ایک سو چھتیس گز ایک گرہ اور ۹/۷ گرہ ہو اور نہ وہی چوبیس انگل کا گز خود معتمد و ماخوذ ہے جس کا وہ درہ ہمارے گز سے پچیس ہی گز ہو اور اُس کے اعتبار میں اصلاً دغدغہ نہیں کہ وہی مفتی بہ ہے اور وہی قول اکثر اور اسی میں یسر و آسانی بیشتر اور مقدار وہ درہ کا اعتبار بھی خود رفق و تیسیر کی بنا پر ہے کما لایخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳: از پبلی بھیت مدرستہ الحدیث مرسلہ جناب مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی دام فضلہ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ۔ ایک حوض وہ درہ ہے اس میں طاق ڈال کر بارہ تھم قائم کیے ہیں اب کُل تھموں کے عرض کو جو حساب کرتے ہیں تو چھ گز ہوتے ہیں اس سے حوض کبیر ہونے میں خلل ہے کہ نہیں بینوا توجروا

الجواب:

علمائے کرام نے خفیف (۱) و باریک اشیا جیسے نرکل یا کھیتی کے پٹھوں کا حائل ہونا معاف رکھا ہے مگر ستون کہ چھ ۶ گز سطح گھیریں جن سے وہ پانی کہ سوتا تھا بہت گھٹ گیا ضرور وہ درہ نہ رکھیں گے جیسے برف کہ پانی پر جا بجا جم کر قطعے قطعے ہو جائے اور کثیر ہو کہ پانی کے جنبش دینے سے جنبش نہ کرے وہ حوض آب قلیل ہو جائے گا، عالمگیری میں ہے:

<p>اگر کسی نے نرکل کے جھنڈ میں یا کھنی کھیتی کی زمین میں وضو کیا تو اگر اس کا رقبہ وہ درہ ہو تو جائز ہے تو نرکل کا نرکل سے متصل ہونا پانی کے پانی سے متصل ہونے میں مانع نہیں ہے، ایسا ہی خلاصہ میں ہے، اور اگر پانی پر جمی ہوئی برف ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہو، تو اگر اتنی زائد ہو کہ پانی کو حرکت دینے سے متحرک نہ ہو تو وضو اس سے جائز نہیں، کذا فی المحيط^۲ ۱۸ھ و فی جامع الرموز میں مجتبیٰ سے ہے اگر اس پانی میں</p>	<p>لوتوضاً فی اجمة القصب او من ارض فیہا زرع متصل بعضها ببعض ان كان عشرين عشر يجوز واتصال القصب بالقصب لا يمنع اتصال الماء بالماء كذا فی الخلاصة وان كان الجمد علی وجه الماء قطعاً قطعاً ان كان کثیراً لا یتحرک بتحریک الماء لا يجوز الوضوء به کذا فی المحيط^۲ ۱۸ھ و فی جامع الرموز عن المجتبی لو كان فیہ</p>
--	--

^۱ عالمگیری الماء الجاری نورانی کتب خانہ پشاور ۱۸/۱

^۲ عالمگیری الماء الجاری نورانی کتب خانہ پشاور ۱۸/۱

قطع خشب اوجد يتحرك بتحريك الماء جاز فيه الوضوء اه افهم ان لولم يتحرك لم يجوز ¹ والله تعالى اعلم۔	لکڑی یا برف کے ٹکڑے ہوں اور وہ پانی کو حرکت دینے سے متحرک ہوتے ہوں تو اُس سے وضو جائز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر متحرک نہ ہو تو وضو جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۳۴: از شہر مدرسہ اہلسنت مسئلہ مولوی محمد طاہر صاحب رضوی متعلم مدرسہ اہلسنت ۹ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ۔

سوال اول: حوض دہ درہ میں اگر کوئی شخص تھوک یا رینٹھ ڈالے یا پاؤں اُس کے اندر ڈال کر دھوئے یا وضو اس طرح کرے کہ تمام غسل اس میں گرتا جائے تو آیا ان سب صورتوں میں وہ حوض پاک رہے گا یا نہیں، بر تقدیر ثانی اگر کوئی نجس سمجھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

ان سب صورتوں میں وہ حوض پاک ہے اور اسے نجس سمجھنا جہالت اور اگر کوئی شخص مسئلہ بتانے کے بعد بھی اصرار کرے تو سخت گنہگار ہوا مگر حوض میں تھوکنے یا ناک صاف کرنے سے احتراز لازم ہے کہ یہ افعال باعث نفرت ہیں اور بلا وجہ شرعی نفرت دلانا جائز نہیں قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر واولاد تنفروا² واللہ تعالیٰ اعلم

حضور پاک نے فرمایا: اچھی خبر سناؤ نفرت نہ پھیلاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

سوال ۳۵ (۲): ایک تالاب دہ درہ میں تمام محلہ کے چوبچوں پاخانوں نالیوں وغیرہ کا نجس پانی آکر جمع ہوتا ہے بلانکہ بھنگی اُس میں میلے کی ڈھلیان بھی ایام برسات میں ڈالا کرتے ہیں اور بعض اوقات لوگ اس کے کنارے پاخانہ پیشاب بھی پھرتے ہیں کہ اُس میں بہہ کر جاتا ہے تو آیا ایسے تالاب میں کپڑے نجس دھونے سے پاک ہوں گے یا نہیں اور اُس تالاب کو حکم پاکی کا دیا جائے گا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر ان نجاستوں کے گرنے سے پہلے اُس میں دہ درہ پانی تھا اُس کے بعد گریں اور اُن کے گرنے سے اُس کا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہ ہوا اور کپڑا دھونے میں عین نجاست کپڑے پر نہ لگ آئی تو کپڑا پاک ہو گیا ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ جامع الرموز بیان المیاء مطبع الاسلامیہ گنبد ایران ۴۸/۱

² صحیح بخاری اصح المطابع کراچی ۱۶/۱

مسئلہ ۳۶:

از شہر محلہ بہاری پور مسئلہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مریض کو دواء ایسے پانی سے وضو یا استنجہ کرنا جس میں کوئی دوسری شے جوش دی گئی ہو جس سے پانی کا نام پانی نہ رہے جائز ہے یا نہیں یعنی اس سے طہارت حاصل ہوگی بوجہ اس ضرورت کے یا ضرورت پر لحاظ نہ ہوگا بینوا تو جروا۔

الجواب :

استنجاء (۱) تو یقیناً جائز ہے کہ اُس میں ماء مطلق بلاکہ پانی ہی شرط نہیں ہر طاہر قالع مزیل سے ہو جاتا ہے مگر وضو جائز نہ ہوگا (اُن چیزوں سے)

لکمال الامتزاز بالطبخ کالمرق ولزوال اسم الماء کالنبیذ۔	جو پکانے سے ایک جان ہو جائیں جیسے شوربا یا اس کو پانی نہ کہا جائے جیسے نبیذ۔ (ت)
---	---

وضو میں لحاظ ضرورت کی کیا حاجت اگر ماء مطلق سے وضو مضر ہو تمیم کر لے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷:

از موضع سرنیاں مسئلہ امیر علی صاحب قادری
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ میرے موضع میں چند تالاب ہیں اُن تالابوں کے پانی سے غسل اور وضو، پینا، کپڑے دھونا کیسا ہے کیونکہ اکثر مولیٰ ہنود و مسلمان ہر ایک نہاتے ہیں استنجہ ٹراہر ایک قوم وہاں پاک کرتی ہے اور کبھی چمار بھنگی بھی نہاتے ہیں اور اتفاقہ سوز پانی پی جائے یا نہائے کبھی یہ تالاب مقید رہتے ہیں اور کبھی اُن کے اندر ہو کر ندی سے نہر جاری ہو جاتی ہے اُس کی تشریح یوں ہے:

نہر	لبائی	چوڑائی	گہرائی	نہر	لبائی	چوڑائی	گہرائی
۱	۱۰ گز	۱۰ گز	۱ گز	۳	۳۰ گز	۳۰ گز	۲ گز
۲	۲۰ گز	۲۰ گز	۲۰ گز	۴	۳۰۰ گز	۱۰۰۰ گز	۳ گز

کسی وقت میں اس سے زیادہ بھی پانی ہو جاتا ہے اور کبھی کچھ کم اور اگر ندی سے پانی آجائے اور راستہ میں نہر میں کچھ غلیظ ہو تو کیا حکم ہے اور بستی کے قریب چند اور تالاب ہیں اور ان کا پانی رنگ بدلے ہوئے رہتا ہے اکثر ہنود تک اُس پانی سے نفرت کرتے ہیں برسات میں بھی صاف طور پر نہیں ہوتا ہے لبائی چوڑائی گہرائی بھی بہت مگر پانی صاف نہیں ہے دیگر شہر سے نالہ کا پانی ندی میں آکر گرتا ہے اور ندی کا پانی کچھ تھوڑا مخلوط ہوتا ہے دیکھنے میں اکثر

پیشاب کی صورت معلوم ہوتا ہے ایسے پانی سے اکثر لوگ نہاتے اور دھو بی کپڑے دھوتے ہیں اکثر وضو کرتے ہیں تو اس پانی کیلئے کیا حکم ہے بینوا تو جروا۔

الجواب

ان سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ جس پانی کی سطح بالا کی مساحت سو ہاتھ ہو مثلاً دس دس ہاتھ لمبا چوڑا یا بیس ہاتھ لمبا پانچ ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لمبا چار ہاتھ چوڑا و علیٰ ہذا القیاس اور گہرا اتنا کہ لپ سے پانی لے تو زمین نہ کھل جائے وہ پانی نجاست کے پڑنے یا نجاست پر گزرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک نجاست کے سبب اُس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدل جائے اگر نجاست کے سوا اور کسی وجہ سے اُس کے رنگ یا بو یا مزے یا سبب میں فرق ہو تو حرج نہیں اور اعتبار پانی کی مساحت کا ہے نہ تالاب کی۔ تالاب کتنا ہی بڑا ہو اگر گرمیوں میں خشک ہو کر اُس میں سو ہاتھ سے کم پانی رہے گا اور اب اُس سے کوئی استنجا کرے یا کتا وغیرہ ناپاک منہ کا جانور پئے تو ناپاک ہو جائے گا یوں ہی برسات کا بہتا ہوا پانی آیا اور اُس میں نجاست ملی تھی تو جب تک بہ رہا ہے اور نجاست سے اُس کا رنگ بو مزہ نہیں بدلا پاک ہے اب جو وہ کسی تالاب میں گر کر ٹھہرا اور ٹھہرنے کے بعد سو ہاتھ سے مساحت کم رہی اور نجاست کا کوئی جز اُس میں موجود ہے تو اب سب ناپاک ہو گیا اور اگر سو ہاتھ سے زیادہ کی مساحت میں ٹھہرا تو پاک ہے ناپاک نالے کا پانی ندی میں آ کر گرے اور اس سے ندی کے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل گئی ناپاک ہو گیا ورنہ پاک رہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸: مسئلہ حافظ محمد قاسم صاحب از عدن کیمپ محلہ مسکین باڑہ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حوض ہے جو بعض لوگوں کے چھ قبضہ یعنی چوبیس^{۲۴} انگلیوں سے دہ در دہ سے چھیالیس^{۳۶} انگل زیادہ ہے اور یہ چوبیس^{۲۴} انگلیاں سترہ^{۱۸} انچ کے برابر ہیں اور جن لوگوں کی چوبیس^{۲۴} انگلیاں ساڑھے سترہ^{۱۷} انچ ہیں اُس سے دہ در دہ سے چوبیس^{۲۴} انگلیاں زیادہ ہیں اور جن لوگوں کی چوبیس^{۲۴} انگلیاں اٹھارہ^{۱۸} انچ کی برابر ہیں اُس سے دہ در دہ بارہ انگل کم ہے اور اس کے بیچ میں ایک ستون ہے

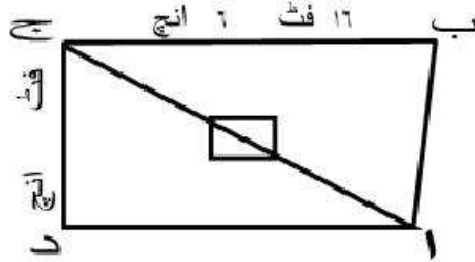
۱۔ فائدہ: شرعی گز میں یہی انگل معتبر ہیں جن کے چوبیس اٹھارہ انچ کے برابر ہیں ایک ہاتھ مربع کی مساحت مختلف پیمائشوں سے اس جدول میں ہے:

ایک ہاتھ مربع میں ان پیمائشوں کے حصے

نمبری	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
-------	---	---	---	---	---	---	---	---	---	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

(باقی بر صفحہ آئندہ)

س کا طول و عرض ایک ایک فٹ ہے کیا ایسے حوض میں سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں اور نجاست پڑنے سے اس کا پانی نجس ہوگا یا نہیں؟ تمام کتابوں کے حوالہ سے جواب دیا جائے اور علماء کے مُسرود مستخط بھی ہونا چاہئیں اس کے بارہ میں یہاں سخت فساد ہے اکثر لوگ اس سے وضو کرنا جائز نہیں سمجھتے جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں ان کا شرعاً حکم ہے اس مسئلہ کا جواب باعتبار مذہب حنفی ہونا چاہئے، حوض کی شکل یہ ہے:



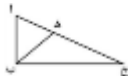
الجواب

ذو اربعۃ^۲ الاضلاع اب ج د میں قطراج وصل کیا تو مثلث اد ج میں حسب بیان سائل ضلع اد ۱۸۹ انچ ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اب جتنے ہاتھ کار قبہ لیا جائے اُن سب پیانوں سے اس کی مقدار یہیں سے ظاہر ہوگی مثلاً وہ درہ کیلئے ان مقادیر کو ۱۰۰ میں ضرب کرو تو گز ۲۵ ہوئے اور فٹ سواد و سوعلیٰ ہذا القیاس، یہاں سے حساب مذکور سوال کی غلطی کا اندازہ ہو سکتا ہے وہ وہ درہ حوض اس صحیح پیمانے سے ۱۳۲۴۰۰ انچ ہوگا اور جو ہاتھ سترہ انچ ہے اس سے سو ہاتھ صرف اٹھائیس ہزار نو سو (۲۸۹۰۰) انچ ہوگا ساڑھے تین ہزار انچ کا فرق پڑے گا جس کے چار ہزار چھ سو چھیاسٹھ انگل اور دو تہائی ہوئے نہ کہ صرف اٹھاون، اور جو ہاتھ ۱۰۷ انچ ہے اس سے سو ہاتھ تیس ہزار پانچ سو پچیس انچ ہوگا پونے انیس سو انچ کم جس کے ڈھائی ہزار انگل ہوئے نہ کہ فقط چھتیس و قس علیہ ۱۲ (م) اے جس میں زاویہ قائمہ ہے ۱۲ (م)

۲ آسانی عمل و قلت تفاوت کے سبب یہ تقریب کی گئی اور تحقیق یہ ہے کہ مثلث اد ج جبکہ قائم الزاویہ ہے اس کی مساحت وہی ۳۱۳۷۴ کی نصف ۱۵۶۸۷ انچ ہوئی، رہا مثلث اب ج

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اولاً مقدار قطر اح معلوم کی یوں کہ دح ۱۶۶ کا مربع ۲۷۵۵۶ ہے اور اع ۱۸۹ کا مربع ۳۵۷۲۱ مجموعہ ۶۳۲۷۷، لوگارثم ۸۰۱۲۳۵۹ ع نصف ۴۰۰۶۲۳۰ء ۲ یہ لوگارثم قطر ہو اعد ۵۴۹۰۲۵۱ انچ یہ قدر قطر ہوئی لاجرم مثلث میں



فائدہ: حوض کا زاویہ ح حادثہ سے اس لئے کہ مثلث ب ہ ح قائم الزاویہ ہیں ب ح: ع :: ب ہ: جیب ب ح ہ۔ لوعمود
 $۹۴۳۵۹۴ \times ۰۹۷۶۶۶۶۵۱۱ = ۲۲۹۶۲۲۰۰$ کہ لوجیب $۳۴ \times ۳۹۱۱۴۳ =$ اور مثلث ا د ح قائم الزاویہ ہیں ا ح: ع :: ا د:
 د: جیب ا ح د * لواء $۲۶۳۶۱۸ = ۲۰۶۲۳۰$ لوقطر $۲۸۵۸۳۸۸ = ۹۸۷۵۸۳۸$ کہ لوجیب $۹۴ \times ۲۲۲۴ =$ ہے مجموع زاویہ تین
 ۲۸۵۵۳۸ مقدار زاویہ ح ہے اور اگر یہ بھی قائمہ ہوتا تو امر آسان تر تھا ب ح پر اسے عموداھ نکالا کہ بجلم موازات جء کے برابر
 ہوا اور ح :: ا ع تو مستطیل ہ ع $۱۸۹ \times ۱۶۶ = ۳۱۳۷۴$ اور مثلث ب ہ ا (باقی برصغریٰ آئندہ)

درکار ہیں تو یہ ۱۹۷۲ انچ کم ہوا، لہذا امائے قلیل ہے ایک قطرہ نجاست سے سب ناپاک ہو جائیگا، رہا اس میں وضو کرنا اگر ہاتھ یا پاؤں کوئی عضو بے دھلا اس میں نہ ڈالا جائے تو وضو جائز ہے اگرچہ غسل اس میں گرے جب تک امائے مستعمل اس کے پانی پر غالب نہ ہو جائے ہوا الصبح مگر بے دھلا کوئی عضو اگرچہ ایک پورا یا ناخن بلا ضرورت اس سے مس کرے گا تو سارا پانی قابل وضو نہ رہے گا بناءً علی الفرق بین الملاقى والملقى كما حققناه فی رسالتنا النمیقة الانقى واللہ تعالیٰ اعلم (ملاقى اور ملقى میں فرق کی تحقیق اپنے رسالہ النمیقة الانقى میں کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ت)

مسئلہ ۳۹: مرسلہ شیخ ابراہیم صاحب مدرس مدرسہ فیض عام گردھر پور ضلع پنج محل ملک احمد آباد گجرات ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ نجس پانی دو تین گز بہنے سے یا ہوا لگنے سے پاک ہو جاتا ہے یہ کہیں مصرح ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

نجس پانی نہ ہوا لگنے سے پاک ہو سکتا ہے نہ خود بہنے سے، ہاں پاک پانی اگر بہتا ہوا آئے اور اسے بہا لیجائے تو پاک ہو جائیگا فان الماء الجاری يطهر بعضه بعضاً واللہ تعالیٰ اعلم (کیونکہ جاری پانی کا ایک حصہ دوسرے پانی کو پاک کر دیتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۴۰: از موضع موہن پور تھانہ وڈاک خانہ دیور نیا مسئلہ محمد شاہ بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانی مکروہ کس کس طرح سے ہو جاتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

عوام میں یہ مشہور ہے کہ بے وضو کا ناخن ڈوبنے سے پانی مکروہ ہو جاتا ہے اور مسئلہ ہے یوں کہ بے وضو کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) قائم الزاویہ ہیں ب ۵ = ۱۹۸ - ۱۸۹ مجموعہ مثلث و مستطیل ۳۲۱۲ مگر یہ حسب بیان سائل محال ہے کہ اب کوح سے اقصر بتایا ہے تو ضرور ہے کہ ب ح موازی ا ع نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)



۱۔ گز شرعی کہ چوبیس انگل ہے ایک ہاتھ یا ڈیڑھ فٹ ہے جس کے ۱۸ انچ ہوئے اور اس ذراع سے خود سوال میں دہ دردہ سے کم ہو نامذکور مکروہ نہایت مختل و ناصواب تھا لہذا از سر نو محاسبہ کیا ۱۲ (م)

اعضائے وضو میں جو کوئی بے دھلا حصہ سر کے سوا آبِ قلیل سے بے ضرورت مس کرے گا وہ پانی قابل وضو نہ رہے گا اور اس کا پینا مکروہ۔ اسی طرح بلی اور چھوٹی ہوئی مرغی اور حشرات الارض دُموی جیسے سانپ، گرگٹ، چھپکلی، چُوہ، گھونس، چھچھوند ر اور شکاری پرندوں جیسے باز، جرے، شکرے، بہری نیز چیل، کُوے اور ان کے امثال جانوروں کا جوٹھا بھی مکروہ ہے جو نجاست سے پرہیز نہیں کرتے جبکہ نہ بالفعل نجاست معلوم ہو جیسے بلی نے اُسی وقت چوہا کھایا اور ہنوز اتنی دیر نہ گزری کہ لعاب سے لب و زبان صاف ہو جائے کہ اس صورت میں اُس کا جوٹھا مکروہ نہیں بلکہ نجس ہے نہ طہارت معلوم ہو جیسے بند مرغی کہ نجاست کے پاس جانے نہیں پاتی یا شکاری پرند جسے پاک گوشت کھلایا جاتا ہے اور مدت سے اُس نے شکار نہ کیا کہ اس صورت میں اس کا جوٹھا بلا کراہت پاک ہے نیز اجنبی عورت کا پیا ہوا پانی پینا مرد کو اور اجنبی مرد کا عورت کو بھی مکروہ ہے جبکہ مظنہ لذت نفسانی ہو نور الايضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

الماء (طاهر مطهر مکروہ) استعمالہ تنزیہاً علی الاصح وهو ما شرب منه الهرة الاہلیة اذ الوحشية سؤرها نجس (ونحوها) ای الاہلیة الدجاجة المخلاة وسباع الطیر والحیة والفأرة لانها لاتتحمی عن النجاسة ¹	پانی (طاهر مطهر مکروہ ہے) اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے، اصح یہی ہے، یہ وہ پانی ہے جس سے بلی نے پیا ہو یعنی پالتو بلی نے، کیونکہ جنگلی بلی کا پانی نجس ہے (اور اسی کی مثل) یعنی پالتو بلی کی طرح کھلی پھرنے والی مرغی، شکاری پرندے، سانپ اور چوہا کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچتی ہے۔ (ت)
---	--

حاشیہ طحاویہ میں ہے:

قوله نجس ای اتفاقاً لما ورد السنور سبع فان المراد به البری ² اھ اقول: هذا (۱) عجب بل کان الکلام فی الاہلی کما فی الحدیث وقد بیناہ مع الکلام علیہ فی سلب الثلب نعم نجاستہ	اس کا، قول نجس یعنی اس پر اتفاق ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ بلی درندہ ہے، اس سے مراد جنگلی بلی ہے اھ (ت) میں کہتا ہوں یہ عجیب بات ہے گفتگو گھریلو بلی میں تھی جیسا کہ حدیث میں ہے، ہم نے اس کو پوری بحث کے ساتھ "سلب الثلب" میں بیان کیا ہے،
--	--

¹ مراقی الفلاح کتاب الطہارت مطبع الامیر بولاق مصر ص ۱۳

² حاشیہ طحاوی کتاب الطہارت مطبع الامیر بولاق مصر ص ۱۳

مصرح بہا فی جامع الرموز معزیا للكشف ونص فی الدر المختار انه نجس مغلظ فالكلام فی التعلیل۔	ہاں اس کی نجاست جامع الرموز میں مصرح ہے، اس کو کشف کی طرف منسوب کیا ہے، اور در مختار میں صراحت ہے کہ وہ نجاست غلیظہ ہے، تو گفتگو تعلیل میں ہے۔ (ت)
--	--

تین قسم کے پانی مکروہ ہوئے:

- ۱۔ مائے مستعمل یہ ہمیشہ مکروہ ہے، ۲۔ اور اجنبی کا جو ٹھا، صرف بحالت لذت، ۳۔ اور ان جانوروں کا جھوٹا جبکہ صاف پانی موجود ہو ورنہ نہیں۔ در مختار میں ہے:

سؤرہرة ودجاجة مخلقة وسباع طير لم يعلم ربها طهارة منقارها وسوا كن بيوت طاهر مكروه تنزيها في الاصح اذ وجد غيره والالم يكره اصلا ¹	بلی کا جھوٹا، کھلی مرغی، پرندوں کے درندوں کا جو ٹھا، جن کے بارے میں مالک کو معلوم نہیں کہ ان کی چونچ پاک ہے، گھر میں رہنے والے جانوروں (چوہا، چھپکلی وغیرہ) کا جو ٹھا صح قول کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے یہ اس وقت ہے جبکہ دوسرا پانی موجود ہو ورنہ کراہت بھی نہ ہوگی۔ (ت)
--	---

جو جانور دموی نہیں یعنی خون سائل نہیں رکھتے خواہ حشرات الارض سے ہوں، یا نہیں جیسے بچھو، مکھی، زنبور اور تمام دریائی جانور ان کا جو ٹھا مکروہ بھی نہیں۔ در مختار میں ہے:

سؤر ما لادم له طاهر طهور بلا كراهة ²	جس جانور میں خون نہ پایا جاتا ہو اس کا جھوٹا بلاشبہ طاهر و طہور ہے بلا کراہت۔ (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے:

سواء كان يعيش في الماء او في غيره ط عن البحر ³	عام ازیں کہ وہ پانی میں رہتا ہو یا نہ رہتا ہو، ط عن البحر۔ (ت)
---	--

¹ در مختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۴۰/۱

² در مختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۴۰/۱

³ ردالمحتار فصل فی البئر مصطفیٰ البانی مصر ۱۶۳/۱

<p>ای مبالہ دم سائل کالفأرة والحیة والوزغة بخلاف ما لادم له كالخنفس والصرصر و العقرب فانه لا یکره كما مرو تمامه فی الامداد¹ اهـ</p> <p>اقول: (۱) فلا یتجه ما زعم فی جامع الرموز من کراهة سؤر العقرب بالاتفاق ولم یعزه لاحد والله تعالی اعلم۔</p>	<p>اُسی میں زیر قول شارح وسواکن بیوت فرمایا۔ یعنی وہ جانور جن میں بننے والا خون ہو جیسے چوہا، سانپ، چھپکلی۔ بخلاف ان جانوروں کے جن میں خون نہ ہو جیسے خنفس (ہشت پا) صرصر (چھینگر، مجیرا) بچھو، کیونکہ یہ مکروہ نہیں، جیسا کہ گزرا، اور مکمل بحث امداد میں ہے۔ ت انہوں نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ جامع الرموز میں ہے کہ بچھو کا جو ٹھا مکروہ ہے بالاتفاق، اسکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، اس کو</p>
---	---

مسئلہ ۴۱: از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۲ھ

نامحرم عورت جو ان یا بڑھیا اپنے مرشد کا جو ٹھاپانی یا شور باپی لے تو درست ہے یا نہیں، مکروہ تحریمی یا تنزیہی، باسند لکھیں۔

الجواب:

تلذذ و شہوانی کی نیت سے حرام اور خالص تبرک کی نیت سے جائز واللہ یعلم النفسد من البصلیح (اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے مفسد کو مصلح سے۔ ت) صحیح حدیث میں ہے جب حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں مقیم ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اولش جب اُن کے گھر جاتا وہ اور ان کے گھر والے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک کے نشان کی جگہ سے کھاتے، دُر مختار کتاب الخطر میں ہے:

<p>یکرہ للمرأة سؤر الرجل وسؤر هاله²۔</p>	<p>مرد کا جو ٹھا عورت کیلئے اور عورت کا مرد کیلئے مکروہ ہے۔ (ت)</p>
---	---

¹ ردالمحتار فصل فی البئر مصطفیٰ البابی مصر ۱/۱۶۳

² در مختار فصل فی البیع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

اُسی کے آخر فصل فی البئر میں ہے:

یکرہ سورھا للرجل کعکسہ لاستلذاذ ¹ ۔	عورت کا جو ٹھامر دیکھنے اور مرد کا عورت کیلئے لذت لینے کیلئے مکروہ ہے۔ (ت)
--	--

ردالمحتار میں ہے:

یفہم منه انه حیث لاستلذاذ لا کراہۃ ² واللہ تعالیٰ اعلم۔	اس سے یہ سمجھ میں آیا اگر لذت کیلئے نہ ہو تو کراہت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسئلہ ۴۲: از مقام چتور گڑھ علاقہ اودے پور راجپوتانہ مسئلہ مولوی عبدالکریم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ پانی کی نالی ناپاک چُونے سے تیار کی گئی اور خشک ہونے سے قبل اُس میں پانی جاری کیا گیا اور وہ پانی حوض میں اُسی جگہ سے جمع ہوا شروع ہوا جہاں ناپاک چُونے سے بند کی گئی تھی تو کیا یہ پانی پاک ہے یا ناپاک، فقہاء نے لکھا ہے کہ جس تالاب میں نجاست کنارہ پر ہو اور پانی وہیں سے جمع ہوتا ہو تو وہ پانی ناپاک ہے تو اس روایت پر تمام پانی ناپاک ہوگا۔

الجواب:

پانی اگر اوپر سے اُس نالی پر بہتا ہوا آیا اور بہتا ہوا گزر گیا تو صحیح مذہب یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ اس کے کسی وصف میں اُس کے سبب تغیر نہ ہو دوسری روایت ضرور یہ ہے کہ کل یا اکثر یا نصف پانی کا بہاؤ اگر نجاست پر ہو تو بہنا نفع نہ دے گا کل پانی ناپاک سمجھا جائے گا صحیح ایضاً وان کان الاول علیہ المعول لانه الاقویٰ وعلیہ الفتویٰ (اور اس کی تصحیح بھی کی گئی ہے اعتماد اگرچہ پہلے قول پر ہے کیونکہ وہ اقویٰ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) اقول: مگر یہ نجاست مرئیہ میں ہے جیسے مردار یا غلیظ غیر مرئیہ میں بالاتفاق اُسی ظہور اثر کا اعتبار ہے،

کما نصوا علیہ قاطبة وقال فی البحر فی توجیہ القول الآخر للیقین بوجود النجاسة فیہ بخلاف غیر المرئیة لانه اذالم یظہر اثرها علم ان الماء ذهب بعینہا ³ ۔	جیسا کہ اُن تمام نے اس پر نص کیا، اور بحر میں دوسرے قول کی توجیہ میں فرمایا کہ اس میں نجاست کا پایا جانا متیقن ہے بخلاف غیر مرئی نجاست کے کیونکہ جب اس کا اثر ظاہر نہ ہو تو معلوم ہوا کہ پانی اس نجاست کو بہا کر لے گیا ہے۔ (ت)
--	---

¹ در مختار فصل فی البئر مجتبیٰ دہلی ۴۰/۱

² ردالمحتار فصل فی البئر مصطفیٰ البانی مصر ۱۶۳/۱

³ ردالمحتار باب البیاء مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۸/۱

اور چونا نجاست نہیں متنجس ہے اور اعتبار نجس کا ہے نہ متنجس کا ولذا اگر ناپاک گلاب (۱) یا زعفران آب جاری میں گرے اور اس میں گلاب کی بو یا زعفران کی رنگت آجائے اسے ظہور اثر نہ کہیں گے بلکہ اُس نجاست کا کوئی وصف پانی میں آئے جس نے گلاب وزعفران کو ناپاک کیا تو پانی ناپاک ہوگا، ردالمحتار میں ہے:

سیدی عبدالغنی نے شرح ہدیۃ ابن العمداد میں لکھا ہے کہ بظاہر اس سے مراد نجاست کے اوصاف ہیں نہ کہ نجس ہونے والا پانی، جیسے گلاب کا پانی اور سرکہ، اگر اس کو ہستے پانی میں ڈالا جائے تو اس میں جو نجاست ہے اس کا اثر معتبر ہوگا، خود اس کا اپنا اثر معتبر نہ ہوگا کیونکہ بہنے والی چیز غسل (دھونے) سے پاک ہو جاتی ہے، اس نکتہ پر میں نے کسی اور کو مطلع کرتا ہوا نہیں پایا حالانکہ یہ بہت اہم ہے اسے یاد کر لیجئے (ت) میں کہتا ہوں اس کی دلیل بہت واضح ہے کیونکہ مقصود نجاست کا پانی پر غالب ہونا ہے تاکہ نجاست کا وصف اس میں ظاہر ہو جائے، اور یہ تب ہے جب خود اس کا اپنا وصف اس میں ظاہر ہو نہ کہ اس چیز کا جو اس کی وجہ سے نجس ہوئی ہے، مثلاً اگر نجاست اتنی تھوڑی ہوتی کہ پانی پر غالب نہ ہوتی اور بجائے عرق گلاب کے سادہ پانی ہوتا تو اس کا اثر ظاہر نہ ہوتا تو اسی طرح گلاب کے پانی کا حال ہے کیونکہ نجاست قلتہ و کثرۃ میں ناپاک ہونے والے پانی کے اعتبار سے مختلف نہیں ہوتی ہے۔ (ت)

فی شرح ہدیۃ ابن العمداد لسیدی عبدالغنی الظاہران المراد اوصاف النجاسة لا المتنجس کماء الورد والخل مثلاً فلو صب فی ماء جار یعتبر اثر النجاسة التي فیہ لا اثره نفسه لطهارة المائع بالغسل ولم ار من نبه علیه وهو مهم فاحفظه^۱ اقول: وهو واضح البرهان فان المقصود غلبة النجاسة على الماء حتى اکسبته وصفالها وذلك فی ظهور وصف نفسها دون المتنجس بها الا ترى ان لو كانت قليلة لاتغلب الماء وكان مكان ماء الورد ماء قراح لم یظهر اثرها فكذا فی ماء الورد اذ لا تختلف قلة وكثرة باختلاف المتنجس۔

تو جبکہ وہ نجاست (۲) جس سے چونا ناپاک ہوا مرئی نہیں تو یہ صورت نجاست غیر مرئیہ کی ہے اس سے وہ روایت متعلق نہیں بلکہ یہاں بالاتفاق حکم طہارت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳: از کوٹار مپورہ عقب موچی کٹرہ مکان چاند خان دفعدار مرسلہ شیخ ممتاز علی بیکل منگلوری سرور محکمہ جنگلات کوٹا ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ۔

^۱ ردالمحتار باب البیہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۸۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین سوالات ذیل کے جواب میں خداوند کریم آپ کو اجر عظیم اور سائل کو صراطِ مستقیم عطا فرمائے۔

عمر و وزید دو شخص ہیں عمرو سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ چاہ جو سامنے موجود ہے اس کا پانی قابلِ وضو اور نیز دیگر استعمال کے ہے یا نہیں؟ عمرو نے جواب دیا کہ بنا بر رفعِ شک چاہ کو ناپ لیا جائے چنانچہ وہ کُنواں ناپا گیا تو لمبائی ۱۲-۱۱ ہاتھ اور چوڑائی ۱۲-۹ ہاتھ گہرائی ۳ ہاتھ ہوئی جو برابر ہے ۷۵ ع ۳۲ ہاتھ کے مگر زید اس کو ۴۲ ہاتھ بتلا کر اس کے پانی سے وضو ناجائز بتلاتا ہے اور پانی ہذا کو قابلِ استعمال نہیں بتلاتا لیکن عمرو نے اسی چاہ سے وضو کیا اور زید نے عمرو کے پیچھے نماز پڑھی لہذا التماس ہے کہ اس پانی کا استعمال موافق شرع شریف جائز ہے یا نہیں اور زید کی نماز اس صورت میں عمرو کے پیچھے ہوئی یا نہیں؟

نوٹ: اس چاہ میں پانی کی اس قدر آمد ہے کہ اگر چرس بند کر دیا جائے جو دن بھر پانی کھینچتا ہے تو چاہ لبریز ہو کہ زائد پانی ایک راستہ سے خارج ہو کر چند روز میں دو سو فیٹ لمبے اور پچاس فیٹ چوڑے بند کو جس کی گہرائی بھی ۳ فیٹ سے کم نہیں لبریز کر دیتا ہے۔ یہ پانی مویشی پیتے ہیں یہ تو موسم سرما کی حالت ہے اور موسم گرما میں چرس چلے یا نہ چلے کنویں سے پانی باہر نہیں آتا البتہ جس قدر کُنواں خالی ہو جاتا ہے وقت چرس چلنے کے اتنا ہی رات کو پھر کنویں میں پانی آ جاتا ہے ماسوا اس کے پہاڑی علاقہ ہونے کے سبب ایسے کنویں قلیل ہیں کہ جن کا پانی ڈول وغیرہ سے کھینچا جائے ورنہ عام کنویں زینہ دار ہیں تمام لوگ اندر جا کر پانی پیتے اور بھرتے ہیں بلالکہ نہانا اور عام طور پر کپڑے وغیرہ دھونے کا عام رواج ہے، ہاں بعض موقع پر ایسا بھی رواج ہے کہ جس کنویں کے اندر نہاتے ہیں اُس کا پانی نہیں پیتے۔

الجواب:

پانی میں فقط اُس کی سطح بالا کی پیمائش معتبر ہے عمق کا اصلاً لحاظ نہیں اگر اوپر کی سطح مثلاً ایک ہاتھ مربع ہے اور ہزار ہاتھ گہرا ہے تو وہ ایک ہی ہاتھ قرار پائے گا اور سطح سو ہاتھ ہے اور فقط نصف ہاتھ گہرا ہے تو وہ پورا سو ہاتھ ٹھہرے گا نہ کہ پچاس۔ عمق صرف اتنا ہونا چاہئے کہ لب میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے لہذا چاہ مذکور کی مساحت ۲۵، ۱۰۹ ہاتھ ہے نہ ۷۵، ۳۲ بہر حال شک نہیں کہ وہ مائے کثیر ہے اُس سے وضو و غسل اور اُس میں کپڑے دھونا سب جائز ہے وہ نجاست پڑنے سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدل دے اُسے ۴۲ ہاتھ کہنا محض بے علمی اور اُس سے وضو و غسل ناجائز بتانا صریح نادانی ہے اور اگر واقع میں اُس کے اعتقاد میں یہی ہے کہ اُس کنویں کے پانی سے وضو نہیں ہو سکتا اور اُس نے عمرو کو اُس سے وضو کر کے نماز پڑھاتے دیکھا اور اپنے اُسی اعتقاد پر قائم رہ کر اُس کی اقتداء کر لی تو زید کی نماز نہ ہوئی کہ اس کے

اعتقاد میں امام بے وضو نماز پڑھا رہا ہے بلالکہ وہ اس سے بھی سخت تر ہے کہ اس سے نماز کو معاذ اللہ بازیچہ سمجھنا پیدا ہوتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ یہی حکم اُن سب کُتوؤں کا ہے جن کے پانی کی سطح بالا ۲۵ فٹ ہو اُن میں کپڑے دھونا بھی جائز ہے اور اُس سے ناپاک نہ ہوں گے اگرچہ وہ کپڑے ناپاک ہوں جب تک نجاست ان کا رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدل دے واللہ تعالیٰ اعلم۔



فتاویٰ مسمیٰ بہ

۱۳۳۲ھ

الہنیٰ النمیر فی الماء المستدیر

خوشگوار صاف آبِ مستدیر کی تحقیق (ت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۴۴:

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کُنویں کا دور کئے ہاتھ ہونا چاہئے کہ وہ دہ درہ ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ، ونصلی علی رسولہ الکریم

الجواب :

اس میں چار قول ہیں ہر ایک بجائے خود وجہ رکھتا ہے اور تحقیق جدا ہے:

قول اول: اڑتالیس ہاتھ خلاصہ و عالمگیریہ میں اسی پر جزم فرمایا اور محیط امام شمس الائمہ سرخسی و فتاویٰ کبریٰ میں اسی کو احوط بتایا سید طحطاوی نے اُس کا اتباع کیا ہندیہ میں ہے:

ان کان الحوض مدورا یعتبر ثمانیۃ واربعون ذراعاً کذا فی الخلاصۃ وهو الاحوط کذا فی محیط السرخسی ^۱ ۔	اگر حوض گول ہو تو اڑتالیس ہاتھ کا اعتبار ہوگا، کذا فی الخلاصۃ اور یہی احوط ہے کذا فی محیط السرخسی۔ (ت)
---	--

طحطاوی میں ہے: الاحوط اعتبار ثمانیۃ واربعین^۲ (احوط اڑتالیس کا اعتبار کرنا ہے۔ ت)

^۱ فتاویٰ ہندیہ فصل فی الماء الراکد نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۸/۱

^۲ طحطاوی علی الدر المختار باب البیاء بیروت ۱۰۷/۱

دوم: چھالیس ہاتھ بعض کتب میں اسی کو مختار و مفتی بہ بتایا بحر الرائق میں نقل فرمایا: المختار المفتی بہ ستۃ واربعون کیلا یعسر رعاية الکسر^۱ ۱۵ (مختار و مفتی بہ چھالیس ہے تاکہ کسر کی رعایت کی دشواری میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ت)

<p>اقول: یرید ان ثبہ کسر اسقط او رفع تیسیر اثم رأیت فی الفتح ماعین الرفع حیث قال ان کان الحوض مدورا فقدر بأربعة واربعین وثمانیة واربعین والمختار ستۃ واربعون وفي الحساب یکتفی بأقل منها بکسر للنسبة لکن یفتی بستۃ واربعین کیلا یتعسر رعاية الکسر قال والکل تحکیمات غیر لازمة انما الصحیح ما قدمناه من عدم التحكم بتقدیر معین^۲ ۱۵ ای عملا بأصل المذهب وقد علمت ان الفتوی علی اعتبار العشر۔</p>	<p>میں کہتا ہوں ان کی مراد یہ ہے کہ یہاں کسر ہے جو ساقط کر دی گئی ہے یا بڑھائی گئی ہے آسانی کیلئے، پھر میں نے فتح میں دیکھا تو انہوں نے رفع کو متعین کر دیا، فرمایا اگر حوض گول ہو تو اس کا اندازہ چوالیس اور اڑتالیس کیا گیا ہے اور مختار چھالیس کیا گیا ہے اور حساب کے اعتبار سے اس سے کم پر بھی اکتفاء کیا جائیگا کسر نسبت کیلئے، لیکن چھالیس پر فتویٰ دیا جائیگا تاکہ کسر کی رعایت میں پریشانی لاحق نہ ہو، فرمایا یہ تمام باتیں محض اپنی مرضی سے کہہ دی گئی ہیں ان کا ماننا لازم و ضروری نہیں صحیح وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ کسی معین مقدار کا ہونا ضروری نہیں ہے اھ یعنی اصل مذہب پر عمل کرتے ہوئے، اور آپ جان چکے کہ فتویٰ دس۱۰ پر ہے۔ (ت)</p>
--	---

سوم: چوالیس ہاتھ اس کی ترجیح اس وقت کسی کتاب سے نظر میں نہیں، جامع الرموز میں ہے:

<p>امافی المدور فیشتط ان یکون دورہ ثمانیا و اربعین ذراعا وقیل اربعا واربعین فالاول احوط کما فی الکبری^۳۔</p>	<p>گول حوض میں شرط یہ ہے کہ اس کا دور اڑتالیس ہاتھ ہو، اور ایک قول ہے کہ چوالیس ہاتھ ہو تو اول احوط ہے جیسا کہ کبریٰ میں ہے۔ (ت)</p>
--	--

چہارم: چھتیس ہاتھ ملقط میں اسی کی تصحیح کی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا یہی صحیح اور فن حساب میں مبرہن ہے، جامع الرموز میں ہے:

<p>وقیل ستۃ وثلثین وهو الصحیح المبرهن</p>	<p>اور ایک قول ہے کہ یہ چھتیس ہے اور یہی صحیح ہے</p>
---	--

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۷۱/۷

^۲ فتح القدیر الماء الذی یتجز بہ الوضوء ولا یتجز بہ نوریہ رضویہ کھر ۷۱/۷

^۳ جامع الرموز باب بیان الماہ گنبد ایران ۴۸/۱

عند الحساب كما في الظهيرية وفي الاولين تحقق الحوض المربع داخل المدور وفي الثالث مايساويه ¹ ۔	اور حساب کی رُو سے مبرہن ہے کما فی الظہیریہ اور پہلے دو میں مربع حوض مدور حوض متحقق ہو گیا اور تیسرے میں اس کے مساوی ہے۔ (ت)
---	--

اسی پر مولیٰ خسرو نے متن غرر میں مع افادہ تصحیح اور مدقق علانی نے در مختار اور علامہ فقیہ و محاسب شرنوبالی نے مراقی الفلاح
میں جزم فرمایا ردالمحتار میں ہے:

قوله وفي المدور بستة وثلاثين اى بان يكون دورة ستة وثلاثين ذراعاً وقطره احد عشر ذراعاً وخمس ذراع ومساحته ان تضرب نصف القطر وهو خمسة ونصف وعشر في نصف الدور وهو ثمانية عشر يكون مائة ذراع واربعة اخماس ذراع اه سراج وما ذكره هو احد اقوال خمسة ² وفي الدرر عن الظهيرية هو الصحيح ² ۔	ان کا قول کہ مدور میں چھتیس ہیں یعنی اس کا دور چھتیس گز ہو اور اس کا قطر گیارہ گز اور ایک خمس ہو اور اس کی مساحت یہ ہے کہ نصف قطر یعنی ساڑھے پانچ کو اور دسویں کو نصف دور میں ضرب دی جائے، اور یہ اٹھارہ ہے، تو کل سو ہاتھ اور چار خمس ذراع ہو گا اھ سراج، اور جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ پانچ میں سے ایک قول ہے اور درر میں ظہیریہ سے ہے کہ یہی صحیح ہے۔ (ت)
--	--

اقول: تحقیق یہ ہے کہ اُس کا دور تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ چاہئے یعنی ۳۵۔۴۴۔۵ گز ۱۲-۱۰ گز ہو گا بلکہ
دس گز ایک انگل یعنی ۲۸۴۔۱۱ ہاتھ بیان اس کا یہ کہ اصول ہندسہ عہ۲ مقالہ ۴ شکل ۱۲ میں ثابت ہے کہ محیط دائرہ کو ربع
قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے یا قطر دائرہ کو ربع محیط
عہ۱ لم ارفی التقدير الا اربعة اقوال وکانه اراد
بالخامس ما ذكر المحقق ان لاتعيين منه حفظه
ربه تعالى (م)

عہ۲: یہ کتاب کتاب اقلیدس سے جد اوجدید ہے ۸ مقالوں پر مشتمل اور ہندسہ و مساحت و مثلث کروئی سب میں مفید ہے اس میں
بہت دعاوی کا بیان کتاب اقلیدس پر مزید ہے فاضل محمد عصمہ مصری نے اسے ترکی سے عربی میں ترجمہ کیا ۱۲ (م)

¹ جامع الرموز باب بيان الماء گنبد ایران ۴۸۱

² ردالمحتار باب المياه مصطفى البانی مصر ۱۴۲/۱

یا نصف قطر کو نصف محیط میں ضرب دیجئے یا قطر و محیط کو ضرب دے کر ۴ پر تقسیم کیجئے کہ حاصل سب کا واحد ہے اور ہم نے (۱) اپنی تحریرات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ قطر اجزائے محیطیہ سے قدر لہ الط لومہ ہے نصف قطر نرحہ لرمدمح یعنی محیط جسے مقدار سے ۳۶۰ درجے ہے قطر اُس سے ۱۱۴ درجے ۳۵ دقیقہ ۲۹ ثانیے ۳۶ ثانیے ۴۵ رابع ہے۔

وفی حساب الفاضل غیاث الدین جمشید الکاشی على ما نقل العلامة البرجندی فی شرح تحریر المجسطی لوبعہ ای ستا وخمسین مکان مه لايفارق محسوبي الابنحو رابعة وجاء بحساب اخر مربعه رفعا ای سبعا واربعین وبالجمله لافرق الا فی بعض روایع وعلى هذا الاخير عولنا۔	اور فاضل غیاث الدین جمشید الکاشی کے حساب میں جیسا کہ علامہ برجندی نے شرح تحریر مجسطی میں لکھا ہے لوبعہ یعنی ۵۶ بجائے مہ، یہ حساب میرے حساب سے مختلف نہیں مگر صرف ۱۱ رابعہ کی مقدار میں اور دوسرے حساب سے مربعہ رفعا یعنی سینتالیس ہے، خلاصہ یہ کہ اختلاف صرف بعض روایع میں ہے اور اسی اخیر پر ہم نے اعتماد کیا ہے۔ (ت)
---	---

تو قطر اگر ایک ہی محیط ۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ ہے فان ۳۶۰ ÷ ۱۴۱۵۹۲۶۵ = ۳۵۹۱۵۵۹۱۵ء ۱۱۴ تحویلہ الی الستینی مدحہ لہ الط
لورم یہاں سے ہمیں دو مساواتیں حاصل ہوئیں قطر و محیط و مساحت کو علی التوالی ق ط م فرض کیجئے پس (۱) ۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳
ق = ط اس لئے کہ ۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ : ق : ط
(۲) ۱۴/۳ ق = ط م ان کے بعد قطر و محیط (۱) و مساحت سے جو چیز گزرتا تھا، فٹ، گرہ، وغیرہ باجس معیار سے مقدر کی جائے اسی
معیار سے باقی دو کی مقدار معلوم ہو جائے گی جس کی جدول ہم نے یہ رکھی ہے۔

معلوم / مطلوب	قطر	محیط	مساحت
قطر	۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ ق	۳۵۹۱۵۵۹۱۵ء ۱۱۴ ق ۲ ع ۱	
محیط	۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ (ط)		۳۵۹۱۵۵۹۱۵ء ۱۱۴ ط ۲ ع ۲
مساحت	۳۵۹۱۵۵۹۱۵ء ۱۱۴ (م)		

ع ۱ عدد معلوم یعنی مقدار محیط باجزائے قطریہ کو ص فرض کیجئے: ص ق = ط، ۱۴/۳ ق = ط = م : ۱۴/۳ ص ق = ۲ = میہ عدد
۱۴/۳ ص ہے ۱۲ منہ (م)
ع ۲ جبکہ ص / ط = ق، ۱۴/۳ ق = ط = م : ۱۴/۳ ص / ط = ۲ = م یہ عدد ۴ ص ہے ۱۲ منہ (م)

پھر آسانی کیلئے لوگارٹم سے کام کرنے کو یہ دوسری جدول رکھی اور اس میں متمات حسابیہ سے وہ تصرفات کردئے کہ بجائے تفریق بھی جمع ہی رہے۔

مطلوب	قطر	محیط	مساحت
قطر		۳۶۱۳۱۵۹۲۶۵	۰۶۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵
محیط	۳۶۱۳۱۵۹۲۶۵		۱۲۶۵۶۶۳۷۰۶
مساحت	۰۶۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵	۱۲۶۵۶۶۳۷۰۶	

یہاں مساحت معلوم ہے ۱۰۰ ہاتھ جس کا لوگارٹم ۲.۰۱۰۲۹۱۰۱/۲ : ۲ = ۰.۵۱۰۲۹۱۰۱ کا ہے یہ قدر قطر ہوئی نیز ۰.۹۹۲۰۹۹/۲ = ۳ = ۵۴۹۶۰۲۹۹ کا ہے یہ مقدار دور ہوئی۔ ہمارے بیان کی تحقیق یہ ہے کہ ۲۸۴ = ۱۱ * ۲۵۹ = ۳۵۰۰۶۵۱۶ = ۲ ÷ ۱۰۰ = ۱۰۰ کا سو ہاتھ سے صرف ۱۶/۱۰۰۰۰ یعنی ۱/۶۲۵ زائد ہے کہ ایک انگل عرض کا ۲۴/۶۲۵ یعنی انگل کے پچیسویں حصے سے بھی کم ہے بخلاف حساب سراج و شرنبلالیہ کہ اُن کے خیال سے ۱۱۹ انگل اور واقع میں تین ہاتھ سے بھی زیادہ بڑھتا ہے کما سیاتی۔

<p>اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ سابقہ بیانات میں ہے اولاً جس کا دور چھتیس ہو اس کا قطر ۱۱ ذراع پر ایک ذراع کا صرف پانچواں حصہ زائد نہ ہوگا بلکہ آدھے ذراع کے قریب زائد ہوگا کیونکہ ۳۶ کا لوگارٹم</p> <p>۰.۵۵۶۳۰۲۵ + ۱.۵۰۲۸۵۰۱ = ۰.۵۹۱۵۲۶ ہے اور وہ لوگارٹم ۱۱.۵۹ ہے یہ نصف سے صرف ۴/۱۰۰ کی مقدار کم ہے، اور ثانیاً جو ایسا ہو اس کی پیمائش سو ہاتھ پر تین ذراع سے زائد ہوگی نہ یہ کہ ایک ذراع کا ۴/۵ اور یہ اس لئے ہے کہ ۰.۵۵۶۳۰۲۵ * ۲ = ۱.۱۱۲۶۰۵۰ + ۱.۳۷۹۰۰۷۹۰۱ = ۰.۱۳۳۹۵۱ = ۲ اور وہ لوگارٹم ہے ۱۳.۰۳ کا،</p>	<p>اقول: وبهذا علم مافی البیانات السابقة (۱) فالولا مکان دورہ ستا وثلاثین لایزید قطره علی ذراعاً بخمس ذراع فقط بل بقریب من نصف ذراع لان لو غارٹمها</p> <p>۰.۵۵۶۳۰۲۵ + ۱.۵۰۲۸۵۰۱ = ۰.۵۹۱۵۲۶ اوھو لو غارٹم لاینقص من النصف الا قدر ۴/۱۰۰</p> <p>(۲) وثانیاً: مکان کذا تزید مساحتہ علی مائة ذراع باکثر من ثلثة اذرع لاربعة اخماس ذراع وذلك لان ۰.۵۵۶۳۰۲۵ * ۲ = ۱.۱۱۲۶۰۵۰</p> <p>۰.۱۳۳۹۵۱ + ۱.۳۷۹۰۰۷۹۰۱ = ۰.۱۳۳۹۵۱ اوھو لو غارٹم ۱۳.۰۳ (۳) وثالثاً: لو عمل بقطر ذکر بان رسم خط</p>
--	--

اور ثالثاً اگر مذکورہ قطر پر عمل کیا جائے اس طرح کہ اسی کی مثل ایک خط کھینچا جائے اور اُس کے نصف پر اُس کے بعد کے کنارے پر ایک دائرہ کھینچا جائے اور کنویں کا دور اسی کی مثل کیا جائے، تو صحیح نہ ہوگا، کیونکہ ۱۱ کا لوگار ۱۰.۴۹۲۱۸۰ ہے اس کا دو گنا

۱۰.۹۸۴۳۶۰ = ۱۱.۹۸۴۳۶۰ + ۱۰.۸۹۵۰۸۹۹ = ۱۰.۹۹۳۵۲۵۹ ہے اور یہ لوگار ۹۸.۵۲ ہے تو سطح سو ہاتھ سے تقریباً ڈیڑھ ہاتھ کم ہوگی اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر دور لیا جائے تو مطلوب پر زائد ہوگا تین ہاتھ اور اگر قطر لیا جائے تو اس سے ڈیڑھ ہاتھ کم ہوگا اور اگر ان دونوں میں جمع کا ارادہ کیا جائے تو ممکن نہ ہوگا، اور غنیۃ ذوی الاحکام میں محقق شرنبلالی نے فرمایا پہلے تو جو ذکر کیا گیا 'س'، سراج سے وہ انہوں نے ذکر کیا، پھر فرمایا، اس کی برہان یہ ہے کہ ہمیں دور اور پیمائش کا علم ہے جو دائرہ کی تکسیر ہے، تو ہم نے مساحتہ کو ربع دور پر تقسیم کیا اور وہ ۹ ہے تو قطر ۱/۵ - ۱۱ ذراع نکلا، اور برہان اس امر پر کہ ۳۶ کا اعتبار مساحتہ کی تقسیم پر اور وہ مساحتہ سو ذراع اور چار خُمس ذراع ہے نصف قطر پر، تو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا یہ اس کے مطابق ہے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں لفظ نصف یہاں قلم کی سبقت ہے صحیح ربع قطر ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ $۴/ق = ط = م$ ، ہم نے معادلہ کو تقسیم کیا $۴/ط : ق = م ÷ ط$ پر اور یہ اس کا پہلا دعویٰ ہے۔ اور ثانیاً ہم نے اس کو $۴/ق : ط = م ÷ ۴$

مثله ورسبت علی منتصفه ببعد طرفه دائرة فجعل دور البئر مثلها لم يصح فان لو غار ثبه ۱۰.۹۲۱۸۰ = ۱۰.۹۸۴۳۶۰ + ۱۰.۸۹۵۰۸۹۹

= ۱۰.۹۹۳۵۲۵۹ اوھو لو غار ثم ۹۸.۵۲ فيكون السطح اقل من مائة ذراع بذراع ونصف تقريباً وبالجمله ان اخذ الدور زاد على المطلوب بثلاثة اذرع وان اخذ القطر نقص عنه بذراع ونصف ان ارید الجمع بينهما لم يمكن۔ اما قول المحقق الشرنبلالی في غنية ذوی الاحکام حيث ذكر اولاً مأمراً عن ش عن السراج ثم قال وبرهان ذلك اننا علمنا الدور والمساحة التي هي تكسير الدائرة فقسنا المساحة على ربع الدور وهو تسعة فخرج القطر احد عشر ذراعاً وخمس ذراع وبرهان اعتبار ستة وثلثين بقسمة المساحة وهي مائة ذراع واربعة اخماس ذراع على نصف القطر فهو على ما ذكرناه¹ اھ

فاقول: (۱) لفظ نصف ههنا سبق قلم وصوابه على ربع القطر لما علمت ان $۴/ق = ط = م$ قسماً المعادلة على $۴/ط : ق = م ÷ ط$

¹ غنیۃ ذوی الاحکام علی حاشیۃ غرر الاحکام فرض الغسل دار السعادة مصر ۱۳۸۱ھ

وہی دعواہ الاولی وثانیاً قسمناھا علی ۴ق : ط = م ÷
۴ق لا ۴ق وہی دعواہ الاخری هذا سهل وانما
الشأن فی تعیین هذه المقادیر وما القصد الابداء
مقدار دور تكون مساحته مائة ذراع فلیس بالید
الاهذه (۱) فاولا کیف عدل عنها الی مایزید
علیها بأربعة اخماس ذراع،

وثانیاً: (۲) بنیتم برهان اعتبار هذا الدور علی قدر
القطر وبرهان اعتبار هذا القطر علی قدر الدور
وهذا دور،

وثالثاً: (۳) بنیتم المساحة تبعاً للسراج علی الدور
والقطر وهذا ان دوران أخران ولكن الامر ان
السراج بنی الامر علی الاستقراء فقرب تقریباً واذ
تقرر هذا فأبانة القطر من الدور والمساحة
او الدور من القطر والمساحة ارادة تحقیق ما تقرر
لا البرهان علی ذلك وبالله التوفیق هذا وما ذکر
القهستانی من وقوع مربع عشر داخل دائرة
محیطها ثمانية واربعون او اربعة واربعون۔

فأقول: له وجه فی الاول فیقع فیها لغة وان لم یقع
علی مصطلح الفن من ان یبأسها جمیع زوایاها وذلك
لان المربع الواقع فی محیط ثمانية واربعین ضلعه
عہ اطول

ق لا ۴ق پر تقسیم کیا، اور یہ ان کا دوسرا دعویٰ ہے یہ سہل
ہے اور اہم معاملہ ان مقادیر کی تعیین کا ہے، اور مقصد صرف
مقدار دور کا اظہار ہے جس کی مساحتہ ایک سو ۱۰۰ ذراع ہو، تو
ہاتھ میں یہی ہے۔ اولاً یہاں اُس سے عدول کر کے وہ چیز
اختیار کی گئی ہے جس پر ایک ذراع کے چار خمس زائد ہے،
ایسا کیوں کیا گیا؟

ثانیاً: اس دور کے اعتبار کی برہان کو تم نے قطر کی مقدار پر مبنی
کیا ہے، اور اس قطر کے اعتبار کی برہان کو دور کی مقدار پر مبنی
کیا ہے، اور یہ دور ہے۔

ثالثاً: تم نے پیمائش کی بنیاد، سراج کی پیروی میں، دور اور قطر
پر رکھی ہے، اور یہ دور دوسرے دور ہیں، لیکن سراج نے
معاملہ کی بنیاد استقراء پر رکھی ہے تو ان کی یہ بات قریب
قریب ٹھیک ہے، جب یہ ثابت ہو گیا تو قطر کو دور اور پیمائش
سے الگ کرنا یا دور کو قطر و پیمائش سے الگ کرنا، ثابت شدہ
چیز کی تحقیق کا ارادہ ہے اس پر برہان نہیں ہے وبالله التوفیق،
اس کو سمجھنا چاہئے، اور قہستانی نے دس کے مربع کا ذکر کیا
ہے جس کے دائرہ کا محیط اڑتالیس یا چوالیس بنتا ہے۔ (ت)

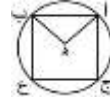
میں کہتا ہوں اس کی پہلے میں وجہ موجود ہے تو وہ اس میں
لغت کے اعتبار سے واقع ہے، اگرچہ فن کی اصطلاح کے
مطابق نہیں ہے، یعنی یہ کہ اس کو اس کے تمام زاویے مس
کرتے ہوں اور اس کی دلیل

یعنی ایک ہاتھ کے چار خمس سے زیادہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ ای باکثر من اربعة اخماس ذراع وذلك

من عشرة فلا يمكن ان يماسها اكثر من
زاويتين من المربع (١) اما في الثاني فلا وجه له
اصلا فليقع مربع اء في دائرة ا ب جء على مركز
هولو $٢٨ = ٢٨٣٣٥٢٤ + ١٠٢٨٥٠١ = ١٠٢٨٥٠١$

٢٨ ١٢٢٣٠٢٨ هذا هو القطر ٠٣٠١٠٣٠٠



$٢٨ = ٨٢٣٥٢٤٢٨$ هذا لو نصفه ا ه ثم في مثلث ا ه
ب القائم الزاوية ا ه جيب ب و هي مه حه
لوجيبها ٨٢٩٣٨٥٠ :: ا ب ج : ٨٢٥٢٤٢٨ -
 ٨٢٩٣٨٥٠ $٨٢٩٣٨٥٠ = ٨٢٩٣٨٥٠$ هذا لو اب وان شئت
بالعروسي فضعف لوا ه

یہ ہے کہ جو مربع اڈتالیس کے محیط میں ہوتا ہے، اس کا ضلع
دس سے لمبا ہوتا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ مربع کے دو سے زائد
زاویے اس کو مس کریں، اور دوسرے میں اس کی کوئی وجہ
موجود نہیں، مثلاً ا ب ج ج کے دائرہ میں واقع ہو
اور ہ کے مرکز پر ہو اور $٢٨ = ٢٨٣٣٥٢٤ + ١٠٢٨٥٠١$
 $٢٨ = ٨٢٣٥٢٤٢٨$ یہ لو قطر ہے۔
 $٢٨ = ٨٢٣٥٢٤٢٨$ یہ لو اس کا آدھا ہے ا ہ پھر
مثلث میں ا ہ ب زاویہ قائمہ ا ہ جیب ب اور یہ مہ حہ لو
اس کا جیب یہ ہے ٨٢٩٣٨٥٠ :: ا ب ج :
 $٢٨ = ٨٢٣٥٢٤٢٨$ - ٨٢٩٣٨٥٠ $٨٢٩٣٨٥٠ = ٨٢٩٣٨٥٠$ یہ لو
اب ہے اور اگر تم چاہو شکل عروسی سے تواہ کا دو گنا لو ا
 $٢٨ = ٨٢٣٥٢٤٢٨$ اس کا عدد ٢٨٣٥٢٤٢٨ کا دو گنا
 ٨٢٩٣٨٥٠ اس کا لوگارثم ٨٢٩٣٨٥٠ اس کا نصف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عہ لان لو المحيط $٢٨٣٣٥٢٤ + ١٠٢٨٥٠١ = ١٠٢٨٥٠١$
 ٨٢٩٣٨٥٠ هذا هو القطر ٢٨٣٣٥٢٤
 ٨٢٩٣٨٥٠ هذا لو نصف القطر لوجیب مہ
 $٨٢٩٣٨٥٠ = ٨٢٩٣٨٥٠$ هذا لو ضلع المربع
الواقع فيه فہی ٨٠٣٤٥ فالمساحة تكون اكثر
من اء في المربع اما الدائرة فمساحتها اكثر
من مائة وثلاثة وثمانين ذراعا ا ه منه (م)

کیونکہ محیط کا لوگارثم ہے $٢٨٣٣٥٢٤ + ١٠٢٨٥٠١$
 ٨٢٩٣٨٥٠ یہ قطر کا لوگارثم ہے ٢٨٣٣٥٢٤
 ٨٢٩٣٨٥٠ یہ نصف قطر کا لوگارثم ہے۔ لوجیب مہ
 $٨٢٩٣٨٥٠ = ٨٢٩٣٨٥٠$ یہ محیط میں واقع ہونے
والے مربع کے ضلع کا لوگارثم ہے ٨٠٣٤٥ لہذا مساحت ٨٠٣٤٥
۱۱۶ سے زیادہ ہوگی یہ مربع میں ہے، رہا دائرہ تو اس کی پیمائش
ایک سو تراسی^{۱۸۳} ہاتھ سے زیادہ ہے۔ (ت)

گزر اور وہ لوگارٹم ہے ۹۰۳۵ء کا، یہ ضلع کی مقدار ہے اور یہ دس تک نہیں پہنچ سکی ہے جیسا آپ دیکھتے ہیں پھر پیمائش ۹۸۰۷۹ سو سے تقریباً دو ذراع کم ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ مربع کا دو گنا ہے اور نصف قطر کے مربع کا دو گنا ہی مربع کی پیمائش ہے کیونکہ اس کی پیمائش اب ضلع کا مربع ہے اور وہ اہ کے مربع کا دو گنا ہے شکل عروسی کے اعتبار سے، تو اس میں وہ درہ کا مربع کہاں سما سکتا ہے!

(ت)

تنبیہ: علامہ شرنبلالی نے سوائے چوتھے قول کے تمام اقوال کو باطل قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں صحیح ظہیر یہ کا قول ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کو اختیار نہ کیا جائے نیز فرمایا ایسی مقدار کا لازم قرار دینا جو چھتیس ۳۶ سے زائد ہو اس کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ درہ کا اندازہ ہو، یہی تمام حساب دانوں کے نزدیک ہے اہ

میں کہتا ہوں یہ اشارہ ہے وہم کے جواب کی طرف، وہم یہ ہے کہ اس میں دو قول ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی تصحیح کی گئی ہے بلالکہ دوسرے قول کی بابت کہا گیا ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے، تو اس کی طرف رجوع کرنے کو کیونکر منع کیا جاسکتا ہے؟ بلالکہ اس پر تو اعتماد کرنا چاہئے، کیونکہ معتمد اور مفتی بہ سو کا اندازہ ہے اور تمام اقوال کا مقصود بھی یہی ہے، یہ چیز تو حساب پر مبنی ہے، اس میں لمبی چوڑی فقیہانہ بحث کا کوئی موقعہ نہیں، خاص

۲۹۰۵۳۵۶۸ عدداً ۲۹۰۳۹۳۵۶۸ ضعفہ
۹۸۰۷۸۹۱۳۶ لو غار ثمة ۹۹۱۵۷۵۶ نصفہ
۰۹۹۵۷۸۷۸ مثل مأمور و هو لو غار ثمة ۹۰۳۵ هذا
قدر الضلع ولم تبلغ عشرة كما ترى ثم المساحة
۹۸۰۷۹ اقل من مائة بنحو ذراعين لما علمت انها
ضعف مربع اھ وضعف مربع نصف القطر هي
مساحة المربع لان مساحته مربع ضلع ا ب و هو
ضعف مربع اھ بالعروسی فانی يقع فيها مربع عشر
في عشر۔

تنبیہ: حکم العلامة الشرنبلالی ببطلان سائر
الاقوال سوى الرابع حيث قال والصواب كلام
الظهيرية ولا يعدل عنه الى غيره وقال فالزام قدر
يزيد على الستة والثلاثين لوجه له على التقدير
بعشر في عشر عند جميع الحساب^۱ اھ

اقول: وقد اشار الى الجواب عما يتوهم ان فيها
قولين مصححين بل الثاني مزيل بطراز الفتوى
فكيف يمنع المصير اليه بل انما ينبغى التعويل
عليه وذلك ان المفتي به المعتمد هو التقدير بمائة
والاقوال جميعاً انما ترومه ومبنى ذلك على
الحساب دون التفقهات الغامضة التي لا قول
لنا فيها لاسيما على خلاف الفتوى وامر الحساب
لا يلتبس فاذا علمنا قطعاً ان الصواب هذا وجب

^۱ غنية ذوي الاحكام حاشية على الفرغ فرغ الغسل ۲۳/۱

ترك مأسواه غيران قدوة الرياضين العلامة
عبدالعلى البرجندى رحمه الله تعالى حاول في شرح
النقاية توجيه قولى و عازياً لهذا الى الكبرى والذى
رأيتنه في شرح القهستانى ان فى الكبرى جعل الاول
هو الاحوط والله تعالى اعلم و كانه لم يقع له قول
فقال تحقيق الكلام ههنا متوقف على ثلث
مقدمات.

(۱) هی ان مربع وترالقائمة فى مثلث يساوى
مجموع مربعى ضلعيها (۲) وان محيط الدائرة
ازيد من ثلاثة امثال قطرها بسبع قطرها (۳) وانه
اذا كانت مساحة دائرة معلومة وقسمت باحد عشر
قسماً متساوية و زيد ثلاثة اقسام منها على مجموع
المساحة واخذ جذر المجموع يكون قطر الدائرة
كل ذلك مبرهن فى على الهندسة والحساب فنقول
اذا كان كل من ضلعى الحوض المربع عشر اذرع كان
مجموع مربعى الضلعين مائتين وجذرهما اربعة
عشر وعشرو نصف عشر تقريباً وهو مقدار
الخط الواصل بين الزاويتين المتقابلتين وهو
اطول الامتدادات الممكنة فى المربع المذكور
للمقدمة الاولى فاعتبر

طور پر فتویٰ کے خلاف کہنے کی گنجائش نہیں، اور حساب کا معاملہ
تو بالکل واضح ہوتا ہے، اب جبکہ ہمیں معلوم ہو گیا کہ صحیح
یہی ہے تو دوسرے اقوال کا ترک لازم ہو گیا، البتہ قدوة
الرياضين علامہ عبدالعلى برجندى نے شرح نقایہ میں ۴۸
اور ۴۴ کے دو قول کی تشریح کی کوشش کی ہے، اس کو کبریٰ
کی طرف منسوب کیا ہے، اور میں نے شرح قہستانی میں
دیکھا کہ کبریٰ میں پہلے قول کو احوط قرار دیا ہے واللہ تعالیٰ
اعلم اور غالباً ۴۶ کے قول کی طرف وہ متوجہ نہ ہوئے تو
فرمایا یہاں تحقیق کلام تین مقدمات پر مبنی ہے،
(۱) قائمہ کے وتر کا مربع مثلث میں اس کے دو ضلعوں کے
دو مربعوں کے مجموعہ کے برابر ہوتا ہے۔
(۲) اور دائرہ کا محیط اس کے قطر کی تین مثل سے اس کے قطر
کے سبع جتنا زیادہ ہوتا ہے۔
(۳) اگر ایک دائرہ کی مساحت معلوم ہو اور گیارہ پر برابر
تقسیم کی جائے اور اس میں سے تین اقسام کا اضافہ کیا جائے
مجموعی پیمائش پر اور مجموعہ کا جذر لیا جائے تو دائرہ کا قطر نکل
آئے گا۔ یہ سب علم ہندسہ اور حساب میں مبرہن ہے، اب
ہم کہتے ہیں کہ جب ایک مربع حوض کے دونوں ضلع دس
ذراع ہوں گے تو دونوں ضلعوں کے دونوں مربعوں کا مجموعہ
دو سو ہوگا اور دونوں کا جذر چودہ ذراع اور دسواں اور دسویں
کا آدھا ہوگا تقریباً، اور یہی مقدار

عہ: بل جزء من خمسة وعشرين جزء وشيئ قليل
فأنه تقريباً اھمنه (م)

بالکہ پچیس اجزاء میں سے ایک جز اور تھوڑی مقدار کیونکہ وہ ۱۲۴، ۱۲۵
ہے تقریباً۔ (ت)

اس خط کی ہے جو دو متقابل زاویوں کے درمیان متصل ہے، اور یہ مربع مذکور میں ممکنہ امتدادات میں سب سے لمبا ہے اس کی دلیل پہلا مقدمہ ہے تو فتاویٰ کبریٰ میں اس امر کا اعتبار کیا گیا ہے کہ گول حوض کا قطر مربع حوض کے مفروضہ امتدادات میں سب سے طویل ہوتا کہ گول حوض میں شرط مذکور کے ساتھ مربع کا ہونا ممکن ہو، اور گول حوض کے محیط سے دو متقابل اجزا کا درمیانی بعد کسی جگہ بھی مربع کے امتدادات میں سے طویل تر سے چھوٹا نہ ہو تو گول حوض کا محیط اس امتداد سے تین گنا اور ساتواں ہوگا یعنی چوالیس ہاتھ اور چار اعشار اور دسویں کے دو ثلث ہوں گے، یہ دوسرے مقدمہ سے ثابت ہے اور چونکہ کسر زائد نصف سے کم ہے تو اس کو ساقط کر دیا گیا، جیسا کہ حساب دانوں کا طریقہ ہے، اور خلاصہ کے مصنف نے وہی اعتبار کیا ہے جو فتاویٰ کبریٰ میں کیا ہے، لیکن انہوں نے حساب میں باریک بینی نہ کی، تو انہوں نے کسر زائد کو ایک احتیاطاً، تو انہوں نے طویل ترین امتداد کا اعتبار پندرہ ذراع

فی الفتاویٰ الکبریٰ ان یکون قطر الحوض المدور مساویاً لاطول الامتدادات المفروضة فی الحوض المربع لیکن وقوع مربع بالشرط المذكور داخل الحوض المدور ولا یکون البعديین جزئین متقابلین من محیط المدور فی شیئی من المواضع اقصر من اطول امتدادات المربع فیکون محیط الحوض المدور ثلاثة امثال ذلك الامتداد وسبعه اعنی اربعاً واربعمین ذراعاً واربعة اعشار وثلثی^{عہ} عشر للمقدمة الثانية ولما کان الکسر الزائد اقل من النصف اسقطوه کما هو عادة اهل الحساب وصاحب الخلاصة اعتبر ایضاً ما اعتبر فی الکبریٰ لکنه لم یتدق فی الحساب فاخذ الکسر الزائد واحداً للاحتیاط فاخذ الامتداد الاطول خمسة عشر فاذا اعتبرناه قطراً یکون محیط سبعة واربعمین ذراعاً وسبع ذراع فاعتبر ثانیاً واربعمین تتبیماً^{عہ} للکسر والقاضی

بلا کہ ان کے ذکر کے مطابق کسر ۱۴/۱۴۴ء ہے اور یہ چار عشر اور ایک عشر کے دو تہائی حصے سے تقریباً ۶/۱۲۵ کی مقدار میں زیادہ ہے اور ہمارے بیان کے مطابق ۱۴/۲۶۳ء ہے اور یہ چار عشر اور ۵۱/۲۵۰ کی مقدار میں دسویں حصے کے دو ثلث سے کم یعنی دسویں حصے کے پانچویں حصے سے زیادہ۔ (ت)
میں کہتا ہوں کہ ساتواں حصہ مکمل نہیں ہوتا اور اس احتیاط میں احتیاط نہیں ہے لہذا اس کا ترک کرنا واجب تھا۔ (ت)

عہ ۱: بل الکسر علی ما ذکرہ ۱۴/۱۴۴ء وهو اربعة اعشار واكثر من ثلثی عشر بقدر ۶/۱۲۵ تقریباً وعلی ما ذکرناه وهو اربعة اعشار و اقل بثلثی عشر بقدر ۵۱/۲۵۰ ای اکثر من خمس العشر اھمنہ (م)
عہ ۲: اقول السبع (۱) لایتم ولا احتیاط فی الاحتیاط فکان یجب ترکہ اھمنہ۔ (م)

اور قاضی ظہیر الدین نے گول حوض کی پیمائش مربع کی پیمائش کے مساوی قرار دی ہے، تو اس کا پانی مربع کے پانی کے مساوی ہوگا، اور غالباً یہ محمد بن ابراہیم میدانی کی نقل سے ماخوذ ہے جیسا کہ گزرا ہم کہتے ہیں پیمائش سو تھی اس کو ہم نے گیارہ پر تقسیم کیا تو ہر حصہ نو اور گیارہ کا ایک جز ہو اور جب اس کا تین گنا سو پر زائد کیا تو ایک سو ستائیس ۱۱۲ اور گیارہ کے تین اجزاء حاصل ہوئے اور اس کا جذر گیارہ، اور پانچواں اور چھٹے کا تقریباً نصف ہوا اور وہ دائرہ کا قطر ہے جس کی پیمائش سو ہے، اس کی دلیل تیسرا مقدمہ ہے اور اس کا تین گنا مع ساتویں کے یعنی گول حوض کا محیط پینتیس ذراع اور نصف ذراع دسویں کا نصف کم ہوگا تو اس کسر کو انہوں نے پورا ایک شمار کیا اور اس کا محیط چھتیس لیا اور ہم نے یہ مباحث اس لئے ذکر کیے تاکہ ان ائمہ کے اقوال کی صحت کا سبب معلوم ہو سکے اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی صریح غلط نہیں جیسا کہ بعض نے وہم کیا، اور بہت سے لوگ صحیح اقوال کو عیب لگاتے ہیں اھ (ت)

الامام ظہیر الدین اعتبار ان تكون مساحة الحوض المدور مساوية لمساحة المربع فيكون الماء فيه مساوياً لماء المربع ويشبه ان يكون هذا ماخوذاً عن نقل عن محمد بن ابراهيم الميبداني على ما مر فنقول كانت المساحة مائة قسمناها باحد عشر قسماً كان كل قسم تسعة وجزء من احد عشر فاذا زدنا ثلثة امثالها على المائة حصل مائة وسبعة وعشرون وثلثة اجزاء من احد عشر وجذره يكون احد عشر وخمساً ونصف^{عہ} سدس تقریباً وهو قطر دائرة مساحتها مائة للمقدمة الثالثة وثلثة امثاله مع سبعة اعنى محيط الحوض المدور يكون خمساً وثلثين ذراعاً ونصف ذراع الانصف^{عہ} عشر فاعتبروا هذا الكسر واحداً واخذوا محيطه ستاً وثلثين وانما اوردنا هذه المباحث ليظهر وجه صحة اقوال هؤلاء الائمة وانه ليس شيعي منها كما توهم بعضهم غلطاً صريحاً وكم من عائب قولاً صحيحاً^۱ اھ

یعنی اس سے کچھ کم کیونکہ وہ تقریباً ۲۸۱۵۱۸ ہے اھ (ت) بلالکہ مستثنیٰ اس سے کم ہے ان کے ذکر کے مطابق ۴/۱۰۵ ہے اور ہمارے ذکر کے مطابق ۲۱۹/۵۰۰۰ ہے اھ (ت)

عہ ۱ ای اقل منه بشيئ قليل فانه ۲ تقریباً اھ
منه (م) ۲ بل المستثنى اقل منه فعلى ما ذكره
۴/۱۰۵ وعلی ما ذكرنا ۲۱۹/۵۰۰۰ اھ منه (م)

^۱ خلاصۃ الفتاویٰ فصل فی الیاض نوکثور لکھنؤ ۳/۱

اقول: رحمہ اللہ تعالیٰ وشکر سعيہ فقد جلا عن احوال اجلاء ومحصلہ ان کلام الظہیریۃ مبتن علی اعتبار المساحة وسائر الاقوال علی اشتراط الامتدادین الطول والعرض وهما قولان معروفان فی المذهب وان کان عندنا المعول علی الاول کما بیناه فی الفصل الثالث من کتابنا النبیقة الانقی ویؤیدہ ان صاحب الخلاصة قال ههنا الحوض الكبير مقدر بعشر فی عشر و صورته ان یکون من کل جانب عشرة اذرع وحول الماء اربعون ذراعاً و وجه الماء مائة ذراع هذا مقدار الطول والعرض¹ اه فلم یکتف بقوله وجه الماء مائة بل بین الطول وفصل العرض و اظهر الدور ثم ذکر الوجه وان اختلف فیما بعد فی جنس فی النهر اعتبار المساحة حیث قال ان کان الماء له طول وعمق ولیس له عرض کانها بلخ ان کان بحال لوجع یصیر عشر فی عشر یجوز التوضی به وهذا قول ابی سلیمین الجوز جانی وبه اخذ الفقیه ابو اللیث وعلیه اعتماد الصدر الشہید وقال الامام ابو بکر الطرخانی لایجوز وان کان من هنا الی سوق وقد عند من لایجوز یحفر حفرة ثم یحفر نهيرة فیجعل الماء فی النهيرة الی الحفيرة فیتوضؤ من النهيرة فلو وقعت فیها النجاسة یتنجس عشرة فی عشرة والمختار انه

میں کہتا ہوں انہوں نے اجلہ علماء کے اقوال سے پردہ ہٹایا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ظہیریہ کا قول پیمائش کے اعتبار پر مبنی ہے اور باقی اقوال طول و عرض کے دو امتدادوں کے شرط کرنے پر مبنی ہیں، اور یہ دونوں قول مذہب میں معروف ہیں اگرچہ ہمارا اعتماد اول پر ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "النمیقة الانقی" کی تیسری فصل میں بیان کیا، اور اس کی تائید یہ ہے کہ اس مقام پر صاحب خلاصہ نے کہا کہ بڑا حوض دہ در دہ ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ ہر طرف سے دس ہاتھ ہو اور پانی کا گرد چالیس ہاتھ ہو، اور پانی کی سطح سو ہاتھ ہو یہ طول و عرض کی مقدار ہے، تو انہوں نے اپنے اس قول "پانی کی سطح سو ہاتھ ہے" پر اکتفاء نہ کیا بلکہ طول و عرض کی تفصیل بیان کی اور دور ظاہر کیا پھر اس کی وجہ بیان کی، اگرچہ اس کے بعد جنس فی النہر کی بحث میں مساحتہ کو اختیار کیا فرمایا کہ اگر پانی کا طول و عمق ہو اور اس کا عرض نہ ہو جیسے بلخ کی نہریں، اگر یہ اس قسم کا ہو کہ جمع کرنے پر دہ در دہ ہو جائے تو اس سے وضو جائز ہے یہ ابو سلیمان الجوز جانی کا قول ہے، اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا اور صدر الشہید نے اسی پر اعتماد کیا اور امام ابو بکر الطرخانی نے فرمایا کہ ایسی نہر سے وضو جائز نہیں خواہ وہ یہاں سے سمرقند تک کیوں نہ ہو، اور جو حضرات وضو کے جواز کے قائل نہیں وہ فرماتے ہیں پہلے ایک چھوٹا سا گڑھا کھودا جائے پھر ایک چھوٹی سی نہر کھودی جائے اور اس نہر سے پانی نکال کر گڑھے میں لایا جائے اور نہر سے وضو کیا جائے،

¹ خلاصۃ الفتاویٰ فصل فی البیاض نوکشر لکھنؤ ۱/۳

اب اگر اس میں نجاست گر جائے تو وہ وہ درہ ناپاک ہو جائیگا، اور مختار یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوگا، صرف اُسی صورت میں ناپاک ہوگا جس صورت میں بڑا حوض ناپاک ہوتا ہے (ت) میں کہتا ہوں اس سے شرنبلالی کے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو گیا کیونکہ ازر وئے حساب یہ بات قطعی اس وقت ہوتی ہے جب پیمائش کا اعتبار کیا جائے نہ کہ طولی و عرضی امتدادوں کی شرط لگائی جائے بلکہ اس وقت ۴۴ سے زیادتی کا واجب ہونا قطعی ہوگا چہ جائیکہ ۳۶ سے جیسا کہ اس کی طرف پہلے اشارہ گزرا، اور اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ یہ مراد نہیں کہ دونوں امتداد جیسے بھی واقع ہوں ب

بلکہ دو محیط ایک قائمہ کے ساتھ، ورنہ طول و عرض مساوی نہ ہوتے، اور اگر یہ نہ ہوتا تو اس کے ہر ضلع کا مثلث دس ہاتھ کو کافی ہوتا حالانکہ علماء نے اس میں صراحت کی ہے کہ پندرہ ذراع اور ایک خُمس کا ہونا ضروری ہے، جیسا کہ "السراج الوہاج" میں ہے اور شرنبلالی کی "الزہر النضیر" میں ہے، اور برجندی نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ چاروں طرف میں سے ہر طرف دس ذراع ہو اور اس کے چاروں زاویے قائمہ ہوں، کیونکہ اگر زاویے ایسے نہ ہوئے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا اور یہ ممکن نہیں کہ کوئی مثلث قائم الزاویہ کسی دائرہ میں ہو، ہاں نصف دائرہ میں ہو سکتا ہے کیونکہ اگر کوئی قطعہ زائد ہوتا تو زاویہ حادہ ہو جاتا، اگر کم ہوتا تو منفرجہ ہو جاتا (۳۰، ۳۱ میں سے،

لا یتنجس الا بما یتنجس به الحوض الكبير^۱
 اقول: (۱) وبہ ظہر الجواب عن ایراد الشرنبلالی
 فان الحساب انما قطع بذلك عند اعتبار المساحة
 دون اشتراط الامتدادین الطولی والعرضی بل
 (۲) قطع عند ذلك بوجوب الزیادة علی فضلا عن
 كما تقدمت الاشارة الیه ویوضحه ان لیس
 المراد الامتدادان کیفما وقابل محیطین بقائمة
 والالم یتساو الطول والعرض ولولا ذلك لکفی
 مثلث کل ضلع منه عشرة اذرع مع انهم نصوا فیہ
 بوجوب ان یکون کل خمسة عشر ذراعا وخمساکما
 فی السراج الوہاج والزهر النضیر للعلامة
 الشرنبلالی وقد قال البرجندی المراد بذلك ان
 یکون کل من الاطراف الاربعة عشر اذرع وزواياہ
 الاربعة قوائم اذ لو لم تکن الزوايا كذلك لم یعتبر
^۲ ۱۱ ولا یمکن وقوع مثلث قائم الزاویة فی دائرة الا
 فی نصفها اذ لو كانت القطعة ازید كانت الزاویة حادة
 او انقص كانت منفرجة (۳۰ من ۳ من اقلیدس)
 وح یمکن وتر القائمة قطر الدائرة

^۱ خلاصۃ الفتاویٰ فصل فی الماء جاری نوکشور لکھنؤ ۹/۱

^۲ شرح النقایۃ للبرجندی اسحاق الماء نوکشور لکھنؤ ۳۳/۱

فاذا كانت كل ساق عشرا كان جذر القطر مائتين
وهو وبالتدقيق فاذا كان هذا قطر الدائرة
لو غارثمه ١٥٠٥١٥٠

١ + ١٣٩٩ + ١٣٩٩ = ٢٧٩٨٠٠
المحيط اكثر من ذلك ما اردناه۔

اقول: وبه تبين وجه ماطوى بيانه العلامة
البرجندی انه لم اختير وقوع المربع داخل
المدور ان لا يكون قطرها اقصر من طول امتدادات
المربع اعنى قطرها فان المقصود هو الامتداد
الضلعى المفروض عشرة دون القطرى ووجهه ان
ذلك الامتداد الضلعى ضلعا لقائمة مساويا للضلع
الاخر لا يقع فى دائرة الا اذا كان قطرها وتر المثلث
ولا يقع الا فى نصف الدائرة فاذا رسم مثله فى
النصف الاخر تم المربع وظهر وقوعه فيها۔

واقول: بوجه اخر مربع كل ضلع منه عشرة اذا
وقعت نجاسة فى احدى زواياها مثل ج و وصلنا ع
فالنصف المقابل لها وهو مثلث ال ب ع



اقلیدس سے) اور اس وقت قائمہ کاوتر دائرہ کا قطر ہو جاتا، اب
جبکہ ہر ساق دس ہاتھ کی ہو تو قطر کا جذر دو سو ہوتا اور وہ ۱۴۲ء
ہے اور اگر باریک بینی سے کام لیا جائے تو یہ ہوگا
۱۴۲۱۳۶۸ء، توجب دائرہ کا قطر یہ ہوا تو اس کا لوگار
شم ۱۵۰۵۱۵۰ + ۱۳۹۹ = ۰.۲۷۹۸۰۰ = ۶۳۷۶۳۹ء ہو گا اور یہ
لوگار شم ۲۹ء ۲۲ ہے تو محیط ۲۲ سے زائد ہوگا، اور یہی ہماری
مراد ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس سے اس کی وجہ بھی ظاہر ہو گئی جس کا بیان
علامہ برجندی نے لپیٹ دیا ہے یعنی مدور کے اندر مربع واقع
ہونے کیلئے یہ شرط کیوں اختیار کی گئی ہے کہ اس کا قطر مربع کے
طویل ترین امتدادات سے کم نہ ہو جائے یعنی اس کا قطر، کیونکہ
مقصود امتداد ضلعی ہے جو دس فرض کیا گیا ہے، قطری نہیں ہے،
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ امتداد ضلعی، قائمہ کا ضلع ہو اور
دوسرے ضلع سے مساوی ہو تو دائرہ میں تب ہی واقع ہو سکتا ہے
جبکہ اس کا قطر وتر مثلث ہو اور یہ نصف دائرہ میں ہی ہوتا ہے،
اب اسی کی مثل جب دوسرے نصف میں کھینچی جائے تو مربع
مکمل ہو جائے گا، اور اس کا اس میں واقع ہونا ظاہر ہو جائیگا۔ (ت)
اور ایک دوسرے طریقہ پر میں کہتا ہوں ایک ایسا مربع ہے کہ
جس کا ہر ضلع دس ہاتھ ہے اب اگر اس کے ایک زاویہ مثلاً ج
میں نجاست پڑ جائے



Page 301 of 711

يكون قطر الدائرة هو وتر المثلث فيكون اع اعني ح ب اكثر من اربعة عشر ذراعاً بما تقدم وثبت وقوع المربع في الدائرة۔

اقول: ومن ههنا ظهرت ثلثة امور اخر الاول لم يصح قول لان فيه نقصاً من المطلوب كما علمت والمقادير المقدرة لا يعمل فيها بالاسقاط الثاني حيث ان القطر ع ففى جعله بالرفع مجازفة كثيرة كما في قول وفي جعله بالاسقاط نقص من المقصود وهو لا يسوغ فكان العدل التوسط بينهما وهو جعله ثلثة امثاله وسبعة ذراعان وكسر فالمجموع اكثر من خمسة واربعين ذراعاً ونصف والكسر اذا زاد على النصف بل واذا بلغ النصف يؤخذ واحداً كما هو عادة الحساب فاعتبر المحيط الثالث ظهر قول الفتح ان في الحساب يكتفى باقل منها بكسر لكن يفتى بستة واربعين كيلا يتعسر رعاية الكسر¹ اه وظهر وجه الافتاء به لانه اعدل الاقوال لاتقتير ولا اسراف ولا تقصير ولا جزاف

کیا، تو جب ہم اس کو قطر قرار دیں تو محیط سینتالیس گز اور ایک ذراع کا ساتواں ہوگا، لیکن کسر کو ختم کرنے کیلئے پورے اڑتالیس کا اعتبار کیا گیا ہے، فاصلہ ہے اور اس وقت دائرہ کا حال مربع کے حال کی طرح ہوگا، بالکل برابر، یعنی دونوں ا اور ع کا بعد دس ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں بعید تر ہے اس وقت دائرہ کا قطر مثلث کا وتر ہوگا تو ع یعنی ح ب چودہ ہاتھ سے زائد ہوگا بسبب اس قاعدے کو جو گزرا اور مربع کا دائرہ میں واقع ہونا ثابت ہوا۔ (ت)

میں کہتا ہوں کہ اس سے تین امور ثابت ہوئے: اول، ۴۴ کے قول کی تصحیح نہیں کی گئی ہے کیونکہ یہ مطلوب سے ناقص ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا، اور مقدّرہ مقادیر میں اسقاط کا عمل نہیں ہوتا، ثانی یہ کہ قطر ۱۴۲ء ۱۴ ہے تو اس کو اگر بڑھا کر اندازاً ۱۵۱ بنالیا جائے تو یہ اٹکل پچھو کے سوا کچھ نہیں ہے جیسا کہ ۴۸ کے قول پر ہے اور اگر اسقاط کر کے اس کو ۱۴ بنایا جائے تو مقصود سے کم ہوگا اور یہ درست نہیں ہے، تو انصاف یہ ہے کہ ان دونوں میں درمیانہ درجہ اختیار کیا جائے، اور وہ یہ ہے کہ ۱۴۵ء اس کا تین گنا ہے ۴۳۵ء اور اس کا ساتواں ۲۰ ذراع ہیں اور کسر ہے تو مجموعہ ۴۵ ذراع اور نصف سے زائد ہے اور کسر جب نصف سے زائد ہو جائے بلائکہ جب نصف تک پہنچ جائے تو اس کو پورا ایک شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ حساب دانوں کی عادت ہے، تو محیط ۴۶ اعتبار کیا گیا۔

ثالث، فتح کا یہ قول ظاہر ہو گیا کہ حساب

¹ فتح القدير باب الماء الذي يجوز به الوضوء وما لا يجوز به نوريه رضويه سكر ۷/۱

اور کچھ کسر ہوگی جو نصف تک نہیں پہنچے گی اور یہی بر جندی کے حساب کا حاصل ہے کسر بڑھائی اس لئے گئی ہے کہ آپ جان چکے ہیں کہ مقادیر کا ساقط کرنا باطل ہے تو دور ۳۶ ہوا اور یہی مقصود ہے۔

(۲) قطر کا محیط سے ہونا ۷/۲۲ حساب میں مبرہن نہیں ہے بلکہ اب تک ان دونوں کے درمیان تحقیقی نسبت بھی معلوم نہیں ہو سکی ہے، جو کچھ کیا ہے وہ محض استقراء اور تقریب ہے، تو جو اس پر مبنی ہوگا اس کا بھی یہی حال ہے، یعنی یہ کہ $ق = ۷/۲۲$ اس کو اس کا یہ قول کہ یہ تمام حساب اور ہندسہ میں مبرہن ہے اس میں تسامح ہے۔

(۳) کسر زائد کو ساقط کرنے میں اگرچہ نصف سے کم ہو، جو کلام ہے وہ تم جان چکے ہو۔

(۴) چوتھا قول قطعاً اس پر مبنی ہے جو ظہیر یہ میں بھی محمد المیدانی سے منقول ہے کہ اگر وہ ایسا ہو کہ اس کا پانی اگر جمع کیا جائے تو وہ وہ در وہ ہوگا کیونکہ اس نے اس معاملے کو صرف مساحت پر مبنی کیا ہے اور عرض کا اعتبار نہیں کیا تو اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

(۵) در میں فرمایا اور مثلث میں ہر طرف سے ۱۵، چوتھائی اور پانچواں ہے اھ اور بعض نسخوں میں یا پانچواں ہے، اور اس پر "ط" نے اعتراض کیا کہ یہ حساب یقینی ہے تو اس میں تردید کا کوئی مفہوم نہیں اور انہوں نے نوح آفندی کی متابعت میں چوتھائی کو مختار کہا اور یہ کہ مساحت ایک سو ذراع اور ایک ذراع کے تین رُبع ہیں اور کچھ مزید جو چوتھائی ذراع کو نہیں پہنچتا۔

(ت)

رفع الكسر لما علمت ان الاسقاط في المقادير باطل فكان الدور وهو المقصود۔

(۲) (۱) كون القطر من المحيط ۷/۲۲ ليس مبرهنًا عليه في الحساب بل لم تعلم الى الان النسبة بينهما تحقيقًا انما عملوا بالاستقراء ات والتقريبات فكذا ما يبتنى عليه من ان $ق = ۷/۲۲$ امر فقولہ کل ذلك مبرهن في الهندسة والحساب تسامح۔

(۳) (۱) اسقاط الكسر الزائد ههنا وان كان اقل من النصف ما قد علمت۔

(۴) (۳) القول الرابع مبنی قطعاً علی ما فی الظہیریۃ ایضاً عن محمد المیدانی انه ان كان بحال لو جمع ماؤه يصير عشرا في عشر لبنائه الامر على المساحة فقط من دون اعتبار العرض فليس هذا محل يشبه۔

(۵) قال في الدر (۴) وفي المثلث من كل جانب خمسة عشر و ربعاً وخمسا^۱ اھ وفي بعض النسخ او خمسا واعترضه ط بأن الحساب يقيني فلا معنى للتديد واختار تبعاً لنوح افندی الربع وان المساحة مائة ذراع وثلاثة ارباع ذراع وشبئی قليل لا يبلغ ربع ذراع۔

^۱ در مختار باب المیاء مجتبائی دہلی ۳۶/۱

میں کہتا ہوں بلالکہ ذراع کے سدس کے چھٹے کو بھی نہیں پہنچتا جیسا کہ آپ عنقریب جان لیں گے اور "ش" نے اوکے نسخہ کو درست قرار دیا، میں کہتا ہوں اس صورت میں واو کا نسخہ بھی کچھ صحیح ہو سکتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اور انہوں نے اس کا مبنیٰ تعبیر کے اختلاف کو قرار دیا ہے کیونکہ نوح نے چوتھائی سے تعبیر کیا اور سراج اور شرنبلالی نے پانچویں سے تعبیر کیا، اور خمس کو ان دونوں کی متابعت میں مختار قرار دیا اور یہ کہ مساحتہ سو ذراع اور قدرے ہے جو ایک ذراع کے دسویں تک نہیں پہنچتی ہے۔

میں کہتا ہوں، ایسا نہیں ہے بلالکہ یہ مقدار اس سے زائد ہو جاتی ہے جیسا کہ آپ عنقریب دیکھ لیں گے، فرمایا جب اس کو چوتھائی سے تعبیر کیا جائے تو یہ تقریباً چوتھائی ذراع ہوگا۔ میں کہتا ہوں اس کے تین چوتھائی سے بھی زائد ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ "ط" نے آفندی سے اور "ش" نے سراج سے اس کی پیمائش کا حساب یہ نقل کیا کہ اس کے کسی کنارے کو خود اسی میں ضرب دی جائے تو جو جواب ہو اس کا تہائی اور دسواں اس کی پیمائش ہے اھ۔

میں کہتا ہوں اس میں کچھ بحث ہے جو آپ جان لیں گے پھر بھی اس کا عمل دو طریقوں پر ہے، پہلا تو یہ ہے کہ مربع کا تہائی اور دسواں مع کسر کے لیا جائے، اور اسی پر ان دونوں نے عمل کیا ہے، ساتھ ہی ان کا یہ قول ہے فصیح الخ اور اس لئے سراج نے پندرہ اور پانچویں کے مربع میں فرمایا کہ اس کا تہائی تقریبی ۷۷ ہے، اور اگر صرف صحیح لیا جائے

اقول: (۱) بل ولا سدس ۳۶ / سدس ذراع کما ستعلم وجعل ش نسخة او اصبوب اقول: (۲) اذ النسخة الواو حظ من صواب وليس كذلك وبنائها على الاختلاف في التعبير فان نوحاً عبر بالربع والسراج والشرنبلالی بالخمس واختار تبعاً لهما الخمس وان المساحة مائة ذراع وشيئ قليل لا يبلغ عشر ذراع. اقول: (۳) بل يبلغه بل يغلبه کما ستري قال وعلى التعبير بالربع يبلغ نحو ربع ذراع اقول بل (۴) اکثر من ثلثة ارباعه وذلك ان ط عن افندی وش عن السراج نقلاً مؤامرة مساحتہ ان تضرب احد جوانبه في نفسه فمأصح اخذت (۵) ثلثه وعشره فهو مساحتہ^۱ اھ اقول: وهذا وان كان فيه مأستعرف فالعمل به على وجهين الاول ان تأخذ ثلث المربع وعشره مع الكسر وهو (۶) الذي عملا به مع قولهما فأصح الخ ولذا قال السراج في مربع خمسة عشر والخمس ان ثلثه على التقريب ولو اخذ الصحيح فقط لكان ثلثه تحقيقاً. وقال نوح في مربع خمسة عشر والربع ان ثلثه ونصف ذراع وسدس ثمنه وعشره وربع ونصف ثمن عشر ومأ ذلك الا باعتبار الكسر والثاني العمل على مأصح فقط فعلى الاول مربع ۷۰ = ۷۰ ثلثه ۷۰ × ۱۰۳ = ۷۲۱۰ وعشره ۲۳ × ۱۰۳ = ۲۳۶۹ مجموعهما ۷۲۱۰ + ۲۳۶۹ = ۹۵۷۹ وهو اکثر من العشر ومربع ۱۵ × ۲۵ = ۳۷۵ ۳۷۵ + ۲۳۶۹ = ۲۷۴۴ وهو اکثر من العشر ومربع ۷۷ × ۷۷ = ۵۹۲۹ وهو اکثر من العشر

^۱ ردالمحتار باب المياه ۱۳۲/۱

۲۵، ۲۳ مجموعہا ۰۸، ۷، ۶ اور اھو اکثر من
 ۷، ۷ علی الثانی ۱/۳ = ۷ و عشره
 ۲۳ مجموعہا ۰۰، ۱، ۲ بلغ العشر و ۳/۳ =
 ۳، ۷ عشره ۲، ۲۳ مجموعہا ۵، ۴ اور نصف بل
 اکثر لان دائر.

ثم اقول: التحقيق ان الكسر اقل من الخمس
يعبر به لقلة التفاوت جدا وليكن مثلثا متساوي
الاضلاع اذ فيه الكلام كما

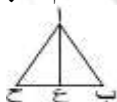


سمعت من قول الدر من كل جانب كذا فكل زاوية
منه سدس الدور ومساحة كل مثلث نصف مسطح
العمود والقاعدة وهي ههنا مثل سائر الاضلاع
اخر جنأ على ب ج عمود ففى مثلث اع ح القائم
الزاوية ا ح ع:: ا ع: جيب ٦٠ حه ولنسم ا ح الضلع
ض و ا ع عمود عم وذلك الجيب منحنأ لكونه جيب
السدس جس فبحكم التناسب ض جس = عم
وحيث ان $\frac{1}{2}$ ض عم = ١٠٠:: ٢ جس = ٢٠٠ بل

ض ۲ = جس/۲۰۰ ∴ ض = جس/۲۰۰ ولو
 ۲۰۰ = ۳۰۰ + ۳۰۰ ولو جس ۵۳۰۶ ۹۳ء حاصل
 الطرح ۳۶۳۹۹۹۲ ۲ نصفه ۷۹۷۱۸۱۷ ۱۸۱۷ هذا الوض

فہو ۱۳۸۷، ۱۵

پھر میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ کسر خمس سے کم ہے لیکن خمس سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں تفاوت بہت ہی کم ہے، یہ ایک مثلث ہے اس مثلث کے تمام اضلاع برابر ہیں، کیونکہ کلام اسی میں ہے، درکلام اس مابت



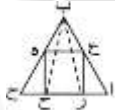
آپ سُن ہی چکے ہیں کہ ہر طرف سے ایسا ہی ہو تو اس کا ہر زاویہ دور کا چھٹا ہے اور ہر مثلث کی پیمائش عمود کی سطح کا نصف ہے اور قاعدہ یہاں

اذا حصله ان $\frac{3}{30}$ اض $2 = \frac{13}{15}$ م ای $\frac{13}{15}$ اض $2 = 2$ م وقد
 علمت ان $\frac{3}{4}$ اض $2 = 2$ م فهما متساويان
 قسمناهما على $\frac{3}{4}$ م $\therefore \frac{13}{15} = 2$ م \therefore
 $\frac{13}{15} \times \frac{4}{3} = 2$ م $\therefore \frac{52}{45} = 2$ م

میں کہتا ہوں اور اسی سے وہ اعتراض ظاہر ہوا جو مذکورہ پیمائش کا مؤاثرہ ہے کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ $\frac{0.3}{1.3} \text{ض} 2 = \text{م یعنی}$
 $\frac{15}{13} \text{ض} 2 = 2 \text{م}$ اور تو نے جان لیا کہ $\frac{3}{4} \text{ض} 2 = 2 \text{م}$ وہ
 دونوں قسمیں مساوی ہیں جن کو ہم نے ض پر تقسیم
 کیا: $\frac{15}{13} \text{ض} 2 = \frac{3}{4} \text{ض} 2$

۲۳۱/۲ ض ۲ = ۲۷۶ ض ۲ = ۲۷۵ ض ۲ : ۲۷۶ ض ۲ = ۲۷۵ ض ۲ اور
وہ محال ہے یعنی ۲۳۱ و ۲۳۲ = ۰ ہاں تخمینہ میں کوئی مضائقہ
نہیں اور یہ مثلث کی اس قسم کے ساتھ خاص ہے جو ہم نے ذکر
کیا وہ عام ہے،

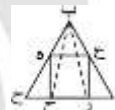
پھر میں کہتا ہوں مثلث کی پیمائش میں جو انہوں نے ذکر کیا ہے
قول معتمد پر مبنی ہے کہ صرف پیمائش کا اعتبار کیا جائے، اور دوسرا
قول جس میں دو امتدادوں کا اعتبار ہے تو اس میں یہ ضروری ہے
کہ ہر ضلع میں ساڑھے اکیس ذراع پر کچھ کسر زائد ہو جو ذراع کے
اکیسویں جزء کے لگ بھگ ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ دس کے
مربع کا مثلث میں ہونا ضروری ہے جیسا کہ آپ نے دائرہ میں
جانا، تو اب ہر ضلع کا مربع ہم نے دیکھنا چاہیے مثلاً مثلث ب ہ جس
کے اضلاع برابر ہوں اور ہم نے ب ہ ح نکالا یہاں تک کہ وہ
دونوں اوپر ملے، ہم نے ب ہ ح نکالا یہاں تک کہ وہ دونوں چ
ملے تو مثلث اب ح کا بنا وہی مطلوب ہے،



جہاں تک ملنے کا تعلق ہے تو جب ہم نے ب ح کو ملایا تو ب ح کا
زاویہ ہ ح کے زاویہ قائمہ کا جزء ہوا، اور اب ح کا زاویہ اب ہ کا
جزء ہوا، جو قائمہ کا دو مثلث ہے، کیونکہ یہ دونوں قائموں سے
اقل ہے، اور اب ح کا مثلث مطلوب ہے کیونکہ ہ ہ ح کے
دونوں زاوے مامونی سے متساوی ہیں تو ہ ہ ح کے دونوں
قائموں کو ساقط کرنے کے بعد ہ ہ ح دونوں متساوی ہیں اور
ان دونوں

۲۳۱/۲ ض ۲ = ۲۷۶ ض ۲ = ۲۷۵ ض ۲ وہو محال ای ان ۲۳۱
و ۲۳۲ = ۰ نعم لا بأس به فی التخمین ویختص بهذا
القسم من المثلث وما ذکرنا عام

ثم اقول : هذا الذي ذكر في مساحة المثلث انما
يبتنى على القول المعتمد من اعتبار المساحة
وحدها اما (۱) على القول الآخر من اعتبار
الامتدادين فلا بد ان يكون كل ضلع اكثر من احد
وعشرين ذراعاً ونصف ذراع بكسر قريب جزء من
احد وعشرين جزء من ذراع وذلك لانه يجب
وقوع مربع عشر في المثلث كما علمته في الدائرة
فليكن ع ح المربع رسمنا على ع لامنه مثلاً مثلث ع
ب ه متساوي الاضلاع واخرجنا ب ع ح حتى التقيا
على ا واخرجنا ب ه ح حتى التقيا على ح



فمثلث اب ح هو المطلوب اما الالتقاء فلانا اذا وصلنا
ب ح كانت زاوية ب ح ح جزء قائمة ه ح ح زاوية اب
ح جزء اب ه ثلثي القائمة فقد خرجا من اقل من
قائمتين واما ان اب ح المثلث المطلوب فلان
زاويتي ه ه ح متساويتان بالماموني فباسقاط
قائمتي ه ه ح تبقى ه ح ح متساويتين وفي
هذين المثلثين زاويتا ح قائمتان وضلع ه ح
متساويان فزاويتا ح

مثلاً میں روح کے دونوں زاویے قائمے ہیں اور ربع ہ ج کے
دونوں ضلع برابر ہیں تو اوج کے دونوں زاویے برابر ہوں گے
(۲۶ پہلی اصل سے) اور چونکہ ب ایک قائمہ کا دو مثلث ہے اور
مجموعہ دو قائموں کی مانند ہے (۱۳۲ سی اصل سے) تو سب برابر
ہوئے اور بطور اختصار چونکہ ب ء ایک قائمہ کا دو مثلث ہے اور ء
ح جو دو قائموں کے برابر ہے (۱۱۳ سی اصل سے) تو ہ کو قائمہ
کیلئے ساقط کرنے سے باقی رہتا ہے ح ح ثلث قائمہ کا تو اس کو ح
کے قائمہ کے ساتھ ساقط کرنے سے ح ح کے مثلث سے ح
باقی رہ جائیگا جو ایک قائمہ کا دو مثلث ہے اور اسی طرح کا حال ہے
تو تینوں زاویے برابر ہیں، تو اسی طرح تینوں اضلاع برابر ہوں
گے ورنہ زاویے مختلف ہو جائیں گے (۱۸ پہلی اصل سے) تو اب
ح کا گزشتہ مثلث مربعوں کے چاروں زاویوں کے ساتھ برابر
ضلعوں والا ہو گا اور یہی ہم نے ارادہ کیا تھا اور چونکہ ح ح زاویہ
قائمہ والے مثلث میں ح : ع :: ح : جیب چھٹا ہے وہ ح ۱۰
بالفرض = ۱۰۹۳۷۵۳۰۶ - ۱۰۶۲۴۶۹۴ء اور یہ
لوگارثم ۱۱۵۴ء کا ہے یہ مقدار ح اور ب ۱۰ :۔ ب ہ
۱۱۵۴ء اور یہی ہماری مراد تھی واللہ تعالیٰ اعلم وصلی
اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولینا محمد وآلہ وصحبہ
وبآرک وسلم ابداً آمین والحمد للہ رب العالمین۔
(ت)

۲ جمادی الآخره ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو نہر سے افضل ہے یا حوض سے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

وضو نہر سے افضل ہے مگر کسی مصلحت خاصہ کے باعث۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کسی معتزلی کے سامنے

فتح القدر میں ہے: اُسے غیظ پہنچانے کو حوض سے وضو افضل ہے کہ معتزلہ اسے ناجائز کہتے ہیں۔

فی فوائد الرستغنی التوضی بماء الحوض افضل من النهر لان المعتزلة لا یجیزونه	فوائد الرستغنی میں ہے نہر کی بہ نسبت حوض سے وضو کرنا افضل ہے کیونکہ معتزلہ حوضوں سے وضو کو
--	--

معراج میں ہے یہ جزء لایتجزی پر مبنی ہے، کیونکہ یہ اہل السنۃ کے نزدیک موجود ہے تو نجاست کے اجزاء ایسے جزء تک پہنچیں گے جو منقسم نہیں ہوتا ہے، تو باقی حوض طاہر رہے گا اور معتزلہ کے نزدیک جزء نہیں ہے اس لئے کل پانی نجاست کا پڑوسی ہوگا، تو ان کے نزدیک حوض نجس ہوگا، اس تقریر میں نظر ہے اہ "ش" نے اس کی توضیح میں فرمایا فلاسفہ کے نزدیک ہر جسم لامتناہی تقسیم کو قبول کرتا ہے تو پاک پانی کے ہر جزء کے مقابل ایک ناپاک جزء ہوگا تو اجزاء نجاست تمام اجزاء پانی کے ساتھ متصل ہو جائیں گے اھ

میں کہتا ہوں قابلیۃ اور فعلیۃ میں بہت فرق ہے، اور جسم ان کے نزدیک متصل بالفعل ہے تو وہ صرف اسی سے ملے گا جس سے ملا ہوا ہے، اور ثانیاً اگر تقسیم بھی کیا جائے تو لازم نہیں آتا کہ نجاست کے تمام اجزاء پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہوں کیونکہ انصاف اضعاف کی نسبت کے مطابق ہی ہوگا، مثلاً نجاست ایک انگلی کی مقدار ہے اور پانی ہزار ذراع ہے، تو اس کا نصف آدھی انگلی ہوا اور اس کا آدھا پانسو ذراع ہوا اور اسی طرح الی مالا نہایت تک ہوگا، اور تقسیم

عہ فی المعراج بناء علی جزء لایتجزء فانه عند اهل السنة موجود فتصل اجزاء النجاسة الی جزء لا یسکن تجزئته فیکون باقی الحوض طاہر او عند المعتزلة معدوم فیکون کل الماء مجاوراً للنجاسة فیکون الحوض نجسا عندهم وفي هذا التقرير نظر اھ قال ش فی توضیحه عند الفلاسفة کل جسم قابل لانقسامات غیر متناہیۃ فلا یوجد جزء من الطاهر الا ویقابله جزء من النجاسة فتصل اجزاء النجاسة بجميع اجزاء الماء اھ

اقول اولاً: (۱) این القابلیۃ من الفعلیۃ والجسم عندهم متصل بالفعل فلا یلاقی الامالاقی وثانیاً: (۲) لو قسم لم یلزم ایضاً اتصال اجزاء النجاسة بجميع اجزاء الماء لان الانصاف علی نسبة الاضعاف فاذا كانت النجاسة قدر اصبع والماء الف ذراع فنصفها نصف اصبع وشطره خمسائة ذراع وهكذا الی ما لا یتناهی وتساوی التقسیم لا یستلزم تساوی الاقسام فیما بینہما الا ترى ان ایام الابد و سنہ کلا غیر متناہ والیوم لا یساوی السنۃ ابداً و کفی بھذین لتوجیہ

من الحيض فيرغمهم بالوضوء منها اهـ

جائز قرار نہیں دیتے ہیں اس طرح ان کی تذلیل ہوگی

کی تساوی سے اقسام کی تساوی لازم نہیں آتی ہے، مثلاً ابد کے ایام اور سال غیر متناہی ہیں اور ایک دن ہر گز بھی ایک سال کے برابر نہیں ہو سکتا ہے اور یہ دونوں نظر کی توجیہ کو کافی ہیں اور "ش" نے اس کی جو توجیہ کی ہے اس کی تلخیص مع توضیح یہ ہے کہ اگر مسئلہ اسی پر مبنی ہو تو ہمارے نزدیک صرف اتنا ہی پانی نجس ہوگا جتنا کہ نجاست کے مساوی ہے، تو ایک قطرہ ایک قطرہ ہی کے مقابل ہوگا اور نصف اس کے نصف کے مقابل ہوگا۔

میں کہتا ہوں اگر معتزلہ کا یہی قول ہوتا تو ان پر یہ لازم آتا کہ ایک قطرہ سے پورا سمندر ناپاک ہو جائے، انہوں نے فرمایا علاوہ ازیں مشہور یہ ہے کہ اختلاف جزء میں فلسفیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہے، اور فلاسفہ نے اس پر عالم کے قدم اور حشر و نشر کی نفی کی بنیاد رکھی ہے اور معتزلہ نے ان چیزوں میں کسی کی مخالفت نہیں کی ہے ورنہ وہ کافر قرار پاتے۔

میں کہتا ہوں جزء کی نفی کفر نہیں ہے اور نہ ہی لازم مذہب، مذہب ہوتا ہے، خاص طور پر یہ لوازم بعیدہ، اور جو معتزلی مذہب رکھتے ہیں ان پر بہت سے لوازم ہیں، مگر ان کی تکفیر نہیں کی جاتی ہے، سو یہ لازم بھی منجملہ ایسے لوازم کے ہو جائے، تو ثقہ کی نقل کو کیسے رد کیا جائے، علاوہ اس کے اس میں اتنا کافی ہے کہ یہ بعض کا قول ہو، جیسا کہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) النظر ووجهه ش بما توضيحه مع تلخيصه ان لوبنيت المسألة عليه لماتنجس عندنا من الماء الا ما يساوي النجاسة حجباً فقطرة بقطرة ونصفها بنصفها۔ اقول: وايضاً يلزم المعتزلة لو قالوا به تنجيس البحر العظيم بقطيرة قال على ان المشهور ان الخلاف في الجزء بين المسلمين والفلاسفة بنوا عليه قدم للعالم وعدم حشر الاجساد والمعتزلة لم يخالفوا في شيء من ذلك والا لكفروا اهـ اقول: (۱) ليس نفى الجزء كفراً ولا لازم المذهب مذهباً لاسيما تلك اللوازم البعيدة وكم من لزوم على مذاهب المعتزلة القائلين بها قطعاً ثم لم يكفروا فليكن هذا منها فكيف يرد نقل الثقة على انه (۲) يكفى فيه ان يكون قول بعضهم كما قال تعالى قالت اليهود عزيز بن الله قالوا قالها طائفة قليلة منهم كانت وبانت قال فلاولى ما قيل من بناء المسئلة على ان الماء يتنجس عندهم بالمجاورة وعندنا لا بل بالسريان وذلك يعلم بظهور اثرها فيه فمالم يظهر لايحكم بالنجاسة هذا ما ظهر لى فاعتنمه اهـ اقول: (۲) نص في البدائع ان التنجس بالتجاور روييناً في النبیقة الانقى ان الماء القليل يتنجس معالاً بالسريان على (۳) انهم اذ لم

ہذا انما یفید الافضلیۃ لهذا العارض ففی مکان لا یتحقق النہر افضل ^۱ اھ	اھ اس سے افضل ہونے کی یہ عارضی وجہ معلوم ہوتی ہے جہاں یہ وجہ نہ ہو وہاں نہر سے وضو افضل ہوگا۔ (ت)
---	---

اقول: اس مصلحت سے اہم دفع تہمت ہے کہ معاذ اللہ لوگوں کو اس پر اتباع معتزلہ کا گمان ہو اس کے دفع کیلئے ایسا کرے اس (۱) کی نظیر مسح موزہ ہے کہ رافضی خارجی، ناجائز جانتے ہیں اگر کسی کو اس پر گمان خروج ہو تو اس کے دفع کو مسح موزہ افضل ورنہ فی نفسہ، پاؤں دھونا افضل۔ دُر مختار میں ہے:

الغسل افضل الاتہمة فهو افضل ^۲ ۔	موزے پر مسح سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر تہمت سے بچنے کیلئے مسح افضل ہے۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

لان الروافض والخوارج لا یرونہ وانما یرون	رافضی خارجی پاؤں پر مسح کرتے ہیں اگر موزے پر مسح
--	--

فرمان الہی ہے "یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں" علماء فرماتے ہیں یہ صرف ایک گروہ کا قول تھا اور یہ فرقہ ختم ہو گیا، فرمایا بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ مسئلہ اس امر پر مبنی ہے کہ پانی ان کے نزدیک مجاورۃ کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا ہے، اور ہمارے نزدیک سرایت کی وجہ سے، اور اس کا پتا اس سے لگتا ہے کہ اس کا اثر پانی میں ظاہر ہوتا ہے، تو جب تک اثر ظاہر نہ ہو نجاست کا حکم نہ لگایا جائے گا، یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے تم اس کو غنیمت جانو۔

میں کہتا ہوں بدائع میں اس کی تصریح کی ہے کہ نجس ہونے کی وجہ مجاورۃ ہے اور ہم نے النمیقة الانقی میں بیان کیا ہے کہ تھوڑا سا پانی یک دم ناپاک ہو جاتا ہے نہ کہ سرایت سے، علاوہ ازیں انہوں نے قلیل و کثیر میں فرق نہیں کیا ہے، ان پر یہ لازم ہے کہ وہ کہیں ایک بڑے سمندر کا پانی بھی مجاورۃ سے ناپاک ہو جاتا ہے خواہ تھوڑے سے چھینٹے کیوں نہ ہوں، میرے نزدیک حق یہ ہے کہ وہ کثیر پانی کو جاری کے ساتھ ملحق نہیں کرتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یفرقوا بین القلیل والکثیر یلزمہم بالمجاورة ایضاً تنجیس البحر الکبیر برشح (۲) یرسیر فالحق عندی ان ذلک مبنی علی انہم لا یلحقون الکثیر بالمجاری واللہ تعالیٰ اعلم اھ منہ حفظہ ربہ تعالیٰ۔ (م)

^۱ (فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء وما لا یجوز بہ نوریہ رضویہ سکر ۷۲/۱)

^۲ در مختار باب المسح علی الخنین مجتبائی دہلی ۴۶/۱

<p>کرے گا تو تہمت ختم ہو جائے گی بخلاف اس کے کہ جب وہ دھوئے گا کہ رافضی تقیہ سے دھو بھی لیتے ہیں غسل کی صورت میں صورت حال مشتبہ ہو جاتی ہے تو تہمت کا خدشہ ہو گا افادح (ت)</p>	<p>المسح علی الرجل فاذا مسح الخف انتفت التهمة بخلاف ما اذا غسل فان الروافض قد يغسلون تقيہ فيشتبه الحال في الغسل فيتهم افادح¹۔</p>
--	--

اقول: رافضی تقیہ سے سب کچھ کر لیتے ہیں یوں ہی وہابی مجالس میلاد مبارک میں جائیں قیام کریں گیارہویں شریف کی نیاز میں حاضر ہوں پلاؤ کھانے کو موجود اور دل میں شرک و حرام، لہذا ہم نے نفی تہمت خروج سے تصویر کی۔

<p>"ش" نے فرمایا جو شارح نے ذکر کیا ہے اس کو قسستانی نے کرمانی سے نقل کیا ہے پھر فرمایا لیکن مضمرات وغیرہ میں ہے کہ غسل افضل ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اہ اور بحر میں توشیح سے منقول ہے "یہ ہمارا مذہب ہے" اور المستغنی نے کہا کہ مسح افضل ہے اہ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں ان کی نظر چوک گئی ہے، کرمانی سے تو یہ نقل کیا ہے کہ غسل اور مسح میں اختیار ہے اور ذخیرہ سے مسح کی اولویت نقل کی ہے پھر یہ اس کے مطابق نہیں ہے جس کو شارح نے ذکر کیا ہے کیونکہ ان کا کلام وجہ تہمت کے متعلق ہے اور جو ذخیرہ وغیرہ میں ہے وہ مسح کے اولیٰ ہونے کا مطلق حکم ہے اور اسی پر مذکور تصحیح وارد ہوتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>قال ش ما ذكره الشارح نقله القهستاني عن الكرمانی ثم قال لكن في المضمرات وغيره ان الغسل افضل وهو الصحيح كما في الزاھدی اھ وفي البحر عن التوشیح هذا مذهبنأ وقال المستغنی المسح افضل² اھ</p> <p>اقول: هذا سبق نظرنا نقل عن الكرمانی التخيير بين الغسل والمسح ونقل اولوية المسح عن الذخيرة ثم (ا) هو لا يمس ما ذكر الشارح فان كلامه عند وجود التهمة والذي في الذخيرة وغيرها اولوية المسح حكما مطلقا وعليه يرد التصحيح المذكور واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

ثم اقول: اُس سے بھی اہم دفع و سوسہ ہے اگر کوئی شخص و سوسہ میں مبتلا ہو حوض سے وضو کرتے کراہت رکھتا ہو اُسے حوض ہی سے وضو افضل ہے کہ قطع و سوسہ ہو و غم الشیطان اہم من رغم المعتزلی واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ ردالمحتار باب المسح علی الخفین مصر ۱۹۳

² ردالمحتار باب المسح علی الخفین مصر ۱۹۳

اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ ایک اہل اسلام اور ایک ہنود کو حاجت غسل جنابت ہے اُن دونوں کا آب غسل پاک ہے یا کچھ فرق ہے؟ ایک اہل اسلام نے اپنی بی بی سے صحبت کی اور غسل کیا وہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ اور ہنود نے بھی ایسا ہی کیا ہے اُس کے غسل کا پانی جو مستعمل ہو کر گرا ہے پاک ہے یا ناپاک؟ اور ان دونوں کے پانی میں فرق ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب:

اگر شرعی طور پر نہائے کہ سر سے پاؤں تک تمام بدن ظاہر پر پانی بہ جائے اور حلق کی جڑ تک سارامنہ اور ناک کے نرم بانسے تک ساری ناک دھل جائے تو کافر کی جنابت اُتر جائے گی ورنہ نہیں،

فی التئویر والدر والشامی یجب علی من اسلم جنبا او حائضا والابان اسلم طاهرا ^۱ (ای من الجنابة والحيض والنفاس ای بان کان اغتسل) فمندوب انتھی ^۲ ملخصا۔	تئویر، در اور شامی میں ہے کہ واجب ہے اس شخص پر جو اسلام لایا جنابت کی حالت میں یا عورت اسلام لائی حیض کی حالت میں، ورنہ اگر پاکی کی حالت میں اسلام لایا (یعنی جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہونے کی حالت میں، اگر ناپاک تھا تو غسل کر لیا) تو مندوب ہے انتھی ملخصا۔ (ت)
--	--

(۱) اکثر جسم پر پانی بہ جانا اگرچہ کفار کے نہانے میں ہوتا ہو اور بے تمیزی سے منہ بھر کر پانی پینے میں سارامنہ بھی حلق تک دھل جاتا ہو مگر ناک میں پانی بہ چڑھائے ہرگز نہیں جاتا اور خود ایسا کیوں کرتے کہ پانی سونگھ کر چڑھائیں لہذا اس چھپ چھپ کر لینے سے جو کفار کر لیا کرتے ہیں اُن کا غسل نہیں اُترتا۔ ع

ہرچہ شوئی پلید تر باشد

فی الحلیۃ عن السیر الکبیر للامام محمد ینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابة ولا یدرون کیفیۃ الغسل ^۳ ۵ھ وفيها عن الذخیرۃ الاتری ان فرضیۃ المبضضة والاستنشاق خفیت علی کثیر من العلماء	حلیہ میں امام محمد کی سیر کبیر سے منقول ہے کہ اگر کافر اسلام لائے تو اس پر لازم ہے کہ غسل جنابت کرے، اور وہ غسل کی کیفیت نہیں جانتے تھے اور اس میں ذخیرہ سے منقول ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت بہت سے علماء پر مخفی
--	---

^۱ الدر المختار موجبات الغسل مجتہباتی دہلی ۳۲/۱

^۲ رد المحتار موجبات الغسل مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۴/۱

^۳ حلیہ

نمازی محتاط مسلمانوں کے غسل کا پانی پاک ہے اگرچہ دوبارہ اُس سے غسل یا وضو نہیں ہو سکتا مگر وہ خود پاک ہے کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو نماز جائز ہے اور دھونے کی حاجت نہیں اور جس کے بدن پر نجاست لگی ہو نا تحقیق ہو اس کے بدن کا پانی نجس ہے اور تحقیق نہ ہو تو بے نمازی بے احتیاط کے آب و غسل میں شبہ ہے اُس سے بچنا اولیٰ ہے نہ کہ کافر کہ اُن کے تو پا جاموں رانوں میں چھٹکیوں پیشاب ہوتا ہے ان کا آبِ غسل مکروہ ہے پھر بھی ناپاکی کا حکم نہ دیں گے جب تک تحقیق نہ ہو کہا حققناہ فی الاحلی من السكر واللہ تعالیٰ اعلم (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ احلی من السكر میں اس کی تحقیق کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ت)

مسئلہ ۴۷: مسئلہ شیخ شوکت علی صاحب ۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۲ ہجریہ قدسیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ جو ٹھا ہندو یا نصرانی وغیرہ کا پاک ہے یا ناپاک، اُس کے کھانے کا کیا حکم ہے اگر کوئی کافر سہو یا قصداً حقه یا پانی پی لے تو اس کا کیا حکم ہے بینوا تو جروا۔

الجواب :

حکم اللہ ورسول کیلئے ہے رسول (۱) اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصرانی کے کھانے سے ممانعت فرمائی، سنن ابی داؤد وجامع ترمذی و مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ و مسند امام احمد میں ہلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

واللفظ لا بی بکر قال رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی عن طعام النصرانی فقال لا یتخلجن فی صدرک طعام ضارعت فیہ نصرانیۃ ^۲ ۔ اقول: بہذا اللفظ اورده الامام الجلیل السیوطی فی الجامع الکبیر وقال حسن اھ وهو صریح فی رد مازعم الهروی فی تاویل الحدیث انه نظیف کما نقله عنہ	الفاظ ابی بکر کے ہیں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ طعام نصرانی سے نہی فرمائی اور ارشاد کیا زہار تیرے سینے میں وہ کھانا جنبش نہ کرے جس میں نصرانیت کا اشتراک ہو۔
	اقول: انہی الفاظ سے اس کو امام سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر کیا اور حسن کہا اھ اور یہ ہروی کی واضح تردید ہے انہوں نے حدیث کی تاویل کی کہ یہ صاف ستھرا ہے، یہ مجمع البحار میں اُن سے منقول ہے

^۱ حلیہ

^۲ سنن ابی داؤد باب کراہیۃ التغذر للطعام مجتبائی لاہور ۵۵/۲

فی مجمع البحار ثم رده بقوله وسياق الحديث
لا يناسبه¹ اھ

اقول: (۱) وايضاً يبعد ما نقله عن الطيبي من
تفسيره بقوله شابته النصرانية والرهبانية
في تشديدهم وتضييقهم وكيف وانت على
الحنفية السهلة² اھ كيف وهذا الايلائم النهي۔

اقول: (۲) وكذا يبعد ما فهم منه ابو داؤد اذ
اورده في باب كراهية التقذر للطعام وانما تأتي
له ذلك لان لفظ روايته سمعت رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم وسأله رجل فقال ان من
الطعام طعاماً اخرج منه فقال لا يتخلجن في
صدرك شئ ضارعت فيه النصرانية³ اھ فهذا
لفظ محتمل والذي ذكرناه نص صريح فتثبت
وبالله التوفيق ورحم الله الامام اباحاتم
الرازي حيث يقول ما كنا نعرف الحديث ما لم
نكتبه من ستين وجهاً⁴۔

پھر انہوں نے اس کو اپنے اس قول سے رد کیا اور حدیث کا
سیاق اس کے مناسب نہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہ بھی بعید ہے کہ انہوں نے طیبی سے اس کی
تفسیر یہ نقل کی ہے کہ یہ نصرانیت اور رہبانیت کے مشابہ ہے
ان کی شدت اور سختی میں اور تم دین حنیف پر ہو جو سہل اور
آسان ہے اھ کیسے اور یہ نہیں کے مناسب نہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں اسی طرح وہ بھی بعید ہے جو ابو داؤد نے اس
سے سمجھا ہے کیونکہ انہوں نے اس کو باب کراہیۃ التقذر
الطعام میں وارد کیا ہے، اور انہوں نے ایسا اس لئے کیا ہے
کیونکہ ان کی روایت کے لفظ یہ ہیں کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا، اور آپ سے ایک شخص نے
سوال کیا تو آپ نے فرمایا ان کھانوں میں سے ایک کھانا ایسا
ہے جس سے میں حرج محسوس کرتا ہوں، تو آپ نے فرمایا
تمہارے دل میں کوئی ایسی چیز خلش پیدا نہ کرے جو نصرانیت
کے ساتھ ملی ہے اھ اب ان الفاظ میں احتمال ہے اور جو ہم
نے ذکر کیا ہے وہ صریح نص ہے، اور اللہ ابو حاتم الرازی پر
رحم فرمائے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اُس وقت تک حدیث
کو نہیں پہچانتے تھے جب تک کہ اس کو ساٹھ طریقوں سے نہ
لکھ لیں۔ (ت)

ابو ثعلبہ خشنی (۳) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

¹ مجمع البحار لفظ ضرع منشی نو لکھنؤ ۲۸۸/۲

² طیبی شرح مشکوٰۃ

³ سنن ابی داؤد باب کراہیۃ التقذر الطعام مجتبائی دہلی ۱۷۵/۲

<p>قلت یا رسول اللہ انا نغزو ارض العدو فنحتاج الى انيتهم فقال استغنوا عنها ما استطعتم فان لم تجدوا غيرها فاعسلوها واكلوا منها واشربوا¹۔ اورده الامام في الجامع وعزاه لابن ابی شیبہ۔</p> <p>اقول: (۱) قد رواه احمد والبخاری ومسلم وابو داؤد والترمذی وأخرون وفي لفظ للترمذی قال انقوها غسلا²۔</p>	<p>میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم دشمن کے ملک میں جہاد کو جاتے ہیں اُن کے برتنوں کی حاجت پڑتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک بن پڑے اُن برتنوں سے دُور رہو اور اگر اور برتن نہ ملے تو انہیں دھو کر پاک کر لو اس کے بعد ان میں کھاؤ پیو۔</p> <p>میں کہتا ہوں احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور دوسروں نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی کا لفظ فاعسلوها کی جگہ انقوها غسلا ہے۔ (ت)</p>
--	--

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِنَّمَا النُّجَسُ كُونُ نَجَسٍ³ کافر نے ناپاک ہیں۔

یہ ناپاکی ان کے باطن کی ہے پھر اگر شراب وغیرہ نجاستوں کا اثر ان کے منہ میں باقی ہو تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اس وقت ان کا جھوٹا ایسا ہی ناپاک ہے جیسا تھے کا، بلکہ اُس سے بھی بدتر لحلاف مالک فی الکلب (کیونکہ کتے کے بارے میں امام مالک کا اختلاف ہے۔ ت) اور حُفَّے وغیرہ جس چیز کو اُن کا لعاب لگ جائیگا ضرور ناپاک ہو جائے گی۔

تنویر الابصار میں ہے:

<p>سؤر شارب خمر فور شربها وهرة فور اكل فأرة نجس⁴۔ لو شاربه طويلا لا يستوعبه اللسان فنجس</p>	<p>شرابی کا شراب پینے کے بعد فوری جھوٹا اور بلی کا چوہا کھانے کے بعد فوری جھوٹا نجس ہے۔ (ت)</p>
<p>لو شاربه طويلا لا يستوعبه اللسان فنجس</p>	<p>اگر شراب خور کی مونچھیں لمبی ہوں کہ زبان ان تک</p>

ہنود و نصاریٰ وغیرہم اکثر شراب خور ہوتے ہیں اور مونچھیں بڑھانا اُن کا شعار اور شراب (۲) خور کی مونچھیں بڑی بڑی ہوں کہ شراب مونچھ کو لگ گئی تو جب تک مونچھ دھل نہ جائے گی پانی وغیرہ جس چیز کو لگے گی ناپاک کر دے گی، در مختار میں ہے:

¹ مصنف ابن ابی شیبہ الاکل فی ایۃ الکفار اوارۃ القرآن کراچی ۹۰/۸

² جامع للترمذی الاکل فی ایۃ الکفار امین کینی دہلی ۲/۲

³ القرآن ۲۸/۹

⁴ الدر المختار فصل فی البئر مجتبیٰ دہلی ۴۰/۱

ولو بعد زمان ¹ ۔	اگر شراب خور کی موچھیں لمبی ہوں کہ زبان ان تک نہ پہنچ سکے تو اس کا جھوٹا نجس ہے اگرچہ وہ طویل وقت کے بعد پانی پئے۔ (ت)
-----------------------------	--

اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جدا ہو جس کی امید کافروں میں بہت کم ہے تو اس کے جوٹھے کو اگرچہ کتے کے جوٹھے کی طرح صریح ناپاک نہ کہا جائے۔

فی التنویر والدر سورادی مطلقاً ولو جنباً وکافر طاهر الغم طاهر مختصراً ² ۔	تنویر اور در میں ہے آدمی کا جھوٹا چاہے وہ جنبی ہو یا کافر ہو پاک ہے کیونکہ منہ پاک ہے۔ مختصراً (ت)
---	--

اقول: مگر ہر چیز کہ ناپاک نہ ہو طیب و بے دغندہ ہونا ضرور نہیں ریختہ بھی تو ناپاک نہیں پھر کون عاقل اُسے اپنے لب و زبان سے لگانا گوارا کرے گا کافر کے جوٹھے سے بھی بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی ہی نفرت ہے اور یہ نفرت اُن کے ایمان سے ناشی ہے۔

وفي رفعه عن قلوبهم اسقاط شناعة الكفرة عن اعينهم او تخفيفها وذلك غش بالمسلمين وقد صرح العلماء كما في العقود الدرية وغيرها (١) ان المفتي انما يفتي بما يقع عنده من المصلحة ومصلحة المسلمين في ابقاء النفرة عن الكفرة لافي القائها ³ ۔	اور اس کو ان کے دلوں سے اٹھانے میں کافروں کی بُرائی کو ان کی نگاہوں میں ختم کرنا ہے یا کم کرنا ہے، اور یہ مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے اور علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ عقود الدریۃ وغیرہا میں ہے کہ مفتی کو وہی فتویٰ دینا چاہئے جس میں اس کے نزدیک مصلحت ہو اور مسلمانوں کو مصلحت اس میں ہے کہ ان کے دلوں میں کافروں سے نفرت باقی رہے نہ یہ کہ نفرت ختم ہو جائے۔ (ت)
--	---

جو شخص دانستہ اُس کا جوٹھا کھائے پئے مسلمان اُس سے بھی نفرت کرتے ہیں وہ مطعون ہوتا ہے اُس پر محبت کفار کا گمان جاتا ہے اور حدیث (۱) میں ہے:

من كان يء من بالله واليوم الآخر فلا يقفن مواقف التهم ⁴ ۔	جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔
---	--

متعدد (۲) حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ايك ومايسؤ الاذن ⁵	اُس بات سے بچ جو کان کو بُری لگے
-------------------------------	----------------------------------

¹ الدر المختار فصل في البر مجتبائی دہلی ۴۰/۱

² الدر المختار فصل في البر مجتبائی دہلی ۴۰/۱

³ الاشباہ والنظائر کتاب القضاء الخ ادارة القرآن کراچی ۳۵۴/۱

⁴ مراقی الفلاح مع الطحاوی قبیل باب سجود السو نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۴۹

⁵ مسند امام احمد عن ابی العادیۃ بیروت ۷۶/۴

<p>اس کو امام احمد نے ابو العادیۃ سے روایت کیا اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور عسکری نے امثال میں اور ابن مندہ نے معرفۃ میں اور خطیب نے مؤتلف میں، ان سب نے أم عادیه، عاص بن عمرو طفای کی پھوپھی سے روایت کی، اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں، اور ابو نعیم اور ابن مندہ نے دونوں معرفہ میں عاص مذکور سے مرسلًا روایت کی، اور ابو نعیم نے معرفہ میں حبیب بن حارث سے روایت کی۔ (ت)</p>	<p>رواه الامام احمد عن ابی العادیۃ والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی الطبقات والعسکری فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفة والخطیب فی المؤتلف کلهم عن ام العادیۃ عمة العاص بن عمرو الطفای وعبد اللہ بن احمد الامام فی زوائد المسند وابو نعیم وابن مندۃ کلاهما فی المعرفة عن العاص المذكور مرسلًا وابو نعیم فیہا عن حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔</p>
--	--

نیز بہت حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایاک وکل امریعتذر منه¹۔ ہر اس بات سے بچ جس میں عذر کرنا پڑے۔

<p>اس کو بھی مختارہ اور دلیلی میں دونوں نے بسند حسن روایت کیا انس سے اور طبرانی نے اوسط میں جابر سے اور ابن منیع نے اور عسکری نے امثال میں اور قضاعی اپنی مسند میں ابن منیع کی سند سے ایک ساتھ اور بغوی نے اور اس کی سند سے طبرانی نے اپنی اوسط میں اور مخلص چھٹے فائدہ میں، اور ابو محمد ابراہیمی نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں، سب نے ابن عمر سے، اور حاکم نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے الزہد میں اور عسکری نے امثال میں اور ابو نعیم نے معرفۃ میں سعد بن ابی وقاص سے اور احمد وابن ماجہ اور ابن عساکر نے ابویوب الانصاری سے، ان</p>	<p>رواه ایضاً فی المختارۃ والدلیلی کلاهما بسند حسن عن انس والطبرانی فی الاوسط عن جابر وابن منیع ومن طریقہ العسکری فی امثاله والقضاعی فی مسنده معاً والبغوی ومن طریقہ الطبرانی فی اوسطه والمخلص فی السادس من فوائدہ وابو محمد الابرہیسی فی کتاب الصلاة وابن النجار فی تاریخہ کلهم عن ابن عمرو الحاکم فی صحیحہ والبیہقی فی الزہد والعسکری فی الامثال وابو نعیم فی المعرفة عن سعد بن ابی وقاص واحمد وابن ماجۃ و ابن عساکر عن ابی ایوب الانصاری کلهم رافعیہ</p>
--	---

¹ جامع الصغیر مع فیض القدر ۱۷۱۳

<p>تمام حضرات نے اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رفع کیا ہے، اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن مندہ نے سعد بن عمارہ سے، انہی کا قول نقل کیا، اللہ ان سب سے راضی ہو۔ (ت)</p>	<p>الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والبخاری فی تاریخہ والطبرانی فی الکبیر وابن مندۃ عن سعد بن عمارۃ من قوله رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔</p>
--	--

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

<p>بشارت دواور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔ اسے احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔</p>	<p>بشروا ولا تنفروا¹۔ رواہ الاثمة احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔</p>
--	---

پھر اُس میں (۱) بلاوجہ شرعی فتح باب غیبت ہے اور غیبت حرام فما ادى اليه فلا اقل ان يكون مكرها (تو جو اس تک پہنچائے وہ کم از کم مکروہ ضرور ہوگا۔ ت) تو دلائل شرعیہ واحادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کافر کے جوٹھے سے احتراز ضرور ہے اور اس (۲) باب میں یہاں نصاریٰ کا حکم بہ نسبت ہنود کے بھی سخت تر ہے کہ وجوہ کثیرہ مذکورہ میں دونوں شریک اور نصاریٰ میں یہ امر زائد کہ یہاں ان کی سلطنت ہونے کے باعث مذہبی نفرت کی کمی میں تبدیل دین یا کم از کم ضعف ایمان کا وہ اندیشہ بہ نسبت ہنود کہیں زیادہ ہے۔

<p>یہاں یہ امر جہالت ہوگا اس چیز سے استدلال کیا جائے جو صدر اول میں تھی کیونکہ اس زمانہ میں وہ کمزور تھے اور ہمارے ماتحت تھے اس لئے ان کو اپنے قریب کرنے سے ان کو اسلام کی طرف آنے کی دعوت دینا مقصود تھی اور اب تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا ہے، ایک زمانہ تھا کہ باعزت لوگوں کی عورتیں دن اور رات دونوں اوقات میں جماعات میں حاضر ہوتی تھیں، مگر ائمہ کرام نے اب اُن کے آنے کی ممانعت کر دی ہے، حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم اللہ</p>	<p>فمن الجهل التمسك هنا بما في الصدر الاول اذ كانوا اذلاء مقهورين تحت ايدينا فكان في تقریبهم منا تقریبهم الى الاسلام والان قد انعكس الامر ولا حول ولا قوة الا بالله وقد كانت نساء ذوی الهيئات، يحضرن ليلا ونهارا الجماعات، ونهى عنه الاثمة الاثبات، مع قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لاتمنعوا اماء الله مساجدا² لله وكم من حكم يختلف باختلاف الزمان.</p>
---	---

¹ جامع للبخاری کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۱

² مسند امام احمد عن ابن عمر بیروت ۱۶/۲

بل والمكان، كما تشهد به فروع جمة، في كتب الائمة، وهذا ما عندی وبه افتیت مرارا والله ربی علیه معتمدی، والیه مستندی، والله سبحانه وتعالی اعلم۔	کی باندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو، اور بہت سے احکام ہیں جو زمانہ کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں بلالکہ ائمہ کے اختلاف سے بھی مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ کتب ائمہ میں بہت سی فروع اس پر شاہد ہیں میرے نزدیک یہی ہے اسی پر میں نے کئی مرتبہ فتویٰ دیا ہے اللہ میرا رب ہے اسی پر اعتماد اور اسی کی طرف سہارا ہے واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۴۸: از کانپور محلہ بوجڑ خانہ مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی عبدالرحمن جیشانی طالب علم مدرسہ فیض عام ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

ما جوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ تعالیٰ۔ حقہ کا پانی پاک ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

قطعاً پاک ہے پانی پاک، تمباکو پاک، اس کا دھواں پاک، پاک چیز سے پاک پانی کا رنگ مزہ بُو بدل جانا اُسے ناپاک نہیں کر سکتا یہاں تک کہ (۱) مذہب صحیح میں نہ صرف ظاہر بلالکہ مطہر و قابل و ضرور ہوتا ہے بایں معنی کہ اگر اس سے وضو کرے وضو ہو جائیگا اگرچہ بوجہ بُو مکروہ ہے یہاں تک کہ جب تک اُس کی بُو باقی ہو مسجد میں جانا حرام جماعت میں شامل ہونا منع ہوگا پھر بھی اگر (۲) سفر میں ہو اور وضو کو پانی کم تھا کہ مثلاً ایک یا دونوں پاؤں دھونے سے رہ گئے اور حقے میں پانی ہے جس سے وہ کمی پوری ہو سکتی ہے تو اس صورت میں تیمم جائز نہ ہوگا نماز باطل ہوگی بلالکہ اُسی پانی سے وضو کی تکمیل لازم ہوگی لانہ یجد ماء وانما یقول اللہ تعالیٰ "فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا"^۱ (کیونکہ وہ پانی کو پا رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔ ت) در مختار میں ہے:

يجوز بماء خالطه طاهر جامد كفاكهة و ورق شجر وان غير كل اوصافه في الاصح ان بقیت رقتہ واسبہ ^۲ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔	اُس پانی میں سے وضو جائز ہے جس میں کوئی خشک پاک چیز مل گئی ہو، جیسے میوہ اور درخت کے پتے، خواہ اُس نے اُس کے تمام اوصاف کو بدل دیا ہو، اصح یہی ہے، بس شرط یہ ہے کہ اس کی رقت اور اُس کا نام باقی رہے ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

^۱ القرآن ۴/۴۳

^۲ الدر المختار باب المیاء مجتہبائی دہلی ۳۵/۱

فتویٰ مسمیٰ بہ

رحب الساحة في مياه لا يستوى وجهها وجوفها في المساحة

ان پانیوں کے بارے میں میدان وسیع کرنا جن کی سطح اور گہرائی پیمائش میں برابر نہ ہو (ت)

۴ جمادی الآخر ۱۳۳۲ھ

مسئلہ ۴۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں سوال اول حوض نیچے دہ درہ اور اوپر کم ہے بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو سب ناپاک ہو گیا یا صرف اوپر کا حصہ جہاں تک سہا تھ سے کم ہے بینوا تو جروا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم - نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم -

بعض کے نزدیک اصلاً ناپاک نہ ہوگا کہ مجموع آب کثیر ہے۔

اقول: ویشبہ ان یکون مبنیاً علی اعتبار العمق وقد صححه بعضهم والمعتبد المعول علیہ لا۔
میں کہتا ہوں یہ گہرائی کے اعتبار پر مبنی ہے اور بعض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور اس پر اعتماد نہیں ہے۔ (ت)

خلاصہ میں ہے:

الحوض الكبير اذا انجمد مأؤه فنقب انسان نقباً وتوضاً منه ان كان الماء منفصلاً عن الجمد يجوز وان كان متصلاً بالجمد اختلف المشايخ فيه بعضهم اعتبروا جملة الماء حتى لا يتنجس وبعضهم اعتبروا موضع النقب ان كان كبيراً يجوز والا فلا¹۔
بڑے حوض کا پانی جب جم جائے اور کوئی اس میں سوراخ کر کے وضو کر لے تو پانی اگر برف سے الگ ہے تو جائز ہے اور اگر برف سے متصل ہے تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض نے تمام پانی کا اعتبار کیا یہاں تک کہ وہ نجس نہ ہوگا، اور بعض نے سوراخ کی جگہ کا اعتبار کیا، اگر وہ بڑا ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

بعض کے نزدیک کل ناپاک ہو جائے گا۔

اقول: وكأنه لانه ماء واحد والعبرة بوجه الماء وهو قليل لا بالعمق وان كثر۔
میں کہتا ہوں اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک پانی ہے اور اعتبار پانی کی سطح کا ہے اور وہ قلیل ہے، عمق کا اعتبار نہیں، خواہ زائد ہی کیوں نہ ہو۔ (ت)

¹ خلاصہ الفتاویٰ الجنس الاول البیاض نوکثور لکھنؤ ۴/۱

<p>ان كان اعلاه اقل من عشر في عشر و اسفله عشر في عشر ف وقعت قطرة خبر ثم انتقص الماء وصار عشرا في عشر اختلف المشائخ فيه</p> <p>1</p>	<p>اگر اس کا بالائی حصہ دہ درہ سے کم ہے اور نچلا دہ درہ ہو اب اس میں ایک قطرہ شراب کا گر جائے پھر پانی کم ہو جائے اور دہ درہ ہو جائے، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ (ت)</p>
---	---

بدائع میں اوّل کو اوسع ثانی کو احوط فرمایا اور منیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی دوم پر فتویٰ ہے:

<p>حيث قال الحوض اذا انجمد مأوه فنقب في موضع منه ف وقعت فيه نجاسة قال نصير وابو بكر الاسكاف يتنجس وقال عبد الله بن المبارك وابو حفص الكبير البخاري لا يتنجس اذا كان الماء تحت الجمد عشرا في عشرو ان كان متصلا بالجمد والفتوى على قول نصير وابي بكر وان كان منفصلا عن الجمد يجوز بلا خلاف كالحوض المسقف¹ اه</p> <p>واعترضه شارحه المحقق ابن امير الحاج بانه يفيد ان الحوض عند نصير وابي بكر يتنجس سواء كان الماء ملتزقا بالجمد ومتسفلا عنه ثم ينافيه قوله وان كان منفصلا يجوز بلا خلاف فان قلت لم لم يحل ماعن نصير وابي بكر على ما اذا كان متصلا بالجمد وقد اندفع التناقض عن المصنف قلت لانه ينافيه قوله فان كان متصلا بالجمد</p>	<p>انہوں نے فرمایا کہ حوض کا پانی جم جائے اور اس میں کسی جگہ سوراخ کیا جائے اور اس میں نجاست گر جائے تو نصیر اور ابو بکر الاسکاف نے فرمایا وہ ناپاک ہو جائیگا، اور عبد اللہ بن مبارک اور ابو حفص کبیر نے فرمایا کہ اگر برف کے نیچے پانی دہ درہ ہو تو ناپاک نہ ہوگا، اگرچہ برف سے متصل ہو اور فتویٰ نصیر اور ابو بکر کے قول پر ہے اور اگر برف سے جدا ہو تو بغیر اختلاف کے جائز ہے جیسے وہ حوض جس کے اوپر چھت ہو اہ اس پر اس کے شارح محقق ابن امیر الحاج نے اعتراض کیا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض نصیر اور ابو بکر کے نزدیک نجس ہو جاتا ہے خواہ پانی برف سے ملا ہوا ہو یا اس کے نیچے ہو، پھر اس کے مخالف ہے اُن کا قول کہ اگر منفصل ہو تو جائز ہے بلا خلاف، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو نصیر اور ابو بکر سے منقول ہے اس کو اس پر کیوں محمول نہیں کیا گیا کہ یہ اُس صورت میں ہے جبکہ وہ برف سے متصل ہو اور تناقض مصنف سے رفع ہو گیا، میں</p>
---	---

1 خلاصہ الفتاویٰ الجنس الاول الحيض نوکسور لکھنؤ ۴/۱۱

2 منیہ المصلیٰ فصل الحيض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۰

کہوں گا، اس لئے کہ منافی اس کا قول کہ اگر برف کے ساتھ متصل ہو تو فتویٰ نصیر کے قول پر ہوگا، کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موضوع مسئلہ اعم ہے اور یہ کہ نصیر اور ابو بکر دونوں کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً نجس ہوگا، اور ابن مبارک اور ابو حفص کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً نجس نہیں ہوگا فتاۃ اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں، اللہ محقق پر رحم کرے بیشک کلام کا ابتدائی حصہ متصل میں ہے اس کی وضاحت بدائع میں ہے، اور وہ یہ کہ اگر وہ جامد ہو اور اس کے کسی حصہ میں سوراخ کر لیا گیا ہو تو اگر پانی برف سے ملا ہو نہ ہو تو بلا خلاف جائز ہے اور اگر متصل ہو اور سوراخ چھوٹا ہو تو مشائخ کا اختلاف ہے، نصیر بن یحییٰ اور ابو بکر الاسکاف فرماتے ہیں اس میں خیر نہیں اور ابن مبارک سے دریافت کیا گیا تو فرمایا اس میں حرج نہیں، نیز فرمایا کیا اس کے نیچے پانی میں حرکت نہیں ہوتی ہے اور یہی ابو حفص الکبیر کا قول ہے اور یہ زیادہ آسان ہے جبکہ پہلے میں احتیاط کا پہلو زیادہ ہے اھ اور محقق نے اس کو یہاں حلیہ میں نقل کیا۔ (ت)

میں کہتا ہوں اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کا محمل یہی ہوتا، کیونکہ ذہن کی سبقت اسی کی طرف ہوتی ہے کیونکہ غالب یہی ہے اور یہ نادر ہے کہ اوپر والا منجمد ہو جائے اور نیچے والا اس سے جدا رہے، ہاں اگر اس میں سوراخ کر کے قابل لحاظ حد تک پانی نکال لیا جائے تو جدا ہو سکتا ہے۔

اور جس چیز سے اس پر رد کیا ہے یعنی منافات، تو میں کہتا ہوں یہ ان کی طرف متوجہ نہیں کیونکہ

فالتوی علی قول نصیر فأنه یفید ان موضوع المسألة اعم وان نصیراً واباً بکر یقولان ینجس مطلقاً وابن المبارک واباً حفص یقولان لا ینجس مطلقاً فتأملہ^۱ اھ اقول: رحم اللہ (۱) المحقق لاشک ان اول الکلام فی المتصل یوضحه ما فی البدائع ان کان جامدا ونقب فی موضع منه فان کان الماء غیر متصل بالجنب یجوز بلا خلاف وان متصلاً والنقب صغیرا اختلف المشائخ قال نصیر بن یحیی وابو بکر الاسکاف لا خیر فیہ وسئل ابن المبارک فقال لا بأس به وقال الیس الماء یضطرب تحته وهو قول الشیخ ابی حفص الکبیر وهذا اوسع والاول احوط^۲ اھ وقد نقله المحقق فی الحلیہ ہنہا۔

اقول: (۲) ولولا هذا لم یکن له محمل الا ذاک لان الذہن لا یسبق منه الا الیہ اذ هو الغالب ونادران ینجمد الا علی ویبقی الاسفل منفصلاً عنه الا اذا نقب واستفرغ منه شیء صالح، وما رد به علیہ من المنافاة۔ (۳) فاقول: غیر متوجہ الیہ فان قوله

^۱ حلیہ

^۲ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۳/۱

<p>ان کا قول "وان كان متصلاً بالجسد" شرط نہیں جس کی جزا الفتویٰ ہو تاکہ اس کا فائدہ یہ ہو کہ نصیر اور ابو بکر کا اس میں کلام ہے جو اتصال سے اعم ہے بلکہ وہ ابن مبارک کے کلام کا تتمہ ہے اور "ان" وصیلہ ہے اور فالفتویٰ میں فاء فصیحہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ اگر وہ برف سے جدا ہو تو بلا خلاف جائز ہے اور اگر متصل ہو تو اسی طرح عبد اللہ اور ابو حفص کے نزدیک حکم ہے اور نصیر اور ابو بکر کہتے ہیں نہیں، اور اسی پر فتویٰ ہے، علاوہ ازیں منیہ کے عام نسخوں میں وعلیہ الفتویٰ واؤ کے ساتھ ہے فاء کے ساتھ نہیں، اس کا قول فان كان متصلاً نفس متن میں فاء کے ساتھ نہیں جو حلیہ میں منقول ہے، تو وہم کی بنیاد ہی ختم ہو گئی۔ پھر میں نے غنیہ میں دیکھا کہ انہوں نے اس کی حق تفسیر کی، اور ایک اور فائدہ بیان کیا جو ہم آئندہ بیان کریں گے۔ (ت)</p>	<p>"وان كان متصلاً بالجسد" ليس شرطاً جزاءه فالفتوى حتى يفيد ان كلام نصير وابي بكر فيما هو اعم من الاتصال بل هو من تتمه قول ابن المبارك وان وصلية والفاء في فالفتوى فصيحة والمعنى انه ان انفصل عن الجسد جازبلا خلاف وان اتصل فكذا عند عبد الله وابي حفص وقال نصير وابو بكر لا وعلیه الفتوى على ان (۱) في عامة نسخ المنية وعلیه الفتوى بالواو دون الفاء وقوله فان كان متصلاً ليس بالفاء في نفس المتن المنقول في الحلیة فانقطع مثار التوهم رأساً ثم رأيت الغنية فسرہ علی ما هو الحق وافاد فائدة اخرى ستعرفها۔</p>
---	--

اور صحیح یہ ہے کہ وہی بالائی حصہ ناپاک ہو گا جو دہ درہ سے کم ہے یہاں تک کہ اگر اوپر کا پانی نکال دیا گیا اور آب وہاں تک رہ گیا جہاں سے دہ درہ ہے تو یہ پانی پاک ہے اس لئے کہ اگرچہ وہ آب نجس سے متصل تھا مگر آب کثیر اتصال نجس سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک نجاست سے اُس کا رنگ یا بویا مزہ بدل نہ جائے، ہندیہ میں ہے:

<p>اگر حوض کا بالائی حصہ دہ درہ سے کم ہو اور اس کا نچلا حصہ دہ درہ ہو یا زیادہ ہو اور نجاست حوض کے اوپر والے حصے میں گر جائے، اور اوپر والے حصہ کے نجس ہونے کا حکم کر دیا جائے، پھر پانی گھٹ جائے اور ایسی جگہ پہنچ جائے جو دہ درہ ہو تو اس میں یہ ہے</p>	<p>ان كان اعلی الحوض اقل من عشر في عشر واسفله عشر في عشر او اكثر ف وقعت نجاسة في اعلی الحوض وحکم بنجاسة الا على ثم انتقص الماء وانتهى الى موضع هو عشر في عشر فالاصح انه يجوز الوضوء به والاغتسال فيه¹</p>
---	--

¹ فتاویٰ ہندیہ الثانی الماء الراكد نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۹/۱

کذا فی المحيط۔ بحر الرائق میں ہے:	کہ اس سے وضو اور غسل جائز ہے کذا فی المحيط۔ (ت)
و ذکر السراج الہندی ان الاشبه الجواز ¹ ۔	اور سراج ہندی نے ذکر کیا ہے کہ اشبه جواز ہے۔ (ت)
حلیہ میں ہے:	نص فی الذخیرۃ انہ الاشبه ² ۔
ذخیرہ میں نص ہے کہ یہی اشبه ہے۔ (ت)	فتویٰ کہ منیہ میں مذکور ہوا اُس سے بھی یہی مراد ہے کہ حصّہ بالائی کی نجاست پر فتویٰ ہے نہ کہ کل کی، غنیہ میں ہے:
<p>(الحوض اذا انجمد ماءؤه فنقب فی موضع) وبقی الماء تحت الجمد متصلا به (فوقعت فیہ نجاسة قال نصیرو ابو بکر یتنجس الماء) لکونہ متصلا بالجمد فلا یخلص بعضه الی بعض فیکون وقوع النجاسة فی ماء قليل فیفسده (وقال ابن المبارک وابو حفص لا وان کان) ای ولو کان (الماء متصلا بالجمد) لکونہ عشرا فی عشر (والفتویٰ علی قول نصیر) لہا قلنا (واما اذا کان) الماء تحت الجمد (منفصلا) عنہ (فیجوز) ولا یفسد الماء لان الفرض انہ عشر فی عشر ولم تنفصل بقعة منه عن سائرہ کما فی الصورة الاولى۔</p>	<p>(حوض کا پانی جب جم جائے اور کسی جگہ سوراخ کیا جائے) اور برف کے نیچے والا پانی اس کے ساتھ متصل رہے (تو اس میں نجاست گر گئی، تو نصیر اور ابو بکر نے فرمایا پانی نجس ہو جائیگا) کیونکہ وہ برف کے ساتھ متصل ہے تو اس کا بعض حصّہ دوسرے بعض کی طرف نہیں جائیگا اور اس طرح نجاست قلیل پانی میں گرے گی، اور اس کو فاسد کر دے گی (اور ابن مبارک اور ابو حفص نے کہا نہیں اگرچہ وہ ہو) یعنی برف پانی سے متصل ہو، کیونکہ وہ دہ درہ ہے (اور فتویٰ نصیر کے قول پر ہے) جیسا کہ ہم نے کہا (اور اگر پانی ہو) برف کے نیچے جدا برف سے (تو جائز ہے) اور پانی فاسد نہ ہوگا کیونکہ مفروضہ یہ ہے کہ یہ دہ درہ ہے اور اس کا کوئی حصّہ باقی پانی سے جدا نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے۔ (ت)</p>
اسی طرح منیہ میں جو اس کے متصل تھا:	وان ثقب الجمد فعلا الماء فولغ الکلب یتنجس عند عامۃ العلماء ³ ۔
اور اگر برف میں سوراخ کیا تو پانی اوپر چڑھ آیا اس میں کُتے نے مُنہ ڈال دیا تو عام علماء کے نزدیک نجس ہو جائیگا۔ (ت)	

¹ بحر الرائق بحث الماء الدائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

² حلیہ
³ غنیہ المستملی شرح منیہ المصلی فصل فی الحيض ص ۹۹

دونوں شارح محقق نے اسے اُسی قدر پانی کی نجاست پر حمل فرمایا ہے غنیہ میں ہے:

<p>(یتنجس عند عامة العلماء) ولم يعتبر الماء الذي تحت الجمد وكان مافي الثقب كغيره من الماء القليل خلافا لما قال البعض ان مافي الثقب يعتبر متصلا بما تحته وهو كثير فلا يتنجس¹۔</p>	<p>(اور عام علماء کے نزدیک پانی نجس ہو جائے گا) اور جو پانی برف کے نیچے ہے اس کا اعتبار نہ ہوگا اور جو سوراخ میں ہے وہ تھوڑے پانی کی طرح ہے، لیکن بعض علماء نے اس کے خلاف یہ فرمایا ہے کہ جو سوراخ میں ہے وہ اسی طرح ہے جو اس کے نیچے ہے اور وہ کثیر ہے تو ناپاک نہ ہوگا۔ (ت)</p>
---	---

حلیہ میں ہے:

<p>(یتنجس عند عامة العلماء) ذلك الماء الذي في الثقب لا الحوض لان المسألة مفروضة في الحوض الكبير²۔</p>	<p>(عام علماء کے نزدیک نجس ہو جائے گا) وہ پانی جو سوراخ میں ہے نہ کہ حوض میں کیونکہ مسئلہ بڑے حوض میں مفروض ہے۔ (ت)</p>
--	---

یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہی مذہب جمہور علماء ہے،

<p>وهنا بحث غريب للخانية ثم للخلاصة واللفظ لها قال اختلف المشائخ فيه وينبغي ان يكون الجواب على التفصيل ان كان الماء الذي تنجس في اعلی الحوض اكثر من الماء الذي في اسفله ووقع الماء النجس في اسفل الحوض على التدريج كان طاهرا على ما يأتي في مسألة الجمد وقال بعضهم لا يطهر كالماء القليل اذا وقعت فيه نجاسة ثم انبسط على ما مر³ اه والبراد بما يأتي في الجمد</p>	<p>اور یہاں ایک عجیب بحث خانیہ اور خلاصہ کی ہے الفاظ خلاصہ کے ہیں فرمایا کہ مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور جواب میں تفصیل ہونی چاہئے، اگر وہ پانی جو حوض کے بالائی حصہ میں نجس ہوا ہے اس پانی سے زیادہ ہے جو اس کے نچلے حصے میں ہے، اور نجس پانی حوض کے نچلے حصے میں گرا بتدریج تو پاک رہے گا، جیسا کہ منجد پانی کے بیان میں آئے گا، اور بعض نے فرمایا طاهر نہیں رہے گا جیسے قلیل پانی، جب اس میں نجاست گر جائے پھر وہ پھیل جائے، جیسا کہ گزرا اھ اور مایاتی فی الجمد سے</p>
---	---

¹ غنیۃ المستملی شرح نزیۃ الصلی فصل فی الحياض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۰

² حلیہ

³ خلاصۃ الفتاوی الجنس الاولى فی الحيض نوکشور لکھنؤ ۴/۱

مراد ان کا قول ہے کہ "اگر سوراخ کی جگہ نجس ہوئی پھر منجمد پانی بتدریج پگھل گیا تو پانی ناپاک ہے، اور شیخ الامام شمس الانمہ حلوائی نے فرمایا پانی پاک ہے خواہ بتدریج پگھلا ہو یا یکدم اھ (ت)

میں کہتا ہوں پہلے قول کی وجہ جس پر اعتماد ہے کہ جب بھی اس سے کوئی چیز پگھلی اور نجس سے متصل ہوئی اور وہ قلیل ہو تو وہ نجس ہو جائے گا یہاں تک کہ کل نجس ہوگا بخلاف اس صورت کے جبکہ یکدم پگھل جائے کیونکہ وہ کثیر ہے، لہذا نجس کی مجاورت کی وجہ سے نجس نہ ہوگا، شمس الانمہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ وہ کثیر ہے، اور اس میں یہ اعتراض ہے کہ نجس کثرت کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں ہمارے مسئلہ کو منجمد پانی پر قیاس کرنے میں نظر ہے کیونکہ یہاں پاک پانی کثیر ہے تو اس کو نجس کی مجاورت نقصان دہ نہ ہوگی خواہ یکدم ہو یا بتدریج ہو اور مجاور اس سے زیادہ یا کم ہو، یہ اس کے خلاف ہے کہ جس کو متنجس کی کثرت کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی مقدار کے اعتبار سے نہ کہ پیمائش کے اعتبار سے، جس نے طہارت کے حکم کو اُس صورت میں مقصور کیا کہ اگر وہ اپنے نیچے والے پانی سے کم ہو، تو اس کا نیچے والا ناپاک نہ ہوگا، خواہ اس میں وہ یکدم گرا ہو یا تدریجی طور پر بخلاف اکثر کے اور آپ کو معلوم ہے

قوله رحمه الله تعالى لو تنجس موضع النقب ثم ذاب الجمد بتدریج الماء نجس وقال الشيخ الامام شمس الانمہ الحلوائی رحمه الله تعالى الماء طاهر سواء ذاب بتدریج او دفعة واحدة¹ اھ۔

اقول: وجه الاول وعليه المعول انه كلما ذاب شيئ منه اتصل بالنجس وهو قليل فيتنجس حتى تأتي النجاسة على الكل بخلاف ما اذا ذاب دفعة لانه كثير فلا يتنجس بمجاورة النجس و وجه قول شمس الانمہ انه كثير وفيه ان النجس لا يطهر بالكثرة۔

اقول: لكن (۱) في قياس مسألتنا على مسألة الجمد نظرفان الطاهر ههنا ماء كثير فلا يضره مجاورة نجس سواء كانت دفعة او تدريجاً وكان المجاور اكثر منه او اقل على خلاف ما يفيد تقييده بكثرة المتنجس اي قدر الامساحة من قصر حكم الطهارة على ما لو كان اقل مما تحته قدر افلا يتنجس ماتحته سواء وقع فيه دفعة او تدريجاً بخلاف الاكثر وانت تعلم ان الماء الكثير انما يتنجس بتغير وصف له بالنجاسة بلا فرق

¹ خلاصة الفتاوى الجنس الاول في الحيض نو كسور لکھنؤ ۱/۴

کہ کثیر پانی اسی وقت نجس ہوگا جب نجاست کی وجہ سے اس کا کوئی وصف متغیر ہو جائے، اس میں مقادیر کے طرق کے اعتبار نہیں، قول صحیح، معتمد، مفتی بہ یہی ہے، جیسا کہ نہر میں گر جانے والے مردہ کے مسئلہ میں معلوم ہوا ہے البتہ شیخ نے وہاں اپنے مختار قول ہی کو لیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو پانی مردار سے ملاتی ہے، اگر وہ زائد ہے یا دونوں برابر ہیں تو پانی نجس ہے اھ اور ان کے قول "نجس پانی جب بڑے حوض میں داخل ہو جائے تو وہ حوض ناپاک نہ ہوگا"

بین قدر وقدر على القول الصحيح المعتمد المفتى به كما عرف في مسألة جيفة في النهر نعم مشى الشيخ على مختاره ثمه حيث قال انكان ما يلاقى الجيفة اكثر او كانا سواء فالماء نجس¹ اھ واليه يشير قوله الماء النجس اذا دخل الحوض الكبير لا يتنجس الحوض وانكان الماء النجس على ماء الحوض غالباً لانه كلما اتصل الماء بالحوض صار ماء الحوض عليه غالباً² اھ فقد عا اشار الى

میں کہتا ہوں ہم نے جس طرف اشارہ کیا ہے اس سے حلیہ میں جو کہا ہے وہ رفع ہو گیا، حلیہ میں انہوں نے خلاصہ کی ان دو فرعوں کے درمیان تناقض ثابت کیا ہے، کیونکہ آخری فرع کا مقتضی یہ ہے کہ نچلا حصہ بلا تفصیل پاک ہے اھ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا کلام اس فرع میں تدریج کی صورت کی طرف اشارہ کرتا ہے تو سابقہ تفصیل کے خلاف نہ ہو گا، اور اسی طرح ان کی وہ بحث ساقط ہو گئی جس میں انہوں نے مطلقاً طہارت کو ترجیح دی ہے اگرچہ وہ پگھلا ہو تدریجاً انہوں نے شمس الانمہ کے قول کے بعد فرمایا "میں کہتا ہوں یہی معقول بات ہے بشرطیکہ حوض بڑا ہو اور نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو، جیسے کہ مسئلہ میں مفروض ہے اھ میں کہتا ہوں حوض کے بڑا ہونے کا ایسی صورت

عہ اقول: (۱) وبما اشرنا اليه اندفع ما جنح اليه في الحلية من اثبات التناقض بين فرعي الخلاصة هذين فان مقتضى الفرع الاخير طهارة السافل بلا تفصيل اھ بمعناه وذلك لان كلامه في هذا الفرع يشير الى صورة التدریج فلا ينافي التفصيل المذكور (۲) سابقاً وكذا اندفع بحثه ترجيح الطهارة مطلقاً وان ذاب تدریجاً حيث قال بعد قول شمس الائمة قلت وهذا هو المتجه بعد انكان الحوض كبيراً ولم يظهر للنجاسة اثر فيه كما هو فرض المسألة اھ

اقول: ماذا ينفع كون متسع الحوض كبيراً بعد انكان الذائب من الجمد قليلاً فالعبرة للماء

¹ خلاصہ الفتاویٰ جس آخر فی التوضی، الماء الجاري نوکشتور لکھنؤ ۹/۱

² خلاصہ الفتاویٰ الجنس الاولی فی الحیض نوکشتور لکھنؤ ۱۱/۳

اگرچہ نجس پانی حوض کے پانی پر غالب ہو جائے میں اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ جو نجس پانی حوض کے پانی سے ملے گا حوض کا پانی اس پر غالب ہوتا جائیگا اہ تو انہوں نے تدریج کی طرف اشارہ کیا ہے اور فتح نے اس کی تعلیل میں یہ فرمایا ہے "اس لئے کہ جو بڑے حوض سے ملے گا وہ اسی کا جز ہو جائیگا تو اس کی طہارت کا حکم لگایا جائے گا اہ اور بزازیہ میں ہے کہ کثیر نجس پانی جب بڑے حوض میں داخل ہو جائے تو اس کو

التدریج، ولفظ الفتح فی تعلیلہ لان کل مایتصل بالحوض الكبير یصیر منه فی حکم بطہارتہ^۱ وفي البزازیہ الماء الكثير النجس دخل فی الحوض الكبير لاینجسه لانه حکم بالطہارة زمان الاتصال^۲ اہ هذا وجه وثانیا: (۱) لا اثر لوقوع ماء نجس فی ماء طاهر الا للقاء وهو حاصل فیما نحن فیہ من بدو الامر ففیہ التفصیل بخلاف مسألة الجمد فانه

میں کیا فائدہ جبکہ کچھلی ہوئی برف کم ہو کیونکہ اعتبار پانی کا ہے نہ کہ محل کا اور پانی تو پگھلا ہوا ہی ہے نہ کہ جمی ہوئی برف، پھر انہوں نے اس پر خلاصہ کی آخری فرع اور اس کی تعلیل سے استشاد کیا، اور وہ یہ کہ جب وہ حوض سے ملے گا تو حوض کا پانی اس پر غالب ہو جائے گا، فرمایا یہ زیادہ بلیغ ہے جیسا کہ مخفی نہ رہے، تو اس پر متنبہ ہونا چاہئے اہ

میں کہتا ہوں وہ کثیر نجس پانی میں سے جو کثیر طاہر پانی سے ملائی ہو اور یہ ملاقات تدریجاً ہو، اور یہ کم طاہر پانی ہے جس کی ملاقات نجس پانی سے ہوئی ہے تو اس میں اور اُس میں کیا نسبت ہے اور اس میں ابلیغیہ کو کیا دخل ہے کیونکہ وہاں غالب نجس ہے اور یہاں طاہر بعد اس کے کہ تدریج نے اُس غالب کو مغلوب کر دیا ہے جیسا کہ خلاصہ میں اس کی وضاحت کی ہے اور اس مغلوب کو غالب کر دیا جیسا کہ آپ نے جانا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

لا للمحل والماء هو الذائب دون الجمد ثم استشهد عليه بفرع الخلاصة الاخير وتعليله بانه كلما اتصل بالحوض صار ماء الحوض عليه غالباً قال بل هذا ابلغ كما هو غير خاف فتنبه لذلك اہ اقول: (۱) ذلك فی ماء نجس کثیر لقی ماء طاهراً کثیراً تدریجاً وهذا ماء قليل طاهر لقی ماء نجساً فاین هذا من ذلك (۲) وای مدخل فیہ للابلیغیة من حیث ان ثم الغالب النجس وههنا الطاهر بعد ان التدریج جعل ذلك الغالب مغلوباً كما افصح به فی الخلاصة وهذا المغلوب غالباً كما علمت واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منه غفر له۔ (مر)

^۱ فتح القدر بحش الغدیر العظیم نور یہ رضویہ سکر ۱/۱

^۲ بزازیہ علی الہندیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳

نجس نہیں کرے گا کیونکہ اتصال کے وقت اس پر طہارت کا حکم لگ چکا ہے اہ یہ معقول بات ہے۔

ثانیاً: نجس پانی کے پاک پانی میں پڑ جانے کا کوئی اثر نہیں، سوائے ملاقات کے، اور وہ ہمارے اس مسئلہ میں ابتداء سے حاصل ہے تو تفصیل کس چیز میں ہے، بخلاف منجمد پانی کے مسئلہ کے، کیونکہ یہ منجمد ہے اس لئے اس کی ملاقات نجس کے ساتھ نہ ہوگی صرف اس کی سطح طے گی، اور باقی جب تدریجی طور پر پگھلے گا تو اس کے تھوڑے سے جزء سے ملاقات ثابت ہوگی، تو نجس ہو جائیگا، اور کثرہ متنجس کیلئے ہے تو پاک نہ ہوگا، اور جب یک دم پگھلے گا تو کثرہ سے ملاقات ہوگی، تو ناپاک نہ ہوگا۔

ثالثاً: معمول کے مطابق اوپر والا پانی اٹھا لیا جاتا ہے اور نیچے والا پانی باقی رہ جاتا ہے نہ یہ کہ اوپر والا نیچے والے میں گرتا ہے، کبھی یک دم اور کبھی تدریجی طور پر۔

رابعاً: جب دونوں پانی ملے ہوئے ہوں اور اوپر والا نیچے والے میں نہ گرے تو اس پر زیادتی متصور نہ ہوگی صرف ایک صورت میں زیادتی ہوگی اور وہ یہ کہ اوپر والا نیچے والے کی جگہ میں گرے اور یہ تب ہی ہوگا جبکہ نیچے والا نکلے، کیونکہ تداخل محال ہے، تو اوپر والا نیچے والے میں کبھی نہیں گرے گا، نہ یک دم اور نہ تدریجی طور پر۔

لانجمادہ لالقاء مع النجس الا لسطح منه فالباقي اذا ذاب تدريجاً حصل اللقاء للقليل فتنجس والكثرة للمتنجس فلم يطهر واذا ذاب دفعة حصل اللقاء للكثير فلم يتنجس،

وثالثاً: المعهود ههنا ان الماء العالى يرفع ويبقى السافل لان العالى يقع فى السافل دفعة او تدريجاً، و رابعاً: (۱) اذا كان الماء ان متلاصقين ولم يكن هذا وقوع العالى فى السافل لم يتصور الزيادة عليه الا بوقوع العالى فى محل السافل ولا يكون الا بعد خروج السافل لاستحالة التداخل فلا يقع العالى فى السافل ابد الا دفعة ولا تدريجاً،

و خامساً (۲) لو فرض فلا يكون الا لخروج هذا ودخول ذاك والكل حركة فلا يمكن الا تدريجاً كان يكون فى السافل منفذ يفتح فيجعل السافل يخرج والعالى ينزل ولا تصور لان يخرج السافل دفعة فيسقط العالى مرة واحدة وبالجمله لم يصل فهى القاصر لمراة والله تعالى اعلم بمراد خواص عبادة لاجرم ان قال فيه فى الدرر لوقوع فيه نجس لم يجز حتى يبلغ العشر^۱ فقال ش فاذا بلغها جاز وان كان اعلاه اكثر مقداراً وفى البحر عن السراج الهندي انه الاشبه^۲ اهور حم الله

^۱ الدر المختار باب المياه مجتبائی دہلی ۳۶/۱

^۲ رد المختار باب المياه مصطفی البانی مصر ۱۳۳/۱

العلامة الشلبی حیث نقل فی حاشیة الزیلعی کلام الخانیة الی ذکر القولین ورسم اه ولم یعرج لذكر بحثها اصلا والله تعالی اعلم۔

خامسا، گرنافرض کیا جائے تو اس کے نکلنے اور اس کے داخل ہونے کی وجہ سے ہوگا، اور یہ سب حرکت ہے، تو یہ صرف تدریجی طور پر ہی ہو سکتا ہے، مثلاً یہ کہ نچلے میں کوئی سوراخ ہو جس کو کھولا جائے تو نیچے والا نکلنے لگے اور اوپر والا اترنے لگے اور اس کا کوئی تصور نہیں کہ نیچے والا ایک دم نکلے اور اوپر والا یکدم گر جائے، اور خلاصہ یہ کہ میں اپنی ناقص رائے میں ان کی مراد سمجھنے سے قاصر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنے خواص کی مراد کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پھر انہوں نے فرمایا در میں ہے اگر اس میں نجس واقع ہو جائے تو جائز نہیں یہاں تک کہ دس کو پہنچ جائے، تو "ش" نے فرمایا جب وہ دس کو پہنچے تو جائز ہے اگرچہ اس کے اوپر والا مقدار میں زائد ہو، اور بحر میں سراج ہندی سے منقول ہے کہ یہی اقرب الی الحق ہے اہ اور اللہ تعالیٰ علامہ شلبی پر رحم کرے کہ انہوں نے زیلعی کے حاشیہ میں خانہ کا کلام نقل کیا قولین کے ذکر تک اور اہ کا نشان لگادیا اور انکی بحث کا اصلاً ذکر نہ کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

سوال دوم :

اسی صورت میں حوض کے بالائی حصے کے منتہی پر ایک نالی ہے جب یہ اوپر کا پانی ناپاک ہو انالی کھول کر نکال دیا گیا صرف نیچے کا پانی جہاں سے وہ درہ ہے رہ گیا پھر پاک پانی سے بھر دیا گیا تو اب یہ سب حوض پاک ہو گیا یا نہیں، اگر نہیں تو کیا کیا جائے کہ پاک ہو بیٹنوا تو جروا۔

الجواب :

اگر ناپاک پانی نکال دینے کے بعد اتنا انتظار کیا کہ حوض کی بالائی سطوح جو اس پانی سے ناپاک تھیں خشک ہو کر پاک ہو گئیں اس کے بعد پاک پانی بھر گیا اور اوپر سے آجائے والی نجاست باقی نہیں تو سارا حوض پاک ہے ورنہ بالائی حصہ پھر ناپاک ہو گیا، ردالمحتار میں ہے:

لو كانت النجاسة مرئية باقية فيه او امتلاء قبل جفاف اعلى الحوض تنجس ¹ ۔	اگر حوض میں نجاست مرئیہ باقی رہے یا بھر جائے حوض کا اعلیٰ حصہ خشک ہونے سے پہلے تو نجس ہو جائے گا۔ (ت)
---	---

عہ: توضیح جواب سوم سے ہوگی خلاصہ یہ کہ تہ نشین نجاست اوپر آئے گی نہیں اور پانی ملے گا آب زیریں سے جو بوجہ کثرت ناپاک نہیں اور اوپر آنے والی اگر غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ نکال دی گئی کہ وہ بھی غیر مرئیہ رہ گئی تو ناپاک پانی کے ساتھ نکل گئی ہاں مرئیہ باقیہ ہے تو پھر ناپاک کر دے گی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

¹ ردالمحتار باب البیہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۳۱ھ

چارہ کار یہ ہے کہ نجاست مذکورہ نکال کر پاک پانی ڈالتے جائیں یہاں تک کہ کناروں سے چھلک کر کچھ دور بہ جائے اب وہ حوض کے کنارے بھی پاک ہو گئے اور یہ سب پانی بھی۔ در مختار میں ہے:

المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه ¹ ۔	مختار مذہب پر نجس حوض صرف پانی کے جاری ہونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (ت)
---	--

غنیہ میں ہے:

يطهر الحوض بمجرد ما يدخل الماء من الانبوب ويفيض من الحوض هو المختار لصيرورته جارياً ² ۔	مختار قول میں صرف نالی کے ذریعہ پانی داخل ہونے اور حوض سے بہہ جانے سے حوض پاک ہو جاتا ہے کیونکہ اب پانی جاری ہو چکا ہے۔ (ت)
--	---

فتاویٰ امام ظہیر الدین میں ہے:

الصحيح انه يطهر وان لم يخرج مثل ما فيه وان رفع انسان من ذلك الماء الذي خرج وتوضأ به جاز ³ اه ذكره ش واقوالاخروروايات مضطربة سيأتي الكلام عليها والله تعالى اعلم۔	صحیح قول پر حوض پاک ہو جائیگا اگرچہ اتنا پانی خارج نہ ہوا ہو جتنا اس میں ہے اگر کوئی آدمی وہ پانی اٹھائے جو خارج ہو چکا ہے اور اس سے وضو کرے تو جائز ہے۔ اس کو شامی نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ دیگر اقوال اور مضطرب روایات بھی ذکر کی ہیں جن پر کلام آئے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

سوال^{۱۵} سوم :

اسی صورت میں اگر پانی صرف حصہ زیریں وہ درہ میں تھا اور اس وقت نجاست پڑی کہ ناپاک نہ ہوا، پھر نجاست نکال کر یا بے نکالے بھر دیا تو اب اوپر کا حصہ پاک رہا یا ناپاک ہو گیا بیٹو اتوجروا۔

الجواب :

کتب حاضرہ سے اس صورت پر کلام اس عہ وقت ذہن میں نہیں، وانا قول وبالله التوفیق

عہ: نعم تعرض لها السادة الثلاثة ناظروا | ہاں تینوں سادات نے اس سے بحث کی ہے "ط" نے (باقی بر صفحہ آئندہ)

¹ در مختار باب المیاء مجتہائی دہلی ۳۶/۱

² غنیہ المستملی سہیل اکیڈمی لاہور ۱۰۳/۱

³ رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۳/۱

نجاست چار قسم ہے مرئیہ کہ نظر آئے اور غیر مرئیہ کہ پانی میں مل کر امتیاز رہے جیسے پیشاب، اور ہر ایک دو قسم ہے (بقیہ حاشیہ گزشتہ)

الدر فقال ط انکان اعلاه ضيقاً واسفله عشر افاذا بلغها وقعت فيه نجاسة حينئذ جاز التطهير به فاذا امتلاً حتى بلغ المكان الضيق قال الحلبي لم اجد حكمه والظاهر التنجس لان النجاسة تحقق وقوعها وانما جوزنا التطهير به لسعته وقد ذهبنا اه
اقول: وسيرد عليك مآحر الفقير بتوفيق

القدير (۱) ویظهر به ان هذا الحكم غير ظاهر بل ولا مقبول في راسبة مرئية او غيرها ولا في طافية مرئية قد اخرجت اوبقيت في زاوية في الاسفل ولا في غير مرئية وفي الاسفل زوايا فانما يقبل في ثنتين من سبع ان تكون مرئية وقد طفت او غير مرئية ولا زاوية وذلك انه انما يتحقق وصولها الى الاعلى في هاتين فماذا يضره ضيقه ولم يصل اليه النجس ولم يتصل بماء متنجس۔ هذا ونقله ش هكذا بقي مآلو وقعت فيه النجاسة ثم نقص في المسألة الاولى (ای اعلاه كثير) او امتلاً في الثانية (ای اسفله كثير) قال ح لم اجد حكمه اه ثم تعقبه بقوله هذا عجيب فانه حيث حكمنا بطهارته ولم يعرض له ما ينجسه هل يتوهم نجاسته نعم لو كانت النجاسة مرئية وكانت باقية فيه او امتلاً قبل جفاف اعلی الحوض تنجس اما اذا كانت غير مرئية او مرئية واخرجت منه او امتلاً بعد ما حکم بطهارة جوانب اعلاه بالجفاف

میں کہتا ہوں اس سلسلہ میں جو میں نے لکھا ہے وہ آپ دیکھ لیں گے، اس سے معلوم ہوگا کہ یہ حکم نہ تو ظاہر ہے اور نہ مقبول ہے، خواہ وہ حوض کی گہرائی میں نظر آتی ہو یا نہ آتی ہو اور نہ تیرنے والی مرئی میں جو نکال دی ہو یا کسی گوشہ میں نچلے حصہ میں باقی ہو اور نہ غیر مرئیہ کی صورت میں نچلے حصہ میں کئی زاویے ہوں سات میں سے دو صورتوں میں مقبول ہوگا اگر مرئیہ ہو، اور اوپر آگئی ہے یا غیر مرئیہ ہو، اور زاویہ میں نہ ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اوپر کی طرف آنا اس وقت متحقق ہوگا جب کہ ان دو صورتوں میں ہو، تو اس کی تنگی اُس کیلئے کیا مضر ہوگی حالانکہ نہ اُس تک نجاست پہنچی اور نہ وہ نجس پانی سے متصل ہوئی۔ اور "ش" نے اس کو اسی طرح نقل کیا، اب یہ صورت باقی رہ گئی کہ اگر اس میں نجاست گر گئی پھر پہلی صورت میں پانی گھٹ گیا

طافیہ کہ اوپر تیرتی رہے اور راسبہ کہ نہ نشین ہو جائے اگر نجاست راسبہ تھی کہ پانی بھرنے سے اوپر نہ آئے گی جب تو سارا حوض پاک ہے مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ، نیچے کا حصہ یوں کہ وہ درودہ ہے اثر نجاست قبول نہ کرے گا اگرچہ

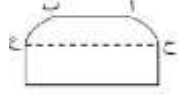
فلا اذلا مقتضى للنجاسة هذا ماظهرلى اه

اقول: رحم الله السيد فاولا (۱) انما الكلام فيما اذا وقع النجس في الكثير ثم انتقص بتسفل او امتلا وحديثا جفاف اعلى الحوض وعدمه متعلقان بما اذا وقعت نجاسة في الاعلى القليل ثم بلغ الاسفل الكثير ثم ملئ فبلغ القليل فهما بمعزل عن المحل وثانيا لا يتنجس (۲) برؤية باقية راسبه ولا بطافية تعلقت بزواية وثالثا يتنجس (۳) بغير المرئية ايضا لو طافية ولا زاوية هذا۔ ثم قول (۴) ح في الاولى لم اجد حكمه لا يستقيم على ما شرحتا به نظم الدر لكونه اذن مصرحاً به فيه والله تعالى اعلم منه غفر له (م)

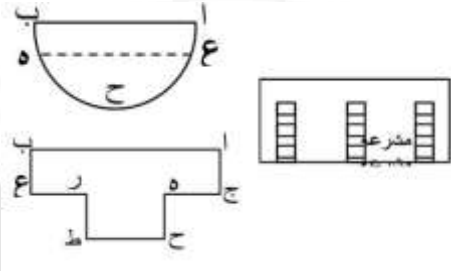
(یعنی اس کا اوپر والا کثیر ہو) یا دوسری صورت میں بھر گیا (یعنی اس کا نچلا حصہ کثیر ہو گیا) "ح" نے فرمایا کہ میں نے اس کا حکم نہیں پایا، پھر بعد میں فرمایا "یہ عجیب ہے" کیونکہ جب ہم نے اس کی طہارت کا حکم لگایا اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں آئی جو اس کو نجس کرے تو آیا اس کی نجاست متوہم ہے، ہاں اگر نجاست مرئی ہو اور اس میں باقی ہو یا حوض کے بالائی حصے کے خشک ہونے سے قبل بھر جائے تو ناپاک ہو جائیگا، اور اگر نجاست غیر مرئی ہو یا مرئی ہو اور اس سے نکالی جائے یا اس کے بالائی حصے کے کناروں کے خشک ہونے کے بعد بھر گیا، تو نہیں کیونکہ نجاست کا کوئی مقتضی نہیں، یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا۔

میں کہتا ہوں اللہ سید پر رحم کرے، اول تو یہ کہ کلام اس صورت میں ہے جبکہ نجاست کثیر پانی میں واقع ہو، اور پھر پانی کم ہو جائے یا بھر جائے، اور حوض کے بالائی حصے کے خشک ہونے اور نہ ہونے کی بات اس صورت سے متعلق ہیں جبکہ نجاست اعلى قليل میں گر کر نچلے کثیر میں پہنچے پھر حوض بھر کر قليل کو پہنچے تو یہ دونوں صورتیں اس بحث سے الگ ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ پانی کی تہ میں بیٹھی باقی نجاست مرئیہ سے نجس نہ ہوگا اور نہ ہی ایسی نجاست سے جو تیرتی ہوئی کسی گوشہ میں ٹھہر گئی ہو۔ تیسرا، غیر مرئیہ سے بھی نجس ہو جائیگا اگر تیرنے والی ہو اور کوئی گوشہ نہ ہو۔ پھر "ح" کا پہلی صورت میں یہ فرمانا کہ میں نے اس کا حکم نہیں پایا، درست نہیں، جیسے کہ ہم نے در کی نظم کی اس کے ساتھ تشریح کی ہے، کیونکہ یہ تو اس میں بصراحت مذکور ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

نجاست اُس میں موجود ہے اور اوپر کا حصہ یوں کہ نجاست اُس میں نہیں اور جس سے متصل ہے وہ پاک ہے اور اگر نجاست طافیہ مرئیہ تھی اور اُسے پہلے نکال دیا جب بھی ظاہر ہے کہ ناپاکی کی کوئی وجہ نہیں اور اگر بے نکالے پانی بھر دیا کہ پانی ڈالے سے اوپر آگئی تو بالائی حصہ ناپاک ہو گیا کہ نجاست اُس سے متصل ہوئی اور وہ آب قلیل ہے رہی طافیہ غیر مرئیہ اُس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حوض کے حصہ زیریں میں کوئی کنج ایسا نہ ہو جو اُس نجاست کو اوپر جانے سے روکے مثلاً یہ شکل



دونوں حصوں میں خط ح فصل مشترک ہے ظاہر ہے کہ جو اُترانے والی چیز خط ح میں کہیں ہے وہ پانی بھرنے سے خط ا ب پر آ جائے گی دوسرے یہ کہ ایسے کنج ہوں مثلاً یہ شکل



اول میں خط ہ دوم میں خط ح پر جو ایسی چیز ہو وہ پانی بھرے سے خط اب تک ضرور پہنچے گی لیکن دوم میں خط ہ یا یکم میں دو خط ح ہ خط ر کے نیچے جو کچھ ہے وہ اب تک نہیں جاسکتا پہلی صورت میں بالائی حصہ اب ح ناپاک ہو جائے گا اور دوسری صورت میں سارا حوض پاک رہے گا و لہذا ہم نے طافیہ مرئیہ میں پانی ڈالے سے اوپر آ جانے کی قید لگائی کہ اگر کسی کنج میں اُلجھ رہی تو اب بھی کوئی حصہ ناپاک نہ ہوگا۔

<p>اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر مرئیہ ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ چھپ جاتی ہے، اور جب تیر رہی ہوتی ہے تو اس کا اوپر آنا لازمی ہے، اس لئے ہمارے عراقی مشائخ بڑے حوض میں گر جانے والی غیر مرئیہ نجاست کے مقام سے وضو کو جائز قرار نہیں دیتے کیونکہ وہ ٹھہری ہوتی ہے تو منتقل نہ ہوگی اور بلخ، بخاری اور ماوراء النہر کے مشائخ نے اجازت دی کہ جہاں سے جی چاہے وضو کر لے اور یہی صحیح ہے، اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ بننے والی چیز منتقل ہوتی ہے، ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کہ اگر نجاست غیر مرئیہ ہو تو مشائخ عراق کا قول ہے کہ اُس جانب سے وضو نہ کرے جیسا کہ ہم نے مرئیہ میں ذکر کیا ہے (اس سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم نے اُس جانب میں نجاست کا یقین کر لیا</p>	<p>والوجه فيه ان غير المرئية لا تنعدم بل تكتتم وحيث هي طافية لا بد لها من العلم ولذا منع العراقيون من مشائخنا التوضي من موقع غير المرئية في العرض الكبير لانه راكد فلا تنتقل وجوز ائمة بلخ وبخارى وماوراء النهر التوضي منه من اين يشاء وهو الصحيح وعلوه بانتقال البائع قال ملك العلماء في البدائع وان كانت غير مرئية قال مشائخ العراق لا يتوضؤ من ذلك الجانب لما ذكرنا في المرئية (وهو قوله لانا تيقن بالنجاسة في ذلك الجانب) بخلاف الماء الجاري لانه ينقل النجاسة فلم يستيقن بالنجاسة في موضع الوضوء ومشائخنا بماوراء النهر فصلوا بينهما (اي بين</p>
--	---

غیر المرئیة یتوضؤ من ای جانب کان کما قالوا جمیعاً فی الماء جاری وهو الاصح لان غیر المرئیة لا یتستقر فی مکان واحد بل ینتقل لکونه مائعاً سیالاً بطبعه فلم نستیقن بالنجاسة فی الجانب الذی یتوضؤ منه فلان حکم بنجاسة بالشک¹ اھو فی الحلیة قال مشائخ بلخ وبخاری یتوضؤ من ای جانب کان وفي محیط رضی الدین والتحفۃ والبدائع وغیرہا هو الاصح لان غیر المرئیة ینتقل لکونه مائعاً سیالاً²۔

اقول: احسن فی ترک بطبعه وهو فی کلام البدائع متعلق بسیالاً لا ینتقل لان طبع المائع الانحدار الی صلب لا الانتقال فی سطح مستویلاً سبب نعم الرياح لاتزال تززع المیاہ ومن ضرورته انتقال المائع المختلط به وليس له جهة معينة لاختلاف الرياح فتطرق الاحتمال الی جمیع المحال اذا عرفت هذا ففی الصورة الاولى حیث لا حاجز لها عن العلو تطفو تنجس الاعلی علی قول الجمیع بل لولم تطف لنجست لاتصالها بالماء الاعلی ولو من تحت اما فی الثانیة فعلی قول العراقین ان كانت وقعت فی الماء السافل فی محاذاة

کو منتقل کرتا ہے تو مقام وضو میں نجاست کا یقین نہیں اور ہمارے ماوراء النہر کے مشائخ نے دونوں میں تفصیل کی ہے (یعنی مرئیہ اور غیر مرئیہ میں) اور غیر مرئیہ میں جس جانب سے چاہے وضو کرے جیسا کہ جاری پانی میں سب کا اتفاق ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے کہ کیونکہ غیر مرئیہ کسی ایک جگہ میں نہیں ٹھہرتی بلکہ منتقل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ طبعی طور پہنے والی ہے اس لئے وضو والی جانب میں نجاست کا یقین نہ ہوا، پس شک کی وجہ سے ہم نجاست کا حکم نہیں دیں گے اھ اور حلیہ میں ہے کہ بلخ اور بخاری کے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس جانب سے چاہے وضو کر لے اور رضی الدین کی محیط، تحفہ اور بدائع وغیرہ میں ہے کہ وہی اصح ہے کیونکہ غیر مرئیہ منتقل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ سیال مائع ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں انہوں نے بطبعہ کو چھوڑ کر اچھا کیا، اور یہ بدائع میں "سیالاً لا ینتقل" سے متعلق ہے کیونکہ بننے والی چیز کی خاصیت نیچے کی طرف آنا ہے وہ مستوی سطح کی طرف بلا سبب نہیں جاتا ہے، ہاں ہوائیں مسلسل پانی میں لہر پیدا کرتی رہتی ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بننے والی چیز جو اس میں شامل ہو جائے منتقل ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی ایک جہت متعین نہیں کیونکہ ہوائیں مختلف رخ سے چلتی ہیں، تو ہر جگہ میں احتمال پیدا ہو جائے گا، جب تم نے یہ جان لیا تو پہلی صورت میں جہاں اوپر جانے سے کوئی مانع نہ ہو نجاست تیر کر اوپر آجائے گی اور تمام علماء کے مطابق اوپر والا حصہ ناپاک ہو جائے گا، بلکہ

¹ بدائع الصنائع فصل فی المقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۳/۱

² حلیہ

<p>اگر نجاست تیر کر نہ بھی جائے تو بھی ناپاک ہوگا کیونکہ وہ اوپر والے پانی کے ساتھ متصل ہو جائے گی خواہ نیچے سے ہو اور دوسری صورت میں تو بقول عراقی مشائخ کے اگر نجاست نچلے پانی میں اب خط کے مقابل گری ہے تو اوپر والا نجس ہو جائیگا، کیونکہ وہ وہاں سے منتقل نہیں ہوئی ہے اور اگر وہ اس کے حجاب میں گری ہے جیسے رء اور ہء کا خط تو پانی نجس نہیں ہوگا کیونکہ وہ اوپر والے پانی تک نہ پہنچے گی اور باقی ائمہ کے قول کے مطابق اصح یہ ہے کہ مطلقاً ناپاک نہ ہوگا اگرچہ نجاست اب کے مقابل گری ہو کیونکہ احتمال ہے کہ وہ کسی ایک زاویے کی طرف منتقل ہو گئی ہو اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا ہے هذا مآظہر لی واللہ تعالیٰ اعلم۔</p> <p>(ت)</p>	<p>خط اب تنجس الاعلیٰ لعدم انتقالها من ثم وان وقعت في حجاب عنه مثل خط رء وهء لم تنجس لانها لاتصل الى الماء العالی وعلی قول سائر الائمة الاصح لاتنجس مطلقاً وان كانت وقعت حذاء اب لاحتمال انتقالها الى احدی الزوايا ولا يزول اليقين بالشك هذا مآظہر لی واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

سوال ۵۲ چہارم

حوض اوپر وہ درہ درہ اور نیچے کم ہے بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو سب پاک رہا یا نیچے کا حصہ ناپاک ہو گیا جہاں سے مساحت سو ہاتھ سے کم ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

کلام علامہ سید طحطاوی سے ظاہر یہ ہے کہ حصہ زیریں ناپاک ہو جائیگا۔

<p>جہاں فرمایا کہ "اور جب اس میں نجاست گر جائے اس حالت میں تو بالائی حصہ پاک ہے یہاں تک کہ اقل کو پہنچے تو وہ ناپاک ہوگا" اور اس کو اس پر محمول کرنا کہ وہ دوسری نجاست کے ساتھ نجس ہو جائیگا سیاق کلام کے ظاہر کے خلاف ہے۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں اور اسی طرح وہ دُر کا ظاہر ہے اگر نجس گرنا مقدر کیا جائے اور اس پر قرینہ اس کا متصل</p>	<p>حيث قال واذا وقعت فيه نجاسة في تلك الحالة فالأعلى طاهر الى ان يبلغ الاقل فينجس¹ اه وحمله على انه ينجس بنجاسة اخرى خلاف ظاهر سوق الكلام۔ اقول: وكذا هو ظاهر الدران قدر وقوع النجس بقرينة قرينه فان نظمه لواعلاه</p>
--	--

¹ طحطاوی علی الدر المختار باب المیاء بیروت ۱۰۸/۱

کلام ہے، کیونکہ ان کی عبارت اس طرح ہے، اور اگر اس کا بالائی حصہ دس ہاتھ ہے اور نچلا حصہ کم ہے تو وضو جائز ہے یہاں تک کہ وہ اقل کو پہنچے اور اگر اس کا عکس ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو جائز نہ ہوگا یہاں تک کہ دس ہاتھ کو پہنچے اھ کیونکہ جائز کی ضمیر "رفع الحدث بہ" کی طرف لوٹتی ہے اور یہ چیز دین کے ضروریات سے ہے کہ رفع حدث ہر مطلق پانی سے جائز ہے خواہ کم ہی ہو تا وقتیکہ اس کی طہارت یا طہوریت سلب نہ ہوئی تو معنی اس کے قرین کی طرح یہ ہوئے کہ اگر اس کا بالائی حصہ دس ہاتھ ہو اور اس کا نچلا حصہ کم ہو اور اس میں نجس واقع ہو جائے تو اس سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے یہاں تک کہ اقل کو پہنچ جائے، اور جب اقل کو پہنچے تو جائز نہیں اس کے ساتھ طہارت کے جواز کی غایت اقل کو پہنچنا بیان فرمائی تو نفس بلوغ سے جائز نہ ہوگا کیونکہ اس نجس کا حکم ظاہر ہے جس سے بالائی بالائی حصہ متاثر نہ ہوا کیونکہ وہ کثیر ہے اور اس کو اقل کو پہنچنے کے بعد نجاست کے واقع ہونے سے مقید کرنا جیسا کہ "ش" نے کیا انہوں نے فرمایا "یعنی جب اقل کو پہنچے اور اس میں نجاست گر جائے تو ناپاک ہو جائیگا جیسا کہ منیہ میں ہے اھ (ت) میں کہتا ہوں یہ ظاہر سے خروج ہے، اور کلام کو تقریباً لغو قرار دینا ہے اور اس کو منیہ کی طرف

عشرًا واسفله اقل جاز حتی يبلغ الاقل ولو بعكسه فوقع فيه نجس لم يجوز حتى يبلغ العشر^۱ اھ فان ضمير جاز الى رفع الحدث به ومعلوم ضرورة من الدين ان رفع الحدث جائز بكل ماء مطلق مطلقاً ولو قليلاً ما لم ينسلب طهارتها وطهوريته فكان المعنى كقرينه لو اعلاه عشرًا واسفله اقل فوقع فيه نجس جاز التطهر به حتى يبلغ الاقل فاذا بلغه لم يجوز فقد غيأ جواز التطهر به ببلوغه الاقل فبنفس البلوغ لا يجوز لظهور حكم النجس الذي لم يتحمله الا على لكثرتة وحمله على التقييد بوقوع النجاسة بعد بلوغ الاقل كما فعل ش حيث قال اي اذا بلغ الاقل فوقعت فيه نجاسة تنجس كما في المنية^۲ اھ

فأقول: (۱) خروج عن الظاهر (۲) واخراج للكلام عہ الی قریب من العبث (۳) والاستناد الی

منیہ کے اس قول "جب اوپر سے پانی بند ہو جائے اور پانی جاری ہو تو وضو جائز ہے" پر حلیہ نے کہا کہ مصنف کو "بہ" کی جگہ "فیہ" کہنا چاہئے تھا

عہ فی الحلیۃ عند قول المنیۃ اذا سد الماء من فوقه وبقي جریہ يجوز التوضی به مانصہ کان علی المصنف ان يذكر

^۱ الدر المختار باب المیاء مجتہبی دہلی ۳۶/۱

^۲ رد المختار باب المیاء مصطفی البابی مصر ۱۳۲/۱

المنیۃ فی غیر محلہ فان عبارتہا لو ان ماء الحوض
کان عسراً فی عشر فتسفل فصار سباعی سبع
فوقعت النجاسة فیہ تنجس فان امتلاء صار نجسا
ایضاً^۱ اھ فہو لم یذكر للاعلى حکماً انما قصد بیان
حکم المتسفل فاحتاج فی التصوير الی وقوع
النجس فیہ لیکون توطئة لابانة حکم خفی وھو
انہ بعد امتلائہ ایضاً یبقی نجسا کماکان بخلاف
نظم الدر فأنہ افرز الا علی بحکم الجواز ولا معنی
لہ الا بفرض وقوع المانع والا فذکرہ عبث ثم حد
لجوازہ حدا ینتھئ دونہ وھو بلوغ الاقل فافاد
ماقلنا واین هذا من عبارة المنیۃ، وکلام الدر من
اولہ الی هنا فی رفع الحدث بہ لافیه ولوکان لصح
حملا لہ علی معنی التوضی بغس الاعضاء فیہ بناء
علی ماھو الحق من فرق الملاق والملقى وان کان
میل صاحب الدر الی خلافہ فاذن کان

منسوب کرنا بے محل ہے کیونکہ منیہ کی عبارت یہ ہے کہ اگر
حوض کا پانی وہ در وہ ہو اور پھر نیچے چلا جائے اور سات در
سات ہو جائے پھر اس میں نجاست گر جائے تو ناپاک
ہو جائیگا اور اگر بھر جائے تو بھی نجس ہو جائیگا تو انہوں نے
بالائی کا کوئی حکم بیان نہیں کیا ان کا مقصود تو محض یہ تھا کہ وہ
نچلے کا حکم بیان کریں تو اس کی وضاحت میں ان کو یہ کہنا
پڑا کہ اس میں نجاست گر جائے، تاکہ یہ ایک مخفی حکم کے
اظہار کی بنیاد بن جائے اور وہ یہ کہ یہ بھر جانے کے باوجود
نجس ہی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا، اور در کی نظم اس کے خلاف
ہے کیونکہ انہوں نے بالائی پر جواز کا حکم لگایا اور اس کا کوئی
مفہوم نہیں، ہاں مانع کے وقوع کو فرض کرنے کی صورت
میں ہو سکتا ہے، ورنہ تو اس کا ذکر عبث ہے، پھر انہوں نے
اس کے جواز کی ایک حد مقرر کی جس سے پہلے وہ منتهی ہوتا
ہے اور وہ اقل تک پہنچنا ہے تو جو ہم نے کہا اس کا انہوں نے
افادہ کیا، اور اس کو منیہ کی عبارت

فیہ (ای مکان بہ) لان من الواضح جدا جواز
الوضوء بہ جاریا کان او غیر جار خارجہ فلا یقع
التقیید ببقاء جریان الماء موقعا ثم هم اعلی
کعباً من ذکر مثله اھ منہ غفرلہ۔ (م)

کیونکہ اس سے وضوء کا جواز بہت واضح ہے خواہ پانی جاری ہو
یا نہ ہو لہذا پانی کے جاری رہنے کی قید لگانا بے موقع ہوگا
حالانکہ ان حضرات کا مقام ایسے کلام سے بلند و بالا ہے
اھ (ت)

^۱ منیۃ الصلی فصل فی الحياض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۲

سے کیا تعلق ہے؟

اور دُر کا کلام ابتداء سے یہاں تک اس کے ساتھ حدیث کے رفع کرنے کی بابت ہے نہ کہ اُس میں، اور اگر ایسا ہوتا تو صحیح ہوتا اور اس کو اس پر محمول کیا جاتا کہ اس میں اعضاء کو ڈبو کر وضو کرنا جیسا کہ حق ہے کہ ملتی اور ملاقی میں فرق ہے اگرچہ صاحب در کا میلان اس کے خلاف ہے، ایسی صورت میں بزازیہ کے کلام کی طرف لوٹا جائیگا اگر وہ در وہ ہو پھر کم ہو گیا ہو تو اس کے ساتھ وضو کرے نہ کہ اس میں کیونکہ وقوع کے زمانے کا اعتبار ہے اہ مگر اس کی ان کے کلام میں گنجائش نہیں، اور اس لئے "ش" نے لیس فیہ کا اضافہ کیا، تو جو ہم نے کہا وہ رائج ہے۔ (ت)

یؤل الی کلام البزازیة لوعشرا فی عشر ثم قل
توضاً به لافیه لا اعتبار اوان الوقوع^۱ اھ لکن
لامساغ له فی کلامه ولذا احتاج ش الی اضافة قید
لیس فیہ فترجح ما قلنا۔

اور کلام علامہ سید شامی سے مفہوم کہ سب پاک رہے گا۔

جبکہ فرمایا دوسرے مسئلہ میں اور وہ یہ ہے کہ جب کہ اس کا بالائی حصہ کم ہو اور نچلا زائد ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو جائز نہیں یہاں تک کہ وہ در وہ کو پہنچے تو جب اس مقدار کو پہنچے تو جائز ہے، اور ان کی عبارت یہ ہے اور گویا ان حضرات نے یہاں وقوع کی حالت کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ جو نچلے حصہ میں ہے وہ الگ حوض کے حکم میں ہے کیونکہ وہ پینائش کے اعتبار سے کثیر ہے، اور یہ کہ اگر اس میں ابتداءً نجاست گرتی تو مضر نہ ہوتی بخلاف پہلے مسئلہ کے تدبر اہ تو دونوں مسئلوں میں فرق ہے کہ اوپر والے کی نجاست جو قلیل ہے دونوں جزوں پر مشتمل نہیں اور اعلیٰ کثیر کی طہارت دونوں کو شامل ہے۔ (ت)
میں کہتا ہوں اولاً حالت وقوع کا اعتبار

حيث قال فی المسألة الاخری وهی ما اذا كان اعلاه
قلیلاً واسفله کثیراً فوق وقع فیہ نجس لم یجز حتی
یبلغ العشر فاذا بلغها جاز مانصه وکانهم لم
یعتبروا حالة الوقوع ههنا لان ما فی الاسفل فی حکم
حوض آخر بسبب کثرته مساحة وانه لو وقعت فیہ
النجاسة ابتداء لم تضره بخلاف المسألة الاولى
تدبر^۲ اھ ففرق بین المسألتین ان نجاسة الاعلی
القلیل لا تشمل الجزئین وطهارة الاعلی الکثیر
تشملهما۔

اقول اولاً: (۱) اعتبار حالة الوقوع

^۱ فتاویٰ بزازیہ علی حاشیہ الہندیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴

^۲ رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۳۱ھ

مذکور فی البدائع والتبیین والخانیة والخلصة والبزازیة والحلیة والغنیة والبحر وغیرہا من دون ثنیاً ولا حاجة الى استثناء هذه فان الاسفل لم یزل کثیراً فقد اعتبرت حالة الوقوع الا ان یقال ان الماء کان واحداً ظاهراً ووجهه حین الوقوع قليلاً وبه العبرة فكان ینبغی التنجس باعتبارہ لکن لم ینجسوه نظراً الى ان وجهه یصیر کثیراً حین بلوغ الماء الى الاسفل .

وثانیاً: (۱) لقائل ان یقول لم لا یقال فی تلك اعنی مسألتنا هذه ان مافی الاسفل فی حکم حوض اخر بسبب قلتہ مساحة وانه لو وقعت فیہ النجاسة ابتداء لضرته وقد یمکن الجواب بان الکثیر یمتدح القلیل فیعد الاسفل القلیل عمقاً لا علی الکثیر ومعلوم ان الوجه ان کان کثیراً لم یتنجس شیئاً من الماء لوجهه ولا عمقه ولا یشترط مع ذلك کثرة العمق الا ترى لوکان الحوض علی هذا الشكل



نصف دائرة وکان اب منه کثیراً لا یتنجس شیئاً منه وان کان مادونه قليلاً حتی لا یبقی علی ح الا نقطة بخلاف العکس فان القلیل لا یمتدح الکثیر فیعد حوضاً برأسه۔

بدائع، تبیین، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، حلیہ، غنیہ اور بحر وغیرہ میں بلا استثناء مذکور ہے اور اس میں استثناء کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نچلا تو کثیر تھا تو حالت وقوع کا اعتبار کیا گیا، ہاں اگر یہ کہا جائے کہ پانی بظاہر ایک تھا، اور اس کی سطح وقوع کے وقت کم تھی اور اسی کا اعتبار ہے تو مناسب یہی تھا کہ اسی کے اعتبار سے ناپاک ہو، لیکن علماء نے اس کو نجس قرار نہیں دیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی سطح کثیر ہو جائے گی جبکہ پانی نچلے حصہ کو پہنچے گا۔

اور ہانیگ کوئی کہنا والا کہہ سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نچلا حصہ ایک مستقل حوض کے حکم میں ہے کیونکہ اس کی پیمائش کم ہے اور یہ کہ اگر اس میں ابتداء کوئی نجاست گر جاتی تو ناپاک ہو جاتا اور اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کثیر قلیل کو اپنا تابع بنا لیتا ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ نچلا کم حصہ گویا اوپر کے کثیر حصہ کیلئے عُق ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اگر پانی کی سطح زائد ہوتی تو پانی قطعاً ناپاک نہ ہوتا نہ اُس کی سطح اور نہ اُس کی گہرائی، اور اس کے باوجود گہرائی کی کثرت شرط نہیں ہے، مثلاً یہ کہ اگر حوض کی شکل یہ



ہو یعنی آدھے دائرہ کی شکل اور اب اس میں کثیر ہے اس میں کچھ ناپاک نہ ہوگا اگرچہ اس سے کم قلیل ہے اور ح پر صرف ایک نقطہ رہے گا بخلاف عکس کے کیونکہ قلیل کو تابع نہیں بنا سکتا ہے تو یہ مستقل حوض شمار ہوگا۔ (ت)

یہ غایت عہ توجیہ ہے۔

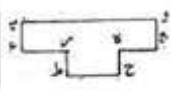
عنقریب ان کی طرف سے اس کا جواب ذکر کیا جائے گا۔ (ت)

عہ: وسیاتی الجواب عنہ ۱۲ منہ غفرلہ (مر)

واقول وبالله التوفیق نجاست اگر طافیہ ہے کہ حصہ زیریں تک پہنچی ہی نہیں جب تو ظاہر ہے کہ اس کی نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ اُس کا اتصال آب بالا سے ہے اور وہ بوجہ کثرت نجس نہ ہوا اور اگر اسبہ ہے کہ اسفل تک پہنچی خواہ مطلقاً جسے پتھر یا ابتداءً جیسے غرق شدہ جانور کہ نہ نشین ہو کر مرتا پھر اُترتا ہے یا انتہاءً جیسے وہ کپڑا کہ تیرتا رہے گا پھر پانی سے بوجھل ہو کر بیٹھ جائیگا تو اب دو صورتیں ہیں اُن کا بیان اِیہ کہ پانی کیلئے بلحاظ محل مثل حوض وغیرہ ایک توصفت ہے یعنی کثرت و قلت کہ مساحت محل کے سوا تھ یا کم ہونے سے حاصل ہوتی ہے دوسری صورت کہ جس فضا میں متمکن ہے اُس کی شکل سے پیدا ہوتی ہے یہ شکل کبھی واحد ہوتی ہے اگرچہ اس میں حصے فرض کر سکتے ہیں اگرچہ اُن حصص مفروضہ کا مساحت میں تفاوت اُن کے لئے منشاء انتزاع ہو جیسے اسی شکل نصف دائرہ میں کہ مثلاً خطء ہ تک کثیر اور



نیچے قلیل ہو تو دو حصے ممتاز ہو جائیں گے اب ہ کثیر اور ہ ح قلیل مگر حقیقتاً اب ح فضائے واحد ہے اور کبھی شکل خود ہی واقع میں متعدد ہوتی ہے جیسے حوض کے اندر حوض مثلاً اس شکل پر



کہ حصہ بالا اور زیریں ہ ط خود ہی ممتاز ہیں اس لحاظ سے حصص زیر و بالا کی چار قسمیں ہو گئیں ایک یہ کہ دونوں حصے صورتہً وصفتہً ہر طرح متحد ہوں جیسے دو گز گہرے مربع میں ایک گزا پر ایک گز نیچے، دوم صورتہً متحد ہوں اور صفتہً مختلف جیسے وہی نصف دائرہ کی شکل کہ فضا واحد ہے اور اہ کثیر اور ہ ح قلیل، سوم صفتہً متحد ہوں اور صورتہً مختلف جیسے اسی شکل اط میں جبکہ ہ ر بھی سوا تھ سے کم نہ ہو یا اب بھی دہ در دہ سے کم۔ چہارم صورتہً ہر طرح جدا ہوں جیسے یہی شکل جبکہ اب سوا تھ اور ہ ر کم ہو۔

قسم اول کا حکم تو ظاہر کہ وہ زیر و بالا شئی واحد ہے اگر نجس ہو گا سب نجس ہو گا پاک رہے گا سب پاک رہے گا۔

یو نہی قسم دوم کہ بلاشبہ وہ محل واحد ہے اگرچہ حصص انتزاعیہ کی مساحت مختلف ہے۔

یو نہی سوم کہ اگرچہ دو شے ہے مگر دونوں متحد الصفتہ ہیں اگر کثیر ہیں تو زیریں بھی ناپاک نہ ہوگا اگرچہ نجاست راسبہ ہو اور قلیل ہیں تو یہ بھی نجس ہو جائیگا اگرچہ نجاست طافیہ ہو کہ نجس سے اتصال نہ ہوا تو تنجس سے ہوا کہ حصہ بالا ناپاک ہو گیا۔

شکل چہارم وہی محل نظر ہے جبکہ نجاست راسبہ اس تک پہنچی اور نظر حاضر میں ظاہر یہی ہے کہ ناپاک ہو جائے کلام ائمہ سے معبود یہی ہے کہ جب صورت و صفت دونوں مختلف ہوں تو ان کو دو محل جداگانہ ٹھہراتے ہیں اور فقط اتصال قلیل بہ کثیر کو کافی نہیں جانتے۔

نہر کے (کنارے کنارے پانی لینے کیلئے تختہ بندی کرتے ہیں کہ اُن پر بیٹھ کر پانی لیں وضو کریں اس سے

خانے خانے ہو جاتے ہیں ہر خانہ مشرعہ کسلاتا ہے۔



پانی اگر تختوں سے بچا ہے جب تو محل کلام نہیں کہ تختوں سے پانی کا انقسام نہ ہوا لیکن اگر پانی تختوں سے ملا ہوا ہے تو ہر خانہ آب جداگانہ سمجھا جائیگا اور اگر ان کا طول و عرض دس دس ہاتھ نہیں تو جن کے نزدیک دونوں امتداد ہو نا شرط ہے اس میں نجاست پڑے تو جتنا پانی تختوں سے گھرا ہوا ہے ناپاک ہو جائیگا اور نہر کے پاک پانی سے اس کا متصل ہونا نفع نہ دے گا۔

یوں ہی ^(۱) اگر نہر یا بڑے تالاب کا پانی برف سے جم گیا اور ایک جگہ سے برف توڑ کر پانی کھول لیا اگر بہتا پانی اُس جگہ ہوئے سے متصل نہیں تو ظاہر کہ پانی شئی واحد رہا اور اگر متصل ہے اور یہ حصہ کہ کھولا گیا دس دس ہاتھ طول و عرض میں نہیں تو یہ ان کے نزدیک نجاست سے ناپاک ہو جائیگا اور اُس میں اعضاء ڈال کر وضو کرنے سے مستعمل ہو جائیگا اور بہتے پانی سے اُس کا اتصال فائدہ نہ دے گا ہاں ^(۲) باقی پانی بحال خود رہے گا مثلاً ایک مشرعہ میں نجاست پڑی یا کسی نے اعضاء بے وضو ڈال کر دھوئے تو صرف وہی مشرعہ ناپاک یا مستعمل ہو برابر کے دوسرے مشرعہ سے پینا وضو کرنا ہو سکتا ہے کہ وہ تو ہر ایک اُن کے نزدیک حوض جدا ہے یونہی برف سے ایک جگہ کھلا ہوا پانی نجس یا مستعمل ہو جائے تو اُس کے برابر دوسری جگہ سے کھول کر استعمال کر سکتا ہے یونہی اگر ^(۳) حوض کبیر سے کاٹ کر ایک حوض صغیر بنایا کہ اُس میں سے پانی اس میں آیا یہ نجاست یا اعضاء بے وضو ڈالنے سے اُن کے نزدیک نجس و مستعمل ہو جائیگا اور بڑے حوض سے پانی ملا ہونا کام نہ دے گا یہ گویا بعینہ وہی صورت چہارم ہے فرق صرف اتنا ہے کہ صورت مجبوسہ میں وہ حوض صغیر حوض کبیر کے نیچے ہے اور اس صورت میں اس کے برابر، پانی بہر حال ملا ہوا ہے، تو جس طرح صفت و صورت دونوں مختلف ہونے کے باعث اُن کے نزدیک برابر کا حوض صغیر حوض کبیر کا جُز نہ ٹھہرا بلکہ مستقل قرار پایا۔ یونہی نیچے کا۔ ان مسائل پر نصوص کتب مذہب میں دائر و سائر ہیں اگرچہ فقیر کے نزدیک ان کی بنا اشتراط امتدادین طول و عرض پر ہے اور صحیح و معتمد اعتبار محض مساحت ہے یہ خلافہ جداگانہ ہے یہاں غرض اس قدر کہ بحال خلاف صورت و صفت معاً قلیل کو تابع کثیر نہ مانا فتاویٰ امام اجل قاضی جان میں ہے:

حوض کبیر فیہ مشرعة توضع انسان فی المشرعة او اغتسل ان كان الماء متصلاً بالالواح بمنزلة التأبوت لایجوز فیہ الوضوء و اتصال ماء المشرعة بالماء الخارج منها لاینفع کحوض کبیر تشعب منه حوض	ایک بڑا حوض ہے جس میں سے ایک نالی نکلتی ہے اس میں کسی شخص نے وضو یا غسل کیا تو پانی اگر تختوں سے متصل ہے بمنزلہ تا بوت کے تو اس میں وضو جائز نہیں اور نالی کے پانی کا خارجی پانی سے متصل ہونا نافع نہ ہوگا جیسے بڑا حوض جس سے
--	--

صغیر فتوضاً انسان فی الحوض الصغیر لایجوز وان کان ماء الحوض الصغیر متصلاً بماء الحوض الكبير کذا لا یعتبر اتصال ماء المشرعة بماء تحتها من الماء اذا كانت اللواح مشدودة ¹ ۔	چھوٹا حوض نکالا گیا ہو پھر چھوٹے حوض سے کسی انسان نے وضو کیا تو یہ جائز نہیں اگرچہ چھوٹے حوض کا پانی بڑے حوض سے متصل ہو، اسی طرح نالی کے پانی کا نچلے پانی سے متصل ہونا معتبر نہیں جبکہ تختہ بندھے ہوئے ہوں۔ (ت)
---	--

فتح القدیر میں ہے:

لو جمد حوض کبیر فنقب فیہ انسان نقباً فتوضاً فیہ ان کان الماء متصلاً بباطن النقب لایجوز و الاجاز و کذا الحوض الكبير اذا کان له مشارع فتوضاً فی مشرعة او اغتسل والماء متصل بالواح المشرعة ولا یضطرب لایجوز وان کان اسفل منها جازلانه فی الاول کالحوض الصغیر فیغترف یتوضؤ منه لافیه وفي الثانی حوض کبیر مسقف ² ۔	اگر بڑا حوض منجمد ہو جائے اور اس میں کوئی شخص سوراخ کر دے اور اس میں وضو کرے تو اگر پانی سوراخ کے اندر و نیچے سے متصل ہو تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور اسی طرح بڑے حوض میں جب نالیاں ہوں اور وہ کسی ایک نالی سے وضو کرے یا غسل کرے حالانکہ پانی تختوں سے متصل ہو اور اس میں حرکت وارتعاش پیدا نہ ہو تو جائز نہیں اور اگر تختوں سے نیچے ہو تو جائز ہے کیونکہ وہ پہلی صورت میں چھوٹے حوض کی طرح ہے تو چلو بھر کر اس سے وضو کرے نہ کہ اس میں، اور دوسری صورت میں بڑا حوض چھت والا ہے۔ (ت)
--	--

در مختار میں ہے:

جمد ماء وہ فنقب ان الماء منفصلاً عن الجمد جازلانه کالمسقف وان متصلاً لالانه کالقصة حتی لو ولغ فیہ کلب تنجس ³ ۔	اگر اس کا پانی جم جائے اور کوئی اس میں سوراخ کیا تو اگر پانی برف سے جدا ہو تو جائز ہے کیونکہ وہ چھت والے حوض کی طرح ہے اور اگر پانی متصل ہو تو جائز نہیں کیونکہ وہ بڑے پیالہ کی طرح ہوگا کہ اگر اس میں کتا منہ ڈال دے تو ناپاک ہو جائیگا۔ (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے:

¹ فتاویٰ قاضی خان فصل فی الماء الرکد نوکسور لکھنؤ ۴/۱

² فتح القدیر بحث الغدیر العظیم نوریہ رضویہ کھڑ ۱/۱

³ الدر المختار باب المیاء مجتبیٰ دہلی ۳۶/۱

ای موضع الثقب دون المتسفل فلو ثقب فی موضع اخر واخذ الباء منه وتوضاً جاز کما فی التاتر خانیة ¹	یعنی سوراخ کی جگہ نہ کہ نچلا حصہ تو اگر کسی اور جگہ سوراخ کیا اور اُس سے پانی لیا اور وضو کیا تو جائز ہے جیسا کہ تاتر خانیہ میں ہے۔ (ت)
--	---

غنیہ کی عبارت مذکورہ مسئلہ اولیٰ نے اسی معنی کی طرف اشارہ فرمایا جو فقیر کے بیان میں آیا،

حيث قال اذا كان الباء تحت الجمد منفصلاً عنه يجوز لانه عشر في عشر ولم تنفصل بقعة منه عن سائرهما كما في الصورة الاولى ² ۔	وہ فرماتے ہیں کہ جب پانی برف کے نیچے ہو اور اس سے جدا ہو تو جائز ہے اس لئے کہ وہ درہ درہ ہے اور اس کا کوئی بقعہ دوسرے سے الگ نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے۔ (ت)
--	---

ہاں^(۱) تالابوں نہروں میں چھوٹے چھوٹے کنج گونجے جا بجا ہوتے ہیں اُن میں ہر ایک کو مستقل ماننے میں حرج اور خلاف متقاہم عرف ہے لہذا اُس کی تقدیر ڈھائی ہاتھ چوڑے سے کی ہے کہ دس ہاتھ کی چہارم ہے اور ربع کیلئے حکم کل دیا جاتا ہے جیسے نجاست خفیفہ میں کہ بدن یا کپڑے پر لگے، خلاصہ میں فرمایا:

النهر الذي هو متصل بالحوض فكان اذا امتلاء الحوض يدخل الباء النهر فتوضاً انسان فيه ان كان النهر قدر ذراعين ونصف لا يجوز ولا يجعل تبعاً للحوض وان كان اقل يجوز ويجعل تبعاً للحوض وقيل لا يجوز ولا يجعل تبعاً للحوض وان كان قدر ذراع ³ ۔	وہ نہر جو حوض سے متصل ہو، اور جب حوض بھر جائے تو پانی نہر میں چلا جاتا ہو اب اگر اس نہر سے کوئی انسان وضو کرے تو اگر نہر ڈھائی ہاتھ ہے تو وضو جائز نہیں اور اس کو حوض کے تابع نہیں کیا جائیگا، اور اگر کم ہے تو جائز ہے اور اس کو حوض کے تابع سمجھا جائیگا ایک اور قول ہے کہ جائز نہیں اور اس کو حوض کے تابع نہیں سمجھا جائیگا۔ اگرچہ ایک ہاتھ کی مقدار ہو۔ (ت)
--	---

وجیز امام کردری میں ہے:

النهر المتصل بالحوض الكبير الممتلئ ان كان عه	وہ نہر جو بڑے بھرے حوض سے متصل ہو اگر ڈھائی ہاتھ
عه وقع في نسخة الطبع ان كان الحوض وهو خطأ	مطبوع نسخہ میں ان کا الحوض کا لفظ واقع ہے یہ درست نہیں ہے
اه منه غفر له۔ (م)	اھ (ت)

¹ ردالمحتار باب المياہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۳۱ھ

² غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فی البیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۰

³ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فی البیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۰

قدر ذراعین ونصف لایکون تبعالہ لان الربع یحکی حکایۃ الککل فلا یتوضؤ منہ وان اقل منہ فتبع وقیل لیس بتبع وان قدر ذراع ¹ ہو۔ (ت)	ہو تو حوض کے تابع نہیں کیونکہ چوتھا کل کے قائم مقام ہوتا ہے تو اس سے وضو درست نہ ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو تابع ہے اور ایک قول ہے کہ تابع نہیں خواہ ایک ہاتھ
--	--

اقول: یوں ہی تالابوں نہروں کی تہ میں گرڑھے بھی ہوتے ہیں ہر گرڑھے کو مستقل قرار دینے میں حرج و مخالفت عرف ہے
لذا ارشاد مذکور کی بنا پر اس کی تقدیر بھی پچیس ہاتھ مساحت سے چاہئے لان الربع یحکی حکایۃ الککل (کیونکہ چوتھا
کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (ت) یہاں اس تعلیل کا جواب بھی کھل گیا کہ اکثر یستتبع القلیل (کثیر قلیل کو تابع
بناتا ہے۔ (ت) اس تقدیر پر حکم یہ ہونا چاہئے کہ صورت مسئلہ میں اگر نجاست طافیہ ہے کہ حصہ زیریں تک نہ پہنچی یا حصہ
زیریں حصہ بالا کے ساتھ دو مختلف محل نہیں جیسے نصف دائرہ میں یا مختلف تو ہے مگر پچیس ہاتھ مساحت سے کم ہے تو ان
سب صورتوں میں نجاست پڑنے سے کوئی حصہ نجس نہ ہوگا اور یہی محمل کلام علامہ شامی کا ہے اور اگر نجاست راسبہ ہے کہ
حصہ زیریں تک پہنچی اور اسفل اعلیٰ سے مختلف الشكل ہے اور سو ہاتھ مساحت سے کم مگر پچیس ہاتھ سے کم نہیں تو اوپر کا حصہ
بوجہ کثرت پاک رہے گا اور یہ حصہ زیریں بوجہ حوض مستقل قلیل ہونے کے ناپاک ہو جائیگا اور یہی محمل کلام علامہ طحاوی
کا ہے یہ ہے وہ جو فقیر کے لئے ظاہر ہوا اور محل محتاج تحریر و تنقیح اور جزم بالحکم دست نگر تصریح ہے،

والعلم بالحق عند ربی ان ربی بکل شیئی علیم امامافی الحلیۃ تحت قول المنیۃ المارفی صدر هذا الجواب الرابع حیث قال وهذا محکی فی البدائع عن ابی القاسم الصفار رحمہ اللہ تعالیٰ غیر ان فرض المسألة فیہافی الحوض الكبير وقعت فیہ النجاسة ثم قل ماءه حتی صار یخلص بعضه الی بعض وقعت فیہ نجاسة ثم عاوده الماء حتی امتلا ولم یخرج منہ شیئی ² اھ۔	اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے، بیشک میرا رب ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور حلیہ میں منیہ کے قول کے تحت جو اس چوتھے جواب کے شروع میں گزرا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ قول بدائع میں ابو القاسم صفار سے منقول ہے مگر اس میں جو مسئلہ فرض کیا گیا ہے وہ بڑے حوض میں ہے جس میں نجاست گر گئی ہو پھر اس کا پانی اتنا کم ہو گیا کہ اس کا پانی ایک دوسرے سے متصل ہو گیا پھر اس میں نجاست گر گئی اور پھر اس کا پانی زائد ہو گیا یہاں تک
---	---

¹ بزازیہ علی الہندیہ نوع فی البیاض نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۴

² حلیہ

فأقول اولاً ليس هذا مسوقاً في البدائع سياقاً واحداً في تصوير واحد حتى يقال ان الماء الواقع فيه النجاسة حين امتلاءه وكثرة مساحته بعد ما فرغ اعلاه وبلغ السافل القليل احتيج في تنجيسه الى وقوع النجاسة مرة اخرى فافادان السافل القليل لا ينجس تبعاً للعالي الكثير وهو باطلاً يشمل ما اذا كان السافل مختلف الصورة بل كل منهما فرع عليحدة ذكرهما في البدائع على التعاقب عن امامين فالاولى لا تؤخذ في الاخرى وهذا نصه لو تنجس الحوض الصغير بوقوع النجاسة ثم بسط ماءه حتى صار لا يخلص بعضه الى بعض فهو نجس لان المبسوط هو الماء النجس وقيل في الحوض الكبير وقعت فيه النجاسة ثم قل ماءه حتى صار يخلص بعضه الى بعض انه طاهر لان المجتمع هو الماء الطاهر هكذا ذكره ابو بكر الاسكاف رحمه الله تعالى واعتبر حالة الوقوع ولو وقع في هذا القليل نجاسة ثم عاوده الماء حتى امتلاء الحوض ولم يخرج منه شيئ قال ابو القاسم الصفار رحمه الله تعالى لا يجوز التوضؤ به لانه كلما دخل الماء فيه صار نجساً¹ اهـ وذلك ان لا اعتبار حالة الوقوع

کہ حوض بھر گیا اور اس سے کچھ باہر نہ نکلا۔ (ت) تو میں کہتا ہوں اولاً، یہ چیز بدائع میں صرف ایک ہی انداز میں مذکور نہیں، لہذا یہ کہنا کہ جب کثیر پانی کے بھرے ہونے کی صورت میں نجاست گر جائے اور اس کا بالائی حصہ خالی ہو کر نیچے قلیل تک آجائے تو اسی وقت ناپاک ہوگا جب اُس میں دوبارہ نجاست گرے، تو انہوں نے یہ بتایا کہ نچلا قلیل حصہ اوپر والے حصہ کی متابعت میں ناپاک نہ ہوگا، یہ اطلاق اس کو بھی شامل ہے جبکہ نچلے کی صورت مختلف ہو، بلکہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ فرع ہے، اس کو بدائع میں یکے بعد دیگرے ذکر کیا ہے، اور دونوں اماموں کی طرف منسوب کیا ہے تو ایک صورت کو دوسری میں نہیں لیا جائیگا ان کی عبارت اس طرح ہے، یا چھوٹا حوض جو نجاست کے گر جانے سے ناپاک ہو گیا ہو، پھر اُس کا پانی اتنا پھیل گیا کہ اس کا بعض حصہ دوسرے بعض تک پہنچنے سے قاصر ہو گیا تو یہ نجس ہے کیونکہ مبسوط نجس پانی ہی ہے، اور وہ بڑا حوض جس میں نجاست گر گئی پھر اس کا پانی اتنا کم ہو گیا کہ اس کا بعض حصہ دوسرے بعض تک پہنچنے لگا تو یہ پاک ہے کیونکہ جو اکٹھا ہے وہ پاک پانی ہے اسی طرح اس کو ابو بکر الاسکاف نے ذکر کیا اور حالت وقوع کا اعتبار کیا، اور اگر اس کم میں نجاست گری پھر اس میں پانی واپس آ گیا یہاں تک کہ حوض بھر گیا اور اس میں سے کچھ باہر

¹ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

کیونکہ وقوع کی حالت کے دو اعتبار ہیں پہلا تو یہ کہ پانی کی پیمائش میں تغیر آجائے اور اس کی ذات بحال رہے جیسی کہ تھی نہ کی ہو اور نہ زیادتی مثلاً یہ کہ پانی بڑے حوض میں پھیلا ہوا ہو اور اس میں ایک سوراخ ہو جو کنویں تک جاتا ہو اور یہ سوراخ بند ہو، کنویں کا قطر مثلاً دو ہاتھ ہو اب حوض میں نجاست گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا کہ یہ وہ درہ ہے پھر نجاست نکال لی جائے اور سوراخ کھول دیا جائے اور وہ پانی کنویں کی طرف منتقل ہو جائے اور دو ذراع کے قطر میں پہنچ جائے تو نجس نہ ہوگا، کیوں کہ یہاں اعتبار گرنے کے وقت کا ہے اور اس وقت اس کی پیمائش زیادہ تھی اگرچہ اب کم ہو گئی ہے اور اگر پانی کنویں میں ہو اور اس میں نجاست گر جائے پھر کنویں کا تمام پانی نکال کر ایک حوض میں جمع کر لیا جائے حتیٰ کہ وہ پھیل جائے اور پانی وہ درہ ہو جائے تو پانی پاک نہ ہوگا کیونکہ نجاست کے واقع ہونے کے وقت کا اعتبار ہے اور اس وقت پیمائش کم تھی اگرچہ اب کثیر ہو گئی ہے یہ بزاز یہ میں ہے اور اگر وہ درہ سے کم ہو لیکن گہرا ہو اور اس میں کوئی بہنے والی چیز گر گئی اور پھیل گئی یہاں تک کہ زیادہ ہو گئی تو اس سے وضو نہ کیا جائیگا اور اگر وہ درہ ہو اور پھر کم ہو جائے تو اس سے وضو کرے گا نہ کہ اس میں، یہاں بھی گرنے کے وقت کا اعتبار ہے اھ اور خانیہ میں ہے کہ پاک پانی اگر کسی ایسی جگہ میں ہے جو وہ درہ ہو اور اس میں نجاست گر جائے پھر وہ پانی ایسی جگہ جمع ہو جائے جو وہ درہ سے کم ہو تو وہ پانی پاک ہے اور اگر پانی تنگ جگہ میں ہو جو وہ درہ سے کم ہے اس میں نجاست گر جائے پھر وہ پھیل کر وہ درہ ہو جائے تو پانی ناپاک ہے اور اعتبار اس میں نجاست

محلین الاول تغیر مساحة الماء مع بقائه في ذاته كما كان بلا نقص ولا (۱) زيادة كأن يكون الماء منبسطة في حوض كبير وفيه منفذ مسدود دونه بئر مثلاً قطر هاذراعاً وقعت في الحوض نجاسة فلم يتنجس الماء لانه عشر في عشر ثم اخرجت النجاسة وفتح المخرج حتى انتقل ذلك الماء الى البئر فصار في قطر ذراعين لم يعد نجسا لان العبرة لحين الوقوع وهو اذ ذاك كان كثير المساحة وان صار الآن قليلاً (۲) وان كان الماء في البئر وقعت فيها نجاسة فنزع كلها وجعل الماء في الحوض حتى انبسط وصار عشراً في عشر لم يطهر اعتباراً بحال الوقوع حيث كان عندئذٍ قليل المساحة وان صار الآن كثيراً وهذا ما في البزازية لو كان دون عشر في عشر لكنه عميق وقع فيه مائع وانبسط حتى عد كثيراً لا يتوضؤ منه ولو عشر في عشر ثم قل توضأ به لافيه لا اعتبار اوان الوقوع^۱ اھ وفي الخانية الماء الطاهر اذا كان في موضع هو عشر في عشر

^۱ فتاویٰ بزازیہ نوع فی الیاض نورانی مکتب خانہ پشاور ۵/۴

ووقعت فيه نجاسة ثم انبسط ذلك الماء وصار
عشراً في عشر كان نجسا والعبرة في هذا الوقت وقوع
النجاسة^١ اهـ ومثله في الخلاصة، وفي الدرر عن
التتارخانية عن الظهيرية وفي غيرها والثاني تغير
مساحته لزيادة فيه او نقصه كان يكون في غدير
بطنه اكثر انحدارا من حافته كما وصفنا من
نصف الدائرة اعلاه عشر في عشر ثم لم يزل يقل
فاذا كان ممثلاً كان كثيراً لا يقبل النجاسة
فاذا (١) وقعت واخرجت وقل الماء بالاستعمال
او بحر الصيف حتى يبس في الاطراف وبقي في بطنه
اقل من عشر في عشر كما هو مشاهد في كثير من
الغدران لم يعد نجسا لانه كان حين وقعت كثيراً
وان (٢) جف مأوّه وبقي في وسطه قليلاً وعند ذلك
وقع فيه نجس ثم دخله الماء حتى امتلأ وصار
كثيراً غير انه لم يفيض من جوانبه كي يطهر
بالجريان فانه يبقى كما كان نجسا لما مر وهذا ما في
المنية كما تقدم، وفي الخانية حوض اعلاه عشر في
عشر واسفله اقل منه جاز فيه الوضوء يعتبر فيه
وجه الماء فان قل مأوّه وانتهى الى موضع هو اقل
من عشر لا يجوز فيه الوضوء^٢

کے گرنے کے وقت کا ہے اھ اور اسی قسم کا کلام خلاصہ میں ہے،
اور دُر میں تتارخانیہ سے ظہیریہ وغیرہ سے منقول ہے اور دوسرا
یہ کہ پانی کی پیمائش میں تغیر آجائے اس میں کمی یا زیادتی کے
باعث مثلاً یہ کہ اُس کے گڑھے میں پانی کا بہاؤ بہ نسبت کناروں
کے زائد ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا، یعنی دائرہ کا نصف جس کا بالائی
حصہ دہ در دہ ہو پھر برابر کم ہوتا گیا، اور جب بھرا ہوا ہو تو زائد ہوگا
نجاست کو قبول نہ کریگا اور جب نجاست گر جائے اور نکال لی
جائے اور پانی استعمال کی وجہ سے کم ہو جائے یا گرمی کے باعث
اُس کے کنارے خشک ہو جائیں اور اس کے گڑھے میں دہ در دہ
سے کم رہ گیا ہو جیسا کہ بہت سے گڑھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے تو
وہ نجس نہ ہوگا کیونکہ جب نجاست اُس میں گرمی تھی تو وہ زائد تھا
اگر حوض کا پانی خشک ہو جائے حتیٰ کہ اس وسط میں تھوڑا سا پانی
باقی رہے اور اس وقت نجاست گر جائے پھر پانی داخل ہو حتیٰ کہ
وہ بھر جائے اور پانی کثیر ہو گیا مگر پانی اس کے کناروں سے نکلا
نہیں ورنہ وہ پانی کے بہاؤ سے پاک ہو جاتا اب وہ حسب سابق نجس
ہی رہے گا اس کی دلیل گزری اور یہ منیہ میں ہے جیسا اور خانہ
میں ہے کہ ایک حوض جس کا بالائی حصہ دہ در دہ ہے اور نچلا اس
سے کم ہے، اس سے وضو جائز ہے، اور اس میں پانی کی سطح کا
اعتبار ہوگا، اور اگر اس کا پانی کم ہو اور وہ ایسی جگہ پہنچ جائے جو دہ
در دہ سے کم تر ہو تو اس میں وضو جائز نہیں، محقق نے فتح میں
فرمایا کہ کوئی نجاست دہ در دہ حوض میں گرمی اور پھر پانی کم ہو گیا
تو وہ طاهر ہے اور جب

^١ فتاویٰ قاضی خان فصل في الماء الراكد نوكتشور لكهؤ ١١

^٢ فتاویٰ قاضی خان فصل في الماء الراكد نوكتشور لكهؤ ١١

چھوٹا حوض ناپاک ہو گیا اور پھر اس میں پانی بھر گیا اور اُس سے کچھ باہر نہ نکلا تو وہ حوض اس نجاست سے ناپاک ہو گا اور غنیہ میں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ پانی جب کئی حالت میں ناپاک ہو گیا تو کثرت کی حالت میں پاک نہ ہو گا، اور اگر اتصال نجاست کے وقت زائد تھا تو نجاست سے نجس نہ ہو گا اور اگر نجاست کے گر جانے کے بعد کم ہوا تو معتبر اس میں پانی کی قلت و کثرت ہے جبکہ اس میں نجاست گری تھی خواہ نجاست پانی پر وارد ہوئی ہو یا پانی نجاست پر وارد ہوا ہو یہی مختار ہے اھ،

تبيين میں اسی کو بہت مختصر عبارت سے بیان کیا ہے فرمایا، اعتبار وقوع کی حالت کا ہے تو اگر اس کے بعد کم ہوا تو ناپاک نہ ہو گا اور اگر برعکس ہے تو پاک نہ ہو گا اھ امام ملک العلماء رحمہ اللہ نے پہلی فصل امام ابو بکر الاسکاف سے نقل کی اس کے قول ثم بسط ماءہ اور ان کا قول مبسوط وہ نجس پانی ہے اور ان کا قول مجتمع وہ پاک پانی ہے، کی طرف غور کریں تو ان کا قول قل یعنی پیمائش کے اعتبار سے نہ کہ مقدار کے اعتبار سے جس کو وہ مجتمع سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسری فصل کو "ولو وقع فی هذا القلیل" سے ذکر کیا یہ امام ابو القاسم الصفار سے منقول ہے، اور اس لئے

قال المحقق فی الفتح سقطت نجاسة فی عشر فی عشر ثم صار اقل فهو طاهر واذا تنجس حوض صغير فدخل ماء حتى امتلأ ولم يخرج منه شيء فهو نجس¹ اھ وفي الغنية الحاصل ان الماء اذا تنجس حال قلته لا يعود طاهرا بالكثرة وان كان كثيرا قبل اتصاله بالنجاسة لا يتنجس بها ولو نقص بعد سقوطها فيه حتى صار قليلا فالمعتبر قلته وكثرته وقت اتصاله بالنجاسة سواء وردت عليه او ورد عليها هذا هو المختار² اھ وبينه في التبيين بأوجز لفظ فقال (ا) العبرة بحالة الوقوع فان نقص بعده لا يتنجس وعلى العكس لا يطهر³ اھ فالامام ملك العلماء رحمه الله تعالى ذكر الفصل الاول عن الامام ابی بكر الاسكاف الاترى الى قوله ثم بسط ماءه وقوله المبسوط هو الماء النجس وقوله المجتمع هو الماء الطاهر فقوله قل اي مساحة لا قدر ا يقطع به تعبيرة بالمجتمع وذكر الفصل الثاني من قوله ولو وقع في هذا القليل عن الامام

میں کہتا ہوں قبل کی بجائے لفظ حین کا استعمال بہتر ہے اھ (ت)

عہ: اقول: الاولى حین کما لا یخفی اھ منہ غفرلہ

-(م)

¹ فتح القدیر بحث الغدیر العظیم نور یہ رضویہ کھر ۱/۱۱۱

² غنیة المستملی شرح نية المصلی فصل فی احکام الحيض سهیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

³ تبیین الحقائق بحث عشر فی عشر بلاق مصر ۲۲/۱

<p>فرمایا اس میں پانی لوٹا یہاں تک کہ حوض بھر گیا اور ابو بکر کا مقالہ ابو القاسم کے مقالہ میں ماخوذ نہیں ہے اگرچہ هذا القلیل میں هذا کی زیادتی ہے اور اسی طرح ان کے قول ثم عاوده اور ان کے قول حتی امتناً سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ بڑے حوض کا حال ہے جس کا پانی گھٹ گیا ہے اور کم جگہ میں رہ گیا اور اس کا ذکر شروع میں نہیں ہے، کیونکہ ناقص کو مجتمع نہیں کہا جاتا ہے تو اشارہ بے موقع ہے، اور ثانیاً اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو اس میں شک نہیں کہ ان کا کلام چار صورتوں میں سے دوسری صورت میں ہے، میری مراد یہ ہے جب صفت میں اختلاف اور صورت میں اتحاد ہو، یہ چوتھی صورت نہیں ہے جس میں ہماری گفتگو ہے، جس کی تعلیل قطعی یہ ہے، جب بھی پانی داخل ہوگا تو نجس ہو جائیگا پھر ساتھ ہی یہ قید بھی لگاتے ہیں کہ اس سے کوئی چیز نکلی نہ ہو جیسا کہ آپ ان شاء اللہ تعالیٰ پہچان لیں گے۔ (ت)</p>	<p>ابی القاسم الصفار ولذا قال ع عاوده الماء حتی امتلاً وليست مقالة ابی بكر مأخوذة في مقالة ابی القاسم رحمهما الله تعالى وان كان يوهبه زيادة هذا في هذا القليل وكذا قوله ثم عاوده وقوله حتی امتلاً فان هذا شأن حوض كبير نقص مأوه فبقی فی موضع قليل ولم يمر لهذا ذكر سابقاً لان الناقص لا يقال له المجتمع (۱) فالإشارة وقعت غير موقعه وثانياً على تسليبه فلاشك ان كلامه في الصورة الثانية من الصور الأربع اعني الاختلاف صفة مع الاتحاد صورة دون الرابعة التي فيها كلامنا يقطع به تعليله كلما دخل الماء صار نجسا مع قوله ولم يخرج منه شيء كما ستعرفه ان شاء الله تعالى والله تعالى اعلم</p>
---	--

سوال ۵۳ پنجم :

اسی صورت میں پانی حصہ زیریں قلیل میں تھا اور اس وقت نجاست پڑی اور اُسے نکال کر یا بے نکالے بھر دیا گیا یا بارش و سیل سے بھر گیا کہ آب کثیر ہو گیا تو اب بھی اوپر کا حصہ پاک ہے یا نہیں اور حصہ زیریں کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب :

یہاں اکثر کتب میں منقول تو اس قدر ہے کہ اگر بھر کر اُبل گیا کہ کچھ پانی باہر نکل گیا جب تو پاک ہو گیا کہ جاری ہو لیا عہ فافاد زیادة القدر دون المساحة فقط اه منه غفرله۔ (م)

اس نے مقدار کی زیادتی کا فائدہ دیا ہے صرف پیمائش کا نہیں

اه۔ (ت)

ورنہ اوپر کا حصہ بھی ناپاک ہے اگرچہ مساحت کثیر میں ہے کہ نیچے کا حصہ جبکہ ناپاک تھا تو اس میں جتنا پانی ملتا گیا ناپاک ہوتا گیا اگر بھر کر اُبل جاتا سب پاک ہو جاتا مگر ایسا نہ ہوا تو ناپاک ہی رہا کہ ناپاک پانی کثرت مساحت سے پاک نہیں ہو سکتا اور بعض نے کہا پاک ہو جائیگا اور اس کی وجہ ظاہر نہیں بدائع سے امام ابو القاسم صفار کا قول گزرا نیز عبارت منیہ فان امتلاء صار نجسا ایضا ای کان (اگر حوض بھر جائے تو وہ نجس ہوگا جیسا کہ وہ تھا۔ ت) اُسی میں اس کے بعد ہے وقیل لایصیر نجسا^۱ (اور بعض نے کہا کہ نجس نہیں ہوگا۔ ت) حلیہ میں ہے ووجہ غیہ ظاہر^۲ (اور اس کی وجہ معلوم نہیں۔ ت) غنیہ میں اتنا فرمایا والاول اصح^۳ (اور پہلا زیادہ صحیح ہے۔ ت)

اقول: وبالله التوفیق خیال فقیر میں یہاں احاث جلیلہ ہیں جن کو بقدر مساعدت ووقت چند تاصیلات و تفریعات میں ظاہر کرے واللہ المعین وبہ استعین۔

اصل ۱: ہر مانع یعنی بہتی چیز کہ ناپاک ہو جائے پانی یا اپنی جنس ظاہر کے ساتھ بہنے سے پاک ہو جاتی ہے وقد حققہ فی رد المحتار بلامزید علیہ (اور اس کی تحقیق رد المحتار میں بطریق اتم کی ہے۔ ت)

اصل ۲: آب کثیر کے حکم جاری ہونے میں جس طرح طول عرض یا مساحت یا ایک مقدار عمق بھی ضرور ہے جاری ہونے کیلئے ان میں سے کچھ شرط نہیں مینھ کا پانی جب تک بہہ رہا ہے جاری ہے اگرچہ گرہ بھر کے پر نالہ سے آ رہا ہو کما نصوا علیہ فی ماء السطح (جیسا کہ سطح کے پانی میں فقہاء نے نص کی ہے۔ ت) ولذا یہ حکم ہر برتن کو شامل ہے مثلاً کٹورے یا تھالی میں ناپاک پانی ہو پانی اس پر ڈالے یہاں تک کہ بھر کر اُبلنے لگے پانی اور برتن سب پاک ہو جائیں گے امام ملک العلماء نے بدائع آخر فصل ما یقع بہ التطہیر میں فرمایا:

الحوض الصغیر اذا تنجس قال الفقیہ ابو جعفر الہندوانی رحمہ اللہ تعالیٰ اذا دخل فیہ الباء الطاہر وخرج بعضہ یحکم بطہارتہ بعد ان لاتستبین فیہ النجاسة لانه صار جاریاً وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث وعلیٰ ہذا حوض الحمام والاوانی اذا تنجس ^۴ ۔	چھوٹا حوض جب ناپاک ہو جائے، فقیہ ابو جعفر الہندوانی نے فرمایا جب اس قسم کے حوض میں پاک پانی داخل ہو جائے اور اس میں سے کچھ حصہ نکل جائے تو اس کے پاک ہونے کا حکم دیا جائیگا بشرطیکہ اس میں نجاست ظاہر نہ ہو کیونکہ وہ جاری ہو جائیگا، اور یہی فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور اس پر حتمام کا
---	---

^۱ منیۃ المصلیٰ فصل فی الحيض مکتبہ قادریہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۲

^۲ حلیہ

^۳ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلیٰ فصل فی احکام الحيض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

^۴ بدائع الصنائع آخر فصل ملق بہ التطہیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۷۱

حوض یا برتن قیاس کیا جائے، یعنی نجس ہونے کی صورت میں۔ (ت) (۴)
اصل ۳: اس جریان کے تین رکن ہیں:

۱۔ دخول ۲۔ خروج ۳۔ معیت

یعنی مثلاً پانی ایک طرف سے داخل ہو اور دوسری طرف سے کچھ حصہ خارج ہو اور وہ نکلنا اُسی داخل ہونے کی حالت میں ہو اگرچہ ابتدائے دخول میں نہ ہو۔

(۱) لوٹے میں ناپاک پانی ہے اُس پر پاک پانی نہ ڈالیے۔ ٹوٹی سے وہی ناپاک پانی نکال دیجئے تو صرف خروج بلا دخول ہوا یا (۲) آدھے لوٹے میں ناپاک پانی ہے پاک پانی سے بھر دیجئے کہ کچھ نکلے نہیں تو محض دخول بلا خروج ہوا یا پاک (۳) پانی بھرنے کے بعد جھکا کر ٹوٹی سے کچھ نکال دیجئے تو خروج بحال دخول نہ ہوا۔ ان تینوں صورتوں میں طہارت نہ ہوگی بلکہ پاک (۴) پانی ڈالتے رہیے یہاں تک کہ بھر کر اُبلنا شروع ہو اُس وقت پاک ہوگا کہ ایک وقت وہ آیا کہ خروج و دخول کی معیت ہو گئی اگرچہ برتن بھرنے تک صرف دخول بلا خروج تھا۔ تبیین وفتح میں ہے:

ولو تنجس الحوض الصغير بوقوع نجاسة فيه ثم دخل فيه ماء آخر و خرج الماء منه طهر وان قل اذا كان الخروج حال دخول الماء فيه لانه بمنزلة الجارى ^۱	اور اگر چھوٹے حوض میں نجاست گر گئی اور وہ نجس ہو گیا پھر اس میں اور پانی داخل ہو گیا اور نکل گیا تو حوض پاک ہو جائیگا خواہ کم ہی ہو جبکہ پانی داخل ہوتے ہی نکل گیا ہو کیونکہ وہ بمنزلہ جاری کے ہے۔ (ت)
---	--

بحر میں اسی کی مثل لکھ کر فرمایا:

صححه في المحيط وغيره وقال السراج الهندي وكذا البئر واعلم ان عبارة كثير منهم تفيد ان الحكم اذا كان الخروج حالة الدخول وهو كذلك فيما يظهر لانه ح يكون في المعنى جارياً لكن اياك وطن انه لو كان الحوض غير ملان فلم يخرج منه شيئ في اول الامر لايكون طاهراً اذ (۲) غايته انه عند امتلائه قبل خروج الماء	محیط وغیرہ میں اس کو صحیح قرار دیا اور سراج ہندی نے فرمایا اور اسی طرح کنوئیں کا حال ہے اور جاننا چاہئے کہ اکثر علماء کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے جبکہ پانی داخل ہوتے ہی نکل جائے تو حکم بظاہر ایسا ہی ہے کیونکہ یہ جاری کے حکم میں ہے لیکن آپ یہ گمان نہ کریں کہ اگر حوض بھرا ہوا نہ ہو اور اس میں سے ابتداءً کچھ نہ نکلے تو وہ پاک نہ ہوگا کیونکہ حوض بھرنے تک نکلنے سے پہلے ناپاک ہو جائیگا پھر وہ اتنی مقدار کے نکلنے کے بعد پاک ہو جائیگا جس سے طہارت
---	--

^۱ تبیین الحقائق بحث عشر فی العشر بولاق مصر ۲۲/۱-۲۳

<p>منہ نجس فیطہر بخروج القدر المتعلق به الطهارة اذا اتصل به الماء الجاري الطهور كما لو كان مبتلئاً ابتداء ماء نجسا ثم خرج منه ذلك القدر لاتصال الماء الجاري به كذا في شرح المنية¹ اھ۔ یرید حلیۃ الامام ابن امیر الحاج۔</p>	<p>متعلق ہو جبکہ اس کے ساتھ طاہر اور طہور پانی متصل ہو جو جاری ہو جیسا کہ ابتداءً بھرا ہونے کی صورت میں تھا، یعنی اس میں نجس پانی تھا پھر اس میں سے اتنی مقدار نکل گئی کیونکہ اس کے ساتھ جاری پانی متصل ہوا، کذا فی شرح المنیۃ اھ۔ اس سے ان کی مراد ابن امیر الحاج کی حلیہ ہے۔ (ت)</p>
---	--

ہاں علماء نے مواضع ضرورت میں اخراج کو بھی خروج رکھا ہے جیسے (۱) حمام کا حوض کہ اُس میں کسی نے ناپاک ہاتھ ڈال دیا اگر لوگ اُس میں سے پانی لے رہے ہیں مگر نل سے پانی اس میں نہیں آتا یا نل سے پانی آ رہا ہے مگر لوگ اس میں سے پانی نکال نہیں رہے تو ناپاک ہو جائیگا کہ خروج یا دخول ایک پایا گیا اور اگر اُدھر نل سے پانی آ رہا ہے اور اُدھر لوگوں کا اُس میں سے لینا برابر جاری ہے کہ پانی کی جنبش ساکن نہیں ہونے پاتی تو جاری کے حکم میں ہے ناپاک نہ ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے، ہندیہ میں ہے:

<p>حوض الحمام طاهر فان ادخل رجل يده في الحوض وعليها نجاسة ان كان الماء ساكناً لا يدخل فيه شيء من انبوبة ولا يغترف منه انسان بالقصعة يتنجس وان كان الناس يغترفون ولا يدخل من الانبوب ماء او على العكس فاكثرهم على انه يتنجس وان كان الناس يغترفون ويدخل من الانبوب فاكثرهم على انه لا يتنجس هكذا في فتاوى قاضى خان وعليه الفتوى كذا في المحيط²۔</p>	<p>حمام کا حوض پاک ہے اگر کسی شخص نے حوض میں اپنا ہاتھ ڈالا اور ہاتھ پر نجاست تھی اگر پانی ساکن تھا ایسا کہ اس میں کوئی چیز اس کی نالی سے داخل نہ ہو اور کوئی انسان اس میں سے پیالہ سے نہ نکال رہا ہو تو وہ ناپاک ہو جائے گا اور اگر یہ لوگ اس میں سے چلو بھر کر پانی لیتے ہوں اور نالی سے پانی داخل نہ ہوتا ہو یا برعکس ہو تو اکثر علماء کا خیال ہے کہ وہ ناپاک ہو جائیگا اور اگر لوگ اس سے چلو بھر کر لیتے ہوں اور نالی سے پانی داخل ہوتا ہو تو اکثر علماء کا خیال ہے کہ وہ ناپاک نہ ہوگا اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی المحيط۔ (ت)</p>
---	---

¹ بحر الرائق بحث عشر فی العشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸/۷۷

² فتاویٰ ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوز بہ التوضؤ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۸/۱

(۱) اسی طرح وضو کے حوض میں بھی اگر نالی سے پانی آرہا ہے اور لوگ برابر لے رہے ہیں عہہ کہ پانی ٹھہرنے نہیں پاتا ناپاک نہ ہوگا۔ عالمگیر یہ میں ہے:

<p>حوض صغیر تنجس فدخل الماء الطاهر من جانب وسال ماء الحوض من جانب آخر كان الفقيه ابو جعفر رحمه الله تعالى يقول كما سال يحكم بطهارة الحوض وهو اختيار الصدر الشهيد رحمه الله تعالى كذا في المحيط وفي النوازل وبه نأخذ كذا في التتارخانية وان دخل الماء ولم يخرج ولكن الناس يغتربون منه اغترافاً متداركاً طهر كذا في الظهيرية والغرف المتدارك ان لا يسكن وجه الماء فيما بين الغرفتین كذا في الزاهدی^۱۔</p>	<p>چھوٹا حوض ناپاک ہو گیا پھر اس میں ایک طرف سے پاک پانی داخل ہوا اور حوض کا پانی دوسری جانب سے بہہ نکلا تو فقہ ابو جعفر اس حوض کی طہارت کا حکم دیتے تھے، اور یہی صدر الشہید کا مختار ہے کذا فی المحيط، اور نوازل میں ہے، اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں، اسی طرح تتارخانیہ میں ہے اور اگر پانی داخل ہوا اور نہ نکلا لیکن لوگ اس سے مسلسل چلو بھر لیتے رہے تو وہ پاک ہوگا کذا فی الظہیریہ اور مسلسل چلو بھرنا یہ ہے کہ دو چلوؤں کے درمیان پانی پُر سکون نہ ہو کذا فی الزاهدی۔ (ت)</p>
---	--

اس کی دوسری سند فتاویٰ خلاصہ سے آتی ہے (یعنی فصل چہارم میں) (۲) علامہ خیر رملی نے سُنواں بھی اسی حکم میں عہہ^۲
داخل کیا جبکہ سوتوں سے پانی اُبل رہا اور اوپر سے برابر چرغ چل رہا اُدھر سے آتا اُدھر سے نکل رہا ہو اس حالت میں نجاست
سے ناپاک نہ ہوگا ہاں نجاستِ مرئیہ اس میں رہنے دی اور پانی کھینچنا اتنی دیر موقوف ہو گیا کہ پانی ٹھہر گیا جنبش جاتی رہی تو
اب ناپاک ہو جائیگا۔ منہ الخالق میں ہے:

<p>والحقوا بالجارى حوض الحمام قال الرملى عہہ: یونہی اگر اُس کنارے پر کوئی نہ رہا ہے کہ پانی برابر نکل رہا ہے تتارخانیہ پھر رد المحتار میں ہے: لو كان يدخله الماء ولا يخرج منه لكن فيه انسان يغتسل ويخرج الماء باغتساله من الجانب الآخر متداركاً لا يتنجس منه غفرله (م)</p>	<p>اور جاری پانی سے علماء نے حتمام کے حوض کو ملا دیا، اگر پانی حوض میں داخل ہو رہا ہو اور اس سے نکل نہ رہا ہو لیکن کوئی آدمی وہاں غسل کر رہا ہو اور اس کے غسل کا پانی مسلسل دوسری جانب نکل رہا ہو تو وہ نجس نہ ہوگا۔ (ت)</p>
--	--

عہہ^۲ اس کی کامل تائید تنبیہ جلیل کے آخر میں آتی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فیما یجوز بہ التوضؤ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۱

<p>اقول وبالأولى الحاق الأبار المعينة التي عليها الدولاب ببلا دنأ اذالماء ينبع من أسفلها والغرف فيها بالقواد ليس متدارك فوق تدارك الغرف من حوض الحمام فلا شك في ان حكم مائها حكم الجاري فلو وقع في حال الدوران في البئر والحال هذه نجاسة لا ينجس تأمل¹ والله تعالى اعلم۔</p>	<p>رملی کہتے ہیں میں کہتا ہوں وہ کنویں جن پر ہمارے ملک میں رہٹ ہوتا ہے ان کو جاری پانی سے ملانا بطریق اولیٰ ہوگا، کیونکہ پانی ان کے نیچے سے نکلتا ہے اور ڈولوں کے ذریعے سے ان سے پانی نکالنا تسلسل کے ساتھ ہوتا ہے یہ تسلسل اس سے کہیں زائد ہے جو حوض کے حتم سے چلو بھرنے سے ہوتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ ان کے پانی کا حکم جاری پانی کا ہے تو اگر اس حالت میں پانی کے چلتے وقت نجاست کنویں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا تاہل واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
---	---

اصل ۴: اقول: (۱) اگرچہ مذہب صحیح میں اس خروج کیلئے کوئی مقدار نہیں ادنیٰ ابلان کا کافی ہے جس پر سیلان صادق آئے،

<p>كما تقدم عن البدائع وخرج بعضه وعن التبيين والفتح والبحر وان قل وعن المحيط كما سال وهذه كاف الفور۔</p>	<p>جیسا کہ بدائع سے گزرا کہ وخرج بعضه اور تبیین، فتح، بحر میں ہے کہ وان قل اور محیط سے ہے کما سال یعنی فوراً بہنے پر، کما میں کاف فوراً کا معنی دیتا ہے۔ (ت)</p>
--	--

حلیہ میں ہے:

<p>في المبتغى بالغين المعجبة هو الصحيح وفي محيط رضى الدين هو الاصح وكذلك البير على هذا لان الماء الجاري لما اتصل به صار في الحكم جارياً²۔</p>	<p>مبتغی میں ہے غین معجمہ سے اور یہی صحیح ہے اور محیط رضی الدین میں ہے هو الاصح، اور اسی طرح کنویں کا حال ہے کیونکہ جب جاری پانی اس سے متصل ہو گیا تو جاری کے حکم میں ہو گیا۔ (ت)</p>
--	---

مگر شک نہیں کہ یہ بہاؤ جب تک منتہی نہ ہوگا حکم جریان منقطع نہ ہوگا کہ وہ حرکت واحدہ مستمرہ ہے اُس کے بعض پر متحرک کو جاری اور باقی پر راکد وواقف ماننے کے کوئی معنی نہیں،

<p>ولهذا ساغ لمن زادان يزيده لم يكتف لحكم الجريان بمجرد السيال بل شرط حركة</p>	<p>اور اسی لئے جائز ہے اس شخص کے لئے جس نے زائد کیا کہ زائد ہو یعنی کافی نہ ہو جاری ہونے کے حکم کے لئے</p>
--	--

¹ منحة الخالق على حاشية بحر الرائق بحث الماء الجاري ابن عديم سعيد كيني كراچی ۸۶/۱

² حلیہ

کثیرۃ یعتمد بہا فلولا ان هذا السائل من ذلك الماء المطلوب سیلانہ لم تنفع الزیادة۔	صرف سیلان کا ہونا، بلالکہ اس کی شرط یہ ہے کہ اس میں بکثرت حرکت ہو کہ جس کا اعتبار ہو کیونکہ اگر یہ بہنے والا پانی اس پانی سے نہ ہوتا جس کا بہاؤ مطلوب ہے تو اس اضافے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ (ت)
--	--

فتاویٰ خلاصہ میں نقل فرمایا:

لو امتلاً الحوض وخرج من جانب الشط علی وجه الجریان حتی بلغ المشجرة يطهر اما قدر ذراع او ذراعین فلا ¹ ۔	اگر حوض بھر گیا اور کنارے سے نکل کر پانی بہتا ہوا مشجرہ تک پہنچ گیا تو وہ پاک ہو جائے گا بہر حال ایک ذراع یا دو ذراع ہو تو نہیں۔ (ت)
--	--

ظہیریہ (۱) میں تصریح فرمائی کہ اس اُبال میں جو پانی نکل رہا ہے ہے اندر کا پانی تو پاک ہو ہی گیا باہر نکلنے والا بھی طاہر مطہر ہے یہاں تک کہ پانی نکلتا جائے اور اُس سے کوئی وضو کرتا جائے یا کہیں جمع ہونے کے بعد کسی برتن میں لے کر وضو کرے تو وضو صحیح ہے ظاہر ہے کہ اوّل سیلان کا پانی اتنا نہ ہوگا جس سے وضو ہو جائے ردالمحتار میں ہے:

فی الظہیریۃ الصحیح انہ یطہر وان لم یخرج مثل ما فیہ وان رفع انسان من ذلك الماء الذی خرج وتوضأ به جاز۔ اھ۔ قال ش لکن فی الظہیریۃ ایضاً حوض نجس امتلاً ماء وفار ماءۃ علی جوانبہ وجف جوانبہ لایطہر وقیل یطہر اھ۔ وفیہا ولو امتلاً فتشرب الماء فی جوانبہ لایطہر ما لم یخرج الماء من جانب اخر اھ۔ وفی الخلاصۃ المختار انہ یطہر وان لم یخرج مثل ما فیہ فلو امتلاً الحوض وخرج من جانب الشط الی اخر ما نقلنا وانہی الکلام علی قوله فلیتأمل اھ۔ وذكر بعدہ مسألة	ظہیریہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہو جائیگا اگرچہ اُس سے اُتتا پانی نہ نکلے جو حوض میں تھا اور اگر کسی انسان نے وہ پانی اٹھالیا جو خارج ہوا تھا اس سے وضو کر لیا تو جائز ہے اھ "ش" نے فرمایا لیکن ظہیریہ ہی میں ہے کہ ایسا حوض جو ناپاک ہو اگر پانی سے بھر جائے اور اس کا پانی کناروں سے بہہ نکلے پھر خشک ہو جائے اور اُس کے کنارے بھی خشک ہو جائیں تو پاک نہ ہوگا" اور ایک قول ہے کہ پاک ہو جائیگا اھ اور اسی میں ہے کہ اگر کوئی حوض اتنا بھر گیا کہ اس کے کنارے پانی سے تر ہو گئے تو وہ اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک کہ پانی دوسری طرف سے نہ نکلے اھ اور خلاصہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ وہ
---	---

¹ خلاصۃ الفتاویٰ الجنس الاول فی البیاض نوکشور لکھنؤ ۵/۱

اور اس کے بعد برتنوں کی طہارت کا مسئلہ ذکر کیا اور فرمایا آیا پیالہ جیسی چیز کو حوض پر قیاس کیا جائے گا؟ اور یہ کہ اگر اس میں ناپاک پانی ہو پھر جاری پانی اس میں داخل ہو جائے اور کناروں سے نکل جائے تو آیا وہ پیالہ اور جو پانی اس میں ہے پاک ہوگا؟ جس طرح حوض پاک ہوتا ہے، یا پاک نہ ہوگا کیونکہ اس کو دھو کر پاک کرنے میں ضرورت نہیں، تو میں نے اس مسئلہ میں ایک مدت تک توقف کیا، پھر میں نے خزانۃ الفتاویٰ میں دیکھا کہ جب حوض کا پانی فاسد ہو جائے اور اس سے کوئی شخص پیالہ بھر کر لے اور اس کو نالی کے نیچے روک کر رکھے پھر پانی داخل ہو اور پیالہ کا پانی بہہ نکلے اب اس پانی سے وضو کرے تو جائز نہ ہوگا اور ظہیریہ کے حوض میں مسئلہ میں ہے، اگر پانی دوسری طرف سے نکل گیا تو اس وقت

طهارة الاواني فقال هل يلحق نحو القصعة بالحوض فاذا كان فيها ماء نجس ثم دخل فيها ماء جار حتى طف من جوانبها هل تطهر هي والماء الذي فيها كالحوض ام لا لعدم الضرورة في غسلها توقفت فيه مدة ثم رأيت في خزانة الفتاوى اذا فسد ماء الحوض فاخذ منه بالقصعة وامسكها تحت الانبوب فدخل الماء وسال ماء القصعة فتوضأ به لايجوز اه وفي الظهيرية في مسألة الحوض لو خرج من جانب آخر لا يطهر ما لم يخرج مثل ما فيه ثلاث مرات كالقصعة عند بعضهم والصحيح انه يطهر وان لم يخرج مثل ما فيه اه فالظاهر عه ان ما في الخزانة مبني على خلاف الصحيح يؤيده ما في البدائع وعلى هذا حوض الحمام والاواني اذا تنجس اه- ومقتضاها انه على القول الصحيح تطهر الاواني ايضاً بمجرد الجريان فاتضح الحكم والله الحمد- وبقي شيء

میں کہتا ہوں ظہیریہ کے کلام سے جو استدلال خزانہ کے خلاف کیا ہے اس میں نظر ہے، کیونکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس کا مفاد یہ ہے کہ پیالہ میں پاک نہ ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے کیونکہ اس سے استشاد کر رہے ہیں اور تصحیح صرف حوض کی طرف راجع ہے۔ (ت)

عہ اقول: فی (۱) الاحتجاج بکلام الظهيرية على الخزانة نظر فلنأئل ان يقول مفاده ان عدم الطهارة في القصعة متفق عليه للاستشهاد به والتصحيح انما يرجع الى الحوض منه- (م)

تک پاک نہ ہوگا جب تک کہ جتنا اس میں تھا اس سے تین گنا زیادہ نہ نکلا ہو جیسا کہ پیالہ کا حکم ہے، یہ بعض حضرات کے نزدیک ہے، اور صحیح یہ ہے کہ پاک ہو جائیگا اگرچہ اتنا پانی نہ نکلا ہو جتنا کہ پیالہ میں تھا تو بظاہر خزانہ میں جو ہے وہ صحیح کے برعکس ہے، بدائع میں اس کی تائید ہے اور اسی پر حمام کے حوض یا برتنوں کا قیاس ہے، یعنی ان کے ناپاک ہو جانے کی

آخر^{عہ} سئل عنہ (۱) وهو ان دلوا تنجس^{عہ} فافرغ فيه رجل ماء حتى امتلأ وسال من جوائبه هل يطهر بمجرد ذلك والذي يظهر لي الطهارة اخذا مما ذكرنا هنأ^{عہ} ومما مر من انه لا يشترط ان يكون الجريان بمدد نعم على ما قدمناه على الخلاصة من تخصيص الجريان بان يكون اكثر من^{عہ} ذراع او

اقول یہ بعینہ وہی ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہے اور پیالہ اور ڈول کی صورت کے مختلف ہونے کی وجہ سے حکم کے مختلف ہونے کا کوئی احتمال نہیں۔ (ت)

اقول: اس میں یہ قید لگانا ضروری ہے کہ وہ ڈول اندر سے ناپاک ہو کیونکہ اگر وہ نیچے سے ناپاک ہو تو اس میں پانی کے بہانے کا اسے ظاہر پر کوئی اثر نہ ہوگا یا خارج سے ناپاک ہو تو ایسی صورت میں پانی کا اس جگہ پر بہانا لازم ہے جو ناپاک ہے اور اس موجود نجاست کا ختم ہو جانا ضروری ہے، جیسا دوسرے امام ابو یوسف سے منقول ہے غسل کرنے والے کے تہبند کی بابت۔ (ت)

میں کہتا ہوں اللہ آپ پر رحم کرے یہاں پر جریان مدد سے ہے تو اس میں اختلاف کی بنا رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں عبارت کو ذرا عین پر ختم کرنا مناسب ہے کیونکہ خلاصہ کی عبارت یہ ہے اما قدر ذراع او ذراعین فلا۔ (ت)

عہ ۱ اقول: هو هو (۲) بعينه لاشيئاً آخر ولا احتمال لاختلاف الحكم باختلاف صورة القصعة والدلو منه۔ (م)

عہ ۲ اقول: لابد من التقييد بتنجسه من داخل اذلو تنجس من تحت لم يعمل فيه السيلا على ظاهره او من خارج فبالم يسل على الموضع المتنجس منه بحيث يذهب النجاسة كما روى عن الامام الثاني رضى الله تعالى عنه في ازار المغتسل منه غفر له (م)

عہ ۳ اقول: (۳) رحمك الله ليس الجريان ههنا الا بمدد فای حاجة للبناء على مختلف فيه منه۔ (م)

عہ ۴ اقول: (۴) صوابه الاقتصار على ذراعين اذ عبارة الخلاصة اما قدر ذراع او ذراعين فلا منه (م)

ذراعین يتقيد بذلك هنا لكنه مخالف لاطلاقهم
طهارة الحوض بمجرد الجريان¹ اھ مختصراً

صورت میں اھ اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ قول صحیح پر برتن محض پانی کے جاری ہو جانے سے پاک ہو جائیں گے، تو اب حکم واضح ہو گیا، واللہ الحمد، اب صرف ایک چیز باقی رہ گئی ہے جس کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی ڈول ناپاک ہو گیا اور اس میں پانی بہایا گیا یہاں تک کہ وہ بھر کر بہنے لگا تو کیا وہ محض اس طریقہ سے پاک ہو جائیگا؟ تو مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پاک ہو جائیگا اس کی دلیل وہی ہے جو ہم نے یہاں ذکر کی اور جو گزری، یعنی یہ شرط نہیں کہ پانی کا جاری ہونا مدد کے حساب سے ہو، ہاں جو ہم نے خلاصہ سے نقل کیا ہے یعنی کہ بہنے کو اس امر سے متقید کیا جائے کہ وہ ایک یا دو ذراع سے زیادہ ہو، تو وہی قید یہاں بھی معتبر ہوگی، مگر یہ چیز فقہاء کے اطلاقات کے مخالف ہے وہ فرماتے ہیں حوض محض پانی کے جاری ہونے سے ہی پاک ہو جائیگا اھ مختصراً (ت)

میں کہتا ہوں انہوں نے اپنی عادت کے مطابق بڑی وضاحت سے اپنے مقصود کو ظاہر کر دیا، لیکن خلاصہ کی عبارت اس طرح ہے "بہر حال حمام کا حوض جبکہ اس میں نجاست گر جائے، تجرید میں حضرت امام ابو حنیفہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایسی نجاست ٹھہرے گی نہیں اور یہ جاری پانی کی طرح ہے، اب اگر حمام کا حوض ناپاک ہو گیا اور اس میں ایک نالی سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے خارج ہو گیا تو یہ چھوٹے حوض کی طرح ہے، اس میں متعدد اقوال ہیں جو عنقریب آئیں گے، اور مردوں

اقول: قد افاد واجاد، ووضح المراد، كما هو دأبه عليه رحمة الكريم الجواد، لكن عبارة الخلاصة هكذا اما حوض الحمام اذا وقعت فيه نجاسة قال في التجريد عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه انها لاتستقر وهو كالماء الجاري فان تنجس حوض الحمام فدخل الماء من الانبوب وخرج من الجانب الاخر فهو كالحوض الصغير وفيه اقاويل ستأتني ولا بأس بدخول الحمام للرجال والنساء وفي الفتاوى

¹ ردالمحتار بحث عشر في مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۳۱ھ

حوض الماء اذا اغترف رجل منه وببده نجاسة وكان الماء يدخل من انبويه في الحوض والناس يغترفون من الحوض غرقاً متداركاً لم يتنجس۔ الحوض الصغير اذا تنجس فدخل الماء من جانب وخرج من جانب فيه اقاويل قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى المختار انه طاهر وان لم يخرج مثل ما فيه وكذا البئر ولو امتلأ الحوض وخرج من جانب الشط على وجه الجريان حتى بلغ المشجرة يطهر اما قدر ذراع او ذراعين فلا ولو (۱) خرج من النهر الذي دخل الماء في الحوض لا يظهر^۱ اھ۔ كلامه الشريف بلفظ المنيف (۲) فقوله ولو امتلأ الحوض وهو كذلك بالواو لا بالقاء في نسختي الخلاصة القديمة جدا ليس تتمتع قول الصدر الشهيد ولا داخلا تحت المختار وقد قدمنا عن الهندية عن المحيط عن الصدر الشهيد انه كما سال يطهر وقد وعد ان فيه اقاويل سنأتی فلو كان هذا تتمتع لم يذكر الا قولاً واحداً فوجب ان يكون هذا قولاً اخر مقابل المختار ولا يمكن جعل ما ذكر عن الفتاوى قولاً اخر لان الكلام في حوض تنجس وتلك صورة عدمه وقد قدم مثلها عن

اور عورتوں کو حمام میں داخل ہونے میں حرج نہیں، اور فتاویٰ میں ہے کہ پانی کے حوض میں اگر کسی شخص نے اپنا ناپاک ہاتھ ڈالا اور اس حوض میں پانی نالی سے آ رہا ہے اور لوگ اس حوض سے مسلسل چلو بھر کر پانی لے رہے ہیں تو یہ حوض ناپاک نہ ہوگا۔ چھوٹا حوض جب ناپاک ہوا اور اس میں پانی ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل گیا تو اس میں کئی اقوال ہیں، صدر الشهيد نے فرمایا مختاریہ ہے کہ یہ پاک ہے خواہ اس سے اتنی مقدار میں پانی نہ نکلا ہو جتنا کہ اس میں موجود ہے، اور یہی حکم کنویں کا ہے اور حوض بھر کر کنارے سے نکل گیا اور بہتا رہا یہاں تک کہ مشجرہ تک پہنچ گیا تو پاک ہو جائے گا، اور ایک ہاتھ یا دو ہاتھ پاک نہ ہوگا، اور اگر اُس نہر سے پانی نکلا جس سے حوض میں داخل ہوا تھا تو پاک نہ ہوگا اھ تو ان کا قول "ولو امتلأ الحوض" میرے پاس خلاصہ کے قدیم نسخہ میں یہ ایسا ہی واؤ کے ساتھ ہے فاء کے ساتھ نہیں، یہ نہ تو صدر الشهيد کے قول کا تتمہ ہے اور نہ مختار کے تحت داخل ہے اور ہم نے ہندیہ سے محیط سے صدر الشهيد سے نقل کیا کہ وہ بتتے ہی پاک ہو جائیگا، اور انہوں نے وعدہ کیا کہ اس میں کئی اقوال ہیں جو آئیں گے تو اگر یہ تتمہ ہوتا تو صرف ایک ہی قول ذکر کرتے تو لازم ہے کہ یہ قول مختار کے مقابل ہے اور جو فتاویٰ سے انہوں نے نقل کیا اس کو دوسرا قول قرار دینا صحیح نہیں، کیونکہ کلام اُس

^۱ خلاصہ الفتاویٰ الجنس الاول فی الحيض نوکشتور لکھنؤ ۵/۱

حوض میں ہے جو ناپاک ہو گیا اور وہ اُس کے ناپاک نہ ہونے کی صورت ہے اور اسی کی مثل تجرید سے انہوں نے نقل کیا، کیونکہ اس کا برقرار نہ رہنا تسلسل سے چلو بھرنے کی ہی وجہ سے ہے، تو خلاصہ میں دو ہاتھ سے زائد جاری ہونے کی تخصیص کو اختیار نہیں کیا، اگر ایسا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ وہ ان کے اطلاقات کی مخالفت کر رہے ہیں، انہوں نے تو اس کو محض حکایت کیا ہے، اور مختار اطلاق ہی کو قرار دیا ہے، اور ظہیر یہ کی دو آخری عبارتوں کے متعلق میں کہتا ہوں یہ دونوں اُس صورت سے متعلق ہیں جبکہ پانی حوض میں داخل ہوا اور اس کو بھر دیا اور اس کے کناروں سے آہستہ آہستہ چھلکنے لگا یہ چیز عام طور پر اس وقت ہوتی ہے جب حوض میں پانی یک دم سختی کے ساتھ داخل ہوتا ہے، اور اس پر دوسری جانب سے بہنا صادق نہیں آتا ہے، تو ان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ان کی پہلی عبارت کے منافی ہو، چنانچہ وہ تیسری صورت کے بارے میں فرماتے ہیں "وہ اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک دوسری طرف سے خارج

التجرید فان كونها لا تسقر ليس الا للغرف المتدارك فليس في الخلاصة اختيار تخصيص الجريان باكثر من ذراعين حتى يعكر عليه بمخالفته اطلاقهم وانما حكاة قول وجعل المختار هو الاطلاق اما عبارتاً الظهيرية الا خيرتان فاقول هما فيما دخل الماء الحوض وملاؤه حتى طش منه على جوانبه على وجه الانتضاح الخفيف اللازم للامتلاء بدخول قوى عنيف ولا يصدق عليه السيلان من الجانب الآخر (۱) فليس فيهما ما ينافي عبارتته (۲) الاولى الا ترى الى قوله في الثالثة لا يطهر ما لم يخرج من جانب اخرنا ط الطهارة بمجرد الخروج فعلم ان ما ذكر لا يسي خروجاً من جانب آخر وما هو الا الانتضاح الذي ذكرنا هكذا ينبغي ان يفهم كلام العلماء والله الحمد، وبه ظهران (۳) قول العلامة ش في صدر المسألة حتى عطف من جوانبها حقه

اس فعل اور اس کے مصدر کو میں نے صحاح، صراح، مختار، قاموس، تاج العروس، مفرداتِ راغب، نہایہ ابن اثیر، درنثر، مجمع البحار اور مصباح المنیر میں نہیں پایا۔ قاموس میں اتنا ہی ہے کہ برتن اور پیالے کا کطف، طقف (حرکت کے ساتھ) اور کفاف

عہ لم ار هذا الفعل ولا مصدره في الصحاح ولا الصراح ولا المختار ولا القاموس ولا تاج العروس ولا مفردات الراغب ولا نهاية ابن الاثير ولا الدر النثير ولا مجمع البحار ولا المصباح المنير انما في القاموس طُفَّ المكوك والاناء

ان يقول حتى سال من الجانب الآخر فربما لايزيد مآذکر علی الانتضاح ولا يبلغه ولا (۱) حاجة الى السيلان من جميع الجوانب انما اللازم الخروج من جهة المقابل للدخول فلو (۲) كان الاناء مأثلاً في ارض غير مستوية وادخل فيه الماء من جانبه العالی وخرج من السافل كفي نعم لوصب في الجانب السافل فعاد منه لم يكف كما في آخر عبارة الخلاصة وبالله التوفيق۔

اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ علامہ ش کی گفتگو مسئلہ کی ابتدا میں حتی طف من جوانبہا اس کی بجائے یوں کہنا چاہئے تھا کہ حتی سال من الجانب الآخر، تو جوانبوں نے ذکر کیا ہے وہ چھینٹوں سے نہیں بڑھے گا یا اس تک نہیں پہنچے گا، اور تمام کناروں سے بہنے کی حاجت نہیں ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ جس طرف سے پانی داخل ہوا ہو اس کی مخالف جہت سے بہہ نکلے، اب اگر برتن کسی ناہموار زمین پر ہے اور ایک طرف کو جھکا ہوا ہے اور اس میں پانی اوپر کی طرف سے داخل ہو کر نچلی طرف سے نکل جائے تو کافی ہے، ہاں اگر نچلے حصہ میں بہایا جائے اور اُس سے واپس آجائے تو کافی نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ کی عبارت کے آخر میں ہے وبالله التوفيق۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وظففه محرکة وطفافه ويكسر ما ملأه اصباراً او ما بقي فيه بعد مسح رأسه او هو جمامه او ملؤه واناء طقآن بلغ الكيل طفافه اه في تاج العروس هذا طف المكيال وطفافه اذا قارب ملأه اه وقوله اصباراً اي جوانبه وجمامه ما على رأسه فوق طفافه ويكون ذلك في الدقيق ونحوه يعلو رأسه بعد امتلائه منه غفرله۔ (م)

(طا کو کسرہ بھی دیا جاتا ہے) اس کو کہا جاتا ہے جو اس کے کناروں کو بھر دے یا جو برتن کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے بعد باقی بچ جائے یا اس کا ابھرنا ہے یا بھرنا ہے اور اناء طفاف اس برتن کو کہا جاتا ہے جو مقرر ناپ تک بھر جائے اھ تاج العروس میں ہے کہ کہا جاتا ہے "یہ پیمانے کا طف ہے اور اس کا طفاف ہے"۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب پیمانہ بھرنے کے قریب ہو اھ اور قاموس نے "اصبارہ" جو کہا ہے تو اس سے مراد اس کے اطراف ہیں، اور "جمامہ" سے مراد وہ ہے جو برتن بھرنے کے بعد اور ابھرا ہو اور یہ چیز آٹے وغیرہ میں پائی جاتی ہے کہ برتن بھرنے کے بعد اوپر تک اٹھا ہوتا ہے ۱۲ منہ غفرله (ت)

اصل ۵: اقول یہاں سے ظاہر ہوا کہ (۱) کسی محل کے جوف میں پانی کی حرکت اگرچہ گزروں ہو اُس محل کے حق میں جریان نہ ٹھہرے گی اُس کے بطن میں پانی کی جنبش اگرچہ باہر سے داخل ہونے پر ہوئی مگر اُس سے خارج تو نہ ہو تو جریان کے دور کن نہ پائے گئے مگر اُس محل کے اندر اگر دوسرا محل صغیر اور ہو اور پانی اس میں جا کر اُسے ابال دے تو اس کے حق میں ضرور جریان ہو جائیگا کہ اس میں سب ارکان متحقق ہو گئے اگرچہ دوسرے کے جوف سے خروج نہ ہو مثلاً دیگ میں ایک کٹورار کھا ہے کٹورے میں ایک میٹنی پڑ گئی وہ نکال کر پھینک دی اور کٹورے پر پانی بہایا کہ اُبل کر نکل گیا مگر دیگ سے نکلنا کیا معنی وہ بھری بھی نہیں تو بے شک کٹور اور اس کا پانی پاک ہو گیا کہ زمین پر یا دیگ کے اندر رکھے ہونے کو حکم میں کچھ دخل نہیں و هذا ظاہر جدا (اور یہ بہت واضح ہے۔ ت)

اصل ۶: اقول: اس جریان سے اگرچہ طہارت ہو جائے گی اور نجاست (۲) مرئیہ تھی اور نکال لی یا غیر مرئیہ تھی تو مطلقاً ہمیشہ طہارت رہے گی جب تک دوبارہ نجاست عارض نہ ہو مگر اگر نجاست مرئیہ ہے اور نہ نکالی تو حکم طہارت اُس وقت تک ہے جب تک یہ جریان باقی ہے پانی تھمتے ہی ظرف اور اس کے اندر کا پانی پھر ناپاک ہو جائیں گے کہ سبب یعنی نجاست موجود ہے اور مانع کہ جریان تھا زائل ہو گیا و هذا ایضاً بوضوح غنی عن الایضاح (اور یہ بھی اپنے واضح ہونے میں کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ ت) منہ الخالق میں شرح ہدیہ ابن العماد لسیدی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے:

اذا وضع السرقین فی مقسم الماء الی البیوت وجری مع الماء فی القساطل ع فالماء نجس	جب گوبر پانی میں ایسے مقام پر رکھ دیا جائے کہ وہاں سے پانی مختلف گھروں کو منقسم ہو کر جاتا ہو اور وہ گوبر پانی
--	--

عہ اعتید فی بلادنا القاء زبل الدواب فی مجاری الماء الی البیوت لسد خلل تلك المجاری المسماة بالقساطل اھ ش لایجرى الماء الابه ای بالزبل لكونه یسد خروق القساطل لا ینفذ الماء منها ویبقى جاریاً فوقه اھ شرح ہدیہ ابن العماد قلت وہی لغة مستحدثة منه غفرلہ۔ (م)	ہمارے ممالک میں چوپایوں کا گوبر وغیرہ پانی کی گزرگاہ میں ڈال دیتے ہیں تاکہ ان نالیوں کے سوراخ بند ہو جائیں، اس خلل کو قساطل کہتے ہیں اھ ش تو پانی اس گوبر کے ساتھ ہی جاری ہوگا کیونکہ یہ اُن سوراخوں کو بند کرتا ہے جن سے پانی جاری ہوتا ہے، تو پانی ان کے اندر سے نہیں نکلتا ہے بلکہ اوپر سے بہتا ہے اھ شرح ہدیہ ابن العماد، میں کہتا ہوں یہ جدید لغت ہے۔ (ت)
--	--

کے ساتھ قسطل میں جاری ہوا، تو پانی ناپاک ہو جائیگا، تو اگر گوبر قسطل کے درمیان جم گیا اور صاف پانی بہنے لگا، تو یہ ایسا ہے جیسا کہ برف کا پانی نجاست پر بہنے لگے یا نہر کا پیٹ ناپاک ہو اور اس پر پانی جاری ہو اور نجاست سے اس کے اوصاف میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہوا تو یہ پورا پانی پاک ہے، اب پانی جب گھروں کے حوضوں میں پہنچے تو اگر پانی کا کوئی وصف متغیر ہو کر پہنچا ہے یا پانی میں یعنہ گوبر ظاہر ہے تو وہ بلاشبہ ناپاک ہے، اور اگر کثیر مقدار میں نہ ہو اور حوض میں ٹھہر جائے تو وہ ناپاک ہے، اگرچہ اس کے بعد حوض میں صاف ہو جائے اور اس کا تغیر خود بخود زائل ہو جائے کیونکہ وہ ناپاک پانی ہے اور ناپاک پانی تغیر کے از خود زائل ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا ہے خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ گندگی اس کے نیچے جمی ہوئی ہے اور اگر گندگی بڑے حوض میں جم جائے تو جب تک متغیر رہے گا ناپاک رہے گا، یا اس کا تغیر خود بخود ختم ہو جائے، اور اگر پانی مسلسل جاری رہے اور حوض کا تغیر صاف پانی کی وجہ سے ختم ہو جائے، اس صورت میں کل پانی پاک ہو جائیگا خواہ حوض چھوٹا ہو یا بڑا، اگرچہ

فإذا ركد الزبل في وسط القساطل وجرى الماء صافياً كان نظير مالمو جرى ماء الثلج على النجاسة او كان بطن النهر نجسا وجرى الماء عليه ولم يتغير احد اوصافه بالنجاسة فان ذلك الماء طاهر كله كذلك هذا فإذا وصل الماء الى الحياض في البيوت فان وصل متغير احد اوصاف بالزبل او عين الزبل ظاهرة فيه فهو نجس من غير شك فإذا استقر في حوض دون القدر الكثير فهو نجس وان صفاً بعد ذلك في الحوض و زال تغيره بنفسه لانه ماء نجس والماء النجس لا يطهر بزوال تغيره بنفسه لاسيما وقد ركد الزبل في اسفله وان استقر في حوض كبير فهو نجس ايضاً مادام متغيراً او زال تغيره بنفسه ايضاً واما اذا استمر الماء جارياً وزوال تغير الحوض بالماء الصافي يطهر الماء كله سواء كان الحوض صغيراً او كبيراً وان كان الزبل في اسفله راكداً مادام الماء الصافي في ذلك الحوض يدخل من مكان ويخرج من مكان فإذا انقطع الجريان وكان الحوض صغيراً والزبل في اسفله راكداً فالحوض نجس¹ اهـ

¹ منحة الخالق على حاشية بحر الرائق بحث الماء الجاري ابي سعيد كميني كراچی ۸۵/۱

گندگی اُس کی تہ میں جمی ہوئی ہو بشرطیکہ صاف پانی اس میں ایک جانب سے داخل ہوتا ہو اور دوسری جانب سے خارج ہوتا ہو، تو جب پانی کا جاری ہونا بند ہو جائے اور حوض چھوٹا ہو اور گندگی اس کی تہ میں جمی ہوئی ہو تو حوض ناپاک ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہ بہت اچھا کلام ہے، اس کو شامی نے برقرار رکھا ہے اور یہاں ہماری غرض آخری جملہ سے متعلق ہے البتہ اتنی بات ہے کہ اس کا قول "وجری مع الماء فالماء نجس" اس کو اس پر محمول کیا جائیگا جبکہ پانی میں تغیر آجائے کیونکہ محقق معتمد قول یہ ہے کہ جاری پانی اس وقت تک نجس نہ ہوگا جب تک کہ اس میں تغیر نہ آجائے یہاں تک کہ نجاست مرئیہ کی جگہ بھی اور اسی طرح کثیر بھی قول معتمد پر اسی کے ساتھ ملحق ہے، اس کو محقق علی الاطلاق نے ترجیح دی اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی مختار ہے (دُر) اور اس کو ان کے دوسرے شاگرد ابن امیر الحاج نے مستحسن قرار دیا اور اس کی تائید حدیث سے کی اور اس کی تائید سیدی عبدالغنی نے بھی کی اور متون سے بھی یہی ظاہر ہے "ش" اور دُر میں جامع الرموز سے جامع المصنرات سے نصاب سے یہ ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور شامی میں بحر سے حلیہ سے نصاب سے ہے بہ یفتی پھر جب حدیث سے یہی ثابت اور متون سے بھی یہی ظاہر اور فتویٰ بھی اسی پر ہے تو اس کے ہوتے ہوئے باقی سب ناقابل اعتبار ہے۔ پھر اُن کا قول "نجس پانی اس کے تغیر کے از خود زائل ہونے کی وجہ سے پاک نہ ہوگا" میں کہتا ہوں یہ اُس پانی میں ہے جو جاری نہ ہو، کیونکہ خلاصہ میں ہے کہ ایک نجس پانی کو اگر بڑی نہر میں کر لیں تو اگر وہ کثیر ہے اور متغیر نہیں ہوتا ہے تو ناپاک

اقول: کلام طیب من طیب طیب اللہ تعالیٰ ثراہ وقد اقرہ الشامی وغرضنا یتعلق ہننا بجملتہ الاخیرۃ غیر ان قوله وجری مع الماء فالماء نجس یحمل علی ما اذا تغیر فان (۱) المحقق المعتمد ان الجاری لاینجس مالم یتغیر حتی موضع البرئیۃ وكذا اکثر الملحق بہ علی المعتمد رجحہ المحقق علی الاطلاق وقال تلمیذہ قاسم انه المختار درواستحسنہ تلمیذہ الآخر ابن امیر الحاج وایده بالحديث وكذا ایده سیدی عبدالغنی وهو ظاهر المتون ش وفي الدر عن جامع الرموز عن جامع المضمرات عن النصاب علیہ الفتویٰ وفي ش عن البحر عن الحلیۃ عن النصاب بہ یفتی فاذا كان هو الثابت بالحديث وهو ظاهر المتون وعلیہ الفتویٰ فقد سقط ما سواہ ثم قوله رحمہ اللہ تعالیٰ الماء النجس لایطہر بزوال تغیرہ بنفسہ۔ فاقول هذا كما ذكرہ فی غیر الجاری لقول الخلاصۃ ماء نجس (۲) یجعلونہ فی نہر کبیر ان كان کثیرا بحیث لایتغیر لایتنجس وان تغیر تنجس ویطہر

نہ ہوگا اور اگر متغیر ہو گیا تو ناپاک ہو جائے گا اور فوراً ہی پاک ہو جائے گا یعنی جو نہی رنگ اور بُو ختم ہوگی اھ۔

زائد کیا ایک نسخہ میں، اصل عبارت یہ ہے "قاضی امام سلمہ اللہ تعالیٰ کے نسخہ میں اھ" یعنی یہ اُن کے نسخہ میں مذکور ہے اور اس سے مراد امام فقیہ النفس ہیں اور یہ چیز ان کے فتاویٰ میں نہیں دیکھی ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور سیدی عبدالغنی خود فرماتے ہیں کہ جب گندگی قساطل کے درمیان جم جائے اور پانی صاف جاری ہو تو پاک ہو جائیگا، اور ردالمحتار میں ہے کہ ہمارے ملک میں گندگی گرنے کی جگہوں پر جو نہریں ہوتی ہیں ان میں نجاست جاری رہتی ہے اور پھر بہتی جاتی ہے اور یہ نجاست دن میں متغیر ہو جاتی ہے اور اس وقت ان کی نجاست میں کوئی کلام نہیں اور رات کو اُن کا تغیر زائل ہو جاتا ہے تو اس میں اختلاف ہے کیونکہ اس میں پانی نجاست کے اوپر جاری رہتا ہے، خزائنہ الفتاویٰ میں فرمایا "اگر نہر کا کل پیٹ ناپاک ہو تو اگر پانی کثیر ہے کہ اس کی تہہ نظر نہ آتی ہو تو وہ پاک ہے ورنہ نہیں، اور ملتقط میں ہے کہ بعض مشائخ نے فرمایا پانی پاک ہے اگرچہ کم ہو جبکہ جاری ہو اھ (ت)

میں کہتا ہوں جو کچھ ملتقط میں ہے وہ صحیح مفتی بہ پر مبنی ہے، اور جو خزائنہ میں ہے وہ دوسرے قول پر مبنی ہے جو بہت سی کتابوں میں مذکور ہے کہ جاری پانی اگر اس کا نصف یا زائد کسی نجاست مرئیہ پر جاری ہو تو ناپاک ہو جائے گا، اور یہی

بساعة یعنی اذا انقطع اللون والرائحة اھ۔ زاد فی نسخة مأنصہ فی نسخة القاضی الامام سلمہ اللہ تعالیٰ اھ۔ ای هذا مذکور فی نسخة والبراد بہ الامام فقیہ النفس ولم ارہ فی فتاواہ واللہ تعالیٰ اعلم ولقول سیدی نفسه اذا رکدا للزبل فی وسط القساطل وجرى الماء صافياً طهر، و فی ردالمحتار فی دیارنا انهار المساقط تجری بالنجاسات وترسب فیہا لکنہا فی النهار تتغیر ولا کلام فی نجاستہا ح و فی اللیل یزول تغیرہا فیجرى فیہا الخلاف لجریان الماء فیہا فوق النجاسة قال فی خزانة الفتاوی (۱) لوکان جمیع بطن النهر نجسا فانکان الماء کثیرا لا یرى ماتحتہ فهو طاهر والا فلا و فی الملتقط قال بعض المشائخ الماء طاهر وان قل اذا کان جارياً^۲ اھ۔

اقول: ما فی الملتقط مبین علی الصحیح المفتی بہ وما فی الخزانة علی القول الآخر الدائر فی کثیر من الکتب الجاری ان جرى نصفه او اکثر علی نجاسة مرئية تنجس وهي المرادة فی الخزانة

^۱ خلاصۃ الفتاوی جس آخر فی التوضی الخ نوکسور لکھنؤ ۹/۱

^۲ ردالمحتار باب المیاء مصطفی البابی مصر ۱۳۸/۱

لقول الهندية عن المحيط اذا كانت الجيفة تری من تحت الماء لقلة الماء لالصفائه كان الذى يلاقىها اكثر اذا كان سد عرض الساقية وان كانت لا تری ولم تأخذ الا الاقل من النصف لم يكن الذى يلاقىها اكثر¹ اه

واياك ان تظن ان كلام الخزانة على ظاهر اطلاقه ولو تنجس بطن النهر بغير مرئية توهم ان بطن النهر اذا كان نجسا وهو یرى فقد مر الماء كله على نجاسة مرئية وان كان لا یرى لكثرة الماء لالقدرته فانما جرى على غير مرئية فلا يتأثر بالتغير وذلك لان العبرة بالنجس لا بالمتنجس كما بيناه في فتاوانا لكن لقائل ان يقول ان العلة في غير المرئية انه اذا لم يظهر اثرها علم ان الماء ذهب بعينها كما في البحر وغيره اما ههنا فبطن النهر كله نجس فالماء اينما ذهب لا يلاقى الا نجسا تأمل ولا حاجة فان الفتوى على اعتبار الاثر مطلقا في الجارى والكثير (۱) معانعم ظاهر كلام سيدى وتقرير الشامى ههنا ان الكثير الملحق بالجارى لا يلحق به في التطهير بزوال التغير لقوله وان استقر في حوض كبير فهو نجس وان زال تغيره بنفسه

خزانہ میں مراد ہے، اس لئے کہ ہندیہ میں محیط سے ہے کہ جب مردار پانی کے نیچے نظر آئے اس کی کمی کے باعث نہ کہ پانی کی صفائی کے باعث تو جو اس مردار سے متصل ہو جائے وہ زیادہ ہوگا، جبکہ نہر کی چوڑائی کو بند کر دے، اور اگر مردار نظر نہ آئے یا آدھے سے کم راستے کو بند کرے تو جو اس سے ملاقات کرتا ہے وہ پانی اکثر نہیں ہوگا اور خزانہ کے کلام کو اس کے ظاہر پر محمول نہ کرنا چاہئے اور اگر نہر کی نہ نجاست غیر مرئیہ سے ناپاک ہو گئی اس تو ہم پر کہ نہر کی تہہ جس وقت ناپاک ہو اور وہ نظر آتی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کل پانی نجاست مرئیہ پر جاری ہو گیا، اگرچہ وہ نظر نہ آتی ہو پانی کی کثرت کے باعث، نہ کہ اس کے گدلے پن کے باعث، کیونکہ وہ پانی نجاست غیر مرئیہ پر جاری ہوا ہے تو وہ تغیر سے متاثر نہ ہوگا، کیونکہ اعتبار نجاست کا ہوگا نہ کہ ناپاک ہونے والی شے کا، جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا، لیکن کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ علت غیر مرئیہ میں یہ ہے کہ جب اس کا اثر ظاہر نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نجاست کو پانی بہا لے گیا ہے جیسا کہ بحر وغیرہا میں ہے، اور یہاں نہر کا پیٹ تمام کا تمام ناپاک ہے تو پانی جہاں بھی جائیگا نجس سے ملاقات کرے گا تاہم، اور کوئی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ جاری اور کثیر پانی میں فتویٰ مطلقا اثر کے اعتبار پر ہے، ہاں سیدی عبد الغنی

¹ ہندیہ الفصل الاول فیما یجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷/۱

اور شامی کی تقریر کا ظاہر یہ ہے کہ یہاں کثیر جو جاری کے ساتھ ملحق ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پاک ہونے میں اس کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائیگا پاک ہونے میں تغیر کے ختم ہو جانے کے باعث کیونکہ وہ فرماتے ہیں اور اگر وہ بڑے حوض میں ٹھہر جائے تو ناپاک ہے اگرچہ اس کا تغیر از خود رائل ہو جائے، اس کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے اور اس کی وجہ پر غور کرنا چاہئے کیونکہ منیہ میں حوضوں کی فصل میں حمام کے حوض کے بیان میں ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے "کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بڑا حوض جاری پانی سے ملحق ہے اور یہ علیٰ کل حال ہے اور اس کی وجہ ضرورت ہے، حلیہ میں فرمایا یہ تمام ذخیرہ سے و اللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اصل ۷: فتویٰ 'اس پر ہے کہ پانی کا عرض میں پھیلنا اس کے جریان کو نہیں روکتا جبکہ پانی آگے نکل جاتا ہو، مثلاً نہ ۹ در نہ ۹ حوض ہے اُس میں پانی ایک طرف سے آیا دوسری طرف سے نکل گیا جاری ہو گیا اگرچہ عرض میں نو ہاتھ پھیلنے کے لئے ضرور وقفہ درکار ہو گا اور اتنی جلد بانی اُس سے نہ نکل سکے گا جس قدر جلد تین جار ہاتھ کے عرض سے نکل جاتا ہندہ میں ہے:

إذا كان الحوض صغيراً يدخل فيه الماء من جانب ويخرج من جانب يجوز الوضوء من جميع جوانبه وعليه الفتوى من غير تفصيل بين أن يكون أربعاً في أربع أواقل فيجوز أو أكثر فلا يجوز كذا في شرح الوقاية وهكذا في الزاهدي ومعراج الدراية³ -

جب حوض چھوٹا ہو اور اس میں پانی ایک طرف سے دوسری طرف سے نکل جاتا ہو تو اس کے تمام اطراف سے وضو جائز ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، اس میں یہ تفصیل بھی نہیں کہ وہ چار در چار ہو یا کم ہو تو جائز ہوگا اور اگر زائد ہو تو جائز نہ ہوگا کذا فی الشرح الوقایہ والزہدی ومعراج الدراہیہ۔ (ت)

بحر میں ہے:

في معراج الدراية يفتي بالجواز مطلقاً

معراج الدرایہ میں ہے جواز کا مطلقاً فتویٰ دیا جائیگا

¹ منة المصلى فصل في الحياض مكتبة قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۷۳

2 حلوة

3 ہندۃ الفصل الاول فیما یجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷/۱

واعتمده فی فتاویٰ قاضی خان ¹ ۔	اور قاضی خان میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔ (ت)
---	--

فتاویٰ ذخیرۃ و تتمۃ الفتاویٰ الصغریٰ پھر حلیہ میں ہے:

علیہ الفتویٰ لان هذا ماء جار ² ۔	اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ یہ جاری پانی ہے۔ (ت)
---	---

بلالکہ پانی کا گھومنا ایک (۱) دائرہ پر چکر کھانا جس طرح بھنور میں ہوتا ہے یہ بھی مانع جریان نہیں کہ بھنور پانی کو روک نہیں رکھتا چکر دے کر نکال دیتا ہے اوپر سے دوسرا پانی آتا اب اسے گھما کر چھوڑ دیتا ہے یہ سلسلہ قائم رہنے کے باعث گمان ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی گھوم رہا ہے یہ بات غیر آب کے ڈالنے سے متمیز ہو سکتی ہے مثلاً اوپر سے لکڑی ڈالی جائے بھنور پر پہنچ کر چکر کھا کر اُس طرف نکل جائے گی اور اگر بھنور قوی ہو اسے گھمانے میں دبا کر دو ٹکڑے کر دے گا اور چکر ردے کر نکال دے گا، فسیح من خلق ما شاء کیف شاء ولا یجری فی ملکہ الا ما یشاء (پاک وہ ذات جس نے پیدا کیا جو چاہا جیسے چاہا اور نہیں چلتی کوئی شے اس کے ملک میں مگر جسے وہ چاہے۔ (ت) منیہ مسئلہ حوض چار در چار میں ہے:

الظاهر ان الماء لا یستقر فی مثله بل یدور حوله ثم یرج فیکون کالجاری ³ ۔	ظاہر یہ ہے کہ پانی ایسی جگہ میں نہیں ٹھہرتا بلکہ اس کے ارد گرد چکر کھاتا ہے پھر نکل جاتا ہے تو یہ جاری پانی کی طرح ہے۔ (ت)
---	--

حلیہ میں ہے:

کذا فی الذخیرۃ و تتمۃ الفتاویٰ الصغریٰ حکایۃ عن الشیخ الامام ابی الحسن الرستغفی ⁴ ۔	جیسے ذخیرۃ اور تتمۃ الفتاویٰ الصغریٰ میں شیخ الامام ابی الحسن الرستغفی سے حکایت ہے (ت)
--	--

اصل ۸: حوض وغیرہ کے جریان میں اگرچہ خروج لازم تھا مگر متق بال جاری یعنی دہ دردہ میں اس کی حاجت نہیں گرمیوں کے خشک تالاب میں جانوروں کے گوبر وغیرہ نجاستیں پڑی ہیں برسات میں پانی آیا اور اُسے بھر دیا اگر تالاب کے جوف میں جہاں سے پانی نے گزر کر اُسے بھرا نجاست ہے جب تو سارا تالاب نجس ہو گیا اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو جب تک بھر کر اُبل نہ جائے۔

¹ بحر الرائق عشر فی عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸/۷۸

² حلیہ

³ منیہ الصلی فصل فی اللیحض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۲

⁴ حلیہ

اقول اس لئے کہ جب بارش یا بہاؤ کا پانی اس کے جوف میں داخل ہوا اب جب تک کہ اُس کے بطن میں متحرک رہے گا جاری نہ کھلائے گا کہ جریان کے لئے خروج شرط ہے اور یہ غیر جاری پانی نجاست سے اُس وقت ملا کہ ہنوز وہ درودہ نہ تھا کہ جوف میں اس کے مدخل ہی پر نجاستیں تھیں تو نہ جاری ہے نہ کثیر لاجرم ناپاک ہو گیا یوں ہی جتنا پانی آتا گیا ناپاک ہوتا گیا اور نجس پانی کثیر ہو جانے سے پاک نہیں ہو سکتا جب تک جاری نہ ہو جائے اور اگر مدخل آب میں اتنی دُور تک نجاست نہیں کہ وہاں تک آنے والے پانی کے عرض طول کا مسطح سوا تھ تک پہنچ گیا اُس کے بعد نجاست سے ملا تو اب ناپاک نہ ہوگا کہ کثیر ہو کر ملا اگرچہ جوف سے باہر نہ گیا۔

اقول: اور جو تقریر ہم نے کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ تیسری اصل پر مبنی ہے، اس اختلافی مسئلہ پر مبنی نہیں ہے کہ آدھا پانی یا اکثر نجاست مرئیہ پر گزرے، کیونکہ اس میں فتویٰ مطلقاً طہارت پر ہے تاوقتیکہ تغیر نہ ہو، ہاں اگر پانی ملے اپنے راستہ میں ان نجاستوں کے ساتھ جو گڑھے کے کنارے پر ہے قبل اس کے کہ وہ گڑھے میں داخل ہو، تو یہ اختلافی مسئلہ ہوگا، کیونکہ وہ جاری ہے، بخلاف اس پانی کے جو تالاب کی تہ میں حرکت کر رہا ہو جیسا کہ تو نے جانا۔ (ت)

اقول: وبما قررنا ظهران المسألة مبتنية على الاصل الثالث لاعلى خلافة مرور نصف الماء او اكثره على نجاسة مرئية فان الفتوى فيها على الطهارة مطلقاً ما لم يتغير نعم ان (١) لقي الماء النجاسات في طريقه على شاطئ الغدير قبل ان يدخله كان على الخلافة لانه جار بخلاف المتحرك في بطن الغدير كما علمت۔

فتاویٰ خانہ و خزائن المفتین اور محیط پھر حلیہ نیز خلاصہ و فتح القدیر میں فتاویٰ اور بحر و ہندیہ میں فتح اور غیاثیہ نیز ذخیرہ پھر حلیہ میں فتاویٰ اہل سمرقند سے ہے:

اور الفاظ فقیہ النفس کے ہیں، ایک عظیم تالاب جو گرمی میں خشک ہو گیا اور اس میں چوپایوں نے لید کر دی (خلاصہ اور فتح میں اور ذخیرہ میں لوگوں کا بھی اضافہ ہے) پھر اس میں پانی داخل ہو گیا اور وہ گڑھا بھر گیا، تو دیکھا جائے گا اگر نجاست پانی کے داخل ہونے کی جگہ پر ہے تو کل پانی نجس ہے، اور اگر یہ پانی منجمد ہو گیا تو نجس ہو جائیگا، کیونکہ اس

واللفظ لفقہ النفس غدير عظيم يلبس في الصيف وراثت الدواب فيه (زاد في الخلاصة والفتح والذخيرة والناس) ثم دخل فيه الماء وامتلاً ينظر ان كانت النجاسة في موضع دخول الماء فالكل نجس وان انجمد ذلك الماء كان نجسا لان كل ما دخل فيه صار نجسا فلا

میں جو بھی داخل ہوگا وہ نجس ہو جائیگا، اور اس کے بعد پاک نہ ہوگا، اور اگر نجاست پانی کے داخل ہونے کی جگہ نہ ہو اور پانی پاکیزہ جگہ پر جمع ہو جائے، اور وہ درہ درہ ہو پھر پانی نجاست کی جگہ چلا گیا تو پانی پاک ہوگا اور جو منجمد ہو گیا وہ اس وقت تک پاک رہے گا جب تک نجاست کا اثر اس پر ظاہر نہ ہو (ذخیرہ میں فرمایا اس لئے کہ پانی نجس ہونے سے پہلے کثیر ہو گیا تو اس کے بعد نجس نہ ہوگا نجاست کے پانی کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے اھ۔ خانیہ میں اضافہ کیا) اور اسی طرح تالاب کا پانی جب کم ہو جائے اور چار در چار ہو جائے اور اس میں نجاست داخل ہو جائے پھر اس میں نیا پانی آجائے یہاں تک کہ نجاست کو پہنچنے سے قبل درہ درہ ہو جائے تو پاک ہو جائے گا۔ (ت)

یطهر بعد ذلك وان لم تكن النجاسة في موضع دخول الماء واجتمع الماء في مكان طاهر وهو عشر في عشر ثم تعدى الى موضع النجاسة كان الماء طاهرا والمنجمد منه طاهر ما لم يظهر فيه اثر النجاسة (قال في الذخيرة لان الماء صار كشيء قبل ان يتنجس فلا يتنجس بعد ذلك لاتصال النجاسة به اھ زاد في الخانية) (۱) وكذا الغدير اذا قل ماؤه فصارا ربعا في اربع ووقعت نجاسة ثم دخل الماء الى ان صار الماء الجديد عشرا في عشر قبل ان يصل الى النجس كان طاهرا^۱۔

ایسا ہے جو اہر اخلاطی میں ہے۔

اصل ۹: قول: وبالله التوفيق ایک فائدہ نفیسہ ہے کہ شاید اس کی تحریر فقیر کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اثر نجاست قبول نہ کرنے کو پانی کا جریان چاہئے سیلان کافی نہیں سائل و جاری میں عموم و خصوص مطلق ہے ہر جاری سائل ہے اور ہر سائل جاری نہیں دیکھو بطن حوض میں جو پانی تل سے داخل ہوا اور دوسرے کنارے تک پہنچا اس وقت ضرور سائل ہے مگر جاری نہ ٹھہرا جب تک دوسری طرف سے نکل نہ جائے اور اس پر دلیل

اس کی عبارت یہ ہے کہ ایک حوض درہ درہ ہو اس کا پانی کم ہو جائے پھر اس میں نجاست پڑ جائے پھر حوض بھر جائے اور اس سے کچھ نہ نکلے، تو اس سے وضو جائز نہیں اس لئے کہ جو پانی بھی داخل ہوگا وہ ناپاک ہو جائیگا اھ (ت)

عہ ونصھا حوض عشر في عشر قل ماؤه ثم وقعت النجاسة ثم دخل الماء حتى امتلأ الحوض ولم يخرج منه شيء لا يجوز التوضي به لانه كلما دخل الماء يتنجس اھ منه غفرله (م)

۱ فتاویٰ قاضی خان فصل الماء الرائد نوکشور لکھنؤ ۴/۱۱ والمنزید من الذخيرة وهي ليست بموجوده

قاطع آب وضو ہے کہ ضرور اعضائے وضو پر سائل ہے فانہ غسل ولا غسل الا بالاسالة (پس بیشک وضو دھونا ہے اور دھونا بغیر اسالۃ کے ممکن نہیں ہے۔ ت) مگر جاری نہیں ورنہ مستعمل نہ ہوتا کہ آب جاری استعمال تو استعمال نجاست سے متاثر نہیں ہوتا جب تک متغیر نہ ہو یونہی بدن یا کپڑے کی ناپاکی جس پانی سے دھوئی اس نے بدن یا ثوب پر سیلان ضرور کیا ورنہ استخراج نجاست نہ کرتا مگر جاری نہیں ورنہ ناپاک نہ ہو جاتا حالانکہ تین بار (۱) دھونے میں امام کے نزدیک تینوں پانی ناپاک ہیں اور صاحبین کے نزدیک دو ناپاک ہیں تیسرا جب بدن یا کپڑے سے جدا ہو جائے پاک ہے، تنویر میں ہے:

ماء ورد علی نجس نجس کے عکسہ ^۱ ۔	پانی جو وارد ہوا نجس پر نجس ہے جیسا کہ اس کا عکس ہے۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

الورود یشمل ما اذا جرى علیها وهي علی ارض اوسطح وما اذا صب فوقها فی انیة بدون جریان ^۲ ۔	ورود کا لفظ اس صورت کو بھی شامل ہے جب پانی نجاست پر بہے اور وہ زمین یا سطح پر ہو اور اس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب پانی نجاست کے اوپر بہایا جائے کسی برتن میں اور اس میں جریان نہ ہو۔ (ت)
---	--

بحر الرائق میں ہے:

القیاس یقتضی تنجس الماء بأول الملاقاة للنجاسة لكن سقط للضرورة سواء كان الثوب فی اجانة و اورد الماء علیه اوبالعکس عندنا فهو (۲) طاهر فی المحل نجس اذا انفصل سواء تغیرا ولا وهذا فی المأین اتفاقاً اما الثالث فهو نجس عنده لان طهارته فی المحل ضرورة تطهیرة وقد زالت طاهر عندهما اذا انفصل (۳) والاولی فی غسل الثوب النجس وضعه فی الاجانة	قیاس یہ چاہتا ہے کہ پانی پہلی ہی ملاقات میں ناپاک ہو جاتا ہے نجاست کی وجہ سے لیکن ضرورت کی وجہ سے قیاس ساقط ہو گیا خواہ کپڑا ثوب میں ہو اور اس پر پانی وارد ہو یا بالعکس ہو یہ ہمارے نزدیک ہے، تو یہ اپنے محل میں طاهر ہے اور جب جدا ہوگا تو نجس ہوگا خواہ متغیر ہو یا نہ ہو، یہ دو پانیوں میں اتفاقاً ہے، اور تیسرا تو وہ ان کے نزدیک نجس ہے کیونکہ اس کی طہارت محل میں ضرورت کی وجہ سے ہے، اور یہ ضرورت محل کی طہارت کی ہے اور وہ ضرورت
---	---

^۱ الدر المختار فصل الانجاس مجتہائی دہلی ۵۵/۱

^۲ ردالمحتار فصل الانجاس مصطفیٰ البابی مصر ۲۳۸/۱

<p>من غیر ماء ثم صب الماء عليه لا وضع الماء ولا خروجاً من خلاف الامام الشافعي فانه يقول بنجاسة الماء¹۔</p>	<p>زائل ہو گئی، صاحبین کے نزدیک جدا ہوتے ہی پاک ہو جائیگا نجس کپڑے کو دھونے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کو خشک ٹب میں رکھا جائے پھر اس پر پانی بہایا جائے یہ نہیں کہ پہلے ٹب میں پانی موجود ہو امام شافعی کے اختلاف سے بچنے کیلئے اس میں امام شافعی کا قول ہے کہ پانی نجس ہو جائیگا۔ (ت)</p>
---	--

ردالمحتار میں اس کے بعد فرمایا:

<p>(۱) ولا فرق على المعتمد بين الثوب المتنجس والعضو²۔ یشیر الی خلاف ابی یوسف لاشتراط الصب في العضو كما في البدائع۔</p> <p>اقول وظاهر التعليل بضرورة تطهير الثوب انه طاهر في حق ذلك الثوب (۲) لا غير فلو وضع الثوب النجس في اجانة وصب الماء فوقه فيه ثوب اخر طاهر يتنجس وان لم ينفصل الماء عن الثوب الاول بعد لان ماکان بضرورة تقدر بقدرها فمن كان يصلی و وقع طرف رداءه في الاجانة فاصابه اكثر من الدرهم وهو يتحرك بتحريكه لم تجز صلاته هذا ماظهر فليحرر والله تعالى اعلم۔</p>	<p>معمتد قول کے مطابق ناپاک کپڑے اور عضو کے درمیان کوئی فرق نہیں اٹھا تاہ اس میں ابو یوسف کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے وہ عضو پر پانی بہانے کو شرط قرار دیتے ہیں، جیسا کہ بدائع میں ہے۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں، اور بظاہر تعلیل یہ ہے کہ یہ کپڑا ضرورۃً پاک ہے تو یہ پاکی اسی کپڑے تک محدود رہے گی لہذا اگر ایک ناپاک کپڑا طشت میں رکھا گیا اور اس پر پانی بہایا گیا پھر اسی طشت میں کوئی اور پاک کپڑا گر گیا تو وہ ناپاک ہو جائے گا اگرچہ اب تک پہلے کپڑے سے پانی جدا نہ ہوا ہو کیونکہ جو چیز بوجہ ضرورت ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی رہتی ہے، اب اگر کوئی شخص نماز پڑھا رہا ہے اور اُس کے کپڑے کا کنارہ ٹب میں گر گیا تو اگر درہم سے زائد ہو اور وہ کپڑے کے ہلنے سے حرکت کرے تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اس کو اچھی طرح سمجھ لیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
--	--

اس نفیس فائدہ سے اصل ۳ پر یہ تو ہم زائل ہو گیا کہ پانی تالاب کے اس کنارے سے اُس کنارے تک

¹ ردالمحتار باب الانجاس مصطفیٰ البابی مصر ۲۳۹/۱

² ردالمحتار باب الانجاس مصطفیٰ البابی مصر ۲۳۹/۱

بہتا پہنچا پھر جاری کیوں نہ ہو ایہ سیلان ہے جریان نہیں اور وہ فرق کھل گیا جو اصل ۸ میں ہم نے ذکر کیا کہ تالاب کے اندر مدخل آب کے قریب نجاست ہے اور پانی اس پر ہو کر گزرنا پاک ہو گیا کہ وہ سائل ہے جاری نہیں اور تالاب کے باہر زمین پر کنارے کے قریب نجاست ہے اور پانی اُس پر گزرتا تالاب میں داخل ہوا تو ناپاک نہ ہوا جب تک وصف نہ بدلے کہ وہ جاری ہے اور اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ جوف زخم کے اندر خون کا سیلان معتبر نہیں جوف سے باہر بہے تو ناقض وضو ہے فافہم یہی مبنی ہے اس مسئلہ (۱) کا کہ استنجاء کرنے کو لوٹے سے پانی کی دھار ڈالی ہاتھ تک پہنچنے سے پہلے اُس دھار پر پیشاب کی چھینٹ پڑ گئی دھار ناپاک نہ ہوگی کہ جاری ہے اور یہی دھار استنجاء کرنے سے ناپاک ہو جائے گی کہ بدن پر جاری نہیں ردالمحتار میں ہے:

ضیاء میں کہا "واقعات حسامیہ میں ہے کہ اگر برتن سے استنجاء کرنے کیلئے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا، اور پیشاب کا کوئی قطرہ اس پانی تک کسی طرح پہنچ گیا جو اوپر سے آ رہا ہے اور ابھی تک عضو تک نہیں پہنچا تھا تو بعض مشائخ فرماتے ہیں ناپاک نہ ہوگا کیونکہ یہ جاری پانی ہے، حسام الدین نے فرمایا اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ورنہ تو لازم کہ استنجاء کا دھوون ناپاک نہ ہو۔ مضمرات میں فرمایا اس میں نظر ہے اور فرق یہ ہے استنجاء کرنے والے کے ہاتھ میں جو پانی ہے وہ جاری نہیں اور اوپر سے آنے والا پانی جو ہنوز ہاتھ تک نہیں پہنچا ہے جاری پانی ہے اس میں قطرہ کا اثر ظاہر نہ ہوگا تو قیاس یہی ہے کہ نجس نہ ہو اور حسام الدین نے جو فرمایا ہے وہ بطور احتیاط ہے اھ اور ناپاک نہ ہونے پر وہ فروع دلالت کرتی ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم اھ (ت)

میں کہتا ہوں اس پر خلاصہ میں جزم کیا اور اس کو فتاویٰ کی طرف منسوب کیا اور ہرگز یہ میں کسی اختلاف کا

قال فی الضیاء ذکر فی الواقعات الحسامیة لواخذ الاناء فصب الماء علی یدہ للاستنجاء فوصلت قطرة بول الی الماء النازل قبل ان یصل الی یدہ قال بعض المشائخ لا ینجس لانه جار قال حسام الدین هذا القول لیس بشیء والا لزم ان تكون غسالة الاستنجاء غیر نجسة قال فی المضمرات وفیه نظر والفرق ان الماء علی کف المستنجی لیس بجار والنازل من الماء قبل وصوله الی الکف جار ولا یظهر فیه اثر القطرة فالقیاس ان لا یصیر نجسا وما قاله حسام الدین احتیاط اھ ویؤید عدم التنجس ما ذکرنا من الفروع واللہ تعالیٰ اعلم^۱ اھ

اقول: وقد جزم به فی الخلاصة عازیا للفتاویٰ وفی البزازیة ولم یحکوا

^۱ ردالمحتار باب الانجاس مصطفیٰ البانی مصر ۲۳۹/۱

<p>ذکر نہیں کیا، اور اس کی اصل عبارت، جو جاری پانی سے متصل ہے فتاویٰ میں یہ ہے، کہ ایک شخص نے استنجاء کیا، تو جب اُس نے ٹونٹی سے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا تو وہ پانی ہاتھ پر گرنے سے قبل پیشاب کے قطرہ سے مل گیا، تو یہ پانی پاک ہے اھ "ش" نے فرمایا یہ مسئلہ مردار کے مسئلہ کے خلاف ہے کیونکہ جو پانی اس پر گرتا یا جاری ہوتا ہے وہ نجاست کو بہا کر نہیں لے جاتا ہے اور نہ ہی نجاست کو ختم کرتا ہے بلانکہ نجاست کا عین اپنی حالت پر ہی باقی رہتا ہے، پھر اس میں اختلاف بھی ہے اس لئے شارح نے یہ کہہ کر استدراک کیا ہے ولکن قدمنا ان العبرة للاثر اھ شامی کا کلام ختم ہوا اور ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ جو استدراک شارح نے کیا ہے وہی مفتی بہ اور معتمد ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>خلافاً نصہا فی مایتصل بالماء الجاری فی الفتاویٰ رجل استنجی فلما صب الماء من القمبة علی یدہ لاقی الماء الذی یسیل من القمبة البول قبل ان یقع علی یدہ بعض ماخرج فهو طاهر^۱ اھ قال ش بخلاف مسألة الجيفة فان الماء الجاری علیہا لم یذهب بالنجاسة ولم یستهلكها بل هی باقية فی محلها وعینہا قائمة علی ان فیہا اختلافاً ولهذا استدرك الشارح بقوله ولكن قدمنا ان العبرة للاثر^۲ اھ کلام الشامی وقدمنا ان ما استدرك به الشارح هو المفتی بہ المعتمد واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

اصل ۱۰: ہماری کتابوں میں اتنا فرماتے ہیں کہ پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر، دونوں کا یکساں حکم ہے کما تقدم عن التنویر و ذکر مثله الجم الغفیر وفي الغرر الوارد کالمورد (جیسا کہ تنویر سے گزر اور اس کی مثل بہت سے لوگوں نے ذکر کیا ہے اور غرر میں ہے کہ وارد مورد کی طرح ہے۔ ت)

اقول: وبالله التوفیق یہاں ایک فرق ہے غامض ودقیق اور تحقیق انیق ہے قبول کی حقیق۔ نجاست (۱) حقیقہ کے لئے ایک دفع ہے اور ایک رفع۔ دفع یہ کہ نجاست اثر نہ کرنے پائے اور رفع یہ کہ نجاست کا اثر موجود زائل ہو جائے دفع جاری و کثیر کے ساتھ خاص ہے اور رفع ہر مانع طاہر مزیل کیلئے اور ملاقات نجاست و آب کے ثمرے چار ہیں:

(۱) اعمال (۲) اہمال (۳) انتقال (۴) استیصال

^۱ خلاصۃ الفتاویٰ وما تتصل بالماء الجاری نوکثور لکنہ ۱۰/۱

^۲ رد المحتار باب الانجاس مصطفیٰ البانی مصر ۲۳۹/۱

اعمال یہ کہ نجاست اپنا عمل کرے۔

اہمال یہ کہ عمل نہ کر سکے۔

انتقال یہ کہ اُس کا اثر جس شے پر تھا اُس سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہو جائے۔

استیصال یہ کہ نجاست سرے سے فنا ہو جائے۔

نجاست جب آبِ قلیل را کد یعنی غیر جاری پر وارد ہو تو صرف اعمال ہے یعنی اُسے ناپاک کر دے گی اور خود اُس میں باقی رہے گی اور جب آب (۱) جاری یا کثیر پر وارد ہو تو محض اہمال ہے یعنی باقی تو اس میں رہے گی مگر اثر کچھ نہ کر سکے گی،

وما ذکرنا من انتقالها عند ائمة بلخ وبخاری وما وراء النهر في الجواب الثالث فذاک انتقال في الماء لا عن الماء۔	اور جو ہم نے تیسرے جواب میں ذکر کیا کہ یہ منتقل ہو جائیگی ائمہ بلخ یہ بخاری اور ماوراء النہر کے نزدیک ہے تو یہ پانی میں منتقل ہونا ہے نہ کہ پانی سے۔ (ت)
---	--

اور جب آبِ را کد نجاست پر وارد ہو جیسے کپڑا یا بدن پاک کرنے میں، تو یہاں انتقال ہے یعنی نجاست اُس کپڑے یا بدن سے منتقل ہو کر اس پانی میں آجائے گی وہ پاک ہو جائے گا اور یہ ناپاک۔ اور جب آب (۲) جاری نجاست پر وارد ہو جیسے حوض وغیرہ کی صورتوں میں گزرا تو یہ صورت استیصال کی ہے یعنی وہ بھی پاک ہو گیا اور یہ پانی بھی پاک رہا نجاست کہیں باقی ہی نہ رہی، ہاں جاری و کثیر اگر نجاست سے متغیر ہو جائیں تو دونوں صورتوں میں قلیل را کد کی طرح ہیں بالجملہ ورود آب بر نجاست ہیں اگر یہ پانی صرف رافع ہے تو نجاست اُس شے سے دُور کر کے اپنے اوپر لے لے گا کہ اس میں دفع کی قوت نہیں اور اگر دفع بھی ہے تو فنا کر دے گا کہ اُس ناپاک شدہ شے سے رفع کی اور اپنے اوپر سے دفع کی اس کیلئے کوئی محل ہی نہ رکھا اصل ۴ میں ظہیر یہ کی عبارت گزری کہ حوض بھی پاک ہو گیا اور یہ پانی جو اُس سے باہر نکل گیا اُسے اٹھا کر کسی نے وضو کیا تو وضو ہو گیا ظاہر ہے کہ یہ اعمال ہوا نہ انتقال ہوا کہ پانی خود بھی پاک رہا نہ اہمال ہوا کہ وہ ہوتا تو اُس وقت تک ہوتا کہ پانی بہ رہا تھا جب ٹھہر گیا اور ہے قلیل تو نجاست اگر رہتی واجب تھا کہ عمل کرتی جیسا کہ اصل ۶ میں گزرا لیکن یہ بھی نہ ہوا اور اس پانی کو اٹھا کر اُس سے وضو جائز ہوا تو یہ نہیں مگر نجاست کا استیصال۔ اسی طرح تصریح فرماتے ہیں کہ (۳) ناپاک زمین پر پانی بہایا کہ ہاتھ بھر بہ گیا زمین بھی پاک ہو گئی اور یہ پانی بھی پاک رہا،

في رد المحتار عن الذخيرة عن الحسن بن ابي مطبيع اذا صب عليها الماء فجرى قدر ذراع طهرت الارض والماء طاهر	رد المحتار میں ذخیرہ سے حسن بن ابی مطیع سے ہے کہ جب اس پر پانی بہایا گیا اور ایک ذراع کی مقدار اس پر جاری ہوا تو زمین اور پانی پاک ہیں بمنزلہ جاری پانی کے،
--	---

بمنزلة الماء الجاري قال ش فهذا نص في المقصود والله الحمد ¹ ۔	"ش" نے فرمایا یہ عبارت ہمارے مقصود پر نص صریح ہے واللہ الحمد (ت)
---	--

یوں ہی تصریحات ہیں کہ دو برتن ہیں (۱) ایک میں مثلاً پانی یا دودھ پاک ہے دوسرے میں ناپاک، دونوں کی دھار ہوا میں ملا کر چھوڑی کہ ایک ہو کہ تیسرے برتن میں کچنی یا (۲) دونوں کو ملا کر مثلاً پاک کچی چھت پر بہایا کہ ایک دھار ہو کر ہے سب پاک ہو گیا خزانہ و خلاصہ و بزازیہ ورد المختار میں ہے:

اناء ان ماء احدهما طاهر والاخر نجس فصبا من مكان عال فاختلطاً في الهواء ثم نزل طهر كله ولو اجري ماء الاناء بين في الارض صار بمنزلة ماء جار ² ۔	دو برتن ہیں ان میں ایک کا پانی پاک اور دوسرے کا ناپاک ہے، اب دونوں سے اوپر سے پانی بہایا پھر یہ دونوں پانی ہوا میں باہم مل گئے پھر نیچے آئے تو پاک ہیں، اور اگر دونوں برتنوں کا پانی زمین پر بہادیا گیا تو دونوں بمنزلہ جاری پانی کے ہو گئے۔ (ت)
--	--

اشارات تقریر سابق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ثمرہ استیصال علی الاطلاق نجاست غیر مرئیہ میں ہے مرئیہ جب تک باقی ہے معدوم نہیں کہی جاسکتی، ہاں کثیر و جاری میں اثر نہ کر سکے گی قلیل و راکد ہوتے ہی اپنا عمل دکھائے گی مگر یہ کہ اس سے پہلے نجاست نکال دی یا پانی (۳) میں مستملک یا مٹی (۴) کی طرف مستحیل ہو گئی تھی کہ پہلی دو صورتوں میں مرئیہ نہ رہی غیر مرئیہ ہو گئی اور کچلی میں نجاست ہی نہ رہی منخہ الخالق میں ہے:

قال العلامة عبدالرحمن افندی العبادی مفتی دمشق في كتابه هدية ابن العباد قال صاحب مجمع الفتاوى في الخزانة ماء الثلج اذا جرى على طريق فيه سرقين ونجاسة ان تغيبت النجاسة واختلطت حتى لا يرى اثرها يتوضؤ منه ³ ۔	علامہ عبدالرحمن افندی عمادی مفتی دمشق نے اپنی کتاب ہدیۃ ابن العباد میں فرمایا صاحب مجمع الفتاویٰ نے خزانہ میں فرمایا کہ برف کا پانی ایسے راستے میں بہا جس پر گوبر پڑا ہوا تھا اور نجاست بھی تھی اگر نجاست اس میں اس طرح گھل مل گئی کہ اس کا اثر نظر نہیں آتا تو اس سے وضو کیا جائے گا۔ (ت)
--	--

یوں ہی بزازیہ و خلاصہ و فتاویٰ سمرقند میں ہے شرح ہدیہ میں بعد کلام مذکور اصل ۶ فرمایا:

¹ رد المختار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۸/۱

² رد المختار باب الانجاس مصطفیٰ البابی مصر ۲۳۹/۱

³ منخہ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق بحث الماء جاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۵/۱

<p>تو حوض اس وقت ناپاک ہے جب تک کہ جو گندگی اس کے نیچے ہے کچڑ میں تبدیل ہو جائے تو اس وقت وہ ناپاک نہ ہوگا، اور اگر حوض بڑا ہو تو معاملہ آسان ہے۔ (ت)</p>	<p>فالحوض نجس الى ان يصير الزبل في اسفله حبةً وهي الطين الاسود فلا يكون نجسا حينئذ واذا كان الحوض كبيرا فالامر فيه يسير¹۔</p>
---	--

منہ میں ہے:

<p>یعنی اس کے بعد پانی جاری بھی ہوا ہو کیونکہ محض کچڑ بن جانا کافی نہیں، جیسا کہ سابقہ بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں جو تحقیق ہم نے کی اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ان کے قول ماء ورد علی نجس نجس کے معنی میں ماء سے مراد وہ تھوڑا پانی ہے جو ٹھہرا ہوا ہو، کیونکہ اسی تشریح سے دونوں فقہیہ درست ہوں گے اور ان کا عموم صحیح قرار پائیگا اور ملک العلماء نے اسی طرف اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نجس چیز جاری پانی میں دھونے سے پاک ہو جائے گی اور اسی طرح اگر اس پر پانی بہا کر اس کو دھو دیا جائے تو پاک ہو جائے گی، اس میں اختلاف ہے کہ آیا برتنوں میں دھو کر بھی پاک ہوگی یا نہیں؟ ابو حنیفہ اور محمد فرماتے ہیں پاک ہو جائے گی یہاں تک کہ تیسرے ٹب سے پاک نکلے گا، اور ابو یوسف نے فرمایا بدن اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک کہ اس کے اوپر پانی نہ بہایا جائے اور کپڑے کے بارے میں اُن سے</p>	<p>یعنی اذا جرى بعد ذلك لا بمجرد صيرورة الزبل حبةً كما يعلم مبامر² اه</p> <p>اقول: تبين مما حققنا ان المراد بالماء في قولهم ماء ورد على نجس نجس كعكسه هو الماء الراكد القليل اذ به تستقيم القضيتان على عمومهما وقد اشار اليه ملك العلماء حيث قال لا خلاف ان النجس يطهر بالغسل في الماء الجاري وكذا بالغسل بصب الماء الجاري وكذا بالغسل بصب الماء عليه واختلف هل يطهر بالغسل في الاواني قال ابو حنيفة ومحمد يطهر حتى يخرج من الاجانة الثالثة طاهرا . وقال ابو يوسف لا يطهر البدن ما لم يصب عليه الماء وفي الثوب عنه روايتان وجه قول ابى يوسف القياس يابى الطهارة بالغسل اصلا لان الماء متى لاقى النجاسة يتنجس سواء ورد الماء على النجاسة او وردت النجاسة على الماء الا انا حكمنا بالطهارة لحاجة</p>
---	---

¹ منحة الخالق على حاشية بحر الرائق بحث الماء الجاري ابي ايم سعيد كپنی كراچی ۸۵/۱

² منحة الخالق على حاشية بحر الرائق بحث الماء الجاري ابي ايم سعيد كپنی كراچی ۸۵/۱

دو روایتیں ہیں، ابو یوسف کے قول کی وجہ یہ ہے کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ دھونے سے طہارت بالکل نہ ہو کیونکہ پانی جب نجاست سے ملاتی ہوگا تو ناپاک ہو جائیگا خواہ پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر وارد ہو، مگر ہم نے لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے طہارت کا حکم دیا۔ اور حاجت پانی کے نجاست پر وارد ہونے کی صورت میں پاکی کے حکم کے ساتھ رفع ہو جاتی ہے تو اس کے علاوہ قیاس کے مطابق رہے گا، اس بنا پر بدن اور کپڑے میں فرق نہیں کیا جائیگا، اور ان کے نزدیک وجہ فرق ایک روایت پر یہ ہے کہ کپڑے میں ضرورت ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کا کپڑا ناپاک ہو جائے اس کو یہ سہولت حاصل نہیں ہوتی کہ کوئی اس کے کپڑے پر اوپر سے پانی بہائے اور خود بھی وہ نہیں بہا سکتا ہے، اور طرفین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ قیاس دونوں صورتوں میں متروک ہے کیونکہ دونوں جگہ ضرورت متحقق ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کو نجاست لگ جائے نہ تو بہتا ہوا پانی پاتا ہے اور نہ ہی کسی بہانے والے کو پاتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود بھی نہیں بہا سکتا ہے، اور اس کے علاوہ جو قیاس انہوں نے ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ پانی جب تک نجس جگہ پر رہے ناپاک نہیں ہوتا ہے اھ مختصر، تو دو مرتبہ انہوں نے

الناس والحاجة تندفع بالحكم بالطهارة عند ورود الماء على النجاسة فبقى ما وراء ذلك على القياس فعلى هذه لا يفرق بين البدن والثوب ووجه الفرق له على رواية ان في الثوب ضرورة اذ كل من تنجس ثوبه لا يجد من يصب ولا يمكنه الصب بنفسه، وجه قولهما ان القياس متروك في الفصلين لتحقيق الضرورة في المحلين اذ ليس كل من اصابته النجاسة بدنه يجد ماء جارياً او من يصب وقد لا يتمكن من الصب بنفسه مع ان ما ذكره من القياس غير صحيح لان الماء لا ينجس اصلاً مادام على المحل النجس¹ اه مختصراً فقد افاد مرتين ان القضيتين في غير الجارى اى وما في حكمه من الكثير، والعجب ان المدقق العلائى حمل الكلام على الجارى فقال في شرحه (ورد) اى جرى (نجس) اذا ورد كله او اكثره ولو اقله لا كجيفة في نهر او نجاسة على سطح لكن قدمنا ان العبرة للاثر (كعكسه) اى اذا وردت النجاسة على الماء تنجس الماء اجباً² اھ۔

¹ بدائع الصنائع اما طريق التفسير بالغسل اى سجد کینی کراچی ۸۷/۱

² الدر المختار باب الانجاس مجتہبی دہلی ۵۵/۱

بتایا کہ دونوں قضیے غیر جاری پانی میں ہیں یعنی اُس پانی میں جو جاری پانی کے حکم میں ہو، مثلاً کثیر پانی، تعجب ہے کہ مدقن علانی نے کلام کو جاری پانی پر محمول کیا ہے، اور اپنی شرح میں فرمایا ہے (ورد) یعنی جاری ہوا (ناپاک) جب وارد ہوا اس کا کل یا اکثر، اگر کم جاری ہو تو یہ حکم نہیں ہوگا جیسا کہ نہر میں مردار یا چھت پر نجاست، لیکن ہم نے پہلے ذکر کیا کہ اعتبار اثر کا ہے (جیسا کہ اس کا عکس) یعنی جب کہ نجاست پانی پر وارد ہو تو پانی اجماعاً ناپاک ہو جائیگا (ت)

میں کہتا ہوں بلالکہ ناپاک نہ ہوگا اجماعاً جبکہ جاری ہو، جب تک متغیر نہ ہو، تو مراد تھوڑا سا ٹھہرا ہوا پانی ہے قطعاً، اور اگر اس پر محمول کیا جائے تو پہلی میں اس کی تنقید کی حاجت نہ ہوگی اور نہ ہی استدراک کی ضرورت ہوگی اور تعجب یہ ہے کہ سادات ثلاثہ ح، ط اور ش نے اس کو ٹھہرے اور جاری پانی دونوں میں عام کر رکھا ہے تو پہلے دو نے شارح پر اعتراض کیا، اور کہا ہے کہ ان کا قول جری یہ اس صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ وہ پانی زمین یا سطح پر جاری ہو اور اس صورت کو شامل نہیں ہے جبکہ کسی نجاست پر بہایا جائے کیونکہ بہانے کو جاری ہونا نہیں کہا جاتا ہے حالانکہ حکم عام ہے، تو اولیٰ وہی ہے کہ مصنف نے اس کو اس کے عموم پر باقی رکھا ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جاری پانی یا کثیر پانی جو کسی نجاست پر وارد ہو یا بالعکس، صرف وارد ہونے سے نجس ہو جائے گا؟ تو عموم کہاں ہوا؟ اور تیسرے نے دو جوابوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ورود کی تفسیر اس کے ساتھ اس لئے کی گئی ہے تاکہ وہ اس کی تفصیل کر سکیں اور اس کے خلاف کا بھی ذکر کریں

اقول: (۱) بل لا یتنجس اجماعاً اذا کان جاریاً
مالم یتغیر بہا فالمراد الراكد القلیل
قطعاً (۲) ولو حمل علیہ لم یحتج فی الاولی الی
تقییدھا ولا الاستدراک علیہا والعجب ان
السادات الثلاثہ ح و ط و ش کلہم حملوہ علی
ما یعم الراكد والجارى فاعترض الاولان علی
الشارح قائلین علی قوله جری هذا خاص بما اذا
جری علی ارض او سطح ولا یشمل ما اذا صب علی
نحاسة لان الصب لا یقال له جریان مع ان
الحکم عام فالاولی ابقاء المصنف علی عمومہ
۱ھ

اقول: (۳) اترون ماء جاریاً او کثیراً ورد علی نجس
او بالعکس هل یتنجس بالورود فاین العموم
واشار الثالث الی جوابین فقال فسر الورود به لیتأتی
له التفصیل والخلاف اللذان ذکرہما والا فالورود
اعم وایضاً فالجریان

جن کا انہوں نے ذکر کیا، ورنہ ورود اعم ہے اور نیز جاری ہونا
ابلاغ ہے بہانے سے، تو اس کی تصریح کردی حالانکہ بہانے کا
حکم اس سے معلوم ہو گیا تھا بطریق اولیٰ، تاکہ ارادہ نہ کرنے کا
وہم دفع ہو جائے (ت)

میں کہتا ہوں کوئی عموم نہیں ہے، اگر فرض کیا جائے تو اس
کی تفسیر خاص سے کیے صحیح ہو سکتی ہے تاکہ وہ اس کو مقید
کر سکیں اور اس کو اختلافی بنا سکیں، بلکہ ان پر لازم تھا کہ وہ
اس کو اس کے عموم پر باقی رکھیں، اور کہیں کہ اگرچہ جاری
ہو جبکہ اس کا کل وارد ہوا الخ (ت)

ابلاغ من الصب فصرح به مع علم حکم الصب
منه بالاولیٰ رفعاً لتوهم عدم ارادته^۱
اقول: (۱) لاعموم و علی (۲) فرضہ کیف یصح
تفسیرہ بخاص لیتأتی له تقييده وجعله
خلافية بل كان عليه ان يبقية على عمومہ
ويقول وان كان جارياً اذا ورد كله -- الخ

یہ جواہر زواہر بحمدہ تعالیٰ عطیہ سرکار رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ہیں والحمد للہ علی تواتر الالاء، وافضل
الصلاة والسلام علی سید انبیائہ، وعلیہم وعلیٰ آلہ وصحبہ واولیائہ، باقیین دائمین بدوامہ وبقائہ،
امین والحمد للہ رب العالمین۔

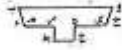
جب یہ اصول عشرہ مہمد ہو لیے اب تفریعات کی طرف چلے۔

فاقول: وبالله التوفیق اس مسئلہ میں ۱۲۰ صورتیں ہیں، جواب چہارم میں حوض کی قسمیں مذکور ہوئیں۔ قسم دوم وہ کہ
اسفل اُسی کا بجز ہو شکل واحاطہ میں متمیز نہ ہو جیسے نصف دائرہ۔ قسم چہارم وہ کہ اسفل شکل جداگانہ ہو۔ صغیر تابع وہ کہ پچیس
ہاتھ مساحت سے کم ہو مستقل وہ کہ پچیس ہاتھ یا زائد ہو مگر سو سے کم ہو، حوض زیریں ناقابل اجرا ایک وہ کہ پانی اُس کی
حدود سے باہر تک حوض بالا کے بطن میں بھرا ہو کہ باہر سے جو پانی آئیگا اُس کا بہاؤ اُس حوض صغیر میں داخل ہو کر نکلنا نہ
ٹھہرے گا کہ اُس کا اجرا ہو بلکہ حوض بالا ہی کے بطن میں متحرک سمجھا جائے گا کہ جریان نہیں (اصل ۳ و ۵) ظاہر ہے کہ اگر
دیگ میں ایک کٹورہ رکھا اور نصف دیگ میں ناپاک پانی بھرا ہے لبالب بھر دینے سے بھی کٹورے کا پانی پاک نہ ہو گا نہ دیگ
کا کہ اُن میں کسی کا اجرا نہ ہو، بخلاف اس کے کہ صرف کٹورے میں پانی ہو اور اُس پر پاک پانی ڈالیں یہاں تک کہ بھر کر اُبلے
ضرور کٹورہ اور اُس کا پانی پاک ہو جائیگا کہ اُس کا اجرا ہو گیا اگرچہ جو ف دیگ میں (اصل ۲) دوسرا وہ کہ آگے اُبل کر بہنے کو جگہ

نہ ہو جیسے اس صورت میں کہ اگرچہ پانی صرف

ح ح تک ہو آگے منتہی تک بلالندی ہے۔ قابل اجرا وہ کہ پانی اُسی کے اندر اور آگے بہنے کو جگہ ہو قلت منتہی یہ کہ حوض بالا کی
فضا کہ اس حوض زیریں کی محاذات میں ہے مع فضائے حوض زیریں وہ درہ سے کم ہو جیسے اس شکل میں۔

^۱ رد المحتار باب الانجاس مصطفیٰ البانی مصر ۲۳۸/۱



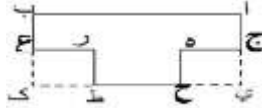
اب کہ اب سُوہا تھ اور ح ع کم ہے کثرت منتهی یہ کہ یہاں بھی در درہ ہو جیسے اسی شکل میں جب کہ سطح ح ع سُوہا تھ اور سطح اب زائد ہو یا شکل سوم مذکور جواب چہارم میں کہ اب و ح ع دونوں مساوی ہیں کثرت مبدء یہ کہ ناپاک پانی جہاں تک بھرا ہے مثلاً بحالی قابلیت اجراہ سے رتک یا بحال عدم قابلیت ی سے م تک وہاں سے مدخل آب تک اتنی جگہ ہے کہ آنے والا پاک پانی وہ در درہ ہو کر ناپاک پانی سے ملے گا مثلاً اسے جو پانی ح پر آیا اور پہلی صورت میں ہ سے ناپاک پانی تھا تو وہ تک پہنچنے سے پہلے سطح ح میں سُوہا تھ مساحت ہو اور دوسری صورت میں ی سے نجس پانی تھا تو ی سے اوپر اوپر سطح ح ی میں وہ در درہ کی وسعت ہو قلت مبدء یہ کہ اتنی جگہ نہیں بلکہ وہ در درہ سے کم رہ کر اُس سے ملے بہر حال نجاست مرئیہ پاک پانی داخل ہونے سے پہلے نکال لی گئی تو خرچہ ہے ورنہ باقیہ راسبہ خواہ طافیہ ظاہر ہے کہ حوض زیر بحث قسم دوم سے ہو گا یا چہارم سے اور چہارم تابع یا مستقل اور دونوں قابل اجرا یا ناقابل یہ پانچ صورتیں ہوں گی اور ہر تقدیر پر مبدء کثیر ہو گا یا قلیل بروجہ دوم منتهی بھی قلیل ہو گا یا کثیر یہ تین ہو کر پندرہ^{۱۵} ہوں گی۔ بہر حال نجاست غیر مرئیہ ہو گی یا مرئیہ اور مرئیہ مخرجہ یا باقیہ اور باقیہ راسبہ یا طافیہ یہ چار ہو کر ساٹھ^{۱۶} ہوں گی بہر صورت حوض بالا بھر کر اُبلایا نہیں جملہ ایک سو بیس^{۱۷}۔ اب ہم بتوفیقہ تعالیٰ ان کا ضبط کریں کہ ہر تقسیم اُسی صورت میں آئے جس سے وہاں حکم مختلف ہو۔

فاقول: وبالله ربی استعین **اولاً:** حوض اگر قسم دوم سے ہو یا قسم چہارم سے اور صغیر ناقابل اجرا تابع خواہ مستقل اور بہر حال نہ کثیر المبدء تھا نہ بھر کر اُبلاتا تو مطلقاً سب ناپاک ہو گیا عام ازیں نجاست کسی قسم کی ہو اور منتهی قلیل ہو یا کثیر کہ جتنا پانی نجاست سے ملتا گیا نجس ہوتا گیا اور نجس کثیر ہو کر ظاہر نہیں ہو سکتا یہ تین صورتیں ہوں گی بلکہ ایک ہی کہ ناقابل اجرا سب کو شامل ہے اور تفصیلاً بالحاظ کثرت و قلت منتهی و اقسام نجاست چوبیس^{۱۸}۔

ثانیاً: انہی صورتوں سے پہلی دو^{۱۹} صورتوں یعنی قسم دوم و ناجاری تابع میں اگر کثیر المبدء تھا یا بھر کر اُبلاتا تو مطلقاً سب پاک ہو گیا یہ چار صورتیں ہوں گی بلکہ دو ہی کہ نامستقل دونوں کو شامل اور تفصیلاً بتیس^{۲۰} کو کثیر المبدء اُبلے یا نہیں اور اُبلنے والے قلیل المبدء میں منتهی قلیل ہو یا کثیر اور ہر ایک قسم دوم سے ہو یا ناجاری تابع اور بہر حال نجاست کسی قسم کی۔

ثالثاً: انہی کی صورت سوم ناجاری مستقل میں کثرت مبدء یا اُبلانے سے حوض بالامطلقاً پاک رہے گا

کہ اُس کا پانی ناپاک پانی سے کثیر ہو کر ملا (اصل ۸) یا بعد کو بہ گیا (اصل ۱) اور صغیر مطلقاً ناپاک ہونا چاہئے۔ اگرچہ نجاست غیر مرئیہ ہو کر بہا نہیں اور مستقل ہے (جواب ۴) تو نجاست موجود اور سبب تطہیر مفقود صورت کثرت مبداء تو واضح ہے اور صورت اجرام میں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس کا استقلال اس کے اجرا کو اس کا اجرا ہونے سے مانع ہوگا اگر کہیے کہ مانع نہ ہوگا شکل



ج میں ج اور رک زمین کے ٹکڑے جنہوں نے حائل ہو کر ط کواء سے ممتاز شکل کر دیا اگر ہٹا دئے جائیں تو شک نہیں کہ اب کا اجرا تمام شکل اک کا اجرا ہوگا جس میں ط بھی داخل تو اتنے ٹکڑے کم کر لینے سے اثر اجرا کہ ط تک پہنچتا تھا رہا پر کیوں ختم ہو جائیگا تو جواب وہی ہے کہ وہ ٹکڑے ہٹ جائیں تو رک شکل واحد میں سب پانی ایک ہے بخلاف اس صورت کے کہ اب دو شکلوں میں دو پانی ہیں فلینتأمل یہ دو صورتیں ہوئیں اور تفصیلاً اُسی طرح سولہ ۱۶۔

رابعاً: صغیر قابل اجرا اور نہ ہوگا مگر قسم چہارم سے کہ قسم دوم اصلاً قابل اجرا نہیں جب تک سارا حوض بھر کر نہ بہے ظاہر ہے کہ اب جو پانی اوپر سے آئیگا ضرور اُسے بھر کر بہا دے گا (اصل ۵) تو اُس وقت اس کی طہارت میں کلام نہیں (اصل ۱) عام ازیں کہ مستقل ہو یا تابع کہ اجرا سے طہارت کے لئے کوئی مقدار شرط نہیں (اصل ۲) اب اگر نجاست غیر مرئیہ یا مخرجہ ہے تو عود نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ جریان اس نجاست کو فنا کر دیتا ہے (اصل ۱۰) تو مطلقاً زیر و بالا دونوں حصے پاک ہیں اگرچہ نہ مبداء کثیر ہو نہ منتہی کہ جریان کیلئے کوئی حد خاص مقدر نہیں (اصل ۴) خواہ بھر کر اُبلے یا نہیں کہ ظاہر کو اجرا کی حاجت نہیں یہ چار صورتیں ہوئیں کہ قابل اجرا تابع یا مستقل اور نجاست غیر مرئیہ یا مخرجہ بلکہ ایک ہی کہ قابل اجرا اور نجاست غیر مرئیہ کہ بعد اخراج مرئیہ بھی غیر مرئیہ ہے اور تفصیلاً چوبیس ۲۴ کہ ہر تقدیر پر مبداء کثیر ہو یا قلیل اور منتہی کثیر یا وہ بھی قلیل اور ہر صورت پر اُبلے یا نہیں۔

خامساً: اسی صورت قابل اجرا میں نجاست باقیہ ہو تو مبداء یا منتہی کثیر ہونے کی حالت میں اگر نجاست طافیہ ہے مطلقاً دونوں حصے پاک رہیں گے صغیر تابع ہو یا مستقل کبیر اُبلے یا نہ اُبلے کہ جریان صغیر نے اُسے پاک کر دیا اور وہ اگرچہ مستقل ہو نجاست کہ طافیہ تھی اس میں نہ رہی آب بالا کی طرف منتقل ہو گئی اور یہ آب بالا اُسے بہانے والا اُس سے متاثر نہ ہوا اگر کثیر تھا تو ظاہر (اصل ۸) اور قلیل تھا جب بھی بحالت جریان تو پاک تھا ہی (اصل ۴) اور یہ جریان منتہی نہ ہو جب تک اُس فضائے حوض کبیر کو کہ محاذات صغیر میں ہے بھر نہ دیا (اصل ۴) کہ عرض میں پھیلنا جریان کا مانع نہیں (اصل ۷) اور اس وقت وہ در وہ ہو چکا تھا بہر حال قابل قبول نجاست نہ ہوا یوں ہی اگر راسبہ ہے اور صغیر تابع کہ اگرچہ وقوف جریان کے وقت نجاست اُس میں موجود تھی مگر آب بالا بوجہ کثرت متاثر نہ ہوا اور یہ بوجہ تبعیت اُس کے ساتھ شے واحد ہے تو پاک ہی رہے گا

اور جریان بالا کی حاجت نہیں جیسے حوض قسم دوم کا اسفل ہے اگرچہ مساحت میں کتنا ہی کم رہ جائے اور اُس میں نجاست موجود ہو جب اوپر کثیر ہے یا اجرا ہو جائے کوئی حصہ ناپاک نہ رہے گا ہاں اس صورت میں اگر صغیر مستقل ہے تو کبیر کہ کثیر ہے پاک رہے گا اور صغیر پھر ناپاک ہو نا چاہئے کہ اُس سطح کے بھرتے ہی جریان ٹھہر گیا اور اُس وقت نجاست خود اس میں موجود ہے اور یہ تابع نہیں تو جریان بالا بھی اگر ہوا سے مفید نہیں اور اگر مبداء و منتہی دونوں قلیل ہیں اور حوض بالا بہا بھی نہیں تو مطلقاً دونوں حصے ناپاک رہیں گے صغیر تابع ہو یا مستقل اور نجاست طافیہ ہو یا راسبہ کہ اگرچہ اجرائے صغیر نے اسے پاک کیا اور اُس وقت تک وہ آنے والا پانی بھی پاک تھا مگر جریان ٹھہرا قلت پر تو آب قلیل ساکن میں نجاست موجود ہے خواہ بالا میں اگر طافیہ ہے یا زیریں میں اگر راسبہ تو وہ نجس ہو گیا (اصل ۶) اور دوسرا قلیل کہ اوّل میں زیریں اور دوم میں بالا ہے اس آب نجس سے متصل ہے تو دونوں نجس ہو گئے اور بعد کو جو پانی بڑھا بطن حوض میں متحرک ہوا تو دوبارہ اجرا نہ ہوا (اصل ۳ و ۵) اس بڑھنے میں سیلان سہی مگر وہ جریان کیلئے کافی نہیں (اصل ۹) اور اگر حوض بالا بہا اور صغیر تابع ہے تو سب پاک اگرچہ نجاست راسبہ ہو لہذا امر انفاً (جیسے ابھی گزرا۔ ت) اور مستقل ہے تو صغیر بوجہ اتصال نجاست ناپاک ہو نا چاہئے اگرچہ طافیہ ہو کہ وقوف جریان کے وقت بالا بسبب قلت ناپاک ہو گیا تھا اور یہ اُس سے متصل پھر جب بالا کا جریان ہو اوہ بوجہ استقلال اس کا جریان نہ ٹھہر نا چاہئے تو یہ نجس ہی رہا اور کبیر بوجہ جریان خود پاک ہو گیا یہ نو صورتیں ہیں کہ کثرت مبداء یا منتہی ہر ایک میں تین ہیں طافیہ مطلق اور راسبہ میں صغیر تابع یا مستقل یونہی قلت ہر دو میں تین ہیں عدم جریان بالا مطلق اور جریان میں تبعیت و استقلال بلاکہ چھ^۱ ہی ہیں کہ دونوں کثرتیں وقوف علی اکثرۃ میں آگئیں اور تفصیلاً چوبیس کہ کثرت مبداء یا منتہی یا قلت ہر دو ہر ایک میں نجاست طافیہ ہے یا راسبہ۔ صغیر تابع ہے یا مستقل بالا بہا یا نہیں آٹھ آٹھ ہو کر چوبیس^۲ ہوئیں مجموع ایک سو بیس اور ضابطہ میں بیس^۳ ہی بلاکہ صرف بارہ^۴۔

ضابطہ کا اختصار

اختصار هذا الضابط

میں کہتا ہوں اگر ناپاک حوض کی تہ پاک پانی کے داخل ہونے سے جاری نہیں ہوتی ہے، تو اگر مبداء زائد ہو گیا یا بڑا جاری ہوا، تو کل پاک ہے اگر صغیر تابع ہے اور کبیر فقط اگر مستقل ہو ورنہ سب ناپاک ہو گیا، اور اگر اس کے ساتھ جاری ہو اور

اقول: ان كان جوف الحوض النجس لايجرى بدخول الماء الطاهر فان كثر المبداء او جرى الكبير طهر الكل لو الصغیر تابعاً والكبير فقط لو مستقلاً والا تنجس الكل وان كان يجرى به و

<p>نجاست مرئیہ نہ ہو تو کل پاک اور اگرچہ نجاست باقی ہو تو اگر جاری ہونے سے بہت دیر رک جائے اور نجاست اوپر تیرتی ہو یا صغیر تابع ہو تو کل پاک ورنہ کبیر صرف پاک ہوگا، اور اگر تھوڑی دیر ٹھہر اور کبیر جاری نہ ہو تو کل ناپاک ہوا، اور اگر جاری ہو تو کل پاک ہوا اگر صغیر تابع ہو اور کبیر فقط اگر مستقل ہو۔ (ت)</p>	<p>النجاسة غير مرئية طهر الكل وان باقية فان وقف عن الجريان كثيرا وهي طافية او الصغیر تابع طهر الكل والا فالكبیر وحده وان وقف قليلا ولم يجز الكبیر تنجس الكل وان جرى طهر الكل لو الصغیر تابعا والكبیر فقط لو مستقلا۔</p>
--	---

ضابطہ۔ بروجہ دوم متفرق کہ ہر حصہ کی طہارت کا جدا ضابطہ۔

۱۔ آب ظاہر کثیر ہو کر نجس تک پہنچے، یا

۲۔ حوض بھر کر ابل جائے، یا

۳۔ صغیر کو بہائے اور نجاست غیر مرئیہ رہ گئی ہو، یا

۴۔ صغیر کو بہا کر وہ درودہ پر ٹھہرے۔

اور طہارت زیریں تابع مطلقا تابع طہارت بالا ہے اور طہارت زیریں مستقل کو تین شرطیں درکار:

اول: اس کا جاری ہونا۔

دوم: نجاست کا راسبہ ہونا۔

سوم: یا تو نجاست غیر مرئیہ ہو یا طافیہ ہے تو جریان حد کثرت پر ٹھہرے انہی کے اجتماع وافتراق سے زیر و بالا کے احکام پیدا ہوں گے طہارت بالا کی اگر کوئی صورت نہ پائی جائے دونوں حصے مطلقا نجس ہیں کہ اس مسئلہ میں نجاست بالا و طہارت زیریں معقول نہیں اور اگر ان میں سے کوئی صورت متحقق ہو اور اس کے ساتھ غیر صغیر مستقل نہ ہو یا ہو تو اس کی تینوں شرطیں جمع ہوں تو سب پاک ہے اور اگر طہارت بالا کی کوئی صورت پائی گئی اور صغیر مستقل ہے اور اس کی کوئی شرط منتفی ہوئی تو اسفل ناپاک اعلیٰ پاک۔

ضابطہ۔ بروجہ سوم کہ توزیع احکام کرے حکم تین ہیں:

۱۔ سب پاک

۲۔ سب ناپاک

۳۔ صرف حصہ بالا پاک۔ اس ضابطہ میں ہر حکم کی صورتیں جدا کی جائیں گی۔

فاقول: اگر (۱) آب ظاہر آب نجس سے نہ کثیر ہو کر ملانہ بعد کو ابلانہ نجاست غیر مرئیہ میں صغیر کو بہایا

نہ باقیہ میں بہا کردہ درود پر ٹھہرا تو ان ۱۷ ٹھائیں ۲۸ صورتوں میں دونوں حصے مطلقاً ناپاک ہیں اور ۲ اگر حوض قسم دوم سے ہو یا چہارم میں صغیر تابع قابل اجرا نہ ہو اور دونوں صورتوں میں آب طاهر کثیر ہو کر نجس سے ملایا ۳ بعد کو اُبلایا، یا ۴ آب نجس حوض صغیر تابع خواہ مستقل میں قابل اجرا تھا اور نجاست غیر مرئیہ ۵ رہ گئی تھی اگرچہ وہ درود سے کم پر ٹھہرا، یا ۶ مرئیہ میں وہ صغیر تابع تھا اگرچہ راسبہ ہو اور اُسے بہا کر ۳ کثرت پر ٹھہرایا ۶ بعد کو اُبلایا، یا ۷ صغیر مستقل تھا اور نجاست طافیہ اور بہا کر کثرت پر ٹھہرا ۸، ان ستر ۹ صورتوں میں دونوں حصے مطلقاً پاک رہیں اور اگر صغیر مستقل تھا اور آنے والے پانی نے اُسے نہ بہایا کہ جگہ نہ تھی خواہ نجس پانی اس کی حدود سے باہر تھا یا بہایا تو نجاست راسبہ تھی اور ان دونوں صورتوں میں پانی ۸، ۹ اُس نجس سے کثیر ہو کر ملا خواہ صورت اخیرہ میں بہا کر کثرت پر ٹھہرایا ۱۰، ۱۱ دونوں صورتوں میں بعد کو اُبلایا ۱۲ نجاست طافیہ تھی اور قلت پر ٹھہر کر آخر میں اُبلان ۱۵ بائیس صورتوں میں اسفل ناپاک اعلیٰ پاک۔

۱ حوض قسم دوم سے ہے یا صغیر ناجاری تابع خواہ مستقل بہر حال مبدء یا مبدء و منتہی دونوں قلیل بہر صورت نجاست چاروں قسم کے کسی کی۔ ۲۲ یہ ہوئیں اور صغیر جاری سے تابع خواہ مستقل اور نہ کثرت پر ٹھہرا نہ بعد کو اُبلایا بہر تقدیر نجاست طافیہ ہے یا راسبہ چاریہ ہوئیں جملہ ۲۸ اور ضابطہ میں ایک ۱۲ منہ (م)

۲ غیر مرئیہ رہ جانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ نجاست سرے سے غیر مرئیہ تھی یا تھی مرئیہ اور قبل جریان نکال دی گئی کہ غیر مرئیہ رہ گئی ۱۲ منہ (م)

۳ کثرت پر ٹھہرنا دونوں صورتوں کو شامل ہے ابتدا ہی سے کثیر ہو کر ملایا کثیر ہو کر جریان پر ٹھہرا ۱۲ منہ (م)
۴ حوض قسم دوم سے یا صغیر ناجاری تابع۔ بہر حال اگر مبدء کثیر ہے تو بعد کو اُبلے نہ اُبلے یا ۲ بعد کو اُبلایا تو منتہی کثیر یا قلیل۔ یہ آٹھ صورتیں ہوئیں ہر صورت پر نجاست کی ہر قسم حاصل ۳۲۔ اور ضابطہ میں دو۔ اور ۲ اگر صغیر جاری ہے تابع خواہ مستقل اور نجاست غیر مرئیہ خواہ خرچہ۔ چار ہوئیں۔ بہر صورت مبدء کثیر ہے یا قلیل اور منتہی کثیر یا دونوں قلیل بارہ ۱۱ ہوئیں بہر صورت اُبلایا نہیں، حاصل ۲۴۔ اور ضابطہ میں ایک اور ۵ صغیر جاری تابع میں مبدء کثیر ہے یا منتہی بہر حال اُبلایا نہیں چاریہ اور پانچویں یہ کہ دونوں قلیل اور اُبلایا بہر صورت نجاست طافیہ یا راسبہ حاصل ۱۰۔ اور ضابطہ میں دو ۷ صغیر جاری مستقل اور نجاست طافیہ اور منتہی کثیر اس میں ممکن کو مبدء کثیر تھا یا قلیل بہر حال اُبلایا نہیں حاصل ۴۔ اور ضابطہ میں ایک مجموعہ ستر ۹ اور ضابطہ میں چھ۔ منہ (م)
۵ صغیر ۸ مستقل ناجاری میں اگر مبدء کثیر ہے تو اُبلے خواہ نہیں اور ۹ اُبلایا ہے تو منتہی کثیر ہو یا قلیل۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

اقول اولاً: یہیں سے ظاہر ہوا کہ کلام علمائے کرام حوض قسم دوم میں ہے ورنہ بانوے ۹۲ صورتوں سے نقض وارد ہو جن میں سے ستر میں طہارت کل یقینی ہے اور بائیس میں طہارت اعلیٰ۔ تردد ہے تو نجاست اسفل میں اور حوض قسم دوم میں بیشک حکم یہی ہے کہ اعلیٰ اسفل سب ناپاک صرف دو استثنا ہیں جن میں سب پاک ہوگا ایک یہ کہ بھر کر اُبل جائے یہ صراحۃً اُن کے کلمات عالیہ میں مذکور حلیہ و بدائع و فتح سے گزرا امتلاً و لم یخرج منه شیء (وہ بھر گیا اور اس سے کوئی چیز خارج نہ ہوئی۔ ت) دوسرے یہ کہ آنے والا پانی کثیر ہو کہ اُس نجس سے ملے یہ بجائے خود معلوم و معبود کہ کثیر بے تغیر نجاست قبول نہیں کرتا تو اطلاق علمائے کرام صحیح و بے غبار ہے اور تحقیق بازغ و تنقیح بالغ یہ ہے جو بتوفیقہ عزوجل قلب فقیر پر القا ہوئی۔

ثانیاً: نیز یہ بھی واضح (۱) ہوا کہ قول دوم بھی بے وجہ نہیں بلکہ وہ اُن ستر صورتوں پر محمول جن میں سب پانی پاک رہتا ہے وباللہ التوفیق۔
ثالثاً: یہ بھی لائح ہوا کہ یہ محل (۲) ایک قول کی تصحیح دوسرے کی تضعیف کا نہیں بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں،

واللہ الحمد کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یجب ربنا ویرضی، وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی المصطفیٰ الارضی، والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ما علت سماء ارضاً، والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔	اللہ ہی کیلئے بہت پاکیزہ حمد ہے اس میں برکت ہو جتنی ہمارے رب کو پسند ہے اور اتنے درود و سلام ہوں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی آل، اصحاب، اولاد، گروہ سب پر جب تک آسمان زمین سے بلند رہے، والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحنہ تعالی اعلم۔ (ت)
---	---

تنبیہ جلیل

تنبیہ جلیل

وتشیدید التفریع والتأصیل، وعلی اللہ ثم علی رسولہ التعویل، جل وعلا	اور اصل بیان کرنے اور فروعی مسائل کا استنباط کرنے کی بنیاد، اور بھروسا اللہ عزوجل پر ہے پھر
--	--

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ چار ہوئیں اور بہر تقدیر نجاست کی ہر قسم۔ حاصل ۱۶ اور صغیر "مستقل جاری میں مبد و کثیر ہو یا منتہی بہر حال
اُبلے یا نہیں اور نجاست خاص راسبہ۔ یہ چار ہوئیں اور "اگر دونوں قلیل ہیں اور اُبلتا تو نجاست راسبہ ہو خواہ" طافیہ یہ دو مل کر
چھ^۱ ہوئیں، حاصل ۲۲، اور ضابطہ میں ۵۔ مجموع ۱۲۰، اور ضابطہ میں ۱۲۔ منہ (م)

و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالتبجیل،	اس کے رسول پر ہے، اللہ تعالیٰ ان پر عظمت والا درود بھیجے۔ (ت)
---------------------------------------	---

اصل سوم میں گزرا کہ دخول و خروج دونوں اس جریان کے رکن ہیں اُن میں سے جو نہ پایا جائے گا جریان نہ ہوگا اور اصل نہم میں رد المحتار وضیاء و جامع المضمرات و زازیہ و خلاصہ و فتاویٰ سے گزرا کہ لوٹے کی دھار جب تک ہاتھ پر نہ پہنچی جاری ہے حالانکہ یہ محض خروج بلا دخول ہے۔

اقول: وبالله التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (اللہ ہی کی توفیق سے میں کہتا ہوں اور اسی کی مدد سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچتا ہے۔ ت) اس کی تنقیح و تطبیق ایک اور خلافیہ کی توضیح و توفیق پر مبنی ہے علما (۱) مختلف ہوئے کہ جاری ہونے کیلئے اوپر سے مدد آنا بھی ضرور ہے یا بلا مدد کسی مانع کا آپ بہنا بھی جریان ہے محقق علی الاطلاق نے اول کو ترجیح دی فتح میں فرمایا:

الحقوا بالجاری حوض الحمام اذا كان الماء ينزل من اعلاه حتى لو ادخلت القصعة النجسة او اليد النجسة فيه لا ينجس وهل يشترط مع ذلك تدارك اغتراف الناس منه فيه خلاف ذكره في المنية ثم لا بد من كون جريانه لمدد له كما في العين والنهر هو المختار ¹ اهـ ثم ذكر مسألة الاستنجاء بالقبضة ونقل عن التجنيس النظر فيه بعين ما نظر الامام حسام الدين ثم قال قال اى المصنف في (۲) التجنيس ونظيره ما اوردہ المشائخ في الكتب ان المسافرين اذا كان معه ميزاب واسع (اى يسع لان يتوضأ فيه) واداة ماء يحتاج اليه ولا يتيقن وجود الماء لكنه عـ على طبعه قبل	جاری پانی کے ساتھ حمام کے حوض کو بھی شامل کیا گیا ہے، جبکہ پانی اس کے اوپر سے اُتر رہا ہو یہاں تک کہ اگر اس میں ناپاک پیالہ یا ناپاک ہاتھ ڈالا تو ناپاک نہ ہوگا اور آیا اس میں یہ شرط بھی ہے کہ لوگ پے در پے اس میں سے چلو بھر کر پانی نکالتے ہوں؟ اس میں اختلاف ہے، اس کو منیہ میں ذکر کیا، پھر اس کے جاری رہنے کیلئے اس کو مدد دینے والی چیز ضروری ہے جیسا کہ چشمہ اور نہر میں ہوتا ہے یہی مختار ہے اھ پھر استنجاء ٹوٹنی کے ساتھ کا مسئلہ نقل کیا اور پھر تجنيس سے نقل کیا کہ اس میں نظر ہے یہ وہی نظر ہے جو حسام الدین نے کی تھی، پھر کہا کہ مصنف نے تجنيس میں کہا ہے اور اس کی نظیر مشائخ کا یہ قول ہے کہ مسافر کے پاس جب واسع پر نالہ ہو (یعنی اس میں اتنی گنجائش ہو کہ اس میں وضو کیا جاسکے)
--	--

عہ اقول: لعل وجه التقييد به التنصيص على انه يجوز هذا الاحتياط وان كان على من الماء فعند عدمه اولى ۱۲ منه غفر له (م)

اس قید کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس بات پر نص کرنا مقصود ہو کہ یہ حیلہ جائز ہے اگرچہ پانی ملنے کی امید ہو تو جب امید نہ ہو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ (ت)

¹ فتح القدیر بحث الماء الجاری نوریہ رضویہ ستمبر ۱۹۱۱

اور پانی کا برتن ہو جس کی ضرورت ہو اور پانی کا پایا جانا یقینی نہ ہو لیکن ملنے کی امید ہو، تو ایک قول یہ ہے کہ وہ کسی کو حکم دے کہ وہ پر نالے کے ایک کنارے سے پانی بہائے اور وہ شخص وضو کرے اور پر نالے کی دوسری طرف ایک پاک برتن ہو جس میں پانی جمع ہوتا ہو تو وہ پانی طاہر اور طہور ہوگا کیونکہ وہ جاری ہے بعض علماء نے فرمایا یہ کچھ نہیں کیونکہ جاری پانی مستعمل نہیں ہوتا ہے جبکہ اس میں نیا پانی شامل ہو رہا ہو جیسے چشمہ اور نہر اور اس کے مشابہ چیزیں، اور اس کے مشابہ دو چھوٹے حوض ہیں جن میں سے ایک میں سے پانی نکل کر دوسرے میں داخل ہو رہا ہو تو کسی نے اس کے درمیان کے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے کیونکہ یہ جاری ہے اور اسی طرح اگر اوپر سے جاری پانی کو قطع کیا اور پانی کا جاری رہنا باقی ہو تو یہ جائز ہے کہ جو پانی نہر میں جاری ہو اس سے وضو کر لے اس کے استقرا سے قبل (ت)

ينبغي ان يأمر احدا يصب الماء في طرف الميزاب وهو يتوضؤ وعند الطرف الآخر اناء طاهر يجتمع فيه الماء فانه يكون الماء طاهرا وطهورا لانه جار قال بعضكم هذا ليس بشيء لان الجاري انما لا يصير مستعملا اذا كان له مدد كالعين والنهر وما اشبهه وما اشبهه حوضان صغيران يخرج الماء من احدهما ويدخل في الآخر فتوضأ في خلال ذلك جاز لانه جار وكذا اذا قطع الجاري من فوق وقد بقي جرى الماء كان جائزا ان يتوضأ بما يجري في النهر قبل استقراره¹ اه بالتقاط۔

اور علامہ حدادی نے سراج الوہاج اور علامہ سراج ہندی نے توشیح میں دوم کی تصحیح کی بحر و تنویر و در و غیرہا میں اسی پر اعتماد کیا بحر میں بعد نقل ترجیح فتح فرمایا:

اور سراج الوہاج میں ہے کہ جاری پانی میں مدد کی شرط نہیں اور یہی صحیح ہے اہ پھر بحر میں تجنیس اور معراج وغیرہ سے یہ مسئلہ منقول ہے کہ وہ نہر جو اوپر سے بند ہو اس میں جاری پانی سے وضو جائز ہے۔ (ت)

وفي السراج الوہاج ولا يشترط في الماء الجاري المدد هو الصحيح² اه ثم ذكر في البحر عن التجنیس والمعراج وغيرها مسألة جواز الوضوء بما يجري في نهر سد من فوقه³۔

¹ فتح القدیر بحث الماء الجاري نوریہ رضویہ سحر ۶۹/۱

² بحر الرائق بحث الماء الجاري ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

³ بحر الرائق بحث الماء الجاري ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

میں کہتا ہوں یعنی اس میں یا اس سے جبکہ اس میں نجاست گر جائے کمالائی، پھر میں نے حلیہ میں دیکھا کہ متن میں انہوں نے اسی کو اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں ان کی عبارت کا ظاہر اس مسئلہ میں جیسا کہ ذخیرہ اور واقعات ناطفی میں ہے کہ جب نہر کو اُدپر سے بند کر دیا جائے اور پھر کوئی شخص اس پانی سے وضو کرے جو نہر میں جاری ہے تو جائز ہے، اور یہ کہ وضو نہر میں ہو، تو مصنف پر لازم تھا کہ "فیہ" کا ذکر کرتے کیونکہ اس سے وضو کا جواز بہت واضح ہے، خواہ وہ جاری ہو یا نہ ہو، وضو کرنے والا نہر سے باہر چلوکے ذریعے نہر سے پانی لے کر یا کسی برتن کے ذریعے حاصل کر کے وضو کرے بہر صورت بقائے جریان کی قید درست نہیں پھر اُن کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ اس قسم کی چیزیں وہ ذکر کریں اھ (ت)

میں کہتا ہوں جب وہ خود "باء" سے تعبیر کرتے ہیں تو مصنف پر کیا اعتراض ہے، تو یہ تفسیر کا محل ہے نہ کہ گرفت کرنے کا، جیسا کہ فقیر نے کیا ہے، بحر نے فرمایا یہ اس چیز کی شہادت دیتا ہے جو سراج میں ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں، ہاں، لیکن اس کو تنجیس کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں، کیونکہ وہ اس کی طرف مائل نہیں ہیں بلکہ وہ اس پر رد کرتے ہیں، جیسا کہ فتح کی عبارت سے ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے ٹوٹی

اقول ای فیہ اوبہ اذا وقع فیہ نجس کما لایخفی ثم رأیت فی الحلیۃ اخذ بثلہ علی متنہ اذ قال ظاہر عبارتہم فی ہذہ المسألة کما فی الذخیرۃ وواقعات الناطفی اذا سد من فوق فتوضأ بما یجری فی النہر جاز اھ ان یکون الوضوء فی النہر فکان علی المصنف ان یدکر فیہ لان من الواضح جدا جواز الوضوء بہ جاریا کان او غیر جار خارجہ اما باعتراف واخذ منه بآناء فلا یقع التقیید ببقاء جریان الماء موقعا ثم ہم اعلی کعبا من ذکر مثله^۱

اقول: ای (۱) عتب علی المصنف اذا کانوا ہم المعبرین بالباء دون فی فہذا محل التفسیر لا الاخذ کما فعل الفقیر قال البحر فہذا یشہد لما فی السراج^۲

اقول: نعم (۲) لکن لاینبغی عزوہ للتجنیس فانہ لیس جانحا الیہ بل ہو فی عداد مارد علیہ کما یظہر من عبارة الفتح حیث نقل عن التجنیس فی مسئلة القمقة

^۱ حلیہ

^۲ بحر الرائق بحث الماء جاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

هذا ليس بشيء ثم قال ونظيره فذكر مسألة الميزاب ثم قال وما اشبهه وجعل منه مسألة الحوضين وهذه المسألة ثم قال في البحر وذكر السراج الهندي عن الامام الزاهد ان من (١) حفّر نهراً من حوض صغير واجرى الماء في النهر وتوضاً بذلك الماء في حال جريانه فاجتمع ذلك الماء في مكان فحفّر رجل اخر نهراً من ذلك المكان واجرى الماء فيه وتوضاً به حال جريانه فاجتمع في مكان آخر ففعل رجل ثالث كذلك جاز وضوء الكل لان كل واحد انما توضأ بالماء حال جريانه والجاري لا يحتل النجاسة ما لم يتغير^١ اه

اقول: اي ان وقعت الحقيقية او الحكمية ان توضأ فيه بغسل الاعضاء فلا ينبغي على نجاسة المستعمل ثم هذه مثل مسألة الحوضين بل هي بعبارة ابسط وقد ذكرها صاحب المنية عن المحيط وفي الذخيرة عن القاضي الامام علي السغدّي وفي الخانية و غيرها وقال في الحلية المصنّف نقل عن المحيط تقييد الجواز بآ اذا كان بين المكانين مسافة وان كانت قليلة يوافقه ما في الخانية تأويله اذا كان بين المكانين قليل مسافة وفي مسألة الحفرتين (اي يخرج من احدهما الماء و

کے مسئلہ میں تجنیس سے نقل کیا ہے "یہ کچھ نہیں" پھر فرمایا اور اس کی نظیر اس کے بعد انہوں نے پر نالہ کا مسئلہ ذکر کیا، پھر فرمایا وما اشبهه اور اس میں دو حوضوں کے مسئلہ کو شامل کیا اور اس مسئلہ کو بھی، پھر فرمایا بحر میں "اور ذکر کیا سراج ہندی نے امام زاہد سے کہ اگر کسی شخص نے چھوٹے حوض سے ایک نہر نکالی اور نہر میں پانی چھوڑ دیا، اور جب پانی جاری ہو گیا تو اس سے وضو کیا، پھر وہ پانی ایک جگہ جمع ہو گیا تو پھر کسی دوسرے شخص نے اس جگہ سے نہر نکالی اور اس میں پانی چھوڑ دیا اور اس پانی سے وضو کیا اس حال میں کہ پانی جاری تھا پھر وہ پانی کسی دوسری جگہ جمع ہو گیا پھر کسی تیسرے شخص نے بھی یہی عمل کیا تو سب کا وضو جائز ہے کیونکہ ہر ایک نے جاری پانی سے وضو کیا ہے اور جاری اس وقت ناپاک نہیں ہوتا ہے جب تک اس میں تغیر پیدا نہ ہو (ت)۔ میں کہتا ہوں یعنی اس صورت میں جبکہ نجاست حقیقیہ یا حکمیہ اس میں گر گئی ہو، اگر اس نے اس میں اعضاء ڈبو کر وضو کیا تو اس کی بناءً مستعمل کی نجاست پر نہ ہوگی یہ دو حوضوں کے مسئلہ کی طرح ہے بلکہ مختصر عبارت کے ساتھ یہ بعینہ وہی مسئلہ ہے اس کو صاحب منیہ نے محیط سے نقل کیا ہے اور ذخیرہ میں قاضی علی السغدی سے اور خانیہ وغیرہ میں، اور حلیہ میں کہا کہ مصنّف نے محیط سے جواز کی قید کو اس صورت میں نقل کیا ہے جبکہ دونوں جگہوں میں مسافت ہو خواہ کم ہی کیوں نہ ہو، خانیہ میں بھی اس کی موافق عبارت موجود ہے، اس کی تاویل یہ ہے کہ جبکہ دونوں جگہوں

¹ بحر الرائق الماء جاری سعید کپنی کراچی ۸۶/۱

کے درمیان کم درجہ کی مسافت موجود ہو، اور دو گڑھوں کے مسئلہ میں (یعنی ایک گڑھے سے پانی نکلے اور دوسرے میں داخل ہو اور یہ فتح کا مسئلہ ہے) اگر دونوں کے درمیان کم مسافت ہے تو دوسرا پانی (یعنی جو دوسرے گڑھے میں اکٹھا ہے) پاک ہوگا، خلف بن ایوب اور نصیر بن یحییٰ نے ایسا ہی کہا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب دونوں جگہوں میں مسافت ہو تو وہ پانی جس کو پہلے نے استعمال کیا ہو اس پر دوسرا جاری پانی وارد ہوگا قبل اس کے کہ وہ دوسری جگہ جمع ہو، تو استعمال کا حکم ظاہر نہ ہوگا (یعنی ثابت نہ ہوگا، اور جب ان دونوں کے درمیان مسافت نہ ہو تو وہ پانی جس کو پہلے نے استعمال کیا دوسرے جاری پانی کے وارد ہونے سے پہلے وہ دوسری جگہ اکٹھا ہو جائیگا تو مستعمل ہو جائیگا اور اب ظاہر نہیں ہو سکتا ہے انتہی، اور یہ تمام اُس صورت میں ہے جب مستعمل پانی کو ناپاک قرار دیا جائے (ت)

میں کہتا ہوں ایک ایسا حوض جس سے نہر نکالی جائے اور اس میں پانی چھوڑ دیا جائے، پھر وہ پانی دوسری جگہ جمع ہو جائے، یہ عمل دونوں میں مسافت کے بغیر کیسے ممکن ہے؟ ہاں دونوں گڑھوں میں اس امر کا امکان ہے کہ قریب قریب ہوں، کہ ایک سے پانی نکلتے ہی دوسرے میں داخل ہوتا ہو۔ (ت) اگر یہ کہا جائے کہ مسافت سے مراد ایسی مسافت ہے کہ جو وضو کرنے والے کے اعضاء کے ڈوبنے

یدخل فی الاخری وہی مسألة الفتح) لو كان بينهما قليل مسافة كان الماء الثاني (ای) المجتمع في الحفرة الاخری) طاهرا كذا قاله خلف بن ايوب ونصير بن يحيى وهذا لانه اذا كان بين المكانين مسافة فالماء الذي استعمله الاول يرد عليه ماء جار قبل اجتماعه في المكان الثاني فلا يظهر حكم الاستعمال (ای لا يثبت) اما اذا لم تكن بينهما مسافة فالماء الذي استعمله الاول قبل ان يرد عليه ماء جار يجتمع في (۱) المكان الثاني فيصير مستعملا فلا يطهر بعد ذلك انتهى وهذا كله بناء على نجاسة المستعمل¹ اه

اقول: حوض يكرى منه نهر فيجرى فيه ماء فيجتمع في مكان آخر كيف يتصور هذا من دون مسافة بينهما نعم يمكن في الحفرتين ان تكونا متجاورتين يكون خروج الماء من احدهما دخوله في الاخری۔

فان قلت: المراد مسافة فوق ما يغس فيها المتوضيئ اعضاءه ليتحرك

على الارض بعد انفصاله من اعضائه فيأتى عليه ماء آخر قبل دخوله في المكان الثاني۔

اقول: اذ هو جار فلا يتأثر ولا يفتاق الى ان يجريه جار آخر فلو اجتمع من فوره في المكان الثاني لكان طهورا فالوجه (۱) ان لا يجعل هذا تقييدا (۲) ولا تاويلا بل بيانا لفائدة التصوير بكرة النهر ويوجه بأنه لولا ذلك لانقطع جريانه بدخوله في بطن الثاني كما قدمنا تحقيقه ان الحركة في البطن سيلان لا جريان فيقع الموضوع في الراكد فيفسد ثم (۳) البناء على مسألة فرق الملاقى كما فعلنا فلا حاجة الى البناء على مهجور لكن صاحب الحلية مال الى التسوية ثم ذكر السراج مسألة الميزاب وعزاها للشيخ الزاهد ابى الحسن الرستغنى وقال فيها وهو يتوضؤ فيه^۱ اه

اقول: اى بالغس وبه يتضح ما قبله في الفتح قال لان استعماله حصل حال جريانه والماء الجارى لا يصير مستعملا باستعماله ثم قال السراج ومن

سے زائد ہوتا کہ پانی اس کے اعضاء سے جدا ہونے کے بعد حرکت کرے، اور اس کے دوسری جگہ داخل ہونے سے پہلے دوسرا پانی اس پر آجائے۔ (ت)

میں کہتا ہوں چونکہ وہ جاری ہے اس لئے متاثر نہ ہوگا اور نہ محتاج ہوگا اس بات کا کہ اس کو کوئی دوسرا جاری پانی جاری کرے اب اگر وہ فوراً ہی دوسری جگہ جمع ہو جائے تو طہور ہوگا تو وجہ یہ ہے کہ اس کو قید نہ بنایا جائے اور نہ ہی اس کو تاویل قرار دیا جائے بلکہ وہ نہر کھودنے کے فائدے کا بیان ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کا جاری ہونا دوسرے بطن میں داخل ہونے کے سبب منقطع ہو جاتا، جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق کی ہے کہ حرکت بطن میں سیلان کھاتی ہے نہ کہ جريان، اور اس طرح وضو ٹھہرے ہوئے پانی میں ہوگا اور پانی فاسد ہو جائیگا، پھر ملاقی کے فرق کے مسئلہ پر اس کی بنا ہے جیسا کہ ہم نے کیا ہے، تو کسی مجبور و متروک چیز پر بنا کی حاجت نہیں، لیکن صاحب حلیہ کا میلان برابری کی طرف ہے، پھر سراج نے پر نالہ کا مسئلہ بیان کیا اور اس کو شیخ زاهد ابو الحسن الرستغنى کی طرف منسوب کیا اور اس میں کہا "اور حالانکہ وہ اس میں وضو کر رہا ہے" (ت)

میں کہتا ہوں یعنی وہ اعضاء کو ڈبو کر وضو کر رہا ہے اور اسی سے وہ چیز واضح ہوتی ہے جس کا انہوں نے فتح میں اجمال کیا ہے۔ فرمایا کہ اس کا استعمال پانی کے جاری رہنے کی صورت میں ہوا ہے اور جاری پانی

^۱ بحوالہ بحر الرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

المشائخ من انكر هذا القول وقال الماء الجارى انما لا يصير مستعملا اذا كان له مدد كالعين والنهر قال والصحيح القول الاول بدليل مسألة واقعات الناطفي فذكر مسألة سد النهر ممن فوق قال فان هناك لم يبق للماء مدد ومع هذا يجوز التوضؤ به¹ اه

کسی کے استعمال سے مستعمل نہیں ہوتا ہے، پھر سراج نے فرمایا: اور بعض مشائخ نے اس قول کا انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جاری پانی اس وقت مستعمل نہیں ہوتا ہے جبکہ اس کا سوتا ہو جیسے چشمہ یا نہر، فرمایا اور صحیح پہلا قول ہے، اس پر دلیل واقعات الناطفی کی عبارت ہے، پھر انہوں نے نہر کو بند کرنے کا مسئلہ ذکر کیا کہ اس صورت میں پانی کی مدد باقی نہ رہی لیکن اس کے باوجود اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

اقول: ولا تنس ما قدمناه (ہم نے جو پہلے ذکر کیا ہے اُسے نہ بھولیے۔ ت) علامہ نے رد المحتار میں اور مسائل سے اس قول دوم کی تائید کی فقال ویؤیدہ ایضاً ما مر من انه لو سال (۱) دمر رجله مع العصير لا ینجس خلافاً لمحمد² (فرمایا اور اس کی تائید یہ عبارت کرتی ہے کہ اگر کسی شخص کا خون پھلوں کے رس کے ساتھ جاری ہوا تو نجس نہ ہوگا، اس میں محمد کا خلاف ہے۔ ت)

قلت المسألة في الدر عن الشمني وغيره وفي المنيّة عن المحيط وفي الحلية عن المجتبى وعن مختارات النوازل وهي مقيدة بأن كان العصير ليسيل ولم يظهر فيه اثر الدم كما نصوا عليه قال وفي الخزانة (فذكر ما قدمنا في الاصل العاشر من مسألة اختلاط ماء الانائين في الهواء واجرائه في الارض قال ونظّمها المصنف في تحفة الاقران قال وفي الذخيرة فذكر ما مر في العاشر عن الحسن بن ابی مطيع۔

میں کہتا ہوں مسئلہ دُر میں شمنی وغیرہ سے اور منیہ میں محیط اور حلیہ میں مجتبئی سے اور مختارات النوازل سے ہے، اور یہ اس امر سے مقید ہے کہ عصیر بہہ رہا ہو اور اس میں خون کا اثر ظاہر نہ ہو، جیسا کہ علماء نے صراحت کی ہے فرمایا، اور خزانہ میں ہے پھر انہوں نے وہ عبارت نقل کی جو ہم نے اصل عاشر میں ذکر کی یعنی دو برتنوں کا پانی جو ہو امیں آپس میں مل گیا یا زمین پر جاری کیا، فرمایا مصنف نے اس کو تحفة الاقران میں ذکر کیا فرمایا اور ذخیرہ میں ہے پھر وہ ذکر کیا جو فصل عاشر میں حسن ابن ابی مطیع سے ہے۔ (ت)

¹ بحوالہ بحر الرائق بحث الماء جاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

² رد المحتار باب الانجاس مصطفیٰ البانی مصر ۲۳۹/۱

یہاں تک تائید قول دوم میں سات مسئلے ہوئے:

۱۔ حوض صغیر میں سے نہر کھود کر پانی بہا کر اُس میں وضو۔

۲۔ پر نالے میں پانی ڈلوا کر اس میں وضو۔

۳۔ نہر کہ اوپر سے اُس کا مینڈھا باندھ دیا ہے اُس میں وضو۔

۴۔ شیرہ انگور نچوڑ رہا ہے اور وہ جاری ہے کچھ خون اُس میں ٹپک گیا جس کا اثر ظاہر نہ ہوا نجس نہ ہوگا۔

۵۔ پاک ناپاک برتنوں کے پانی ہوا میں ملا کر چھوڑے۔

۶۔ یازمین میں بہائے دونوں پاک ہو گئے۔

۷۔ ناپاک زمین پر پانی بہایا باتھ بھر بہ گیا زمین بھی پاک پانی بھی پاک

اقول: ان سب سے صاف تر وہ مسئلہ ہے کہ برف پگھلا اور ایسے راستہ پر بہا جس میں گوبر وغیرہ نجاسات ہیں اگر نجاسات کا اثر اس میں ظاہر نہ ہوا اس سے وضو ہو سکتا ہے،

یہ وہ ہے جو پہلے اصل عاشر میں ذکر کر آئے ہیں منحنی سے، ہدیہ سے، خزائنہ سے، برزازیہ سے، خلاصہ سے اور فتاویٰ سے۔ (ت)	وهو ما قدمناه في الاصل العاشر عن المنحة عن الهدية عن الخزانة وعن البرزازية وعن الخلاصة عن الفتاوى۔
--	--

شرح ہدیہ میں فرمایا:

یہ اس بناء پر ہے کہ جاری پانی میں مدد کی شرط نہ ہو۔ (ت) پھر میں کہتا ہوں اولاً یہ فروع کئی قسم کی ہیں، بعض تو وہ ہیں جن کی تائید موجود ہے اور جس میں شک نہیں، اس میں وہ فرع ہے جس میں ایسی نہر کا ذکر ہے جس کو اوپر سے بند کر دیا گیا ہو اور اس کے ساتھ وہ اضافے جو میں نے کئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کی تائید بالکل نہیں ملتی ہے اور	هذا مبني على عدم اشتراط المدد في الماء الجاري ¹ ۔ ثم اقول اولاً: هذه الفروع متوزعة على انحاء منها ما هو مؤيد ولا شك وهي مسألة نهر سد من فوق والتي زدت ومنها ما لا تأييد فيه اصلاً وهما المسألتان الاوليان ولا ادري كيف اتفق الفريقان على جعلهما مما لا مدد له فانه انما
--	---

¹ بحوالہ منحنی الخالق بحث الماء الجاري ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵

(۱) يتوضؤ في النهر بين الحوضين اوفي (۲) الميزاب ولا شك ان الحوض الاعلى والادواة يمدان ماء هما (۳) الا ترى كيف اتفقوا على الحاق حوض الحمام بالماء الجاري اذا كان الماء من الانبوب نازلا والغرف متداركا۔

(۴) وقد جزم به في الفتح ههنا كما رأيت ونظيره ما قدمنا عن العلامة ش في الاصل الرابع ان طهارة الدلو اذا افرغ فيه ماء حتى سال مبنی علی عدم اشتراط المدد ومنها ما للنزاع فيه مجال وفي * وان اومی الى التأكيد فمن طرف خفي، فان (۵) الماء المستزج في الهواء (۶) والجاری علی الارض في الخامسة والسادسة يمدد (۷) الصب بل وكذلك في السابعة وان كان لفظ الذخيرة صب عليها الماء فجرى قدر ذراع لا حتى جرى کی يدل ظاهرا علی عدم انقطاع الصب الى هذه الغاية فان الفاء وان لم يدل دلالة حتى غير انها لا تدل ایضا علی الانقطاع والاحتمال يقطع الاستدلال (۸) وكذلك فرع العصير فان له مددا مادام العصر قائما،

فانقلت المسألة مرسله فيشمل ما اذا انقطع العصر قلت: قالوا فيها والعصير ليسيل فالاستشهاد بها يتوقف علی كون السيلان الباقي بعد انقطاع

یہ پہلے دو مسئلے ہیں، اور میں نہیں سمجھتا کہ دونوں فریق ان دونوں مسئلوں کو مدد نہ ملنے والے پانی سے بنا دینے پر کیونکر متفق ہو گئے ہیں؟ کیونکہ وضو کرنے والا یا تو نہر میں وضو کرے گا جو دو حوضوں کے درمیان ہے یا پر نالہ سے کرے گا اور اس میں شک نہیں کہ اوپر والا حوض اور برتن دونوں پانی کو مدد پہنچاتے ہیں، پھر مقام غور ہے کہ وہ حمام کے حوض کو جاری پانی سے لاحق کرنے پر کیوں راضی ہوئے جبکہ پانی نالی کے ذریعہ اوپر سے اتر رہا ہو اور چلو سے مسلسل پانی لیا جا رہا ہو، اور فتح نے یہاں جزم کیا جیسا کہ آپ نے دیکھا اور اس کی نظیر وہ ہے جو ہم نے علامہ "ش" سے چوتھی اصل میں نقل کی کہ ڈول کی پاکی جب اس میں پانی بہایا جائے یہاں تک کہ اس کے اوپر سے بہہ نکلے مدد کے شرط نہ ہونے پر مبنی ہے اور ان فروع میں سے بعض وہ ہیں جن میں نزاع کی گنجائش کافی ہے اور اس میں تائید کی طرف ہلکا سا اشارہ ہے کیونکہ ہوا میں ملا ہوا پانی، یا زمین پر جاری پانچویں چھٹی صورت میں اس کو بہانا مدد دیتا ہے بلکہ ساتویں میں بھی ایسا ہی ہے اگرچہ ذخیرہ کے الفاظ "صب علیہا الماء فجرى قدر ذراع" الخ ہیں، نہ کہ حتی جرى، اگر حتی کہا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ بہانا اس غایت تک منقطع نہیں ہوا، کیونکہ "فا" اگرچہ "حتى" کے مفہوم پر دلالت نہیں کرتی تاہم وہ انقطاع پر بھی دلالت نہیں کرتی اور جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال ختم ہو جاتا ہے اور اسی طرح عصیر کی فرع کیونکہ اس کو

المدد جریانا وهو اول الکلام فانقلت نعم هو جریان بالاتفاق الم تسع مانقل فی الفتح والتوشیح عن شارط المدد ان الماء الجاری انما لایصیر مستعملا اذا کان له مدد زاد السراج اما اذا لم یکن له مدد یصیر مستعملا ¹ اه فقد سباه جاریاً قلت: جعله فی حکم الراکد والمقصود الحکم فلا شک ان المراد لیسیلان العصیر وجریان الماء مالا یقبل به اثر النجاسة ویطهر بعضه بعضاً نعم قد یقال فی الخامسة والسادسة ان الامتزاج فی الهواء اوعلى الارض انما یکون بعد الصب فقدر ما یخرج بالصب یمتزج فیحصل المزج الاخیر بعد تمام الصب فلولم یبق جاریاً بعده نجس الممتزج الاخیر کله۔

وثانیا: الاشهر فی حد الجاری ما ینذهب بتبنة والاظهر ما یعد جاریاً کما فی الدر وهو الاصح کما فی البدائع والتبیین والبحر والنهر ولا شک انهما صادقان علی نهر سد من فوقه فانه ینذهب بحزمة فضلا عن تبنة ولا یسوغ لاحد

اس وقت تک مدد ملتی رہتی ہے جب تک نچوڑنا برقرار رہتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ مسئلہ تو مطلق ہے یہ اُس صورت کو بھی شامل ہے جبکہ نچوڑنا ختم ہو جائے، اس کے جواب میں میں کہوں گا کہ اس میں فقہاء نے فرمایا ہے اور عصیر بہہ رہا ہو تو اس سے استدلال اس امر پر موقوف ہے کہ باقی کا بہنا انقطاع مدد کے بعد جاری ہو اور یہی پہلی بات ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہاں یہ تو بالاتفاق جاری ہوتا ہے، کیا تم نے وہ نقل نہیں سنی جو فتح اور توشیح میں مدد کے شرط کرنے والے سے منقول ہے کہ جاری پانی اس وقت مستعمل نہ ہوگا جبکہ اس کیلئے مدد ہو سراج نے اتنا اور اضافہ کیا کہ اگر اس کیلئے مدد نہ ہوئی تو وہ مستعمل ہو جائیگا اہ تو اس کو انہوں نے جاری ہی کہا، میں کہتا ہوں انہوں نے اس کو ٹھہرے ہوئے کے حکم میں کیا ہے اور مقصود حکم ہے تو اس میں شک نہیں کہ عصیر کے بہنے اور پانی کے جاری ہونے سے مراد وہ ہے جو اثر نجاست کو قبول نہ کرے اور جس کا بعض حصہ بعض کو پاک کر دے، ہاں پانچویں چھٹی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ ہوا میں ملنا یا زمین پر جاری ہونا بہنے کے بعد ہی ہوگا تو جس قدر بہنا ہوگا وہ مل جائے گا اور آخری ملنا مکمل بہانے کے بعد ہی متحقق ہوگا تو اگر وہ جاری نہ رہا اس کے بعد تو آخری ملنے والا مکمل طور پر نجس ہو جائے گا۔ (ت) اور ثانیاً، جاری کی جو مشہور تعریف ہے وہ یہ ہے کہ جاری پانی وہ ہے جو تنکا بہا کر لے جائے اور اظہر یہ ہے کہ جس کو جاری سمجھا جائے جیسا کہ دُر میں ہے اور وہ ہی صحیح ہے جیسا کہ بدائع، تبیین، بحر اور نہر میں ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ دونوں تعریفات اُس نہر پر صادق ہیں جو اوپر سے

اهل العرف ان يقول انه راكد فمن (۱) العجب بعد ذكره اختيار اشتراط المدد الا ان يقال ان الوضوء بغمس الاعضاء انما يكون فيما بعد السد منفصلا عنه لا في الاجزاء الملاصقة له وما انفصل عن السد فله من فوقه مدد تأمل۔

وثالثاً: (۲) يظهر لي والله تعالى اعلم ان ليس (۳) جريان الماء الا حركته بطبعه في فضاء وبقاؤه جارياً على محل واحد هو الذي يحتاج الى المدد لان الجاري لا يقف فلولم يمد لاخلى المحل وبالمدد يتجدد عليه امثاله فيستمر جارياً عليه مادام المدد غيران الجريان دافع لاثرائنجاسة عن الماء ما استمر جارياً لارافع له عنه (۴) فلو جرى الماء المتنجس بنفسه بان كان في صلب سد مجراه ففتح ففاض لم يطهر ابدالاً بل لا بد للطهارة من جريانه مع الطاهر فجريان الطاهر لا يحتاج الى المدد كنهر سد من فوقه وكما ترى اذا اشتد المطر ووقف لا يزال الماء الواقع على الارض والسطوح جارياً مدة بعده ولا يصح لاحد ان يقول وقف الواقع فور وقوف المطر وجريان النجس المطهر له يحتاج الى مدد من طاهر فليكن محمل

بند کردی گئی ہو کیونکہ یہ تو پورا ایک گھٹا بہر کر لے جائے گی چہ جائیکہ تنکا اور اہل عرف میں سے کسی کو روا نہیں کہ وہ اس پانی کو ٹھہرا ہوا کہے، تعجب ہے کہ یہ بات ذکر کرنے کے بعد انہوں نے مدد کے شرط ہونے کو اختیار کیا ہے، تاہم یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اعضاء ڈبو کر وضو اسی پانی سے ہو سکتا ہے جو بندش کے بعد اس سے جدا ہو، اس پانی میں نہیں ہو سکتا جس کے اجزاء بندش کے ساتھ ملے ہوئے ہوں اور جو بندش سے جدا ہے اس کو اوپر سے مدد مل رہی ہے تاہم محل واحد پر جاری رہنا مدد کا محتاج ہے کیونکہ جو جاری ہے وہ ٹھہرے گا نہیں، تو اگر اس کو مدد نہ ملے تو وہ جگہ خالی ہو جائے گی اور مدد کی اور ثالثاً، جو اللہ کے فضل سے مجھ پر منکشف ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پانی کے جاری ہونے سے فضا میں اس کی طبعی حرکت مراد ہے اور اس کا وجہ سے اس پر اس کے امثال کا تجدد ہوگا تو وہ اس پر جاری رہے گا جب تک مدد ملتی رہے گی، البتہ جريان پانی سے نجاست کے اثر کو دفع کرنے والا ہے جب تک کہ وہ جاری ہے اس سے رفع کرنے والا نہیں ہے تو اگر ناپاک پانی از خود جاری ہوا مثلاً کسی ڈھلوان میں تھا جو بند تھا پھر اس کو کھولا گیا تو وہ پانی جاری ہو گیا تو اس طرح وہ کبھی پاک نہ ہوگا بلکہ پاکی کیلئے ضروری ہے کہ وہ پاک پانی کے ساتھ جاری ہو، تو پاک کا جاری ہونا مدد کا محتاج نہیں جیسے کوئی نہر کہ اوپر سے بند کردی جائے، اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ شدید

القولین وبالله التوفیق۔

بارش کے بعد چھتوں وغیرہ پر جمع شدہ پانی بہت دیر تک بہتا رہتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ گرنے والا پانی بارش کے ٹھہرنے کے فوراً بعد ٹھہر گیا اور ناپاک پانی کا بہنا جو اس کو پاک کر دے، پاک پانی کی مدد کا محتاج ہے تو دونوں قولوں کا یہ محمل ہے وبالله التوفیق۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں یہ اُس صورت میں ہے جبکہ پانی فضا میں ہو، لیکن پانی اگر کسی تہ میں ہے جیسے حوض یا برتن تو ضروری ہے کہ وہ اس برتن سے خارج بھی ہو کیونکہ پانی اس میں ٹھہرا ہوا تھا اور پانی اترتی ہوئی چیز سے متصل ہونے کے وقت ٹھہر نہیں سکتا ہے، تو اس کا ٹھہرنا اس کے عدم کی دلیل ہے تو اب جب اس میں دوسرا پانی داخل ہوا تو اس کو ڈھلوان کی طرف دھکا نہیں دے گا بلکہ اس کو اوپر کی طرف بلند کرے گا تو وہ اس وقت تک جاری نہ ہوگا جب تک کہ وہ رکاوٹوں کو محل کے پُر کرنے سے دُور نہ کر دے، پھر وہ کشادگی پائیگا اور اترے گا اُس وقت وہ جاری ہوگا، اسی وجہ سے اس میں دخول کے ساتھ ہی خروج کی شرط بھی رکھی گئی ہے، تو جب ایک حوض دوسرے حوض میں ہو اور پانی چھوٹے حوض کے پیچھے ہو یا اس کا پانی ٹھہرا ہوا ہو کیونکہ اس میں ڈھلوان موجود نہیں تو جب تک اوپر سے خارج نہ ہو جاری نہ ہوگا جیسا کہ آپ نے جانا اور اگر پانی صرف چھوٹے میں ہو اور اس کے پیچھے پانی کے بہنے کا راستہ ہو اور پاک اس میں داخل ہو گیا ہو اور اس کو بھر دیا ہو یہاں تک کہ پانی اُس میں سے بہہ کر نکل رہا ہو تو اب جاری ہوگا یہاں تک کہ بڑے حوض کی مقابل سطح تک جا پہنچے، اب ٹھہر جائیگا کیونکہ ڈھلوان موجود نہیں ہے

ثم اقول: (۱) هذا اذا كان الماء في فضاء اما اذا كان في جوف كحوض او ظرف فلا بد مع ذلك من خروجه عنه لان الماء كان واقفاً فيه والماء لا يقف ما صادف منحدراً فدل وقوفه على عدمه فاذا دخله ماء آخر فلا يدفعه الى منحدر بل يعليه الى فوق فلا يكون جارياً الى ان يقطع العوائق بامتلاء الحبل فيجد متسعاً فينحدر فعند ذلك يصير جارياً فمن اجل هذا شرط فيه مع الدخول الخروج (۲) فاذا كان حوض في حوض والماء وراء الصغير او ماءه كان واقفاً فيه لانعدام المنحدر فلا يجري ما لم يخرج من الاعلى لما علمت اما اذا لم يكن الا في الصغير ووراءه مسيل فدخل الطاهر وملاًه وجعل الماء يخرج منه ويسيل فقد جرى الى ان يصل الى ما يحاذيه من سطح الكبير فيقف لانعدام المنحدر فما يدخل اليه بعده لا يجريه بل يعليه الى ان يملأ الا على ثم يفيض۔

تو اب اس کے بعد جو آئے گا وہ اس کو جاری نہ کرے گا بلکہ اس کو بلالند کرے گا یہاں تک کہ اوپر والے کو بھر دے گا پھر یہی گا۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں یہ سب بحث جریان حقیقی میں ہے، لیکن فقہاء نے اس کے ساتھ جس کو لاحق کیا ہے جیسے چھوٹا حوض نہانے کیلئے یا وضو کیلئے جس میں پانی نلوں یا پر نالوں سے آتا ہے اور مسلسل چلو بھرنے سے نکلتا ہے، اور یا وہ کواں جس میں نیچے پانی کے سوتے ہیں، اور مسلسل بھرنے سے وہ پانی نکلتا رہتا ہے یا اس میں کوئی سوراخ کھول دیا گیا ہے اگر ممکن ہو، جیسا کہ ہندیہ سے ظہیر یہ سے اور منہ سے خیر رملی سے گزرا، اور بحر میں بدائع سے امام حسن بن زیاد سے منقول ہے کہ پانی بار بار نکالا جائے تو نیچے سے نکلتا رہے اور اوپر سے لے لیا جاتا ہے، تو یہ مثل جاری کے ہو گا

اور میرے نزدیک یہ اس چیز کا محمل ہے جو حلیہ میں امام محمد سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا میری اور ابو یوسف کی یہ رائے ہے کہ کنوئیں کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے کیونکہ وہ نیچے سے نکلتا ہے اور اوپر سے لے لیا جاتا ہے تو اس میں نجاست کے گرنے سے نجس نہ ہو گا اور عنایہ میں اس کو "قال محمد" کے لفظ سے ذکر کیا الخ پھر بدائع میں اس کو بعینہ انہی الفاظ میں ذکر کیا جو حلیہ کے ہیں فرمایا

ثم اقول: هذا كله في الجريان الحقيقي اما ما الحقوا به كحوض صغير للحمام او للوضوء يدخل فيه الماء من الانابيب والميازيب ويخرج بالغرف المتدارك والبئر (۱) ينبع فيها الماء من تحت ويخرج بالاستقاء المتوالى او بفتح منفذ فيها ان امكن كما مر عنه عن الهندية عن الظهيرية وعن المنحة عن الخير الرملی وفي البحر عن البدائع عن الامام الحسن بن زياد عند تكرار النزح ينبع الماء من اسفله ويؤخذ من اعلاه فيكون كالجاری اه وهو عندی محمل ما فی الحلیة عن الامام محمد قال اجتمع رأيي ورأي ابی یوسف علی ان ماء البئر فی حکم الماء جاری لانه ينبع من اسفل ويؤخذ من اعلاه فلا يتنجس بوقوع النجاسة فيه (۲) ونقله في العناية بلفظ قال محمد الخ ثم رأيت الامام ملك العلماء نقله في البدائع بعين لفظ الحلیة وذكر تمامه كحوض الحمام

عہ نشر علی ترتیب الف ۱۲ (م)

اجمال کی ترتیب پر تفصیل ہے۔ (ت)

^۱ بحوالہ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۷۱

^۲ بحوالہ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۷۱

جیسے حمام کا حوض کہ اس میں ایک جانب سے پانی ڈالا جائے اور دوسری جانب سے چلو کے ذریعہ نکالا جائے تو ناپاک ہاتھ کے ڈالے جانے سے نجس نہ ہوگا اور اسی طرح فتح میں "کحوض الحمام" تک ہے اور اس نے تاکید کر دی اس

محمل کی جس کامیں نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اور اس وقت یہ اچھی فرع ہے مقبول ہے، اور اس کے رد کی کوئی وجہ نہیں جیسا کہ حلیہ میں بدائع کی تبعیت میں ہے کہ کنویں میں قیاس یہ تھا کہ کبھی ناپاک نہ ہو جیسا کہ محمد سے منقول ہے یا یہ کبھی پاک نہ ہو جیسا کہ بشر مرہبی سے منقول ہے، مگر ہمارے اصحاب نے دونوں قیاسوں کو آثار کی وجہ سے ترک کر دیا، یہ اُن دونوں کتابوں کا حاصل ہے کہ انہوں نے اس کو اطلاق پر محمول کیا ہے، اور جو چیز ائمہ سے منقول ہے اور اس کا مناسب محمل بھی موجود ہو تو اس کو رد کر دینا مناسب نہیں، کیونکہ چھوٹے حوض میں وہ اس حکم کو قبول کرتے ہیں تو پھر اس کو کنویں میں کیوں نہ قبول کیا جائے حالانکہ کنواں چھوٹے حوض سے صرف صورت میں مختلف ہے یا صورت کا حکم میں کیا دخل ہے؟ ہر چھوٹا برابر ہے، اور یہ کہ حوض میں پانی اوپر سے آتا ہے اور اس میں نیچے سے آتا ہے، تو اس سے حکم مختلف نہ ہوگا، چنانچہ

إذا كان يصب الماء فيه من جانب ويغترف من جانب آخر انه لا ينجس بأدخال اليد النجسة فيه¹ اهـ وكذلك في الفتح الى قوله كحوض الحمام² فأكد ذلك ما ذكرته من المحمل۔

اقول: وعند هذا فهو فرع جيد مقبول (۱) ولا وجه لردہ كما يعطيه كلام الحلیة تبعاً للبدائع انه كان القیاس فی البئر ان لا تنجس اصلاً كما نقل عن محمد ولا تطهر ابدأ كما قاله بشر المریسی الا ان اصحابنا تركوا القیاسین بالاثار هذا حاصل ما فیها حملاً منها اياه على الاطلاق وليس الاولى بنا ان نرد ما جاء عن الائمة مع وجود محمل له صحيح فقد (۲) تضافرت کلماتهم على قبول هذا المعنى فی الحوض الصغير فلم لا یقبل فی البئر ولا تخالفه الا فی حیة ولا مدخل لها فی الحكم فكل صغير سواء او ان الماء یدخل فیہ من اعلاه و فیہا من اسفلها ولا یختلف به الحكم فقد قال فی (۳) الفتح لو تنجست بئر فاجری ماؤها بان حفر لها منفذ فصار الماء یخرج

¹ بحوالہ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۱/۷

² فتح القدیر فصل فی البئر نوریہ رضویہ سکر ۸۶/۱

فتح میں فرمایا کہ اگر کنواں ناپاک ہو جائے اور اس کا پانی جاری کیا جائے مثلاً اس میں کوئی سوراخ کر دیا جس سے کنویں کا کچھ پانی نکل گیا تو کنواں پاک ہو گیا، کیونکہ سبب طہارت پایا گیا اور وہ پانی کا جاری ہونا ہے اور یہ حوض کی طرح ہوا کہ ناپاک ہو جائے اور اس میں پانی جاری کیا جائے یہاں تک کہ کچھ پانی نکل جائے اس کو بحر میں ذکر کیا اور برقرار رکھا اور دُر میں ہے کہ جو پانی اس میں ہے اس کا نکال دینا کافی ہے خواہ کم ہی ہو اور جاری ہونا بعض کا اھ "ش" نے کہا کہ مثلاً کنویں میں کوئی سوراخ کر دیا جس سے کچھ پانی نکال دیا جیسا کہ فتح میں ہے اھ اور ہم نے تیسری اصل میں بحر سے چھوٹے حوض کے جاری ہونے کے مسئلہ میں بیان کیا کہ اس میں نیا پانی داخل ہو اور اس کے داخل ہوتے وقت کچھ اس سے خارج ہو، سراج ہندی نے کہا کہ اس طرح کنویں کا حال ہے اھ اور اسی کی مثل بزازیہ میں ہے اور ہم نے اس کو پہلے خلاصہ سے نقل کر دیا ہے تو اگر وہ پانی کے نیچے سے بھوٹنے کا اعتبار نہ کرتے تو یہ بے معنی بات ہوتی کیونکہ جاری ہونا دافع ہے رافع نہیں تو جب تک وہ نجس طاہر کے ساتھ جاری نہ ہو کبھی بھی پاک ہونے کا نہیں، اس کو اچھی طرح سمجھئے۔ خلاصہ

منہ حتی خرج بعضہ طہرت لوجود سبب الطہارۃ
وہو جریان الماء وصار كالحوض اذا تنجس فاجرى
فيه الماء حتى خرج بعضہ^۱ اھ واغتوف منه في
البحر واقرة وفي الدر يكفي نزح ما وجد وان قل
وجريان بعضہ^۲ اھ قال ش بان حفر لها منفذ
يخرج منه بعض الماء كما في الفتح^۳ اھ وقد منا في
الاصل الثالث عن البحر في مسألة جريان الحوض
الصغير بدخول ماء آخر فيه وخروج البعض منه
حال دخوله قال السراج الهندي وكذا البئر^۴ اھ
ومثله في البزازیة وقد مناه عن الخلاصة فلولا
انهم اعتدوا بنبع الماء من اسفله لم يكن له معنى
فان الجريان دافع لارافع فالنجس لا يطهر به ابدا
ما لم يجر مع الطاهر (۱) هذا وبالجملة كل ما الحق
بالجاری علی هذا المنوال اعنی اقامة الاخراج
مقام الخروج فقد زيد فيه قيد آخر هو توالی
الاجزاء واستمرار تحرکه به حتی لو سکن لم
يلتحق وذلك لان لازم الجريان شيان تعاقب
الاجزاء

^۱ فتح القدير آخر فصل في البئر نوريه رضويه سحر ۹۳/۱

^۲ الدر المختار فصل في البئر مجتبیٰ دہلی ۹۳/۱

^۳ رد المحتار فصل في البئر مصطفیٰ البانی مصر ۱۶۰/۱

^۴ بحر الرائق بحث عشر في عشر اربع سعيدي کمپنی کراچی ۸/۷

یہ کہ ہر وہ پانی جس کو جاری کے حکم میں کیا گیا ہے اور اس میں اخراج کو خروج گردانا گیا ہے تو اس میں ایک اور قید کا اضافہ کیا گیا ہے اور وہ تسلسل کے ساتھ اخراج کی قید ہے اور اس کی وجہ سے اس کا مسلسل متحرک رہنا، اور اگر وہ ٹھہر گیا تو جاری کے حکم میں نہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جاری ہونے کو دو چیزیں لازم ہیں ایک تو اجزاء کا تعاقب کہ ایک جزء زائل ہو اور دوسرا جزء اس کے پیچھے آئے، اور مسلسل حرکت کی وجہ سے ایک جگہ نہ ٹھہرتا، تو جب حوض اور کنوئیں میں پانی ایک طرف سے داخل ہو اور دوسری طرف سے چٹوؤں اور ڈولوں یا نالیوں کے ذریعہ نکالا جائے تو پہلی چیز حاصل ہوگی اور یہ سلسلہ جاری رہے تو دوسری چیز حاصل ہوگی اور مشابہت مکمل ہو جائیگی اور اس کا لاحق کیا جانا جائز ہوگا اور اس کیلئے چٹوؤں کا پے در پے ہونا معتبر ہوگا، اور پے در پے کا مطلب ہے کہ دو چٹوؤں کے درمیان پانی میں ٹھہرائے آئے حقیقی موالات مراد نہیں ہیں کیونکہ اس مقدار سے تحرک کا دوام حاصل ہو جاتا ہے جس سے مشابہت پوری ہوتی ہے ہذا ما عندی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)

یزول منه جزء فيخلفه آخر وعدم الاستقرار بدوام التحرك فاذا دخل الماء في الحوض والبئر من جانب واخرج من آخر بالغرف والاستقاء وجد الاول واذا استمر ذلك حصل الثاني فتم الشبه فساغ الالتحاق ولذا اعتبروا تدارك الغرفات بان لا يسكن وجه الماء بين الغرفتين لا الموالاة الحقيقية اذ بهذا القدر يحصل دوام التحرك المحصل للشبه هذا ما عندی واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

اس تقریر سے واضح ہوا کہ ندی^۱ کا پانی جس کا مینڈھا اوپر سے باندھ دیا ہو اور^۲ گلا ہوا برف کہ زمین پر بہ رہا ہو اور^۳ مینہ کا پانی کہ بارش تھمنے پر ہنوز رواں ہو اور^۴ دو پانیوں کی دھار جو ہوا میں مل کر اتر رہی ہے یا^۵ زمین پر ایک ہو کر بہ رہی ہے اور^۶ انگور کا شیرہ کہ ابھی رواں ہے اگرچہ ان کی مدد منقطع ہو گئی ہو جب تک کسی ایسی شے تک نہ پہنچیں جو آگے مرور کو مانع ہو سب جاری ہیں تو لوٹے کی دھار کہ ابھی ہاتھ تک نہ پہنچی بدرجہ اولیٰ اور دخول و خروج دونوں کی شرط اس مانع میں ہے جو کسی جوف میں رکھا ہوا ہے اور پانی ایک طرف سے آنا اور دوسری طرف سے جلد جلد کھینچا جانا کہ جنبش تھمنے نہ پائے یہ ملحق بہ آب جاری میں ہے والحمد للہ علی توالی الالہ، وافضل صلوتہ واکمل تسلیمات علی افضل انبیائہ، وعلی الہ وصحبہ وابنہ واحبائہ، والحمد للہ رب العلمین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

تجدید النظر بوجہ آخر وابانہ موہو احلی وازھر واجلی واطھر

ایک اور طریقہ سے نظر ثانی، اور عمدہ، روشن اور اظہر طریقہ پر وضاحت:

<p>اے اللہ تیرے لئے یہ حمد ہے اور تُو بے نیاز ہے، اے وہاب! اپنے بندوں پر ہر معاملہ میں اچھا راستہ کھول اور ہلاکت سے بچا، اور صلوٰۃ و سلام اور برکتیں ہوں رجوع لانے والے آقا پر جس کے کرم کا ایک جھونکا، چلتی ہوئی ہوا کے مشابہ ہے اور جس کے فیض کا ایک چھینٹا بہت برسنے والے بادل کی طرح ہے اور آپ کی آل، اصحاب، اولاد اور گروہ سب پر سلامتی ہو۔ آمین۔ ت</p>	<p>اللهم لك الحمد، واليك الصمد، ارفعبيدك الصواب، وقه التباب، في كل باب، يا وهاب، وصلِّ وسلِّم وبارك على السيد الاواب، الذي تحكى نفحة من كرمه الريح البرسلة ورشحة من فيضه هامر السحاب، وعلى اله وصحبه وابنه وحزبه خير حزب وال واصحاب، امين۔</p>
--	--

جمہائیر مشاہیر کتب معتمدہ متداولہ مستندہ کی تصریحات واضحہ و تلویحات لائحہ کا یہی مفاد کہ جو پانی یا مائع کسی جوف میں ہو تازہ آمد کتنی ہی ہو اُسے جاری نہ کرے گی جب تک بھر کر نہ اُبلے حوض وغیرہ کے بطن میں پانی کا بہنا اُس کے پانی کے لئے جریان نہیں کتب کثیرہ سے فروع متکاثرہ و تصریحات متوافرہ اس معنی پر جوابات سابقہ میں گزریں، جواب سوم کے بعض احکام اور آخر چہارم کی تقریر اور پنجم کے اکثر مباحث اسی پر مبنی تھے اور اصل سوم تو خود یہی تھی اور یہی اصل پنجم کی تمہید اور ششم کا حصہ اولین اور نہم کا اول و اخیر پھر تفریعات میں جو کچھ ان پر مقرر ہے لیکن یہاں ایک قول یہ ہے کہ جریان کیلئے خروج شرط نہیں، حوض کبیر جس کی تہہ میں نجاستیں یا نجس پانی تھا مجرد بھر جانے سے پاک ہو جائیگا غنیہ^۱ میں اگرچہ اس قول کو بصیغہ ضعف نقل کیا کہ وقیل لایصیر نجسا اور ایک قول یہ ہے کہ نجس نہیں ہوگا۔ ت اور حلیہ^۲ میں اُس کا ضعف اور مسجل کر دیا کہ اس کی کچھ وجہ ظاہر نہیں غنیہ^۳ میں اس کے خلاف کی تصریح^۴ تصحیح کی امام ابو القاسم صفار^۵ و امام فقیہ ابو جعفر^۶ و امام فقیہ ابو الیث^۷ و امام صدر الشہید^۸ و امام ابو بکر اعلمش^۹ و امام علی سفدی^{۱۰} و امام نصیر بن یحییٰ^{۱۱} و امام خلف بن ایوب^{۱۲} وغیرہم اجلہ اکابر قدست اسرارہم و رحمنا اللہ تعالیٰ بہم فی الدارین کے ارشادات و اختیارات اور ظہیریہ^{۱۳} و مبتغی^{۱۴} و محیط^{۱۵} و برہانی و رضوی^{۱۶} و غنیہ کی تصحیحات اس کے خلاف پر ہیں ان کتابوں اور ان کے سوا بدائع^{۱۷} و فتح القدیر^{۱۸} و تبیین^{۱۹} و بحر^{۲۰} و تاتار خانہ^{۲۱} و خانیہ^{۲۲} و خلاصہ^{۲۳} و ذخیرہ^{۲۴} و فتاویٰ اہل سمرقند^{۲۵} و غیاثیہ^{۲۶} و عالمگیریہ^{۲۷} و خزائنہ المفتیین^{۲۸} و جوامع^{۲۹} و شرح ہدیہ ابن العمداد^{۳۰} وغیرہ عامہ کتب جلیلہ نے فروع

کثیرہ وافرہ میں اصلاً اس کی طرف التفات بھی نہ کیا یہ امور بتاتے ہیں کہ وہ قول مجبور و نامقبول و نامنصور ہے ولذا ہم نے بھی باتباع ائمہ اُس کی طرف میل نہ کیا مگر انصافاً (۱) وہ ساقط محض نہیں بجائے خود ایک قوت رکھتا ہے متعدد مشائخ اور کثیر یا اکثر فقہائے بخارا و بعض ائمہ بلخ نے اُسے اختیار کیا اور امام یوسف ترمذی نے اسے بہ یفتی کہا۔ امام کردری نے وجیز میں اسے مقرر رکھا اور یہ آکد الفاظ فتویٰ سے ہے منیہ کی عبارت کہ ابھی مذکور ہوئی اس کے متصل ہی ہے:

حوض کبیر و فیہ نجاسات فامتلاء قیل ہو نجس وقیل لیس بنجس وبہ اخذ اکثر مشائخ بخاری رحمہم اللہ ذکرہ فی الذخیرۃ ^۱	حوض کبیر جس کی تہہ میں نجاستیں ہوں پھر وہ بھر جائے تو ایک قول کے مطابق نجس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نجس نہیں بخار کے اکثر مشائخ (اللہ ان پر رحم کرے) نے اسی کو اختیار کیا ہے اس کو ذخیرہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)
---	---

غنیہ میں قول اول کی تعلیل کی:

لتنجس الماء شیئاً فشیئاً ^۲ ۔	کیونکہ پانی تھوڑا تھوڑا کر کے نجس ہوتا جاتا ہے۔ (ت)
---	---

اور دوم کی:

لکونہ کبیرا فصار کما لوکان ممتلئاً فوقعت فیہ النجاسات ^۳ ۔	کیونکہ یہ بڑا حوض ہے تو یہ اسی حکم میں ہوگا کہ پہلے وہ بھر گیا ہو پھر اس میں نجاستیں واقع ہوئی ہوں۔ (ت)
--	---

حلیہ میں ذخیرہ کا نص یوں ذکر کیا:

وفی نظم زند و لیسى اذا کان الحوض کبیرا وفیہ نجاسات فدخل الماء فامتلاء قال اهل بلخ وابو سهل الکبیر البخاری هو نجس وقال الفقیہ ابو جعفر البلخی والفقیه اسمعیل وابن الحسن الزاهدی البخاری الكل طاهر وبہ اخذ کثیر من	اور نظم زند ویسی میں ہے کہ جب حوض بڑا ہو اور اس میں نجاسات ہوں، پھر پانی داخل ہو کر اس کو بھر دے تو بلخ والوں اور ابو سہیل کبیر بخاری کا قول ہے کہ یہ نجس ہے اور فقیہ ابو جعفر البلخی، فقیہ اسمعیل اور ابن الحسن الزاهدی البخاری نے کہا کہ سب پاک ہے اور اس قول کو بخار کے کثیر فقہاء نے
--	--

^۱ منیۃ المصلیٰ فصل فی البیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۷۲

^۲ غنیۃ المستملیٰ شرح منیۃ المصلیٰ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

^۳ غنیۃ المستملیٰ شرح منیۃ المصلیٰ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

<p>اختیار کیا ہے، اور عبدالواحد نے بھی اس پر کئی بار فتویٰ دیا اور ابو بکر عیاضی بھی اسی طرح فتویٰ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کثیر پانی جاری پانی کے حکم میں ہے انتہی۔ (ت)</p>	<p>فقہاء بخاری وھکذا افقی عبدالواحد مرارا وھکذا کان یفتی الفقیہ ابو بکر العیاضی وکان یقول الماء الكثير فیحکم الماء جاری انتھ¹</p>
--	--

پھر فرمایا:

<p>زادہی نے یوسف الترمذی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)</p>	<p>ونقل الزاہدی عن یوسف الترمذی فی انہ قال وبہ یفتی²</p>
--	---

بزاز یہ میں ہے:

<p>حوض ناپاک ہو گیا پھر اس میں بہت سا پانی داخل ہو گیا اور نکل گیا تو ایک قول ہے کہ حوض پاک ہو گیا خواہ نکلنے والا پانی کم ہی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جب تک اتنا پانی نہ نکلے جتنا کہ حوض میں تھا پاک نہ ہوگا جبکہ ایک قول یہ ہے کہ جب تک حوض کا دو گنا یا تین گنا پانی نہ نکلے پاک نہ ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ پاک ہو جائے گا خواہ کچھ بھی نہ نکلے، یوسف الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں وہ دو چیزوں میں متفرد ہیں ایک تو داخل ہونے والے پانی میں کثرت کی قید لگانے میں، جبکہ تمام فقہاء نے یہ قید نہیں لگائی ہے اور "ش" نے فرمایا اگرچہ داخل ہونے والا پانی قلیل ہو اور گویا واللہ تعالیٰ علم آخری قول کی رعایت ہے کیونکہ یہ بڑے حوض کے ساتھ خاص ہے</p>	<p>تنجس الحوض ثم دخل فیہ ماء كثير وخرج منه ایضاً قیل طهر الحوض وان قل الخارج وقیل لاحق یخرج مثل ما فیہ وقیل مثلاً او ثلاثة امثاله وقیل يطهر وان لم یخرج شیئ قال ابو یوسف الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ وبہ یفتی³ اقول: (۱) تفرد بشیئین احدهما قید الكثير فی الماء الداخل وهم قاطبة ارسلوہ وقال ش وان قل الداخل⁴ اھ وکانہ واللہ تعالیٰ اعلم رعاية للقول الاخير اذ یختص بالحوض الكبير فدل علی کبرہ بدخول الماء الكثير والاخر زیادة</p>
---	---

¹ حلیہ

² حلیہ

³ بزاز یہ علی الہندیہ نوع فی الحیض نورانی مکتب خانہ پشاور ۸/۴

⁴ رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ الباب فی مصر ۸/۱۳

مثلیہ وانما یذکرون مثلاً وثلاثاً فالثانی لتثلیث الغسل والاول قیاساً علی البئر فان نزح مافیہا لہا تطہیر افادہ فی البدائع اما التثنیۃ فلا وجہ لہا ہذا، ثم قال فی الحلیۃ لکن فی الذخیرۃ قبل ہذہ المسأله وفي فتاویٰ اہل سمرقند غدیر کبیر لایکون فیہ ماء فی الصیف ویروث فیہ الناس والدواب (فذكر ما قدمنا عن الخانیۃ و غیرہا عشرۃ کتب فی الاصل الثامن) قال فعلى قیاس الجواب فی ہذہ المسأله یکون الجواب ایضاً فی المسأله التی ذکرہا المصنف ان کان الماء الذی یدخل اولاً یدخل علی ماء نجس او مکان نجس فهو نجس وان کان یدخل علی طاهر ویستقر فیہ حتی یصیر عشرًا فی عشر ثم یتصل بالنجس فهو طاهر قال فهذا قول ثالث فی المسأله المذكورۃ تخریجاً کما یسکن ان یتأتی القولان المذكوران فیہا نصاً فی ہذہ المسأله التی ذکرناہا نحن عن الذخیرۃ ایضاً تخریجاً¹ اه

اقول: رحمہ اللہ المحقق لاتثلیث

تو کثیر پانی کا داخل ہونا حوض کی بڑائی پر دلالت کرے گا، اور دوسری چیز دگنا ہونے کی زیادتی، اور دوسرے فقہا ایک گنا اور تین گنا کا ذکر کرتے ہیں، تو دوسرا دھونے میں تثلیث کے لئے ہے اور پہلا کنویں پر قیاس کرتے ہوئے ہے، کیونکہ کنویں میں جو کچھ ہے وہ اگر نکال لیا جائے تو کنواں پاک ہو جائیگا، بدائع میں یہی ہے، اور دگنا ہونے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں، ہذا پھر حلیہ میں فرمایا اور لیکن ذخیرہ میں اس مسئلہ سے قبل اور اہل سمرقند کے فتاویٰ میں ہے کہ اگر کوئی بڑا تالاب ایسا ہو جو گرمیوں میں سوکھ جاتا ہو اور اس میں انسان اور چوپائے بول و براز کرتے ہوں (تو اس کا حکم وہ بیان کیا جو ہم نے آٹھویں اصل میں خانیہ وغیرہا دس کتب سے نقل کیا) فرمایا اس مسئلہ کے جواب پر قیاس کرتے ہوئے مصنف نے جو مسئلہ ذکر کیا ہے اس کا بھی جواب ہوگا، اور وہ یہ کہ اگر داخل ہونے والا پانی پہلے نجس پانی پر داخل ہوتا ہے یا نجس جگہ پر تو وہ نجس ہے اور اگر پاک پر داخل ہوتا ہے اور اس میں ٹھہرتا ہے یہاں تک کہ وہ درہ ہو جائے پھر نجس سے متصل ہو تو وہ پاک ہے فرمایا یہ مسئلہ مذکورہ بطور تخریج تیسرا قول ہے اور دومذکور قول اس میں بطور نص ہیں جس کو ہم نے ذخیرہ سے بطور تخریج نقل کیا ہے۔

اھ (ت)

میں کہتا ہوں اللہ محقق پر رحم کرے نہ تو

ولا تخريج (۱) اما الثاني فظاهر فان المسألة المذكورة مسألة المتن حوض كبير وفيه نجاسات فامتلاً والقي اوردموها عن الذخيرة غدير كبير لا يكون فيه ماء في الصيف ويروث فيه الناس والدواب واي فرق بينهما الا في اللفظ فلا قياس ولا تخريج بل القولان المذكوران في المتن منصوص عليهما في مسألة الذخيرة والتفصيل المذكور فيها منصوص عليه في مسألة المتن (۲) واما الاول فلانه ليس لاحد ان يقول الماء وان كثر في بطن الحوض قبل وصوله الى النجس يتنجس حين يصل اليه وكيف يتنجس وقد فرض كثيرا هذا خلاف الاجماع فالتفصيل المذكور في الذخيرة هو المراد قطعاً في القول الاول وانما طووا ذكره للعلم به كما قلت ههنا ان من المعلوم حيث قلنا في هذه المسألة او امثالها ان الماء طاهر فهو مشروط بكونه لا اثر للنجاسة فيه فترك التقييد به في ذلك للعلم به وايك والذهول عنه فيذهبن بك الوهم الى تخطئتهم في ذلك وهم من ذلك^۱ ابراء اهـ (۳) فهل يسوغ لاحد ان يجعل التقييد بعدم ظهور الاثر قولاً رابعاً في المسألة وقد اشرنا اليه بعد ذكر الضابط الثالث فمأثم القولان التفصيل المذكور

تثلیث ہے اور نہ تخریج، دوسرا تو ظاہر ہے کیونکہ مسئلہ مذکورہ متن کا مسئلہ ہے تثلیث کہ ایک بڑا حوض ہو جس میں نجاستیں ہوں اور بھر جائے، اور جس کو تم نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے یعنی بڑا تالاب جو گرمیوں میں خشک ہو جاتا ہے اور اس میں انسان اور جانور بول و براز کرتے ہوں، ان دونوں میں لفظی فرق کے علاوہ اور کیا فرق ہے، تو نہ قیاس ٹھیک ہے اور نہ تخریج درست ہے بلکہ دونوں قول جو متن میں مذکور ہیں اور ان کو ذخیرہ میں صراحت سے ذکر کیا ہے اور اس میں جو تفصیل ہے وہ متن میں منصوص ہے، لیکن پہلا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا جبکہ پانی حوض میں کثیر ہو نجس تک پہنچنے سے پہلے، تو وہ نجس ہو جائیگا جب وہ نجاست تک پہنچے گا، اور نجس کیسے ہوگا حالانکہ اس کو کثیر فرض کیا گیا ہے یہ اجماع کے خلاف ہے جو تفصیل ذخیرہ میں ہے وہی قطعاً مراد ہے پہلے قول میں اور اس کو ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ پہلے ہی معلوم ہے، جیسا کہ تم نے یہاں کہا ہے کہ یہ بات معلوم ہے جبکہ ہم نے اس مسئلہ میں اور اس جیسے مسائل میں کہا کہ پانی پاک ہے، مگر اس میں یہ شرط ہے کہ نجاست کا اثر اس میں ظاہر نہ ہو تو اس قید کو معلوم ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا گیا ہے، اس سے آپ غافل نہ ہوں ورنہ آپ ان کو خطا کار قرار دیں گے حالانکہ وہ بے قصور ہیں اھ تو کیا کوئی اثر کے ظاہر نہ ہونے کی قید لگانے کو چوتھا قول قرار دے سکتا ہے۔

فی الكتب العشرة واطلاق الطهارة وبالله التوفيق۔	اور ہم نے تیسرے ضابطہ کے بعد اس کی طرف اشارہ کیا ہے، تو وہاں صرف دو ہی قول ہیں مذکورہ تفصیل و سوں کتب میں ہے اور طہارت کا اطلاق ہے۔ (ت)
--	---

ثم اقول: وبه استعين (اللہ سے مدد چاہتے ہوئے میں کہتا ہوں) یہاں دو بحثیں ہیں:

بحث اول: ہم اوپر بیان کر آئے کہ جریان آب نہیں مگر فضا میں اس کا اپنے میل طبعی سے رواں ہونا اور فضائے غیر محدود غیر مقصود اور محدود بطن حوض میں بھی موجود بارش یا سیل وغیرہ کا پانی کہ اوپر سے بہتا ہوا آیا اور بطن حوض میں داخل ہوا وہ قطعاً آب بھی بہ رہا ہے جب تک کنارہ مقابل پر جا کر رک نہ جائے۔

اولاً: جاری کی دونوں تعریفیں اشہر و اظہر اس پر صادق ہیں وہ ایک تنکا کیا ایک گھٹا بہالے جائیگا اور بے شک جب تک اُس کا بہاؤ نہ ٹھہرے بہتا ہی کہا جائیگا اہل عرف میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سیلاب حوض کے کنارے تک پہنچتے ہی ختم گیا اب اس میں روانی نہ رہی جب تک بھر کر اُبال نہ دے پہلے کنارے پر ختم جائے تو حوض کو بھرے کون اور اُبالے کیوں کر۔

ثانیاً: نہر جاری میں سیلاب کی دھار آ کر گری اب چاہئے کہ وہ نہر جاری نہ رہے جب تک بھر کر اُبل نہ جائے کہ اعتبار دئے آب کا ہے اور اب روئے آب یہ سیلاب ہے جسے جوف نہر میں داخل ہوتے ہی ساکن مان لیا گیا۔

ثالثاً: مینہ کا پانی (۱) کہ چھت پر بہتا پر نالوں سے گرتا صحن خانہ میں رواں ہو قطعاً آب جاری ہے اگرچہ ابھی مکان کی نالی سے بھی نہ نکلے مکان کو چھت تک لبریز کر کے دیواروں پر سے اُبال دینا تو قیامت ہے، بدائع میں ہے:

ان كانت الانجاس متفرقة على السطح ولم تكن عند الميزاب ذكر عيسى بن ابان (ای تلمیذ محمد رحمہما اللہ تعالیٰ) انه لا يصير نجسا ما لم يتغير وحكمه حكم الماء الجاري وقال محمد ان كانت النجاسة في جانب من السطح او جانبين لا ينجس الماء ويجوز التوضوء به وان كانت في ثلاثة جوانب ينجس اعتبار	اگر نجاستیں چھت پر پراگندہ ہوں اور یہ پر نالہ کے پاس نہ ہوں، تو عیسیٰ بن ابان نے ذکر کیا (یعنی محمد کے شاگرد نے) کہ وہ نجس نہ ہوگا جب تک کہ متغیر نہ ہو اور اس کا حکم جاری پانی کی طرح ہے اور محمد نے فرمایا کہ اگر نجاست چھت کی ایک جانب یا دو جانب ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا اور اس سے وضو جائز ہے اور اگر نجاست تین کناروں پر ہو تو غالب کا اعتبار کرتے ہوئے پانی
--	---

ہندیہ میں ہے:

اگر چھت پر پاخانہ پڑا ہو اور بارش ہو جائے پھر پر نالہ ہے تو اگر نجاست پر نالہ کے پاس ہو اور کل پانی پاخانہ سے لگ کر آ رہا ہو یا اکثر یا نصف تو وہ ناپاک ہے ورنہ پاک ہے اور اگر نجاست چھت پر متفرق جگہوں پر ہو اور پر نالہ کے سر پر نہ ہو تو ناپاک نہ ہوگا اور اس کا حکم جاری پانی کا سا ہے۔ اسی طرح سراج الوہاج میں ہے، اور بعض فتاویٰ میں ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا اگر بارش ہو رہی ہو تو جاری پانی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ اگر یہ پانی چھت پر پڑے ہوئے پاخانہ سے لگ کر بھی آئے اور پھر کپڑوں کو لگ جائے تو کپڑے ناپاک نہ ہوں گے، ہاں اگر بارش متغیر ہو جائے جبکہ چھت پر پہنچے اور چھت پر نجاست ہو اور پھر چھت ٹپکنے لگے اور یہ پانی کسی کپڑے پر لگ جائے تو صحیح یہ ہے کہ اگر بارش ابھی منقطع نہیں ہوئی ہے تو جو پانی چھت سے بہا وہ پاک ہے ہکذا فی المحيط۔ اور عثمانیہ میں ہے کہ جبکہ متغیر نہ ہو، اور اسی طرح تاتار خانیہ میں ہے اور اگر بارش بند ہونے کے بعد چھت سے پانی ٹپکے تو جو بہا ہے وہ ناپاک ہے کذا فی المحيط، اور نوازل میں ہے کہ ہمارے متأخر مشائخ نے فرمایا یہی

لوکان علی السطح عذرة فوق علیہ المطر فسال المیزاب ان كانت النجاسة عند المیزاب وكان الماء كله يلاقى العذرة او اكثره او نصفه فهو نجس والا فهو طاهر وان كانت العذرة علی السطح فی مواضع متفرقة ولم تكن علی رأس المیزاب لایكون نجسا وحكمه حکم الماء جاری کذا فی السراج الوہاج. وفي (۱) بعض الفتاوی قال مشائخنا المطر مادام یبטר فله حکم الجریان حتی لو اصاب العذرات علی السطح ثم اصاب ثوبا لایتنجس الا ان (۲) یتغیر المطر اذا اصاب السقف وفي السقف نجاسة فوکف واصاب الماء ثوبا فالصحيح انه اذا كان المطر لم یقطع بعد فما سال من السقف طاهر هکذا فی المحيط وفي العتابة اذا لم یکن متغیرا کذا فی التاتارخانیة (۳) واما اذا انقطع المطر وسال من السقف شیئ فما سال فهو نجس کذا فی المحيط وفي النوازل قال مشائخنا المتأخرون هو المختار کذا

^۱ بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷۱

ی التتارخانیۃ ^۱ اھ	مختار ہے کذا فی التتارخانیۃ اھ (ت)
اقول: سال من السقف ای وکف کما قدم اما السائل من المیزاب فجار قطعاً وان وقف المطر کما قدمنا۔	میں کہتا ہوں چھت سے بننے کا مطلب چھت سے ٹپکنا ہے جیسا کہ گزرا اور جو پر نالے سے بہتا ہے وہ قطعاً جاری ہے خواہ بارش ٹھہری ہوئی ہو۔ (ت)

بالجملہ آنے والے پانی کے بطن حوض میں جاری ہونے سے انکار ظاہر نہیں، ہاں جب حد مقابل پر پہنچے جہاں جا کر رک جائیگا یا تحریک پہنچی تو آگے نہ بڑھے گا بلکہ اوپر چڑھے گا یہ حرکت طبعی نہ ہوگی بلکہ قسری خلاف طبع تو اس وقت بیشک جریان جاتا رہے گا۔

بحث دوم: آب نجس کی تطہیر کو آب طاهر سے مل کر اس کا جاری ہونا درکار ہے یا آب طاهر جاری کا اس پر آنا کافی اول نص محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے،

فی ردالمحتار عن جامع الرموز عن التمرتاشی عن محمد المائع کالماء والد بس وغیرہما طہارتہ باجرائہ مع جنسہ مختلطاً بہ ^۲ ۔	اور ردالمحتار میں جامع الرموز سے تمرتاشی سے محمد سے ہے۔ کہ بہنے والا جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ اس کی طہارت اس کو اسی کی جنس کے ساتھ ملا کر جاری کر دینے سے حاصل ہوتی ہے۔ (ت)
---	---

اقول: اور اسی کے مؤید ہے اُسے قول دائر و سائر الماء الجاری یطہر بعضہ بعضاً کہ بعض جاری پانی بعض دوسرے پانی کو پاک کر دیتا ہے۔ (ت) کے تحت میں لانا،

فانہما اذا جریا مختلطین کان بعض الجاری طاهراً وبعضہ نجساً فیطہر الاول الآخر بخلاف ما اذا لم یجر النجس وقد یسکن ان یتسأنس للثانی بما قدمنا فی الاصل الرابع عن الحلیۃ عن المحیط الرضوی ان الماء الجاری لما اتصل بہ صار فی الحکم جاریاً ^۳ اھ۔ لکنہ ذکرہ	کیونکہ وہ دونوں جب مل کر بہیں تو بعض جاری پاک اور بعض نجس ہوگا تو پہلا دوسرے کو پاک کر دیگا بخلاف اس صورت کے جبکہ نجس جاری نہ ہو اور دوسرے کیلئے جو ہم نے چوتھی اصل میں حلیہ سے محیط رضوی سے نقل کیا ہے استدلال ہو سکتا ہے کہ جب جاری پانی اس میں مل گیا تو جاری کے حکم میں ہوگا اھ لیکن اس کا تذکرہ انہوں نے وہاں کیا ہے جہاں
فی اشتراط الخروج من الجانب الآخر وان قل	دوسری جانب سے نکل جانے کی شرط لگائی ہے خواہ کم ہی ہو

^۱ فتاویٰ ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوز نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۷/۱

^۲ ردالمحتار مطلب یطہر الحوض بمجرّد الجریان مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۴/۱

^۳ حلیہ

<p>فالمراد الاتصال في الجريان ومعلوم ان الجارى بعضه لاكل ما فيه ويحكم بطهارة الكل فلذا قال صار في الحكم جاريا فافهم۔</p>	<p>تو مراد جاری ہونے میں اتصال ہے اور یہ معلوم ہے کہ جاری بعض ہی ہے کل نہیں ہے۔ اور حکم کل کی طہارت کا لگایا جائیگا اور اسی لئے فرمایا کہ یہ جاری کے حکم میں ہو گیا۔ (ت)</p>
--	--

فقیر کے نزدیک منشاء اختلاف یہی ہے اُن بعض نے جبکہ دیکھا کہ نیا آنے والا پانی بہتا ہوا اس آب نجس سے ملا اس کی طہارت کا حکم دیا پھر اگر نجاست غیر مرئیہ ہے یا مرئیہ تھی اور نکال دی گئی جب تو ظاہر ہے کہ ان کے طور پر سب پانی پاک رہنا چاہئے اگرچہ حوض صغیر ہو کہ جاری میں کثیر کی شرط نہیں اور آب جاری جب نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو اُسے فنا کر دیتا ہے کما حققناه فی الاصل العاشر (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اصل عاشر میں کی ہے۔ ت) تو بعد وقوف اگرچہ محل قلیل میں ٹھہرا نجاست ہی معدوم ہے ہاں نجاست مرئیہ باقیہ میں ضرور کبر محل درکار کہ وقت وقوف بوجہ کثرت عود نجاست نہ ہو سکے اور جمہور نے یہ نظر فرمائی کہ آب داخل اگرچہ جاری ہو مگر آب نجس کو جاری نہ کیا کہ بطن حوض میں رُکا ہوا تھا اور اُس کا رُکنا ہی دلیل واضح تھا کہ اُسے آگے بڑھنے کو جگہ نہیں تو آب داخل اُسے آگے نہ بڑھائے گا بلکہ اوپر چڑھائیگا تو اُس کا اجرانہ ہوگا جو اُس کی طہارت کو درکار ہے مگر یہ کہ حوض بھر جائے اُس وقت تک تو سب ناپاک ہے اب جو ابلے گا پاک ہو جائیگا کہ اب آگے بڑھنے اور منخدر میں اُترنے کو جگہ وسیع ہے اگر کہیے مانا کہ بطن حوض میں آب نجس کا اجرانہ ہوگا مگر غسل یعنی دھونا تو ہو جائیگا کہ آب جاری بہتا ہوا آکر اُس کے تمام اجزاء پر چھا گیا۔

اقول اولاً: پانی کو دھونا شرع سے معہود نہیں مگر وہی ظاہر سے ملا کر اُس کا اجرا۔

ثانیاً: غسل ہوگا تو فقط سطح بالائے آب نجس کا اور وہ کوئی جامد (۱) شئی نہیں کہ ضرورۃً غسل سطح قائم مقام غسل کل ہو،

<p>وهذه فائدة استنبطها الفقير مما في فتح القدير في بيان مذهب الصاحبين ان (۲) كانت الانفة جامدة تطهر بالغسل^۱ اه ای اذا اخذت من بطن جدی میت</p>	<p>یہ فائدہ خود فقیر نے جہاں صاحبین کا مذہب فتح القدير میں بیان ہوا ہے میں نے مستنبط کیا ہے، اگر دودھ خشک ہو تو دھونے سے پاک ہو جائیگا اھ یعنی مردہ بکری کے بچے کے پیٹ سے نکالے گئے ہوں کیونکہ</p>
--	--

^۱ فتح القدير الماء الذي يجوز به الوضوء سكر ۸۴/۱

صاحبین کے نزدیک وہ ظرف کے ناپاک ہونے کی وجہ سے نجس ہو جائیں گے کیونکہ اس کا ظرف موت کی وجہ سے ناپاک ہو گیا، اور مواہب الرحمن میں اس پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خشک ہوں (یعنی دودھ جم جائے) تو دھونے سے پاک ہو جائیں گے، جیسا کہ فتح میں ہے اور امام صاحب کے نزدیک پاک ہیں کیونکہ جب باطن میں کوئی نجاست ہو تو شرعاً وہ نجاست نہیں چھ جائیکہ اور کوئی چیز ہو فتح، اور یہی رائج ہے در، اور انفعہ اس دودھ کو کہتے ہیں جو بکری کے شیر خوار بچے کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ (ت)

لتنجسہا عندہما بوعائہا المتنجنس بالموت واستظہرہ فی مواہب الرحمن وذكر طہارتہا جامدة بالغسل كالفتح وعند الامام طاهرة لانه لا اثر للتنجس شرعاً مادامت فی الباطن النجاسة فضلاً عن غیرہا فتح وهو الراجح درو الانفحة اللبن فی بطن الجدی الراضع۔

ثالثاً: علی التسليم (غسل) (دھونا) اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو۔ (ت) غسل کیلئے تثلیث درکار ہوتی یا ذہاب نجاست پر غلبہ ظن۔ بہر حال مائے غاسل کا مغسول پر سے زوال ضرور کہ جب تک جُدا نہ ہوا مغسول سے زوال نجاست نہ ہوا تو حکم طہارت نہ ہوا۔ یوں بھی خروج لازم ہو گیا ظاہر ان وجوہ سے جمہور نے حکم نجاست دیا۔

اقول: مگر جس طرح قول دوم پر بحث دوم وارد ہوئی یونہی قول اول پر بحث اول وارد ہوگی۔ ان اکابر نے بطن حوض میں سیلان آب کو جریان ہی نہ ٹھہرایا شرط خروج کی تصریحات و تصحیحات کہ جواب دوم میں غنیہ^۱ و ظہیریہ^۲ اور جواب پنجم اصل دوم میں ملک العلماء^۳ و فقیہ ہندوئی^۴ و فقیہ سمرقندی^۵ اور اصل سوم میں تمیین^۶ و فتح^۷ و بحر^۸ و محیط^۹ و توشیح^{۱۰} و امام حسام شہید^{۱۱} و تاتارخانیہ^{۱۲} و ظہیریہ^{۱۳} و ہندیہ^{۱۴} اور اصل چہارم میں مبتغی^{۱۵} و محیط^{۱۶} رضوی^{۱۷} و حلیہ^{۱۸} و خلاصہ^{۱۹} و رد المحتار^{۲۰} و دو^{۲۱} عبارت ظہیریہ^{۲۲} و امام ابو بکر اعش^{۲۳} وغیرہ اور اصل ششم میں شرح^{۲۴} ہدیہ^{۲۵} و منہ^{۲۶} سے گزریں ان کی تو یہ توجیہ واضح ہے کہ جو نجس پانی حوض میں تھا اس کے جریان و تطہیر کیلئے خروج ضرور ہے تازہ پانی کہ اوپر سے آیا ان سے اس کے جریان کی نفی نہیں ہوتی مگر ان نصوص کثیر کا کیا جواب جو صراحۃً اس آب داخل ہی کے جریان کا ابطال کرتے ہیں اگرچہ بطن حوض میں کتنی ہی دور حرکت کرتا جائے مثلاً:

اولاً: وہ تصریحیں کہ پانی اگر بطن حوض میں دہ در دہ ہونے سے پہلے نجاست سے ملے گا جتنا آتا جائیگا ناپاک ہوتا جائے گا جیسا کہ جواب چہارم میں امام اصفار سے گزر امام^۲ ملک العلماء نے اُسے مقرر رکھا اصل ہشتم فتاویٰ^۳ امام قاضی خان و جواہر^۴ اخلاطی سے اور ایسا ہی خزائنہ^۵ المفتین و فتاویٰ^۶ ذخیرہ میں ہے حلیہ^۷ میں اُس پر تقریر ہے غنیہ^۸ میں اس کے معنی ہیں اگر جاری مانا جاتا وہ دہ در دہ ہونا کیا شرط ہوتا کہ جاری کتنا ہی قلیل ہو ناپاک

نہیں ہو سکتا جب تک نجاست سے اس کا کوئی وصف نہ بدلے لوٹے کی دھار کا مسئلہ اصل ۹ میں گزرا۔

ثانیاً یہ تعلیل و شرط نہ بھی ہوتی تو اس مسئلہ دوارہ کا نفس حکم کہ کتب معتدہ جماہیر مشاہیر میں دائر و سائر ہے خود اسے جاری نہ ماننے پر برہان ظاہر ہے جواب چہارم میں منیہ^۹ و بدائع^{۱۰} و صفار^{۱۱} و حلیہ^{۱۲} اور پنجم میں حلیہ^{۱۳} و غنیہ^{۱۴} اور اس کی اصل ہشتم میں خانیہ^{۱۵} و خزائنہ^{۱۶} المفتین و محیط^{۱۷} و حلیہ^{۱۸} و خلاصہ^{۱۹} و فتح^{۲۰} و فتاویٰ^{۲۱} سمرقند و بحر^{۲۲} و ہندیہ^{۲۳} و غیاثیہ^{۲۴} و ذخیرہ^{۲۵} و فرع^{۲۶} آخر قاضی خان و جواہر^{۲۷} الاخلاطی سے تصریحیں اور تصحیحیں گزریں کہ حوض کتنا ہی کبیر ہو جب اس میں قلیل پانی ناپاک تھا پھر پانی آیا اور لبالب بھر گیا ناپاک ہی رہا۔ بھلا جب تک حد قلت میں تھا یہ کہہ سکتے تھے کہ آنے والا پانی اگرچہ اپنے داخل ہونے سے دوسری جانب پہنچنے تک جاری رہا مگر وہاں جا کر توڑک گیا اور ہے قلیل اور نجاست یا آب نجس سے متصل تو اب ناپاک ہو جائیگا اسی طرح جو پانی آتا جائے گا حد قلت تک یہی حکم پایگا و ہم انما قالوا کل ما دخل صار نجسا لا کما دخل تنجس مگر حوض تو کبیر ہے جب حد قلت سے آگے بڑھے گا کیا کہا جائے گا۔ آیا بہتا ہوا اور ٹھہرا کثیر ہو کر تو کسی وقت قابل قبول نجاست نہ ہوا پھر یہ حکم کیوں ہے کہ لبالب بھرنے پر بھی سب ناپاک۔ بلالکہ لازم تھا کہ یا تو حصہ بالا کو جہاں سے حد کثرت ہے اور ممکن ہے کہ حوض کبیر کا معظم حصہ وہی ہو پاک کہیں اور حد قلت سے نیچے تک ناپاک یا نظر برآں کہ حصہ زیریں ممتاز صورت نہ رکھنے کے باعث بالا کا تابع ہے سب پاک۔

اقول: اور ظاہر ایہی اقیس ہوتا آخر نہ دیکھا کہ حوض کتنا ہی (۱) عمیق ہو بلالکہ گہرے سے گہرا کنواں اگر لبالب بھر کر ابل جائے اوپر سے نیچے تک سب پاک ہو گیا کہ آب جاری ہو گیا حالانکہ یقیناً حرکت جریانی صرف اوپر کے قلیل حصہ کو پہنچے گی آنے والا پانی جہاں تک کے پانی کو دبا کر ساتھ بہا کر ابلے ابلے گا تنے ہی پر جریان واقع ہوگا نیچے گزروں تک کے پانی کو خبر بھی نہ ہوگی اور ٹھہرا سب پاک۔ اُسی لئے کہ صورت واحدہ و شیئی واحدہ ہے، یوں ہی آب کثیر کی صورت واحدہ رکھتا اور اوپر قلیل حصہ کثیر اور نیچے سب قلیل ہے اور نجاست را سبہ پڑی کہ تہ تک پہنچی سب پاک رہے گا روئے آب کی کثرت و طہارت تہ تک عمل کرے گی کذا ہذا۔

<p>اگر تم ان دونوں کی طرف سے جواب میں یہ کہو کہ کثرت و قلت میں اعتبار گرنے کے وقت کا ہے اور یہ گرتے وقت قلیل تھا اور جس پر استدلال کیا جا رہا ہے وہ کثیر ہے تو دونوں میں فرق ہو گیا، اور جاری ہونا تو وہ بنفسہ معتبر ہے اس میں کثرت و قلت کا کوئی اعتبار نہیں، وقوع کے وقت میں، تو جب وہ جاری</p>	<p>فان قلت: في الجواب عنهما ان العبرة في الكثرة والقلة لا وان الوقوع وهذا كان قليلا عنده والمستشهد به كثيرا فافترقا اما الجريان فمعتبر بنفسه للاحاظ فيه لكثرة اوقلة وقت الوقوع فاذا جرى وجهه وهو شئ واحد</p>
---	--

فقد جرى كله فلا يقاس عليه طهارة الاعلى
لاستقراره على الكثرة فانها غير الجريان
اقول: اولا اذ احكمنا بطهارة الكل لاجل
الجريان انقطع حكم وقت الوقوع فاذا وقف
فكانما الآن وقع وهو حينئذ كثير اذ العبرة
لوجه وما تحته تبعه فما وقع الا في الكثير
والفضل الآن بين الا على والاسفل بالكثرة
والقلة خروج عن حكم الواحدة وعلى هذا يلزم
تنجس الاسفل المستشهد به ايضا لان
النجس الراسب لم يصل اليه الا حين قلته هف
-وثانيا: لئن سلم فهذا مضر سيعود ناعفا فان
الماء الداخل حيث كان جاريا حتى الوصول الى
المنتهى والصورة واحدة فقد جرى الكل
فانتفت النجاسة رأسا ان كانت غير مرئية وكذا
لو مرئية وقد اخرجت فلا معنى لعودها حين
استقراره ولو على القلة وانتقلت الى الاعلى
الكثير لو باقية طافية فلم يتنجس اذا استقر
كثيرا وقد طهر ماتحته بالجريان فلا يبقى الا
ما اذا كانت مرئية باقية راسبة وكلامهم مطلق
حاو للصور قاطبة-

ہوا اسکی سطح سے حالانکہ وہ شئی واحد ہے تو گویا کل جاری
ہوا، تو اس پر اوپر والے کی طہارت کو قیاس کرنا درست نہ
ہوگا کہ وہ کثرت پر مستقر ہے کیونکہ یہ جریان نہیں ہے۔
میں کہتا ہوں اولاً جب ہم نے کل کی طہارت کا حکم لگایا جاری
ہونے کی وجہ سے تو گرنے کے وقت کا حکم منقطع ہو گیا، تو
جب ٹھہرا تو گویا وہ ابھی گرا ہے اور اس وقت وہ کثیر ہے
کیونکہ اعتبار سطح کا ہے، اور جو اس کے نیچے ہے وہ اُس کے
تابع ہے تو کثیر ہی میں واقع ہوا اور اعلیٰ اور اسفل میں اب
کثرت و قلت کے اعتبار سے فرق کرنا وحدتِ حکم سے خروج
ہوگا اور اس بنا پر نیچے والے کا نجس ہونا لازم آئیگا جس سے
استشاد بھی کیا گیا ہے کیونکہ نجاست راسبہ اس تک نہیں
پہنچی ہے مگر قلت کے وقت یہ خلاف مفروض ہے۔
اور ثانیاً اگر تسلیم کر لیا جائے تو یہ ہمارے لئے مضر ہے اور
عنقریب نافع ہو جائیگا، کیونکہ داخل ہونے والا پانی جاری تھا
یہاں تک کہ وہ اپنی انتہا کو پہنچا اور صورتِ واحدہ ہے تو کل
جاری ہو گیا اور نجاست اگر غیر مرئیہ ہو اور اس طرح اگر
مرئیہ نکال دی گئی ہو تو سرے سے ختم ہو جائیگی تو اس کے
لوٹنے کے کوئی معنی نہیں جب کہ پانی ٹھہرا ہوا ہو اگرچہ کم
ہی ہو اور وہ نجاست اوپر والے کثیر پانی کی طرف منتقل
ہو گئی، اگرچہ وہ اوپر تیر رہی ہو، تو جب کثیر پانی ٹھہرا ہو تو وہ
ناپاک نہ ہوگا اور اس کا نچلا حصہ پانی کے جاری ہونے کی وجہ
سے پاک ہو گیا تو باقی نہ رہے گا مگر جو مرئیہ اور تہ میں باقی ہو
اور ان کا کلام مطلق ہے اور تمام صورتوں کو شامل
ہے۔ (ت)

ثالثاً جواب چہارم میں عبارت^{۲۸} فتح القدیر در بارہ حوضِ صغیر کہ بھر کر بھی ناپاک رہے گا اُسی عدم تسلیم جریان پر دال ورنہ نجاست غیر مرئیہ یا مرئیہ کہ نکال دی ضرور زائل ہو جاتی۔

رابعاً تنبیہ جلیل میں منیہ^{۲۹} و محیط^{۳۰} و حلیہ^{۳۱} و خانہ^{۳۲} و ہندیہ^{۳۳} و ذخیرہ^{۳۴} کی عبارات ائمہ اجلہ علی سغدی^{۳۵} و نصیر^{۳۶} بن یحییٰ و خلف^{۳۷} بن ایوب رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات کہ ایک حوض سے دوسرے میں انتقال آب کے جریان ہونے کو ان میں کچھ مسافت ہونا ضرور ورنہ اس میں سے نکل کر اُس کے جوف میں جاتے ہوئے اُس میں وضو کیا جائے تو وضو نہ ہوگا اگر بطن میں حرکت کو جریان مانتے تو جس وقت پانی اول سے دوم میں گر رہا اور یہاں سے منتہی تک بہ رہا ہے اُس میں وضو ضرور آب جاری میں وضو ہوتا بیچ میں فاصلہ مسافت کی ضرورت نہ ہوتی کما اشرفنا الیہ شہ ان^{۳۸} عباراتوں سے روشن کہ جمہور اس سیلان کو خود اُس آب داخل ہی کا جریان نہیں مانتے اور یہ انہیں وجوہ سے کہ بحث اول میں گزریں اشکال سے خالی نہیں۔ اگر کہیے آبِ راکد کے کثیر و ناقابلِ نجاست ہونے کے لئے صرف مساحت سطح آب یا طول و عرض وہ درودہ کافی نہیں بلکہ اتنا عمق بھی درکار ہے کہ اس میں سے پانی ہاتھ سے لیں تو زمین کھل نہ جائے یہی صحیح ہے ہدایہ و غیر ہا کتب کثیرہ اسی پر فتویٰ ہے ظہیرہ خلاصہ درایہ جوہرہ و غیر ہا و لہذا^{۳۹} فتاویٰ امام اجل قاضی خان پھر ہندیہ و غنیہ میں فرمایا: واللفظ لہا یعنی الفاظ غنیہ کے ہیں:

ان علا الماء من ثقب الجمد وان بسط علی وجہ الجمد وکان عشرا فی عشر فان کان بحیث لو غرف منه لاینحسر ماتحتہ من الجمد لم ^{۴۰} یفسد بوقوع المفسد وان کان ینحسر او کان دون عشر فی عشر یفسد ^۱ بہ۔	جب پانی برف کے سوراخ سے اوپر چڑھے اور پھیل جائے برف کی سطح پر اور پانی وہ درودہ ہو اس طور پر کہ اگر کسی نے چلو بھر کر اس سے پانی لیا اور اس کے نیچے برف نہ کھلی تو مفسد نہ کرنے سے فاسد نہ ہوگا اور اگر نیچے والی برف کھل گئی یا وہ پانی وہ درودہ نہ تھا تو وہ پانی فاسد ہو جائیگا۔ (ت)
---	---

عہ و لفظ الاولین جاز فیہ الموضوع والا فلا اہ فلیتنبیہ فستأتیك فائدتہ فی الرسالة الاتیة ان شاء اللہ تعالیٰ منہ غفرلہ۔ (م)

پہلی دو کتابوں کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں وضو جائز ہے ورنہ نہیں اہ خبردار اس کا فائدہ آئندہ رسالہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

^۱ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث عشر فی عشر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۰

تحفۃ الفقہاء و بدائع میں امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی اور تبیین الحقائق میں دربارہ آب جاری امام ابو یوسف سے اور عبدالحلیم علی الدردر و جامع الرموز میں تصریح کی کہ دونوں ہاتھوں سے، پانی لینا مراد ہے یعنی لپ بھر کر لینے میں نہ کھلے اور قہستانی سے مفہوم کہ اُس کا اندازہ، پانچ انگل دل ہے۔

<p>قہستانی نے کہا کہ اگر پانی کا بالائی حصہ ایسا وہ در وہ ہو کہ چلو بھرنے سے پانی کی زمین نہ کھلے یعنی دونوں ہاتھوں سے پانی اٹھانے سے۔ اور عمق کی مقدار میں یہ بعض مشائخ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے، اور یہ وہ ہے جس کو مقداروں میں سے اختیار کیا ہے، اور عمق تقریباً پانچ انگل ہے (ت)</p>	<p>حيث قال (ان كان) وجه الماء (عشرا في عشر لا ينحسر ارضه بالغرفة) اي يرفع الماء بالكفين وهذا قول بعض المشائخ في تقدير العمق وعليه الفتوى كما في الخلاصة وهو على ما اختاره من المقدارين والعمق الذي هو خمس اصابع تقريباً¹ الخ</p>
--	---

اقول: وهو تقريـب قريـب مشـهود له بالتجربة (یہ اچھی تقریب ہے تجربہ اس پر گواہ ہے۔ ت) تو آپ کثیر ہونے کو یہ چاہئے کہ سو ہاتھ مساحت میں تقریباً پانچ انگل دل کا پانی پھیلا ہوا ہو کہیں اس سے کم دل نہ ہو تالاب یا حوض کہ بارش کے بہاؤ یا چرخ وغیرہ سے بھرتے ہیں ان کی دھار کبھی اتنی نہیں ہوتی کہ تالاب یا حوض میں گر کر تمام سطح مطلوب پر اُس کنارے تک معاً پانچ انگل پانی چڑھادے پانی بالطبع طالب مرکز ہے اُس کے اجزاء زیر و بالا اُسی وقت تک رہ سکتے ہیں کہ اوپر کے اجزاء ڈھلکنے کی جگہ نہ پائیں جب محل پائیں گے فوراً آتر کر پھیل جائیں گے پر نالے سے جتنے دل کی دھار اتر رہی ہے زمین پر آ کر ہر گز اتنے دل پر نہ رہے گی معاً پھیلے گی یہی سبب ہے کہ مثلاً حوض میں ایک پورے کنارے سے پانی جس حجم کا اتارے با آنکہ مدد برابر جاری اور حوض کے سارے عرض میں معاً ساری ہے تو چاہئے تھا کہ یہی حجم آخر تک محفوظ رہتا اور دوسرے کنارے پر معاً اتنے دل کا پانی ہو جاتا مگر ایسا نہیں ہوتا بلکہ اُس کنارے پر بتدریج بڑھتا ہے اور اوپر گزرا کہ دوسرے کنارے پر پہنچ کر یہ جریان ٹھہر جاتا ہے تو مساحت کی کثرت کیا نفع دے گی جبکہ معاً پانچ انگل دل نہ ہو بتدریج ہوا تو ہر وقت آب قلیل ہے اتنا ناپاک ہو گیا اور آیا وہ بھی یونہی کم تھا یونہی ناپاک ہوا یہاں تک کہ حوض کبیر بھر گیا اور ناپاک ہی رہا۔ ہاں عظیم سیلابوں میں اتنے اور اس سے زیادہ حجم کا پانی اُس کنارے پر معاً چڑھتا ہے مگر وہ دم کے دم میں

¹ جامع الرموز بحث عشر فی عشر مطبہ کریمہ قرآن، ایران ۸/۴

تالاب کو بھر کر اُبال دیں گے تو اس صورتِ نزاع میں رہے گا ہی نہیں اور بالفرض اگر کبھی ایسی صورت ہو کہ اُتنے عظیم بہاؤ کا پانی آئے اور کنارے ہی پر رک رہے تو یہ بغایت نادر ہے اور احکام فقہیہ میں نادر کا لحاظ نہیں ہوتا۔ یہ ہے اُس حکم دائر سائر کا منشا اور یہ ہے اُس تعلیل کا مفاد کہ کل مداخل صارِ نجس یا یہ ہے وہ غایتِ عذر کہ تالاب میں باہر سے آنے والے پانی کو جاری مان کر بھی بحالِ نجاستِ مریہ باقیہ تمام تالاب کو ناپاک ٹھہرائے کتنا ہی کبیر ہو اگرچہ مسئلہ حوضین و مسئلہ نجاست غیر مریہ یا مریہ مخرجہ کا اب بھی جواب نہ ہوا۔

اقول: مگر اس تقریر پر وہ صورت وارد ہے کہ اگر پانی تالاب میں داخل ہو کر پہلے وہ درہ ہو لیا پھر نجاست سے ملا تو ناپاک نہ ہوگا کہ وہ درہ وہی پانچ اُنکُل دَل بھی تو درکار۔ اگر کہیے ملنے سے پہلے اُس پوری مساحت میں اُتنا دَل پیدا ہونا بعید نہیں کہ پھیلنا تو ہستے میں ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ ملنے سے پہلے کہیں ٹھہر کر دَل پیدا کر لے پھر ملے۔ یہی سر ہے کہ صورتِ مذکورہ خانیہ میں ان لفظوں سے ارشاد ہوئی:

واجتمع الماء في مكان طاهر وهو عشر في عشر ¹ ۔	اور پانی پاک جگہ اکٹھا ہو گیا اور وہ درہ درہ ہے۔ (ت)
---	--

خلاصہ میں:

ان كان الماء الذي يدخل في الغدير يستقر في مكان طاهر حتى صار عشر في عشر ² ۔	اگر وہ پانی جو تالاب میں داخل ہو رہا ہے پاک جگہ ٹھہر گیا یہاں تک کہ وہ درہ ہو گیا۔ (ت)
---	--

فتح القدير و بحر الرائق میں:

ان كان دخل في مكان طاهر واستقر فيه حتى صار عشر في عشر ³ ۔	اور اگر پاک جگہ پانی داخل ہو کر ٹھہر گیا یہاں تک کہ وہ درہ ہو گیا۔ (ت)
--	--

ذخیرہ و حلیہ میں:

ان كان الماء الذي يدخل الغدير ولا	اگر وہ پانی جو تالاب میں داخل ہوتا ہے داخل ہوتے ہی پاک
-----------------------------------	--

¹ فتاویٰ قاضی خان فصل الماء الراكد نوكتشور لکھنؤ ۴/۱

² خلاصہ الفتاویٰ فصل فی المياض نوكتشور لکھنؤ ۵/۱

³ فتح القدير الغدير العظیم نوریہ رضویہ سکر ۱/۱

انکان الماء الذی یدخل الغدیر ولا یستقر فی مکان طاهر حتی یصیر عشرين فی عشر ^۱ ۔	جگہ نہیں ٹھہرتا ہے یہاں تک کہ وہ درہ ہو جائے۔ (ت)
--	---

ورنہ صرف وہ درہ ہونے کیلئے کسی مکان میں ٹھہر کر جمع ہو لینا کیوں درکار ہوتا۔

اقول: اس وقت کا دل کیا فائدہ دے گا جبکہ اُسے آگے بڑھ کر نجاستوں سے ملنا ہے۔ بڑھے گا پھر اُسی بہنے پھیلنے سے جو اُس میں وہ حجم نہ رہنے دیں گے۔ اگر کچھ اتصال نجاست یوں بھی ممکن کہ آبِ نجس بڑھ کر اُس سے ملے۔

اقول: یہ تصویر مفروض کے خلاف ہے اور خانیہ میں الفاظ مذکورہ کے بعد تصریح ہے: ثم تعدی الی موضع النجاسة^۲ (پھر نجاست کی جگہ تک تجاوز کر جائے۔ ت) بقیہ کتب مذکورہ میں ہے: ثم انتھی الی النجاسة^۳ (پھر نجاست

تک پہنچ جائے۔ ت) بالجملہ کلمات جمہور کسی طرح اُس آنے والے پانی کا بھی بطن حوض میں جریان درست نہیں آتا۔
وانا قول: وبالله التوفیق تحقیق (۱) یہی ہے کہ وہ جاری نہیں ورنہ اگر مثلاً نصف لوٹے میں ناپاک پانی ہو جس میں نجاست غیر مرئیہ ہو یا مرئیہ تھی اور نکال دی اُس کے بعد لوٹا بھر دیا اور کناروں سے کچھ نہ نکلا بلاکہ بھرا بھی نہیں کچھ پانی ڈال دیا جو اُس کے ایک کنارے سے دوسرے تک بہہ گیا تو چاہئے کہ سب پانی اور لوٹا پاک ہو جائے کہ جریان ہو گیا اور وہ نجاست غیر مرئیہ کو فنا کر دیتا ہے اور اُس میں کوئی مساحت شرط نہیں اور بعد فائے نجاست قلت پر استقرار کیا مضر حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں یہ مشائخ کہ خروج اصلا شرط نہیں کرتے اُن کا کلام بھی حوض کبیر میں ہے وللمذا منیہ وذخیرہ و نظم زندویسی میں فرمایا اذا کان^۴ الحوض کبیرا

عہ: تنبیہ اس مسئلہ کی تحقیق جلیل رسالہ ہبۃ الجبر میں آتی ہے وہاں سے بتوفیق الہی یہ توفیق ظاہر ہوگی کہ پانی کے فی نفسہ کثیر ہونے کیلئے عمق درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ زمین کہیں کھلی نہ ہو اور یہ جو اتنا عمق شرط کیا گیا کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلے اُس حالت میں ہے کہ اُس کے اندر وضو و غسل کریں اس تقدیر پر توجیہ مذکور کی گنجائش ہی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۲۱ منہ غفرلہ (م)

^۱ حلیہ

^۲ قاضی خان الماء الرائد نول لکھنؤ ۴/۱۱

^۳ بحر الرائق اجاث الماء ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۱۱

^۴ منیہ الصلی فصل فی البیض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۷

بزاز یہ میں بظاہر حوض کو صفت کثرت سے مطلق رکھ کر فرمایا: ثم دخل ماء کثیر^۱ (پھر کثیر پانی داخل ہو۔ ت) غنیہ میں اُن کے حکم کی تعلیل یوں فرمائی:

(قیل لیس بنجس) لکونہ کبیرا ^۲ الخ کما تقدم کل ذلک۔	(کہا گیا ہے کہ یہ نجس نہیں ہے) کیونکہ یہ بڑا ہے الخ جیسا کہ یہ سب کچھ پہلے گزر چکا ہے۔ (ت)
--	--

تو یہ اعتراض بھی اسی قول دوم پر رہا مگر یہ اُن کا کلام مرسیہ باقیہ سے مخصوص کیا جائے۔ اب رہے وجوہ ثلاثہ مذکورہ بحث اول اقول وہ استعین جو ظرف جس وحفظ آب کیلئے ہو اُس میں پانی کی حرکت عرفاً جریان نہیں کہلاتی مشک کی تہ میں کٹورا بھر پانی ہو اسے دہانہ باندھ کر زیر وبالات کیجئے کہ پانی ادھر سے ادھر جائے اسے کوئی جاری ہو نہ کہے گا۔ جب دہانے سے نکل کر بہے گا اب کہیں گے کہ پانی بہا یہاں سے تینوں وجوہ کا جواب ہو گیا کہ بطن ظرف میں متحرک کو عرفاً جاری نہیں کہتے اور مکان اور اس کی دیواریں کوئی ظرف آب نہیں اور نہ ظرف ہے مگر نہ ظرف جس بلکہ محل جریان بخلاف تالاب اور حوض کے، اگرچہ کبیر ہو، تو بحمد اللہ تعالیٰ قول جمہور ہی پر عرش تحقیق مستقر ہوا اور کیوں نہ ہو کہ:

العمل علی قول الا کثر وید اللہ علی الجماعۃ هذا کله ما فاض علی قلب الفقیر، من فیض اللطیف الخبیر، مع تشئت البال، وتراکم البلبال، و ہجوم الحساد، بأنواع الفساد، واللہ المستعان، وعلیہ التکلان، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولیٰ ونعم النصیر، عدت العادون وجاروا ورجوت اللہ عجیرا وکفی باللہ ولیا وکفی باللہ نصیرا	عمل اکثر کے قول پر ہی ہوتا ہے، اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہی ہوتا ہے، یہ سب کچھ فقیر کے دل پر اُترا، مہربان باخبر خدا کے فیض کرم سے ہے، حالانکہ طبیعت پر آگندہ اور پیہم مصائب میں گرفتار ہوں اور حاسدوں نے الگ کئی قسم کے فساد برپا کر رکھے ہیں اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ کیا جاتا ہے اور طاقت و قوت اللہ ہی سے ملتی ہے جو بلند اور با عظمت ہے، ہمیں اللہ کافی ہے اور معتبر کار ساز ہے، بہترین آقا اور بہترین مددگار ہے دشمنوں نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔ اور میں اللہ کے کرم کی امید کرتا ہوں حالت انکساری میں اور اللہ کافی کار ساز ہے اور اللہ کافی مددگار ہے
--	---

^۱ بزاز یہ مع الہندیہ نوع فی الحیض نورانی مکتب خانہ پشاور ۸/۳

^۲ غنیہ المستملی عشر فی عشر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں آپ کے دامن کی پناہ حاصل کرنے کیلئے یہ اشعار کہے ہیں اے اللہ کے رسول! آپ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے، تو اب مجھے دشمنوں کا کچھ خوف نہیں کہ وہ کیا ظلم ڈھائیں گے، مجھے آپ کے فضل سے امید ہے کہ عنقریب ان کا مکر پارہ پارہ ہو جائیگا اور وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

اور عرض کیا ہے اے اللہ کے رسول! آپ ہم میں مبعوث کئے گئے رحمت بنا کر اور مضبوط قلعہ بنا کر۔ مجھے دشمن اپنی مضبوط چالوں سے ڈراتے دھمکاتے ہیں اے خوفزدہ لوگوں کی پناہ! مجھے پناہ دیجئے۔ اور اس سے پہلے ربیع الآخر ۱۳۰۰ھ میں کہا تھا تو امید سے فزوں ترحیت انگیز طور پر میری مرادیں پوری ہو گئیں واللہ الحمد، خدا کرے ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے۔

تمام تعریفیں خدائے یکتا کو سزاوار ہیں جو اپنے جلال میں یکتا ہے، اور اس کی رحمتیں مدام، بہترین مخلوق محمد پر نازل ہوں، اور آل و اصحاب پر، جو سختیوں میں میری پناہ گاہ ہیں، تو خداوند عظیم کی بارگاہ میں، میں وسیلہ لاتا ہوں، اس کی کتاب اور احمد کا۔ اور ان کا جو اللہ کے کلام کو

ومما قلت فیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مستجرا بذیلہ الاکرم۔ رسول اللہ انت المستجاب فلا اخشی الا عادی کیف جاروا بفضلک ارتجی ان عن قریب تمزق کیدہم والقوم باروا

وقلت۔ رسول اللہ انت بعثت فینا کریماً رحمة حصناً حصیناً تخوفنی العدی کیدا متیناً اجرنی یا امان الخائفینا ومما قلت قدیماً فی ربیع الآخر سنة الف وثلثمائة فرأیت الاجابة فوق العادة، وفوق المطلب والارادة، سریعاً فی الساعة واللہ الحمد ابداً، وارجو مثله سرمداً۔

الحمد للمتوحد بجلاله المتفرد وصلاته دوماً علی خیرا لانام محمد والال والاصحاب هم مأواي عند شدائی فالی العظیم توسلی بکتا به وبا حمد وبمن عه اتي بکلامه وبمن هدی وبمن هدی وبطیبة وبم جوت وبمنیر وبمسجد

اور وہ جبریل علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حاملین قرآن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل، اصحاب اور امت میں سے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ هو جبریل علیہ الصلاة والسلام ونبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحملة القرآن من الہ وصحبه وامته (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم) منہ غفرلہ (م)

لائے اور جنہوں نے ہدایت دی اور جن سے ہدایت لی جاتی ہے، اور مدینہ منورہ کو اور ان کو جو مدینہ میں رہتے ہیں، اور منبر اور مسجد شریف کو اور ان تمام کو جنہیں خوشنودی میسر آئی رب کی جانب سے۔ اے اللہ! دشمنوں نے مجھ پر ہلہ بول دیا ہے ہر دُوری سے ان کے پیادوں اور ان کے سواروں نے، ہر حد سے تجاوز کرنے والے ظالم نے، جو عابت قدم کی لغزش کی امید کرتے ہیں، اور ہدایت یافتہ کی ذلت کے خواہاں ہیں، مگر آپ کا غلام بے خوف ہے کیونکہ جو آپ کو پکارتا ہے اس کی تائید کی جاتی ہے، میں ان کی طاقت و قوت سے خوفزدہ نہیں۔ میرے مددگار کا ہاتھ مضبوط تر ہے۔ یا اللہ! ان کے شر کو دفع کر دے، اور مکار کے مکر سے مجھے بچالے، اور اپنے صلوٰۃ و سلام کو سخی تر حبیب پر ہمیشہ نازل فرما، اور اُن کی آل پر جو جُود و سخا کی بارش ہیں، اور اصحاب پر جو فوائد کے بادل ہیں، جب تک قمریاں بان کے درخت پر بہترین گانے گاتی رہیں۔ اور اس صلوٰۃ و سلام کے طفیل احمد رضا کو، آقا کا امان یافتہ غلام بنادے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ صلوٰۃ و سلام اور برکتیں نازل فرمائے آقا، کریم اور مبارک پر، اور ان کی آل و اصحاب اور بیٹے اور ان کی جماعت پر، وہ صلوٰۃ جو گروہوں کو کھول دے اور مدد عطا کر دے، اور ہمیں حاسدوں کے حسد سے اور کینہ پروروں کے کینوں سے اور سرکشوں کی شرارت سے بچادے، بطفیل قل هو اللہ احد الخ کے، واللہ سبحانہ، و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

وبكل من وجد الرضا من عند رب واجد
لاهم عهدهم العداى من كل شأوا بعد
في خيلهم ورجالهم مع كل عاد معتد
هاوين زلة مثبت باغين ذلة مهتد
لكن عبدك امن اذ من دعاك يويد
لا اختشى من باسهم يد ناصري اقوى يد
لاهم فادفع شرهم وقني مكيدة كائد
واؤمر صلاتك والسلا م على الجيب الاجود
والأل امطار النداء والصحب سحب عوائد
ماغرّدت ورقا على بان كخير مغرّد
واجعل بها احمد رضا عبدا بحرر السيد
والله تعالى وتبارك، صلى وسلم وبارك، على المولى
الكریم المبارک، وأله وصحبه، وابنه وحزبه،
صلاة تخل العقد، تُحلّ المدد، وتقينا شر حاسد اذا
حسد، ومكر حاد اذا حقد، وضر عاند اذا عند،
بحرمة
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ
۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝
والحمد لله رب العالمين الى الابد، واللہ سبحنہ و تعالیٰ
اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اللَّهُمَّ میں ایک لغت ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ: لغة في اللهم ۱۲ منه غفرله (م)



فتویٰ مسمیٰ بہ

۱۳۳۲ھ

ہبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر

ابر باراں کا عطیہ زیادہ پانی کی گہرائی میں (ت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۲ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

مسئلہ ۵۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آبِ کثیر کے لئے جو مثل جاری نجاست قبول نہ کرے کتنا عمق درکار ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہاتھ سے پانی لینے میں زمین نہ کھلے اس سے چلو مراد ہے یا لپ، بینوا تو جروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اُس کے عمق میں گیارہ "قول ہیں:

(۱) کچھ درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ اتنی مساحت میں زمین کہیں کھلی نہ ہو۔

(۲) بڑا درہم کے ۰۴ ماشے ہوتا ہے اُس کے عرض سے کچھ زیادہ گہرا ہو۔

(۳) اُس میں سے پانی ہاتھ سے اٹھائیں تو زمین کھل نہ جائے۔

(۴) پانی لینے میں ہاتھ زمین کو نہ لگے۔

اقول یہ اپنے سابق سے زائد ہے کمالا یخفی۔

(۵) ٹخنوں تک ہو۔

(۶) چار انگل کشادہ

اقول: یہ تقریباً نو انگل یعنی تین گره ہوا۔

(۷) ایک بالشت

(۸) ایک ہاتھ

(۹) دو ہاتھ

(۱۰) سفید سکہ اس میں ڈال کر مرد کھڑے سے دیکھے تو روپیہ نظر نہ آئے۔

اقول: یعنی پانی کی کثرت سے نہ کہ اس کی کدرت سے۔

(۱۱) اپنی طرف سے کوئی تعین نہیں ناظر کی رائے پر موقوف ہے۔

اقول: یعنی جو جتنے گہراؤ پر سمجھے کہ آب کثیر ہو گیا، اس کے حق میں وہ کثیر ہے دوسرا نہ سمجھے تو اس کیلئے قلیل ہے۔

میں کہتا ہوں وہ اول کا غیر ہے تو وہ سلب تقدیر ہے، اور یہ اسی شخص کی رائے کی طرف سپرد کرنا ہے جو اس میں مبتلا ہو، اور خلاصہ یہ ہے کہ پہلا حکم عدم ہے اور یہ عدم حکم ہے۔ تو اگر تم کہو کہ تفویض ظاہر روایت میں صرف طول و عرض میں ہے کیونکہ انہی دونوں سے خلوص اور عدم خلوص کا علم ہوتا ہے تو عمق میں اس کی رائے کی طرف کیونکر سپرد کیا جائے گا۔ (ت)

میں کہتا ہوں عدم خلوص کے معیار میں اختلاف ہے کہ آیا وہ تحریک ہے اور یہی متفقہ روایت ہمارے اصحاب کی ہے، یا صرف رنگنا ہے اور یہی قول امام ابو حفص الکبیر بخاری کا ہے، یا گدلا کرنا ہے، اور یہ امام ابو نصر محمد بن محمد بن سلام کا ہے، یا مساحت ہے اور یہ امام ابو سلیمان الجوزجانی کا قول ہے۔ یہ تمام تفصیل بدائع میں ہے، اور اس میں شک نہیں کہ گدلا کرنا گہرائی کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، اور غالباً یہ قائل اسی قول کی طرف۔

اقول وهو غير الاول فهو سلب التقدير وهذا تفويضه الى رأى المبتلى به وبالجمله فالاول حكم العدم وهذا عدم الحكم فانقلت انما التفويض في ظاهر الرواية في الطول والعرض اذ بهما الخلو وعدمه وفيه يفوض اليه النظر في العمق۔

اقول: اختلفوا في معيار عدم الخلو هل هو التحريك وهي الرواية المتفقة عن اصحابنا ام الصبغ وهو قول الامام ابى حفص الكبير البخارى ام التكدير وهو قول الامام ابى نصر محمد بن محمد بن سلام ام المساحة وهو قول الامام ابى سليمان الجوزجاني الكل في البدائع ولا شك ان التكدير يختلف باختلاف العمق فلعل هذا القائل قائل بهذا القول

فقوہ الی رای الناظر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مائل ہے اور اسی لئے انہوں نے اس معاملہ کو دیکھنے والوں کی رائے کی طرف سپرد کیا ہے۔ (ت)

ان میں قول سوم عامہ کتب میں ہے اور اول و دوم و ہفتم و ہشتم بدائع و تبیین و فتح میں نقل فرمائے اور چہارم خانہ وغنیہ پنجم جامع الرموز ششم غنیہ نیز مثل نہم و یازدہم قمستانی و نہم شرح نقایہ بر جندی میں۔
ان میں صرف دو قول صحیح ہیں اول و سوم و بس۔

اما ما رأیت فی جواهر الاخلاطی من قوله جمع الماء فی خندق له طول مثلاً مائة ذراع وعرضه ذراع او ذراعان فی جنس هذه المسألة اقوال فی قول يجوز التوضی منه بغیر فصل وهو المأخوذ وفي قول لو وقعت فیہ نجاسة یتنجس من طوله عشرة اذرع وفي قول ان كان الماء مقدار ما لو جعل فی حوض عرضه عشرة فی عشرة ملیئ الحوض وصار عمقه قدر شبر يجوز التوضی به والا فلا وهو الصحيح تیسیراً للامر علی الناس وقیل لایجوز التوضی فیہ وان كان من بخاری الی سمرقند¹ اهـ۔ (ت)

میں کہتا ہوں ان کا قول هو الصحيح صرف پیمائش کو دیکھتے ہوئے ہے، دونوں امتدادوں کی اس میں شرط نہیں، اور اسی کی وجہ سے یہ ان کی پہلی تصحیح کے مطابق ہو جائیگا، وہ فرماتے ہیں یہی مأخوذ ہے، اس میں ایک بالشت کی گہرائی کی

فأقول: قوله هو الصحيح ناظر الی اعتبار المساحة وحدها من دون اشتراط الامتدادین وبه یوافق تصحیحه الاول بقوله هو المأخوذ الی اشتراط عمق شبر والدلیل علیہ قول البر جندی، قال

الامام ابو بکر الطرخانی اذ الم یکن له عرض صالح وکان طوله من بخاری الی سمرقند لایجوز التوضی منه وقال محمد بن ابرهیم البیدانی ان کان بحال لوجع ماء یصیر عشرا فی عشرو صار عمقه بقدر شبر جاز التوضی به کل فی الفتاوی الظہیریة و ذکر فی الخلاصة ان الفقیه ابا الیث اخذ به وعلیه اعتماد الصدر الشہید وفی الملتقط انکان عرض الغدیر ذراعین وبلغ طوله فی عرضه عشرا فی عشر فبال فیہ انسان فالباء طاهر^۱ "فانبا الضمیر فی قول اخذ به وقوله علیہ اعتماد الی اعتبار المساحة ولو بالجمع والا لم تکن الحوالۃ رائجة لان عبارة الخلاصة فی جنس فی النهر هكذا ان کان الماء له طول وعمق و لیس له عرض کانہا بلخ ان کان بحال لوجع یصیر عشرا فی عشر یجوز التوضی به وهذا قول ابی سلیمان الجوزجانی وبہ اخذا لفقیہ ابو الیث وعلیه اعتماد الصدر الشہید وقال الامام ابو بکر الطرخانی لایجوز وان کان من هنا الی سمرقند^۲ ھ

شرط نہیں اور اس کی دلیل بر جندی کا قول ہے امام ابو بکر طرخانی نے فرمایا جب اس کی چوڑائی مناسب نہ ہو اور اس کی لمبائی خواہ بخاری سے سمرقند تک ہو تو اُس سے وضو جائز نہیں۔ اور محمد بن ابراہیم میدانی نے فرمایا اگر حوض اتنا بڑا ہو کہ اگر اس کا پانی اکٹھا کیا جائے تو وہ دہ در دہ ہو جائے اور اس کی گہرائی بقدر ایک بالشت ہو تو اس سے وضو جائز ہے، یہ سب فتاویٰ ظہیریہ سے ماخوذ ہے، اور خلاصہ میں ذکر کیا کہ فقیہ ابو الیث نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے، اور ملتقط میں ہے کہ اگر تالاب کی چوڑائی دو ہاتھ ہو اور اس کی لمبائی چوڑائی میں دہ در دہ ہو اور اس میں کوئی انسان پیشاب کر دے تو پانی پاک ہے اھ اور ضمیر ان کے قول اخذ بہ اور علیہ میں اعتبار مساحت کی طرف راجع ہے اگرچہ جمع کے اعتبار سے ہو ورنہ تو حوالہ رائج نہ ہوتا کیونکہ خلاصہ کی عبارت جنس فی النھر میں اس طرح ہے کہ اگر پانی کیلئے لمبائی گہرائی ہو اور چوڑائی نہ ہو جیسے بلخ کی نہریں، ان میں کا پانی اگر جمع کر لیا جائے تو وہ دہ در دہ ہو جائے تو اُس سے وضو جائز ہے اور یہ ابو سلیمان الجوزجانی کا قول ہے اور فقیہ ابو الیث نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے، اور امام ابو بکر الطرخانی نے فرمایا جائز نہیں اگرچہ یہاں سے

^۱ فتاویٰ بر جندی کتاب الطہارت نوکشتور لکھنؤ ۳۳/۱

^۲ خلاصۃ الفتاویٰ جنس فی الانہار نوکشتور لکھنؤ ۹/۱

<p>فلیس فیہ ذکر العمق اصلاً فضلاً عن تقدیرہ بشبر کیف والامام الجوزجانی أخذ فی العمق بالقول الاول وهو نفی التقدير رأساً قال فی البدائع اما العمق فهل يشترط مع الطول والعرض عن ابی سلیمان الجوزجانی انه قال ان اصحابنا رضى الله تعالى عنهم اعتدوا البسط دون العمق¹ اه فالبیدانی اخذ بقوله فی اعتبار المساحة دون الامتدادین وزاد من عند نفسه قدر العمق فنقله فی الجواهر وشرح النقایة وذكر تصحيحه باعتبار اصله مع قطع النظر عن الزیادة لان المحل محل الخلافية الاصل لاخلافية العمق والله تعالى اعلم۔</p>	<p>سمر قد تک ہواہ اس میں گہرائی کا سرے سے کوئی ذکر نہیں۔ چہ جائیکہ ایک بالشت کے اندازے کا ذکر ہو پھر امام جوزجانی نے گہرائی کے بابت پہلا قول ہی اختیار کیا ہے، جس میں اندازہ کو مطلقاً ترک کیا گیا ہے، بدائع میں فرمایا کہ گہرائی کی بابت سوال یہ ہے کہ اس کو طول و عرض کے ساتھ مشروط کیا جائے گا، ابو سلیمان الجوزجانی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہمارے اصحاب نے چوڑائی کا اعتبار کیا ہے گہرائی کا نہیں، اہ تو میدانی نے پیمائش میں ان کے قول کو لیا ہے نہ کہ دو امتدادوں میں اور اپنی طرف سے انہوں نے گہرائی کی مقدار کا اضافہ کیا، تو ان دونوں نے اس کو جواہر اور شرح نقایہ میں ذکر کیا اور ان دونوں نے اس کی تصحیح اصل کے اعتبار سے کی ہے اور زیادتی سے قطع نظر کیا ہے، کیونکہ یہ محل ہے جس کے اصل میں اختلاف ہے نہ کہ جس کے عمق میں اختلاف ہے واللہ اعلم۔ (ت)</p>
---	---

قول اول کی تصحیح امام زلیلی نے فرمائی:

<p>قال فی التبيين والصحيح اذا اخذ الماء وجه الارض يكفى ولا تقدير فيه في ظاهر الرواية²۔</p>	<p>تبیین میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ جب زمین کی سطح پر پانی پھیل جائے تو وہ کافی ہے ظاہر الروایۃ میں کسی مقدار کا ذکر نہیں۔ (ت)</p>
---	--

بحر الرائق میں ہے:

<p>هو الاوجه لبا عرف من اصل ابی حنیفة³۔</p>	<p>یہی اوجہ ہے جیسا کہ ابو حنیفہ کی اصل سے معلوم ہوا۔ (ت)</p>
--	---

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس تصحیح کی تضعیف کی فقال قیل والصحيح اذا اخذ

¹ بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ المحل نجماً ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۳/۱

² تبیین الحقائق بحث عشر فی عشر بیولا ق مصر ۲۲/۱

³ بحر الرائق بحث عشر فی عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۷/۱

وہ فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا صحیح یہ ہے کہ جب پانی لے لے (ت)

الماء الخ¹

اقول: یہاں دو نظریں ہیں ایک بظاہر قوی اس قول کی تزییف میں دوسری کمال ضعیف اس کی تائید میں اور شاید اسی لئے امام ابن الہمام نے اس تصحیح کو ضعیف کیا مگر نظر دقیق اس کی قوت پر حاکم وبالله التوفیق

اور جہاں تک تائید کا تعلق ہے شاید کوئی گمان کرنے والا گمان کرے کہ کثیر کو جاری کے حکم میں کیا گیا ہے تمام احکام میں، جیسا کہ اس کی تحقیق فتح میں ہے اور جاری کی گہرائی میں کوئی مقدار نہیں ہے، اور اس پر فروع کثیرہ دلالت کرتی ہیں ایک فرع ان میں سے یہ ہے کہ بارش چھت پر ہو اور وہاں مختلف نجاستیں ہوں تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں مان لیا کہ کثیر تمام احکام میں جاری کے ساتھ ملحق ہے لیکن اصل گفتگو تو اس میں ہے کہ وہ کب کثیر ہوگا تو اس کو اس کے ساتھ ملحق کرنا اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ کثرت گہرائی کی محتاج نہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جاری میں طول و عرض کا کوئی اندازہ نہیں، اس پر بہت سی فروع دلالت کرتی ہیں جن کا ذکر ہم نے رحب الساحة میں کیا، ایک فرع یہ ہے کہ لوٹے سے پانی استنجاء کرنے والے کے ہاتھ پر گرے اس تک پہنچنے سے قبل اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں کا اندازہ نہ ہو یہاں بھی، تو عمق کا بھی یہی حال ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور تزییف کا بیان یہ ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں دو ۲ معتمد قول ہیں پہلا ظاہر الروایۃ ہے اور وہ بطور گمان عدم خلوص کا اعتبار ہے اور اس میں کوئی مقدار نہیں بلاکہ جو اس

اما التائید فلعلم زاعماً يزعم ان الكثير قد الحق بالجاری فی کل حکم کما حققه فی الفتح والجاری لاتقدیر فیہ للعمق کما دلت علیہ فروع کثیرة منها مسألة المطر النازل علی سطح فیہ نجاسات فكذا ههنا۔

اقول: هب ان الكثير ملحق بالجاری فی جمیع الاحکام لکن الکلام انه متى یکون کثیرا فلا یمکن اللاحاق قبل اثبات ان الکثرة لاتحتج الی العمق الا تری ان الجاری لاتقدیر فیہ بشیء من الطول ولا العرض کما دلت علیہ فروع جمة ذکرناها فی رحب الساحة منها الماء النازل من الابریق علی ید المستنجد قبل وصوله الیهما ولا یلزم منه عدم التقدير بهما ههنا ایضاً فكذا العمق واللہ تعالیٰ اعلم۔ واما التزییف ففی الراکد الكثير قولان معتمدان الاول ظاهر الروایة وهو اعتبار عدم الخلو ص ظناً وتفویضه الی رأى المبتلی به من دون تقدير بشیء ومعرف ذلك التحریک عند اثبتنا الثلاثة رضی اللہ تعالیٰ

¹ فتح القدیر بحث عشر فی عشر نوریہ رضویہ سکر ۱/۱۱

میں مبتلی ہے اس کی رائے پر چھوڑا گیا ہے اور اس کی پہچان ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حرکت دینا ہے اور یہ حرکت اصح قول کے مطابق وضو سے ہوگی، اور دوسرا قول عام متأخرین کا مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور اس سے مراد وہ درہ کی مقدار ہے، یعنی سو ہاتھ کی پیمائش صحیح قول پر ہے، اور اندازہ نہ ہونا جو امام کی اصل کے مطابق ہے وہ پہلی روایت کے مطابق ہے، اور اب گفتگو مقدار کی تقدیر پر ہے تو اس میں عدم تقدیر کی اصل کا لحاظ کیسے ہوگا جیسا کہ بحر نے کیا ہے یا اس میں ظاہر الروایۃ کی رعایت کیسے ہوگی؟ جیسا کہ امام فخر نے کیا ہے جبکہ وہ درہ ظاہر روایۃ میں کوئی قول نہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ وہ درہ کا اندازہ مستقل حکم نہیں ہے کہ اس کیلئے کوئی اصل تلاش کرنا ہو، جیسا کہ صدر الشریعہ نے اس کی کوشش کی ہے، اور اس پر یہ اعتراض کہ یہ چیز شریعت کی کسی اصل پر متفرع نہیں، جیسا کہ بحر میں فرمایا اور دُر نے اس کی متابعت کی اور اس کو اس بنا پر رد کر دیا جائے کہ یہ قول اکثر علماء کے مطابق امام کے صحیح قول کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے جیسا کہ وہم ہوتا ہے بلکہ یہ اُن کی طرف سے اندازہ ہے، کیونکہ ظاہر روایۃ میں عدم خلوص ہے اور اس مقدار میں انہوں نے خلوص نہ پایا تو انہوں نے اس پر یہ حکم لگایا۔

بدائع میں فرمایا ابو داؤد نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث جو پانی کے اندازہ سے متعلق ہے فریقین میں سے کسی کیلئے کوئی حدیث

عنہم وهو بالتوضی علی الاصح والثانی معتمد عامة المتأخرین وعلیہ الفتوی وهو التقدير بعشر فی عشر اعنی مساحة مائة علی الصحيح فعدم التقدير الموافق لاصل الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ انما هو علی الروایۃ الاولى اما الان فالكلام علی تقدير التقدير فكيف يلاحظ فيه اصل عدم التقدير كما فعل البحرام كيف يراعى فيه ظاهر الروایۃ كما فعل الامام الفخر ونفس العشر فی عشر لیست فی ظاهر الروایۃ۔

اقول: (۱) والتحقیق عندی ان التقدير بعشر فی عشر لیس حکماً منحاذا برأسه (۲) فیحتاج الی ابداء اصل له كما تجشبه الامام صدر الشریعة (۳) ویطعن فیہ بأنه لا یرجع الی اصل فی الشرع كما قاله فی البحر وتبعه فی الدر ویرد ببخالفته لقول الامام المصحح من کثیرین اعلام كما یتوهم بل هو تقدير منهم رحمنا اللہ تعالیٰ بهم لما فی ظاهر الروایۃ من عدم الخلوص وجدوا هذا القدر لا یخلص فحکموا به قال فی البدائع ذکر ابو داؤد لایکاد یصح لو احد من الفریقین حدیث عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی تقدير الماء ولهذا رجع اصحابنا فی التقدير الی الدلائل

صحیح نہیں، اور اسی لئے ہمارے اصحاب نے اندازہ میں دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا نہ کہ سمعیہ کی طرف اب خلوص کی تفسیر میں اختلاف ہے تو ہمارے اصحاب کی متفقہ روایت میں بلانے کا اعتبار ہے اور ابو حفص کبیر نے خلوص رنگنے کو کہا اور ابو نصر نے گدلا ہونے کو کہا اور جوز جانی نے پیمائش کو کہا، فرمایا کہ اگر وہ درود ہو تو اس میں خلوص نہیں اور اگر اس سے کم ہے تو اس میں خلوص ہے اھ انہوں نے یہ مذہب کی تفسیر بنائی ہے غنیہ میں مصنف کے قول الحوض اذا کان عشر فی عشر کے تحت ہے کہ اس تقدیر سے مقصود نجاست کے عدم خلوص کی بابت ظن غالب کا حصول ہے اھ اور جب یہ ظاہر روایت کی تفسیر ہے تو اس کی رعایت اس میں لازم ہے، اور امام کی اصل کے مطابق عمق باقی رہا کیونکہ یہ اسکی تقدیر ہے جس میں خلوص نہ ہو اور جس میں خلوص نہ ہو ظاہر الروایۃ کے مطابق اس میں عمق معتبر نہیں، تو یہاں اس کے اعتبار کی کوئی وجہ نہیں، ہاں اگر عمق کا دخل خلوص حرکت اور عدم خلوص میں ثابت کر دیا جائے، تو اس وقت کہا جائیگا کہ ظاہر روایت نے جہاں معاملہ کا دار و مدار اس پر رکھا ہے تو امتدادات کو مطلق رکھا ہے اور اس وقت یہی لازم تھا اور تم نے دونوں امتدادوں کی تقدیر کی ہے اور ان دونوں کے بعد ہر عمق برابر نہیں تو تم پر لازم ہے کہ ایک ایسے عمق کی تقدیر کرو

الحسیۃ دون السمعیۃ ثم اختلفوا فی تفسیر الخلو ص فاتفقت الروایات عن اصحابنا انه یعتبر بالتحریک و ابو حفص الکبیر اعتبر الخلو ص بالصیغ و ابو نصر بالتکید و الجوز جانی بالمساحة فقال ان کان عشرا فی عشر فهو مبالیخلص وان کان دونہ فهو مبالیخلص¹ اھ - فقد جعل هذا تفسیر الما فی المذهب وقال فی الغنیۃ تحت قوله الحوض اذا کان عشرا فی عشر المقصود من هذا التقدير حصول غلبة الظن بعدم خلوص النجاسة² اھ فاذا کان هذا تفسیر ما فی ظاہر الروایۃ وجبت رعایتها فیہ وبقی عمقه علی اصل الامام لان هذا انما هو تقدیر ما لایخلص وما لایخلص لم یعتبر فیہ عمق فی ظاہر الروایۃ فلا داعی الی اعتبارہ هنا اللهم الا ان یثبت ان للعمق مدخلا فی خلوص الحركة وعدمه ایضا فح یقال ان ظاہر الروایۃ حیث احدث الامر علیہ ارسلت الامتدادات ارسالاً وکان ذلك الواجب حیثئذ اما انتم فقد رتم الامتدادین ولیس ان کل عمق

¹ بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

² غنیۃ المستملی فصل فی احکام الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۸

کہ اس کے ہوتے ہوئے دونوں امتداد خلوص کو قبول نہ کریں۔ اس صورت میں گیارہواں قول پہلے قول کی ضد نہ ہوگا کہ ظاہر روایت میں تقدیر کا ترک کرنا اس کی نفی کیلئے نہ ہوگا بلکہ اس کی عدم تعیین کیلئے ہوگا اور اس کا اختلاف امتدادات کے اختلاف کی وجہ سے ہوگا تو دیکھنے والے کی رائے کی طرف اس کو سپرد کرنا صحیح ہوگا، مگر یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو دلیل کی ضرورت ہے حالانکہ اس کی دلیل مشکل ہے بلکہ اس کا رد یہ ہے کہ اگر بات یہی ہوتی تو وہ درودہ کی تعیین صحیح نہ ہوئی، کیونکہ جو دو امتداد خلوص کے مانع ہیں اس بنا پر گہرائیوں کے اختلاف سے مختلف ہونگے تو ان میں سے کسی ایک کی تحدید کیونکر درست ہوگی اور یہ تو نقض کے سبب مقصود کی طرف عود کرنا ہے تو رائج یہی قرار پایا کہ ظاہر روایت ہی درست ہے بلکہ صرف ایک یہی وجہ ہے ہذا ماعندی الخ (ت)

بعدهما سواء فيجب عليكم تقدير عمق لايقبل معه الامتدادان الخلوصل فافهم۔
 فافهم، وح لا يضاد القول الحادی عشر للقول الاول اذ ترك التقدير في ظاهر الرواية لا يكون اذن لنفيه بل لعدم تعيينه واختلافه باختلاف الامتدادات فيصح التفويض الى رأى الناظر لكنه شيعي يحتاج الى ثبت ودونه خطر القتاد بل يدفعه ان لو كان كذلك لم يصح تعيين عشر في عشر فانه يختلف الامتدادان المانعان للخلوص على هذا باختلاف الاعماق فكيف يجوز التحديد على شيعي منها وهو عود على المقصود بالنقض فترجح ان الوجه هو ظاهر الرواية بل هي الوجه هذا ماعندی والله تعالى اعلم۔

اس قول کی تصحیح امام زلیحی کے سوا دوسرے سے نظر میں نہیں:

اور جو بحر میں ہے کہ بدائع میں ہے جب پانی زمین کی سطح کو چھپا دے یہ اس کیلئے کافی ہے اور ظاہر الروایۃ میں کوئی تقدیر متعین نہیں، اور یہی صحیح ہے۔ (ت)
 میں کہتا ہوں یہ تبیین کا کلام ہے اور یہ بدائع میں نہیں اس میں توجہ زجانی سے حوالہ منقول ہے وہ بیان ہو چکا ہے پھر فرمایا فقیہ ابو جعفر

اما ما في البحر في البدائع اذا اخذ اى الماء وجه الارض يكفى ولا تقدير فيه في ظاهر الرواية وهو الصحيح¹ اه
 فاقول: هذا كما ترى كلام التبیین وليس في البدائع انما ذكر فيه عن الجوزجانی ماتقدم ثم قال وعن الفقيه ابی جعفر

¹ بحر الرائق بحث عشر فی عشر اجماع سعید کنبی کراچی ۷۷۱

ہندوانی کہتے ہیں کہ اگر پانی ایسا ہے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے تو اس کی تہ کھل جائے پھر جڑ جائے تو اس سے وضو نہیں ہو سکتا ہے، پھر درہم، بالشت اور ایک ہاتھ سے زائد کی چوڑائی کا ذکر کیا اور ان میں سے کسی کی تصحیح کا ذکر نہیں کیا ہاں اس سے قبل جاری پانی کی بابت کہا کہ مشائخ کا حد جریان میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ پانی میں چوڑائی میں ڈالے تو پانی کا جاری رہنا ختم نہ ہو تو وہ جاری ہے ورنہ نہیں (بعض نے فرمایا کہ اگر اس پانی میں کوئی تزکا ڈالا جائے یا پتہ ڈالا جائے تو بہا لے جائے)، اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ ایسا پانی ہو کہ اگر کوئی شخص اس میں سے چلو بھر کر پانی لے تو زمین کھلنے نہ پائے، ایسا پانی جاری ہے ورنہ نہیں، ایک قول ہے کہ جس کو لوگ جاری سمجھیں وہ جاری ہے اور جس کو جاری نہ سمجھیں وہ جاری نہیں اور سب سے زیادہ صحیح قول یہی ہے اھ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے گہرائی کا تعین نہیں فرمایا، لیکن یہ جاری پانی میں ہے اور اس میں شک نہیں، اور گفتگو یہاں ٹھہرے ہوئے کثیر پانی میں ہے۔ لیکن بحر کا قول معقول تر ہے، میں کہتا ہوں وہ بلاندی مقام کے باوجود اصحاب ترجیح سے نہیں ہیں جیسا کہ صاحب نظر اور فن کا ماہر جانتا ہے، ابن عابدین نے اپنی منظوم کی شرح عقود رسم المفتی میں بحر سے نقل کے

الهندوانی ان کان بحال لورفع انسان الماء بكفيه انحسرا سفله ثم اتصل لايتوضؤ¹ به ثم ذكر الزيادة على عرض الدرهم والشبر والذراع ولم يصح شيئا منها نعم قال قبله في الماء الجاري اختلف المشائخ في حد الجريان قال بعضهم هو ان يجري بالتبن والورق وقال بعضهم ان كان بحيث لو وضع رجل يده في الماء عرضا لم ينقطع جريانه فهو جار والا فلا، وروى عن ابى يوسف ان كان بحال لو اغترف انسان الماء بكفيه لم ينحسر وجه الارض بالاغتراف فهو جار والا فلا وقيل ما يعده الناس جاريا فهو جار وما لا فلا وهو اصح الاقاويل² اه فقد افاد (١) تصحيح عدم التقدير بعنق لكنه في الجاري وهو كذلك فيه بلاشك والكلام ههنا في الراكد الكثير اما قول البحر هو الاوجه فاقول هو رحمه الله تعالى مع علو كعبه الرجيح، ليس من ارباب الترجيح، كما يعرفه من رزق حظا من النظر الصحيح، وخدمة هذا

¹ بدائع الصنائع فصل في بيان المقدار اربع ايم سعيد كمپنی كراچی ۳/۱

² بدائع الصنائع فصل في بيان المقدار اربع ايم سعيد كمپنی كراچی ۱/۱

بعد جو اصحاب سے نقل کیا وہ یہ کہ کسی شخص کیلئے یہ حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتویٰ دے تا وقتیکہ اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہم نے کہاں سے یہ قول لیا، اس کے بعد فرمایا یہ اُن کے زمانہ میں تھا، مگر ہمارے زمانہ میں صرف یاد پر اکتفاء کرنا کافی ہے، جیسا کہ قنویہ وغیرہا میں ہے تو امام کے قول پر فتویٰ حلال ہے بلالکہ واجب ہے خواہ یہ معلوم نہ ہو کہ انہوں نے کہاں سے یہ قول لیا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم پر قول امام پر فتویٰ دینا واجب ہے خواہ یہ قولِ مشائخ کے خلاف ہو

صاحب بحر کا قول یہ ہے "ہم پر قول امام پر فتویٰ واجب ہے الخ وہ خود دلیل میں غور و فکر کی اہلیت نہیں رکھتے، اب اگر وہ کسی قول کی تصحیح کریں جو غیر کی تصحیح کے خلاف ہو تو اعتبار نہ ہوگا چہ جائیکہ استنباط و تخریج جو قواعد کے مطابق ہو، بیری نے اس کے خلاف کیا ہے، یہ صاحب بحر کے اس قول کے پاس ہے جہاں وہ اپنی کتاب "الاشباہ" میں فرماتے ہیں، پہلی قسم اُن قواعد کی معرفت میں جن پر فقہاء نے احکام متفرع کئے ہیں، اور یہی حقیقت میں اصول فقہ ہیں، اور ان کے ذریعہ فقہیہ درجہ اجتہاد تک پہنچتا ہے خواہ یہ اجتہاد فتویٰ میں ہو، اور اُس کی اکثر فروع پر مجھے کامیابی ہوئی ہے الخ بیری نے مجتہد فی المذہب کی تعریف کی جو ہم نے

الفن یفکر نجیح، وقال سیدی محمد بن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح منظومة عقود رسم المفتی بعد ما نقل عن البحر فیما نقلوا عن اصحابنا انه لا یحل لاحدان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا ان هذا الشرط کان فی زمانهم اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ كما فی القنیة وغیرها فیحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم نعلم من این قال فینتج من هذا انه یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افقی المشائخ بخلافه¹ اه مانصه یؤخذ من قول صاحب البحر یجب علینا الافتاء بقول الامام الخ انه نفسه لیس من اهل النظر فی الدلیل فاذا اصح قولاً مخالفاً لتصحیح غیره لا یعتبر فضلاً عن الاستنباط والتخریج علی القواعد خلافاً لما ذکره البیری عند قول صاحب البحر فی کتابه الاشباہ النوع الاول معرفة القواعد التي تردُّ اليها وفرعوا الاحكام علیها وهي اصول الفقه فی الحقیقة وبها یرتقی الفقیه الی درجة الاجتهاد ولو فی الفتویٰ واكثر فروعہ ظفرت به² الخ فقال البیری بعد ان عرف المجتهد فی المذهب بما

¹ شرح المنظومة المسماة بعقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲۸/۱

² الاشباہ والنظائر بكون هذا النوع الثاني منها ادارة القرآن کراچی ۱۵/۱

بیان کی پھر فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ مصنف فتویٰ میں خود اس مرتبہ پر فائز ہے، بلالکہ اس سے زیادہ ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اسرار و رموز پر مطلع فرمایا تھا اور وہ حفاظ میں سے تھے انتہی، یہ مخفی نہ رہے کہ اُن کا اس کی اکثر فروع پر مطلع ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ صاحب فکر و نظر بھی ہیں کہ یہ مقام ان کو حاصل نہیں، یہ مجتہد فی المذہب کی شرائط ہیں فتاٰمل اھ (ت)

میں کہتا ہوں، یعنی اُس معنی کے اعتبار سے جو بیرونی زادہ نے کیے ہیں یہ مجتہد فی المسائل کو بھی شامل ہے اور اہل تخریج اور مجتہد فی الفتویٰ کو بھی، انہوں نے فرمایا کہ مجتہد فی المذہب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ وہ ایسا عالم ہوتا ہے جو اپنے امام کے بیان کردہ مسئلہ کی وجوہ کی تخریج پر قادر ہو، اور مذہب امام کا تبحر عالم ہو اس کے اقوال کو دوسروں کے اقوال پر ترجیح دے سکتا ہو، نہ کہ مجتہد فی المذہب، جو دوسرے طبقہ میں ہوتا ہے جو باقی تین پر فائق ہوتا ہے، کیونکہ بحر نے فرمایا "اگرچہ فتویٰ میں"۔ (ت) میں کہتا ہوں بحر نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو

قدمناہ عنہ۔ وفي هذا إشارة الى ان المؤلف قد بلغ هذه المرتبة في الفتوى وزيادة وهو في الحقيقة قد من الله تعالى عليه بالاطلاع على خبايا الزوايا وكان من جملة الحفاظ المطلعين انتهى اذ لا يخفى ان ظفرة باكثر فروع هذا النوع لا يلزم منه ان يكون له اهلية النظر في الادلة التي دل كلامه في البحر على انها لم تحصل له وعلى انها شرط الاجتهاد في المذهب فتاٰمل اھ¹

اقول: ای بالمعنی الذی عرفہ بل بیرونی زادہ شاملاً للمجتہد فی المسائل واهل التخریج والمجتہد فی الفتویٰ حیث (۱) قال المجتہد فی المذہب عرف بأنه المتمكن من تخریج الوجوہ علی منصوص امامہ والمتبحر فی مذهب امامہ المتمكن من ترجیح قول له علی آخر² اھ لا المجتہد فی المذہب الذی هی الطبقة الثانية الفائقة علی الثالثة الباقية لقول البحر ولو فی الفتویٰ۔

واقول: لم يدع البحر ان من عرف

¹ بیرونی زادہ

² بیرونی زادہ

الفروع ارتقى الى مرتبة الاجتهاد واین جمعها من اهلية النظر في الدليل والصيدلة من الطب وانما اراد ان تلك القواعد من ادرك حقائقها وان الفروع كيف تستنبط منها وترد اليها كان ذلك سلباً له يرتقى بها الى ادنى درجات الاجتهاد ولم يدع هذا لنفسه انما ذكر الظفر بأكثر الفروع فاین هذا من ذاك (۱) والعجب كيف خفي هذا على العلامة بیری مع وضوحه ثم هو ایضاً لم (۲) يشهد بحصول درجة الاجتهاد في الفتوى له رحمهما الله تعالى انما زعم ان في كلام البحر اشارة اليه وشهد بكونه من الحفاظ المطلعين وهذا لاشك فيه وقد قال السيد ابو السعود الازهری فی فتح الله المعین لا يعتمد علی فتاویٰ ابن نجیم ولا علی فتاویٰ ع

شخص بھی فروع کو جانے گا وہ مرتبہ اجتہاد پر فائز ہو جائے گا، فروع کا یاد کرنا اور ہے اور فکر و نظر چیزے دگراست، یہ بالکل ایسا ہے جیسے دو فروش اور طبیب کا فرق ہوتا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص ان قواعد کو پہچاننے لگے اور ان سے استنباط مسائل کا طریقہ معلوم کر لے، تو یہ اجتہاد کے ادنیٰ درجہ تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور انہوں نے خود اپنے لئے اس مقام کا دعویٰ نہیں کیا ہے انہوں نے تو محض یہ کہا ہے کہ وہ اکثر فروع کو جاننے میں کامیاب ہوئے ہیں دونوں میں بڑا فرق ہے تعجب ہے کہ یہ حقیقت علامہ بیری پر کیسے مخفی رہی، حالانکہ بالکل واضح ہے، پھر انہوں نے اپنے لئے درجہ اجتہاد فی الفتویٰ کا دعویٰ بھی نہیں کیا ہے رحمما اللہ تعالیٰ، صرف یہ کہا ہے کہ بحر کے کلام میں اس طرف اشارہ ہے اور انہوں نے اس امر کی شہادت دی ہے

میں کہتا ہوں انہوں نے یہی فرمایا ہے، لیکن میں اس پر مطلع نہیں ہوا، مگر کشف الظنون میں ذال کی تختی میں ذخیرۃ الناظر فی الاشباہ والنظائر کے تحت ہے کہ یہ کتاب عالم فاضل علی الطوری البصری الحنفی المتوفی ۱۰۰۳ھ کی ہے پھر انہوں نے کہا کہ امینی نے خلاصۃ الاثر میں کہا کہ انہوں نے شیخ زین الدین بن نجیم وغیرہ سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ وہ عظیم المرتبت عالم ہو گئے اور علم فقہ میں بہت سی کتب و رسائل تصنیف کیے وہ فتوے دیتے تھے اور ان کے فتوے (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ اقول: کذا قال ولم اطلع علیہا لاعلم حالہا لکن قال فی کشف الظنون من الذال تحت ذخیرۃ الناظر فی الاشباہ والنظائر انہا للعالم الفاضل علی الطوری البصری الحنفی المتوفی ۱۰۰۳ھ اربع والف ثم قال قال الامینی فی خلاصۃ الاثر اخذ عن الشیخ زین الدین بن نجیم وغیرہ حتی برع وتفنن والف مؤلفات ورسائل فی الفقہ کثیرۃ کان یفتی وفتاواہ جیدۃ

کہ وہ حفاظ میں سے ہیں، اور اس میں شک کی گنجائش نہیں، ابو السعود الازہری نے فتح اللہ المعین میں فرمایا نہ تو ابن نجیم کے فتاویٰ پر اعتماد کیا جائے اور نہ ہی طوری کے فتاویٰ پر اہ اور اس کو "ش" نے برقرار رکھا یہ چیز ردالمحتار کے کئی مقامات پر مذکور ہے، اور "ط" میں انہی سے منقول ہے کہ ہم نے اپنے شیخ سے بکثرت سنا ہے (اس سے مراد ان کے باپ سید علی ہیں) وہ فرماتے تھے فتاویٰ طوری شیخ زین کے فتاویٰ کی طرح ہیں، ان دونوں کا کوئی اعتبار نہیں، ہاں اگر کسی اور نقل سے ان کی تائید ہو جائے تو اور بات ہے، اور ایک مجتہد فی الفتویٰ کو یہ بات کب زیب دے سکتی ہے کہ وہ اپنے فتویٰ پر عمل کی مخالفت کر دے۔ (ت)

الطوری^۱ اھ واقرة ش فی غیر موضع من رد المحتار، وفی ط عنه سمعت کثیرا من شیخنا (یرید اباکہ السید علیا رحمہما اللہ تعالیٰ) فتاویٰ الطوری کفتاویٰ الشیخ زین لایوثق بہما الا اذا تأیدت بنقل اخر^۲ اھ وکیف یصح لمجتہد فی الفتویٰ ان یمنع العمل بفتاواہ۔

قول سوم کی ترجیح عامہ کتب میں ہے وقایہ^۱ وفتاویہ^۲ واصلح^۳ وغرر^۴ وملتقى متون^۵ ووجیز کردری^۶ وغیرہا میں اسی پر جزم فرمایا امام اجل قاضی خان^۷ نے اسی کو مقدم رکھا اور امام اعظم سے امام ابو یوسف کی روایت بتایا ہدایہ^۸ ودرر^۹ وجمع الانہر^{۱۰} و مسکین^{۱۱} و مرآۃ الفلاح^{۱۲} و ہندیہ^{۱۳} میں اسی کو صحیح اور ذخیرہ العقبی^{۱۴} میں اصح اور غیاثیہ^{۱۵} وغنیہ^{۱۶} و خزائن المفتین^{۱۷} میں مختار کہا معراج^{۱۸} الدرر ایہ و فتاویٰ ظہیریہ^{۱۹} و فتاویٰ خلاصہ^{۲۰} و جوہرہ نیرہ^{۲۱} و شلبیہ^{۲۲} وغیرہا میں علیہ الفتویٰ فرمایا اس قول میں عبارت علماء تین طور پر آئیں:

اول مطلق اغتراف یا عرف کہ ہاتھ سے پانی لینا ہے ایک سے ہو خواہ دونوں سے دونوں کو شامل ہے عام عبارات اسی طرح ہیں جیسے خانیہ و خزانہ کے سوا اکثر کتب مذکورہ اور بحر و شامی وغیرہا۔

دوم لفظ کف یا ید بصیغہ مفرد سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہی مروی ہوا، فتاویٰ

بہت عمدہ اور مقبول ہوتے تھے، خلاصہ یہ کہ یہ کتاب فقہ حنفی میں جامع ہے اور اسے اپنے زمانہ میں شہرت تامہ حاصل ہے۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
مقبولة وبالجملة فهو في فقه الحنفية الجامع الكبير له الشهرة التامة في عصره والصيت الذائع انتهي ١٢ منه غفر له (م)

^۱ فتح المعین بحوالہ ردالمحتار رسم المفتی مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۵۲

^۲ طحاوی

امام قاضی خان میں ہے:

ان کان بحال لو رفع الماء بكفه لا ينحسر ماتحته من الارض فهو عميق رواه ابو يوسف عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنهما ¹ ۔	اگر پانی اس حال پر ہے کہ اگر ہتھیلی سے پانی اٹھائے تو زمین نیچے سے نہ کھلے تو وہ گہرائی والا ہے اس کو ابو یوسف نے ابو حنیفہ سے روایت کیا۔ (ت)
--	---

خزانة المفتین میں ہے:

وعمقه بحال لو رفع الماء بكفه لا ينحسر ماتحته من الارض وهو المختار ² ۔	پانی کی گہرائی یہ ہے کہ اگر ہتھیلی سے پانی اٹھائے زمین نیچے سے نہ کھلے یہی مختار ہے۔ (ت)
--	--

چلبی علی صدر الشریعہ میں ہے:

والغرف اخذ الماء باليد للتوضي وهو الاصح ³ ۔	غرف ہاتھ کے ذریعے وضو کیلئے پانی لینے کو کہتے ہیں اور یہی اصح ہے۔ (ت)
--	---

سوم کفین بصیغہ تشبیہ یہ امام ابو یوسف سے مروی آیا اور اسی کو امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے اختیار فرمایا زیلعی علی الکفر میں ہے:

عن ابي يوسف اذا كان لا ينحسر وجه الارض بالاغتراف بكفيه فهو جار ⁴ وقد مناه عن ملك العلماء واذا كان هذا في الجارى حقيقة ففي الملحق عه	اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب دو چلو بھر کر پانی اٹھانے سے زمین کی سطح نہ کھلے تو یہ پانی جاری ہے اہم اس کو ملک العلماء سے پہلے ہی نقل کر آئے ہیں، جب یہ بات حقیقی جاری پانی میں ہے تو
--	--

عہ اقول: وهذا بخلاف ما فعل في البحر فان تصحيح الاطلاق في الجارى لا يستلزم تصحيحه في الملحق به واشتراط العمق فيه يستلزم اشتراطه في الملحق بالأولى منه غفرله۔ (م)

میں کہتا ہوں یہ اس کے خلاف ہے جو بحر میں کیا ہے کیونکہ جاری میں اطلاق کی تصحیح سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو جاری سے ملحق ہو اس میں بھی یہی تصحیح ہوگی اور گہرائی کی شرط اس میں اس امر کو مستلزم ہے کہ یہی شرط ملحق میں بھی ہو۔ (ت)

¹ فتاویٰ قاضی خان فصل فی الماء الراكد نوکسور لکھنؤ ۴/۱

² خزانة المفتین

³ ذخیرۃ العقبیٰ کتاب الطہارت مطبعہ اسلامیہ لاہور ۶۸/۱

⁴ تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبعہ الازہریہ مصر ۳۳/۱

بہ بالا اولیٰ۔	جو جاری پانی سے ملحق ہوگا اس میں بطریق اولیٰ ہوگی۔ (ت)
----------------	--

بدائع میں ہے:

عن الفقیہ ابی جعفر الہندوانی ان کان بحال لورفع انسان الماء بکفیه انحسر اسفلہ ثم اتصل لایتوضؤ بہ وان کان لاینحسر اسفلہ لابس بالوضوء منه ¹ ۔	فقہ ابو جعفر ہندوانی سے منقول ہے کہ وہ پانی ایسا ہو کہ اگر کوئی اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے تو اس کے نیچے زمین کھل جائے اور پھر مل جائے، ایسے پانی سے وضو نہیں ہوگا اور اگر اس کے نیچے سے زمین نہ کھلتی ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)
---	--

جامع الرموز میں ہے:

بالغرفة ای برفع الماء بالكفین ² ۔	بالغرفة یعنی دو ہتھیلیوں سے پانی اٹھانا۔
--	--

عبدالحلیم الدرر میں ہے:

ای باخذ الماء بالكفین ³ ۔	یعنی دو ہتھیلیوں میں پانی لینا۔
--------------------------------------	---------------------------------

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

قوله بالغرف منه ای بالكفین كما فی القهستانی وفي الجوهرۃ علیہ الفتوی ⁴ ۔	، بالغرف مرہ یعنی دو ہتھیلیوں سے جیسا کہ قہستانی میں ہے اور جوہرہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)
اقول: (۱) ربما یتوهم منه ان الفتوی علی الکفین و لیس كذلك فانما عبارة الجوهرۃ اما مقدار العمق فالاصح ان یکون بحال لاتنحسر الارض بالاغتراف و علیہ الفتوی ⁵ اھ فکان ینبغی ان یقدم	میں کہتا ہوں ممکن ہے اس سے یہ وہم پیدا ہو کہ فتویٰ کفین پر ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جوہرہ کی عبارت یہ ہے "اور گہرائی کی مقدار میں اصح یہ ہے کہ چلو بھرنے سے زمین نہ کھلتی ہو، اسی پر فتویٰ ہے اھ۔ تو ان کو جوہرہ کی عبارت پہلے لانی چاہئے تھی۔

¹ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ سعید کمپنی کراچی ۱/۳۷

² جامع الرموز بحث عشر فی عشر الکریم قزان ایران ۱/۳۸

³ حاشیہ علی الدرر للعلما الحلیم مطبعہ عثمانیہ مصر ۱/۱۷

⁴ طحطاوی علی مراقی الفلاح نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۶

⁵ الجوهرۃ النیرۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۶

عبارتھا ویقول قوله بالغرف عليه الفتوى جوہرۃ ای بالکفین قہستانی۔	اور یوں کہنا چاہئے تھا قوله بالغرف عليه الفتوى جوہرۃ یعنی بالکفین قہستانی۔ (ت)
--	---

علامہ برجنڈی نے کف واحد کو مرجع اور کفین کو محتمل رکھا:

<p>اس لئے فرمایا کہ بالكف الواحد، یہی کتابوں کے اطلاقات سے مفہوم ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بالغرف سے مراد دونوں چلوؤں سے لینا ہو، جیسا کہ متعارف ہے اھ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں کبھی اس کی ترجیح درر کے فحوی سے بھی معلوم ہوتی ہے اس کی عبارت یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وضو کیلئے چلو سے پانی لیتے وقت اس کی زمین نہ کھلتی ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ غسل کیلئے پانی لیتے ہوئے نہ کھلتی ہو اھ کیونکہ یہاں چلو سے مراد ہاتھ کا چلو بھرنا ہے نہ کہ برتن کا چلو، اور وضو کیلئے چلو سے پانی لینے اور ہاتھ سے غسل کرنے میں صرف یہی فرق ہے کہ وضو ایک ہاتھ سے اور غسل دو ہاتھ سے ہوتا ہے، جیسا کہ عادتاً غسل میں کیا جاتا ہے اور اس وقت اس کیلئے ذخیرۃ العقبیٰ کی تصحیح ہوگی، اور اس کو مزید تقویت اس سے ہوتی ہے کہ یہ امام سے مروی ہے یہ جو کچھ ہے ظاہر نظر میں ہے۔ (ت)</p>	<p>حيث قال بالكف الواحد على ما هو المفهوم من اطلاقات الكتب ويحتمل ان يكون المراد بالغرف الاخذ بالكفین معاً على ما هو المتعارف اھ¹</p> <p>اقول: وقد يؤخذ ترجيح له من فحوى الدرر فان نصها الصحيح ان يكون بحيث لا تنكشف ارضه بالغرف للتوضي وقيل للاغتسال² اھ۔ وذلك لان المراد ههنا الغرف بالأيدي دون الاولى ولا يظهر الفرق بين الغرف للوضوء والاغتسال بالأيدي الا ان الاول بكف والاخر بالكفین كما هو المعتاد في الغسل وح يعود اليه تصحیح ذخیرۃ العقبیٰ المذكور ویزیدہ قوۃ انه المروى عن الامام هذا كله ظاهر النظر۔</p>
---	---

واقول: وبالله التوفيق ترجیح علامہ برجنڈی میں نظر ہے،

اولاً (۱) اذ اعترف انه المتعارف فلم لا ينصرف المطلق اليه۔	جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہی متعارف ہے تو مطلق اسی کی طرف کیوں نہیں پھرتا۔ (ت)
--	--

تایا: وہ عند التحقيق (۲) منعکس ہے اطلاقات متون وعامہ کتب سے اعتراف کفین ہی مستفاد،

¹ قہستانی برجنڈی کتاب الطہارۃ نوکثور بالسروور ۳۳/۱

² الدرر فرض الغسل دار السعادة مصر ۲۲/۱

اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا آپ نے کہا عرف مطلق ہے خواہ ایک ہاتھ سے ہو یا دو ہاتھ سے، البتہ یہ کلام موجب میں نہیں ہے کلام سالب میں ہے، اور مطلق اگرچہ ایک فرد کے پائے جانے سے پایا جاتا ہے مگر اس کا انتفاء اسی وقت ہوگا جب تمام افراد کا انتفاء ہوگا تحریر میں پھر فواتح الرحموت میں نکرہ منفیہ کی بحث سے ہے کہ مطلق کی نفی ہر فرد کی نفی کو ثابت کرتی ہے۔ (ت)

بالا کہ میں کہتا ہوں لام "الغرف" اور "الاغتلاف" میں عہد کیلئے نہیں، اور اگر یہ استغراق کیلئے ہو تو درست ہے کہ وہ ہر فرد کیلئے ہے مجموعہ افراد کیلئے نہیں، ورنہ یہ جنس کیلئے ہوگا، اور یہی وجہ سمجھ میں آتی ہے، اور جنس کی نفی عرف ولغت میں تمام افراد کی نفی سے ہی ہوتی ہے، فواتح فافہم،

اور اس میں شک نہیں کہ جس نے دونوں ہتھیلیوں سے پانی لیا اور زمین کھلی تو یہی کہا جائیگا کہ چلو بھرنے سے زمین کھلی ہے، اگرچہ ایک ہتھیلی سے نہ کھلے اور جب اس کی وجہ سے کھلنا صادق آگیا تو نہ کھلنا صادق نہیں آئے گا، صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ کسی چلو سے زمین نہ کھلے اور درمیں یہ توجیہ ہے کہ وضو میں بھی عام طور پر دونوں ہاتھ سے چلو بھرا جاتا ہے چہرے کے دھونے میں مطلقاً اور دونوں پیروں کے دھونے میں جبکہ ڈبو کر نہ دھویا جائے، برجنڈی نے تعارف کو مطلق

وذلك لان الغرف كما قلتم مطلق شامل باطلاقه الغرفة بكف وكفين غير انه ليس ههنا في كلام موجب بل سالب (۱) والمطلق وان كان يوجد بوجود فرد لا ينتفى الا بانتفاء الافراد جميعاً في التحرير ثم فواتح الرحموت من بحث النكرة المنفية نفى المطلق يوجب نفى كل فرد¹ اھ

بل اقول: اللام في الغرف والاغتلاف ليس للعهد ضرورة فان كان للاستغراق فذاك فانه لكل فرد لا لمجموع الافراد والا فللجنس وهو الوجه المفهوم ونفى (۲) الجنس في العرف واللغة لا يكون الا بنفى جميع الافراد² فواتح فافہم،

ولا شك ان من اغترف بكفيه فأنحسرت الارض يقول انها ارض تنحسر بالغرف وان كانت لاتنحسر بكف واحدة واذا صدق به الانحسار لا يصدق عدمه الا اذالم تنحسر بشيئ من الغرفات وتوجيه الدرر بما فيه ان المعتاد في الوضوء ايضاً الاغتلاف بالكفين في غسل الوجه مطلقاً وفي غسل الرجلين اذالم يكن بالغسل لاجرم ان اطلق البرجندي تعارفه على

¹ فواتح الرحموت بحث النكرة المنفية مطبعة امير قم ۲۶۱/۱

² فواتح الرحموت بحث النكرة المنفية مطبعة امير قم ۲۶۰/۱

رکھا ہے علاوہ ازیں میں نے نہیں دیکھا کہ یہاں کسی نے وضو اور غسل میں فرق کیا ہو، اس سلسلہ میں معروف یہ ہے کہ خلوص کی معرفت ایک جانب سے دوسری جانب تک حرکت کے ذریعے ہوگی اس پر اس کے حاشیہ نگاروں، شرنبلالی، عبدالحلیم، حسن العجمی اور خادمی رحمہم اللہ نے کلام نہیں کیا، اور دوسرے نے اس کی تردید اس طرح کی ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک (یعنی غسل و وضوء میں سے) محتاج ہوتا ہے پانی کیلئے (دونوں ہاتھوں کی طرح) فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی تضعیف کی کوئی وجہ نہیں ہے (ت)

میں کہتا ہوں میرے نزدیک وجہ یہ ہے کہ وضو کیلئے چلو بھر لینے سے مراد ہاتھوں سے چلو بھرنا مراد ہو اور غسل کیلئے پیالوں اور لوٹوں کے ذریعہ پانی کا لینا مراد ہو واللہ تعالیٰ اعلم، اور جو چیز امام سے مروی ہے وہ وحدت میں نص نہیں ہے، غمز العیون میں فرمایا ید بول کر یدین کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ جو دو چیزیں پیدائشی طور پر جڑی ہوئی ہوں یا کسی اور سبب سے تو ان میں سے ایک کا ذکر دوسری کے ذکر کو بھی کافی ہوگا، جیسے عین، کہا جاتا ہے کحلت عینی اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں میں سرمہ لگایا اور آنکھ کی طرح نتھنے، پیر، موزے اور جوتے ہیں لبست خفی کہا جاتا ہے اور

انی لم (۱) ارمن فرق ههنا بالوضوء والغسل انما المعروف ذلك في معرفة الخلوص من جانب الى آخر بالتحريك ولم يتكلم عليه محشوه الشرنبلالی وعبدالحليم والحسن العجمی والخادمی رحمهم الله تعالى وردة الثاني بقوله ان كلامهما (ای من الوضوء والغسل يحتاج الى اخذه بهما) (ای بالیدين) قال فظهران لوجه لتضعيف الثاني^۱ ا

اقول: والوجه عندی ان يراد بالغرف للوضوء الغرف بالایدی وللغسل بالقصاع والاباریق والله تعالى اعلم اما المروى عن الامام فليس نصاً في الوحدة قال في غمز العيون اطلق الید و اراد الیدين لانه اذا (۲) كان الشیان لايفترقان من خلق او غيره اجزاء من ذكرهما ذكر احدهما كالعین تقول كحلت عینی وانت تريد عینیک ومثل العینین المنخران والرجلان والخفان والنعلان تقول لبست خفی تريد خفیک کذا في شرح الحماسة^۲ ا وقد بسطت الكلام على هذا في رسالتی صفائح اللجین فی

^۱ حاشیہ علی الدرر للعبید الحلیم بحث عشر فی عشر عثمانیہ مصر ۱۷۱۱

^۲ غمز العیون مع الاشباہ الفن الاول قواعد کلیة ادارة القرآن کراچی ۱۹۱۱

<p>اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے دونوں موزے پہنے، کذا فی شرح الحماسۃ، میں نے اس پر مکمل تفصیلی گفتگو اپنے رسالہ "صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین" (چاندی کی تختیاں، اس مسئلے میں کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ ت) میں کی ہے۔ (ت)</p>	<p>کون التصافح بکفی الیدین۔</p>
---	---------------------------------

توراج یہی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پانی لینا مراد ہے،

اولاً یہی متون کا مفاد

ثانیاً یہی عامہ کتب سے مستفاد

ثالثاً کتب متعددہ میں اُس پر تفصیل اور کف واحد پر کوئی نص نہیں۔

رابعاً کف سے کفین مراد لے سکتے ہیں نہ بالعکس تو اس میں توفیق ہے اور وہ نصب خلاف سے اولیٰ۔

خامساً زمین نہ کھلنے سے مقصود یہ ہے کہ مساحت برقرار رہے ورنہ دو ۲ پانی جدا ہو جائیں گے۔

تیمین میں ہے:

<p>گہرائی میں معتبر یہ ہے کہ وہ حوض ایسا ہو کہ چلو بھرنے سے کھل نہ جاتا ہو کیونکہ اگر کھلا تو پانی کا ایک حصہ دوسرے حصے سے جدا ہو جائیگا، اور پانی دو جگہوں میں ہو جائیگا، ہندوانی نے اسی کو اختیار کیا ہے اہ پھر اس نے گزشتہ تصحیح کو ذکر کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>المعتبر فی العمق ان یکون بحال لاینحسر بالاعتراف لانه اذا انحسر ینقطع الماء بعضه عن بعض ویصیر الماء فی مکانین وهو اختیار الهندوانی^۱ اھ ثم ذکر التصحیح البار۔</p>
--	---

مثلاً حوض پورا درہ درہ ہے اُس کے وسط میں سے پانی اٹھایا اور زمین کھل گئی تو اُس وقت وہ کسی طرف دس ۱۰ ہاتھ نہیں بلکہ طول و عرض ہر ایک کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ہر ٹکڑا پانچ ہاتھ سے بھی قدرے کم تو آب قلیل ہو گیا لہذا لازم ہوا کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلے پائے اور اس کی ضرورت وضو و غسل دونوں کیلئے ہے بلکہ غسل کیلئے زائد۔

ہدایہ میں فرمایا:

<p>حوضوں میں نہانے کی ضرورت بہ نسبت وضو کے زیادہ ہوتی ہے۔ (ت)</p>	<p>الحاجة الی الاغتسال فی الحیاض اشد منها الی التوضی^۲۔</p>
---	---

^۱ تیمین الحقائق عشر فی عشر بولاق مصر ۲۲/۱

^۲ الہدایۃ الغدیر العظیم مکتبہ عربیہ کراچی ۲۰/۱

کیونکہ وضو عام طور پر گھر میں ہوتا ہے۔ (ت)

لان الوضوء یکون فی البیوت عادة¹۔

اور شک نہیں کہ حوض یا تالاب میں نہاتے ہوئے پانی لپوں سے لیتے ہیں نہ چلوؤں سے تو ضرور ہوا کہ دونوں ہی ہاتھ سے لینا مراد واللہ تعالیٰ اعلم بالحق والساد۔

توفیق انیق و تحقیق دقیق بحسن التوفیق، والحمد للہ علی تیسر طریق۔

اقول: وبالله استعین، وهو نعم المعین، یہ سب تنقید و تنقیح و تصحیح و ترجیح اُس ظاہر خلاف پر تھی جو عبارات کتب سے مفہوم اور بعون عز جلالہ و عم نوالہ قلب فقیر پر القا ہوتا ہے کہ ان اقوال میں اصلاً خلاف نہیں قول اول کی نسبت ہم بیان کر آئے کہ وہی ظاہر الروایۃ اور وہی اقویٰ من حیث الدرایۃ ہے اور منڈیل بطراز تصحیح بھی اور ظاہر الروایۃ اوجہ و مصحح سے عدول کی کوئی وجہ نہیں قول دیگر کہ عامہ کتب میں مختار و مرجع و مفتی بہ ہے اسی ظاہر الروایۃ پر متفرع اور اُسی کے حکم کے تحفظ کو ہے ظاہر ہے کہ مساحت معینہ ہو مثلاً درودہ یا عدم خلوص پر مفوضہ بہر حال اتنی مقدار میں پانی کا اتصال ضرور نہ وہ مساحت نہ رہے گی ولذا ظاہر الروایۃ نے فرمایا کہ کہیں سے زمین کھلی نہ ہو تو اُس قدر کا شرط کثرت ہو نا بدیہً ثابت، مگر کثرت² وقت استعمال چاہئے پہلے کثیر تھا اور استعمال کرتے وقت قلیل ہو گیا تو کثرت سابقہ کیا مفید ہو گی اب اس میں پانی لیتے ہوئے زمین اگر کھل گئی تو ظاہر الروایۃ نے جو امر کثرت کیلئے شرط کیا تھا کب باقی رہا اتنی دیر کو پانی قلیل ہو گیا پہلے سے اگر نجاست پڑی تھی اور بوجہ کثرت مؤثر نہ ہوئی تھی اب قلیل ہوتے ہی مؤثر ہو گئی اور پھر پانی مل جانا ظاہر نہ کر دیا کہ آب نجس کثیر ہو کر پاک نہیں ہو جاتا اور جن کے نزدیک مائے مستعمل نجس ہے پہلے سے کسی نجاست پڑی ہونے کی حاجت نہیں پہلے لپ کا پانی بدن پر ڈالا یہ مستعمل و نجس ہو کر پانی میں گرا دو بارہ لپ لیا پانی قلیل ہو کر اسی مائے مستعمل سے نجس ہو گیا۔ یوں ہی جن کے نزدیک آب مستعمل اگرچہ پاک ہے مگر مائے مطلق سے اُس کا اختلاط مطلقاً اُسے ناقابلِ طہارت کر دیتا ہے اگرچہ مغلوب ہو لہذا وقت اغتراف حفظ کثرت کیلئے یہ شرط لگائی کہ اغتراف آب کثیر سے ہو اُس وقت بھی ظاہر الروایۃ کا ارشاد یاخذ الماء وجه الارض صادق ہو کہ زمین کہیں سے کھلی نہ ہو تو یہ عمق شرط کثرت نہیں بلکہ وقت اغتراف شرط بقائے کثرت۔

اس توفیق رفیق کے مؤیدات اقوال اولاً خود یہی تبیین مبین تعلیل تبیین کہ اتنا عمق اس لئے رکھا گیا کہ پانی لیتے وقت زمین کھل کر دو پانی نہ ہو جائیں کہ مساحت نہ رہے گی قلیل ہو جائیگا معلوم ہوا کہ تا بقائے

¹ العنایۃ علی حاشیۃ فتح القدیر نور یہ رضویہ سکر ۷۰/۱

مساحت کثیر ہے تفریق مساحت تقلیل کرے گی۔

ہائیا اگر کثرت فی نفس اس پر موقوف ہو تو یہ شرط بھی کام نہ دے گی اور وقت اغتراف وہی وقت پیش آئے گی۔ شرط ہے تو ساری مساحت میں نہ کہ بعض میں۔ غیاثیہ میں ہے:

المختار ان لاینحسر بالاغتراف مطلقاً غیر مقید بكونه من اعیق المواضع ¹ ۔	مختار یہ ہے کہ چلو لینے سے زمین نیچے سے نہ کھلے مطلقاً اس میں زیادہ گہرا ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔ (ت)
--	---

اب کہ پانی لیا اور زمین کھلی تو نہیں مگر اتنی جگہ صرف جو بھی عرض کا پانی رہ گیا تو اب کیا آبِ قلیل نہ ہو گیا کہ اتنی دیر ساری مساحت میں اتنا عمق نہیں۔ ظاہر ہوا کہ یہ عمق مطلوب نہ تھا بلکہ وہی زمین کا کہیں سے کھلانا ہونا کہ وقت اغتراف یہی باقی رہے گا نہ وہ عمق۔

حاشا: اسی پر شاہد ہے سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے وہ روایت کہ بدائع و تبیین سے گزری کہ خود جاری پانی میں بھی اتنا عمق شرط فرماتے ہیں یہ ہر گز نفس جریان کی شرط نہیں ہو سکتا کون عاقل کہے گا کہ مینہ کا پانی جو چھت یا زمین پر بہ رہا ہے جاری نہ ہو گا جب تک چار پانچ انگل دل نہ ہو جائے امام ابو یوسف کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے وہ قطعاً عرفاً و شرعاً ہر طرح جاری ہے اگرچہ صرف جو بھر عہ دل ہو لاجرم کوئی شبہ نہیں کہ یہ وقت اغتراف بقائے جریان کیلئے شرط فرمائی ہے کہ اگر پانی لیتے وقت زمین کھل گئی دو پانی ہو گئے اور اس وقت جریان جاتا رہا کہ اتنی دیر اوپر کا پانی رک گیا اور نیچے کا مدد بالا سے منقطع ہو گیا، اور ہم رسالہ رجب الساحة میں بیان کر چکے کہ جریان کیلئے مدد کا اشتراط بھی ایک قول صحیح ہے امام ابن المہام نے اس کو ترجیح دی اور یہی امام برہان الدین صاحب ہدایہ کی کتاب تجنیس اور امام حسام الدین کے

عہ بلالکہ فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے:

الجنب اذا قام في المطر الشديد متجردا بعد ما تمبضض واستنشق حتى اغتسلت اعضاؤه جاز لانه جار یعنی (ف) جنب اگر کھلی کر کے ناک میں پانی موضع فرض تک چڑھا کر زور کے مینہ میں نیگا کھڑا ہو کہ سارا بدن دھل گیا غسل ہو گیا کہ مینہ جاری پانی ہے ظاہر ہے کہ مینہ کی دھاریں متفرق ہوتی ہیں اور ان میں کوئی دھار آدھا انگل بھی دل نہیں رکھتی بلالکہ اکثر جو بھر سے زیادہ نہیں ہوتا مگر وہ بلا خلاف جاری پانی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

¹ فتاویٰ غیاثیہ باب المیاء مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ ص ۵

واقعات سے مستفاد یہ روایت امام ابو یوسف اسی قول پر مبنی تو یہ شرط اس لئے فرمائی کہ پانی لیتے وقت بھی جاری رہے نہ کہ ہر جاری میں یہ عمق درکاریوں ہی یہاں نفس کثرت اس سے مشروط نہیں بلکہ وقت اغتراف کثیر رہنا واللہ الحمد۔

رباعاً اسی کے مؤید ہے وہ کہ ہمارے رسالہ رجب الساحتہ میں کتب کثیرہ جلیلہ معتمدہ سے منقول ہوا کہ بڑے تالاب کے بطن میں نجاستیں پڑی ہیں بارش کا پانی آیا اگر ان نجاستوں تک پہنچنے سے پہلے یہ پانی تالاب کے اندر وہ در وہ ہو گیا اُس کے بعد نجاستوں کی طرف بڑھ کر اُن سے ملنا ناپاک نہ ہو ایوں سارا تالاب پاک رہے گا۔ ظاہر ہے کہ بڑھتے وقت ساری مساحت میں پانچ انگل دل ہونا ضرور نہیں بلکہ نادر ہے جس کا بیان اُسی رسالہ میں گزرا مگر اس کا لحاظ نہ فرمایا اور مطلقاً حکم طہارت دیا اس کا وہی مبنی ہے کہ فی نفسہ کثرت کے لئے دَل کی حاجت نہیں بالجملہ روشن ہوا کہ کثرت کیلئے صرف اس قدر درکار کہ مساحت بھر میں کوئی جگہ پانی سے کھلی نہ ہو یہی ظاہر الروایۃ و تصحیح اول ہے اسی بنا پر پانی لیتے وقت کثرت باقی رہنے کیلئے لازم کہ اُس سے زمین کھل نہ جائے ورنہ قلیل ہو جائے گا یہی مطلب عامہ کتب و تصحیح دوم ہے۔

ثم اقول یہ توفیق انیق بعض فیصلے اور کرے گی۔

اول اغتراف اطلاق رہے گا جس طرح متون و ہدایہ و عامہ کتب میں ہے کہ پانی فی نفسہ ہر طرح کثیر ہے مقصود اُس وقت زمین کا بالفعل نہ کھلنا ہے نہ کوئی صلاحیت عامہ تو چلو ہو یا لب جس طرح پانی لیا اُس سے نہ کھلنا چاہئے اگرچہ دوسری طرح انکشاف ہو سکے بلکہ ہاتھ کی بھی تخصیص نہیں برتن سے لیں خواہ کسی سے اُس وقت زمین کھلے نہیں۔

دوم ساری مساحت میں اس عمق کی حاجت نہیں صرف وہیں کافی ہے جہاں سے پانی لیا گیا۔

سوم یہ شرط وہ در وہ میں فرمائی ہے پانی اگر ۳ اس درجہ کثیر ہے کہ جہاں سے لیا گیا اگر زمین کھل بھی جائے تو ہر طرف کا ٹکڑہ وہ در وہ رہے تو کھلنا مضر نہ ہو گا کہ اگرچہ دو پانی ہو گئے مگر دونوں کثیر ہی ہیں۔

چہارم مذہب معتمد یہ ہے کہ آب مستعمل ظاہر ہے اور آب مطلق میں اُس کا اختلاط مانع طہارت نہیں جب تک مقدار میں اُس سے زائد نہ ہو جائے اور آب قلیل کتنا ہی کثیر ہو بدن محدث اُس میں پڑنے سے سب مستعمل ہو جاتا ہے مگر بضرورت اغتراف ہاتھ ڈالنا معاف ہے یہ سب مسائل ہمارے رسائل الطرس المعدل والنمیقة الانقی میں مبرہن ہو چکے تو وہ پانی ۴ جس میں سے وقت اغتراف زمین کھل کر اُس کے ٹکڑے وہ در وہ نہ رہیں اگر اس میں پہلے سے نجاست موجود تھی اس کھلنے سے ضرور ناپاک ہو جائیگا

یوں عہ ہی اگر ضرورت چلو کی تھی اور لپ سے لیا سب پانی مستعمل ہو جائیگا کہ دوسرا بے ڈھلا ہاتھ بے ضرورت پڑا عام ازیں کہ چلو سے بھی زمین کھلتی یا نہیں اگر کہئے استعمال بعد انفصال یہ ہوگا اور اس وقت اتصال آب ہو کر کثیر ہو جائیگا۔
اقول: انفصال سے استعمال کی بعدیت ذاتیہ ہے کہ وہ علت استعمال کا جزء اخیر ہے تو مختلف محال اور اتصال آب کی بعدیت زمانیہ ہے کہ جتنی جگہ کھلی تھی بعد انفصال یہ حرکت آب سے بھرے گی

میں کہتا ہوں کہ ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ فتاویٰ خانہ وغیرہ کتب معتبرہ میں جو یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر پانی سوراخ سے نکلا اور منجد پانی پر اتنا پھیل گیا کہ اگر کوئی شخص ہاتھ سے پانی اٹھائے تو نیچے کا جامد پانی منکشف نہیں ہوتا اس صورت میں اس پانی میں وضو کرنا جائز ہے ورنہ اس سے وضو جائز نہیں (اھ) اس مسئلہ کو غنیہ میں معنی نقل کرتے ہوئے وضو کے جواز اور عدم جواز کی جگہ پلیدی کے واقع ہونے سے اس پانی کے پلید ہونے اور نہ ہونے کو رکھ دیا، حالانکہ تحقیق کی رو سے اس طرح نہیں ہے، کیونکہ جب پانی کی پیمائش زیادہ ہو تو کسی چیز کے واقع ہونے سے وہ فاسد نہیں ہوگا جب تک اس میں تغیر نہ آئے یا پلیدی کے گرنے سے نیچے کی سطح منکشف نہ ہو جائے، اس صورت میں پانی دو تھوڑے حصوں میں تقسیم ہو جائیگا برخلاف اس صورت کے کہ اس پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کیا جائے تو اس سے پانی مطلقاً فاسد ہو جائیگا کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ چلو میں پانی لینے سے نیچے کی سطح منکشف ہو جاتی ہے تو ڈبونے سے بطریق اولیٰ منکشف ہو جائیگی، اس بیان سے واضح ہو گیا کہ بہتر یہ ہے کہ مسئلہ معنی مطلقاً نقل نہ کیا جائے، ورنہ اس سے بہت ہی پوشیدہ اور باریک فرق پیدا ہو جائیگا، اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ (ت)

عہ اقول: ظهر بهذا التحقيق ان مسألة الخانية وغيرها من الكتب المعتمدة ان خرج الماء من النقب وانبسط على وجه الجمد بقدر ما لورفع الماء بكفه لا ينحسر ماتحتته من الجمد جاز فيه الوضوء والا فلا اهـ نقلها في الغنية بالمعنى فاقام مقام جواز الوضوء فيه وعدمه فسادة بوقوع المفسد وعدمه وليس كذلك عند التحقيق فانه اذا كان كثيرا لمساحة لا يفسد بوقوع شيء مالم يتغير او ينحسر بوقوعه فيبقى ماء بين قليلين بخلاف الوضوء فيه بغمس الاعضاء فانه يفسد به مطلقاً لان الغرض انه ينحسر بالغرف فبالغمس اولى وبه ظهر ان الاولى ترك النقل بالمعنى مطلقاً فلربما يحصل به تغير دقيق في غاية الخفاء وبالله التوفيق اهـ منه غفرله۔ (م)

اور حرکتِ تدریجیہ ہے تو فوراً انفصال قبل اتصال حکم استعمال نازل ہو جائیگا فافہم اور اگر پہلے سے کوئی نجاست نہیں اور چلو یا لپ حسبِ ضرورت لیا اور زمین کھل گئی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ وسط حوض میں جا کر پانی لیا ہو کہ اگرچہ زمین کھلنے سے پانی قلیل ہو گیا مگر ضرورتِ اعتراف تو ممکنے میں بھی معاف ہے جبکہ کوئی چھوٹا برتن پانی لینے کیلئے نہ ہو اور اس وقت اگرچہ اس کے پاؤں اُس قلیل پانی میں ہیں مگر اندر جاتے ہوئے دھل چکے ہیں ہاں اُس زمین کے کھلتے وقت اسے حادث واقع ہو تو ضرور پاؤں کی وجہ سے سارا پانی مستعمل ہو جائیگا ان وجوہ کی نظر سے وہ شرط کی گئی تو ظاہر الروایۃ اور یہ قول مفتی بہ دونوں متوافق اور باہم اصل و فرع ہیں واللہ الحمد۔

یہ تمام وہ ہے جو اس کثیر المعاصی پر ظاہر ہوا اور اس سے ائمہ کے ارشادات جمع ہو جاتے ہیں اور شبہات دفع ہو جاتے ہیں، تمام تعریفیں مرادیں دینے والے اللہ تعالیٰ کیلئے، اور اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے نیکیوں کے صحیح کرنے والے اور غلطیوں کو معاف فرمانے والے پر اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ ساداتِ کرام پر، اور آپ کے بیٹے اور حلیل القدر راسخ علم والی جماعت پر اور ان کے ساتھ ہم پر، ان کی بدولت اور ان کے وسیلے سے اس دن تک جب ہمارے حبیب شفاعتوں کیلئے کھڑے ہوں گے، ان پر اور ان کے تمام تبعین پر پاکیزہ رحمتیں، نشوونما پانے والے سلام اور بابرکت تحفے، آمین، سب تعریفیں اللہ رب العلمین کیلئے، اس کے باوجود میں یہ نہیں کہتا کہ حکم یہ ہے، میں تو صرف اتنا کہتا ہوں کہ حکم یہ ہے جو مجھے ظاہر ہوا، اگر درست ہے تو اللہ تعالیٰ وہابِ کریم کی طرف سے اور اس کے لیے حمد ہے، اور اگر خطا ہے تو میری طرف سے اور شیطان سے ہے، میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیطان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں، تمام تعریفیں اللہ رب العلمین کیلئے، اللہ بہتر جانتا ہے۔

بشارت: اس سے پہلے بحر کا جو قول بیان ہوا کہ عمل

هذا كله مآظهر لكثيرا لسيئات وبه تجتمع الكلمات، وتندفع الشبهات، والحمد لله، واهب المرادات، وصلى الله تعالى وسلم وبارك على مصبح الحسنات، مقبيل العثرات، واله وصحبه الاكارم السادات، وابنه وحزبه الاجلة الاثبات، وعلينا معهم، وبهم ولهم، الى يوم يقوم حبيبنا فيه بالشفاعات، عليه وعليهم الصلوات الزاكيات، والتسليمات الناميات، والتحيات المباركات، آمين، والحمد لله رب العلمين، ومع ذلك لا قول ان الحكم هذا انما اقول هذا مآظهر لي فان كان صوابا فمن الوهاب الكريم وله الحمد وان كان خطأ فمني ومن الشيطان وانا ابرؤ الى الله منه والحمد لله رب العلمين والله تعالى اعلم۔

بشارة: ما تقدم من قول البهران العمل والفتوى ابدا بقول الامام الاعظم رضى الله تعالى عنه۔

اور فتویٰ ہمیشہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف پر فتویٰ دیں، علامہ شامی نے متعدد مقامات میں اس قول کی تائید کی اور کئی جگہوں میں اس سے اختلاف کیا، میرا ارادہ تھا کہ اس بحث کو اس جگہ ذکر کرتا، پھر خیال ہوا کہ کلام طویل ہو جائیگا، اور غیر متعلق گفتگو سے فاصلہ طویل ہو جائیگا، لہذا اس جگہ میں نے گفتگو سمیٹ لی اور بحمد اللہ تعالیٰ اسے اہم رسالے کی صورت میں الگ کر دیا، گفتگو کی تکمیل اور مقصد کے پورا کرنے کیلئے اس جگہ اس کے لاحق کرنے کا فیصلہ کیا، اور وہ رسالہ یہ ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ مالک انعام کیلئے۔ (ت)

وان افقی المشائخ بخلافه اقره الشامي في مواضع ونازعه في مواضع وكنت اردت ان اذكر هذا البحث ثم رأيت ان الكلام يطول، ويقطع بالاجنبى الفصل الطويل، فطويته ثم، وافرزته بحمد الله تعالى رسالة مهمة، رأيت الحاقها ههنا اتباماً للكلام، واسعافاً بالمرام، وهامى ذه والحمد لله ولي الانعام۔

(نوٹ: اصل کتاب میں یہاں رسالہ "اجلی الاعلام" تھا جسے رسم المفتی کے طور پر جلد اول میں شامل کر دیا گیا ہے)



فتویٰ مسمیٰ بہ

النور والنورق^۱ لا سفار الماء المطلق^۲ ۱۳۳۲ھ

(آب مطلق کا حکم روشن کرنے کیلئے نور اور رونق)

مسئلہ ۵۵ :

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب مطلق کہ وضو و غسل کیلئے درکار ہے اُس کی کیا تعریف ہے آب مقید کسے کہتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم ط

<p>تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے آسمان سے پاک پانی اتارا کہ اس کے ذریعے ہمیں پاک صاف کرے مطلق تعریفیں بغیر کسی قید عددی اور غائی کے ہمیشہ ہمیشہ بہت زیادہ اسی کیلئے ہیں طیب، طاهر، پاک کرنے والے اور مخلوق پر فضیلت رکھنے والے پر اور آپ کے آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ پر بے شمار صلوة و سلام ہوں جب تک بادل وافر پانی برساتے رہیں، آمین۔ اے اللہ ہمیں سچے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما۔ (ت)</p>	<p>الحمد لله الذي انزل من السماء ماء طهورا ليطهرنا به تطهيرا، هذا مطلقا غير مقيد بعدد او امد دائما ابدًا كثيرا كثيرا والصلاة والسلام على الطيب الطاهر الطهور المظهر المفضل على الخلق فضلا كبيرا، وعلى آله و صحبه وابنه وحزبه ما امطرت السحب ماء نميرا امين اللهم هداية الحق والصواب۔</p>
---	--

یہ سوال بظاہر چھوٹا اور اس کا جواب بہت طول چاہتا ہے یہ مسئلہ نہایت معرکتہ آرا ہے۔ فقیر بتوفیق القدر اول جزئیات منصوصہ ذکر کرے پھر^۲ تعریف مطلق و مقید کہ اصالتہ ضابطہ جامعہ کلیہ ہے اور دیگر ضوابط کے لئے معیار پھر^۳ ضوابط جزئیہ متون پھر^۴ ضوابط کلیہ متاخرین پھر^۵ جزئیات جدیدہ کے احکام و ماتوفیقی الا باللہ

عہ: اگرچہ تمام مطبوعہ نسخوں میں لفظ "النورق" ہے مگر کتب لغت میں یہ لفظ نہیں ملا۔ میری رائے میں یہ "الرونق" ہونا چاہئے اس سے عدد اور معنی دونوں درست رہتے ہیں۔ (دائم)

علیہ توکلت والیہ انیب۔

یوں یہ کلام پانچ فصل پر منقسم ہوا:

فصل اول: جزئیات منصوصہ، اور وہ تین قسم ہیں:

قسم اول: وہ پانی جن سے وضو صحیح ہے:

(۱) مینہ، دریا، نہر، چشمے، جھرنے، جھیل، بڑے تالاب، کنویں کے پانی تو ظاہر ہیں بالخصوص قابل ذکر مائے مبارک زمزم شریف عہ^۲ ہے کہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک اُس سے وضو و غسل بلا کراہت جائز ہے اور ڈھیلے کے بعد استنجا مکروہ اور نجاست دھونا ممنوع۔ تنویر و در مختار میں ہے:

یرفع الحدث مطلقاً بماء مطلق کماء سماء وادویة وعیون وابر وبحار وماء زمزم بلا کراهة وعن احمد یکره ^۱ ۔	حدث مطلق پانی سے رفع ہوتا ہے جیسے آسمان کا پانی، وادیوں، چشموں، کنوؤں، نہروں، سمندروں اور زمزم کا پانی، زمزم کے پانی سے رفع حدث بلا کراہت ہوتا ہے جبکہ امام احمد کے نزدیک کراہت کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ت)
--	--

نیز حج در میں ہے:

یکره الاستنجا بماء زمزم لا الاغتسال ^۲ ۔	زمزم کے پانی سے استنجا مکروہ ہے غسل کرنا مکروہ نہیں۔ (ت)
--	--

شامی میں ہے:

وکذا ازالة النجاسة الحقيقية من ثوبه او بدنه حتی ذکر بعض العلماء تحريم ذلك اه ^۳ ۔	اور اسی طرح بدن یا کپڑے سے نجاست حقیقیہ کا دور کرنا، یہاں تک بعض علماء نے تو اس کو حرام تک لکھ دیا ہے۔ (ت)
---	--

عہ^۱ یعنی اُن سے طہارت کی جائے تو ہو جائے گی اور اس سے نماز صحیح ہوگی اگرچہ اُس پانی کا استعمال مکروہ بلائکہ حرام ہو جیسا کہ مفصلاً بیان ہوگا ۱۲ (م)۔ عہ^۲ سب سے اعلیٰ سب سے افضل دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل، زمزم سے افضل، کوثر سے افضل وہ مبارک پانی ہے کہ بارہا براہِ اعجاز حضور انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے دریا کی طرح بہاؤ ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وہ پانی زمزم و کوثر سب سے افضل مگر اب وہ کہاں نصیب اور آگے ہر قسم کے پانی مذکور ہوں گے اُن کے سلسلے میں بلا ضرورت اس کا نام لینا مناسب نہ جانا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

^۱ در مختار باب المیاء مجتہائی دہلی ۳۴/۱

^۲ در مختار آخر کتاب الحج مجتہائی دہلی ۱۸۳/۱

^۳ رد المحتار آخر کتاب الحج مصطفیٰ البانی مصر ۲۷۸/۲

<p>اقول: (۱) مطلق الكراهة للتحريم (۲) واطلاق الحرام على المكروه تحريماً غير بعيد (۳) فلا خلف نعم (۴) اذا استنجد بالمدار فالصحيح انه مطهر فلا يبقى الا اساءة ادب فيكروه تنزيهاً بخلاف الاغتسال ففرق بين القصدى والضمنى هذا ماظهر لى۔</p>	<p>میں کہتا ہوں مطلق کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے، اور حرام کا اطلاق مکروہ تحریمی پر کوئی بعید امر نہیں، تو کوئی مخالفت نہیں، ہاں اگر کسی نے ڈھیلے سے استنجا کر لیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ پاک کرنے والا ہے تو ایسی صورت میں صرف سوء ادبی رہے گی اور مکروہ تنزیہی ہوگا بخلاف غسل کے تو ارادی اور ضمنی کاموں میں واضح فرق ہوتا ہے هذا ماظهر لى۔ (ت)</p>
---	---

اقول: یہ بھی دلیل واضح ہے کہ ہمارے ائمہ سے روایت صحیحہ طہارت مائے مستعمل ہے ورنہ غسل واستنجا میں فرق نہ ہوتا۔ (۲) سمندر کا پانی بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول کہ اُس سے وضو ناجائز جانتے اور ہمارے اور جمہور امت کا اُس سے جواز وضو پر اجماع ہے،

<p>فی البحر وفي قوله والبحر رد قول من قال ان ماء البحر ليس بماء حتى حكى عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه قال في ماء البحر التيمم احب الى منه كما نقله عنه في السراج الوهاج^۱ اه وقال السيد ط في حاشية المراقى قال ابن سيده في المحكم البحر الماء الكثير ملحاً او عذباً وغلب على الملح فالتنصيص عليه دفع لتوهم عدم جواز التطهير به لانه مرمئتن كما توهم بعض الصحابة^۲ اه۔ اقول: (۵) هذا اللفظ بعيد عن الادب فليجتنب قال وفي الخبر من لم يطهره ماء البحر فلا طهره الله^۳ اه قلت: رواه الدارقطني والبيهقي</p>	<p>اور اس کے قول "والبحر" میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں ماء البحر پانی نہیں ہے یہاں تک کہ ابن عمر سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے سمندری پانی سے میرے نزدیک تیمم کر لینا زیادہ پسندیدہ عمل ہے، سراج الوہاج میں نقل کیا ہے، اور "ط" نے حاشیہ مراقی الفلاح میں فرمایا کہ ابن سیدہ نے محکم میں فرمایا بحر سے مراد کثیر پانی ہے خواہ میٹھا ہو یا نمکین، لیکن عام طور پر اس کا استعمال نمکین کے لئے ہوتا ہے، اس کی تصریح اس وہم کو دفع کرنے کیلئے ہے کہ اس سے پاکی کا حاصل کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ کڑوا اور بدبودار ہوتا ہے جیسے کہ بعض صحابہ نے توہم کیا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ لفظ بے ادبی کے ہیں، ان سے بچنا چاہئے، فرمایا ایک روایت میں ہے کہ جس کو سمندر کا پانی پاک نہ کر سکے تو خدا اسکو کبھی پاک نہ کرے۔ (ت) میں کہتا ہوں اس کو دارقطنی اور بیہقی نے</p>
--	---

^۱ البحر الرائق کتاب الطہارة بحث الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۶/۱

^۲ حاشیہ الطحاوی علی المراقی نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۳

^۳ حاشیہ الطحاوی علی المراقی نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۳

اپنی سنن میں کمزور سند سے روایت کیا، یہ ابو ہریرہ کی روایت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے اور اس میں ماء کا لفظ نہیں ہے تو زیادہ بہتر ہے کہ اس پر اکتفاء کیا جائے جس سے اس کے شارح نے استدلال کیا ہے، یعنی علامہ شرنبلالی نے، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے "سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مُردہ حلال۔" (ت) میں کہتا ہوں اس کو احمد اور چاروں نے اور ابن حبان، حاکم نے ابو ہریرہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے، اور احمد ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور طبرانی نے کبیر میں جابر سے اور ابن ماجہ نے ابو الفراسی سے اور دارقطنی اور حاکم نے علی سے اور ابن عمرو سے اور عبدالرزاق نے انس سے اور دارقطنی نے انس سے اور ابن عمرو سے نیز جابر سے ابو بکر صدیق سے اور ابن مردویہ اور ابن نجار نے ابو الطفیل سے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سب نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، دوسری سند میں ابن مردویہ نے دارقطنی کی طرح ابو الطفیل سے ابو بکر صدیق سے ان کے قول سے۔ اور عبدالرزاق اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے عکرمہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سمندر سے وضو کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ، سمندر کے پانی سے زیادہ کون سا پاک ہے، اور ایک روایت میں اطیب کا لفظ ہے، اور ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابن عبدالحکم نے فتوح مصر میں اور بیہقی نے ان سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا سمندر کے پانی سے غسل کرو کیونکہ وہ مبارک ہے،

كلاهما في السنن بسند واه بدون لفظ ماء عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فالاولى (١) الاقتصار على ما تمسك به شارحه اعنى العلامة الشرنبلالي حيث قال لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم هو الطهور مأوّه الحل ميتته^١ اهـ - قلت: رواه احمد والاربعة وابن حبان والحاكم عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه بسند صحيح واحمد وابن ماجة والاخيران والدارقطني والطبراني في الكبير عن جابر وابن ماجة عن ابي الفراسي والدارقطني والحاكم عن علي وعن ابي عمرو وعبدالرزاق عن انس والدارقطني عنه وايضا عن ابن عمر وايضا عن جابر عن ابي بكر الصديق وابنا مردويه والنجار عن ابي الطفيل عن الصديق رضي الله تعالى عنهم كلهم عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفي اخرى لابن مردويه كالدارقطني عن ابي الطفيل عن الصديق من قوله ولعبدالرزاق وابي بكر بن ابی شيبه عن عكرمة ان عمر رضي الله تعالى عنه سئل عن الوضوء من ماء البحر فقال سبخن الله فأى ماء اطهر من ماء البحر وفي لفظ اطيب^٢ ولهذا وابن عبد الحكم في فتوح مصر والبيهقي عنه رضي الله تعالى عنه قال اغتسلوا

^١ مراقی الفلاح بحث الماء البحر ص ١٣ مطبعہ ازہریہ مصر

^٢ مصنف عبدالرزاق باب الوضوء من ماء البحر ٩٥/١ مکتبۃ الاسلامی بیروت

من ماء البحر فانه مبارك¹

قال ط ومن الناس من كره الوضوء من² البحر
(۱) الملح لحديث ابن عمر انه صلى الله تعالى
عليه وسلم قال لا يركب البحر الا حاج او
معتمر او غازي في سبيل الله فان تحت البحر
نار او تحت النار بحرا تفرد به ابو داود³ اه

اقول: لم يتفرد به بل (۲) رواه قبله سعيد بن
منصور في سننه وأخرون الا ان يريد التفرد من
بين الستة ثم ليس هذا (۳) حديث ابن عمر
الفاروق رضي الله تعالى عنهم انما رواه د عن
مطرف هو ابن طريف ثقة فاضل عن بشر ابى
عبدالله هو الكندى مجهول قال الذهبي لا يكاد
يعرف عن بشير⁴ بن مسلم هو ابو عبدالله
الكندى الكوفى مجهول عن عبدالله بن عمرو رضى
الله تعالى عنهما يعنى ابن العاص قال خ لم يصح
حديثه واورده ابن حبان على قاعدته في ثقات اتباع
التابعين وقال روى عن رجل عن ابن عمرو والله
تعالى اعلم⁵ نعم في مسند

"ط" نے کہا کچھ لوگ تمکین سمندر سے وضو کو مکروہ قرار
دیتے ہیں، ان کا استدلال ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
حدیث سے ہے کہ سمندر میں صرف حاجی یا عمرہ کرنے والا
یا غازی سفر کرے غیر نہیں کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے
اور آگ کے نیچے سمندر ہے، اس کی روایت میں ابو داؤد
متفرد ہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں وہ متفرد نہیں ہیں بلکہ اُن سے قبل اسی کو
سعيد بن منصور نے اپنی سنن میں اور دوسرے محدثین نے
روایت کیا ہے، ہاں چھ کے درمیان تفرد کا دعویٰ ہو تو درست
ہے۔ پھر یہ حدیث ابن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی
نہیں ہے اس کو "د" نے مطرف سے جو ابن طریف ہیں
روایت کیا اور وہ ثقہ ہیں فاضل ہیں، بشر ابو عبدالله الکندی
سے، یہ مجہول ہیں، ذہبی نے کہا کوئی نہیں جانتا بشیر بن مسلم
سے وہ ابو عبدالله الکندی الکوفی مجہول ہیں، عبدالله بن عمرو
سے یعنی ابن العاص سے، خ نے کہا ان کی حدیث صحیح نہیں
اور اس کو ابن حبان نے اپنے قاعدہ کے مطابق اتباع تابعین
کے ثقات میں ذکر کیا اور فرمایا ایک شخص سے مروی ہے
ابن عمرو سے واللہ تعالیٰ اعلم، ہاں مسند فردوس

¹ بحوالہ کثر العمال فصل فی المیاء مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت ۵۷۲/۹

² طحاوی علی مراقی الفلاح بحث الماء المحر مطبوعہ ازہریہ مصریہ ص ۱۳

³ طحاوی علی مراقی الفلاح بحث الماء المحر مطبوعہ ازہریہ مصریہ ص ۱۳

⁴ میزان الاعتدال بشر عبدالله بیروت ۳۲۷/۱

⁵ میزان الاعتدال بشیر بن مسلم بیروت ۳۲۹/۱

میں ابن عمر سے مروی ہے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے، اس کو انہوں نے مرفوعاً روایت کیا، اور ممکن ہے کہ اللہ کے قول والبحر المسجور میں اس طرف اشارہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم "ط" نے فرمایا: ابن عمر سمندر سے وضو اور غسل جنابت کو جائز نہیں سمجھتے تھے (ت)

میں کہتا ہوں ابن عمر سے یہ روایت منسوب ہے کہ سمندر کا پانی وضو اور غسل جنابت کیلئے کافی نہیں بیشک سمندر کے نیچے آگ ہے پھر پانی پھر آگ ہے یہاں تک کہ انہوں نے سات سمندروں اور سات آگوں کا ذکر کیا، اور مجھے اس کی کسی اصل پر اطلاع نہیں واللہ اعلم، حلیہ میں یہ ہے کہ ان پانیوں سے طہارت جائز ہے خواہ میٹھے ہوں یا نمکین ہوں، اس پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں، اور اس میں کوئی خلاف معروف نہیں، ہاں بعض صحابہ سے کراہت منقول ہے کہ ان سے وضو مکروہ ہے، اُن میں عبد اللہ بن عمر بھی شامل ہیں، اور جمہور کا قول ہے کہ کراہت نہیں ہے (ت) اور انقرویہ کے حواشی میں مختارات النوازل سے ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر سے مروی ہے کہ دونوں

الفردوس عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رفعہ تحت البحر نار وتحت النار بحر وتحت البحر نار¹ اہ ویمكن ان تكون في قوله تعالى والبحر المسجور إشارة اليه واللہ تعالیٰ اعلم قال ط وکان ابن عمر لا یری جواز الوضوء به ولا الغسل عن جنابة² اہ اقف له على اصل فألله اعلم به

اقول: یذكر عنه رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال ماء البحر لا یجزئ من وضوء ولا جنابة ان تحت البحر ناراً ثم ماء ثم ناراً حتی عد سبعة ابحر وسبع انیاء³ ولم وانما الذی فی الحلیة ان کون الطهارة جائزاً بهذه البیاء سواہ كانت عذبة او مالحة مبادل علیہ الكتب والسنة ولم یعرف فی شیئی منها خلاف نعم نقل عن بعض الصحابة کراهة الوضوء بماء البحر منهم عبد اللہ بن عمر و الجمہور علی عدم الکراهة⁴ اہ وفي هامش الا نقروية عن مختارات النوازل حکى عن ابن عباس وابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال الوضوء بماء البحر مکروه⁵

¹ مسند فردوس

² طحاوی علی مرقی الفلاح بحث ماء البحر ازہر یہ مصر ص ۱۳

³ یذکر عن ابن عمر

⁴ حلیہ

⁵ علی حاشیہ فتاویٰ انقرویہ بحث ماء البحر دار الاشاعة العربیہ قندھار ۲/۱

اھ۔ قال ط وکذا روی ابی ہریرۃ^۱ اھ

اقول: وهذا عجب مع ما صح عنه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما سمعناک نعم فی البدائع روی عن ابی العالیۃ الریاحی انه قال کنت فی جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سفینۃ فی البحر فحضرت الصلاة قضی ماءؤھم ومعھم نبیذ التمر فتوضاً بعضهم نبیذ التمر وکرہ التوضؤ بماء البحر وتوضاً بعضهم بماء البحر ذکرہ التوضؤ بنبیذ التمر و۔ وهذا حکایۃ الاجماع فان من کان یتوضؤ بماء البحر کان یعتقد

حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ قرار دیا ہے اھ "ط" اسی طرح ابو ہریرہ سے مروی ہے اھ (ت) میں کہتا ہوں یہ زیادہ عجیب ہے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروایت صحیح جو تھا وہ ہم نے نقل کیا، ہاں بدائع میں ابو العالیۃ الریاحی سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سمندری سفر میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا کشتی والوں کے پاس پانی ختم ہو چکا تھا ان کے پاس شیرہ کھجور تھا تو بعض نے اسی سے وضو کر لیا اور سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ سمجھا اور بعض نے سمندر کے پانی سے وضو کر لیا، یہ اجماع کی حکایت ہے کیونکہ جو حضرات سمندر کے پانی سے وضو کر رہے تھے تو وہ اس کے پانی سے وضو کے جواز کے قائل تھے اور انہوں نے

عہ اقول: لم یبلغ فہی القاصر کیف کان هذا حکایۃ الاجماع علی جواز الوضوء بنبیذ التمر عند عدم الماء فان من توضاً بماء البحر جاز ان لم یر الوضوء بالنبیذ فی الحالۃ الراحۃ لوجود الماء وجاز ان لم یر الوضوء بہ اصلاً حتی لو وجدہ وعدم الماء تیمم کما ہو المفتی بہ عندنا والکراہۃ فی عرف السلف لایدل علی الجواز منه غفرلہ (م)

میں کہتا ہوں میری ناقص سمجھ میں یہ بات نہ آ سکی کہ یہ اجماع کیونکر ہو گیا کہ پانی نہ ہونے کے وقت نبیذ تمر سے وضو جائز ہے، کیونکہ جن حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کیا ممکن ہے کہ وہ موجودہ حالت میں نبیذ تمر سے وضو کو جائز نہ سمجھتے ہوں کیونکہ پانی موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نبیذ تمر سے وضو کو بالکل جائز نہ سمجھتے ہوں یہاں تک کہ اگر نبیذ موجود ہو اور پانی نہ موجود ہو تو وہ تیمم کے قائل ہوں جیسا کہ یہ ہمارے نزدیک مفتی بہ ہے اور سلف کی عرف میں کراہت جواز پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ (ت)

^۱ طحاوی علی مراقی الفلاح بحث ماء البحر ازہر یہ مصر ص ۱۳

نبیز تمر سے وضو اس لئے نہ کیا کہ انہوں نے ماء مطلق کو پایا اور جو نبیز تمر سے وضو کر رہے تھے وہ سمندر کے پانی کو طہور نہیں سمجھتے تھے، یا وہ یہ کہتے تھے کہ یہ پانی نارا صکی اور عذاب کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا ہے شاید ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ سمندر کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردہ حلال ہے تو پانی نہ ہونے کی صورت میں انہوں نے نبیز تمر سے وضو کیا اھ تو یہ انہوں نے بطور احتمال فرمایا ورنہ روایت کے الفاظ وہ ہیں جو آپ نے سنے۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہ بھی جائز ہے کہ وہ دونوں سے وضو کے جواز کے قائل ہوں جبکہ نبیز پر پانی غالب ہو، جیسا کہ ان شاء اللہ آئے گا، تو جس نے اس سے وضو کیا اس نے سمندری پانی سے وضو کو مکروہ تنزیہی سمجھا اور اس میں شک نہیں جانا کہ جو نبیز اس کے پاس ہے اس کا پانی غالب ہے اور جس نے سمندری پانی سے وضو کیا اس کو اس نبیز میں شک تھا جو اُس کے پاس موجود تھا تو اس نے بطور کراہت تحریمی اس سے وضو نہ کیا اور سمندری پانی سے وضو کر لیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

جواز التوضؤ بماء البحر فلم يتوضأ بنبيذ التمر لكونه واجداً للماء المطلق ومن كان يتوضأ بالنبيذ كان لا يرى ماء البحر طهوراً او كان يقول هو ماء سخطة ونقمة كأنه لم يبلغه قوله صلى الله تعالى عليه وسلم في صفة البحر هو الطهور ماءؤه الحل ميتة فتوضأ بنبيذ التمر لكونه عادماً للماء ع الطاهر¹ اھ فهذا ما ابداه احتمالاً وانما لفظ الرواية ما سمعت۔

اقول: ويجوز ان يكونوا معتقدين جواز الوضوء بهما اذا كان الماء غالباً في النبيذ كما سيأتى ان شاء الله تعالى فمن توضأ به كره التوضوء بماء البحر كراهة تنزيه ولم يشك ان النبيذ الذي عنده ماءؤه غالب ومن توضأ بماء البحر شك في النبيذ الذي عنده فكره التوضوء به كراهة امتناع وتوضأ بماء البحر والله تعالى اعلم۔

عہ ہکذا فی نسختی البدائع وكأنہا زلة من قلم الناسخ والوجه الطهور منه غفرله (م) میرے پاس بدائع کا جو نسخہ ہے اس میں اسی طرح ہے شاید کاتب نے غلط لکھ دیا مناسب الطہور ہے۔ (ت)

(۳ و ۴) پالا اولے جب پگھل کر پانی ہو جائیں کہ یہ بھی وہی آسمانی پانی ہیں کہ کُره ز مہرہ کی سردی سے

¹ بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶/۱

دُر میں ہے حدث کو دُور کیا جاسکتا ہے مطلق پانی سے جیسے برف یا اولوں کا بگھلا ہوا پانی، منجمد پانی یا تری اھ اور بحر و نہر میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ وضو جائز ہے اگرچہ ٹپکنے والا نہ ہو یہ صحیح ہے اور لفظ نہر اصح ہے ان دونوں کا قول اھ اور جامع الرموز میں اس کو صاحبین کی طرف منسوب کیا ہے، فرمایا کہ برف سے اس وقت تک وضو نہ کرے جب تک وہ ٹپکنے نہ لگے اور صاحبین سے مروی ہے کہ اس سے وضو کرے، اور پہلا ہی صحیح ہے جیسا کہ ظہیر یہ میں ہے اھ میں نے اس کے حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ یہ محل خلاف اور تفصیح نہیں ہے کیونکہ دھوئے بغیر تو وضو ہو نہیں سکتا ہے اور دھونا بہائے بغیر نہ ہوگا اور بہانا بغیر تقاطر کے نہ ہوگا، اور یہی مراد ہے اھ۔ میں کہتا ہوں ہاں دوسرے امام سے یہ مروی ہے کہ دھونا جگہ کے ترک کرنے کو کہتے ہیں خواہ نہ ہے، جیسا کہ بحر میں ہے اور یہ چیز برف اور اولوں کے ساتھ خاص نہیں ہے اور ہم نے تبیان الوضوء میں بیان کیا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ عضو سے ایک یا دو قطرے بہہ جائیں

فی الدر یرفع الحدث بباء مطلق كالثلج مذاب وبرد وجمد وندی¹ اھ وفي البحر والنهر وعن ابی یوسف یجوز وان لم یکن متقاطرا والصحیح ولفظ النهر الاصح قولهما² اھ ونسبه فی جامع الرموز للمصاحبین حیث قال لا یتوضوء بالثلج الا اذا تقاطر وعن المصاحبین انه یتوضوء به والاول هو الصحیح کہا فی الظہیریۃ³ اھ۔ ورأیتنی کتبت علی ہامشہ اقول: (۱) لیس هذا محل خلاف وتصحیح اذ لا وضوء الا بالغسل ولا غسل الا بالاسالة ولا اسالة الا بالتقاطر فهو المراد اھ۔ ما کتبت علیہ اقول نعم یروی عن الثانی ان الغسل بل المحل وان لم یسل⁴ کہا فی البحر وهذا لا یختص بالثلج والبرد وقد منّا فی تبیان الوضوء ان مراده سال من العضو قطرة او قطرتان ولم یتدارک فلا خلاف⁵ قال ش الظاهر ان معنی لم یتدارک لم یقطر علی الفور بان قطر بعد مهلة⁶ اھ

¹ الدر المختار باب المیاء مجتبیٰ دہلی ۳۴/۱

² بحر الرائق آخر الملاء البحر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۷/۱

³ جامع الرموز بحث الملاء السماء مطبعة کریمیہ قرآن ایدان ۳۶/۱

⁴ بحر الرائق فرض الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۱

⁵ رد المحتار فرض الوضوء البانی مصر ۷۱/۱

⁶ رد المحتار فرض الوضوء البانی مصر ۷۱/۱

اور تدارک نہ ہو اس میں اختلاف نہیں "ش" نے فرمایا کہ لم یتدارک کے معنی یہ ہیں کہ فوراً قطرات نہ بہیں، بلکہ مہلت کے بعد قطرات بہیں اھ (ت)

<p>اقول: (۱) بل الظاهر ان المعنى لم تتتابع القطر كثرة يقال تدارك القوم اى تلاحقوا ومنه قوله تعالى حتى اذا داركوا فيها كما فى الصحاح¹ ومعلوم انه لم يثبت الفور فى دخول طائفة منهم بعد اخرى والله تعالى اعلم۔</p>	<p>میں کہتا ہوں بلکہ معنی یہ ہیں کہ قطرات کثرت سے نہ بہیں کہتے ہیں "تدارک القوم" یعنی ایک دوسرے سے ملے اور اسی سے فرمان الہی ہے "حتى اذا داركوا فيها" صحاح میں بھی ایسا ہی ہے اور یہ معلوم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت کا دوسری جماعت کے فوراً بعد داخل ہونا مراد نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
--	--

(۵) یوں ہی کل کا برف جب پگھل جائے کہ وہ بھی پانی ہی تھا کہ گیس کی ہوا سے جم گیا و مر عن الدر وجد وهو محرک الماء الجامد ط عن ح عن القاموس (اور گزرا ہے کہ الْجَمَد حرکت کے ساتھ جما ہوا پانی (برف) ہے یہ ط سے ح سے قاموس سے ہے۔ ت)

(۶) شبنم

اقول: یعنی جبکہ پتوں پھولوں پر سے یا پھیلے ہوئے کپڑے نچوڑ کر اتنی جمع کر لی جائے کہ کسی عضو یا بقیہ عضو کو دھو دے مثلاً روپے بھر جگہ پاؤں میں باقی ہے اور پانی ختم ہو گیا اور شبنم جمع کئے سے اتنی مل سکتی ہے کہ اُس جگہ پر بہ جائے تو تیمم جائز نہ ہو گا یا اس (۲) میں سر برہنہ بیٹھا اور اس سے سر بھگ گیا مسح ہو گیا اگر ہاتھ نہ پھیرے گا وضو ہو جائیگا اگرچہ سنت ترک ہوئی یوں ہی شبنم (۳) سے ترگھاس میں موزے پہنے چلنے سے موزوں کا مسح ادا ہو جائے گا جبکہ شبنم سے ہر موزہ ہاتھ کی چھنگلیا کے طول و عرض کے سہ چند بھگ جائے،

<p>ومر عن الدر وندا قال ش قال فى الامداد وهو الطل وهو ماء على الصحيح وقيل نفس دابة² اھ</p>	<p>اور دُر سے گزرا وندًا "ش" نے امداد میں کہا یہ شبنم ہے اور صحیح قول کے مطابق یہ پانی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چو پائے کا سانس ہے۔ (ت)</p>
---	--

¹ صحاح الجوهري درک بیروت ۱۵۸۲/۳

² ردالمحتار باب المياہ البابی مصر ۱۳۲/۱

<p>اقول: لا اعلم له اصلا ولو كان كذا لم يجز الموضوع به لانه ليس بماء ولو جاز به لكان ريق الانسان وعرقه احق بالجواز ثم رأيت في مسح الخفين من الفتح ولا فرق بين حصول ذلك بيده او باصا بة مطر او من حشيش مشى فيه مبتل ولو بالطل على الاصح وقيل لا يجوز بالطل لانه نفس دابة لاماء وليس بصحيح¹ اهـ</p>	<p>میں کہتا ہوں مجھے اس کی اصل معلوم نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو اس کے ساتھ وضو جائز نہ ہوتا کیونکہ وہ پانی نہیں اور اگر اس سے وضو جائز ہوتا تو انسان کے تھوک اور پسینہ سے بطریق اولیٰ جائز ہوتا، پھر فتح کے مسح علی الخفین میں ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں کہ یہ ہاتھ سے ہو یا بارش کی وجہ سے ہو یا تر گھاس میں چلنے کی وجہ سے ہو یا شبنم سے ہوا صح قول کے مطابق، اور ایک قول یہ ہے کہ شبنم سے جائز نہیں کیونکہ وہ چوپائے کا سانس ہے پانی نہیں، اور یہ صحیح نہیں (ت)</p>
--	---

(۷) زلال

اقول: لغتاً و عرفاً مشہور یہی ہے کہ زلال میٹھے ٹھنڈے بلکہ خوشگوار صاف خالص پانی کو کہتے ہیں،

<p>فی القاموس ماء زلال كغراب وامير وصبور وعلا بط سريع البرقي الحلق بارد عذب صاف سهل² سلس اهـ ولم يعرج على معنى غيره وفي صحاح الجوهري ماء زلال اى عذب³ اهـ وفي حياة الحيوان الكبرى المشهور على الالسنه ان الزلال هو الماء البارد⁴ -</p>	<p>قاموس میں ہے ماء زلال، زلال غراب کے وزن پر بھی آتا ہے اور امیر، صبور اور غلاب کے وزن پر بھی (یعنی زلیل زلول زلال) اس پانی کو کہا جاتا ہے جو حلق سے آسانی گزرے اور ٹھنڈا، میٹھا، صاف، لطیف اور رواں ہو اور اس کے علاوہ کوئی معنی نہیں بتائے، اور صحاح جوہری میں ماء زلال یعنی میٹھا اور حیوة الحيوان میں ہے زبانوں پر مشہور یہ ہے کہ زلال ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں (ت)</p>
---	--

¹ فتح القدير مسح الخفين رضويہ سحر ۱۳۲۱

² القاموس المحيط (زللت) مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۰۰

³ صحاح الجوهري (زلل) بيروت ۱۴۱۸

⁴ حياة الحيوان الكبرى (زلال) مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۷

اس تقدیر پر تو اس کے شمار کی کوئی وجہ نہیں مگر علامہ شامی نے امام ابن حجر مکی سے نقل کیا کہ برف میں ایک چیز جانور کی شکل پر ہوتی ہے اور حقیقۃً جانور نہیں اس کے پیٹ سے جو پانی نکلتا ہے وہ زلال ہے،

<p>انہوں نے طل کے ذکر کے بعد فرمایا میں کہتا ہوں اور اسی طرح "زالال" ہے، ابن حجر فرماتے ہیں کہ برف میں حیوانی شکل کی ایک چیز پائی جاتی ہے جو دراصل حیوان نہیں ہوتی ہے اس کے پیٹ سے جو پانی نکلتا ہے وہ زلال ہے۔ (ت)</p>	<p>حيث قال عقيب ذكر الطل اقول وكذا الزلال قال ابن حجر وهو ما يخرج من جوف صورة توجد في نحو الثلج كالحیوان وليست بحیوان¹</p>
---	---

اقول: یہ اگر ثابت (۱) ہو تو اُس کے جانور ہونے سے انکار محتاج دلیل ہے اُس کی صورت جانور کی ہے اور کتابوں اور جھوڈائے شافعیہ کی کتب میں اُسے حیوان کہا انگلی برابر قد سفید رنگ زرد چتیاں اور خود اُس جانور ہی کا نام زلال بتایا تاج العروس میں ہے:

<p>زالال، پیش کے ساتھ سفید جسم کا ایک چھوٹا سا جانور ہے، جب مر جاتا ہے تو اس کو پانی میں ڈال دیتے ہیں یہ پانی کو ٹھنڈا کرتا ہے، اور اسی لئے ٹھنڈے پانی کو ماء زلال کہتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>الزالال بالضم حیوان صغیر الجسم ابيضه اذا مات جعل في الماء فيبرده ومنه سمي الماء البارد زلالاً²</p>
--	--

حیاء الحیوان امام دمیری شافعی میں ہے:

<p>زالال پیش کے ساتھ، ایک کیڑا جو برف میں پلتا ہے اس پر پیلے رنگ کی چتیاں ہوتی ہیں، تقریباً ایک انگلی کے برابر ہوتا ہے لوگ اس کو پکڑتے ہیں تاکہ اس کے پیٹ میں سے جو نکلتا ہے وہ پی سکیں، کیونکہ یہ پانی بہت ٹھنڈا ہوتا ہے (ت)</p>	<p>الزالال بالضم دود يتربى في الثلج وهو منقط بصفرة يقرب من الاصبع ياخذة الناس من اماكنه ليشر بوا مافي جوفه لشدة برده³</p>
---	--

اُس کے حیوان ہونے کی تقدیر پر امام ابن حجر شافعی نے اُس پانی کو قے ٹھہرا کر ناپاک بتایا۔

<p>قال ش عن ابن حجر بعد ما مر فان تحقق</p>	<p>ش نے ابن حجر سے نقل کیا پس اگر متحقق ہو (یعنی</p>
--	--

¹ ردالمحتار باب المياه مصطفیٰ البانی مصر ۱/ ۱۳۲

² تاج العروس فصل الزلال من باب الدم مطبوعہ احیاء التراث العربی ۷/ ۳۵۹

³ حیاء الحیوان الکبریٰ (زالال) البانی مصر ۱/ ۵۳۶

اس کا حیوان ہونا ثابت ہو جائے تو وہ نجس ہوگا اس لئے کہ وہ قے (ت) ہے۔	(ای کونہ حیواناً) کان نجسا لانه قبیعی ¹ ۔
--	--

اقول: قے کی تعریف اس پر صادق آنے میں کلام ہے اور کتب شافعیہ میں اُس سے جواز وضو مصرح شرح وجیز ابو الفرج عجل شافعی میں ہے:

وہ پانی جو برف والے کیڑے میں ہوتا ہے پاک طہور ہے۔ (ت)	الباء الذی فی دود الثلج طہور ² ۔
---	---

حیۃ الحیوان میں ہے:

جو انہوں نے کہا وہ قاضی حسین کے قول کے موافق ہے جیسا کہ دود کے ذکر میں پہلے گزرا۔ (ت)	الذی قالہ یوافق قول القاضی حسین فیما تقدم فی الدود ³ ۔
---	---

علامہ شامی نے جب تک اُس جانور کا دموی ہونا ثابت نہ ہو پانی پاک مگر ناقابل وضو بتایا۔

انہوں نے فرمایا جب تک اس کا دموی ہونا معلوم نہ ہو ہمارے نزدیک نجس نہیں، رہا اس سے پاک حاصل کرنا تو یہ صحیح نہیں اگرچہ وہ غیر دموی ہو۔ (ت)	حيث قال نعم لا يكون نجسا عندنا ما لم يعلم كونه دمویاً اما رفع الحدث به فلا يصح وان كان غير دموی ⁴ ۔
---	--

اقول: ظاہر اُس پانی کی طہارت محل اشتباہ نہیں جیسے ریشم کا کیڑا کہ خود بھی پاک ہے اور اس کا پانی بالکل بیٹ بھی پاک علمگیر یہ میں ہے:

ریشم کا کیڑا اس کا پانی اور اس کی بیٹ پاک ہے جیسا کہ قنیه میں ہے۔ (ت)	ماء دود القز وعينه وخرؤه طاهر كذا في القنية ⁵ ۔
---	--

لکہ خلاصہ میں ہے:

کیڑا جو نجاست میں پیدا ہو تو شمس الاثمہ حلوائی فرماتے ہیں کہ وہ ناپاک نہیں ہے اور یہی حال ہر حیوان کا ہے۔	(۳) الدودة اذا تولدت من النجاسة قال شمس الاثمۃ الحلوائی انها ليست
---	---

¹ رد المحتار باب المیاء البابی مصر ۱/ ۱۳۲

² حیۃ الحیوان الکبری (زلال) البابی مصر ۱/ ۵۳۶

³ حیۃ الحیوان الکبری (زلال) البابی مصر ۱/ ۵۳۶

⁴ رد المحتار باب المیاء البابی مصر ۱/ ۱۳۲

⁵ فتاویٰ ہندیۃ الفصل الثانی فی الاعیان النجیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۶

بنجسۃ وکذا کل حیوان حتی لو غسل ثم وقع فی الماء لاینجسه وتجوز الصلاة معها ¹ ۔	تو اگر کسی حیوان کو دھویا جائے پھر وہ پانی میں گر جائے تو اس کو ناپاک نہیں کرے گا، اور اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔ (ت)
---	--

(۱) اور جب ظاہر ہے تو جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ پانی نہیں بلاکہ اُس کیڑے ہی کے پیٹ کی رطوبت ہے یا اُس کی رطوبت اس میں نصف یا زائد ملی ہوئی ہے ناقابل وضو ہونے کی کوئی وجہ نہیں ظاہر راہ برف ہی کا پانی ہے کہ اس کے جوف میں ملتا ہے اور پاک پانی کے غیر ظہور ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو خلط غیر سے مائے مطلق نہ رہے یا اسقاط فرض خواہ اقامت قربت سے مستعمل ہو جائے ثانی یہاں قطعاً متقی اور اول کا ثبوت نہیں اور کوئی مطلق بلا ثبوت مقید نہیں ہو سکتا۔

الاتری ان النجاسة لاتثبت بالشك وهي تسلب الطهورية والطهارة معاً فضلاً عن التقييد۔	نجاست شک سے ثابت نہیں ہوتی ہے اور یہ طہوریت کو سلب کرتی ہے اور طہارت کو بھی چہ جائیکہ تقييد۔ (ت)
--	--

(۸) گرم پانی

وهذا وفاق الا ما يحكى عن مجاهد من كراهة۔ (اس بات میں اتفاق ہے مگر وہ جو مجاہد سے اس کی کراہت منقول ہے۔ ت)

اقول: مگر اتنا گرم کہ (۱) اچھی طرح ڈالنا نہ جائے تکمیل سنت نہ کرنے دے مکروہ ہے یونہی اتنا سرد اور اگر تکمیل فرض سے مانع ہو تو حرام اور وہ وضو نہ ہوگا و فی صحیح البخاری توضأ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالحبیم² (صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گرم پانی سے وضو فرمایا۔ ت)

(۹) اُپلوں سے گرم کیا ہوا اور بچنا بہتر، در مختار میں ہے: وکرہ احمد المسخن بالنجاسة³ (نجاست کے ذریعے گرم شدہ پانی کو امام احمد نے مکروہ گردانا ہے۔ ت)

(۱۰) دھوپ کا گرم پانی مطلقاً مگر گرم ملک (۲) گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ سے گرم ہو جائے وہ جب تک ٹھنڈا نہ ہو لے بدن کو کسی طرح پہنچانا نہ چاہئے وضو سے غسل سے نہ پینے سے یہاں تک کہ جو کپڑا اس سے بھیگا ہو جب تک سرد نہ ہو جائے پہننا مناسب نہیں کہ اُس پانی کے

¹ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل السابع فیما یكون نجساً الخ نوکشتور لکھنؤ ۳۴/۱

² جامع للبخاری باب وضوء الرجل مع امرأته قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۲/۱

³ الدر المختار باب المیاء مجتنبائی لاہور ۳۴/۱

بدن کو پہنچنے سے معاذ اللہ احتمال برص ہے اختلافات اس میں بکثرت ہیں اور ہم نے اپنی کتاب منتہی الآمال فی الاوقاف والاعمال میں ہر اختلاف سے قول اصح وارجح چنا اور مختصر الفاظ میں اُسے ذکر کیا اُسی کی نقل بس ہے

<p>دارقطنی نے عامر سے اور عقیلی نے انس سے مرفوعاً روایت کی، دارقطنی اور شافعی نے عمر فاروق سے مرفوعاً روایت کی کہ تم آفتاب سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے، دارقطنی اور ابو نعیم نے ام المؤمنین سے روایت کی کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے آفتاب سے پانی گرم کیا تو آپ نے فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا اے حمیراء کیونکہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔ اور علماء نے اس میں کچھ قیود لگائی ہیں مثلاً یہ کہ گرم پانی گرم علاقہ میں ہو، گرم وقت میں ہو، یہ کہ پانی کسی دھات کے بنے ہوئے برتن میں جیسے پانی لوہے تانبے کے برتن میں گرم ہوا ہو اصح قول کے مطابق مگر سونے چاندی کے برتن میں گرم نہ کیا گیا ہو معتمد قول کے مطابق مٹی کھال پتھر اور لکڑی کے برتنوں کو دھوپ میں رکھ کر گرم نہ کیا گیا ہو۔ حوض اور گڑھے میں سورج کا گرم شدہ پانی قطعاً نہ ہو، یہ پانی بدن میں استعمال ہوا ہو، اگرچہ پی لیا تو بھی یہی خطرہ ہے، کپڑے دھوئے تو حرج نہیں، ہاں اگر کپڑا دھو کر تر ہی پہن لیا تو خطرہ ہے، یا کپڑا پہنا اور جسم پر پسینہ تھا، یہ پانی گرم استعمال کیا جائے اگر ٹھنڈا ہونے کے بعد استعمال کیا تو حرج نہیں، اصح قول یہی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے</p>	<p>وهو هذا قط (ای الدارقطنی) عن عامر والعقيلي عن انس مرفوعاً قط والشافعي عن عمر الفاروق موقوفاً لاتغتسلوا بالماء انشمس فانه يورث البرص¹ قط وابو نعيم عن ام المؤمنين انها سخت للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ماء في الشمس فقال لاتفعلى يا حبيراء فانه يورث البرص² وقيدة العلماء بقيود ان يكون في قطر ووقت حارين وقد تشمس في منطبع صابر تحت المطرقة كحديد ونحاس على الاصح الا النقيدين على المعتمد دون الخزف والجلود والا حجار والخشب ولا للشمس في الحياض والبرك قطعاً وان يستعمل في البدن ولو شرباً لا في الثواب الا اذا لبسه رطباً او مع العرق وان يستعمل حاراً فلو برد لا بأس على الاصح وقيل لافرق على الصحيح ووجه ورد فالاول الاوجه قيل وان لا يكون الاناء منكشفاً والراجح ولو فالحاصل منع ايصال الماء الشمس في اناء منطبع من غير النقيدين الى البدن في وقت وبلد حارين</p>
---	--

¹ سنن الدارقطنی باب الماء المسخن نشر النیملتان ۳۹/۱

² سنن الدارقطنی باب الماء المسخن نشر النیملتان ۳۸/۱

ما لم یبرد واللہ تعالیٰ اعلم۔

کہ فرق نہیں، اور یہی صحیح ہے، اس کی توجیہ بھی ہے اور اس پر رد ہے، تو اول کی وجہ زیادہ درست ہے، ایک قول یہ ہے کہ برتن کھلا ہوا نہ ہو، اور رانج و لوکان الاناء منکشف ہے (یعنی اگرچہ برتن کھلا ہو) تو خلاصہ یہ ہے کہ دھوپ کے گرم پانی کا سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے برتن سے جسم پر پہنچانا، گرم وقت میں اور گرم علاقہ میں بلا ٹھنڈا کیے ممنوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اور تحقیق^۱ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اُس پانی سے وضو و غسل مکروہ ہے کما صرح بہ فی الفتح والبحر والدرایۃ والقنیۃ والنہایۃ (جیسا کہ فتح، بحر، درایہ، قنیہ اور نہایہ میں صراحت کی گئی ہے۔ ت) اور یہ کراہت شرعی تنزیہی ہے

جیسا کہ حلیہ اور امداد میں اشارہ کیا "ش" نے یہی تحقیق کی، تنویر اور دُر میں اس کے خلاف ہے، ان دونوں حضرات نے مطلقاً کراہت کا انکار کیا ہے، اور تنویر کی عبارت کو مکروہ تحریمی پر محمول کرنا ممکن ہے مگر درمیان میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ شافعیہ کے نزدیک وہ کراہت طبعیہ ہے اور یہ ان کی تصریحات کے خلاف ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں تنویر میں ارادہ کی قید کا اضافہ ہے انہوں نے فرمایا "اور اس پانی سے جس کو دھوپ میں قصداً گرم کیا گیا ہے، یہ قید اتفاقی نہیں ہے بلکہ پہلی پر دلالت کے لئے ہے اور جو معراج میں فرمایا ہے اسکی نفی کیلئے ہے کہ شافعیوں کے نزدیک کراہت اس وقت ہے جب بالقصد ہو فافہم۔ (ت)

کما اشار الیہ فی الحلیۃ والامداد هذا ما حققه ش خلافاً للتنویر والدر حیث نفياً الکراہۃ اصلاً ویسکن حمل التنویر علی التحریم اما الدر فصرح انها طبعیۃ عند الشافعیۃ وهو خلاف نصہم۔ اقول: (۲) و زیادۃ التنویر قید القصد حیث قال وبما قصد تشبیسہ لیس اتفاقاً بل الدلالۃ علی الاول و اشارۃ الی نفی ما وقع فی المعراج ان الکراہۃ مقیدۃ عند الشافعی بالقصد فافہم۔

(II) عورت کی طہارت سے بچا ہوا پانی اگرچہ جنب یا حائض ہوا اگرچہ اس پانی سے خلوتِ تامہ میں اُس نے طہارت کی ہو، خلافاً للاحمد والمالکیۃ (اس میں احمد اور مالکیہ کا اختلاف ہے۔ ت) ہاں مکروہ (۳) ضرور ہے۔

بلکہ سراج میں ہے کہ مرد کو جائز نہیں کہ وہ عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے اھ

بل فی السراج لایجوز للرجل ان یتوضأ ویغتسل بغضل وضوء المرأة^۱ اھ وھو نص

^۱ رد المحتار مکروہات الوضوء مصطفیٰ البانی مصر ۱/ ۹۸

باور یہ مکروہ تحریمی میں نص ہے، اور طحاوی نے اس پر دُر کے قول "عورت کے باقیماندہ پانی سے وضوء نہ کیا جائے" سے استدلال کیا ہے، فرمایا اس میں نظر ہے، اور 'اش' نے جواب دیا کہ یہ مکروہ تنزیہی کو شامل ہے کہ یہ منہی عنہ ہے اصطلاحی طور پر حقیقتہً جیسا کہ ہم نے تحریر سے نقل کیا اور طحاوی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں ایک تو تلذذ کا خطرہ ہے اور دوسرا یہ کہ وہ اپنے دینی نقصان کی وجہ سے نجاستوں سے نہیں بچتی ہیں، فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد کراہت تنزیہی ہے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں پہلے قول کے مطابق نبی اُس کے عکس کو شامل ہے یعنی عورت کا مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا، اس میں کچھ بحث ہے جو آئے گی۔ رہا دوسرا قول تو اس میں پہلی چیز یہ ہے کہ یہ دیہاتی، غلام اور جاہل سب کو عام ہے، اور سب سے زیادہ نابینا لوگوں کو۔ تو اس میں عورت کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اور عانا، یہ قید نہیں کہ اس کا طہور ہو چہ جائیکہ عورت کا خلوت میں اس کو استعمال کرنا، بلکہ اس کا محض پانی کو چھو لینا بھی کافی ہوگا۔ اور تیسرا یہ کہ اُن کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ نجاستوں سے کم بچتی ہیں اس میں اعتراض ہے،

فی کراہۃ التحریم واستظہاراً ط من قول الدر من منہیاتہ التوضی بفضل ماء^۱ المرأة قال وفيہ نظر واجاب ش بانہ يشمل المکروۃ تنزیہاً فانہ منہی عنہ اصطلاحاً حقیقۃ کما قدمنا عن التحریر^۲ اھ۔ وعللہ ط بخشیۃ التلذذ وقلة توقیہن النجاسات لنقص دینہن قال وهذا يدل علی ان کراہتہ تنزیہیۃ^۳۔

اقول: علی (۱) الاول یعم النہی عکسہ اعنی توضوء المرأة من فضل طہورہ وفيہ کلام یأتی اما الثانی۔

فاولاً: یقتضی (۲) تعمیمہ رجال البد و العبید والجهلة واشد من الكل (۳) العمیان فلا تبقی خصوصیۃ للمرأة۔

وثانیاً: لا یتقید بطہورہا فضلاً عن اختلائہا بہ لک اذن یکفی مسہا۔

وثالثاً: (۵) فی قلة توقیہن النجاسات نظر ونقص دینہن ان احذہن تقعد شطر دہرہا لاتصوم ولا تصلی کما فی الحدیث وهذا لیس من صنعہا الا ان یعلل بغلبۃ

^۱ طحاوی علی الدر المختار مکروہات الوضوء بیروت ۷۶/۱

^۲ رد المحتار مکروہات الوضوء مصطفیٰ البانی مصر ۹۸/۱

^۳ طحاوی علی الدر المختار مکروہات الوضوء بیروت ۷۶/۱

اور ان کے دین کا نقص محض یہ ہے کہ وہ ایک زمانہ تک گھر بیٹھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے اور نہ نماز پڑھتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، اور اس میں اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں، ہاں اس کی تعلیل یہ ہو سکتی ہے کہ ان میں جہل کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ بات غلاموں اور دیہاتی لوگوں میں بھی ہوتی ہے۔

چوتھے، یہ علت دوسری عورت کے حق میں بھی پائی جاتی ہے حالانکہ کراہت مرد کے ساتھ خاص ہے اور "ش" نے اس مخالفت کو محض تعبدی امر قرار دیا ہے۔ (ت)

الجهل عليهن فيشار كهن العبيد والاعراب۔
ورابعاً: (١) العلة توجد في حق المرأة الاخرى والكرهية خاصة بالرجل وجعل ش النهي تعبدياً۔

اقول: وهو الاول لما عرفت عدم انتهاض العلل وبه صرح الحنابلة ولا بد لهم عن ذلك اذ عدم الجواز لا يعقل له وجه اصلاً وكونه تعبدياً لما رواه الخمسة ع انه صلى الله تعالى عليه وسلم نهى ان يتوضأ الرجل بفضل ظهور المرأة اثم ذكر عن غرر الافكار نسخة بحديث مسلم ان

میں کہتا ہوں عام طور پر خمسہ کا اطلاق بخاری کے علاوہ باقی اصحاب ستہ پر ہوتا ہے جبکہ اس کو امام احمد اور اربعہ نے روایت کیا ہے۔ ہاں منتقی میں عبد السلام ابن تیمیہ کی یہ اصطلاح ہے کہ کیونکہ وہ امام احمد کو بھی اصحاب صحاح کی جماعت میں داخل کرتے ہیں جس حدیث کو شیخین کے علاوہ باقی اصحاب صحاح نے روایت کیا ہو تو کہتے ہیں رواہ الخمسة منه غفر له (ت)

عہ: اقول المعروف في اطلاق الخمسة ارادة الستة الا البخاري وهذا انما رواه احمد والاربعة نعم هو اصطلاح عبد السلام ابن تيمية في المنتقى لانه ادخل الامام احمد في الجماعة فاذا اراده غير الشيخين قال رواه الخمسة منه غفر له۔ (م)

¹ ردالمحتار مکروہات الوضوء البابي مصر ۱/ ۹۸

میں کہتا ہوں یہی بات بہتر ہے، کیونکہ دوسری علتیں درست نہیں ہے، اور حنبلی حضرات نے بھی یہ علت بیان کی ہے، اور ایسا کرنا ان کیلئے ضروری تھا، کیونکہ عدم جواز کی کوئی وجہ موجود نہیں، اور اس کے تعبدی ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو پانچوں محدثین نے نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کی ممانعت فرمائی، پھر غرر الافکار کے حوالہ سے اس کا منسوخ ہونا نقل کیا۔ اس میں مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے ایک ٹب میں غسل کیا اس میں کچھ پانی بچ گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے غسل کا ارادہ فرمایا "تو انہوں نے عرض کی کہ "ہم نے اس سے غسل کیا ہے۔" آپ نے فرمایا "پانی پر جنابت کا اثر نہیں ہوتا۔" ش نے فرمایا نسخ کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نہ وہ مکروہ تحریمی ہے نہ مکروہ تنزیہی، اس میں اعتراض ہے کہ نسخ کا دعویٰ اس پر موقوف ہے کہ نسخ کے متاخر ہونے کا علم ہو، اور شاید یہ حضرت میمونہ کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ میں نے غسل کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس سے قبل ہی نہی کا علم تھا، اور شافعیہ نے کراہت کی تصریح کی ہے تو چاہئے کہ یہ مکروہ ہو، اگرچہ ہم اختلاف کی رعایت کرتے ہوئے نسخ کا قول کریں، کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ خلاف کی رعایت کی جائے اور یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ احمد کے نزدیک اس پانی سے طہارت جائز نہیں ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں زیادہ صحیح بات یہ ہوگی کہ نہ تو نسخ ہے اور نہ ہی تحریم ہے بلکہ نہی محض تنزیہی ہے اور فعل بیان جواز کے لئے ہے لہذا علی قاری نے بھی مرقاۃ میں سید جمال الدین حنفی سے یہی نقل کیا ہے اور لمعات التتبیح میں محدث عبدالحق دہلوی نے بھی یہی جواب دیا ہے کہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں

مییونہ قالت اغتسلت من جفنة ففضلت فیہا فضلة فجاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغتسل فقلت انی اغتسلت منه فقال الماء لیس علیہ جنابة قال ش مقتضى النسخ انه لا یکره عندنا ولا تنزیہا وفیہ ان دعوی النسخ تتوقف علی العلم بتأخر النسخ ولعله ماخوذ من قول میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انی قد اغتسلت فانه یشعر بعلمها بالنهی قبله قال وقد صرح الشافعیة بالکراهة فینبغی کراہتہ وان قلنا بالنسخ مراعاة للخلاف فقد صرحوا بأنه یطلب مراعاة الخلاف وقد علمت انه لا یجوز التطہیر به عند احمد¹۔

اقول: ولا قرب الی الصواب ان لانسخ ولا تحریم بل النهی للتنزیہ والفعل لبیان الجواز وهو الذی مشی علیہ القاری فی المرقاة نقلا عن السید جمال الدین الحنفی وبہ اجاب الشیخ عبدالحق الدہلوی فی لمعات التتبیح ان النهی تنزیہ لا تحریم فلا منافاة² وقال فی الباب قبلہ اجیب

¹ رد المحتار مکروہات الوضوء الباب ۱/ ۹۸

² لمعات التتبیح باب مخاطبة الجنب المعارف العلمیہ لاہور ۱۲/ ۱۳۲

تو کوئی منافاة نہیں، اس پہلے باب میں فرمایا کہ ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ عذیمۃ تھی اور یہ رخصۃ ہے اہ اور اشعة اللعات میں اسی پر جزم کیا ہے یعنی نے عمدة القاری میں فرمایا ہے عورت کا بچے ہوئے پانی سے امام شافعی کے نزدیک مرد کیلئے وضو جائز ہے خواہ اُس عورت نے اس سے خلوت کی ہو یا نہ کی ہو بغوی وغیرہ نے فرمایا تو اس میں کراہت نہیں ہے کہ صحیح احادیث اس بارے میں موجود ہیں یہی قول مالک، ابو حنیفہ اور جہور علماء کا ہے، اور احمد اور ابو داؤد نے فرمایا کہ جب عورت اس پانی کے ساتھ خلوت کرے تو جائز نہیں، یہ قول عبد اللہ بن سرجس اور حسن بصری سے منقول ہے، اور احمد کی ایک روایت مذہب ابی حنیفہ کے مطابق ہے، اور ابن السبب اور حسن سے اس بچے ہوئے کی کہ کراہت مطلقاً منقول ہے اہ اور اگر ہم منفی کو کراہت تحریم پر محمول کریں تو اس سے کراہت تنزیہی کے ثبوت کی نفی لازم نہ آئے گی، بہر صورت جو سراج میں ہے وہ بہت ہی غریب ہے اور کسی معتبر کتاب کی سند اس پر موجود نہیں، بلکہ کتب معتبرہ اور نقول مستندہ کے صریح خلاف ہے، اور اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی ہے، کشف الظنون میں ہے کہ سراج الوہاج کو مولیٰ المعروف برکلی نے کتب متداولہ، ضعیفہ غیر معتبرہ میں شمار کیا ہے اہ اور چلپی نے فرمایا پھر اس کتاب کو مختصر کیا گیا اور اس کا نام جوہر نیر ہوا اہ (ت) میں کہتا ہوں بلکہ جوہر نیرہ ہے اور وہ کتب معتبرہ سے

ان تلك عزيمة وهذا رخصة¹ اہ وبهذا جزم في الاشعة من باب مخالطة الجنب وقال الامام العيني في عمدة القاری اما فضل المرأة فيجوز عند الشافعي الوضوء به للرجل سواء خلت به او لا قال البغوی وغیرہ فلا کراہۃ فیہ للاحادیث الصحیحة فیہ وبهذا قال مالک وابو حنیفة وجہور العلماء وقال احمد وداود لایجوز اذا خلت به وروی هذا عن عبد اللہ بن سرجس والحسن البصری وروی عن احمد کمذہبنا وعن ابن السیب والحسن کراہۃ فضلہا مطلقاً² اہ واذ احبنا المنفیۃ علی کراہۃ التحریم لم یناف ثبوت کراہۃ التنزیہ وکیفماً (۱) کان فما فی السراج غریب جدا ولم یستند لمعتد وخالف المعتمدات ونقول الثقات ولا یظهر له وجه وقد قال (۲) فی کشف الظنون السراج الوہاج عدہ المولیٰ المعروف ببرکلی جملة کتب المتداولۃ الضعیفۃ غیر المعتبرۃ اہ قال چلپی ثم اختصر هذا الشرح وسماه الجوهر النیر³ اہ

اقول: بل الجوهرۃ النیرۃ وہی من

¹ لمعات التتبیح باب الغسل المعارف العلمیہ لاہور ۱۱۲/۲

² عمدة القاری وضوء الرجل مع امراته مصر ۸۳/۳

³ کشف الظنون ذکر مختصر القدوری بغداد ۱۶۳/۲

ہے جیسا کہ اس کی صراحت رد المحتار میں موجود ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ نسائی کی مجتبیٰ جو ان کی سنن کبریٰ سے مختصر ہے صحاح میں شمار ہوتی ہے جبکہ کبریٰ صحاح میں شمار نہیں ہوتی۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں یہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جن سے کلام میں طوالت ہوگی تاہم کچھ کا ذکر اجمالی طور پر کیا جاتا ہے، کراہت کی بنیاد مطلقاً امام احمد کے عدم جواز کا قول نہیں، کیوں کہ اُن کے نزدیک یہ قول خلوت کے ساتھ مختص ہے، خلاف کی رعایت ایسے امور میں مندوب ہے جن میں اپنے مذہب کا کوئی مکروہ لازم نہ آئے جیسا کہ علماء نے اس کی صراحت کی ہے، خود علامہ 'ش' نے ایسا ہی کیا ہے اور مندوب کا ترک مکروہ نہیں جیسا کہ فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے خود 'ش' نے اس کتاب میں صراحت کی ہے، تو پھر کراہت اس پر کیسے مبنی ہوگی؟ خاص طور پر جبکہ اس امر کو تسلیم کر لیا گیا کہ تحریم کا منسوخ ہو جانا تنزیہی کراہت کی بھی نفی کرتا ہے، کیا اس کے عکس میں بھی ایسا ہی حکم ہوگا؟ یعنی عورت کیلئے بھی مرد کا چھوڑا ہوا پانی استعمال کرنا مکروہ ہوگا؟ تو احمد، ابو داؤد، اور نسائی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی جو چار سال تک آپ کے ساتھ رہے، سے روایت کی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن سرجس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز سے منع کیا کہ عورت

الکتب المعتبرة كما نص عليه في رد المحتار ونظيره (١) ان مجتبیٰ النسائی المختصر من سننه الکبریٰ من الصحاح دون الکبریٰ۔

ثم اقول: ههنا اشیاء يطول الكلام عليها ولنشر الى بعضها اجمالاً منها (٢) لا تبتنی کراہتہ مطلقاً علی قول الامام احمد بعدم الجواز لانه مخصوص عنده بالاختلاء ومنها (٣) ان مراعاة الخلاف انما هی (٤) مندوب اليها فيما لا يلزم منها مکروه في المذهب كما نص عليه العلماء منهم العلامة ش نفسه وترك (٥) المندوب لا يكره كما نصوا عليه ايضاً منهم نفسه في هذا الكتاب فكيف تبتنی الكراهة عليها لاسيما بعد تسليم (٦) ان نسخ التحريم ينفي كراهة التنزيه ايضاً ومنها (٧) هل الحكم مثله في عكسه اي يكره لما ايضاً فضل طهورة ردی احمد وابو داؤد والنسائی عن رجل صحب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اربع سنين وابن ماجه عن عبد الله بن سرجس رضی الله تعالى عنهما نهی رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان تغتسل المرأة بفضل الرجل او يغتسل بفضل المرأة^١ لكن قال الشيخ ابن حجر

^١ مشکوٰۃ المصابیح باب ملاحظة الجنب مجتبیٰ، دہلی ص ٥٠

المکی فی شرح مشکوٰۃ لاخلاف فی ان لها
الوضوء بفضله^۱ اھ وقال ایضاً ان احدالم یقل
بظاہرہ ومحال ان یصح وتعمل الامۃ کلہا بخلافہ
۲ اھ وتعقبہ الشیخ المحقق الدہلوی فی اللغات
بقولہ قد قال الامام احمد بن حنبل مع مافیہ من
التفصیل والخلاف فی مشایخ^۳ مذہبہ الی اخر
ما ذکر من خلافیاتہم۔

اقول: (۱) رحمہ اللہ الشیخ ورحمناً بہ کلام ابن
حجر فی وضوئہا بفضله وقول الامام احمد
وخلافیات مشایخ مذہبہ فی عکسہ نعم قال
الامام العینی فی العمدۃ حکى ابو عمر خمسۃ
مذاہب الثانی یکرہ ان یتوضأ بفضلہا وعکسہ
والثالث کراہتہ فضلہا لہ والرخصۃ فی عکسہ
والخامس لاباس بفضل کل منہما وعلیہ فقہاء
الامصار^۴ اھ ملتقطاً فہذا یثبت الخلاف واللہ تعالیٰ
اعلم۔

مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے یا مرد عورت کے بچے
ہوئے پانی سے غسل کرے۔ مگر شیخ ابن حجرؒ کی نے شرح مشکوٰۃ
میں فرمایا کہ اس میں اختلاف نہیں کہ عورت مرد کے بچے
ہوئے پانی سے وضوء کر سکتی ہے اھ۔ نیز فرمایا کہ کسی ایک نے
بھی اس کے ظاہر کے خلاف نہیں فرمایا اور یہ محال ہے کہ ایک چیز
صحیح بھی ہو اور تمام اُمت اس کے خلاف عمل پیرا ہو اھ۔ اور شیخ
عبدالحق محدث دہلوی نے لغات میں اس پر رد کیا اور فرمایا احمد
بن حنبل نے جو فرمایا ہے اس میں تفصیل ہے اور ان کے مذہب
کے مشائخ میں بھی اختلاف رہا ہے، پھر وہ اختلاف ذکر کیا۔ (ت)
میں کہتا ہوں اللہ رحم کرے شیخ پر اور ہم پر، ابن حجر نے مرد کے
بچے ہوئے پانی سے عورت کے وضوء کرنے کی بابت جو کلام کیا
ہے اور امام احمد کا قول اور ان کے مشائخ مذہب کے اختلافات اس
کے برعکس صورت میں ہیں، ہاں عینی نے عمدہ میں فرمایا کہ ابو
عمر نے پانچ مذاہب گنائے ہیں، ان میں دوسرا یہ ہے کہ مرد کا
عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا مکروہ ہے اور اس کا عکس
بھی مکروہ ہے اور تیسرا یہ ہے کہ عورت کا بچا ہوا مرد کیلئے مکروہ
ہے اور اس کے عکس میں رخصت ہے اور پانچواں یہ ہے کہ
دونوں کے بچے ہوئے پانی میں کچھ حرج نہیں، اور اسی پر شہروں
کے فقہاء ہیں اھ۔ ملتقطاً اس سے خلاف ثابت ہوتا ہے واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

(۱۲) اُس کنویں یا^۲ حوض کا پانی جس سے سچے عورتیں گنوار جہاں فساق ہر طرح کے لوگ اپنے میلے کچیلے

^۱ شرح مشکوٰۃ لابن حجر

^۲ شرح مشکوٰۃ لابن حجر

^۳ لغات التفتیح باب مخالطۃ الجنب المعارف العلمیہ لاہور ۱۳۰/۲

^۴ عمدۃ القاری باب وضوء الرجل مع امراتہ مصر ۸۵/۳

گھڑے ڈال کر پانی بھریں جب تک نجاست معلوم نہ ہو فتح القدیر میں ہے:

یتوضوء من البئر التي يدلى فيه الدلاء والجرار الذنسة يحملها الصغار والعبيد الذين لا يعلمون الاحكام ويمسها الرستاقيون بالأيدي الذنسة مالم يتعلم نجاسة ¹ ۔	جس کو کنویں میں سچّے اور غلام میلے ڈولوں اور ٹھیلوں سے پانی بھرتے ہوں اور جن کو سٹے میلے ہاتھ لگاتے ہوں ایسے کنوؤں سے وضو کرنے میں حرج نہیں، ہاں اگر نجاست کا یقین ہو تو جائز نہیں (ت)
---	---

اشباہ والنظائر میں ہے:

قال الامام محمد حوض تملؤ منه الصغار والعبيد بالأيدي الذنسة والجرار الوسخة يجوز الوضوء منه مالم تعلم نجاسة ² ۔	امام محمد نے فرمایا وہ حوض جس سے چھوٹے سچّے اور غلام پانی بھرتے ہوں، اُن کے ہاتھ اور ٹھیلیاں میلی ہوں تو جب تک نجاست کا یقین نہ ہو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)
--	---

(۱۳) وہ پانی جس میں ایسا برتن ڈالا گیا ہو جو زمین پر رکھا جاتا ہے جس کے پیندے کی طہارت پر یقین نہیں جب تک نجاست پر
یقین نہ ہو فتح القدیر میں ہے:

قالوا ولا بأس بالتوضي من حب يوضع كوزه في نواحي الدار ويشرب منه مالم يعلم به قدر ³ ۔	فقہاء نے فرمایا وہ تالاب جس کے کوزے گھر کے گوشے میں رکھے جاتے ہوں اور اس سے پانی پیا جاتا ہو تو اُس سے وضو کرنے میں حرج نہیں، جب تک اس کی گندگی کا علم نہ ہو۔ (ت)
---	--

حدیقہ ندیہ میں جامع الفتاویٰ سے ہے:

وكذا الكوز الموضوع في الارض اذا ادخل في الحب للشرب منه يعني يجوز مالم يعلم النجاسة ⁴ ۔	اسی طرح وہ لوٹا جو زمین پر رکھا ہوا ہو جب اس کو تالاب میں ڈال کر اس سے پینے کیلئے پانی نکالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے، یعنی جب تک نجاست کا علم نہ ہو۔ (ت)
---	--

یہی حکم اُن^۲ لوٹوں کے پیندوں کا ہے جو زمین پر رکھے جاتے بلالک بیت الخلاء میں لے جاتے ہیں جبکہ موضع نجاست

¹ فتح القدیر غدیر عظیم سکھر ۱/ ۷۲

² الاشباہ والنظائر الیقین للزول بالمشک ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۸۷

³ فتح القدیر غدیر عظیم سکھر ۱/ ۷۲

⁴ حدیقہ ندیہ صنف ثانی من المصنفین نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۲/ ۶۶

سے جدا ہوں۔

(۱۳) ہنود^۱ وغیرہم کفار کے کنوؤں یا برتنوں کا پانی اس سے طہارت ہو سکتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت رہے گی جب تک طہارت نہ معلوم ہو کہ وہ مظنیٰ ہر گونہ نجاست ہیں یعنی شرح بخاری میں زیر اثر توضاً عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ من بیت نصرانیۃ (حضرت عمر نے ایک نصرانی عورت کے گھر سے وضو کیا۔ ت) فرمایا:

اس اثر سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پانیوں کا استعمال جائز ہے لیکن ان کے برتنوں اور کپڑوں کا استعمال مکروہ ہے اس میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب برابر ہیں اور شافعی حضرات فرماتے ہیں اگر ان کی پاکی کا یقین ہو تو کراہت بھی نہیں، اور ہم اس میں کوئی اختلاف نہیں جانتے اور جب کسی برتن سے کسی کافر نے پاکی حاصل کی اور اس کی طہارت و نجاست میں سے کسی کا یقین نہیں، تو اگر وہ ایسے لوگوں کا برتن ہے جو نجاست کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے، تو اس کو طہارت قطعاً ثابت ہے ورنہ اس میں دو صورتیں ہیں، دونوں میں اصح صحت ہے، امام اوزاعی، ثوری، ابو حنیفہ، امام شافعی اور دونوں کے اصحاب اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اور ابن منذر فرماتے ہیں میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس کو مکروہ سمجھا ہو سوائے احمد اور ابن اسحاق کے، میں کہتا ہوں اہل ظاہر نے ان دونوں کی متابعت کی اور مالک کے قول میں اختلاف پایا جاتا ہے، مدونہ میں ہے نصرانی کے جھوٹے سے اور اُس پانی سے جس میں اُس نے اپنا ہاتھ ڈالا ہو وضو نہ کیا جائے، اور عتبیہ میں ایک قول جواز کا ہے اور ایک کراہت کا۔ (ت)

الذی یدل هذا الاثر جواز استعمال مياهم ولكن يكره استعمال اوانيههم وثيابهم سواء فيه اهل الكتاب وغيرهم وقال الشافعية فان يتيقن طهارتها فلا كراهة ولا نعلم فيها خلافاً واذا تطهر من اناء كافر ولم يتيقن طهارته ولا نجاسته فان كان من قوم لا يتدينون باستعمالها صحت طهارته قطعاً والا وجهان اصحهما الصحة ومن كان لا يرى بأساً به الاوزاعي والثوري وابو حنيفة والشافعي واصحابهما وقال ابن المنذر لا اعلم احداً كرهه الا احمد وابن اسحق قلت وتبعهما اهل الظاهر واختلف قول مالك ففي المدونة لا يتوضوء بسور النصراني ولا بأساً ادخل يده فيه وفي العتبية اجازة مرة وكرهه اخرى^۱ اه

^۱ عمدة القاری باب وضو الرجل مع امرأته مصر ۸۲/۳

<p>اقول: افاد کراہۃ التحريم لمقابلتها بالاجازة وهي محمل قول احمد واسحق ونفي البأس مرجعه الى خلاف الاول وقد بينا المسألة بأبسط مباهن في فتاؤنا۔</p>	<p>بلہ اجازت سے ہے، اور اسی پر احمد اور اسحاق کے قول کو محمول کیا گیا ہے اور جہاں باس کی نفی ہے اس کا مطلب خلاف اولیٰ ہے، ہم نے اس مسئلہ کو بہ نسبت اس مقام کے اپنے فتاویٰ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں اس سے کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا مقاب</p>
--	--

ذخیرہ میں ہے:

<p>يكره الاكل (١) والشرب في اواني المشركين قبل الغسل لان الغالب الظاهر من حال اوانيهم النجاسة^١۔</p>	<p>مشرکین کے برتنوں میں دھونے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ ان کے برتن میں بظاہر ناپاک ہوتے ہیں۔ (ت)</p>
--	---

(۱۵) جس پانی^۲ میں بچہ نے ہاتھ یا پاؤں ڈال دیا یہاں بھی وہی حکم ہے کہ قابلِ طہارت ہے جب تک نجاست پر یقین نہ ہو
مگر اولیٰ احتراز ہے جب تک طہارت پر یقین نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے:

<p>اذا ادخل الصبي يده في كوز ماء اور جله فان علم ان يده طاهرة بيقين يجوز التوضؤ به وان كان لا يعلم انها طاهرة او نجسة فاستحب ان يتوضأ بغيره ومع هذا التوضأ اجزأه كذا في المحيط^۲۔</p>	<p>بچے نے پانی کے کوزے میں اگر ہاتھ یا پیر ڈالا تو اگر یقین سے یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ یا پیر پاک ہے تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر معلوم نہیں کہ وہ پاک ہے یا ناپاک، تو مستحب یہ ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کیا جائے، لیکن اگر وضو کر ہی لیا تو جائز ہے کذا فی المحيط۔ (ت)</p>
---	--

(۱۶) یوں ہی ۳ جس میں مشکوک کپڑا گر گیا حتیٰ کہ بچے کے نہالچے کی روئی جبکہ نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت ہے کہ مظنہ
زیادہ ہے، جواہر الفتاویٰ باب اول فتاویٰ امام رکن الدین ابوالفضل کرمانی میں ہے:

<p>قطعة قطن من فراش صبي وقعت في بئر ولا يدري انها نجسة ام طاهرة</p>	<p>بچے کے بچھونے سے روئی کا ایک ٹکڑا کنویں میں گر گیا اور یہ معلوم نہیں کہ یہ پاک ہے یا ناپاک، تو محض شک</p>
---	--

^۱ حدیقتہ ندیۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۲/۲

^۲ فتاویٰ ہندیۃ فیصل فیہا لا یجوز بہ التوضؤ پشاور ۱/۲۵

اور احتمال کی بنا پر اس کی نجاست کا حکم نہیں دیا جائیگا اور اگر احتیاط سے کام لیا جائے اور تمام پانی نکال دیا جائے تو بہتر ہے۔ (ت)	قال لا يحكم بكونها نجسة بالشك والاحتمال ولو احتيط ونزع كان أولى ¹ ۔
--	--

(۱۷) وہ پانی جس میں استعمال مجوتا گر گیا جبکہ نجاست نہ معلوم ہو یہاں پر بھی وہی حکم ہے تاتار خانیہ پھر طریقہ وحدیقہ میں ہے:

امام خجندی سے ایسے کنویں کی بابت دریافت کیا گیا جس میں ایسا موزہ (ہلکا جوتا) پایا گیا جسے پہن کر عام راستوں پر چلا جاتا ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کب گرا ہے، اور اس پر بظاہر نجاست کا اثر بھی نہیں تو کیا کنواں ناپاک ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں اھ (ت)	سئل الامام الخجندی عن ركية وهي البئر وجد فيها خف اى نعل تلبس ويمشى بها صاحبها فى الطرقات لا يدري متى وقع فيها وليس عليه اثر النجاسة هل يحكم بنجاسة الماء قال لا ² ملخصاً۔
---	--

(۲۱ تا ۱۸) شکاری پرندوں اور حشرات الارض اور بلی اور چھوٹی ہوئی مرغی کا جھوٹا جبکہ طہارت یا نجاست پر یقین نہ ہو یہ اُس وقت مکروہ ہے جبکہ دوسرا صاف پانی موجود ہو وقدیناہ فی فتاوانا (ہمارے فتاویٰ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ت)

(۲۲) اُس جانور کا جھوٹا جس میں خون سائل نہیں جیسے بچھو وغیرہ اس میں کراہت بھی نہیں۔ در مختار میں ہے:

اس جانور کا جھوٹا جس میں خون سائل نہیں بلا کراہت پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ (ت)	سؤر ما لادم له طاهر طهور بلا کراہة ³ ۔
--	---

(۲۳) حوض^۲ کا پانی جس میں بدبو آتی ہو جبکہ اُس کی بونجاست کی وجہ سے ہونا معلوم نہ ہو۔ خانیہ میں ہے:

بڑے حوض میں اگر بدبو ہو تو بھی اس سے وضوء جائز ہے بشرطیکہ اس میں نجاست معلوم نہ ہو کیونکہ	يجوز التوضوء فى الحوض الكبير الممتن اذا لم تعلم نجاسة لان تغير الرائحة
---	--

¹ جواہر الفتاویٰ

² حدیقہ ندیۃ صنف ثانی من الصنفین نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۳۷۴ھ

³ الدر المختار فی البئر مجتہاتی دہلی ۱۴۰۱ھ

قد یكون بطول المكث¹ اه

اقول: وكذا الصغير وانما قيد بالكبير لاجل في معناه ان الكبير اذا تغير احد اوصافه بنجس ينجس فالحوض الكبير المنتن قد يتوقاه المومسوس توهمان نتنه بالنجس فافادانه وهم لا يعتبر-

پانی کے ٹھہرے رہنے کی وجہ سے بھی کبھی بدبو پیدا ہو جاتی ہے اه (ت)
میں کہتا ہوں چھوٹے حوض کا بھی یہی حکم ہے، بڑے کی قید محض اس لئے لگائی ہے کہ بڑے حوض کا پانی جب نجاست کی وجہ سے متغیر ہو جائے اور اس کا کوئی وصف بدل جائے تو نجس ہے اگر بڑے حوض میں بدبو پائی جائے تو وہی شخص اس سے پرہیز کر سکتا ہے کہ شاید اس کی بدبو نجاست کے باعث ہے، لیکن اس عبارت سے یہ بتا دیا کہ یہ وہم معتبر نہیں ہے۔ (ت)

(۲۴) مولیٰ کریم رؤف رحیم عزجلالہ، اپنے حبیب اکرم رحمۃ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت کریمہ کے صدقہ میں اپنے غضب سے دونوں جہان میں بچائے جس بستی پر (۱) عیاداً باللہ عذاب اُترا اُس کے کُنوؤں تالابوں کا پانی کہ اُس کا استعمال کھانے پینے طہارت ہر شے میں مکروہ ہے یوں ہی اس کی مٹی سے تیمم، ہاں زمین (۲) ثمود کا وہ کُنواں جس سے ناقیٰ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام پانی پیتا اُس کا پانی مستثنیٰ ہے، صحاح میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ رکاب اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمین ثمود پر اُترے وہاں کے کُنوؤں سے پانی بھرا اُس سے آٹے گوندھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پانی پھینک دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیں چاہے ناقہ سے پانی لیں۔ ردالمحتار میں ہے:

ینبغی کراہۃ التطہیر ایضاً اخذا مما ذکرناہ وان لم ارہ لاحد من ائمتنا بماء وتراب من کل ارض غضب علیہا الا بئر الناقة بأرض ثمود وقد صرح الشافعیۃ بکراہتہ ولا یباح عند احمد ثم نقل الحدیث عن شرح المنتہی الحنبلی وانہ قال ظاہرہ منع الطہارۃ

جس زمین پر بھی غضب نازل ہوا ہو، اس کے پانی اور مٹی سے طہارت حاصل کرنا مکروہ ہونا چاہئے سوائے ناقہ کے کُنوؤں کے جو زمین ثمود میں پایا جاتا ہے۔ یہ بات اس تحقیق سے معلوم ہوتی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے، اگرچہ میری نظر سے نہیں گزرا کہ ہمارے ائمہ میں سے کسی نے یہ بات کہی ہو، البتہ شافعیہ نے اس کے مکروہ ہونے کی

¹ قاضی خان الماء الراکد نوکسور لکھنؤ ۱۱/۴

تصریح کی ہے، اور امام احمد کے نزدیک مباح نہیں ہے، پھر حدیث نقل کی شرح منتهی حنبلی سے، اور فرمایا اس سے بظاہر طہارت کا ممنوع ہونا مفہوم ہوتا ہے، فرمایا اونٹنی کے کنوئیں سے مراد وہ بڑا کنواں ہے جس پر آج کل حاجی آتے ہیں اور اس کے قول اخذاً مما ذکرنا سے مراد کراہت کی علت ہے جو انہوں نے بیان کی کہ اختلاف کی رعایت مقصود ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں اس پر وہ اعتراض ہے جو ہم نے ذکر کیا، لیکن کراہت یہاں واضح ہے، کیونکہ آگ میں پکی ہوئی لینٹ قبر میں میت سے لگا کر استعمال کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس میں آگ کا اثر ہوتا ہے، جیسا کہ بدائع وغیرہ میں ہے تو یہ بطریق اولیٰ مکروہ ہے کئی وجہ سے جیسا کہ عبرت حاصل کرنے والے پر مخفی نہیں اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں خیر کثیر عطا فرمائے جیسا کہ اس عمدہ فائدہ میں تنبیہ کی گئی ہے۔ (ت)

به قال وبئر الناقة هي البئر الكبيرة التي يردّها الحجاج في هذه الازمنة^١ اهـ وقوله اخذاً مما ذكرنا يشير الى ما قدم من تعليل الكراهة بمرآة الخلاف۔

اقول: (١) وفيه ما قدمنا لكن الكراهة ههنا واضحة فقد كره الأجر في القبر مما يلي البيت لاثر النار كما في البدائع وغيرها فهذا أولى بوجوه كما لا يخفى على من اعتبر فجزاه الله تعالى خيراً كثيراً في جنات الفردوس كما نبه على هذه الفائدة الفازة۔

(۲۵) آب^۲ مغضوب۔ آب مغضوب میں تو کراہت ہی تھی آب مغضوب کا استعمال صرف کھانے پینے میں ہو خواہ طہارت میں محض حرام ہے مگر وضوء و غسل صحیح ہو جائیں گے اور ان سے نماز ادا ہو جائے گی لان المنع للمجاور (یہ ممانعت ساتھ ملنے کی وجہ سے ہے۔ ت) ردالمحتار میں زیر قول شارح يجوز رفع الحدث بما ذكر (حدث كادور كونا جائز ہے ان چیزوں سے جو ذکر کی گئیں) فرمایا ای یصح وان لم يحل في نحو الماء المغضوب^۳ (یعنی صحیح ہے اگرچہ حلال نہیں مغضوب پانی کی شکل میں۔ ت)

(۲۶) وہ پانی کہ کسی کے مملوک کنوئیں سے بے اس کی اجازت بلائکہ باوصف ممانعت کے بھر اس کا پینا وضوء وغیرہ میں خرچ کرنا سب جائز ہے یہ مغضوب کی حد میں نہیں کہ کنوئیں^۴ کا پانی جب تک کنوئیں میں ہے کسی کی ملک نہیں آب باراں کی طرح مباح و خالص ملک الہ عزوجلہ ہے۔ ردالمحتار میں ہدایہ سے ہے: الماء في البئر غير مملوك^۵ (کنوئیں کے اندر کا پانی کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ ت) اُسی میں ولوالجیہ سے ہے:

^۱ ردالمحتار مکروہات الوضوء مصطفیٰ البابی مصر ۹۸/۱

^۲ ردالمحتار باب المياه مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۵

^۳ ردالمحتار فصل الشرب مصطفیٰ البابی مصر ۱۸۶/۲

اگر کسی شخص کے کنویں کا پانی اس کی اجازت کے بغیر نکالا اور اتنا نکالا کہ وہ کنواں خشک ہو گیا تو اس شخص پر کوئی ضمان نہیں، کیونکہ وہ شخص پانی کا مالک نہیں۔ (ت)	اونزح ماء بئر رجل بغیر اذنه حتی یبست لاشیئ علیہ لان صاحب البئر غیر مالک للماء ¹ ۔
--	--

اُسی میں ذخیرہ سے ہے:

پانی کو جب تک برتنوں میں نہ بھر لیا جائے ملک ثابت نہیں ہوتی ہے، تو اس نے وہ چیز تلف کی ہے جو غیر کیملوک نہیں۔ (ت)	الماء قبل الاحراز بالاولانی لا یملك فقد اتلف مالیس بملکوک لغیرہ ² ۔
---	--

اُسی میں درمختار سے ہے:

زمین کے نیچے جو پانی ہے اس پر کسی کی ملک نہیں۔ (ت)	الماء تحت الارض لا یملك ³ ۔
--	--

اسی طرح تئب کثیرہ میں ہے:

میں کہتا ہوں اعتبار منقول کو ہے، اگرچہ بحر نے اس پر فتح کی متابعت میں بحث کی ہے، اور فرمایا ہے کہ جس نے کنواں کھودا ہے پانی بھی اسی کی ملکیت میں ہے اس بناء پر کہ گھاس میں بھی ایک قول یہی ہے۔ (ت)	اقول: والعبرة للمنقول وان بحث البحر تبعاً للفتح لزوم كون ماء البئر مملوكاً للحافر بناء على احد قولین فی الكلاء۔
میں کہتا ہوں میرے دل میں یہ غلبان تھا کہ جس شخص نے جال لگایا کہ اس میں کوئی شکار پھنس جائے تو شکار اسی کی ملکیت ہوگا بشرطیکہ اس نے جال خشک کرنے کیلئے نہ لگایا ہو، تنویر وغیرہ۔ اور اگر کسی شخص نے برتن رکھا کہ اس میں بارش کا پانی جمع ہو جائے، پھر پانی جمع ہوا تو وہ اسی کی ملک ہے،	اقول: وقد كان يخالج صدری نظر الى ان من نصب (١) شبكة ليتعلق بها صيد ملكه لا لونسبها للجفاف تنویر وغیرہ وان من وضع اناء لجمع ماء المطر ملكه اما اذا لم يضع* لذلك واجتمع* فالماء لمن رفع خیرية وغیرها

¹ فتاویٰ خیر یہ مسائل الشرب بیروت ۱۸۶/۲

² ردالمحتار فصل الشرب مصطفیٰ البابی مصر ۳۱۷/۵

³ ردالمحتار کتاب احیاء الموات مصطفیٰ البابی مصر ۳۰۸/۵

وظهر الجواب بحمدہ تعالیٰ ان ملک (۱) المباح بالاستیلاء والاستیلاء بالأحراز وقد تم فی الشبكة والانء بخلاف البئر ففی ش عن جامع الرموز ملاء الدلو من البئر ولم یبعده من رأسها لم یملکہ عند الشیخین اذ الاحراز جعل الشیء فی موضع حصین^۱ اھ۔ اماماً بحثہ الفتح فقد اجاب عنه فی النهر فراجع ش من البیع الفاسد مسألة بیع المراءى۔

اقول: (۲) ویؤیدہ ما فی الہندیۃ عن البسوط ما انبتہ صاحب الارض (۳) بأن سقی ارضه وکر بها لیثبت فیها الحشیش لدوابہ فهو احق بذلك ولیس لاحدان ینتفع بشیء منه الا برضاہ لانه کسبه والکسب للمکتسب^۲ اھ فلا یقاس علیہ ماء البئر فانه لیس من کسب حافرھا انما صنعه فیہ رفع الحجاب کالفصاد۔

قال تعالیٰ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنْبِیْعًا فِی

جب برتن پانی جمع ہونے کیلئے نہ رکھا ہو اور پانی جمع ہو جائے تو وہ پانی اس کی ملکیت میں ہوگا جس میں اٹھایا، خیر یہ وغیرہ۔ اور یہ جواب معلوم ہوا کہ مباح چیز پر ملکیت استیلاء اور غلبہ سے ہوتی ہے اور استیلاء اس چیز کو قبضہ میں لے لینے سے ہوتی ہے، اور یہ چیز جال اور برتن کی شکل میں تو پائی جاتی ہے لیکن کنویں کی صورت میں نہیں "ش" میں جامع الرموز سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں سے ڈول بھرا لیکن اس کو کنویں کے منہ سے دُور نہ کیا تو وہ اس کی ملک میں نہ ہوگا، یہ شیخین کے نزدیک ہے، کیونکہ احراز کسی چیز کو محفوظ جگہ رکھنے کو کہا جاتا ہے اھ اور جو بحث فتح میں ہے تو اس کا جواب نہر میں ہے اس سلسلہ میں بیج فاسد کا باب تحت مسئلہ چراگا ہوں کے بیچے اش^۱ میں ملاحظہ کیجئے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس کی تائید ہندیہ کے اُس حوالہ سے ہوتی ہے جو انہوں نے مبسوط سے نقل کیا ہے، حوالہ یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی زمین میں جانوروں کو کھلانے کیلئے گھاس لگائی تو وہ اسی کی ہے اور کوئی شخص اُس سے اس کی مرضی کے بغیر استفادہ نہیں کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس کی کمائی ہے، اور ہر شخص کی کمائی اسی کی ہوتی ہے اھ مگر اس پر کنویں کے پانی کو قیاس نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ پانی کنویں کے کھودنے والے کی کمائی نہیں ہے اُس نے تو صرف اتنا کام کیا کہ پانی پر جو حجاب تھا وہ رفع کر دیا،

ردالمحتار فصل الشرب مصطفیٰ البابی مصر ۱۵/ ۱۳۱۷

^۲ الفتاویٰ الہندیۃ الباب الاول من کتاب الشرب پشاور ۱۵/ ۳۹۲

جیسے فصد کے عمل میں ہوتا ہے۔ فرمانِ الہی ہے: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو چشموں میں جاری کر دیا، اس آیت کی تقریر در کے باب المیاء میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

الْأَرْضُ^۱ وَتَقْرِيرُ الْآيَةِ فِي مِيَاهِ الدَّرِّ وَاللَّهُ تَعَالَى اعْلَم۔

(۲۷) یونہی کسی کا برتن صحن میں تھا، مینہ برسا، برتن بھر گیا، پانی بھی اس کی ملک نہ ہوا اپنی اصل اباحت پر باقی ہے اگرچہ برتن اور مکان اس کی ملک ہے جو اس پانی کو لے لے وہی اس کا مالک ہو جائے گا اگرچہ برتن کا مالک منع کرتا ہے ہاں اس کے برتن کا استعمال بے اجازت جائز نہ ہوگا۔

(۲۸) اگر^۲ اس نے برتن اسی نیت سے رکھا تھا کہ آبِ باراں اس میں جمع ہو تو اب وہ پانی اُس کی ملک ہے دوسرے کو بے اس کی اجازت صحیحہ کے حرام ہے ہاں طہارت یوں بھی ہو جائے گی گناہ کے ساتھ فتاویٰ کبریٰ پھر ہندیہ میں ہے:

کسی شخص نے چھت پر پانی کا طشت رکھا تو اس میں بارش کا پانی جمع ہو گیا، اب ایک شخص نے آخر وہ طشت اٹھالیا، تو اگر طشت کے مالک نے یہ طشت اسی مقصد سے رکھا تھا تو وہ مالک کا ہی ہے اور اگر اس نے یوں ہی رکھ دیا تھا تو جس نے طشت اٹھایا پانی اسی کا ہوا کیونکہ احراز کا فعل اس کی طرف منسوب ہوگا۔ (ت) اگر اُس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اسے وضو یا غسل کی حاجت ہے تو تمیم کرے اس سے طہارت نہیں کر سکتا۔

وَضَعُ طَسْتًا عَلَى سَطْحٍ فَاجْتَمَعَ فِيهِ مَاءُ الْمَطَرِ فَجَاءَ رَجُلٌ وَرَفَعَ ذَلِكَ فَتَنَزَّاعًا وَضَعُ صَاحِبُ الطَّسْتِ الطَّسْتَ لِذَلِكَ فَهُوَ لَهُ لِأَنَّهُ أَحْرَزَهُ وَانْ لَمْ يَضَعْهُ لِذَلِكَ فَهُوَ لِلرَّافِعِ لِأَنَّهُ مَبَاحٌ غَيْرُ مُحَرَّرٍ^۲۔

(۲۹) سبیل^۳ جو پینے کیلئے لگائی گئی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اُس سے وضو، غسل اگرچہ صحیح ہو جائیں گے جائز نہیں یہاں تک کہ اگر اُس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اسے وضو یا غسل کی حاجت ہے تو تمیم کرے اس سے طہارت نہیں کر سکتا۔

اقول: مگر جبکہ مالک^۴ آب کی اجازت مطلقاً یا اس شخص خاص کیلئے صراحۃً خواہ دلالتاً ثابت ہو، صراحۃً یہ کہ اُس نے یہی کہہ کر سبیل لگائی ہو کہ جو چاہے پئے وضو کرے نہائے، اور اگر فقط پینے اور وضو کے لئے کہا تو اس سے غسل روانہ ہوگا اور خاص اس شخص کیلئے یوں کہ سبیل تو پینے ہی کو لگائی مگر اُسے اُس سے وضو یا غسل کی اجازت خود یا اس کے سوال پر دے دی اور دلالتاً یوں کہ لوگ اس سے وضو کرتے ہیں اور وہ منع نہیں

^۱ القرآن ۲۱/۳۹

^۲ فتاویٰ خیرۃ بالمعنی مسائل الشرب بیروت ۱۸۶/۲

نہیں کرتا یا سقائے قدیم ہے اور ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا چلا آیا ہے یا پانی اس درجہ کثیر ہے جس سے ظاہر ہے کہ صرف پینے کو نہیں مگر جبکہ ثابت ہوا کہ اگرچہ کثیر ہے صرف پینے ہی کی اجازت دی ہے فان الصریح یفوق الدلالة (کیونکہ صراحت کو دلالت پر فوقیت حاصل ہے۔ ت) اور شخص خاص کے لئے یوں کہ اس میں اور مالک آب میں کمال انبساط و اتحاد ہے یہ اُس کے ایسے مال میں جیسا چاہے تصرف کرے اُسے ناگوار نہیں ہوتا۔

لان المعروف كالمشروط كما هو معروف في مسائل لاتحصى وفي الهندية عن السراج الوهاج ان كان بينهما انبساط يباح والا فلا ¹ ۔	کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے، اور یہ چیز بے شمار مسائل میں ہے، اور ہندیہ میں سراج الوہاج سے ہے کہ اگر ان دونوں کے درمیان بے تکلفی کا رشتہ ہو تو یہ مباح ہے ورنہ نہیں۔ (ت)
--	---

محیط و تجنیس و والوالحیہ و خانہ و بحر و در مختار میں ہے:

واللفظ له الماء المسبل في الفلاة لا يمنع التيمم ما لم يكن كثيرا فيعلم انه للوضوء ايضا قال ويشرب ما للوضوء ² ۔	لفظ در مختار کے ہیں وہ پانی جو جنگل میں سبیل کے طور پر ہو مانع تیمم نہیں تا وقتیکہ کثیر نہ ہو، اگر کثیر ہو تو معلوم ہوگا کہ یہ وضوء کے لئے بھی ہے۔ نیز فرمایا: جو پانی وضوء کیلئے ہے وہ پیا جائیگا۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

قوله المسبل اى الموضوع في الحباب لانباء السبيل قوله لا يمنع التيمم لانه لم يوضع للوضوء بل للشرب فلا يجوز الوضوء به وان صح قوله ما لم يكن كثيرا قال في شرح المنية الاولى الاعتبار بالعرف لبالكثرۃ الا اذا اشتبه ³ كلام ش۔ اقول: وانت (۱) تعلم ان ما ذكر الفقير	ان کا قول مسبل یعنی وہ پانی جو منکوں میں ہو مسافروں کیلئے، ان کا قول "لا يمنع التيمم" کیونکہ وہ وضوء کیلئے نہیں رکھا گیا ہے بلکہ پینے کیلئے ہے تو اس سے وضوء کرنا جائز نہیں اگرچہ صحیح ہے ان کا قول ما لم یکن کثیرا، شرح منیہ میں ہے بہتر یہ ہے کہ اعتبار عرف کا ہے نہ کہ کثرۃ کا، مگر جب مشتبہ ہو اھ کلام ش۔ (ت) میں کہتا ہوں جو کچھ فقیر نے ذکر کیا ہے
--	--

¹ سراج الوہاج

² الدر المختار باب التیمم مجتہبائی دہلی ۱/ ۳۵

³ ردالمختار باب التیمم مصر ۱/ ۱۸۵

اجمع واشمل وانفع واكمل۔

وہ جامع، مانع، زیادہ مفید اور مکمل ہے۔ (ت)

تبیین: یہ جو شخص خاص کی اجازت صراحۃً خواہ دلالتاً ہم نے ذکر کی اُس حالت میں ہے کہ پانی وقتِ اجازت بھی اجازت دہندہ کی ملک ہو اور اگر وقف کا پانی ہے تو اس میں نہ کسی کو تغیر کا اختیار نہ کسی کی اجازت کا اعتبار،

فی البحر ثم الدر من الوضوء مکروهہ الاسراف
 فیہ لوبساء النهر والمملوک له اما الموقوف علی
 من یتطهر به ومنه (۲) ماء المدارس فحرام
 ۱ اھ وفي ش عن الحلیة لانه انما یوقف ویساق
 لمن یتوضوء الوضوء الشرعی ولم یقصد
 اباحتها لغير ذلك ۲ اھ وفي ط تحت عبارة الدر
 السابقة قوله المسبل ای الموقوف الذی یوضع علی
 السبل قوله ما لم یکن کثیرا محل ذلك عنه عدم
 التیقن بانه للمشرب اما اذا تیقن انه للمشرب
 فیحرم الوضوء لان شرط الواقف کنص الشارع
 قوله (۳) وشرب ما للوضوء ظاہرہ وان لم یکن
 للضرورة وفيه انه لا یلزم مخالفة شرط الواقف ۳ اھ
 و اشار 'ش' الی الجواب عن هذا بقوله کأن الفرق ان
 الشرب اھم لانه لاحیاء النفوس بخلاف الوضوء
 لان له بدلا فیاذن صاحبه بالشرب منه عادة ۴ اھ

بحر اور در کے باب الوضوء میں ہے وضوء میں پانی کا
 اسراف مکروہ ہے خواہ نہر کا پانی ہو یا اپنا مملوک پانی ہو، اور جو
 پانی پاکی حاصل کرنے والوں کیلئے وقف ہوتا ہے، جس میں
 مدارس کا پانی بھی شامل ہے، اس کا اسراف عام ہے اھ اور
 'ش' میں حلیہ سے منقول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پانی
 انہی لوگوں کیلئے وقف ہے جو شرعی وضوء کرنا چاہتے ہیں،
 اور دوسروں کیلئے مباح نہیں ہے اھ اور 'ط' میں در کی سابقہ
 عبارت کے تحت فرمایا 'مسبل' وہ پانی جو راستوں میں
 وقف رکھا جاتا ہے اور اس کے قول مالکم یکن کثیرا اس کے
 مفہوم یہ ہے کہ جب یہ یقین نہ ہو کہ یہ پینے کیلئے ہے، اگر یہ
 یقین ہو کہ یہ پینے کیلئے ہے تو اس سے وضوء حرام ہے کیونکہ
 شرط واقف نص شارع کی طرح ہوتی ہے۔ اور ان کا قول
 "شرب ما للوضوء" کا بظاہر یہ مفہوم ہے کہ اگرچہ وہ پانی
 ضرورت کیلئے نہ ہو، اور اس میں یہ قباحت ہے کہ اس میں
 شرط واقف کی مخالفت ہے اھ اور 'ش' نے اس کے جواب کی
 طرف اشارہ کیا ہے۔ فرمایا، غالباً اس میں

۱ الدر المختار مکروہات الوضوء مجتہبائی دہلی ۱/ ۲۴

۲ رد المختار مکروہات الوضوء مصطفیٰ البانی مصر ۱/ ۹۸

۳ طحاوی علی الدر باب التیمیم بیروت ۱/ ۱۲۳

۴ رد المختار باب التیمیم مصطفیٰ البانی مصر ۱/ ۱۸۵

فرق یہ ہے کہ پانی کا پینا اہم ہے کیونکہ اس میں زندگی بچانا ہے جبکہ وضوء میں یہ چیز نہیں، کیونکہ وضوء کا متبادل ہوتا ہے اس لئے مالک عام طور پر پینے کی اجازت دے دیتا ہے (ت)

میں کہتا ہوں، یعنی یہ چیز عادی وقف کے وقت واقف کی نیت میں ہوتی ہے تو ایسی صورت میں شرط واقف کی خلاف ورزی لازم نہ آئے گی، یہ مراد نہیں کہ اب اجازت دی ہے، جیسا کہ "یاذن" کے لفظوں سے ظاہر ہے، کیونکہ وقف جب مکمل ہو جاتا ہے تو ملک واقف سے نکل جاتا ہے تو اس کی اجازت کا کوئی اثر نہ ہوگا، جیسا کہ ظاہر ہے میں نے پانی کے وقف کے سلسلہ میں ایک تحقیق کی ہے، اس کا جاننا ضروری ہے، تنویر اور دُر میں فرمایا (اور) صحیح ہے وقف ہر (منقول کا) قصدا جس میں لوگوں کا تعامل ہو (جیسے پھاؤڑا اور کلھڑی) بلائکہ (در اہم ودنا نیر کا) اور ناپ تول والی چیز کا، تو اس کو بچا جائے گا اور اس کی قیمت بطور مضاربت دی جائے گی یا بطور سامان۔ اس بنا پر اگر کسی شخص نے ایک بوری غلہ اس شرط پر وقف کیا کہ یہ ایک شخص کو قرض دیا جائے جو اپنے لئے کاشت کرتا ہو، اور جب اس کی کھیتی پک جائے تو اس سے یہ مقدار واپس لے لی جائے اور کسی دوسرے کو قرض دے دیا جائے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے تو یہ جائز ہے، خلاصہ اسی کتاب میں ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک گائے

اقول: ای یکون ذلک منویاً عند الوقف بحکم العادی فلا یلزم خلاف الشرط ولیس المراد حدوث الاذن الان كما یوهمه تعبیر یاذن فان الوقف اذا تم خرج عن ملكه فلا یعمل فیہ اذنه كما هو ظاهر (۱) لكن ههنا تحقیق شریف للعبد الضعیف فی بحث صحة وقف الماء لابد من التنبيه له قال فی التنویر والدر (و) (۲) صح وقف کل (منقول) قصدا (فیہ تعامل) للناس (کفأس وقدم) بل (ودراهم) (۳) ودنا نیر) ومکیل وموزون فیدباع ویدفع ثمنه مضاربة او بضاعة فعلى هذ (۴) لو وقف کرا على شرط ان یقرضه لمن لا یذر له لیزرعه لنفسه فاذا ادرك اخذ مقداره ثم اقرضه لغيره وهکذا جاز خلاصة (۵) وفيها وقف بقرة على ان مآخرج من لبنها اوسمنها للفقراء ان اعتادوا ذلک رجوت ان یجوز (۶) (وقدر وجنازة) وثیابها ومصحف وکتب لان التعامل یتروک به القیاس^۱ اه قال ش قال الرملى لكن فی الحاقها بمنقول فیہ تعامل نظر

^۱ الدر المختار باب الوقف مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۰

اس شرط پر وقف کی کہ اس کا دودھ اور گھی فقراء کے استعمال میں لایا جائے، تو اگر یہ چیز ان کی عرف میں ہے تو امید ہے کہ جائز ہے (اور دیگ اور جنازہ کی چارپائی) اور جنازہ کی چادریں اور مصحف اور کتابیں، کیونکہ تعامل کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے اھ

"ش" نے کہا کہ رملی نے فرمایا اس کو منقول سے ملانے میں جس میں تعامل ہو اعتراض ہے کہ اس کے عین کے باقی رہتے ہوئے اس سے انقاع نہیں ہوتا ہے اور گائے کا مسئلہ جس سے منہج میں استدلال کیا ہے ناقابل تسلیم ہے، کیونکہ اس کے دودھ اور گھی سے گائے کو باقی رکھتے ہوئے نفع حاصل کیا جاتا ہے اھ میں کہتا ہوں دراہم متعین کر دینے سے متعین نہیں ہوتے ہیں، تو ان کو باقی رکھتے ہوئے اگرچہ ان سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں، لیکن ان کا بدل ان کے قائم مقام ہے کیونکہ یہ خود متعین نہیں، تو گویا کہ یہ باقی ہیں۔ پھر فتح سے خلاصہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ انصاری جو اصحاب زفر سے تھے ان سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے دراہم یا کیلی یا وزنی چیز وقف کی تو کیا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ اُن سے دریافت کیا گیا کہ اس کی شکل کیا ہوگی؟ تو انہوں نے فرمایا دراہم مضاربت پر کسی کو دے دے پھر اُن کو اُس مقصد پر خرچ کرتا رہے جس کیلئے ان کو صدقہ کیا گیا تھا اھ میں نے ان کی بیان کردہ نص

اذھی مما لا ينتفع بها مع بقاء عينها وما استدل به في المنح في مسألة البقرة ممنوع بها قلنا اذ ينتفع بلبنها وسننها مع بقاء عينها اه قلت ان الدراهم لا تتعين بالتعيين فهي وان كانت لا ينتفع بها مع بقاء عينها لكن بدلها قائم مقامها لعدم تعيينها فكانها باقية ثم قال عن الفتح عن الخلاصة عن الانصاري وكان من اصحاب زفر فيمن وقف الدراهم او ما يكال او يوزن ايجوز قال نعم قيل وكيف قال يدفع الدراهم مضاربة ثم يتصدق بها في الوجه الذي وقف¹ اه ورأيتني كتبت عليه مانصه - اقول: هذا التعليل من العلامة الرملی لمنع وقف الدراهم وجواب المحشى بانها لا تتعين فكانها باقية ببقاء بدلها وما ذكر الامام الانصاري وتبعه في الخلاصة والفتح والدر وكثير من الاسفار الغر من طريق الابقاء في الدراهم والمكيل والموزون وما مر (اي في رد المحتار) من ان التأبيد معنى شرط صحة الوقف بالاتفاق على الصحيح وقد نص عليه محققو المشايخ كل ذلك يقضى بان الباء المسبل لا يكون وقفاً لعدم امكان

¹ رد المحتار باب الوقف مصطفى البابي مصر ۱۳/ ۴۱۰

پر لکھا ہے

اقول: عدم تسلیم کی یہ علت جو رملی نے بیان کی ہے دراہم کے وقف کے ممنوع ہونے کی بابت ہے اور محشی کا یہ جواب دینا کہ دراہم متعین نہیں ہوتے، تو اپنے بدل کے باقی رہنے کی وجہ سے باقی رہیں گے، اور جو امام انصاری نے ذکر کیا اور خلاصہ اور فتح اور در بہت سی کتب میں اس کی متابعت کی گئی ہے کہ کس طرح دراہم اور مکمل و موزون باقی رہتے ہیں اور جو گزرا (یعنی در مختار میں) یعنی صحت وقف کے شرائط میں سے اس کا ہمیشہ کیلئے ہونا ہے، یہی صحیح ہے اور اس پر اتفاق ہے اور محققین مشائخ نے اس پر نص کیا ہے، اور اس تمام بحث کا تقاضا یہی ہے کہ سبیل کا پانی وقف نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس کو ختم کئے بغیر اس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں، تو یہ اباحت قرار پائے گا نہ کہ وقف، ہاں سقایہ جو عمارت ہوتی ہے اس کا وقف کرنا متعارف ہو گیا ہے جیسا کہ پہل ہوتا ہے تو یہ صحیح ہے، اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ جب سقایہ وقف ہو تو پانی بھی اس کی متابعت میں وقف ہو گیا، اور اس پر اتفاق ہے جیسا کہ شرح میں گزرا، کیونکہ سقایہ میں مقصود تو پانی ہی ہے اور سقایہ تو تابع ہے تو معاملہ برعکس نہیں کیا جائے گا، اور پھر سقایہ کیونکر وقف مقصود ہو سکتا ہے تاکہ پانی اس کا تابع ہو

الانتفاع به الا باستهلاكه فيكون من باب الاباحة دون الوقف نعم (۱) السقاية بناء تعورف وقفه كالقنطرة فيصح ولا يقال ان في السقاية الموقوفة يصير الماء وقفاً (۲) تبعاً للسقاية وهو جائز وفاقاً كما تقدم في الشرح وذلك لان الماء هو (۳) المقصود بالسقاية وهي تتبع فلا يعكس الامر ولاي شي تجعل السقاية وقفاً مقصوداً فيتبعه الماء علا انه ان تتبع تتبع ما فيها دون الابدال المتعاقرة وليس الماء مما لا يتعين حتى يجعل بقاء الابدال بقاءه مع (۴) ان لي نظراً في هذا العذر فقد افادش في فصل في التصرف في المبيع والتمن ان عدم تعين النقد ليس على اطلاقه بل ذلك في المباع^۱ وضات الخ وذكر تفصيلاً وقع فيه خلط وخط من الناسخين نبهت عليه فيما عقلت عليه وقال (۵) قبله في البيع الفاسد الدراهم والدنانير تتعين في الامانات والهبة والصدقة والشركة والمضاربة والغضب^۲ اه فالوقف اشبه شيئ بالصدقة بل هو منها عند الامام ويظهر لى والله تعالى اعلم ان النقدين والتجارات ناميات

^۱ رد المحتار فصل في التصرف في البيع البابي مصر ۱۸۵ / ۳

^۲ رد المحتار فصل في التصرف في البيع البابي مصر ۱۸۵ / ۳

علاوہ ازیں یہ کہ اگر پانی تابع ہو بھی تو اسی قدر تابع ہوگا جو سقاییہ میں موجود ہے نہ کہ اس کے بدل جو بار بار لوٹ کر آرہے ہیں اس کے تابع ہوں، اور پانی ایسی چیز نہیں جو متعین نہ ہوتا کہ بدل کے باقی رہنے کو اس کی بقاء قرار دیا جائے۔ مجھے اس عذر پر اعتراض ہے "ش" نے "تصرف فی المبیع والشن" کی بحث میں فرمایا کہ نفوذ کا غیر متعین ہونا مطلق نہیں، یہ صرف معاوضات میں ہے الخ پھر انہوں نے اس میں ایک تفصیل ذکر کی جس میں ناقلین سے کچھ خلطِ محث ہو گیا، میں نے اس پر جو تعلیقات کی ہیں ان میں اس پر تنبیہ کی ہے، اور اس سے قبل باب 'بیع فاسد' میں فرمایا: اور دراہم ودنانیر، امانات، ہبہ، صدقہ، شریکۃ، مضاربۃ اور غصب میں متعین ہو جاتے ہیں اھ۔ وقف صدقہ سے بہت مشابہ چیز ہے بلکہ امام کے نزدیک صدقہ ہی ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں (واللہ تعالیٰ اعلم)

کہ سونا چاندی اور تجارتی معاملات شرعاً اور حساباً نامی چیزیں ہیں تو ان کی بقاء ان کی نماز کے باعث ہوگی، کیوں کہ ان سے جو چیز متولد ہوتی ہے وہ یہی ہے، تو ان کی مالیت اُس درخت کی طرح ہوگی جو باقی رہتا ہے اور موسم پر اس کا پھل آتا رہتا ہے اور جو بھی صورت ہو بہر حال اس پر پانی کو قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر کسی نے ایک حوض سے پانی کا ایک کوزہ بھرا

شرعاً وحسباً فبقاؤھا بنماء ھا اذھی الاصل المتولد منه فتشبه مالیتھا شجرة تبقي فتؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا وکیفما کان لایقاس علیھا الماء وقد عللوا ما اذا ملأ صبی کوزا من حوض ثم صبه فیہ لایحل لاحد شربه بان الصبی ملک ما اخذه من ماء الحوض المباح فاذا صبه فیہ اختلط ملکہ به فامتنع استعماله¹ کہا فی الحدیقة الندیة اخر نوع العشرين من آفات اللسان وغمز العیون من احکام الصبیان والطحطاوی من فصل فی الشرب وفي هذا الكتاب اعنی ش من الفصل المذكور عن ط عن الحموی عن الدراية عن الذخيرة والمنية وقد جعلوا ماء الحوض مباحاً ولو كان وقفاً لم یملکہ الصبی باخذه فی کوزه فان (۱) الوقف لایملک وقد عرفه شمس الائمة السرخسی بانه حبس المملوک عن التملیک عن الغیر² اھ کہا فی ش بخلاف غلة ضیعة موقوفة علی الذراری فانهم یملکونها عند ظهورھا فمن مات منهم بعدة یورث عنه قسطه کہا یاتی فی الكتاب فان الوقف هی الضعیفة وهذه نماءھا۔

¹ الحدیقة الندیة النوع العشرين من آفات اللسان رضویہ فیصل آباد ۲/۲۶۹

² رد المحتار کتاب الوقف البابي مصر ۳/۳۹۲

پھر اس کو اس میں انڈیل دیا، تو اب اس حوض کا پانی کسی کو پینا جائز نہیں اور اس کی علت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ سچے نے مباح حوض سے جو پانی لیا، وہ پانی اس کی ملکیت میں آگیا، اور پھر اُس پانی کو جب اسی حوض میں ڈال دیا تو اس کی ملک اس کے ساتھ مخلوط ہو گئی تو اب اس کا استعمال ممنوع ہو گیا، حدیقہ ندیہ آفات اللسان، بیسویں نوع کا آخر۔ غمز العیون، بچوں کے احکام۔ طحطاوی، فصل شرب۔ اور اش' میں، مذکور فصل میں 'ط' سے 'حموی' سے 'درایہ' سے 'ذخیرہ' سے 'اور منیہ' سے ہے کہ فقہاء نے حوض کے پانی کو مباح قرار دیا ہے، اگر یہ پانی وقف ہوتا تو بچہ اس کو کوزہ میں لینے سے اس کا مالک نہ ہو جاتا، کیونکہ وقف پر ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ شمس الائمہ سرخسی نے وقف کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ مملوک کو تملیک سے روکنا ہے، یعنی غیر اس کا مالک نہیں ہو سکتا جیسا کہ "ش" میں ہے، یہ اس کے خلاف ہے کہ کوئی شخص ذریت پر کسی زمین کی آمدنی وقف کر دے، کیونکہ جب یہ آمدنی ظاہر ہوگی تو ذریت اس کی مالک ہو جائے گی، ذریت میں سے جو اس کے بعد وفات پائے گا اس کی میراث جاری ہوگی، جیسا کہ کتاب میں آئے گا، کیونکہ وقف تو زمین ہے اور یہ اس کا "نماء" ہے۔ (ت)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کتاب کے وضو کی بحث میں گزرا ہے، اس وضوء کے مکروہات میں اسراف ہے الی آخر مانقلہ میں کہتا ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد سبیل کا پانی ہے جو وقف ہو، جیسا کہ مدارس، مساجد، سقایات کا پانی جو ان کے اوقاف کی آمدنی سے بھرا جاتا ہے، کیونکہ اس پانی کا کوئی مالک نہیں، اور اس کو فقط اُسی جہت میں صرف کیا جاسکتا ہے جو اُس کے واقف نے اس کیلئے متعین کی ہے، اور یہی وقف کا حکم ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی ملک سے پانی کی سبیل لگائے تو وہ وقف نہ ہوگی، خواہ وہ مکلوں میں ہو یا چھوٹے گھروں میں یا حوضوں اور سقاویوں میں، کیونکہ اُس سے تو صرف اتنا مقصود ہے کہ پانی مالک کی ملک میں رہتے ہوئے لوگوں کیلئے مباح کر دیا جائے تو اس میں سچے کے کوزہ کا مذکورہ مسئلہ نہیں چلے گا، مجھ پر یہی ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ یہی

فان قلت: اليس قد تقدم في وضوء الكتاب مانصه
مكروهه الاسراف فيه الى آخر مامر نقله
اقول: وبالله التوفيق (١) المراد به الماء المسبل
بمال الوقف كماء المدارس والمساجد والسقايات
التي تسبل من اوقافها فان هذا الماء لا يملكه احد
ولا يجوز صرفه الا الى جهة عينها الواقف وهذا هو
حكم الوقف اما (٢) الماء الذي يسلبه المرء من
ملكه فلا يصير وقفاً سواء كان في الحباب او الجرار
او الحياض او الكسقايات انما غايته الاباحة
يتصرف فيها الناس وهو على ملكه فلا تتأق في
مسألة كوزا لصبي المذكورة هذا ما ظهر لي وارجو ان
يكون هو الصواب * باذن الملك الوهاب * وله الحمد
وعلى حبيبہ الكريم والال والاصحاب، صلاة

وسلام ید و مان بلا عدد ولا حساب اُمین۔

صحیح ہوگا.... (ت)

(۳۰) قول: یوں ہی مسجد کے سقائے^۱ یا حوضِ جواہلِ جماعتِ مسجد کی طہارت کو بھرے جاتے ہیں اگر مالِ وقف سے بھرے گئے ہوں تو مطلقاً جب تک ابتدا سے واقف کی اجازت ثابت نہ ہو اور کسی نے اپنی ملک سے بھروائے ہوں تو بے اس کی اجازت قدیم خواہ جدید کے گھروں میں اُن کا پانی اگرچہ طہارت ہی کیلئے لیجانا روا نہیں طہارت ہو جائیگی مگر گناہ ہوگا اجازت واقف و مالک کی وہی تفصیل ہے جو آبِ سبیل میں گزری والدلیل الدلیل (اور دلیل بھی وہی ہے جو پہلے گزر چکی ہے) جاڑوں^۲ میں کہ سقائے گرم کئے جاتے ہیں بعض لوگ گھروں میں پانی لے جاتے ہیں اس میں بہت احتیاط چاہئے کہ غالباً بے صورتِ جواز واقع ہوتا ہے۔

اماماً فی الخانیۃ ثم الهندیۃ من کتاب الشرب
 یجوز ان یحمل ماء السقایۃ الی بیتہ لیشرَب اہلہ
 اھ۔ فہو فی المعد للشرَب بدلیل اخرہ و صدرہ
 اختلافوا فی التوضی بماء السقایۃ جوز بعضهم وقال
 بعضهم ان کان الماء کثیرا یجوز والا فلا و کذا کل
 ماء اعد للشرَب حتی قالوا فی حیاض التی اعد
 للشرَب لا یجوز فیہ التوضی ویمنع منه وھو
 الصحیح و یجوز ان یحمل الخ بناء علی ان الذی
 (۳) یعد للشرَب لا یمنع منه مخدرات الحجال
 وبالجملة لاشک ان المبنى العرف فان (۴) علمنا ان
 المسبل للشرَب خص به الواردین ولا یرضی بحملہ
 الی البیوت لم یجز ذلك قطعاً بل لو علم خصوص فی
 المارة لم یجز لغيرهم من الواردین کما یفعلہ
 بعض الجهلة فی عشرة المحرم بسبل

پھر خانیہ اور ہندیہ کے کتاب الشرب میں ہے کہ اگر کوئی
 شخص سقایہ کا پانی اپنے گھر بیوی بچوں کو پلانے کیلئے لے
 جائے تو جائز ہے اھ تو اس سے مراد وہ پانی ہے جو خاص پیئے
 ہی کیلئے رکھا گیا ہو، عبارت کا اڈل و آخر یہی بتاتا ہے۔ اس میں
 فقہاء کا اختلاف ہے کہ "سقایہ" کے پانی سے وضوء جائز ہے یا
 نہیں، بعض نے جواز کا قول کیا، اور بعض نے کہا کہ اگر پانی
 زائد ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور یہی حکم ہر اُس پانی کیلئے ہے
 جو پیئے کیلئے رکھا گیا ہو، یہاں تک فقہاء نے اُس حوض کی
 بابت بھی یہی فرمایا ہے جو پیئے کیلئے بنایا گیا ہو کراس میں
 وضوء جائز نہیں، اور اگر کوئی کرے تو اس کو منع کیا جائیگا، اور
 یہی صحیح ہے۔ اور یہ جائز ہے کہ وہ پانی گھر لے جائے الخ اس
 کی بنیاد یہ ہے کہ جو پانی پیئے کیلئے رکھا جائے اس سے پردہ
 نشینوں کو محروم نہ رکھا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ اصل دار و مدار
 عُرف پر ہے۔ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ سبیل کا پانی پیئے
 کیلئے ہے اور وہی لوگ اس سے

^۱ ہندیۃ الباب الاول من کتاب الشرب پشاور ۵/ ۳۹۱

<p>استفادہ کر سکیں گے جو اس پر وارد ہوں تو ایسے پانی کو گھر نہیں لے جایا جاسکتا ہے بلکہ اگر بطور خاص گزرنے والوں کیلئے ہے تو دوسرے وارد ہونے والوں کو اس کا استعمال جائز نہ ہوگا، چنانچہ بعض جاہل محرم کے عشرہ میں پانی یا دودھ کی سبیل تعزیر کے ساتھ گزرنے والوں کے لئے بطور خاص لگاتے ہیں، یہ بدعت محدثہ ہے، اس کا استعمال دوسروں کو جائز نہیں بلکہ اگر ایک تعزیر کے لئے جائز ہے تو دوسرے تعزیر کے شرکاء کو اس کا استعمال جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ بزازیہ میں ہے (متفرقات کراہیہ میں) (ت) سقایہ کا پانی گھر والوں کیلئے لے جانا اگر اس کی اجازت ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں اہ اور یہ بعینہ وہی ہے جو میں نے کہا ہے ولله الحمد (ت)</p>	<p>الماء والشربة لمن مع الضريح المختلق بدعة محدثة يسبوها تعزية فلا يجوز شره لغيرهم وان جعلوه لمن مع الضريح الفلاني لم يجز لاهل ضريح وغيره والله تعالى اعلم لا جرم ان قال في متفرقات كراهية البزازية حمل ماء السقاية الى اهله ان مادونا للحمل يجوز والا لا¹ اھ۔ وهذا عين ما قررت والله الحمد۔</p>
--	---

(۳۱) سفر میں طہارت کو پانی پاس ہے مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو اب یا بعد کو یہ یا اور کوئی مسلمان یا اس جانور اگرچہ وہ کُتّا جس کا پالنا جائز ہے پیاسارہ جائے گا یا آٹا گوند ہنے یا اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے مانع نماز نہ رہے پانی نہ ملے گا تو ان صورتوں میں اس پانی سے طہارت اگرچہ ہو جائے گی منع ہے بلکہ اپنے یا دوسرے مسلمان کے ہلاک کا خوف غالب ہو تو سخت حرام ہے ان سب صورتوں میں تیمم کرے اور پانی محفوظ رکھے ہاں^۲ جانوروں کی پیاس کیلئے اگر وضو یا غسل کا پانی کس برتن میں رکھ سکتا ہے تو طہارت فرض ہے اور تیمم باطل۔

اقول: یوں^۳ ہی اگر طہارت اس طرح ممکن ہو کہ پانی مستعمل نہ ہونے پائے جس کا طریقہ پرنا لے وغیرہ میں وضو کرنے کا ہم نے رحب الساحة میں بیان کیا تو اعذار مذکورہ سے کوئی عذر معج تیمم نہ ہوگا اور طہارت فرض ہوگی کمالا یخفی۔ بحر الرائق ودر مختار میں ہے:

<p>عبارت دُر کی ہے (جو شخص بوجہ خوف دشمن یا پیاس پانی کے استعمال سے عاجز ہو) خواہ اپنے کُتے یا رقیق قافلہ کیلئے، اب یا آئندہ، اور اسی طرح آٹا گوند ہنے کیلئے یا نجاست دور کرنے کیلئے، اور</p>	<p>والنظم للدر (من عجز عن استعمال الماء لخوف عدو او عطش) ولو لكلبه اور رقيق القافلة حالا او مالا وكذا لعجين او ازالة نجس وقيد ابن الكمال عطش</p>
---	--

¹ بزازیہ الہندیۃ التاسع فی المتفرقات من الکراہیۃ پیشاور ۶/۷۲۷

دوابہ بتعذر حفظ الغسالة لعدم الاناء (تیمم ^۱)۔	ابن الکمال نے یہ قید لگائی کہ اس کے جانور پیاسے رہ جائیں گے کہ برتن نہ ہونے کی وجہ سے وہ دھوون کو محفوظ نہیں رکھ سکتا ہے (تو ایسی صورتوں میں وہ تیمم کرے)۔ (ت)
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>قوله ولو لكلبه قيده في البحر والنهر بكلب الماشية والصيد ومفاده انه لو لم كذلك لا يعطى هذا الحكم والظاهر ان كلب الحراسة للمنزل مثلها ط قوله اور فيق القافلة سواء كان رفيقه المخالط له و آخر من اهل القافلة بحرو عطش دابة رفيقه كعطش دابته نوح قوله حالا او مالا ظرف لعطش اوله و لرفيق على التنازع كما قال ح اي الرفيق في الحال او من سيحدث له قال سيدي عبد الغني فمن عنده ماء كثير في طريق الحاج او غيره وفي الركب من يحتاج اليه من الفقراء يجوز له التيمم بل ربما يقال اذا تحقق احتياجهم يجب بذله اليهم لاحياء مهجهم قوله وكذا لعجين فلو احتاج اليه لاتخاذ المرققة لا يتم لان حاجة الطبخ دون حاجة العطش بحر قوله وازالة نجس اي اكثر من قدرا لدرهم وفي الفيض لومعه ما يغسل بعض النجاسة</p>	<p>اس کا قول اور اگرچہ اپنے کتے کیلئے، اس کتے کو بحر و نہر میں، اُس کتے سے مقید کیا گیا ہے جو مویشی کی حفاظت یا شکار کیلئے رکھا گیا ہو، اُس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہ ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ گھر کی حفاظت کیلئے جو کتا پالا جائے اس کا بھی یہی حکم ہے ط، اس کا قول یا رفیق قافلہ کیلئے عام ازیں کہ وہ اس کا اپنا شریک رفیق ہو یا دوسرا ہو اہل قافلہ سے (بحر) اور اس کے ساتھی کی سواری کے پیاسا رہ جانے کا خطرہ ایسا ہی ہے جیسا کہ خود اس کی اپنی سواری کے پیاسا رہ جانے کا خطرہ ہے (نوح) اس کا قول حالاً او مائلاً، عطش کا ظرف ہے یا اس کا اور رفیق کا برسمیل تنازع ہے جیسا کہ "ح" نے فرمایا یعنی رفیق فی الحال یا من سجدت لہ، عبد الغنی نے فرمایا جس کے پاس حاجیوں وغیرہ کے راستے میں زائد پانی ہو، اور قافلہ میں کوئی فقیر پانی کا ضرورت مند ہو، تو اس کو تیمم جائز ہے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر اُس پانی کی ضرورت واقعی اہل قافلہ کو ہو تو ان کی زندگیاں</p>
--	--

^۱ الدر المختار باب التیمم مجتہبائی و بلی ۱/۱۳۱

بچانے کیلئے پانی صرف کرنا واجب ہے قولہ وکذا للعجین، تو اگر کسی کو شوربہ بنانے کیلئے پانی کی ضرورت ہو تو تیمم جائز نہ ہوگا کیونکہ کھانا پکانے میں جو ضرورت ہے وہ پیاس سے کم ہے، بحر، قولہ اوازالتہ نجس، اس سے مراد نجاست ہے جو ایک درہم سے زائد ہو، اور فیض میں ہے، اگر اس شخص کے پاس اتنا پانی موجود ہو کہ کچھ نجاست کو دھولے گا تو دھونا لازم نہیں اہ۔ میں کہتا ہوں اس میں یہ قید لگانی چاہئے کہ یہ نجاست درہم سے کم نہ ہو، تو اگر اس کے کپڑے کے دونوں جانب نجاست ہو، اور ایک طرف دھونے سے دوسری طرف باقی رہتی ہو، مگر ایک درم سے کم رہتی ہے تو اس کا دھونا لازم ہے اہ۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہاں کئی بحثیں ہیں:

پہلی بحث: گھر کی حفاظت کیلئے جو کتا پالا گیا وہ ریوڑ کی حفاظت کے کتے کے برابر بلکہ اُس سے اولیٰ ہے، اسی طرح شکار کے کتے کی مانند ہے، جبکہ شکار کھانے کی ضرورت ہو کیونکہ مال جان کا ہم پلہ ہے ورنہ تو وہ اولیٰ ہے، اور بہر صورت یہ چیز دونوں کے منطوق سے ثابت ہے، اور یہ محل استظہار نہیں اور اس لئے میں نے کہا ہے، وہ کتا جس کا پالنا جائز ہو، اور حدیث صحیح میں ہے مگر شکار، کھیتی یا جانوروں کا کتا۔

دوسری بحث: "رفیق قافلہ" کی قید اتفاقی ہے کیونکہ عام طور پر دو یا دو سے زیادہ قافلے چلتے ہیں اور ایک قافلے کا آدمی دوسرے کا رفیق شمار نہیں ہوتا، اور یہ حکم اس کے ساتھ خاص نہیں جو اُس کے قافلہ

لا یلزمہ اہ۔ قلت: وینبغی تقييده بما اذا لم تبلغ اقل من قدر الدرهم فاذا كان في طرفي ثوبه نجاسة وكان اذا غسل احد الطرفين بقي ما في الطرف الآخر اقل من قدر الدرهم يلزمه¹ اقول: ههنا اباحت الاول كلب حراسة المنزل مساو لكلب الماشية بل اولی ولكلب الصيدان كان الحاجة اليه للاكل فان المال شقيق النفس والا فاولی وعلى كل هو ثابت منهما بالفحوى فليس (١) هذا محل الاستظهار ولذا عبرت بكلب يحل اقتناؤه وفي الحديث الصحيح الا كلب صيد او زرع او ماشية² الثاني قيد (٢) رفيق القافلة وفاقی فریباً تسایر قافلتان او اکثر ولا یعد من فی احدهما رفيق من فی الاخری والحکم لا یختص بمن فی قافلته فان احياء مهجة المسلم فريضة على الاطلاق فلذا غیرته وبمسلم عبرته۔

¹ رد المحتار باب التیمم البابی مصر ۱۷۳

² صحیح للمسلم باب الامر بقتل الکلاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۱/۲

میں کہتا ہوں، بظاہر اس میں ذمی بھی شامل ہے، کیونکہ جو حقوق ہمارے لئے ہیں وہی ذمیوں کیلئے بھی ہیں، اور جو فرائض ہم پر ہیں وہ ذمیوں پر بھی ہیں، ہاں حربی کی جان کی کوئی حرمت نہیں ہے، بلکہ ہمیں اُس کے فنا کر دینے کا حکم ہے، تو ہم پر اس کی زندگی بچانے کی سعی کیونکر لازم ہوگی؟ اس لئے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر کسی جنگل میں ایک کتا اور ایک حربی ملے اور دونوں پیاس سے مر رہے ہیں اور اس کے پاس صرف اتنا پانی ہو کہ ایک بچ سکتا ہو تو کتے کو پلا دے اور حربی کو مرنے کیلئے چھوڑ دے، اور جو شخص ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہو وہ حربی ہے، کیونکہ فقہاء کی تصریح کے مطابق مرتد حربی ہے، اور یہ سب حربی ہیں ہم نے اس کی تصریح المقالة المسفرة عن حکم البدعة المکفرة میں کر دی ہے۔

تیسری بحث: کسی دوست کی پیاس کیلئے تیمم کرنا جس کی ملاقات متوقع ہو، اس میں یہ قید لگانا ضروری ہے کہ اس دوست کے قافلے کے ساتھ ملنا یقینی ہو، اور اس کے پاس پانی نہ ہو، ورنہ محض وہم کی بنیاد پر تیمم جائز نہیں۔

چوتھی بحث: ضرورت کا یہ مفہوم لینا کہ وہ وقت محسوس طور پر موجود ہو، درست نہیں، اور نہ ہی اس پر پانی کا خرچ کرنا موقوف ہے، چنانچہ فقہاء کا قول ہے "لخوف عطش" اور اس کا ذہن ثابت ہونا، اگر اس سے یقین مراد ہو تو ایسا ہی ہے، کیونکہ فقہ میں ظن غالب کا حکم وہی ہے جو یقین کا ہے یا جو یقین کو

اقول: (۱) ویدخل فی الحکم الذمی فیما یظهر فان لهم مالنا وعلیهم ماعلینا نعم الحربی لاحرمۃ لروحہ بل امرنا بأفنائہ فکیف یلزمنا السعی فی ابقائہ ولذا صرحوا (۲) ان لو وجد فی بریۃ کلباً وحربیا یموتان عطشاً ومعہ ماء یکفی لاحدهما یسقی الکب ویخلى الحربی یموت ومن (۳) الحربیین کل رجل یدعی الاسلام وینکر شیئاً من ضروریات الدین لان المرتد حربی کما نصوا علیہ وهم مرتدون کما حققناه فی المقالة المسفرة ۱۲۹۹ھ عن حکم البدعة المکفرة۔

الثالث التیمم لعطش رفیق سیحدث یجب تقييده بما اذا تبين لحوقه وانه لاماء معه والا فلا يجوز التیمم للتوهم الرابع (۴) تحقق الاحتیاج بمعنی ثبوته عیناً لا یتوقف علیہ وجوب البذل الا تری الی قولهم لخوف عطش وبمعنی ثبوته ذهنی ان ارید به الیقین فکذا (۵) فان الظن الغالب ملتحق به فی الفقه او مایشمله فلا محل للترقی اذ علیہ یدور الحکم والظن المجرد مثل الوهم الخامس (۶) حاجة الطبخ لیست دون حاجة العطش اذ الم یتأت الاکل

شامل ہو، تو ترقی کا کوئی محل نہیں، کیونکہ حکم کا دار و مدار اسی پر ہے اور محض ظن تو وہم کے حکم میں ہے۔
پانچویں بحث: پکانے کی حاجت پیاس کی حاجت سے کم نہیں جبکہ وہ چیز بلا پکائے نہ کھائی جاسکتی ہو، مثلاً آٹا گوند ہنایا پیاس کے برابر ہے، کیونکہ عام لوگ آٹا پھانک کر زندہ نہیں رہ سکتے ہیں، تو آٹا گوند ہناروٹی پکانے کیلئے ہے اور یہ بھی پکانے کا ایک حصہ ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے کہ شوربہ کی ضرورت پیاس کی ضرورت سے کم ہے۔

الا بالطبخ الاترى ان حاجة العجن ساوت حاجة العطش لان عامة الناس لا يمكنهم التعيش باستغاف الدقيق فما العجن الا للخبز وما هو الامن الطبخ فالاولى ان يقال ان حاجة المرققة دون حاجة العطش السادس (۱) قيد الزيادة على درهم مساحة او مثقال زنة في النجاسة الغليظة اما الخفيفة فبقدره بالربع فلذا عبرت بالقدر المانع السابع ما بحث السيد ش في تقليل النجاسة حسن وجيه فلذا عبرت بمالا يبقیها مانعة۔

چھٹی بحث: ایک درہم سے زیادہ ہونے کی قید پیمائش میں اور ایک مثقال سے زیادہ کی قید وزن میں، نجاست غلیظہ میں ہے اور خفیفہ میں اس کی تقدیر چوتھائی سے ہے اسی لئے میں نے یہ تعبیر کی ہے کہ "جس سے مانع نماز نہ رہے۔"
ساتویں بحث: سید اش' نے نجاست کی کمی میں جو بحث کی ہے وہ بہت اچھی ہے اس لئے میں نے اس کی تعبیر "مالا یبقیہا مانعة" سے کی ہے۔ (ت)

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۱۳۳۴ھ

(رسالہ ضمنیہ) عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی

(بچے کے حاصل کردہ پانی کے احکام کے متعلق نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطیہ)

(۴۸ تا ۳۲) نابالغ^۲ کا بھرا ہوا پانی یہ مسئلہ بہت طویل الذیل و کثیر الشقوق ہے کتابوں میں اس کی تفصیل تام درکنار بہت صورتوں کا ذکر بھی نہیں فقیر بتوفیق القدر امید کرتا ہے کہ اس میں کلام شافی و کافی ذکر کرے فاقول وبالله التوفیق پانی تین قسم ہیں ۱ مباح غیر مملوک^۲ مملوک غیر مباح^۳ مباح مملوک
اول: دریاؤں نہروں کے پانی تالاب جھیلوں ڈبروں کے برساتی پانی مملوک کنوئیں کا پانی کہ وہ بھی جب تک بھرا نہ جائے کسی کی ملک نہیں ہوتا جس کی تحقیق ابھی گزری مساجد وغیرہ کے حوضوں سقاویوں کا پانی کہ مال وقف سے بھرا گیا اس کا بیان بھی گزرا یہ سب پانی مباح ہیں اور کسی کی ملک نہیں۔
دوم: برتنوں کا پانی کہ آدمی نے اپنے گھر کے خرچ کو بھرا یا بھرا کر رکھا وہ خاص اس کی ملک ہے۔ بے اس کی

اجازت کے کسی کو اس میں تصرف جائز نہیں۔

سوم: سبیل یا سقایہ کا پانی کہ کسی نے خود بھرایا اپنے مال سے بھروایا بہر حال اس کی ملک ہو اور اس نے لوگوں کیلئے اس کا استعمال مباح کر دیا وہ بعد اباحت بھی اُسی کی ملک رہتا ہے یہ پانی مملوک بھی ہے اور مباح بھی۔ ظاہر ہے کہ قسم اخیر کا پانی بالغ بھرے یا نابالغ کچھ تفاوت احکام نہ ہوگا کہ لینے والا اس کا مالک ہی نہیں ہوتا۔ یوں ہی قسم دوم میں جبکہ مالک نے اسے بطور اباحت دیا ہاں اگر مالک کیا تو اب فرق احکام آئے گا اور اگر بے اجازت مالک لیا یا دونوں قسم اخیر میں مالک بوجہ صغریٰ جنون اجازت دینے کے قابل نہ تھا تو وہ آب معسوب ہے۔ زیادہ تفصیل طلب اور یہاں مقصود بالبحث قسم اول ہے اس کیلئے تنقیح اول: (۱) ان اصول پر نظر لازم جو اموال مباحہ جیسے آب مذکور یا جنگل کی خود رو گھاس پیڑ پھل پھول وغیرہ پر حصول ملک کیلئے ہیں کتب میں اس کے جزئیات میں متفرق طور پر مذکور ہوئے جن سے نظر حاضر ایک ضابطہ تک پہنچنے کی امید رکھتی ہے واللہ الہادی۔

فاقول: وبہ استعین یہ تو ظاہر ہے کہ مباح^۱ چیز احراز و استیلا سے ملک ہو جاتی ہے اول بار جس کا ہاتھ اُس پر پہنچا اور اس نے اپنے قبضے میں کر لیا اُسی کی ملک ہو جائیگی مگر یہ قبضہ کبھی دوسرے کی طرف منتقل ہوتا اور اُس کا قبضہ ٹھہرتا ہے اس کی تفصیل یہ^۲ ہے کہ مال مباح کا لینے والا دو حال سے خالی نہیں اُس شے کو اپنے لئے لے گا یا دوسرے کیلئے بر تقدیر ثانی بطور خود یا اس سے کہے سے بر تقدیر ثانی بلا معاوضہ^۳ یا با جرت بر تقدیر ثانی اُس دوسرے کا اجیر^۴ مطلق ہے جیسے خدمتگار یا خاص اسی مباح کی تحصیل کیلئے اجیر کیا بر تقدیر ثانی اجارہ^۵ وقت معین پر ہو مثلاً آج صبح سے دوپہر تک یا بلا تعین بر تقدیر ثانی وہ شے مباح^۶ متعین کر دی تھی۔ مثلاً یہ خاص درخت یا یہاں سے یہاں تک کہ یہ دس پیڑ یا اس قطعہ مخصوصہ کا سبزہ یا اس حوض کا سارا پانی یا یہ تعین بھی نہ تھی بر تقدیر ثانی اجیر^۷ قبول کرتا ہے کہ یہ شے میں نے مستاجر کیلئے لی یا نہیں بر تقدیر ثانی اگر اس شے کا احراز مثلاً کسی ظرف میں ہوتا ہو تو وہ ظرف^۸ مستاجر کا تھا یا نہیں، یہ نو^۹ صورتیں ہوں گی۔ ان میں صورت اولیٰ میں تو ظاہر ہے کہ وہ شے اُسی قبضہ کرنے والے کی ملک ہوگی دوسرے کو اس سے علاقہ ہی نہیں، یوں ہی صورت دوم میں بھی کہ شرع مطہر نے سبب ملک استیلا رکھا ہے وہ اس کا ہے دوسرے کیلئے محض نیت اس ملک کو منتقل نہ کر دے گی۔ فتح القدیر میں ہے:

<p>لو قیل علیہ هذا اذا استولى علیہ بقصدہ لنفسه فاما اذا قصد ذلك لغیره فلم لایکون للغیر یجاب بأن اطلاق نحو قوله صلى الله تعالى علیہ وسلم الناس</p>	<p>اگر اس پر کہا جائے کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس پر استیلاء کیا اور قصد اپنے نفس کے لئے کیا، اور اگر کسی دوسرے کیلئے اس کا ارادہ کیا، تو یہ غیر کیلئے کیوں نہ ہوگا، اس کا یہ جواب ہے کہ حضور</p>
---	--

<p>شركاء في ثلاث لا يفرق بين قصد وقصد¹ اھ۔ وكتبت عليه۔ اقول: الاحراز سبب الملك وقد تم له فملك ولا ينتقل لغيره بمجرد القصد كمن شري غير مضاف الى زيد ونيته انه يشترى به لزيد لم يكن لزيد۔</p>	<p>صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "لوگ تین چیزوں میں شریک ہیں" ایک قصد اور دوسرے قصد میں فرق نہیں کرتا ہے اھ اس پر میں نے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں حاصل کر لینا اسباب ملک میں سے ہے اور ملک اس کیلئے تام ہو چکی ہے اور وہ مالک ہو گیا اور یہ ملک دوسرے کی طرف محض قصد کی وجہ سے منتقل نہ ہوگی، جیسے کوئی شخص کوئی چیز خریدے اور اس کو زید کی طرف مضاف نہ کرے اور نیت یہ ہو کہ وہ زید کیلئے ہے، تو وہ زید کیلئے نہ ہوگی۔ (ت)</p>
--	--

اسی طرح صورت سوم میں بھی کہ تحصیل¹ مباح کیلئے دوسرے کو اپنا نائب و وکیل و خادم و معین بنانا باطل ہے در مختار کتاب
الشركة فصل شرکت فاسدہ میں ہے:

<p>التوكيل في اخذ المباح لا يصح²۔</p>	<p>مباح چیز کو لانے کیلئے کسی کو وکیل بنانا درست نہیں ہے۔ (ت)</p>
--	---

جامع الصغار فصل کراہیت میں ہے:

<p>الاستخدام في الاعيان المباحة باطل³۔</p>	<p>اعیان مباحہ میں استخدام باطل ہے۔ (ت)</p>
---	---

فتح القدیر میں ہے:

<p>الشرع جعل سبب ملك المباح سبق اليد اليه فاذا وكله به فاستولى عليه سبق ملكه له ملك الموكل⁴۔</p>	<p>شریعت نے مباح اشیاء میں ملک کا سبب سبقت ید کو بتایا ہے، تو جب کسی نے اس پر کسی کو وکیل بنایا اور اس نے اس پر استیلاء حاصل کر لیا موکل کی ملک اس پر ثابت ہو جائیگی تو وکیل مالک ہو جائیگا۔ (ت)</p>
---	--

ہندیہ اجارات باب ۱۶ میں قنیہ سے ہے:

¹ فتح القدیر فصل فی شرکت فاسدہ نوریہ رضویہ کھر ۱۵/۳۱۰

² الدر المختار شرکت فاسدہ مجتہائی دہلی ۱/۴۷۳

³ جامع احکام الصغار مع جامع الفصولین الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۷

⁴ فتح القدیر فصل فی شرکت الفاسدۃ کھر ۱۵/۳۱۰

نصیر (ابن یحییٰ نے) کہا، میں نے کہا (یعنی امام ابو سلیمان الجوزجانی کو) اگر کسی شخص نے لکڑیاں جمع کرنے یا شکار کرنے کیلئے دوسرے شخص کی مدد حاصل کی (یعنی بلا اجر) فرمایا اس صورت میں لکڑیاں اور شکار اُسی کا ہے جس نے کیا ہو، اور اسی طرح شکاری کا ایک مرتبہ جال ڈال کر شکار نکالنا، ہمارے استاذ نے فرمایا (یعنی بدیع استاذ الزاہدی) اور اسے یاد کر لینا چاہئے کیونکہ اس میں ہر عام وخاص مبتلا ہے، لوگ دوسروں سے لکڑیاں جمع کرانے، کانٹے اکٹھے کرانے اور گھاس جمع کرانے میں مدد لیتے ہیں، اسی طرح ایک قسم کا درخت منگواتے ہیں یا آسانی برف جمع کراتے ہیں، تو جو لوگ عملاً یہ کام کرتے ہیں ان پر انہی لوگوں کی ملک ثابت ہو جائے گی، لوگ یہ مسئلہ نہیں جانتے، وہ ان لوگوں سے نہ تو اجازت

قال (۱) نصیر (هو ابن يحيى) قلت (اي للامام ابى سليمان الجوزجاني رحمهما الله تعالى) فان استعان بانسان يحتطب ويصطاد له (اي من دون اجر) قال الحطب والصيد للعامل وكذا ضربة القانص قال استاذنا (وهو البديع استاذ الزاهدي) وينبغي ان يحفظ هذا فقد ابتلى به العامة والخاصة يستعينون بالناس في الاحتطاب والاحتشاش وقطع الشوك والحاج ع واتخاذ المجددة فيثبت الملك للاعوان فيها ولا يعلم الكل بها فينفقونها قبل الاستيها ببطريقه او الاذن فيجب عليهم مثلها اوقبيتها وهم لا يشعرون لجهلهم وغفلتهم اعاذنا الله عن الجهل ووفقنا للعلم

الحاج، حاء مہملہ اور جیم کے ساتھ، جمع حاجہ کی ہے، کانٹوں کو کہتے ہیں، ایک قول کے مطابق ترش گھاس ہے۔ ابن سیدہ کے مطابق کانٹوں کی ایک قسم ہے۔ ایک قول کے مطابق درخت ہے۔ اور ابو حنیفہ الدینوری نے فرمایا یہ ایسا درخت ہے جو سدا بہار رہتا ہے اور اُس کی جڑیں زمین میں دور تک چلی جاتی ہیں اس کو بال کر دوا کے کام میں لایا جاتا ہے، اس کے پتے باریک اور لمبے ہوتے ہیں اور کانٹوں کی طرح زیادہ ہوتے ہیں اھ تاج العروس ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ع: الحاج بأهبال اوله واعجام اخره جمع حاجة وهى الشوك وقبل نيت من الحمص وقال ابن سيدة ضرب من الشوك وقيل شجر وقال ابو حنيفة الدينورى الحاج مباتدوم خضرته وتذهب عروقه فى الارض بعيدا يتداوى بطبيخه وله ورق دقاق طوال كانه مساو للشوك فى الكثرة اھ۔ من تاج العروس ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

والعمل^۱ اھ

اقول: وقوله لا يعلم الكل بها إشارة الى الجواب عن سؤال وهم انهم اذا اتوا به الى المستعین واعطوه واخذ كان هبة بالتعاطي فاجاب بانه هذا يكون لو علموا ان الملك قد ثبت للاعوان فيكون الاعطاء والاخذ ايجاب الهبة وقبولها لكنهم جميعاً عنه غافلون وانما يحسبون المعونة في كفاية المؤنة كمن ارسل احد الى داره ليحمل منها كرسياً مثلاً يأتية به۔

اقول: هو كما قال لكن (۱) الاذن ثابت لاشك وهم انما ينوون الاخذ له ولا يؤدونه اليه الا ليتصرف فيه ولا غضب منه حتى يجب الضمان۔

فانقلت لا يحسبون انفسهم ملاكاً وهو ياخذ به جعل نفسه كانه هو المستولي عليه بدء فيتصرف فيه على انه ملكه فلم يتحقق الاذن لانهم لا يدرون انه لهم وبجعلهم يصير له حتى يأذنوا له في التصرف وانما يظن ويظنون انه

لیتے ہیں، اور نہ ہی بطور ہبہ لیتے ہیں اور ان اشیاء کو خرچ کر بیٹھتے ہیں، تو ان پر ان کا مثل واجب ہوگا یا قیمت لازم آئے گی، ان کو جہالت کی وجہ سے اس کا علم نہیں یا قیمت لازم آئے گی، ان کو جہالت کی وجہ سے اس کا علم نہیں اللہ ہمیں جہل سے محفوظ رکھے اور ہمیں علم و عمل کی توفیق دے (آمین) اھ (ت)

میں کہتا ہوں اس کا قول "لا يعلم الكل بها" ایک سوال کے جواب کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کارندے ان اشیاء کو اُس شخص کے پاس لے آئیں جس نے ان کو جمع کر نیک حکم دیا ہے تو وہ اسکو دے دیں اور یہ حاصل کر لے تو گویا انکی طرف سے دینا شمار ہوگا اور اس کی طرف سے لینا ہوگا، اور یہ ہبہ کا ايجاب وقبول شمار ہوگا تو اس کا جواب دیا کہ یہ اس وقت ہے کہ جب انہیں علم ہو کہ اعوان کیلئے ملک ثابت ہے تو یہ دینا لینا ہبہ کا ايجاب قبول ہوگا لیکن وہ سب کے سب اس سے غافل ہیں، اور وہ مدد کفایت مؤنت میں سمجھتے ہیں مثلاً کسی شخص نے ایک آدمی کو گھر میں بھیجا کہ وہاں سے کُرسی اٹھالائے۔ (ت)

میں کہتا ہوں وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا لیکن اذن بلاشبہ ثابت ہے اور ان کی نیت یہی ہوتی ہے کہ وہ اُس شخص کیلئے لیں، اور اس کو دیتے بھی اس لئے ہیں کہ وہ اُس میں تصرف کرے، وہ غضب تو نہیں کر رہا ہے کہ ضمان واجب ہو۔ (ت)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ لوگ اپنے آپ کو ان اشیاء کا مالک نہیں سمجھتے ہیں، اور وہ شخص ان چیزوں پر اس طرح قابض ہوتا ہے گویا وہ ان چیزوں کا پہلا مالک ہے، اور اس طرح تصرف کرتا ہے گویا وہ ان چیزوں کا مالک ہو تو ایسی صورت میں اذن متحقق نہ ہوگا کیونکہ ان کو تو پتا ہی نہیں کہ

^۱ فتاویٰ ہندیۃ الباب السادس عشر پشاور ۱۳/ ۵۱

لِمَالِكَ لَهُ وَلَا عِبْرَةَ بِالظَّنِّ الْبَيْنِ خَطْؤُهُ كَمَنْ (۱)
 حسب ان الشیعی الفلانی من ودائع زید عند
 ابیه فاداه الی وارثیه فتصرفوا ثم تبین انه
 لابیہ لالزید فان له ان یرجع علیہم به قائماً
 اوبضمانہ هالکاً فی العقود الدریة من کتاب
 الشركة من دفع شیاً لیس بواجب علیہ فله
 استرداده الا اذا دفعه علی وجه الهبة واستهلكه
 القایض کما فی شرح النظم الوهبانی وغیره من
 المعتبرات^۱ اه وفيها وفي الخیرية من کتاب
 الوقف قد صرحوا (۲) بأن من ظن ان علیہ دیناً
 فبان خلافه یرجع بما ادى ولو کان قد استهلكه
 رجع ببطله^۲ اه۔

اقول: هذا فیما لو علم انه لیس للمدفع الیه
 لم يدفع الیه اما هنا فانما یأتون به له ولو علموا
 ان المالك یقع لهم لم یتخلفوا عن اعطائه له
 فرضا هم بتصرفه فیہ ثابت علی کل تقدیر
 ولهذا لم یتکثر

یہ چیز ان کی ملکیت میں ہے اور اُس کی ملک میں اُسی وقت
 ہوگی جب وہ اذن دیں، اور اس صورت میں اس کو گمان ہے
 کہ وہ مالک ہے اور ان کو بھی گمان ہے کہ وہی مالک ہے، اور
 جس گمان کا خطا ہو نا ظاہر ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں، مثلاً کوئی
 شخص یہ گمان کر بیٹھے کہ فلاں چیز زید کی امانتوں میں سے
 اس کے باپ کے پاس ہے اور اس پر گمان پر وہ چیز زید کے
 وارثوں کو دے دیتا ہے اور وہ اس میں تصرف کر لیتے ہیں
 پھر بعد میں اس کو پتا چلتا ہے کہ وہ چیز تو اس کے باپ ہی کی
 ہے زید کی نہیں ہے، تو اگر وہ چیز موجود ہو تو وہ ان سے واپس
 لے سکتا ہے اور اگر ہلاک ہو گئی ہے تو اس کا ضمان لے سکتا
 ہے، "العقود الدریة" کے کتاب الشركة میں ہے کہ جس نے
 کوئی ایسی چیز دی جو اُس پر واجب نہ تھی تو وہ اس کو واپس لے
 سکتا ہے، ہاں اگر بطور ہبہ دی ہو اور اس کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی
 ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے، یہی چیز شرح نظم و ہبانی وغیرہ معتبر
 کتب میں ہے اه اور اس میں اور الخیر یہ کے کتاب الوقف کے
 حوالہ سے ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ گمان کیا کہ اُس پر دین
 ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ غلط ہے، تو جو دیا ہے وہ واپس لے
 گا، اور اگر وہ ہلاک ہو گیا ہو تو اس کا بدل لے گا (ت)

میں کہتا ہوں یہ اُس صورت میں ہے جبکہ اس کو یہ علم ہوا ہو کہ
 یہ مدفوع الیہ کے لئے نہ تھا تو اُس کو نہ دے گا، اور یہاں تو وہ اُسی
 کیلئے لاتے ہیں اور اگر ان کو یہ علم ہو کہ ملک ان کیلئے واقع ہوگی تو
 اس کے دینے سے تخلف نہ کریں گے، تو

^۱ عقود الدریة کتاب الشركة قدھار افغانستان ۱/ ۹۱

^۲ فتاویٰ خیر یہ کتاب الوقف بیروت ۱/ ۱۳۰

<p>بہ الخاصة فضلا عن العامة كما اعترف به فلا وجه لنسبتهم الى الجهل والغفلة واقامة النكير. هذا ما عندى والعلم بالحق عند اللطيف الخبير۔</p>	<p>اُن کا اُس کے تصرف پر راضی ہونا بہر تقدیر ثابت ہے اور اس لئے خاص لوگ بھی اس کی پرواہ نہیں کرتے چہ جائیکہ عام لوگ، جیسا کہ خود انہوں نے اعتراف کیا، تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کو جہل، غفلت کی طرف منسوب کیا جائے یا انہیں نکیر کی جائے۔</p>
---	--

تنبیہ اقوال: یہ بلا معاوضہ تین صورتوں کو شامل ہے: ایک یہ کہ وہ اس کا اجیر ہی نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ اس کا اجیر تو ہے مگر اس کام پر نہیں کسی اور خاص کام پر ہے تو یہ بلا معاوضہ ہی ہوا۔ تیسرے یہ کہ مطلق کام خدمت پر نوکر ہے جس میں یہ کام بھی داخل مگر نوکری کے غیر وقت میں اُس سے اس کام کیلئے کہا مثلاً دن کا نوکر ہے اُس سے رات کو پانی بھروایا کہ یہ وقت بھی بلا معاوضہ ہے ولہذا ہم نے ان صورتوں کو تشقیق میں نہ لیا۔

صورت چہارم میں وہ مباح آقا کی ملک ہوگا یعنی جب کہ اُس کی نوکری کے وقت میں یہ کام لیا ورنہ صورت سوم میں داخل ہے کما مر اس صورت میں ملک آقا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نوکری کے وقت میں نوکر کے منافع اُس کے ہاتھ بکے ہوئے ہیں اور اُس کا اُس کے حکم سے قبضہ یعنی اُس کا قبضہ ہے۔ ہدایہ میں ہے:

<p>(۲) الاجیر الخاص الذی يستحق الاجرة بتسليم نفسه في المدة وان لم يعمل كمن استؤجر شهرا للخدمة او لرمی الغنم) وانما سى اجير وحدلانه لا يمكنه ان يعمل لغيره لان منفعه في المدة صارت مستحقة له والاجر مقابل بالمنافع ولهذا يبقى الاجر مستحقا وان نقض العمل (لاضمان على ماتف من عمله) لان المنافع متى صارت مملوكة للمستأجر فاذا امره بالتصرف في ملكه صح ويصير نائبا منابه فيصير فعله منقولا اليه</p>	<p>وہ خاص اجیر جو اجرت کا مستحق ہوتا ہے کہ ایک مدت کے لئے اپنے آپ کو سپرد کردے خواہ کام نہ کرے (مثلاً کسی شخص کو ایک ماہ کے لئے خدمت یا بکریاں چرانے کیلئے اجرت پر لیا) اس کو اجیر وحد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسرے کا کام نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس مدت میں اس کے منافع سب اس کیلئے مخصوص ہو گئے ہیں اور اجر منافع کے مقابل ہوتا ہے اس لئے اجیر مستحق رہتا ہے اگرچہ کام ختم ہو جائے (اس کے عمل سے اگر کوئی چیز تلف ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں ہے) کیونکہ منافع جب مستاجر کی ملک ہو گئے تو اب جب اُس نے اپنی ملک میں تصرف کا حکم دیا تو صحیح ہو گیا، اور وہ</p>
--	--

كانه فعله بنفسه فلهذا لا يضمنه¹۔

اس کا قائم مقام ہوگا اور اس کا فعل اس کی طرف منقول ہوگا گویا یہ فعل اس نے خود کیا ہے، اس لئے وہ اس کا ضامن نہ ہوگا۔ (ت)

یوں ہی صورت پنجم میں اور اجیر اجر مقرر کا مستحق ہوگا کہ یہ اجارہ صحیحہ ہے اور صورت ششم میں بھی وہ شے مباح ملک مستاجر ہوگی مگر اجیر مثل پائے گیا جو مسٹی سے زائد نہ ہو کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے۔

اقول: ويظهر لي ان الوجه فيه والله تعالى اعلم ان الاجارة اما على العمل اعني التصرف في شيء من النقل والحمل والقطع والقلع وغير ذلك وهو في الاجير المشترك والمقصود فيه حصول ذلك التصرف كيفما كان ولذا لم يتقيد بعمل الاجير نفسه واما على منافع الاجير وهو في الاجير الخاص والاجارة في المباحات لا نعقل على الوجه الاول لانها لا تختص بالمستأجر ونسبتها الى الكل سواء فكيف يكون حصول تصرف فيها موجبا للاجر على المستأجر بل انما الاجر مقابل فيها بمنافع الاجير حيث يريد المستأجر ان يستعمله في حاجته فلا يكون الاجير وحده ولا تتقدر منافعه الا بتعيين المدة فاذا لم تذكر بقي المعقود عليه مجهولا ففسدت ولذا لو كان الشيء ملك المستأجر كأن يقول اقطع شجرتي هذه بدرهم جاز كما يأتي والله تعالى اعلم۔

میں کہتا ہوں مجھے اس کی جو وجہ معلوم ہوتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم وہ یہ ہے کہ اجارہ یا تو عمل پر ہوگا یعنی کسی چیز میں تصرف کرنا، نقل و حمل، کاٹنے یا اکھاڑنے کے طور پر اور اس کو اجیر مشترک کہتے ہیں، اور مقصود اس میں اس تصرف کا حاصل ہونا ہے خواہ کسی طرح ہو لہذا اس میں یہ قید نہیں کہ اجیر خود ہی عمل کرے اور یا اجارہ اجیر کے منافع پر ہوگا یہ اجیر خاص میں ہوتا ہے، اور مباح چیزوں میں پہلی صورت میں اجارہ متصور نہیں، کیونکہ وہ مستاجر کے ساتھ مخصوص نہیں، اور سب کی طرف اس کی نسبت یکساں ہے، تو اس میں تصرف کا حصول مستاجر پر اجر کو کیونکر لازم کرے گا، بلکہ ان میں اجیر کے منافع کے مقابل ہے کہ مستاجر چاہتا ہے کہ اس کو اپنی حاجت میں استعمال کرے، تو یہ اجیر وحد ہوگا، اور اس کے منافع کا اندازہ مدت کی تعیین و تحدید سے ہی ہوگا اور جب مدت کا ذکر نہیں کیا گیا تو معقود علیہ مجہول رہے گا اور اجارہ فاسد رہے گا، اور اسی لئے اگر کوئی چیز مستاجر کی ملک ہو، مثلاً مستاجر یہ کہے کہ میرا یہ درخت ایک درہم میں اٹ دو تو جائز ہے جیسا کہ آئے گا، واللہ اعلم۔ (ت)

¹ الہدایۃ باب ضمان الاجیر مطبع یوسفی لکھنؤ ۳۰۸/۲

<p>نصیر نے فرمایا میں نے ابو سلیمان سے پوچھا کہ ایک شخص کسی مزدور سے معاہدہ کرے کہ وہ رات تک اس کیلئے لکڑیاں جمع کرے، تو فرمایا کہ اگر ایک دن کا نام لیا تو جائز ہے اور لکڑیاں مستاجر کی ہوں گی، اور اگر اشارہ کر کے کہا کہ یہ لکڑیاں تو اجارہ فاسد ہے اور لکڑیاں مستاجر کی ہیں اور اس پر اجرِ مثل ہے، اگر وہ لکڑیاں مستاجر کی ملک ہیں تو جائز ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں مراد اجرِ مثل ہے خواہ جتنا بھی ہو اگر اس نے معین نہ کیا ہو ورنہ اجرِ مثل اور اجرِ معین سے جو کم ہو وہ دیا جائے گا، جیسا کہ کلیہ معروف ہے، اس لئے میں نے اس پر اعتماد کیا اور اس کی تصریح بھی آجائے گی (ت)</p>	<p>قال (۱) نصیر سألت أبا سليمان عن استأجره ليحتطب له الى الليل قال ان سعى يومًا جاز والحطب للمستأجر (۲) ولو قال هذا الحطب فالاجارة فاسدة والحطب للمستأجر وعليه اجر مثله (۳) ولو كان الحطب الذي عينه ملك المستأجر جاز¹۔</p> <p>اقول: والمراد اجر المثل بالغامًا بلغ ان لم يسم معينًا والا فلا قل منه ومن المسمى كما هو الاصل المعروف ولذا عولت عليه وسيأتي التصريح به۔</p>
---	--

تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

<p>(اس کو اس لئے مزدوری پر لیا کہ وہ اس کے لئے شکار کرے یا لکڑیاں چنے تو اگر اس کا وقت مقرر کیا تو جائز ہے ورنہ نہیں) اور اگر وقت مقرر نہ کیا، اور لکڑیاں مقرر کر دیں تو یہ عقد فاسد ہے (ہاں اگر لکڑیاں متعین کر دیں اور وہ لکڑیاں اسی کی ملک ہیں تو جائز ہے) مجتبیٰ اسی پر فتویٰ ہے "صیرفیۃ اھ"۔ علامہ "ش" نے فرمایا "اور اس کا قول والا لا یعنی لکڑیاں عامل کی ہوں گی ط ان کا قول "فسد" ہندیہ میں ہے ولو قال هذا الحطب الى آخر</p>	<p>(استأجره ليصيدله او يحتطب له فان وقت) لذلك وقتاً (جاز والا) فلولم يوقت وعين الحطب فسد (الا اذ عين الحطب وهو) اي الحطب (ملكه فيجوز) مجتبیٰ وبه يفتی صیرفیۃ² اھ۔ قال العلامة ش قوله والا لا ي والحطب للعامل ط قوله فسد قال في الهندية ولو قال هذا الحطب الى آخر ما نقلنا قال قوله وبه يفتی صیرفیۃ قال فيها ان ذكر اليوم</p>
--	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر پشاور ۱۳/ ۳۵۱

² الدر المختار اجارہ فاسدہ مجتبیٰ دہلی ۱۸۰/ ۲

جو ہم نے نقل کیا ہے فرمایا ان کا قول وہ یفتی صیر فیہ اس میں ہے کہ اگر مستاجر نے دن کا ذکر کیا تو چارہ حکم دینے والے کے لئے ہوگا ورنہ اس کا ہوگا جس کو حکم دیا گیا، اور یہ حاوی کی روایت ہے اور اس پر فتویٰ ہے۔ منخ میں ہے اور یہ اُس کے موافق ہے جو ہم مجتہدی سے نقل کر آئے ہیں اور اس لئے ہم نے اس پر مختصر میں اعتماد کیا ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہاں دو تنبیہات ہیں:

پہلی تنبیہ: لکڑیوں کا عامل کیلئے ہونا جبکہ اس نے وقت کا تعین نہ کیا ہو، جیسا کہ صیر فیہ میں ہے، اور دو فاضلوں یعنی ط اور ش نے اس کے اطلاق کی متابعت کی ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب لکڑیوں کا تعین بھی نہ کیا ہو ورنہ لکڑیاں آمر کی ہوں گی، جیسا کہ ہم نے ہندیہ اور قنیہ کے حوالہ سے نقل کیا، یہ روایت نصیر کی ابو سلیمان سے ہے، اور اُن دونوں نے اس کو نقل کیا اور برقرار رکھا، اور غمز العیون میں ہے کسی شخص نے مزدور کو اجرت پر لیا کہ اُس کیلئے شکار کرے یا لکڑیاں جمع کرے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اس نے اس وقت کا تعین کر دیا ہو مثلاً یہ کہا ہو کہ اس دن یا اس ماہ میں، اور جو طے کیا ہو وہ واجب ہوگا کیونکہ یہ ایجر محض ہے، اور اس کی صحت کی شرط وقت کا بیان ہے جو پائی گئی ہے اور اگر وقت کا تعین نہ کیا ہو لیکن شکار اور لکڑیوں کا تعین کیا ہو تو اجارہ فاسدہ ہے کہ وقت کی جہالت ہے، تو اس صورت میں اجرِ مثل

اقول: والمراد اجر المثل بالغاً بلغ ان لم یسم معیناً والا فالاقل منه ومن المسمی کما هو الاصل المعروف ولذا عولت علیہ وسیأتی التصریح بہ۔ فالعلف للأمر والا فللمأمر وهذه رواية الحاوی وبه یفتی قال فی المنح وهذا یوافق ما قدمناه عن المجتبی ومن ثم عولنا علیہ فی المختصر¹۔

اقول: ههنا تنبیہان الاول کون الحطب للعامل اذا لم یوقت علی ما فی الصیرفیه وتبع اطلاقها الفاضلان ط وش محله ما اذا لم یعین الحطب ایضاً والا کان للأمر کما قدمنا عن الہندیة عن القنیة عن نصیر عن ابی سلیمان وقد نقلناه ایضاً واقراء فی غمز العیون استأجره لیصید له اولیحتطب جاز ان وقت بان قال هذا الیوم او هذا الشهر ویجب المسمی لان هذا اجیر وحد وشرط صحته بیان الوقت وقد وجد وان لم یوقت ولكن عین الصید والحطب فالاجارة فاسدة لجهالة الوقت فیجب اجر المثل وما حصل یكون للمستأجر کذا فی الوالوجیة²۔ وفي خزانة المفتین رجل استأجر اجیرا لیخیط له الی اللیل بدرهم جاز وكذا لیصتاد له الی اللیل اولیحتطب جاز ویكون الحطب والصید للمستأجر ولو قال لیصطاد هذا الصید اولیحتطب

¹ رد المحتار اجارہ فاسدہ البابی مصر ۱۵/ ۳۳

² غمز العیون مع الاشباہ کتاب الاجارة اداره القرآن کراچی ۱۲/ ۵۶

واجب ہوگا، اور جو حاصل ہوگا وہ مستاجر کو ملے گا کذا فی الولوالجیہ اھ۔ اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ کسی شخص نے ایک اجیر لیا کہ وہ رات تک اس کے لئے سلائی کرے اور ایک درہم لے، تو جائز ہے، یا رات تک شکار کرے یا لکڑیاں جمع کرے، اور یہ لکڑیاں اور شکار مستاجر کا ہوگا، اور اگر کہا کہ یہ شکار کرے یا یہ لکڑیاں اکٹھی کرے، تو اجارہ فاسد ہے، اور لکڑیاں اور شکار مستاجر کا ہوگا اور اس کے ذمہ اجیر کیلئے اجر مثل ہوگا، اور اگر کسی انسان سے لکڑیاں اکٹھی کرنے یا شکار میں مدد طلب کی تو شکار اور لکڑیاں عمل کرنے والے کی ہونگی اھ۔ اور ہندیہ میں محیط السرخسی سے محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی سے کہا کہ یہ بھیڑیا ہلاک کر دو یا یہ شیر، اور تم کو ایک درہم ملے گا۔ تو بھیڑیا اور شیر شکار شمار ہوگا اور اُس کا اجر مثل ملے گا جو ایک درہم سے زائد نہ ہوگا، اور شکار مستاجر کا ہوگا اھ۔ خلاصہ یہ کہ اس میں نقول مشہور ہیں تو وقت کی تعیین نہ ہونے کی صورت میں لکڑیوں کا مطلقاً عامل کیلئے قرار دینا درست نہیں، کیونکہ یہ لکڑیوں کے متعین کرنے کی صورت کو بھی شامل ہے، اور اس کو شارح نے اس کی تفریع کے طور پر ذکر کیا ہے، بلکہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ماتن نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے — دوسری تنبیہ: ہندیہ نے قنیہ سے یہ بھی نقل کیا ہے

هذا الحطب فهو اجارة فاسدة والحطب والصيد للمستاجر وعليه للاجير اجر المثل ولو استعان من انسان في الاحتطاب والاصطياد فان الصيد والحطب يكون للعامل¹ اھ۔

(۱) وفي الهندية عن محيط السرخسی عن محمد رحمه الله تعالى فيمن قال لغیره اقتل هذا الذئب او هذا الاسد ولك درهم و الذئب او الاسد صيد فله اجر مثله لايجاوز به درهما والصيد للمستاجر² اھ۔ وبالجملة النقول فيه مستفيضة فمأ^(۲) كان ينبغی اطلاق كون الحطب للعامل عند عدم التوقيت لشموله صورة تعيين الحطب وقد^(۳) ذكرها الشارح تفريعا عليه بل^(۴) اشار اليها الباتن ايضا كما ترى والثاني وقع في الهندية عن القنية قبل ما نقلناه متصلا به مانصه استاجر ليقطع له اليوم حاجا ففعل لاشيئ عليه والحاج للأمر قال نصير سألت ابا سليمان³ الخ۔ وكتبت عليه مانصه۔

¹ خزانۃ المفتین

² ہندیہ الباب السادس عشر پشاور ۴/ ۴۵۱

³ ہندیہ الباب السادس عشر پشاور ۴/ ۴۵۱

اقول: (۱) انظر ما وجهه فانه اجير وحد وشرطه بيان المدة وقد وجد كما في الغمز وش (۲) وقد قال عن ابى سليمان بعده ان مسمى يوما جازو ذكر بعده باسطر عن محيط (۳) السرخسى لو استأجر ليصيد له اوليغزل له اوللخصومة او تقاضى الدين او قبض الدين لا يجوز فان فعل يجب اجر المثل ولو ذكر مدة يجوز في جميع ذلك^۱ اهـ ويظهر لي في تأويله ان ليس المراد باليوم الوقت المعلوم المبتدئ الى غروب الشمس بل هو فيه بعنى الظرفية اى يقع القطع في هذا اليوم فهو للاستعجال مثل خطه لي اليوم بدرهم في (۴) الهداية من استأجر رجلا ليخبره هذه العشرة المختيم من الدقيق اليوم بدرهم فهو فاسد عند ابى حنيفة وقال ابو يوسف ومحمد رضى الله تعالى عنهم جازلانه يجعل المعقود عليه عملا وذكر الوقت للاستعجال تصحيحا للعقد وله ان المعقود عليه مجهول لان ذكر الوقت يوجب كون المنفعة معقودا عليها وذكر العمل يوجب كونه معقودا عليه

کسی نے کوئی مزدور اس کام کیلئے لیا کہ وہ آج اُس کیلئے گھاس کاٹے گا، اُس نے ایسا ہی کیا تو اس کیلئے کوئی اجرت لازم نہیں، اور گھاس اُسی کی ہو جائے گی۔ نصیر نے کہا میں نے ابو سلیمان سے دریافت کیا الخ۔ (ت) میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محض اجیر ہے، اور اس کی شرط بیان مدتہ ہے جو پائی گئی کما فی الغمز و'ش' اور اس کے بعد ابو سلیمان سے کہا کہ اگر ایک دن کا کہا تو جائز ہے اور چند سطور بعد محیط سرخسی سے نقل کیا کہ اگر کسی کو اجرت پر لیا تاکہ اس کے لئے شکار کرے یا سوت کاتے یا اُس کی وکالت کرے یا قرض طلب کرے یا قرض وصول کرے تو جائز نہیں، تو اگر ایسا کیا تو اجر مثل واجب ہو گا اور اگر مدتہ کا ذکر کیا تو ان تمام صورتوں میں جائز ہے اھ۔ اور اس کی تاویل مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یوم سے مراد دن کا وہ معین وقت نہیں ہے جو غروب آفتاب تک دراز ہو، بلکہ اس میں ظرفیت کے معنی ہیں یعنی گھاس کا کاٹنا اس دن میں واقع ہو، تو یہ جلدی کے اظہار کیلئے ہے، جیسے یہ کہا کہ آج ہی یہ چیز مجھے سی کر دو، ایک روپے میں، ہدایہ میں ہے جس نے کسی شخص کو اجرت پر لیا تاکہ آج ایک درہم میں یہ دس بوری آٹا پکا دے تو یہ اجارہ ابو حنیفہ کے نزدیک فاسد ہے، اور صاحبین نے فرمایا جائز ہے، صاحبین معقود علیہ عمل کو قرار دیتے ہیں اور ذکر وقت کو غلت کیلئے قرار دیتے ہیں تاکہ عقد صحیح ہو، امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ مجہول ہے کیونکہ

^۱ ہندیۃ الباب السادس عشر پشاور ۱۳/ ۵۱

وقت کا ذکر منفعت کو معقود علیہا بنانا ہے، اور عمل کا ذکر اس کو معقود علیہ کرتا ہے، اور کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ہے، مستاجر کا نفع دوسرے میں ہے اور اجیر کا پہلے میں ہے، تو اس میں جھگڑا پیدا ہوگا، اور ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ اجارہ اس وقت صحیح ہوگا جبکہ "دن میں" کہا اور کسی عمل کا نام لیا، کیونکہ یہ ظرف ہے تو معقود علیہ عمل ہوا بخلاف اس کے قول "الیوم" کے اور اسی کی مثل طلاق کے باب میں گزرا اھ یا معاملہ اس طرح ہے کہ قنہ نے اسکو ثم کے رمز سے ذکر کر کے دوسرے کی طرف اشارہ کیا، اور جو کچھ نصیر سے مروی ہے وہ نقل کیا، یہ بعض کا قول ہے اور بعض کے خلاف ہے، اور فتویٰ بھی اس کے خلاف پر ہے کیا فی الصیرفیۃ اور ہندیہ کی عادت ہے کہ وہ قنہ کی عبارت رموز کے بغیر ہی نقل کر دیتے ہیں، تو چند اقوال ایک ہی قول کے مانند ہو جاتے ہیں، اس پر میں نے اس کے بعض حواشی پر تنبیہ کی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ولا ترجیح ونفع المستأجر فی الثانی ونفع الاجیر فی الاول فیفضی الی المنازعة (۱) وعن ابی حنیفہ انه یصح الاجارة اذا قال فی الیوم وقدسی عملاً لانه للظرف فکان المعقود علیہ العمل بخلاف قوله الیوم وقدمر مثله فی الطلاق^۱۔ والامران القنیۃ ذكرت هذا برمز ثم رمزت لآخر و ذكرت ماعن نصیر فیکون هذا قول بعض علی خلاف ماعلیہ الناس وعلی خلاف ماعلیہ الفتویٰ کیا فی (۲) الصیرفیۃ ومن عادة الهندیۃ نقل عبارة القنیۃ بحذف (۳) الرموز فتصیر الاقوال كقول واحد کیا نبہت علیہ فی بعض المواضع من هو امشہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

صورت ہفتم خود ظاہر ہے کہ اُس کے اقرار سے ملک مستاجر ہے۔

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اجیر دوسرے کا عامل ہوتا ہے اور اس نے یہ اعتراف کیا ہے وہ بطور اجیر کام کر رہا ہے اور وہ چیز مستاجر کیلئے لے رہا ہے۔ (ت)

اقول: وذلك لان الاجیر عامل لغيره وقد اعترف انه عمل علی وجه الاجارة واخذہ لمن استأجرہ۔

یوں ہی صورت ہفتم میں کہ ظرف مستاجر میں احراز دلیل ہے کہ مستاجر کیلئے ہے، جامع الصغار میں ہے:

¹ الہدایۃ اجارہ فاسدہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳۰۴

الاجیر اذا حمل الماء بكوز المستأجر يكون محرزا للمستأجر ¹ ۔	اجیر جب مستاجر کے کوزے میں پانی لائے تو وہ مستاجر کا ہوگا۔ (ت)
---	--

رہی صورت نہم ظاہر ہے کہ اس میں ملک اجیر ہے۔

اقول: اور اس پر تقریر دلیل یوں کہ یہ اجیر نہ بیان مدت کے ساتھ اپنے منافع بیچ چکا ہے کہ اس وقت میں اُس کا کام خواہی نخواہی امر کیلئے ہونہ شئی کی تعیین ہوئی کہ بوجہ قبول اُس کا پابند ہو تو وہ اپنی آزادی پر ہے کیا ضرور ہے کہ اس وقت جو اُس نے لیا بر بنائے جارہ بغرض مستاجر لیا ہونہ وہ مقرر ہے نہ ہشتم کی طرح کوئی دلیل ظاہر ہے لہذا ملک اجیر ہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقول: ويتروا أى لى ان مَثَل الاستيلاء. عند الفقهاء، كمثّل الشراء، مهما وجد نفاذ (۱) انفاذ فاذا وكله بشراء عبد، والموكل لم يعين العبد. ولا الوكيل اضاف اليه العقد. ولا وقع من ماله النقد. ولا اقراؤه شراؤه له. فانه يكون للشارى لالسن وكله، والمسألة فى الهداية والدرا، وعامة الاسفار الغر. فالتوقيت ههنا كلاضافة شبه لانتقال فعله الى الامر كما مرو الاحراز بظرفه كالنقد من ماله والا قرار الاقرار والتعيين التعيين واللّه سبحانه وتعالى اعلم۔	اور مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ استیلاء کی مثال فقہاء کے نزدیک شراء کی سی ہے جب نفاذ پایا جائیگا اس کو نافذ کر دیا جائیگا۔ اب کسی نے کسی شخص کو غلام خریدنے کیلئے کہا اور موکل نے غلام کی تعیین نہ کی اور نہ وکیل نے عقد کو اس کی طرف مضاف کیا اور نہ اس کے مال سے ادائیگی کی اور نہ یہ کہا کہ اُس نے اس کیلئے خریدا ہے، تو یہ غلام خریدنے والے کا ہوگا نہ کہ حکم دینے والے کا، یہ مسئلہ ہدایہ، در اور عام کتب میں مذکور ہے، تو یہاں توقيت کی حیثیت وہاں اضافت کی طرح ہے کیونکہ اس کا فعل امر کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور اُس کے ظرف کا حاصل کر لینا اس کے مال سے ادائیگی کی طرح ہے اور یہ اقرار اس اقرار کی طرح اور یہ تعیین اس تعیین کی طرح ہے، واللہ سبحانه وتعالى اعلم۔ (ت)
--	--

بالجملہ یہ نو صورتیں ہیں جن میں سے چار میں وہ شے مباح لینے والے کی ملک ہے اور پانچ میں دوسرے کی۔ یہ جبکہ لینے والا خر ہو ورنہ مملوک کسی شے کا مالک نہیں ہوتا اس کا جو کچھ ہے اس کے مولیٰ کا ہے ہذا

¹ جامع الصغیر مع جامع الفصولین مسائل الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۸

ماظہر لی نظراً فی کلماتہم وارجو ان یکون صواباً ان شاء اللہ تعالیٰ (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا ان کے کلمات کو دیکھتے ہوئے اور مجھے امید ہے کہ یہی صحیح ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ت)

نتیجہ دوم: یہ اصول مطلق استیلاء مباح میں ہوئے یہاں کہ گفتگو نابالغ میں ہے یہ بھی دیکھنا ضرور کہ اُس کے والدین اگر اُس سے کوئی شے مباح مثلاً کنوئیں سے پانی یا جنگل سے جتنے میٹائیں تو اُس نسبت بنوت کے سبب احکام مذکورہ استیلاء میں کوئی تفاوت آئے گا یا نہیں، اگر آئے گا تو کیا۔ اس میں علماء کے تین قول ہیں:

اول کہ زیادہ مشہور ہے یہ کہ والدین کو بھی مباحات میں استخدام کا اختیار نہیں صبی اگرچہ ان کے حکم سے انہیں کے لئے انہیں کے ظرف میں لے خود ہی مالک ہوگا اور والدین کو اُس میں تصرف حرام مگر بحالت محتاجی۔

اقول: یعنی بحالت فقر بلا قیمت اور بحالت احتیاج حاضر مثلاً سفر میں ہوں اور مال گھر میں بوجہ قیمت تصرف کر سکتے ہیں ذخیرہ و منیہ پھر معراج الدراریہ پھر حموی کنز پھر طحاوی پھر شامی میں ہے:

<p>اگر کسی بچہ کو اپنے باپ یا ماں نے وادی یا حوض سے لوٹے میں پانی لانے کو کہا پھر وہ پانی لے آئے تو اس کے ماں باپ کیلئے اس پانی کو پینا جائز نہیں بشرطیکہ وہ فقیر نہ ہوں، کیونکہ پانی اُس بچہ کی ملک ہو گیا اور اُن دونوں کیلئے اس کے مال سے بلا حاجت کھانا پینا جائز نہیں۔ (ت)</p>	<p>لو امر صبياً ابوه اوامه بآتيان الماء من الوادي او الحوض في كوز فجاء به لايحل لابويه ان يشربا من ذلك الماء اذ لم يكونا فقيرين لان الماء صار ملكه ولا يحل لهما الاكل اى والشرب من ماله بغير حاجة¹۔</p>
---	--

جامع احکام الصغار پھر حموی اشباہ اور تاتار خانیہ پھر رد المحتار میں ہے:

<p>جب باپ کو بچہ کے مال کی حاجت ہو اور وہ شہر میں ہو اور فقر کی وجہ سے بچہ کا مال کھانے کا محتاج ہو تو کھالے اور اس پر کوئی شے نہیں، اور اگر یہ صورت حال جنگل میں پیش آئے اور باپ کے پاس کھانا موجود نہ ہو اور اس کو کھانے کی ضرورت ہو تو وہ قیمت کے ساتھ کھا سکتا ہے۔ (ت)</p>	<p>(۲) اذا احتاج الاب الى مال ولده فان كانا في المصر واحتاج لفقره اكل بغير شيع وان كانا في المفازة واحتاج اليه لانعدام الطعام معه فله الاكل بالقيمة²۔</p>
--	--

¹ رد المحتار فصل فی الشرب مصطفیٰ البابی مصر ۱۵/ ۳۱۲

² رد المحتار کتاب البیہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳/ ۵۷۳

<p>لو كان الاب في فلاة وله مال فاحتاج الى طعام ولده اكله بقية لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم الاب احق بمال ولده اذا احتاج اليه بالمعروف والمعروف ان يتناوله بغير شيء لوفقيرا والا فبقية¹۔</p>	<p>اگر باپ جنگل میں ہو اور اس کے پاس مال ہو اور پھر اس کو اپنے بیٹے کا مال کھانے کی ضرورت لاحق ہو تو وہ اس کی قیمت دے کر کھا سکتا ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ باپ کو اپنے بیٹے کے مال کا معروف طریقہ کے مطابق زیادہ حق ہے اور معروف طریقہ یہی ہے کہ بلا قیمت استعمال کرے اگر فقیر ہو، ورنہ قیمت کے ساتھ استعمال کرے۔ (ت)</p>
--	--

مگر اس اجازت سے احکام مذکورہ استیلاء میں کوئی تغیر نہ ہوا کہ ملک نابالغ ہی کی قرار پائی۔ ماں باپ کو قیمتاً یا مفت اُس میں تصرف کی اجازت کچھ اسی مال استیلاء سے خاص نہیں صبی کی ہر ملک میں ہے۔

دوم: فقیر والدین کی طرح غنی ماں باپ کو بھی بچہ سے ایسی خدمت لینے کا حق ہے اور وہ پانی روا کہ عرف و رواج مطلق ہے یہ امام محمد سے ایک روایت ہے ذخیرہ اور اس کے ساتھ کی کتابوں میں بعد عبارت مذکورہ ہے: وعن محمد يحل لهما ولو غنيتين للمعروف والعادة²۔ (محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ان دونوں کے لئے حلال ہے اگرچہ دونوں غنی ہوں کیونکہ عرف اور عادت کا اعتبار ہے۔ ت)

اقول: اس تقدیر پر ظاہر یہ ہوتا کہ جو مباح صبی نے فرمائش والدین سے لیا اس کے مالک والدین ہی ٹھریں ورنہ بحال غنا ان کو تصرف ناروا ہوتا قال تعالى مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ³ (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے۔ ت) تو یہ روایت صورت نہ گانہ استیلاء سے صورت سوم کے حکم میں والدین کا استثناء کرتی مگر امام محمد ہی سے ایسی ہی نادرہ روایت آئی ہے کہ اگر بچہ کھانے پینے کی چیز اپنے ماں باپ کو ہدیہ دے تو وہ والدین کے لئے مباح ہے تو یہ روایت بھی احکام مذکورہ پر کچھ اثر نہ ڈالے گی کہ مالک صبی ہی ٹھرا۔ جامع احکام الصغار میں ہے:

<p>فی ہبة فتاویٰ القاضی ظہیر الدین</p>	<p>قاضی ظہیر الدین کے فتاویٰ کی ہبہ کی بحث میں ہے</p>
--	---

¹ رد المحتار فصل فی الشرب مصطفیٰ البابی مصر ۱۵/۳۱۲

² جامع الفصولین الفصل السابع والعشرون اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۹/۲

³ القرآن ۶/۴

رحمہ اللہ تعالیٰ اذا اهدى الصغير شيئا من المأكولات روى عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ انه يباح لوالديه وشبه ذلك بضيافة المأذون واكثر مشايخ بخاری انه لا يباح ¹	کہ جب بچہ کھانے کی کوئی چیز بطور ہدیہ دے تو امام محمد سے مروی ہے کہ اس کے والدین کو اس میں سے کھانا جائز ہے، اور انہوں نے اس کو مأذون کی ضیافت کے مشابہ قرار دیا اور بخاری کے اکثر مشائخ کہتے ہیں یہ مباح نہیں۔ (ت)
---	---

اسی طرح شامی میں تاتار خانہ و ذخیرہ سے ہے اس روایت کی تحقیق بعونہ تعالیٰ عنقریب آتی ہے اور یہ کہ وہ اس مقام سے بے علاقہ ہے مگر اقرب یہی ہے کہ یہ روایت والدین کیلئے اباحتِ تصرف کرتی ہے نہ کہ اثباتِ ملک تو ضابطہ بحال ہے۔
سوم: اگر ماں باپ کے برتن میں لیا تو وہ مالک ہوں گے ورنہ صبی جیسے اجیر۔
اقول: یعنی جس کا نہ وقت معین کیا نہ کسی معین شے کیلئے اجیر نہ اُس نے مستاجر کیلئے اقرار کہ ان حالتوں میں ظرف پر لحاظ نہیں، جامع الصغار میں ہے:

في بيوع فوائد صاحب المحيط الاب او الام اذا امر ولده الصغير لينقل الماء من الحوض الى منزل ابويه ودفع اليه الكوز فنقل قال بعضهم الماء الذي في الكوز يصير ملكا للصبى حتى لا يحل للاب شربه الا عند الحاجة لان الاستخدام في الاعيان المباحة باطل وقال بعضهم ان كان الكوز ملكا للاب يصير ملكا للاب ويصير الابن محرز الماء لابيہ كالاجير اذا حمل الماء بكوز المستأجر يكون محرز للمستأجر كذا هذا ²	صاحبِ محیط کی فوائد کے باب البيوع میں ہے کہ ماں باپ نے چھوٹے بچے کو حوض سے اپنے گھر پانی لانے کو کہا اور اس کو لوٹا بھی دیا چنانچہ وہ پانی لے آیا، تو ایسی صورت میں بعض علماء کے نزدیک لوٹے کا پانی بچہ کی ملک ہے یہاں تک کہ باپ بلا ضرورت اس میں سے پی بھی نہیں سکتا کیونکہ مباح اشیاء کے حصول کیلئے اس سے خدمت لینا باطل ہے، اور بعض نے کہا کہ اگر لوٹا باپ کی ملک ہے تو پانی بھی باپ کی ملک ہوگا اور بیٹا مزدور کی طرح پانی کو اپنے باپ کے لئے جمع کرنے والا قرار پائے گا کیونکہ اجیر اگر مستاجر کے لوٹے میں پانی لائے تو وہ پانی مستاجر ہی کا ہوگا، یہی حال اس کا ہے۔ (ت)
---	---

¹ جامع احکام الصغار مع الفصولین اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۱/ ۱۳۶

² جامع احکام الصغار مع الفصولین اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۱/ ۱۳۷

اول کو وہ سید علامہ طحطاوی و شامی نقل کر کے فرمایا اس میں حرج عظیم ہے اور واقعی حرج ہے اور حرج نص قرآنی سے مدفوع ہے،

<p>اور "ش" نے اس کو دلیل کے ذریعہ کمزور دکھانے کی کوشش کی اور فرمایا کہ باپ کو تو ویسے بھی حق ہے کہ بلا معاوضہ بیٹے سے کام لے۔ جامع الفصولین میں فرمایا کہ باپ اپنے چھوٹے بیٹے کو استاد کی خدمت کیلئے متعین کر سکتا ہے تاکہ استاد اس کو صنعت و حرفت سکھائے، اور باپ دادا اور وصی سچے سے کام لے سکتے ہیں تاکہ اس کو ادب و تہذیب سکھائیں اور اس کو کام کرنے کی عادت ہو اہ۔ فرمایا مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ پانی کا مالک نہیں ہوگا، خواہ اس نے اپنے باپ کے حکم سے پانی لیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں، جواب بالکل درست ہے اس کو ضعیف قرار دینا درست نہ ہوگا، لکہ پہلے سے واضح تھا، تو سوال کی گنجائش ہی نہ تھی، بلکہ سوال کی بنیاد ہی ساقط ہے، کیونکہ مشائخ اس امر کا انکار نہیں کرتے ہیں کہ باپ بیٹے سے خدمت لے سکتا ہے لیکن یہ صرف اُسی صورت میں ہے جبکہ متحقق ہو اور صحیح ہو، کیونکہ شے اسی وقت جائز ہوتی ہے جبکہ صحیح ہو اور باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور آپ جان چکے ہیں کہ یہ اعیان مباحہ میں باطل ہے، ان کی کتاب کی کتاب الشریکۃ میں دو، دو، ہم تھے وہ بھی اس</p>	<p>و حاول ش ان يوهنه بالدليل فنأزعه بأن للاب ان يستخدم ولده قال في جامع (١) الفصولين وللاب ان يعير ولده الصغير ليخدم استاذة لتعليم الحرفة (٢) وللاب او الجد او الوصى استعماله بلا عوض بطريق التهذيب والريضة^١ اھ۔ قال الا ان يقال لا يلزم من ذلك عدم ملكه لذلك الماء المباح وان امره به ابوه والله تعالى اعلم^٢ اھ۔</p> <p>اقول: (٣) الجواب صحيح نظيف ما كان يستاهل التزييف بل (٤) كان واضحاً من قبل فلم يكن للسؤال محل (٥) بل السؤال ساقط من رأسه فهم لا ينكرون جواز الاستخدام للاب لكن ذلك حيث يصح ويتحقق فان الشيء انما يجوز بعد ما يصح والباطل لا وجود له وقد علمت انه في الاعيان المباحة باطل وبه انكشف ايها مان واقعاً في كلامه في كتاب الشركة حيث كان في التنوير (٦) والدر لا تصح شركة في احتطاب</p>
--	---

^١ رد المحتار فصل في الشرب الباني مصر ١٢ / ٥

^٢ رد المحتار فصل في الشرب الباني مصر ١٢ / ٥

بگشتگو سے ختم ہو گئی، دُر اور تنویر میں ہے لکڑیاں اکٹھی کرنے، گھاس جمع کرنے، شکار کرنے اور پانی بھرنے میں شرکت جائز نہیں، اور یہی حال دوسری مباحات کا ہے کیونکہ یہ وکالت کو متضمن ہے اور مباح کے لینے میں توکیل جائز نہیں، دو میں سے کسی ایک نے جو حاصل کیا وہ اسی کا ہوگا اور جو دونوں نے مل کر حاصل کیا ہو تو وہ آدھا آدھا ہے، اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے کتنا لیا تھا اور جو کچھ ایک نے اپنے ساتھی کی مدد سے لیا وہ اُسی ایک کا ہوگا اور ساتھی کو اجر مثل ملے گا۔ تو انہوں نے اس کے قول و ما حصلہ فلفہما پر لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خیر یہ میں جو فتویٰ ہے وہ اسی سے ماخوذ ہے اگرچہ کچھ بھائی مل کر اپنے باپ کے ترکہ میں کام کریں، اور پھر کچھ مال حاصل ہوا تو وہ ان کے درمیان برابر کی بنیاد پر تقسیم ہوگا خواہ عمل اور رائے میں اختلاف ہی کیوں نہ رہا ہو۔ فرمایا یہ حکم اُس صورت میں نہیں ہے جبکہ بیٹا باپ کے ساتھ مصروف عمل ہو، کیونکہ قنیہ میں ہے اگر باپ بیٹا ایک ہی صنعت میں کام کرتے ہوں اور اُن کے پاس اس کے علاوہ کچھ نہ ہو تو کل کمائی باپ کی شمار ہوگی بشرطیکہ بیٹا باپ کے عیال میں ہو، کیونکہ وہ اس کا مددگار ہے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں ان کا اس فرع کو اس بحث میں لانا یہ وہم پیدا کرتا ہے اگر بیٹا باپ کے عیال میں ہو اور باپ بیٹا کسی مباح چیز کے حاصل ہونے میں مل کر کام کریں تو حاصل شدہ چیز پوری کی پوری باپ کی ہوگی اور بیٹا اس کا مددگار قرار پائے گا،

واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر مباحات لتضمنها اوکالة والتوکیل فی اخذ المباح لا یصح وما حصله احدهما فله وما حصله معافلهما نصفین ان لم یعلم مال کل وما حصله احدهما باعانة صاحبه فله ولصاحبه اجر مثله^۱ اھ۔

فکتب رحمہ اللہ تعالیٰ علی قوله وما حصله فلهما یؤخذ من هذا ما افقی به فی الخیریة (۱) لو اجتمع اخوة یعملون فی ترکة ابیهم ونسبا المال فهو بینهم سویتة ولو اختلفوا فی العمل والرای اھ۔ قال ثم هذا فی غیر الابن مع ابیه لما فی القنیة (۲) الاب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیئی فالکسب کلہ للاب انکان الابن فی عیالہ لکونه معینالہ^۲ اھ۔

اقول: (۳) فأیراده هذا الفرع فی هذا المبحث ربما یوهم ان لو اجتمع رجل وابنه فی عیالہ فی تحصیل مباح کان کلہ للاب ویجعل الابن معینالہ (۴) ولیس كذلك فان الشرع المبطر جعل فی المباح

^۱ الدر المختار شرکت فاسدة مجتہاتی و بی ۱/۳۷۱

^۲ رد المختار شرکت فاسدة البابی مصر ۱۳/۳۸۳

حالانکہ بات یہ نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مباح اشیاء میں ملک کا سبب استیلاء کو قرار دیا ہے تو جو بھی کسی مباح پر قابض ہو جائے وہی مالک ہے اور دوسرے کی طرف اب اس کی ملک شرعی طریقوں سے ہی منتقل ہو سکتی ہے جیسے ہبہ اور بیع وغیرہ اور اس کا لینا اس کے غیر کی طرف صرف شرعی سبب سے ہی منسوب ہوگا، مثلاً یہ کہ وہ اس کا غلام ہو، یا مزدور ہو، اور مفت کی اعانت تو یہ خدمت ہے، اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ مباح چیزوں میں خدمت لینا باطل ہے، اور "باعانتہ صاحبہ" پر لکھا کہ عام ازیں اعانت عملی ہو، جیسے کسی چیز کے جمع کرنے، اکھاڑنے، باندھنے، اٹھانے وغیرہ میں مدد کرے، یا آلہ کے ذریعے مدد ہو جیسے اس کو خچر دیا، پانی بھرنے کا بڑا ڈول دیا یا شکار کے لئے جال دیا، جموی وقسستانی ط ۱ھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس سے یہ وہم پیدا نہ ہو کہ لکڑیاں اکھاڑنے میں مدد دینا بھی اسی طرح ہے، مثلاً بعض لوگ اس طرف سے اور بعض اُس طرف سے لکڑیاں اکھاڑیں اس لئے یہ اُن دونوں کا حاصل کرنا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ہی لکڑی پر ہاتھ رکھیں اور دونوں ایک ساتھ اس کو اکھاڑیں، یا یہ کہ پہلے ایک شخص نے ایک درخت پر زور آزمائی کی اور ہٹ گیا پھر دوسرے نے زور آزمائی کی اور اس کو اکھاڑ لیا، تو پہلا مددگار قرار پائے گا اور ملک اکھاڑنے والے کی ہوگی، جیسے کوئی شخص ڈول بھر کر کنویں سے

سبب الملك الاستيلاء فمن استولى فهو المالك ولا ينتقل الملك الى غيره الابوجه شرعي كهبة وبيع ولا ينسب اخذه لغيره الابوجه شرعي ككونه عبده او اجيره عليه اما الاعانة مجاناً فهي الخدمة وقد علمت بطلان الاستخدام في تلك الاعيان وكتب على قوله باعانة صاحبه سواء كانت الاعانة بعمل كما اذا اعانه في الجمع والقلع او الربط او الحمل او غيره او بألة كما لو دفع له بغلا او راوية ليستقي عليها او شبكة ليصيد بها حموي وقهستاني ط ۱ ھ۔

اقول: (۱) فلا يتوهمن منه الاعانة في قلع الحطب بان يقلع البعض هذا والبعض هذا لانه هو تحصيلهما (۲) بل المعنى انه وضع يده مع يده في القلع حتى ضعف تعلقه فقلعه المعان او عمل هذا اولا وتركه قبل ان ينقلع ثم عمل ذاك فقلعه يكون الاول معيناً والمالك للقلع (۳) كمن استقى من بئر فاذا دنا الدلو من رأسه اخرجها ونحأها عن رأس البئر غيره فان الملك للثاني وكذلك اذا

¹ رد المحتار شرکت فاسدة البانی مصر ۱۳۸۳

<p>اثر احد صیدا وجاء به على اخر فاخذہ کان للأخذ وما احسن وابعد عن الایهام عبارة الهدایة حیث قال (۱) وان عمل احدهما واعانه الآخر فی عمله بان قلعه احدهما وجمعه الآخر او قلعه وجمعه وحمله الآخر فللمعین اجر المثل^۱</p>	<p>پانی نکالے اور جب ڈول کنویں کے دہانے تک آجائے تو دوسرا شخص نکال کر رکھ دے۔ اس صورت میں ملک دوسرے کی ہوگی، اسی طرح کسی نے شکار کو ہنکایا اور دوسرے شخص کے قریب آیا اور دوسرے شخص نے پکڑ لیا، تو جس نے پکڑا اسی کا ہوگا۔ مگر ہدایہ کی عبارت ہر قسم کے وہم سے پاک صاف ہے اس میں ہے کہ اگر عمل ایک نہ کیا اور دوسرے نے اس عمل میں معاونت کی، مثلاً یہ کہ درخت ایک شخص نے اکھاڑے اور دوسرے نے جمع کئے یا اکھاڑے اور جمع کئے لیکن اٹھائے دوسرے نے، تو مددگار کو اجر مثل ملے گا۔ (ت)</p>
---	--

دوم: کہ نص محرر المذہب سے مروی نظر ظاہر گمان کرے گی کہ بہت کتب معتمدہ مشہورہ نے اُس پر اعتماد کیا فتاویٰ (۱) اہل سمرقند پھر فتاویٰ خلاصہ میں اُس کے حوالہ سے ہے:

<p>رجل (۲) وهب للصغیر شیاً من المأكول یباح للوالدین ان یاکلا منه کذا روی عن محمد رحمہما اللہ تعالیٰ^۲</p>	<p>اگر کسی شخص نے بچے کو کھانے کی چیز ہبہ کی تو اس کے والدین کیلئے وہ چیز بھی کھانا جائز ہے محمد رحمہ اللہ سے یہی مروی ہے۔ (ت)</p>
---	--

وجیز کردی میں ہے:

<p>وهب للصغیر من المأكول شیاً یباح للوالدین ان یاکلا^۳</p>	<p>اگر کسی شخص نے بچے کو کھانے کی چیز ہبہ کی تو اس کے والدین کو اس چیز کا کھانا صحیح ہے۔ (ت)</p>
--	--

فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

<p>اذا وهب الصبی شیئاً من المأكول قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ مباح لوالدیہ ان یاکلا منه وقال اکثر مشایخ</p>	<p>اگر کسی نے بچہ کو کھانے کی کوئی چیز ہبہ کی تو محمد نے فرمایا اس کے والدین کیلئے اس میں سے کھانا مباح ہے۔ اور بخاری کے اکثر مشائخ نے فرمایا</p>
---	---

^۱ الهدایة فصل فی الشرکة الفاسدة جز ثانی المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۲۱۴

^۲ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب البیہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۴۰۰

^۳ فتاویٰ نزاریہ مع البندیۃ کتاب البیہ پشاور ۱/ ۲۳۷

والدین کو کھانا حلال نہیں اھ (ت) میں کہتا ہوں "قال محمد" کی عبارت تنہا انہوں نے ہی استعمال کی ہے کیونکہ عام کتب کی عبارت یہ ہے کہ ان سے مروی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	بخاری لایحل ^۱ اھ اقول: (۱) وتفرد بتعبیر قال محمد فان عبارة العامة روى عنده والله تعالى اعلم۔
--	---

فتاویٰ (۵) ظہیر یہ پھر غز (۶) العیون میں ہے:

جب بچہ کو کسی نے کھانے کی چیزیں ہدیہ میں دیں، تو محمد سے مروی ہے کہ اس کے والدین کو ان کا کھانا مباح ہے اور یہ ضیافت کی طرح ہے اور بخاری کے اکثر مشائخ کا کہنا ہے کہ بغیر حاجت جائز نہیں۔ (ت)	اذا اهدى للصغير شئ من المأكولات روى عن محمد انه يباح لوالديه وشبه ذلك بالضيافة واكثر مشايخ بخاری علی انه لا یباح بغیر حاجة ^۲ ۔
---	---

بحر الرائق (۷) میں ہے:

والدین کو بچے کی موبوبہ چیز کا کھانا مباح ہے کذا فی الخلاصہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ماکول کو استعمال میں لانا مباح نہیں، ہاں ضرورۃً جائز ہے کما لایخفی۔ (ت)	یباح للوالدین ان یاکلا من المأكول الموهوب للصغير کذا فی الخلاصة فافاد ان غیر المأكول لا یباح لهما الا عند الاحتیاج کما لایخفی ^۳ ۔
--	--

در مختار میں ہے:

سراجیہ میں ہے بچہ کے والدین کو مباح ہے کہ بچہ کو ہدیہ کی گئی چیز سے کھائیں اور ایک قول ہے کہ جائز نہیں انتہی، اس سے معلوم ہوا کہ غیر ماکول سے بلا حاجۃ استفادہ جائز نہیں اھ (ت) میں کہتا ہوں شاید انہوں نے یہ فتویٰ اس اصول سے	وفیہا ای فی السراجیۃ یباح لوالديه ان یاکلا ممن مأكول وهب له وقیل لا انتھی۔ فافاد ان غیر المأكول لا یباح لهما الا لحاجة ^۴ اقول: وكأنه اخذه من ان العمل
---	--

^۱ فتاویٰ سراجیۃ مسائل متفرقة من ہدیہ لکھنؤ ص ۹۶

^۲ جامع الصغار مع الفصولین الکریمیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۶

^۳ بحر الرائق کتاب الہدیۃ سعید کمپنی کراچی ۲/۲۸۸

^۴ الدر المختار کتاب الہدیۃ مجتبائی دہلی ۲/۱۶۰

<p>بقول اصحاب الامام اذا لم يوجد عنه قول ولا يوازيه قول المشايخ وان كثروا كما ذكرنا نصوصه في رسالتنا اجلى الا علام بان الفتوى مطلقاً على قول الامام لاسباباً وقد عبره بقال محمد والا فليس في السراجية قيل كما اسعناك نصها۔</p>	<p>اخذ کیا ہے کہ امام کے اصحاب کے قول پر اس وقت عمل ہوگا جب امام سے کوئی قول نہ پایا جائے اور امام کے قول کے ہمسر مشائخ کے اقوال نہیں ہو سکتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی زیادہ ہوں اس کے نصوص ہم نے اپنے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتوى مطلقاً على قول الامام میں ذکر کئے ہیں خاص طور پر انہوں نے اس کو "قال محمد" سے تعبیر کیا ہے ورنہ سراجیہ میں قلیل نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس کی نص ذکر کی ہے۔ (ت)</p>
--	---

تاتارخانیہ^۹ پھر ردالمحتار^{۱۰} میں ہے:

<p>روى عن محمد نصاً انه يباح وفي الذخيرة واكثر مشائخ بخارى على انه لا يباح^۱</p>	<p>محمد سے مروی ہے بطور نص کہ یہ مباح ہے اور ذخیرۃ میں ہے کہ اکثر مشائخ بخاری اس پر ہیں کہ مباح نہیں۔ (ت)</p>
--	---

اسی طرح جواہر^۲ اخلاطی و ہندیہ^۳ میں ہے جامع^۴ الصغار کی عبارت اوپر گزری۔

اقول: مگر نظر دقیق حاکم ہے کہ دونوں روایتیں اگرچہ امام محرر المذہب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہیں لیکن اس روایت اور ان عبارات کو اس روایت سے علاقہ نہیں یہاں وہ شے ملک صبی نہیں بلکہ دوسرے نے صبی کے نام ہدیہ بھیجی ہے اور عادت فاشیہ جاری ہے کہ کھانے پینے کی تھوڑی چیز بچوں ہی کے نام کر کے بھیجتے ہیں اور مقصود ماں باپ کو دینا ہوتا ہے اور یہ تو قطعاً نہیں ہوتا کہ ماں باپ پر حرام سمجھتے ہوں اس عرف کا انتشار تام و عام دیکھ کر مطلق حکم فرمایا یا کہیں تفصیل و توضیح فرمادی۔ فتاویٰ سمرقند پھر تاتارخانیہ^۲ پھر شامیہ^۳ نیز کتاب^۴ التجنیس والمزید پھر جامع^۵ الصغار میں ہے:

<p>اذ اهدى الفواكه الى الصبي الصغير يحل للاب والام الاكل اذا ارید بذلك برالاب والامام لكن اهدى الى الصغير استصغار اللهدية^۲۔</p>	<p>جب چھوٹے بچے کو کسی نے میوہ جات ہدیہ کئے تو اس کے ماں باپ کو اس میں سے کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس ہدیہ کا مقصد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک ہو اور بچہ کو محض اس لئے ہدیہ کیا گیا ہو کہ ہدیہ کو چھوٹا سمجھا گیا ہو۔ (ت)</p>
--	--

^۱ ردالمحتار کتاب البیہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳/ ۵۷۲

^۲ جامع الصغار مع الفصولین الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۶

ملقط^۲ پھر اشباہ^۱ کی تعبیر اور احسن ہے جس سے اس عادت کا فاشیہ ہونا روشن ہے۔

<p>انہوں نے فرمایا کہ جب بچہ کو کوئی چیز ہدیہ کی گئی ہو اور معلوم ہو کہ وہ صرف بچے کیلئے ہے تو والدین اس میں سے بلا حاجت نہیں کھا سکتے اھ۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں والدین کیلئے اس کا استعمال جائز نہ ہونا اس شرط سے مشروط ہے کہ اُسے علم ہو کہ یہ بچہ کا ہے تو اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ جب علم نہ ہو تو مباح ہے عرف کا لحاظ رکھتے ہوئے کہا گیا ہے۔ (ت)</p>	<p>حيث قال اذا (۱) اهدى للصبي شيعة وعلم انه له فليس للوالدين الا كل منه لغير حاجة^۱ اھ۔</p> <p>اقول: بنى المنع على علم انه للصغير فافاد الاباحة اذالم يعلم شيعة ردا الى العادة الفاشية۔</p>
--	---

امام ظہیر الدین نے اُن عبارات مطاقہ کی دلیل بیان فرما کر اس امر کا تصفیہ فرمادیا، ظہیر یہ^۸ پھر علمگیر یہ^۹ میں ہے:

<p>بچہ کو پھل ہدیہ کیے گئے تو اس کے والدین کو اُن کا کھانا جائز ہے کیونکہ ہدیہ دراصل والدین کو ہی تھا بچہ کے ہاتھ میں اس لئے دیا گیا کہ ہدیہ کو معمولی سمجھا گیا۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ جو عبارت جامع صغیر سے ظہیر یہ سے گزری کہ جب بچہ کھانے پینے کی کوئی چیز ہدیہ کرے، اگر یہ اس کی نقل بالمعنی نہیں ہے کیونکہ تمام کتب میں یہ مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ کوئی چیز بچہ کو ہبہ کی گئی اور خود ظہیر یہ میں غمز سے ان الفاظ میں منقول ہے کہ جب بچہ کو کوئی چیز ہبہ کی گئی جیسا کہ تم نے سنا، تو ان کی مراد یہ ہے کہ بچہ اس چیز سے ہدیہ کرے جو اس کو ہدیہ کی گئی ہو، یہ نہیں کہ بچہ ابتداء کرے اور اپنی ملک سے کچھ ہدیہ کرے، اور اس کی دلیل</p>	<p>اهدی للصغير الفواكه يحل لوالديه اكلها لان الاهداء اليهها وذكر الصبي لاستصغار الهدية^۲ اھ۔</p> <p>اقول: ومن ههنا ظهر ان ماتقدم عن جامع الصغار عن الظهيرية اذا اهدى الصغير شيئا من الباكولات ان لم يكن عن نقله بالمعنى لان المسألة في سائر الكتب فيما وهب شيعة للصغير وقد نقل عن الظهيرية نفسها في الغمز بلفظ اذا اهدى للصغير شيعة كما سمعت فليس مراده الا اهداؤه مما اهدى اليه لان يبتدى الصبي فيهدى من ملكه شيئا</p>
--	---

^۱ الاشباہ والنظائر احكام الصبيان ادارة القرآن كراچی ۱۳۵/۲

^۲ فتاویٰ ہندیہ الباب الثالث من السبۃ پشاور ۱۳۸۱/۳

ان کا یہ قول ہے کہ اور یہ مشابہ ماذون کو ضیافت کے ہے کہ ماذون اپنے مال سے ضیافت نہیں کرتا ہے بلکہ اپنے مولیٰ کے مال سے کرتا ہے اور اس کے مولیٰ نے اس کو تجارت کی اجازت دی ہے، لیکن عرف میں یہ عادت ہے کہ تجارت میں اس قسم کی ضافیتیں ہوتی ہی رہتی ہیں، تو تجارت کی اجازت دینا ضیافت کی اجازت کے مترادف ہے، اسی طرح بچہ اپنے مال سے ہدیہ نہیں دیتا ہے بلکہ ہدیہ دینے والے کے مال سے ہی ہدیہ دیتا ہے اور ہدیہ دینے والے نے بچہ کا نام لیا مگر عام طور پر عادت یہ ہے کہ اس قسم کے ہدایا سے ماں باپ کو منع نہیں کیا جاتا ہے تو بچوں کو ہدیہ دینا ماں

باپ کو ہدیہ دینا سمجھا جاتا ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں کھانے پینے کی چیزیں عام طور پر جلدی گل سڑ جاتی ہیں تو ہدیہ دینے والے کی طرف سے والدین کو اشارہ کھانے کی اجازت سمجھی جائے گی، اور اس طرح ملک والدین کے لئے ثابت ہوگی اور جو اشیاء جلد خراب ہونے والی نہیں ہیں ان کا یہ حکم نہیں ہے، تو بحر اور در کے قول کی صحت ظاہر ہو گئی، ان کا قول ہے کہ جو چیزیں کھانے پینے کی نہیں ان کا استعمال والدین کے لئے جائز نہیں، ہاں حاجت کے وقت جائز ہے، اور علامہ "ش" کا اعتراض ختم ہوا انہوں نے تو وہ عبارت نقل کی جو تارخانہ، فتاویٰ سمرقند سے گزری، پھر

فرمایا میں کہتا ہوں

والدلیل علیہ قوله وشبه ذلك بضیافة المأذون فالمأذون (۱) لا یضیف من مال نفسه بل مولاہ ومولاہ انما اذن فی التجارة لکن العوائد قضت ان امثال الضیافات لا بد منها فی التجارات فکان اذنه فی التجارة اذناً فیها كذلك الصبی لاهدی من مال نفسه بل مال المهدی والمهدی انما سبی الصبی لکن فشت العوائد ان امثال الهدایا لا یمنع عنها ابواه فکان اهداؤه الیه اهداء الیهما۔

اقول: والوجه فیہ ان المأكولات مما یتسارع الیهما الفساد فیکون اذناً من المهدی لهما فی التناول دلالة وذلك بان یقع الملك لهما بخلاف ما یدخر فظهر اصابة البحر والدر فی قولهما افادان غیر المأكول لا یمح لهما الا لحاجة (۲) وان دفع ما وقع للعلامة ش حیث قال بعد نقل مامر عنه عن التتارخانیة عن فتاویٰ سمرقند قلت: وبه یحصل التوفیق ویظهر ذلك بالقرائن وعلیه فلا فرق بین المأكول وغیره بل غیرہ اظهر (۲) ۱۶۰

^۱ الدر المختار کتاب البیہ مجتہائی دہلی ۱۶۰/۲

^۲ رد المختار کتاب البیہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳/۵۷۲

<p>اس سے موافقت ظاہر ہو گئی اور یہ قرآن سے ظاہر ہوتا ہے، اور اس لحاظ سے اس میں ماکول اور غیر ماکول کا کوئی فرق نہیں بلکہ اس کا غیر اظہر ہے۔ یعنی ماکول کے ہبہ سے بچہ کا ارادہ اظہر ہے اور اکثر ہے تو جب وہاں کھانا جائز ہوا کسی ایسی دلیل کے نہ ہونے کے وقت جو ہدیہ کے بچہ کے ساتھ مختص ہونے کا تقاضا کرتی ہو تو یہ اولیٰ ہے اور آپ کو اس کا جواب مل چکا ہے وبالله التوفیق۔ (ت)</p>	<p>ای فان ارادة الولد بهبة المأكول اظهر واكثر فاذا ساغ الاكل ثمة عند عدم دليل يقتضي باختصاص الهدية بالولد فهذا اولی وقد عرفت الجواب وبالله التوفیق۔</p>
---	---

بالجملہ یہ روایات غیر ملک صبی میں ہیں اور یہاں کلام ملک صبی میں کہ مباح پانی بلاشبہ بھرنے والے کی ملک ہوگا جبکہ بروجہ اجارہ نہ ہو اور صبی کی ملک والدین کو بے احتیاج حلال نہیں مقتضائے نظر فقہی تو یہ ہے۔

اقول: وبالله التوفیق مگر شک نہیں کہ عرف و عادت اس کے خلاف ہے اور وہ بھی دلائل شرعیہ سے ہے تو مناسب کہ اسے قلیل عفو قرار دیں جس پر قرآن وحدیث سے دلیل ہے قال اللہ عزوجل:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ

تَخَافُهُمْ فَلِخَوَائِهِمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْفُسَادَ مِنَ الْمُصْلِحِ¹

اور وہ آپ سے یتیموں کی بابت پوچھتے ہیں فرمادے کہ ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ اپنا مال ملا کر کھاؤ وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مفسد کو مصلح سے جانتا ہے۔ (ت)

اس آیت میں احد التفسیرین پر یتیم کے ساتھ جواز مخالطت مال ہے اور ظاہر کہ بحال مخالطت کامل امتیاز قریب محال ہے۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے:

<p>اور زاہدی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مخالطت یہ ہے کہ تم اس کے پھل اس کا دودھ اور اس کے پیالہ میں کھاؤ اور وہ بھی اسی طرح تمہارے ساتھ تمہارے پھل کھائے اور تمہارا دودھ پئے اور تمہارے پیالے میں کھائے اور یہ آیت مخالطت کے جواز پر دلالت کرتی ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں ہو جبکہ نفقہ کو</p>	<p>وفي الزاھدی قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما المخالطة ان تأکل من ثمره ولبنه و قصعته وهو یاکل من ثمرتك ولبنك وقصعتك (۱) والایة تدل على جواز المخالطة فی السفر والحضر يجعلون النفقة على السواء ثم لا یکره ان یاکل احدهما اکثر لانه لما جاز</p>
---	---

<p>برابر کار کھیں، پھر اس میں کوئی کراہت نہیں کہ ان میں سے کوئی زائد کھالے کیونکہ یہ چیز جب بچوں کے مال میں جائز ہے تو بڑوں کے اموال میں بطور اولیٰ جائز ہے، یہ ان کے الفاظ ہیں ان کو بخوبی یاد رکھیں، یہ مفید بھی ہیں اور ہمارے عہد کے بہت سے متعصبین پر حجت بھی ہیں اھ۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں، تو جامع الصغار میں فتاویٰ رشید الدین سے (دعویٰ الاب والوصی میں) جو منقول ہے اگر ماں بچہ کے مال کی محتاج نہ ہو، لیکن اس نے بچہ کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھانا خریدا اور بچہ کے ساتھ کھایا تو اگر اپنے حصہ سے زیادہ کھایا تو جائز نہیں کیونکہ اس نے یتیم کا مال کھایا اھ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اتنی زیادتی جو بالکل واضح اور ظاہر ہو، اسی فتاویٰ کے مذکور باب سے جامع الرموز میں منقول ہے، اس سے کچھ ہی پہلے، کہ ایک بچہ ہے جو مال لاتا ہے اور مال کو دیتا رہتا ہے اور ماں اس پر خرچ کرتی رہتی ہے اور لقمہ دو لقمہ خود بھی اس کے ساتھ کھاتی رہتی ہے زیادہ نہیں، تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (ت)</p>	<p>فی اموال الصغار فجوازہ فی اموال الکبار اولیٰ هذا لفظہ فاحفظہ فانہ نافع وحجة علی کثیر من المتعصبین فی زماننا^۱ اھ۔</p> <p>اقول: (۱) فاذن مافی جامع الصغار عن فتاویٰ رشید الدین من باب دعویٰ الاب والوصی لولم تکن الام محتاجة الی ماله ولكن خلطت مالها بمال الولد واشترت الطعام واکت مع الصغر ان اکت ما زاد علی حصتها لایجوز لانها اکت مال الیتیم^۲ اھ۔ معناه الزیادة (۲) المتبینه ففی جامع الرموز عن الباب المذكور من الفتاویٰ المذبورة قبیل هذا صبی یحصل المال ویدفع الی امه والام تنفق علی الصبی وتأکل معه قليلا نحو لقمة او لقمتين من غیر زیادة لایکره^۳۔</p>
--	--

صحیح مسلم شریف میں عبد اللہ بن عباس سے ہے:

<p>فرمایا میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں</p>	<p>قال كنت العب مع الصبيان فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فتواريت خلف</p>
---	--

^۱ تفسیرات احمدیہ بیان اصلاح کربھی کتب خانہ بمبئی ص ۱۰۳

^۲ جامع الصغار مسائل الکرابیہ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۸

^۳ جامع الصغار مع جامع الفصولین مسائل الکرابیہ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۸

باب فجاء فحطأني خطأ عه وقال اذهب ادع لي معوية ¹ ۔	ایک دروازہ کے پیچھے چھپ گیا تو آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان اپنے ہاتھ سے (پیار سے) تھپکی دی اور کہا کہ معویہ کو بلا لاؤ۔ (ت)
--	--

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

فیه جواز ارسال صبی غیره ممن یدل علیہ فی مثل هذا ولا یقال هذا تصرف فی منفعة الصبی لان هذا قدر یسیر ورد الشرع بالمسامحة فیه للحاجة واطرد به العرف وعمل المسلمین ² ۔	اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے بچہ کو اس جیسے کام کیلئے بھی بھیجا جاسکتا ہے اور اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ بچہ کی منفعت میں تصرف کیا کیونکہ یہ معمولی چیز ہے اور شریعت نے ضرورتاً اس قسم کی چیزوں کی اجازت دی ہے اور عام طور پر مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ (ت)
--	--

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ، نے حدیقہ ندیہ میں اسے مقرر رکھا۔ سوم میں امر ابوبین کو اجارہ پر قیاس کیا۔
اقول اولاً: یہ صحت توکیل کو چاہتا ہے اور اعمیان (۲) مباحہ میں توکیل خلاف نصوص ہے وعلوہ بوجہ (اور انہوں نے اس کی کئی علتیں بیان کی ہیں)

الاول: ان صحة التوكيل تعتمد صحة امر الموكل بماً وكل به وصحة الامر تعتمد الولاية ولا ولاية للموكل على المباح ونقض بالتوكيل بالشراء فان الموكل لا ولاية له على المشرى۔ والثاني ان التوكيل احدث ولاية للموكل ولا يصح هنا لانه يملك اخذ المباح بدون تمليكه ونقض بالتوكيل	اول: توکیل کی صحت کا دار و مدار اس پر ہے کہ جو کام موکل نے وکیل کو سپرد کیا ہے وہ درست ہے اور اس کام کی صحت کا مدار ولایت پر ہے اور مباح کام پر موکل کو کوئی ولایت نہیں ہے اور اس پر توکیل بالشراء سے اعتراض وارد ہے، کیونکہ موکل کو خریدی جانے والی چیز پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔ دوم: توکیل کے معنی وکیل کیلئے ولایت
--	--

عه: حطأني بجاء ثم طاء مهملتين وبعدهما همزة وهو الضرب باليد مبسوطة بين الكتفين اه حدیقہ ندیہ۔

¹ صحیح المسلم باب من لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۵

² شرح للنووی باب من لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۵

کا ایجاد کرنا ہے اور وہ یہاں درست نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی تملیک کے بغیر ہی مباح کو لے سکتا ہے اور اس پر یہ نقص ہے کہ کسی کو غیر معین چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا، کیونکہ وکیل تو توکیل سے پہلے اور اس کے بعد بھی اس کا مالک ہے۔ اور عنایہ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا مالک ہے موکل کے حکم کے بغیر، اور بغیر عقد کے اور نقص کی صورت یہ نہیں ہے، کیونکہ وہ خریدے بغیر اس کا مالک نہیں ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں

اس سے مراد ملک عین نہیں ہے ب ملک عین نہیں ہے بلکہ اُس کام کے کرنے کا اختیار ہے جیسے وہاں لینا اور یہاں خریدنا، اور وہ عقد کی وجہ سے اس کا مالک نہیں، بلکہ عقد تو خود اس کی ملک سے پیدا ہوتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ سعدی افندی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس میں تامل ہے، کیونکہ جس چیز کا وکیل بنایا ہے وہ "شرا" ہے تو وکیل اس کا مالک ہے، تو نقص مرتفع نہ ہوگا۔ تو اس کا صحیح جواب یہ ہوگا کہ موکل کو پہلے یہ ولایت حاصل نہ تھی کہ وہ موکل کے ذمہ کو ثمن کے ساتھ مشغول رکھے، اور محقق نے اس کا فتح میں رد کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایسی چیز کی توکیل جو موکل پر حق ثابت کرے اس امر پر موقوف ہے کہ وہ اس پر ولایت کو ثابت کرے اور گفتگو توکیل میں اس کے برخلاف ہے۔ یعنی مباح کے لینے میں، کیونکہ اس میں موکل پر حق ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

بشراء شیئی لابعینہ فان الوکیل یملکہ قبل التوکیل وبعده واجاب فی العنایة ان معناه یملکہ بدون امر الموکل بلا عقد وصورة النقص لیست كذلك فانه لا یملکہ الا بالشراء¹۔

اقول: (۱) رحمک اللہ تعالیٰ لیس المراد ملک العین بل ولایة ذلك الفعل کالاحذ ثمة والشراء ههنا وهو لا یملکہ بالعقد بل العقد ناشی عن ملکہ ثم رأیت سعدی افندی اوماً الیه اذ قال فیہ تأمل فان الموکل به هو الشراء فالوکیل یملکہ فلا یندفع النقص²۔
والصواب فی الجواب انه لم یکن له من قبل ولایة ان یشغل ذمة الموکل بالثمن وردہ المحقق فی الفتح بان حاصل هذا ان التوکیل بما یوجب حقاً علی الموکل یتوقف علی اثباته الولایة علیه فی ذلك والكلام فی التوکیل بخلافه³۔
اھ ای باخذ المباح فانه لا یثبت فیہ حق علی الموکل۔

¹ عنایہ مع الفتح القدیر الشركة الفاسدة نوریہ رضویہ ستمبر ۲۰۹/۵

² حاشیہ چلیی الشركة الفاسدة نوریہ رضویہ ستمبر ۲۰۹/۵

³ فتح القدیر الشركة الفاسدة نوریہ رضویہ ستمبر ۲۱۰/۵

میں کہتا ہوں یہ مقصود کا اعتراف ہے کیونکہ توکیل مطلقاً وکیل کے لئے ولایت کا اثبات ہے، ایسی ولایت جو اس کو پہلے حاصل نہ تھی، اور وہ یہاں پائی نہیں جاتی ہے، تو اس کی توکیل صحیح نہ ہوگی، اور شراء میں یہ چیز نہیں ہے، اور ولایت کا ایجاد و احداث مطلوب نہیں ہے خاص طور پر اس توکیل میں، جو موکل پر کسی حق کو واجب کرتی ہو، اگر ایسا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ مباح کے لینے پر وکیل بنانا اس باب سے نہیں ہے، تو اس میں ولایت کی ایجاد کی حاجت نہیں ہے۔ (ت)

سوم: توکیل سے مقصود یہ ہے کہ وکیل کے فعل کو موکل کی طرف نقل کیا جائے اور یہ چیز یہاں متحقق نہیں کیونکہ شریعت نے مباح کی ملکیت کا سبب قبضہ میں پہل کو قرار دیا ہے، اور یہاں وکیل نے قبضہ میں پہل کی ہے، تو ملک اس کیلئے ثابت ہوگی اور موکل کی طرف اسی وقت منتقل ہوگی جبکہ اس کا سبب جدید ہو، محقق نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ت)

اقول: (۱) هذا اعتراف بالمقصود فان التوكيل مطلقاً اثبات ولاية للوكيل لم تكن من قبل ولا يوجد ههنا فلا يصح التوكيل به بخلاف الشراء وليس ان احداث الولاية مطلوب خصوصاً في التوكيل بما يوجب حقاً على الموكل حتى يقال ليس التوكيل باخذ المباح من هذا الباب فلا يحتاج الى احداث الولاية۔

والثالث ان المقصود بالتوكيل نقل فعل الوكيل الى الموكل ولا يتحقق ههنا فان الشرع جعل سبب ملك المباح سبق اليد اليه والسابقة يد الوكيل فيثبت الملك له ولا ينتقل الى الموكل الا بسبب جديد اشارة اليه المحقق۔

تاسیاً: یہ قیاس صحیح ہو تو صرف ظرف پر حکم نہ رہے بلانکہ والدین کی نیت سے لینا ہی اُن کے لئے مثبت ملک ہو اگرچہ اُن کے ظرف میں نہ لے کہ مقیس علیہ اعنی اجارہ مذکورہ میں حکم یہی ہے اصل مدار (۲) نیت پر ہے جبکہ نہ اجیر کا یہ وقت بکا ہے نہ شیئی معین ہے تو وہ اپنے لئے بھی لے سکتا ہے اور اپنے مستاجر کیلئے بھی جس کیلئے لے گا اُسی کی ملک ہوگی، ہاں اگر لیتے وقت کسی کی نیت نہ تھی یا وہ کہے میں نے اپنے لئے نیت کی تھی اور مستاجر کہے میرے لئے کی تھی تو اُس وقت ظرف پر فیصلہ رکھیں گے اُس کے ظرف میں لی تو اُس کیلئے ہے ورنہ اپنے لئے۔

اور اس کی اصل یہ مسئلہ ہے کہ کسی شخص کو غیر معین شیئی کے خریدنے کا وکیل بنایا تو اس میں حکم اضافت کا ہے، اگر اضافت نہ پائی گئی تو نیت معتبر ہوگی، اگر نیت بھی نہ پائی گئی یا دونوں میں اختلاف ہو تو حکم

واصل ذلك الوكيل بشراء شئ لا بعينه الحكم (۳) فيه للاضافة فان لم توجد فللنية فان لم توجد وتخالفاً فيها فللنقد اي ان اضاف العقد الى مال الموكل فالشراء للموكل

نقد کا ہے، یعنی اگر عقد کو موکل کے مال کی طرف مضاف کیا تو خریدنا موکل کیلئے ہوا اگرچہ اس نے یہ گمان کیا کہ اُس نے اپنے لئے خریدا ہے، اور اگر اضافت خود اس کے مال کی طرف ہے تو خریدنا اس کیلئے ہوا، اور اگر مطلق مال کی طرف اضافت ہے تو دونوں میں سے جس کی نیت کی اس کیلئے ہوگا، اور اگر خریدنے کے وقت کوئی نیت ہی نہ تھی یا کہا کہ میں نے اپنے لیے نیت کی تھی اور موکل نے کہا کہ میرے لئے کی تھی یا بالعکس تو دوسرے میں بالاجماع نقد کو حکم بنایا جائیگا اور پہلے میں صرف ابو یوسف کے نزدیک ہوگا، امام محمد اس کو اس صورت میں عاقد کیلئے قرار دیتے ہیں، اور ردالمحتار میں اس کا برعکس کہا ہے اور یہ سہو ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں قاضی خان نے ابو یوسف کا قول مقدم کیا ہے اور ہدایہ میں اس کی دلیل کو موخر کیا ہے جس سے اس کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، اور بحر نے کنز کے اس قول کے تحت فرمایا کہ اگر غیر معین چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا تو شراء وکیل کیلئے ہے، مگر یہ کہ موکل کی نیت کر لے یا اس کو اپنے مال سے خریدے۔ ان کی عبارت یہ ہے کتاب میں جو ہے اس سے بظاہر محمد کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، یعنی یہ کہ نیت نہ ہونے کی صورت میں وہ شراء وکیل کیلئے ہوگی، کیونکہ انہوں نے شراء وکیل کیلئے ہی کی ہے سوائے دو مسئلوں کے اھ۔ یعنی یہ کہ نیت

وان زعم انه اشتري لنفسه اولى مال نفسه فلنفسه اولى مطلق مال فلايهما نوى كان له فان لم تحضره النية عند الشراء او قال نويت لي وقال الموكل او بالعكس حكم النقد في الثاني بالاجماع وفي الاول عند ابى يوسف خلافا لمحمد فانه يجعل اذن للعاقد¹ وقع في ردالمحتار عكس هذا وهو سهو۔

اقول: (۱) وقدم قاضی خان قول ابی یوسف و آخر فی الهدایة دلیلہ فافاد اترجیحہ وقال فی البحر تحت قول الكنز ان كان بغير عينه فالشراء للوكيل الا ان ينوي للموكل او يشتريه بماله مانصه ظاهر مافي الكتاب ترجيح قول محمد من انه عند عدم النية يكون للوكيل لانه جعله للوكيل الا في مسألتين² اھ ای النية للموكل و اضافة العقد الى ماله اذ هو المراد من الشراء بماله كما في الهداية فاذا لم يضيف ولم ينو كان للعاقد كما هو

¹ عنایہ مع فتح القدر وکالتہ بالشراء سحر ۱۷/ ۳۵

² بحر الرائق وکالتہ بالبيع والشراء سعید کمپنی کراچی ۱۶۰/ ۷

مذہب محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اقول: (۱) لکن الامام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انما حکم النقد لانه دليل النية قال في الهداية عند ابی یوسف يحکم النقد لان مع تصادقهما يحتمل النية للأمر وفيما قلناه حمل حاله على الصلاح كما في حالة التكاذب^۱ قال في العناية (يحتمل) انه كان نوى للأمر ونسيه (وفيما قلنا) يعني تحكيم النقد (حمل حاله على الصلاح) لانه اذا كان النقد من مال الموكل والشراء له كان غصباً (كما في حالة التكاذب^۲) اهـ۔
فعلم ان تحكيم النقد داخل في اعتبار النية ولا يستغرب مثله في ايجاز الكنز۔

موکل کیلئے ہو اور اضافت اُس کے مال کی طرف ہو، اس لئے کہ اس کے مال سے خریدنے کا یہی مطلب ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے، توجب اضافت نہ کی اور نیت بھی نہ کی تو عاقد کیلئے ہوگی جیسا کہ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔ (ت)
میں کہتا ہوں، لیکن امام ابو یوسف نے نقد کو حکم بنایا کیونکہ وہ نیت کی دلیل ہے۔ ہدایہ میں فرمایا ابو یوسف کے نزدیک نقد کو حکم بنایا جائیگا، کیونکہ اگر وہ دونوں اتفاق کر لیں تو احتمال ہے کہ نیت حکم دینے والے کی ہو، اور جو ہم نے کہا ہے اس میں اُس کے حال کو صلاح پر محمول کیا گیا ہے، جیسے کہ دونوں ایک دوسرے کو جھٹلانے کی صورت میں ہے، عنایہ میں فرمایا (احتمال ہے) کہ اُس نے حکم دینے والے کیلئے نیت کی ہو اور پھر بھول گیا ہو (اور جو ہم نے کہا اُس میں) اس سے مراد نقد کو حکم بنانا ہے (اس کے حال کو صلاح پر محمول کرنا ہے) کیونکہ جب ادائیگی موکل کے مال سے ہو اور خریدنا اس کے لئے ہو تو یہ غصب ہوگا (جیسے کہ ایک دوسرے کو جھٹلانے کی صورت میں ہے) اہ۔ تو معلوم ہوا کہ نقد کو حکم بنانا نیت کے اعتبار میں داخل ہے اور کنز کے ايجاز میں ایسی بات عجیب نہیں ہے۔ (ت)

بالجملہ قول سوم خلاف اصول ومخالف منقول ہے اور قول اول میں حرج شدت اور دوم کہ نص محرر المذہب سے ماثور مؤید بعرف و کتاب وسنت لهذا فقیر اُسی کے اختیار میں اپنے رب عزوجل سے استخارہ کرتا ہے وباللہ التوفیق تو ثابت ہوا کہ احکام مذکورہ صور استیلاء میں نسبت ابوت و بنوت سے کوئی تغیر نہیں آتا جب یہ اصل بعونہ تعالیٰ مہم ہولی واضح ہوا کہ نابالغ کا بھرا ہوا پانی ایک نہیں بہت سے پانی ہیں جن کا سلسلہ شمار یوں ہے۔
(۳۲) وہ پانی کہ نابالغ نے آب مملوک مباح سے لیا۔

^۱ الهدایة وكالاته بالبيع والشراء مطبع يوسفی لكهنؤ ۱۸۳۳

^۲ عنایة مع الفتح القدیر وكالاته بالبيع والشراء نوریہ رضویہ سكر ۱۳۶۷

(۳۳) وہ کہ مملوک غیر مباح سے بے اجازت لیا۔

(۳۴) وہ کہ اس سے باجرات لیا مگر مالک نے اسے ہبہ نہ کیا صرف بطور اباحت دیا۔

(۳۵) نابالغ خدمتگار نے آقا کے لئے نوکری کے وقت میں بھرا۔

(۳۶) خاص پانی ہی بھرنے پر اُس کا اجیر بتعین وقت تھا اُسی وقت میں بھرا۔

(۳۷) مستاجر نے پانی خاص معین کر دیا تھا مثلاً اس حوض یا تالاب کا کل پانی۔

اقول: اور یہ تعین نہ ہوگا کہ اس حوض یا کنویں سے دس مشکیں کہ دس مشک باقی سے جدا نہیں جس کی تعین ہو سکے۔

(۳۸) اس نے باذن ولی یہ مزدوری کی اور کہتا ہے کہ یہ پانی مستاجر کیلئے بھرا۔

(۳۹) اسی صورت میں اگرچہ زبان سے نہ کہا مگر اُس کے برتن میں بھرا۔

(۴۰) نابالغ کسی کا مملوک ہے ان نو صورتوں میں وہ نابالغ اُس پانی کا مالک ہی نہ ہوا پہلی تین صورتوں میں مالک آب کا ہے پھر ۳۵ سے ۳۹ تک پانچ صورتوں میں مستاجر کا۔ اخیر میں اگر باذن مولیٰ کسی کے لئے اجارہ پر بھرا اور وہی صورتیں ملک مستاجر کی پانی گئیں تو پانی مستاجر کا اور نہ بہر حال اس کے مولیٰ کا یہاں تک کہ خاص اپنے لئے جو بھرا ہو وہ بھی مولیٰ ہی کی ملک ہوگا۔ یہ پانی جس جس کی ملک ہو اُسے تو جائز ہی ہیں اُس کی اجازت سے ہر شخص کو جائز ہیں جبکہ وہ عاقل بالغ مختار اجازت ہو بلاکہ بحال انبساط اجازت لینے کی بھی حاجت نہیں مثلاً کسی کے نابالغ نوکرا اجیر یا غلام نے پانی بھرا اس کے بھائی یا دوست جو اس کے ایسے مال میں تصرف کرتے اور وہ پسند رکھتا ہے اُس سے بے پوچھے بھی نابالغ مذکور کا بھرا ہوا پانی اُس سے لے کر اپنے صرف میں لاسکتے بلکہ غلام سے مطلقاً اور اُس کے نوکر سے وقت نوکری میں بھرا سکتے ہیں کہ بہر حال اُس دوست کی ملک میں تصرف ہے نہ نابالغ کی۔

(۴۱) نابالغ^۲ حُر کو مالک آب نے پانی تملیک دیا۔

(۴۲) حُر غیر اجیر نے آب مباح غیر مملوک سے اپنے لئے بھرا۔

(۴۳) دوسرے کیلئے بطور خود۔

(۴۴) اُس کی فرمائش سے بلا معاوضہ۔

(۵۴) اجیر کے آقا کے کہنے سے بھرا اگر اس کے یہاں کسی اور خاص کام کیلئے نوکر تھا جس میں پانی بھرنا داخل تھا۔

(۶۶) داخل تھا جیسے خدمت گاری مگر نوکری کے وقت مقرر سے باہر بھرا یا۔

(۴۷) خاص پانی ہی بھرنے پر اسے اجیر کیا نہ وقت مقررہ ہو نہ پانی معین نہ یہ مقرر کہ اُس کے لئے بھرا نہ اُس کا برتن تھا جس میں بھرا۔

(۴۸) وقت مقرر ہو اور اُس سے باہر یہ کام لیا ان آٹھ صورتوں میں وہ پانی اُس نابالغ کی ملک ہے اور اُس میں غیر والدین کو تصرف مطلقاً حرام حقیقی بھائی اُس پانی سے نہ پی سکتا ہے نہ وضو کر سکتا ہے ہاں طہارت ہو جائے گی اور ناجائز تصرف کا گناہ اور اُتنے پانی کا اس پر تاوان رہے گا مگر یہ کہ اس کے ولی سے یا بچہ ماذون^۱ ہو جس کے ولی نے اسے خرید فروخت کا اذن دیا ہے تو خود اس سے پورے داموں خرید لے ورنہ^۲ مفت یا غبن فاحش کے ساتھ نابالغ کی ملک دوسرے کو نہ خود وہ دے سکتا ہے نہ اُس کا ولی۔ رہے والدین وہ بحالت حاجت مطلقاً اور بے حاجت حسب روایت امام محمد اُن کو جائز ہے کہ اُس سے بھروائیں اور اپنے صرف میں لائیں باقی صورتوں میں اُن کو بھی رواہ نہیں مگر وہی بعد شر۔

تنبیہ ۱: یہاں^۳ سے اُستاد سبق لیں معلموں کی عادت ہے کہ بچے جو اُن کے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں اُن سے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے اور اس سے بچے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ اُن سے پانی بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں نہ اُن کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں۔

<p>اقول: اور ان کی نئی اصطلاح جو شریعت کے برخلاف ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں یہ اصطلاح سلف صالحین کے زمانہ میں نہ تھی۔ ایک مرتبہ امام کسائی کا گزر ایک گلی سے ہوا آپ پیاسے تھے تو ایک گھر سے پانی طلب کیا، پھر انہیں یاد آیا کہ انہوں نے اس گھر کے کچھ لوگوں کو پڑھایا ہے، چنانچہ آپ نے پانی واپس کر دیا اور پیاسے ہی وہاں سے گزر گئے۔ (ت)</p>	<p>اقول: وعرفهم الحادث علی خلاف الشرع لا یعبؤ بہ فانه لم یکن فیمن مضی من اهل الخیر و مر الامام الکسائی رحمہ اللہ تعالیٰ علی سکتہ عطشان فاستسقی من بعض بیوتها ثم تذکر انه اقرأ بعض اهلها فمر ولم یشرب۔</p>
---	---

تنبیہ ۲: کنویں کا پانی جب تک کنویں سے باہر نہ نکال لیا جائے کسی کی ملک نہیں ہوتا فان سببہ الملك الاحراز ولا احراز الابد التنحیة عن رأس البئر^۱ (سبب ملک احراز ہے اور احراز پانی کو کنویں کی منڈیر سے الگ کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ ت) تو اُستاد^۲ جسے بچے سے خدمت لینے کا اختیار ہے یہ کر سکتا ہے کہ پانی بچے سے بھروائے یہاں تک کہ ڈول کنویں کے لب تک آئے اُس کے بعد خود اسے نکال لے کہ یہ پانی بچے کی ملک نہ ہوگا بلکہ خود اُس کی۔

<p>ہندیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ جو شخص</p>	<p>فی الہندیۃ عن القنیۃ والساقین</p>
---	--------------------------------------

^۱ اس کی تحقیق نمبر ۲۶ میں گزری ۱۲ (م)

کنویں سے پانی بھرتا ہے وہ محض ڈول کے بھرنے سے پانی کا مالک نہیں ہو جائے گا، اُس وقت مالک ہوگا جب اُس پانی کو کنویں کی منڈیر سے الگ کر کے رکھ دے۔

اور ردالمحتار میں ہے اگر کسی نے ٹھلیا، مٹکے یا مسجد کے حوض میں پانی جمع کیا، یہ حوض تانے، بیتل یا گچ کا ہو، اور اس طرح پانی کا بہنا بند ہو گیا ہو تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا، انہوں نے اس کو احراز سے تعبیر کیا، اخذ سے نہیں۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر ڈول کنویں سے بھرا مگر وہاں سے ہٹایا نہیں تو شیخین کے نزدیک وہ اس کا مالک نہ ہوگا کیونکہ "احراز" کے معنی کسی چیز کو محفوظ جگہ پر رکھنے کے ہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں جب یہ شخص اس طرح اس کا مالک نہ ہو تو پانی اپنی اباحت پر ہی باقی رہا، تو جس نے اس کو کنویں سے ایک طرف ہٹا کے رکھا اس نے اس کو محفوظ کیا تو وہی اس کا مالک ہوا۔ (ت)

من البئر لا يملك بنفسه ملاً الدلو حتى ينحيه عن رأس البئر^۱۔

وفي ردالمحتار لو احرز في جرة اوجب اوحوض مسجد من نحاس او صفر او حص وانقطع جريان الماء فانه يملكه وانما عبر بالاحراز لا الاخذ اشارة الى انه لو ملاً الدلو من البئر ولم يبعده عن رأسها لم يملك عند الشيخين رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذ الاحراز جعل الشیعی فی موضع حصین^۲۔

اقول: فاذا لم يملكه كان باقياً على اباحتہ فالذي نحاه هو الذي احرز المباح فيملكه۔

تمیہ ۳: بہشتیوں (۱) کے سچے اکثر کنویں پر پانی بھرتے ہیں لوگوں کی عادت ہے کہ ان سے وضو یا پینے کو لے لیتے ہیں یہ حرام ہے اور عوام کو اس میں ابتلائے عام ہے ولا حول ولا قوة الا بالله العلیٰ العظیم۔

اقول: مگر یہاں^۲ ایک دقیقہ ہے یہ سچے داموں پر پانی بھرتے ہیں اور کہیں مشکیں مقرر ہوتی ہیں کہیں گھر کے برتن معین یہ شخص جس نے نابالغ بہشتی سے پانی لیا اگر وہ^۱ اس کے یہاں نہیں بھرتا تو اسے مطلقاً جائز نہیں اور اگر بھرتا ہے مگر یہ^۲ مشک جسے وہ بھر رہا تھا اور اُس کے ڈول سے پانی اس نے لیا دوسرے کے یہاں لے جائے گا تو ناجائز ہے اور اگر^۳ اسی کے یہاں لے جانے کو ہے مگر قرار داد برتنوں کا بھرنا ہے اور وہ پورے بھر دئے جائیں گے تو ناجائز ہے کہ یہ پانی اُس سے زائد ہے یوں^۴ ہی اگر مشکوں کا قرار داد ہے اور یہ مشک بھی اُس سے پوری لی تو ناجائز ہے ہاں^۵ اگر یہ مشک اتنی خالی لی تو ایسا ہوا کہ اتنا پانی گھر پر نہ پہنچایا یہیں لے لیا یا^۶ برتنوں کا قرار داد ہے اور اتنا خالی رکھنے کو کہہ دیا یا^۷ جس دوسرے کے یہاں یہ مشک لے جاتا ہے اُس سے

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب من کتاب الشرب نورانی کتب خانہ پشاور ۳۹۲/۵

^۲ ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفیٰ البابی مصر ۳۱۱/۵

اس قدر پانی کی اجازت لے لی اور اُس نے مشک یا برتن اتنے خالی رکھوائے تو جائز ہونا چاہئے کہ اگرچہ پانی ابھی سقاہی کی ملک تھا جب برتنوں میں ڈالے گا اُس وقت اس کی بیج ہوگی اور جس کے یہاں بھرا گیا اُس کی ملک ہوگا یہ اس لئے کہ بہشتی اجر مشترک ہیں نہ اُن کا وقت معین ہوتا ہے نہ اتنا پانی قابل تعین ہے اور اپنے ڈول سے بھرتے ہیں اور جب تک مشک کہیں ڈال نہ دیں پانی اپنا ہی جانتے ہیں اُس میں جو چاہیں تصرف کرتے ہیں لہذا اُس وقت تک پانی انہی کا ہوتا ہے مگر مقصود اس مول لینے والا قبضہ ہے اور اس کی اجازت سے جو تصرف ہو وہ اسی کا قبضہ ہے اگر دس مشکیں اس کے یہاں ٹھہری ہوئی ہیں اور وہ کہے کہ اُن میں سے دو کا چھڑکاؤ یہیں سڑک پر کر دو ضرور بیج صحیح ہو جائیگی اسی طرح اگر اس میں سے ایک لوٹا یا جس قدر چاہا زید کو دلوایا، هذا ما ظهر لي والله تعالى اعلم۔ (ت)

تمبیہ ۴: معتوہ^۲ بومرا جس کی عقل ٹھیک نہ ہو تدبیر مختل ہو کبھی عاقلوں کی سی بات کرے کبھی پاگلوں کی مگر مجنون کی طرح لوگوں کو محض بے وجہ مارتا گالیاں دیتا اینٹیں پھینکتا نہ ہو وہ تمام احکام میں صبی عاقل کی مثل ہے تو یہ سب احکام بھی اُس میں یوں ہی جاری ہوں گے۔

اقول: مگر غنی ماں^۳ باپ کا اُس کے بھرے ہوئے سے انتفاع امام محمد سے دربارہ صبی مروی اور اُس کا مبنی عرف و عادت اور معتوہ میں اس کی عادت ثابت نہیں اور منع میں بوجہ ندرتِ عتہ لزوم حرج نہیں تو یہاں ظاہراً قول اول ہی مختار ہونا چاہئے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

فائدہ: یہاں تک وہ پانی تھے جن میں اُن کا غیر نہ ملا آگے خلط غیر کی صورتیں ہیں۔

(۶۵۳۹) کتب کثیرہ معتدہ میں تصریح ہے کہ اگر نابالغ^۴ نے حوض میں سے ایک کوزہ بھرا اور اس میں سے کچھ پانی پھر اُس حوض میں ڈال دیا اب اُس کا استعمال کرنا کسی کو حلال نہ رہا۔

فی ش'عن ط' عن الحموی ^۲ عن الدراية ^۱ عن الذخيرة ^۵ والمنية ^۶ وفي غمز العيون ^۷ عن شرح المجمع ^۸ لابن الملك عن الذخيرة وفي الاشباة ^۹ من احكام الصبيان وفي الحديقة الندية ^{۱۰} عن الاشباة في النوع العشرين من افات اللسان وفي غيرها من الكتب الحسان عبد اوصی اوامة ملاً الكوز من ماء الحوض و اراق	ش' میں ط' سے حموی سے درایہ سے ذخیرہ سے اور منیہ سے ہے اور غمز العیون میں شرح مجمع سے یہ ابن ملک کی کتاب ہے ذخیرہ سے ہے، اور اشباہ میں احکام الصبیان میں اور حدیقہ ندیہ میں اشباہ آفات اللسان کی بیسیوں نوع میں اور دوسری کتب میں ہے کسی غلام سچے یا باندی نے حوض کے پانی س لوٹا بھرا پھر اس میں سے کچھ اُسی کے اندر انڈیل دیا تو اب کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس حوض سے
---	---

بعضہ فیہ لایحل لاحدان یشر من ذلک الحوض لان الماء الذی فی الکوز یصیر ملکاً للآخر فاذا اختلط بالماء المباح ولا یسکن التمییز لایحل شربہ ^۱	پانی پئے کیونکہ حوض کا پانی لینے والے کی ملک ہو جاتا ہے تو جب یہ ملک مباح سے مل گیا اور اس میں تمیز ممکن نہیں تو اس کا پینا حلال نہ ہوگا۔ (ت)
---	---

علامہ طحاوی و علامہ شامی نے اسے نقل کر کے فرمایا اس حکم میں حرج عظیم ہے۔

اقول: یہاں بہت استثناء و تنبیہات ہیں: اول: (۱) آب مباح غیر مملوک ہے تو حکم نہ ہر حوض کو شامل نہ حوض سے خاص بلاکہ کنوئیں کو بالعموم حاوی ہے کہ کنوئیں اگرچہ مملوک ہو اس کا پانی مملوک نہیں کما تقدّم تحقیقہ (جیسا کہ اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔ ت) اور وہ حوض جس کا پانی مملوک ہے اُس کا مالک اگر عاقل بالغ ہے تو بچہ ہزار بار اس میں سے پانی بھر کر اس میں پلٹ دے کچھ حرج نہ آئے گا کہ مال جس کا (۲) تناول اس کے مالک نے مباح کیا ہو بعد اخذ تصرف بھی ملک مالک سے خارج نہیں ہوتا یہاں تک کہ دعوت کا کھانا کھاتے وقت بھی میزبان ہی کی ملک پر کھایا جاتا ہے تو بچہ اس پانی کا مالک ہی نہ ہوگا اصل پانی کی ملک پر رہے گا اور ڈال دینے سے اُسی کی ملک میں جائے گا۔ دوم: ہماری تحقیقات بالا سے واضح ہوا کہ ہر مباح بھی مطلقاً اخذ کی ملک نہیں ہو جاتا تو پانی کو مباح و مملوک کو شامل لے کر وہی سترہ ۷۷ صورتیں یہاں بھی پیدا ہوں گی جو نابالغ کے بھرے ہوئے پانی میں گزریں نو صورتوں میں وہ پانی اُس بھرنے والے کی ملک نہ ہوگا بلاکہ اصل مالک آب یا مستاجر یا مولیٰ کی ملک ہوگا وہ اگر عاقل یا

عہ: حکم کی شدت نے اس مسئلہ کو مشکل بنا دیا ہے کیونکہ عوام و خواص کے ابتلاء کی وجہ سے یہ حکم بموجب حرج اور تنگی ہے جبکہ ابتلاء عوام داعی یسر و آسانی ہے اللہ تعالیٰ بے حساب رحمتیں نازل فرمائے فقہاء کرام پر جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت فرمائی اور ایسے پیچیدہ اور مشکل مسائل کو حل فرمایا جس سے عوام الناس کیلئے آسانی اور سہولت کی راہ ہموار ہوئی چنانچہ امام احمد رضا بریلوی (مصنف) نے اس مسئلہ کی شدت کو محسوس فرمایا اور انہوں نے فقہاء احناف کے اقوال کی روشنی میں اس کا حل صفحہ ۵۳۷ پر خود بیان فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے مسئلہ مذکورہ اگرچہ جنابت و طہارت کا نہیں بلکہ اسکا تعلق حظر و اباحت سے ہے، تاہم پاک پانی میں نجس پانی کے اختلاط کے مسئلہ میں فقہاء احناف کے بیان کردہ قواعد کی روشنی میں اس کو حل کیا جاسکتا ہے عراقی فقہاء نے پاک پانی میں نجس پانی گرنے سے متعلق فرمایا کہ بڑے حوض کے کثیر پانی میں جس جگہ نجس پانی گرا ہو اس جگہ کو چھوڑ کر باقی حوض سے وضو جائز ہے کیونکہ باقی جگہوں تک نجاست کا پہنچنا مشکوک ہے لہذا شک کی بنا پر باقی پانی کی طہارت زائل نہ ہوگی جبکہ جمہور فقہاء نے ایسی صورت میں تمام حوض حتیٰ کہ جس جگہ نجاست گری ہے اس جگہ پر بھی وضو کو جائز فرمایا کیونکہ پانی طبعی طور پر سیال ہے اور ہواؤں وغیرہ کی تحریک کی وجہ سے پانی ایک جگہ ساکن نہیں رہتا لہذا حوض کے باقی حصوں میں نجاست پہنچنے نہ پہنچنے کے احتمال کی وجہ سے باقی بلاکہ تمام پانی کو بالیقین نجس نہیں کہہ سکتے لہذا نجاست کا یقین زائل ہو جانے پر پانی کا اصل حکم یعنی طہارت باقی رہے گا اس طرح حوض کے ہر حصہ کے پانی کو پاک قرار دیا جائیگا، عراقی یا جمہور فقہاء کرام کے ضابطہ پر نابالغ حوض کی ملکیت پانی کو قیاس کرتے ہوئے مذکورہ مشکل مسئلہ کا حل واضح ہو جاتا ہے، عراقی ضابطہ کے پیش نظر جہاں نابالغ حوض کا پانی گرا اُس جگہ کو چھوڑ کر باقی تمام پانی کا استعمال مباح ہوگا جبکہ جمہور فقہاء کے ضابطہ کے تحت نابالغ کے پانی گرنے کی جگہ سمیت تمام پانی مباح ہوگا مصنف کی اصل عبارت میں تفصیل موجود ہے۔

عبد الستار سعیدی

بالغ نہیں تو البتہ یہی دقت عود کرے گی ورنہ اُس عاقل بالغ کی اجازت پر توقف رہے گا۔

سوم: صبی کی خصوصیت نہیں معتوہ بھی اسی کے حکم میں ہے کہا تقدم۔

چہارم: جس طرح کلام علماء میں پینے کا ذکر مثال ہے مراد کسی قسم کا استعمال ہے اسی طرح کچھ یہی شرط نہیں کہ حوض یا کنویں سے پانی لے کر ہی ان میں ڈالے یا جس حوض یا چاہ سے لیا اس میں واپس دے یا وہ نبالغ ہی اپنے ہاتھ سے ڈالے بلالکہ مقصود اُسی قدر ہے کہ مال مباح میں نبالغ کی ملک کا اس طرح مل جانا کہ جدا نہ ہو سکے تو اگر صبی کی ملک کا پانی اُس کے گھر سے لا کر کسی شخص اگرچہ خواہ اُس کے ولی نے کسی کنویں یا مباح حوض میں ڈال دیا اس کا استعمال تا بقائے آب مذکور ناجائز ہو گیا۔

پنجم: ظاہر ہے کہ یہ عدم جواز اوروں کے حق میں بوجہ اختلاط ملک صبی ہے خود صبی استعمال کر سکتا ہے کہ وہ نہیں مگر اسکی ملک یا مباح۔

ششم: اُس کے ۲ ماں باپ بھی بشرط حاجت بالاتفاق اور بلا حاجت روایت امام محمد پر استعمال کر سکتے ہیں تو لایحل لاحد (کسی کیلئے جائز نہیں۔ ت) عام مخصوص ہے۔ ہفتم: اگر وہ کنواں یا حوض ترک کردیں اور صبی بلوغ کو پہنچے اور اُس وقت اس پانی کو مباح کر دے تو اب کوئی مانع نہیں۔

ہشتم: اگر وہ صبی انتقال کر جائے اس کے سب ورثہ عاقل بالغ ہوں تو اب ان کی اجازت پر دقت نہ رہے گی اور اگر ایک ہی وارث ہے تو اسے خود حلال خالص ہے کسی کی اجازت کی بھی حاجت نہیں۔

نہم: اگر وہ پانی کہ صبی کی ملک سے اُس میں مخلوط ہوا باقی نہ رہے تو اب سب کو مباح ہو جائے گا کہ مانع زائل ہو گیا۔
دہم: مسئلہ ۳ سابقہ یعنی نبالغ کے بھرے ہوئے پانی میں جو ایک صورت جواز اُس سے اگر ماذون ہو ورنہ اُس کے دل سے خرید لینے کی تھی یہاں جاری نہیں ہو سکتی کہ ملک صبی کا پانی جب اُس آب مباح میں مل گیا قابل بیع نہ رہا کہ مقدور التسليم نہیں۔

یازدہم: آب مباح کی ضرورت بھی اُس حالت میں ہے کہ بچہ کا اُس میں سے بھر کر اُس میں ڈال دینا لیں کہ مباح پر ملک یوں ہی ہوگی ورنہ ۴ ملک نبالغ کا پانی اگر کسی کے مملوک پانی میں مل جائے گا تو اُس کا استعمال بھی حرام ہو جائے گا حتی کہ اُس مالک آب کو۔

دوازدہم: ایک یادوں طرف کچھ پانی کی خصوصیت نہیں بلالکہ کسی کے ۵ مملوک پانی میں بچے کی ملک کا عرق یا دودھ یا کسی کے مملوک عرق یا دودھ میں ۶ کچھ کی ملک کا پانی یا چاول میں چاول گہوں میں گہوں مل جائیں

جب بھی یہی حکم ہے کہ اس میں تصرف خود مالک کو بھی حرام ہو گیا تو مسئلہ کی تصویر (۱) یوں ہونی چاہئے کہ اگر کسی شے مباح یا مملوک میں کسی غیر مکلف کی ملک اس طرح خلط ہو جائے کہ تمیز ناممکن ہو اگرچہ یونہی کہ مثلاً مباح غیر مملوک پانی سے صبی یا معتوہ حر غیر اجیر نے بھر اور اگر وہ کنواں ہے تو اُس سے بھر کر باہر نکال لیا اور اگر اجیر ہے تو نہ وقت معین نہ وہ مباح معین نہ یہ مستاجر کیلئے لینے کا مقرر نہ اُس کے ظرف میں لیا پھر ان صورتوں میں اُس کا کوئی حصہ اُس میں کسی نے ڈال دیا یا پڑ گیا تو جب تک اُس غیر مکلف کی ملک اُس مباح یا مملوک میں باقی ہے اور وہ غیر مکلف ہے اور ملک اُس سے منتقل نہ ہو گئی اُس وقت اُس غیر مکلف یا بحال حاجت خواہ ایک روایت پر پانی میں مطلقاً اُس کے ماں باپ کے سوا کسی کو اُس میں تصرف حلال نہیں۔

سیر و ہم: غلام اور باندی کے مسئلہ کو "ش" نے یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ غلام پانی کا مالک نہیں بنے گا اور اگر مالک ہوگا بھی تو وہ پانی اُس کے مالک کی ملکیت میں آجائے گا کیونکہ اس کی تمام کمائی کا مالک اُس کا مالک ہی ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں فقہاء سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی ہے کہ اتنی معمولی سی بات اُن کے ذہن میں نہ آئی ہو، دراصل ان کا مقصود آزاد عاقل بالغ اور بچہ، بیوقوف اور غلام کے درمیان فرق کو ظاہر کرنا ہے، کیونکہ آزاد شخص جب پانی بھرے گا تو مالک ہو جائے گا اور جب بہائے گا تو مباح کر دے گا، اور یہ لوگ اباحت کا حق نہیں رکھتے ہیں، لہذا پانی ان کے انڈیل دینے سے مباح نہ ہوگا اور مراد یہ نہیں کہ حرمت ہمیشہ رہے گی، بلکہ یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ اس کا مالک اجازت نہ دے دے، چنانچہ بچہ اور بیوقوف کی صورت میں ببلوغ یا عقل کی درستی کے بعد اجازت دینے سے اس کا پینا حلال ہو جائے گا اور غلام کی صورت میں اس کے آقا کی اجازت سے جو مکلف حاضر ہو

سیر و ہم: حدیث العبد والامۃ رده ش بان العبد لایملک وان ملک فیکون لہ مالک لانه مالک اکسابہ^۱۔
اقول: (۲) ماکانوا لیذہلوا عن مثل هذا وانما القصد ابانة الفرق بین الحر العاقل البالغ و بین الصبی والمعتوہ والرقیق فان الاول اذا ملأ ملک فاذا صب اباح وهؤلاء لایملکون الاباحة فلا یحل بصبهم وليس المراد تأبید التحريم بل الی ان تلحق الاجازة ممن هی له ففي الصبی او المعتوہ حتی یبلغ او یعقل فیجیز وفي (۳) الرقیق حتی یجیز المالك المكلف الحاضر حالا او مالا او یبلغ الغائب او یبلغ الصبی او یفیک المعتوہ فیجیزوا۔

^۱ ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفیٰ البابی ۵/ ۳۱۲

چاردہم: عدش من اشکالاته انه لو یبین متى یحل الشرب منه ¹ اھ۔ (۱) واشرت الی جوابہ بقولی ما بقی فیہ ذلک الماء لان المنع لاجلہ فاذا ذهب ذهب۔

پانزدہم: قال وہی ثم فرق بین الحوض الجاری او مافی حکمہ و بین غیرہ ² اھ۔

اقول: (۲) تعبیر ہم بالحوض (۳) ظاہر فی رکودہ فان الجاری یسی نہرا لحوضا (۴) والاطلاق یشمل الصغیر والكبیر وهو الوجه فان الماء الجاری یذهب ذلک الماء یقیناً فیزول السبب ولا کذلک الراکد۔

شانزدہم: قال وینبغی ان یعتبر غلبۃ الظن بانہ لم یبق مما اریق فیہ شیئ منہ بسبب الجریان والנحر و الا یلزم هجر الحوض وعدم الانتفاع بہ اصلاً ³ اھ۔

فی الحال یا فی المال، یا غائب پہنچ جائے یا بچہ بالغ ہو جائے یا بیوقوف عاقل ہو جائے، اور وہ اجازت دے دیں۔ (ت)
چواردہم: "ش" نے اس پر یہ اشکال محسوس کیا ہے کہ انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس کا پینا کب حلال ہوگا اھ۔ میں نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک اس میں یہ پانی باقی ہے کیونکہ حرمت اسی کی وجہ سے ہے جب یہ ختم ہو جائے گا تو حرمت بھی ختم ہو جائے گی۔ (ت)

پندرہواں، کیا حوض جاری اور جو اس کے حکم میں ہے اس میں اور دوسرے پانیوں میں اس سلسلہ میں فرق ہے؟ (ت)

میں کہتا ہوں فقہاء کا حوض سے تعبیر کرنا اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ اُن کی مراد ٹھہرا ہوا پانی ہے کیونکہ جاری پانی کو نہر کہا جاتا ہے حوض نہیں کہتے ہیں اور اطلاق چھوٹے بڑے دونوں کو شامل ہے اور یہی معقول وجہ ہے کیونکہ جاری پانی اس پانی کو جو پھینکا گیا ہے بہالے جائے گا، تو سبب حرمت زائل ہو جائے گا اور ٹھہرے ہوئے پانی کی یہ صورت نہیں۔ (ت)

سولہواں: فرمایا غلبہ ظن کا اعتبار بھی کیا جانا چاہئے یعنی یہ کہ پانی کے جاری رہنے یا اُس میں سے پانی کے نکالے جانے کے باعث جو پانی کہ اس میں ڈالا گیا تھا اُس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا، ورنہ تو پھر حوض کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خیر باد کہنا پڑے گا۔ (ت)

¹ ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفیٰ البانی مصر ۱۵/ ۳۱۲

² ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفیٰ البانی مصر ۱۵/ ۳۱۲

³ ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفیٰ البانی مصر ۱۵/ ۳۱۲

اقول: (۱) لا ینبغی الشک فی الجواز بعد النزع لما سیاقی انما الشأن فی جواز النزع (۲) وکیف یحل مع ان فیہ اضاعة ملک الصبی ان صب فی الارض او لانتفاع به ان سقی به نحو زرع او بستان وكذلك الاجراء وان ابیح ذلك الان فلم لا یباح الشرب والاستعمال من رأس اذلیس فیہ فوق هذا بأس نعم (۳) ان جرى بمطر اوسیل فذلك حل من دون اثم۔

ہمدھم: قال ویسکن ان یعتبر بالنجاسة فیحل الشرب من نحو البئر بالنزع ومن غیرھا بالجریان بحیث لو کان نجاسة لحکم بطھا رتھا فلیتأمل^۱۔

اقول: (۴) عرفت ما فیہ (۵) والنزع فی النجاسة معدول به عن سنن القیاس فکیف یعتبر به وكأنہ رحمہ اللہ تعالیٰ الیٰ ہذہ الابحاث اشار بقولہ فلیتأمل۔

میں کہتا ہوں، جب اس حوض کا پانی نکل جائے تو پھر جواز میں کوئی شک نہیں لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ آیا اس تمام پانی کا نکال دینا جائز ہے؟ اس میں اشکال یہ ہے کہ نکال کر اگر یوں ہی بہا دیا جائے تو بچہ کا مال ضائع ہو جائے گا اور کسی باغ یا کھیت وغیرہ کو لگا دیا جائے تو اُس سے نفع حاصل کرنا لازم آئے گا، اسی طرح جاری کر کے بہا دینا بھی درست نہیں اور اگر اس سے یہ تمام کام کرنا جائز ہیں تو شروع ہی سے اس کا پینا اور اس کو استعمال کرنا کیوں جائز نہیں، اُس میں اس سے زیادہ کیا حرج تھا؟ ہاں یہ صورت ہو سکتی ہے کہ بارش یا سیلاب کی وجہ سے حوض کا پانی بہہ نکلا تو وہ بلا حرج حلال ہو جائے گا۔ (ت)

سترھواں: فرمایا یہ ممکن ہے کہ نجاست کا اعتبار کیا جائے، تو کنویں سے پانی نکال کر پینا جائز ہوگا، اور کنویں کے علاوہ دوسری چیزوں سے اُس پانی کے جاری ہونے کی وجہ سے پینا جائز ہو جائے گا، گویا اگر اس میں نجاست بھی ہوتی تو اس کی طہارت کا حکم دیا جاتا، فلیتأمل۔ (ت)

میں کہتا ہوں، اس پر جو اعتراض ہے وہ معلوم ہو چکا ہے، اور کل پانی کا نجاست کی صورت میں نکالنا برخلاف قیاس ہے تو اس پر آگے قیاس کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور غالباً انہوں نے ان ابحاث کی طرف فلیتأمل سے اشارہ کیا ہے (ت)

ہمدھم: (۶) سب سے زیادہ اہم اس کا علاج ہے کہ یہ پانی قابل استعمال کیونکر ہو سید طحطاوی نے تو اتنا فرمایا کہ اس میں حرج عظیم ہے سید شامی نے جو علاج بتائے دفع اثم کو کافی نہیں ہوتا،

^۱ رد المحتار فصل فی الشرب مصطفیٰ البابی مصر ۱۵/ ۳۱۲

عارف باللہ سید عبدالغنی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اس کا حل یہ ہے کہ اگر ولی اجازت دے تو جائز ہے یہ بات انہوں نے آفات اللسان کی بیسیوں نوع میں اس مسئلہ کو اشباہ سے نقل کرنے اور اس کو علت بیان کرنے کے بعد کہی ہے جس کی عبارت ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ "مگر یہ کہ ولی اجازت دے دے" اور اس کی مثال یہ ہے کہ بچوں کے کوزوں سے پانی پینا ولی کی اجازت ہی سے جائز ہے، اور اسی طرح دوسری کھانے والی اشیاء کا حال ہے سچے جب وہ کسی کو دیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں اللہ عبدالغنی پر رحم کرے اور ہم پر بھی ولی کی ولایت صرف نظری (بچہ کی بھلائی کیلئے) ہے ولی بچہ کا مال تلف نہیں کر سکتا ہے اور نہ دوسروں کو دے سکتا ہے، یہ بات طے شدہ ہے کہ تصرفات تین قسم کے ہیں نفع محض جیسے بچہ کا ہبہ کا قبول کرنا، عاقل بچہ بذاتِ خود ہبہ قبول کر سکتا ہے اور ایک وہ جس میں نفع کا بھی احتمال ہے اور نقصان کا بھی۔ جیسے خرید و فروخت اس میں ولی کی اجازت ضروری ہوگی اور سراسر نقصان والی بات، جیسے طلاق، آزاد کرنا اور ہبہ کرنا، تو اس کی صحت کی کوئی صورت نہیں، ولی کی اجازت سے بھی نہیں، اور یہ تیسری قسم ہی میں شامل ہے، اُن کو یہ سہو اس لئے لاحق ہوا کہ ماتن نے طریقہ محمدیہ میں منی عنہ کے سوال کا ذکر کیا ہے۔ پھر یہ لفظ کہے ہیں "حرمة السؤال لا تقتصر على المال الخ سوال جو بے ضرورت شرعیہ حرام ہے یہ صرف مال

واشار سیدی العارف باللہ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ، فی الحديقة الى ان تفريجه بأذن الولي حيث قال في النوع العشرين من افات اللسان بعد ما نقل المسألة عن الاشباة وعللها بما قدمنا مانصه وظاهرة الا ان يأذن الولي قال ونظيره عدم حل الشرب من كيزان الصبيان الاباذن الولي وكذلك في اكل ما معهم اذا اعطوه لاحد¹ اهـ فلا وجه لصحته ولا بأذن الولي وهذا من الثالث ووجه هذا السهو منه رحمه الله تعالى قول المبائن في الطريقة المحمدية حيث ذكر السؤال المنهى عنه

اقول: رحم الله سیدی ورحمنا به (۱) انما الولاية نظرية وليس للولي اتلاف ماله ولا ان يأذن به غيره (۲) كيف وقد تقرر ان التصرفات ثلاثة نفع محض كقبول هبة فيستبد به الصبي العاقل ودائر بين النفع والضرر كالبيع والشرء فيحتاج الى اذن الولي وضرر محض كالطلاق والعتاق والهبة ثم (۳) قال (حرمة السؤال لا تقتصر على المال بل تعم الاستخدام خصوصا اذا كان صبيا او مملوكا للغير)۔ (۴) اما صبي نفسه

¹ حديقة ندية النواع العشر من افات اللسان نوريه رضويه فيصل آباد ۲/ ۲۶۹

مانگنے پر ہی موقوف نہیں بلکہ اجنبی سے کسی خدمت کا کہنا بھی حرام سوال میں داخل ہے خصوصاً دوسرے کے نابالغ بچے یا غلام سے۔ اگر کسی کا اپنا بچہ ہے تو باپ، ماں، دادا اور دادی کیلئے (اس سے خدمت لینا جائز ہے، اگر خدمت لینے والا فقیر ہو) خادم نہ خرید سکا ہو یا کسی کو ملازم نہ رکھ سکتا ہو (یا بچہ کی تہذیب و تربیت کا ارادہ ہو مگر اس شرط میں غلام، مزدور، بیوی سے گھر کا کام کاج کرانا شامل نہیں کہ ان سے بغیر احتیاج کے گھر کا کام لینا جائز ہے اور شاگرد سے خدمت لینا درست ہے مثلاً طالب علم سے قرآن سکھانے یا کوئی علم سکھانے یا کسی حرفت کے سکھانے کا کام لیا جائے (اس کی مرضی سے، اگر وہ بالغ ہے، ورنہ اس کے ولی کی رضا سے اگر وہ بچہ ہے) کیونکہ بچہ اپنی منفعت کیلئے بھی اپنے مال میں ولی کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا ہے اھ ملتقطاً ہے اور شرح سے اضافہ ہے تو وہ اجازت جس کا ذکر ماتن نے کیا ہے اس کے استخدام ہیں، تو شارح نے اس کو مال تک بڑھادیا ہے اور دونوں میں بہت فرق ہے، کیونکہ پہلی صورت میں اس کا نفع ہے کہ اس کی تادیب و تہذیب ہے جبکہ اُس سے کام کرانے میں ضرر بھی ہے، تو یہ دوسری قسم میں داخل ہوا، اس لئے ولی کی اجازت سے جائز ہوگا، جبکہ تیسرا ایسا نہیں ہے، اور جس کا انہوں نے فائدہ دیا ہے وہ بچہ کے کوزہ سے پانی پینے کا جواز ہے یا جو چیز بچہ کے پاس ہے اس کے کھانے کا جواز ہے ولی کی اجازت سے۔ (ت)

فیجوز للاب والام والجد والجدۃ استخدامہ ان کان المستخدم فقیراً لاقدرة له علی شراء خادم او استئجاره (اوراد تہذیبہ و تادیبہ)¹ بخلاف عہ استخدام مملوکہ واجیرہ (۱) وزوجتہ فی مصالح البیت وتلمیذہ فی تعلیم قرآن او علم او صنعة (بآذنه) یعنی برضاہ (ان کان بالغاً او باذن ولیہ ان کان صبیاً) فان الصبی محجور علیہ من التصرف فی مالہ فی منافع نفسه الا باذن الولی² اھ۔ ملتقطاً، مزیداً من شرحہ رحمہ اللہ تعالیٰ (۲) فالاذن الذی ذکرہ الماتن فی استخدامہ عداہ الی مالہ وشتان ماہباً فان فی الاول نفعہ من تادیبہ و تہذیبہ مع ضرر استعمالہ فکان من القسم الثانی فجاز باذن الولی بخلاف الثالث (۳) والذی افاد من حل الشرب من کوز الصبی واکل مآمعہ باذن الولی۔ (ت)

اس کے قول اذا کان صبیاً او مملوکاً للغیر کی طرف نظر کرتے ہوئے۔ (ت)

عہ: ناظرًا الی قوله اذا کان صبیاً او مملوکاً للغیر ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

¹ حدیقہ ندیہ النوع العشرون من افات اللسان نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۶۷/۲

² حدیقہ ندیہ النوع العشرون من افات اللسان نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۶۸/۲

تو میں کہتا ہوں اگر پانی اور کھانا ولی کا ہے اور بطور اباحت (نہ بطور ہبہ) اس نے بچہ کو دے رکھا ہے تو ایسی صورت میں ولی کسی کو بھی اجازت دے سکتا ہے، کیونکہ یہ دو چیزیں اب بھی ولی کی ملکیت میں باقی ہیں یہ اُس صورت سے مختلف ہے جبکہ یہ اشیاء بچہ کی ملکیت میں ہوں تو ایسی صورت میں ولی کی اجازت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں ولی کی اجازت سے صغیر کے مال کو بغیر عوض ضائع کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں اور ذخیرہ، منیہ اور معراج الدراریہ کا مسئلہ گزر چکا ہے کہ بچہ وادی سے جو پانی لائے اس کو والدین کے لئے پینا جائز نہیں سوائے اس صورت کے کہ وہ فقیر ہوں۔ (ت)

فاقول: (۱) محلہ اذا كان الماء والطعام للولی اعطاهما الصغیر علی وجه الاباحة دون الهبة فحينئذ يكون للولی ان یأذن لمن شاء فبقائهما علی ملكه بخلاف ما اذا كان الشئ مملوگا للصغیر فلا معنى اذا لاذن الولی باستهلاكه من دون عوض وقد تقدمت مسألة الذخيرة والمنیة ومعراج الدراية فی ماء جاء به الصبی من الوادی لایجوز لابویہ الشرب منه الا فقیرین^۱۔

غرض مسئلہ مشکل ہے اور اس میں ضرور حرج ہے اور حرج مدفوع بالنص ہے۔

وانا قول: وبالله التوفیق پانی کی ملک صبی ہوا نجس نہیں کہ اُس کے گرنے سے اور پانی ناپاک ہو جائے حرمت اس وجہ سے ہے کہ مباح و محظور مختلط ہو گئے ہیں یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ مباح استعمال کیا جائے اور اس میں کوئی حصہ محظور کا نہ آنے پائے تو بلاشبہ جواز ہوگا اور ہم نے رجب الساحہ جواب سوال سوم میں بیان کیا ہے کہ مشائخ عراق کے نزدیک حوض کبیر میں نجاست غیر مرئیہ کے موقع وقوع سے وضو جائز نہیں کہ پانی ٹھہرا ہوا ہے منتقل نہ ہوگی اور مشائخ بلخ و بخارا اور ماوراء النہر کے نزدیک سب جگہ سے جائز کہ پانی بالطبع سیال ہے ہواؤں وغیرہ کی تحریک سے اُسے ایک جگہ نہ رہنے دے گا تو جہاں کہیں وضو کیا جائے وہاں نجاست ہونے کا یقین نہیں اگرچہ خاص موقع وقوع سے ہو تو پانی کہ بالیقین طاہر تھا شک سے نجس نہ ہوگا اب یہاں اگر قول عراقیاں لیا جائے جب تو خاص اُسی جگہ کا پانی ممنوع الاستعمال ہوگا جہاں نابالغ کی ملک کا پانی گرا ہے باقی اپنی اباحت پر باقی ہے لہذا علمت انہ لاتعدیۃ فیہ فکان کغیر مرئیۃ فی حوض کبیر (جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس میں تجاوز نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسا حوض کبیر میں نجاست غیر مرئیہ ہو) (ت) اور اگر قول جمہور لیا جائے اور وہی صحیح ہے تو بوجہ احتمال انتقال اختلاط ملک صبی کا یقین کسی موضع معین میں نہیں بلکہ موضع مجہول و مبہم میں ہے اور ایسے^۲ یقین پر جب اُس شے کے بقا و زوال میں شک طاری ہو یقین زائل اور حکم اصل حاصل ہوتا ہے جیسے دائین^۳ چلانے میں میل ضرور پیشاب کرتے اور اناج کا ایک حصہ یقیناً ناپاک ہوتا ہے مگر متعین نہ رہا

^۱ رد المحتار بالمعنی باب الشرب البابی مصر ۱۵/ ۳۱۲

تو بعد تقسیم یا اُس سے کچھ بہہ یا صدقہ کرنے سے سب پاک ہو جائے گا کہ ہر ایک کہے گا ممکن کہ ناپاک دانے دوسرے حصے میں رہے یا گئے ہوں، یوں ہی (۱) چادر پر ناپاکی کی یقین ہے اور جگہ معلوم نہیں یا یاد نہ رہی اور تحرری کسی طرف نہیں پڑی کہیں سے پاک کر لی جائے پاک ہو جائے گی کہ اب اس متیقن مبہم کی بقا میں شک ہو گیا اور سب (۲) سے زائد وہ مسئلہ ہے کہ محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیر کبیر میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اتنا معلوم ہے کہ اس میں ایک ذمی ہے مگر اُسے پہچانتے نہیں اُن کفار کا قتل حرام ہے ہاں اگر اُن میں سے بعض نکل جائیں یا کوئی قتل کر دے تو اب باقیوں کا قتل جائز ہو گیا کہ وہ یقین مجہول اس شک سے زائل ہو گیا۔

اس کی تحقیق ابراہیم حلبی نے غنیہ میں بہت اعلیٰ اور مفید طریق پر کی ہے جس کو دیکھنا ہو وہاں ملاحظہ کرے، یہاں اس کی صرف یہ عبارت نقل کرنا کافی ہوگی "اگر کپڑے کا ایک کنارہ ناپاک ہو گیا مگر بھول گیا کہ کون سا کنارہ ہے تو تحرری کر کے یا بلا تحرری ایک کنارہ دھولیا تو کپڑا پاک ہو جائے گا" کیونکہ کپڑے میں اصل طہارت ہے اور جب ایک کنارہ دھولیا تو اب نجاست کے ہونے میں شک ہو گیا، کیونکہ جو حصہ دھویا گیا ہے اس میں امکان ہے کہ وہی ہو جو نجس تھا، تو شک کی بنیاد پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اسمیجانی نے شرح جامع کبیر میں ایسا ہی لکھا ہے، فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ تاج الدین احمد بن عبدالعزیز کو فرماتے ہوئے سنا وہ اس کو سیر کبیر کے اس مسئلہ پر قیاس کرتے تھے کہ اگر ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس میں ایک ذمی ہے مگر معلوم نہیں کہ کون ہے، تو اس قلعہ کے لوگوں کا قتل جائز نہیں، کیونکہ یقین کرنے کا مانع موجود ہے، اور اگر بعض کو قتل کر دیا گیا یا نکال دیا گیا تو باقی کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ مُحَرَّم کی موجودگی میں شک ہے۔ (ت)

وقد حققه العلامة ابراهيم الحلبي في الغنية فافاد واجاد* عليه رحمة الجواد* فراجعه فانه من اهم ما يستفاد* ويكفينا منه هنا قوله تنجس طرف من الثوب فنسيه فغسل طرفاً منه بتحر او بلا تحر طهر لان بغسل بعضه مع ان الاصل طهارة الثوب وقع الشك في قيام النجاسة لاحتمال كون المغسول محلها فلا يقضى بالنجاسة بالشك كذا اورده الاسييجاني في شرح الجامع الكبير قال وسبعت الشيخ الامام تاج الدين احمد بن عبدالعزيز بقوله ويقيسه على مسألة في السير الكبير هي اذا فتحنا حصناً وفيهم ذمي لا يعرف لا يجوز قتلهم لقيام المانع بيقين فلو قتل البعض او اخرج حل قتل الباقي للشك في قيام المحرم كذا¹ هنا۔

¹ غنية المستملی فروع من النجاسة سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۰۴

جب یہ قاعدہ نفیسہ معلوم ہو لیا یہاں بھی اُس کا اجرا کریں جتنا (۱) پانی اُس نابالغ نے ڈالا ہے اسی قدر یا اُس سے زائد اُس حوض یا کنویں سے عہ۱ نکال کر اُس نابالغ عہ۲ کو دے دیں یہ دینا یقیناً جائز ہوگا کہ اگر اس میں ملک صبی ہے تو صبی ہی کے پاس جات ہے بخلاف بہا دینے یا ڈول کھینچ کر پھینک دینے کے کہ وہ ملک صبی کا ضائع کرنا ہے اور یہ جائز نہیں اب کہ اُس قدر یا زائد پانی اُس صبی کو پہنچ گیا اُس کے ڈالے ہوئے پانی کا باقی رہنا مشکوک ہو گیا تو وہ یقیناً کہ موضع مجہول کیلئے تھا زائل ہو گیا اور حوض و چاہ کا باقی پانی جائز الاستعمال ہو گیا۔

ثم اقول: اس پر واضح دلیل مثلیات^۲ مشترکہ مشکاگیہوں وغیرہ میں وارث کبیر کا اپنا حصہ وارث نابالغ کے حصے سے جدا کر لینے کا جواز ہے اور اس کی یہ تقسیم جائز و مقبول رہے گی اگر نابالغ کا حصہ اُس کیلئے سلامت رہے تلف نہ ہو جائے جامع الفصولین میں فتاویٰ اور جامع الصغائر میں ذخیرہ سے ہے:

کیلی او وزنی بین حاضر وغائب اوبین بالغ وصبی اخذ الحاضر اوالبالغ نصیبہ فانما تنفذ قسمته بلا خصم لوسلم نصیب الغائب والصبی حتی لو هلك مابقی قبل ان یصل الی الغائب اوالصبی هلك علیہما ^۱ ۔	کوئی مکمل یا موزوں شے حاضر وغائب کے درمیان یا بالغ اور بچہ کے درمیان مشترک ہے تو حاضر یا بالغ نے اپنا حصہ لے لیا اور اس کی تقسیم بلا خصم نافذ ہو جائے گی بشرطیکہ غائب اور بچہ کا حصہ باقی رہا اور اگر غائب اور بچہ تک پہنچنے سے قبل ہی وہ حصہ ہلاک ہو گیا تو ان کا حصہ ہی ہلاک ہوگا۔ (ت)
--	--

عہ۱: اگر کچھ مائے مباح سے جو لے گا مالک ہوگا تو یہ پانی کہ کوئی شخص کنویں یا مباح حوض سے بھر کر نابالغ کو دے گا اپنی ملک دے گا اور ایک شے پر دو ملکیں جمع نہیں ہو سکتیں تو یہ پانی ملک صبی نہ تھا پھر اس کے نکلنے سے ملک صبی کا نکل جانا کیونکر محتمل ہوا۔
اقول: جبکہ اس پانی میں ملک صبی مخلوط ہے تو اب مائے مباح نہیں مائے محظور ہے بھرنے والا اس کا مالک نہ ہوگا جو بھرا محتمل ہے کہ وہی مائے مملوک صبی ہو یا مائے مباح کا حصہ اول پر بھرنے والا اُس کا مالک نہیں ہو سکتا ہے اور دوم ہے تو ہوگا اور ملک شک و احتمال سے ثابت نہیں ہو سکتی لہذا وہ احتمال قائم رہا کہ یہ وہی پانی ہے جو ملک صبی تھا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ۲: اقول: بلالکہ اگر خود نابالغ نے دوبارہ اتنا یا اُس سے زائد پانی اُس میں سے بھر لیا تو اب بھی رفع مانع ہو جانا چاہئے کہ اگرچہ نابالغ کیلئے پانی ممنوع نہیں جیسا کہ تنبیہ پنجم میں گزرا اور وہ جو دوبارہ بھرے گا ضرور اس کا مالک ہوگا مگر یہ اُس احتمال کا مانع نہیں کہ اس بار وہی پانی آیا جو اس نے پہلے ڈال دیا تھا اور یہی احتمال رفع منع کو بس ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

^۱ جامع الصغائر مع جامع الفصولین مسائل القسمۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۰

ظاہر ہے کہ یہاں بھی ملک صبی ایسی ہی مختلط تھی کہ جدا کرنا ممکن نہ تھا اور بالغ کو اس میں تصرف ناروا تھا بقدر حصہ صبی اُس میں سے الگ کر دینا حصہ صبی کا جدا ہو جانا اور بالغ کے لئے جواز تصرف کا سبب ہوا۔

<p>اقول: اور اس میں شک نہیں کہ پانی مثلی ہے یعنی اس لئے کہ اُس کے اجزاء میں تفاوت نہیں، اور بہت سے مشائخ نے اسی پر جزم کیا ہے، جیسا کہ خیر یہ (احیاء الموات) اور ولوالحیہ میں ہے اور بہت سی کتب میں ہے، اگر کسی شخص نے مٹکے کا پانی گرا دیا تو اس سے کہا جائے گا کہ مٹکا بھرے کیونکہ مٹکے کا مالک پانی کا بھی مالک تھا، اور پانی مثلی اشیاء میں سے ہے تو وہ اس کے مثل کا ضامن ہوگا اھ اگرچہ وہ قیمت والی چیز ہے، اس لئے کہ وہ نہ مکمل ہے اور نہ ہی موزون ہے جیسا کہ خیر یہ کی بیوع میں جامع الفصولین سے، فوائد صاحب المحیط سے اور فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ پانی ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت والی چیز ہے اور اس میں مختلفات ابی القاسم العامری سے ابو یوسف سے ابو حنیفہ سے ہے کہ پانی نہ کیلی ہے نہ وزنی ہے۔ طحاوی نے فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ پانی کا بعض، بعض سے بیجا نہیں جاتا ہے اور محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ پانی کیلی ہے اھ خلاصہ یہ کہ پانی کو الگ کیا جاسکتا ہے جیسے مٹکے میں، بلکہ زیادہ ہے کیونکہ بسا اوقات کھانے کی ایک ہی چیز کے دانوں میں فرق ہوتا ہے لیکن پانی کے قطرات میں نہیں ہوتا۔ (ت)</p>	<p>اقول: (۱) ولا شک ان الماء مثلی بمعنى ان اجزاءه لا تتفاوت وبه جزم كثيرون كما في الخيرية من احياء الموات في الولوالجية وكثير من الكتب لوصب ماء رجل كان في الحب يقال له املاً الماء فان صاحب الحب مالك للماء وهو من ذوات الامثال فيضمن مثله^۱ اھ وان كان قيمياً لانه لا يكال ولا يوزن كما في الخيرية من البيوع عن جامع الفصولين عن فوائد صاحب المحيط وفتاویٰ رشید الدین الماء قیسی عند ابی حنیفہ وابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما وفيه عن مختلفات القاضي ابی القاسم العامری عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ الماء لا يكال ولا يوزن قال الطحاوی معناه لا يباع بعضه ببعض وعن محمد رحمه الله تعالى الماء مكيل^۲ اھ وبالجملة لا شك انه يقبل الافراز كالحب بل ابلغ فربما تتفاوت قليلا حبات طعام واحد بخلاف قطرات ماء واحد۔</p>
---	---

^۱ فتاویٰ خیریتہ فصل فی الشرب بیروت ۱۸۶/۲

^۲ فتاویٰ خیریتہ کتاب البیوع بیروت ۱/۲۲۸

ثم اقول: یہ طریقہ اثم سے بچنے کو ہے اور اگر بغیر اس کے کوئی شخص نادانستہ یا دیدہ و دانستہ براہ جہالت خواہ بے پرواہی احکام شریعت اُس میں سے اُتنا پانی یا اُس سے زاید بھر کر لے گیا تو اگرچہ وہ گنہگار ہو باقی پانی جائز الاستعمال ہو گیا کہ اُتنا نکل جانے سے حوض و چاہ میں اُس کی بقاء یقین نہ رہا کما قال محمد لایجوز قتلہم فلو قتل البعض حل قتل الباقی^۱ (جیسا کہ امام محمد فرماتے ہیں ان کا قتل جائز نہیں اگر بعض قتل ہو جائیں تو باقی کا قتل جائز ہوگا۔)

تمبیہ اقول: یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جریان 'نہ ضرور نہ کافی' اگر صبی^۲ کا پانی اتنا قلیل تھا کہ چھلکنے میں نکل سکتا ہے تو جریان کی حاجت نہیں۔ اور اگر اتنا کثیر تھا کہ جتنے خروج پر جریان صادق آتا ہے اس میں نہ نکلے گا تو یہ جریان کافی نہیں جب تک اُس قدر نکل نہ جائے۔

<p>میں کہتا ہوں اور اسی وجہ سے نجاست سے دور ہو گیا، کیونکہ نجاست کے وصف کا زائل ہونا اور جاری ہونے کی وجہ سے اسکی ضد کا حاصل ہونا ایک معنی سے ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ وصف یعنی جریان نجاست کو قبول نہیں کرتا ہے، کیونکہ نص میں یہی ہے، اور جو اس کے ساتھ قائم ہے اس کے بعض نے بعض کو پاک کر دیا ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بچہ کی ملک سے نفع حاصل کرنا جائز ہو، تو جتنا بہا ہے اُس کی مقدار میں نکلنا ضروری ہے، یہ بحث وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئی، اور اس سے عمدہ طور پر پریشانیاں دُور ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے جو مصیبتوں کو دُور کرنے والا ہے اور اس کے محبوب ترین اور اس کی آل و صحابہ پر صلوٰۃ و سلام۔ آمین (ت)</p>	<p>اقول: (۳) وبہ فارق النجاسة لان زوال وصفها وحصول ضدها بالجريان لمعنى فيه وهو انه لا يقبل النجاسة بحكم النص وما قام به طهر بعضه بعضاً ولا يلزم منه حل الانتفاع بملك الصبي فلا بد من خروج قدر المصبوب. هذا ما ظهر لي وقد انكشفت به الغمة على احسن وجه مطلوب. والحمد لله سبحانه كاشف الكرب، والصلوة والسلام على اكرم محبوب، وعلى اله وصحبه هداة القلوب. آمين۔</p>
---	--

(۳) نمبر ۳۲ سے یہاں تک نابالغ کے پانی کا بیان جس تفصیل و تحقیق سے ہوا کتابوں میں اُس چند سطروں سے زائد نہ ملے گا۔ ممکن ہے کہ اسے رسالہ مستقل کیجئے اور عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی^{۳۳۳} نام رکھئے، واللہ الحمد۔ رسالہ ضمنیہ عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی تمام ہوا۔

(۶۶) جس^۴ پانی میں ماء مستعمل کے واضح قطرے گرے خصوصاً جبکہ اس کی دھار پہنچی جب تک مطہر پانی سے کم رہے ہاں بوجہ خلاف پچنا مناسب تر ہے جبکہ وہ چھینٹیں وضو و غسل کرتے ہیں نہ پڑی ہوں۔

<p>یہ اس لئے کہ مستعمل پانی کے بارے میں ایک روایت ہے کہ مستعمل مطلقاً خواہ قلیل ہو، پانی کو فاسد کر دیتا ہے</p>	<p>وذلك انه روى الافساد مطلقاً وان قل الاماتر شش في الاناء عند التطهر فهو عفو</p>
---	---

^۱ غنیۃ المستملی فروع من النجاسة سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۰۴

مگر طہارت کے وقت جو چھینٹے پانی والے برتن میں پڑیں وہ معاف ہیں تاکہ حرج لازم نہ آئے، ان چھینٹوں کے بارے میں اطلاق کا اعتبار نہیں ہوگا حالانکہ بدائع میں اس کو فاسد کہا ہے۔ اور ایک روایت میں کثیر کو فاسد کرنے والا کہا گیا، پھر کثیر کی تعریف میں دو قول ہیں، یا تو پاک پانی میں وہ نمایاں طور پر معلوم ہو یا مستعمل پاک پانی میں بہہ کر داخل ہو، پھر امام قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ دھوون اگر کم مقدار میں پانی میں گرا تو پانی کو فاسد نہیں کرے گا یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نیز ضرورت کی بنا پر قلیل معاف ہوگا۔ اب انہوں نے قلیل کے بارے میں بحث کی ہے۔ امام محمد سے مروی ہے کہ اگر مستعمل پانی کے چھینٹے سوئی کے سوراخ کے برابر ہوں تو قلیل ہے اور امام کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر پانی میں گرنے کی جگہ نمایاں معلوم ہو تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے جیسے شبنم کے قطرے، اس مضمون کو زمر الروض میں نقل کیا ہے، اور خلاصہ میں ہے کہ اگر اجنبی شخص سے غسل کرتے وقت اپنے برتن میں چھینٹے پڑ گئے تو اس سے پانی نجس نہ ہوگا۔ اگر غسل بہہ کر برتن میں پڑا تو پھر برتن کا پانی ناپاک ہو جائے گا۔ حمام کے حوض کا بھی یہ حکم ہے۔ اور امام محمد کے قول کے مطابق اس صورت میں ناپاک نہ ہوگا تا وقتیکہ مغلوب نہ ہو جائی

دفعاً للحرج ولا عبدة لمن اطلق وقد نص في البدائع انه فاسد¹۔ وروی الافساد بالكثير ثم الكثرة باستبانة مواقع القطر في الباء الطهورام ان يسيل فيه سيلاناً قولان ففي الجامع الصغير للامام قاضي خان انتضاح الغسالة في الباء اذا قل لا يفسد الماء يروى ذلك عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ولان فيه ضرورة فيعفى القليل وتكلموا في القليل عن محمد وما كان مثل رؤس الابر فهو قليل وعن الكرخي ان كان يستبين مواقع القطر في الباء فكثير وان كان لا يستبين كالطل فقليل² اه نقله في زهر الروض وفي الخلاصة جنب اغتسل فانتضح من غسله شيء في انائه لم يفسد عليه الباء اما اذا كان يسيل فيه سيلاناً افسده وكذا حوض الحمام على هذا وعلى قول محمد لا يفسده ما لم يغلب عليه يعني لا يخرج من الطهورية³ اه ثم علله بعضهم بان الباء مفروض راكدا قليلا فلا ينتقل الماء المستعمل الواقع فيه من موقعه اليه اشار في وجيز الكردري اذ يقول التوضي من سردا به لا يجوز لانه

¹ بدائع الصنائع طهارة حقيقية سعيد كپنی كراچی ۱۸۸۱

² جامع صغیر للقاضی خان

³ خلاصۃ الفتاوی مع الہندیۃ الماء المستعمل نوکسور لکھنؤ ۸/۱

یتکر الاستعمال^۱ اھ

یعنی اس کو طہوریت سے نہیں نکالے گا

پھر بعض نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ جو پانی فرض کیا گیا ہے وہ ٹھہرا ہوا قلیل ہے تو مستعمل پانی جو اس میں گرا ہے اپنے گرنے کی جگہ سے اس کی طرف منتقل نہ ہوگا۔ امام کُردری کی وجہ میں اسی صورت کی طرف اشارہ کیا ہے، جب انہوں نے یہ کہا کہ چھوٹے حوض میں وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ پانی دوبارہ استعمال میں آتا ہے اھ۔ (ت)

اقول: ویلزمهم التجویز اذا حرك الماء عند كل غرفة او اغتوف كل مرة من غير موقع الغسالة وأخرون بأن الماء المستعمل من جنس المطلق فلا يستهلك فيه فيؤثر في كلفه لقلته بخلاف اللبن او بول الشاة علی قول محمد بطهارته هكذا اختلفوا والصحيح المعتمد في المذهب الاعتبار بالغلبة فلا يخرج عن الطهورية مادام اكثر من المستعمل هو الذي اعتمده الامة وصححه الائمة۔

میں کہتا ہوں ان کو یہ قول کرنا لازم ہوگا کہ اگر ہر چلو پر پانی کو حرکت دے یا ہر دفع غسلہ کی بجائے دوسری جگہ سے چلو لے تو وضو جائز ہونا چاہئے۔ بعض نے کہا کہ مستعمل پانی مطلق پانی کا ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس میں فنا نہیں ہوگا اور اس کے کل میں اثر کرے گا کیونکہ وہ کم ہے بخلاف دودھ یا بکری کے پیشاب کے بقول امام محمد، کیونکہ وہ اس کی طہارت کے قائل ہیں اس طرح مستعمل پانی کے بارے میں یہ اختلاف ہے لیکن صحیح اور مذہب قابل اعتماد یہ ہے کہ اس میں غلبہ کا اعتبار ہے لہذا جب تک مطلق پانی غالب اور زیادہ ہے تو مستعمل پانی کے ملنے سے ناپاک نہ ہوگا اور قابل طہارت رہے گا، یہی اُمت کا معمول اور ائمہ کرام کا صحیح کردہ مسلک ہے۔ (ت)

یہ ۶۶ وہ پانی تھے جن میں شیئی غیر کا اصلاً خلط نہ تھا یا تھا تو آب غیر کا نہ غیر آب کا۔ اب وہ پانی ہیں جن میں غیر آب کا خلط ہے۔ (۶۷ و ۶۸) وہ پانی جس میں آب دہن یا آبِ بنی یعنی تھوک یا کھنکار یا ناک کی رہنرش پڑ جائے اس سے وضوء جائز مگر مکروہ ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے:

الماء اذا اختلط بالمخاط او بالبزاق جازبه التوضی ویکره^۲۔

اگر پانی میں تھوک یا ناک کا پانی گرے تو اس سے وضو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ (ت)

(۶۹) وہ پانی جس^۲ میں مٹی، ریتا، کچڑ کسی قدر مل جائے جب تک اس کی روانی باقی ہو اعضا پر پانی کی

^۱ فتاویٰ ہزاریہ نوع فی الحیاض نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۷

^۲ فتاویٰ قاضی خان فصل فیما لا یجوز بہ التوضی نوکسور لکھنؤ ۱/ ۹

طرح ہے۔

(۷۰) یونہیں ابلے کا پانی اگرچہ کتنا ہی گدلا ہو اگرچہ رنگ کے ساتھ مزہ بھی بدلا ہو اگر ریتے مٹی کے سوا کچھ بھی بہا کر لایا ہو جب تک نجاست سے رنگ یا مزہ یا بونہ بدلے۔

(۷۱) یوہیں وہ ندیاں جو برسات میں گدلی ہو جاتی ہیں۔ امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

لو تغیر الماء المطلق بالطین او بالتراب یجوز التوضی بہ ^۱ ۔	اگر مطلق پانی کیچڑ یا مٹی سے تبدیل ہو گیا تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)
--	---

تحقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

لا بأس بالوضوء بماء السیل مختلطاً بالطین ان كانت رقة الماء غالبية فان كان الطین غالباً فلا ^۲ ۔	سیلاب کا پانی جس میں کیچڑ کی آمیزش ہو اُس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ اس میں پانی کی رقت غالب ہو اور اگر کیچڑ غالب ہو تو جائز نہیں۔ (ت)
---	--

جوہرہ نیرہ میں ہے:

خصه بالذكر لانه يأتي بغشاء واشجار واوراق ^۳ ۔	بطور خاص اس کو ذکر کیا کیونکہ سیلاب کے پانی میں میل کچیل، درخت اور بے وغیرہ بھی بہہ کر آتے ہیں۔ (ت)
---	---

وجیز کردری میں ہے:

ماء السیل لورقیقاً لیسیل علی العضو یجوز التوضی بہ ^۴ ۔	سیلاب کا پانی اگر اتنا رقیق ہو کہ اعضاء پر بہتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)
--	--

منیہ میں ہے:

یجوز الطهارة بماء خالطه شیعی طاهر فغیر احد اوصافه کماء البد والماء الذی اختلط به الزعفران بشرط ان	اس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو اور اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف کو بدل دیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی
---	--

^۱ بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱۵/۱

^۲ فتح القدر باب الماء الذی یجوز الخ سکر ۶۵/۱

^۳ جوہرہ نیرہ کتاب الطہارۃ امدادیہ ملتان ۱۳/۱

^۴ فتاویٰ نزاریہ مع الہندیہ نوع المستعمل الخ پشاور ۱۰/۴

جس میں زعفران مل گئی ہو، بشرطیکہ اجزاء کے اعتبار سے غلبہ پانی کو ہی ہو اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہوا ہو اور یہ کہ رقیق ہو، تو اس کا حکم مطلق پانی کا ہے۔ (ت)

يكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء ولم يزل عنه اسم الماء وان يكون رقيقاً بعد فحكه حكم الماء المطلق¹۔

حلیہ میں ہے:

"الماء" سیلاب کو کہتے ہیں اور اس کو بطور خاص ذکر کرنا اس لئے ہے کیونکہ سیلاب کا پانی کوڑا کرکٹ بھی ساتھ لاتا ہے مگر یہ کہ ان کا قول "اس کے اوصاف میں سے کسی ایک کو بدل دیا" اور ان سے پہلے قدوری بھی اپنی مختصر میں یہ عبارت لاپچھے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے جواز اس صورت سے مقید ہے کہ جب صرف ایک وصف بدل جائے اس وقت یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ "شرط یہ ہے کہ غلبہ پانی کو ہو اجزاء کے اعتبار سے" اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہو، اور یہ کہ رقیق ہو، باوجودیکہ ان کا قول بشرطیکہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے پانی کو ہو، یہ دوسرے سے بے نیاز کرنے والا ہے، جیسا کہ ظاہر ہے، اس لئے کہ ملنے والی مذکورہ شے پانی کا اگر صرف ایک ہی وصف بدلے تو وہ پانی کے اجزاء پر غالب نہ ہوگی تاکہ اس سے احتراز ہو اور اس کو شرط کیا جائے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں اوّل "احد" سے تعبیر کرنے پر کلام آگے آئے گا، اور پھر یہ دلیل کافی ہے کہ زعفران جو پانی کے تینوں اوصاف تبدیل کر دیتی ہے، اور اسی طرح سیلاب کہ اس سے کبھی دو وصف بدل جاتے ہیں

الماء السيل وانما خصه بالذكر لانه يجيئ بغشاء ونحوه الا ان قوله غير احد اوصافه وقد سبقه الى هذه العبارة القدوري في مختصره يفيد ان الجواز مقيد بما اذا غير وصفاً واحداً لا غير وحينئذ لا يحتاج الى ان يقول بشرط ان يكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء ولم يزل عنه اسم الماء وان يكون رقيقاً بعد مع ان قوله بشرط ان تكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء مغن عن الثاني كما هو ظاهر لان المخالط المذكور اذا لم يغير سوى وصف واحد لا يكون بحيث يغلب الماء من حيث الاجزاء ليقع الاحتراز عنه ويجعل شرطاً² اھ

اقول: اولاً (۱) سیاقی الکلام ان شاء اللہ تعالیٰ علی مقتضى التعبير باحد وحسبك ان الزعفران يغير اوصاف الماء الثلاثة وكذا السيل ربما يتغير له وصفان

¹ منیة الصلی فصل فی المیاء مکتبہ قادریہ، لاہور ص ۶۳

² حلیہ

<p>اور کبھی تمام اوصاف بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ دوم: پانی میں کبھی ایسی چیز مل جاتی ہے جو صرف ایک وصف میں اُس کے مخالف ہوتی ہے اور اسی ایک وصف کو بدلتی ہے خواہ اجزاء کے اعتبار سے وہ پانی سے زائد ہی ہو، ایسے پانی سے بالاتفاق وضو باطل ہے، لہذا "ایک وصف بدلنے" کا ذکر اس قید سے بے نیاز نہیں کرتا ہے کہ پانی کا اجزاء کے اعتبار سے غلبہ ہو، جیسا کہ وہم رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا۔ سوم: بعض چیزیں اجزاء کے اعتبار سے پانی پر غالب نہیں آتیں اور اس سے پانی کا نام سلب ہو جاتا ہے جیسے زعفران، پھٹکڑی، مازو اور نبید میں ہوتا ہے تو پہلی شرط دوسری سے بے نیاز نہیں کرے گی۔ چہارم: مخفی نہ رہے کہ دوسرا تیسرے سے بے نیاز کرنے والا ہے کیونکہ جب رقت زائل ہو گئی تو اب اس کو پانی نہیں کہا جائے گا، فتح میں فرمایا پانی کسی جامد سے ملا اور اس کی رقت ختم ہو گئی تو یہ مقید پانی نہیں بلکہ سرے سے پانی ہی نہیں جیسے کہ مصنف نے مختلط بالاشنان میں اشارہ کیا ہے، مگر یہ کہ اتنا غالب ہو جائے کہ ستوؤں کی مثل بن جائے کہ اب اس پر پانی کا نام</p>	<p>بل الكل وثانياً: (۱) الماء قد يخالطه شئ لا يخالفه الا في وصف واحد فلا يغير الا اياه وان زاد على الماء اجزاء والوضوء به باطل وفقاً فليس في التعبير بأحد غنى عن شرط غلبة الماء من حيث الاجزاء كما ذهب اليه وهله رحمه الله تعالى وثالثاً قد (۲) لا يغلب الشيئ على الماء اجزاء ويزيل اسبه عنه كما يأتي في الزعفران والزاج والعفص والنبيد فلا يغني الشرط الاول عن الثاني ورابعاً لا يخفى ان (۳) الثاني مغن عن الثالث لان بزوال الرقة لا يسي ماء قال في الفتح ماخالط جامدا فسلب رقتة ليس بماء مقيد بل ليس بماء اصلاً كما يشير اليه قول المصنف في المختلط بالاشنان الا ان يغلب فيصير كالسويق لزوال اسم الماء عنه ¹ اه فاعجب تعرضه بحكم الاغناء حيث لم يكن وتركه حيث كان ثم راجعت الغنية فرأيتنه عكس فاصاب وافادان الثالث تفسير قال واشتراط عدم زوال اسم الماء يغني عن اشتراط الرقة فان الغليظ قد زال عنه اسم الماء بل زوال الرقة يصلح ان يكون تفسير الزوال اسم الماء ²۔</p>
---	---

¹ فتح القدير الماء الذي يجوز به الوضوء ۱/ ۲۵

² غنية المستعمل المياه سهيل أكيدى، لاہور ص ۹۰

نہیں بولا جائے گا کہ تو تعجب اس پر ہے کہ جہاں اغناء نہ تھا وہاں وہ اغناء کا ذکر کر رہے ہیں اور جہاں تھا وہاں چھوڑ دیا ہے، پھر میں نے خود غنیہ کو دیکھا تو وہاں الٹ نکلا، تو انہوں نے مفید اور درست بات کہی کیونکہ وہ فرماتے ہیں تیسرا تفسیر ہے، اور پانی کا نام زائل نہ ہونے کی شرط رقت کی شرط لگانے سے بے نیاز کرتی ہے، کیونکہ گاڑھے سے پانی کا نام ختم ہو گیا، بلاکہ زوال رقت میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ پانی کے نام کے زوال کی تفسیر بن سکے۔ (ت)

(۷۲) وہ پانی کہ کاہی کی کثرت سے جس کی بُو وغیرہ میں تغیر آگیا، جو ہرۃ نیرۃ میں ہے:

لو تغیر الماء بالطحلب کان حکمہ حکم الماء المطلق ^۱ ۔	اگر پانی کا ہی (پانی میں سبز دھاریاں ہوتی ہیں) سے متغیر ہو جائے تو اس کیلئے مطلق پانی کا حکم ہے۔ (ت)
--	--

(۷۳) بچی کنیاں کا پانی جس میں بھرا سڑ کر بد بو آ جاتی بلاکہ رنگ و مزہ سب متغیر ہو جاتا ہے۔

(۷۴) وہ تالاب جس میں سن گلائی گئی اور اس کے سبب اس کے تینوں وصف بدل گئے۔ فتاویٰ شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی ترمذی میں ہے:

سئل عن الوضوء والاغتسال بماء تغیر لونه وطعمه وریحہ بحبلہ المعلق علیہ لاخراج الماء منه فهل یجوز امر لا اجاب یجوز عند جمہور اصحابنا ^۲ ملتقطاً۔	اُن سے اُس پانی سے وضو اور غسل کی بابت دریافت کیا گیا جس کا رنگ، مزہ اور خوشبو اُس رستی کے باعث بدل گئے جس پر کہ اس رستی کو لٹکایا گیا تھا، تاکہ اُس سے پانی نکالا جائے، تو کیا جائز ہے یا نہیں؟ تو جواب دیا کہ ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک جائز ہے اہ ملتقطاً۔ (ت)
---	--

(۷۵) کوندے میں آٹے کا لگاؤ ہو اُس میں پانی رکھنے سے مزے وغیرہ میں تغیر آ جاتا ہے اس پانی سے وضو روا ہے۔ فتح القدر میں ہے:

قد اغتسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یوم الفتح من قصعة فیہا اثر العجین رواہ النسائی والماء بذلک یتغیر ولم یعتبر للمغلوبیۃ ^۳ ۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایسے پیالے میں وضو فرمایا جس میں گوندھے ہوئے آٹے کا اثر تھا اس کو نسائی نے روایت کیا، اس سے پانی میں تغیر آتا ہے اور مغلوبیت کی وجہ سے اس کا اعتبار نہ فرمایا۔ (ت)
---	---

^۱ جوہرۃ نیرۃ طہارت امدادیہ ملتان ۱۴/۱

^۲ فتاویٰ غزی ترمذی

^۳ فتح القدر الماء الذی یجوز بہ الوضوء سکھر ۱۱/۶۴

(۷۶) حوض کے کنارے درخت ہیں موسم خزاں میں بتے کثرت سے گرے کہ حوض کا پانی دیکھنے میں سبز معلوم ہوتا ہے مگر ہاتھ میں لینے سے صاف نظر آتا ہے اُس سے وضو بالاتفاق جائز ہے۔

(۷۷) بتے اتنے گرے کہ واقعی پانی سبز ہو گیا چلو میں بھی سبز معلوم ہوتا ہے صحیح مذہب میں اب بھی قابل وضو ہے جب تک گاڑھا ہو کر اپنی رقت سے نہ اتر جائے۔

اقول: ہاں مگر اس حالت میں اُس سے احتراز بہتر ہے کہ ایک جماعت علماء اُس سے وضو صحیح نہ ہونے کی قائل ہے۔ امام صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں فرمایا:

اما الماء الذي تغير بكثرة الاوراق الواقعة فيه حتى اذا رفع في الكف يظهر فيه لون الاوراق فلا يجوز به الوضوء لانه كماء الباقي ¹ ۔	وہ پانی جو پتوں کے زیادہ گرنے کی وجہ سے بدل گیا، اتنا کہ ہاتھ میں اٹھایا جائے تو پتوں کا رنگ آئے تو اُس سے وضو جائز نہیں جیسے کہ باقی (لوہیا) کے پانی سے وضو جائز نہیں۔ (ت)
---	---

فتاویٰ غزی میں ہے:

وبعضهم ذهب الى عدم الجواز بالماء الذي غيرته كثرة الاوراق بحيث يظهر لونها في كف عند رفعه كما جزم به في الكنز وغيره ² اه	اور بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ اُس پانی سے وضو جائز نہیں جس کو پتوں کی کثرت نے بدل دیا ہو تو ہاتھ میں اٹھانے سے اس میں پتوں کا رنگ نظر آتا ہو، جیسے کنز وغیرہ میں اس پر جزم کیا ہے (ت)
اقول: (۲) انما نص الكنز لالماء تغير بكثرة الاوراق ³ اه وليس فيه ذكر ظهور اللون بالرفع في الكف وانما ضمير تغير للماء والماء عبارة عن العين وتغير عينه بذهاب رقتة لاجرم ان قال في البحر محمول على ما اذا زال عنه اسم الماء بان	میں کہتا ہوں کنز کا نص تو یہ ہے کہ نہ اُس پانی سے جو پتوں کی کثرت سے متغیر ہو گیا ہو۔ اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ ہاتھ میں اٹھانے سے پتوں کا رنگ اس میں ظاہر ہوتا ہو، اور تغیر کی ضمیر پانی کی طرف لوتی ہے، اور پانی ایک عین ہے اور اُس کے عین کا تغیر اس وقت ہوگا جب اس کی رقت

¹ شرح وقایہ، مابجوزہ الوضوء، المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۸۶/۱

² فتاویٰ غزی

³ کنز الدقائق میاہ الوضوء سعید کمپنی کراچی ص ۱۱

ختم ہو جائے، اس لئے بحر میں فرمایا یہ اس پر محمول ہے جبکہ اس پر پانی کا اطلاق ختم ہو گیا ہو، مثلاً یہ کہ وہ گاڑھا ہو گیا ہو۔
اللہ تعالیٰ حلبی پر رحم فرمائے کہ انہوں نے شبہات کو دور فرما کر وضاحت مقصود کر دی، وہ ملتقی کے متن میں فرماتے ہیں "نہ اس پانی سے جو پتوں کی کثرت کی وجہ سے پانی کی طبیعت سے خارج ہو گیا ہو"۔ مجمع الانہر میں فرمایا پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس کے بعد اس کا موقع نہ تھا کہ اس کی علت یہ بیان کریں کہ اس کے تمام اوصاف بدل جائیں اور یہ فرمائیں کہ "اگرچہ اس کو اساتذہ نے جائز قرار دیا ہے" اور انہی چلپی سے فرائد سے جو منقول ہے کہ "اس کو صرف اختلاف رولہ تین پر ہی محمول کیا جاسکتا ہے" پھر فرمایا اس کا حمل اس پر ممکن ہے جس کو انہوں نے ابھی بیان کیا ہے۔ (ت) تو میں کہتا ہوں اوّلًا جو انہوں نے بیان کیا ہے وہ متن کی صریح عبارت ہے تو اس کو حمل سے تعبیر کرنا پھر اس کو تضعیف ممکن کے لفظ سے، ان دونوں باتوں کا یہ محل نہیں۔ سے تو کوئی مقرر نہیں، اور اس کو اختلاف رولہ تین سے تعبیر کرنا اس میں مسامحہ ہے کہ قول مشائخ کو روایت نہیں کہا جاتا ہے۔ (ت) دوم، اس حمل کا صدر الشریعہ کے کلام میں کوئی محل نہیں، اور اسی طرح میدانی کے کلام میں بھی اس کی کوئی گنجائش نہیں، تو اختلاف

صار ثخیناً^۱۔ ورحم الله العلامة الحلبي اذ اوضح المرام وازاح الاوهام بقوله في متنه الملتقى لابناء خرج عن طبعه بكثرة الاوراق^۲ اه قال في مجمع الانهر طبعه هو الرقة والسيلان^۳ اه^۴

اقول: (۱) ولم يكن بعدة محل لان يعلله بتغير اوصافه جميعاً ويقول وان جوزه الاساتذة امامانقل عن الفرائد عن اخي چلپی انه لا يمكن الحمل الا على اختلاف الروایتين ثم قال لكن يمكن الحمل على ما بين انفاً^۴ اه
فاقول: (۲) اولاً ما بين صريح منطوق المتن فتعبيره بالحمل (۳) ثم تضعيفه بيمكن لا محل لها وثانياً: (۴) لا محل لهذا الحمل في كلام صدر الشريعة وما يأتي من كلام الميداني فلا محيد عن الاختلاف (۵) ومن المسامحة تعبيرة باختلاف الروایتين (۶) فان قول المشائخ لا يقال له رواية۔

^۱ بحر الرائق مياه الوضوء سعيد کینی کراچی ۱/ ۲۸

^۲ الملتقى الابحر شرح مجمع الانهر الطهارة بالماء المطلق عامرہ مصر ۱/ ۲۸

^۳ الملتقى الابحر شرح مجمع الانهر الطهارة بالماء المطلق عامرہ مصر ۱/ ۲۸

^۴ عقد الفرائد

منیہ میں ہے:

اذا تغير لون الماء اوريحه او طعمه بطول المكث او بسقوط الاوراق تجوز به الطهارة الا اذا غلب لون الاوراق فيصير مقيدا ¹ ۔	جب پانی کا رنگ، بو یا مزہ تبدیل ہو جائے زیادہ ٹھہرا ہونے کی وجہ سے، یا اس میں پتوں کے گرنے کی وجہ سے، تو اس سے طہارت جائز ہے ہاں اگر پتوں کا رنگ غالب ہو گیا تو اب یہ پانی مقید ہو گیا۔ (ت)
--	---

جملہ میں ہے:

اخذه مما في الذخيرة الفتاوى الصغرى سئل الفقيه احمد بن ابراهيم الميواني عن الماء الذي تغير لونه لكثرة الاوراق الواقعة فيه حتى يظهر لون الاوراق في الكف اذا رفع الماء منه هل يجوز التوضي به قال لا ولكن يجوز شربه وغسل الاشياء به اما شربه وغسل الاشياء فلانه طاهر واما عدم جواز التوضي به فلانه لما غلب عليه لون الاوراق صار مقيدا كماء الباقلاء وغيره لكن نص في تحفة الفقهاء على انه عند الضرورة يجوز التوضي بماء تغير بامتزاج غيره من حيث اللون والطعم بان وقع الاوراق والثمار في الحياض حتى تغير لانه تتعذر صيانة الحياض عنها ² ۔	اس کو ذخیرہ اور فتاویٰ صغریٰ کے تحت سے لیا ہے، فقیہ احمد بن ابراہیم المیدانی سے اُس پانی کی بابت دریافت کیا گیا جس کا رنگ پتوں کی کثرت کی وجہ سے متغیر ہو گیا ہو یہاں تک کہ جب پانی کو ہاتھ میں اٹھایا جائے تو اس میں پتوں کا رنگ ظاہر ہوتا ہو، آیا اس پانی سے وضو جائز ہے؟ تو فرمایا "نہیں" لیکن اس کو پی سکتے ہیں اور اس سے دوسری اشیا کو دھو سکتے ہیں، اس کا پینا اور دوسری اشیا کا دھونا اس لئے جائز ہے کہ یہ پانی پاک ہے اور وضو اس لئے جائز نہیں کہ اس پر پتوں کا رنگ غالب ہو چکا ہے اور یہ مقید پانی ہو گیا ہے جیسے باقلی (لوبیا) وغیرہ کا پانی۔ مگر تحفۃ الفقہاء میں صراحت ہے کہ ایسے پانی سے جس میں کسی چیز کے مل جانے کی وجہ سے رنگ اور مزہ تبدیل ہو گیا ہو، ضرورت کے وقت وضو جائز ہے جیسے حوضوں میں پھل اور بتے گرتے رہتے ہیں اور پانی متغیر ہو جاتا ہے کہ ان چیزوں سے حوضوں کا بچانا متعذر ہے
اقول: فاذن يكون هذا قولنا ثالثا	اھ (ت) میں کہتا ہوں اس صورت میں یہ تیسرا قول

¹ منیہ الصلی مکتبہ قادریہ لاہور ص ۶۳² حلیہ

انه انما يجوز الوضوء به عند الضرورة والا لا
وتبعه في مجمع الانهر (۱) وليس هكذا وانما نص
البدائع شرح التحفة وهو عين نصها ولوتغير
الماء المطلق بالطين او بالتراب او بالجص او
بالنورة او بوقوع الاوراق او الثمار فيه او بطول
المكث يجوز التوضي به لانه لم يزل عنه اسم
الماء وبقي معناه ايضا مع ما فيه من الضرورة
الظاهرة لتعذر صون الماء عن ذلك^۱ اهـ فلم
يقيده بالضرورة ولم يقصر وجهه عليها بل علله
بانه ماء مطلق باق على اطلاقه وايداه بانه ساقط
الحكم للضرورة (۲) وفرق بين بين بناء الحكم على
الضرورة بحيث يتقيد بها وبين اسقاط حكم رأسا
لضرورة لازمة وهذا من ذاك (۳) الاترى انه نظمه مع
المخلوط بالتراب ونحوه في سلك واحد وهل يسوغ
لاحد ان يقول انما يجوز الوضوء بماء كدر اذا لم
يجد غيره والا لم يصح ثم (۴) لانظير لهذا في
المذهب ان يجوز الوضوء بماء عند الضرورة لافي
السعة امانبيذ التمر فانما الحكم فيه على خلاف
المعتمد المفتي به لاجل ورود النص فعدل به عن
ستن القياس عند عدم الماء المطلق كما نصوا عليه و

ہوگا یعنی یہ کہ بوقت ضرورت اس سے وضو جائز ہے ورنہ
نہیں، اور مجمع الانہر میں اس کی متابعت کی، اور بات ایسی
نہیں ہے اور بدائع شرح تحفہ کا نص بعینہ یہی ہے اور وہ یہ
ہے کہ "اگر مطلق پانی کچھڑ، مٹی، گچ یا نورہ سے بدل گیا یا
اس میں پتے اور پھل گرے اور بدل گیا یا زیادہ عرصہ تک
کھڑا رہنے کی وجہ سے بدل گیا تو اس سے وضو جائز ہے
کیونکہ اس سے پانی کا نام زائل نہیں ہوا، اور اس کے معنی
بھی باقی ہیں، اور بظاہر اس میں ضرورت بھی ہے کیونکہ
پانی کو ان اشیاء سے بچنا متعذر ہے اھ۔ تو اس کو ضرورت
سے مقید نہیں کیا اور اس کی وجہ اس مقصور نہ کی بلکہ اس کی
تعلیل اس طرح کی کہ وہ مطلق پانی ہے اور اپنے اطلاق پر
باقی ہے اور اس کی تائید میں فرمایا کہ اس کا حکم بوجہ
ضرورت ساقط ہو گیا، اور اس میں کہ حکم ضرورت کی وجہ
سے لگایا جائے اور وہ ضرورت سے مقید ہو جائے اور اس
میں کہ حکم ضرورت لازمہ کی وجہ سے بالکل ساقط کیا
جائے، بڑا فرق ہے، اور یہ اُسی قبیل سے ہے کیا آپ نہیں
دیکھتے کہ انہوں نے اس کو مخلوط بالتراب اور اس کی مثل کے
ساتھ ملایا ہے، اور ان دونوں کو ایک ہی قرار دیا ہے، اور
کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ گد لے پانی کے ساتھ وضو جائز ہے
بشرطیکہ دُوسرا موجود نہ ہو ورنہ نہیں؟ پھر اس پر مذاہب
میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ

^۱ بدائع الصنائع الماء المقید سعید کینی کراچی ۱۵/۱

<p>سیاتی ولا مساع لہذا ہینا وبالله التوفیق۔ ثم اورد عليه في الحلية نفسها بما حاصله ان لا معنى للتفرقة بين السعة والضرورة فان الشرع لم ينقل المكلف عن الماء المطلق عند عدم القدرة عليه اليه الماء المقيّد في حالة دون حالة بل نقله عند العجز عنه الى التيمم في سائر الحالات اعني سواء كان يوجد مع ذلك الماء المقيّد او لم يجده ايضاً فان كان هذا ماء مطلقاً جاز الوضوء مطلقاً والا لم يجز مطلقاً¹ اھ۔ بحصله اقول: هذا ايراد على ما فهمه رحمه الله تعالى من كلام التحفة لاعليه كما علمت والله الحمد۔</p>	<p>کسی پانی سے ضرورت کے وقت تو وضو جائز ہو اور بلا ضرورت جائز نہ ہو، اور جہاں تک نبیذ تمر کا معاملہ ہے سو اس میں جو حکم ہے وہ معتمد مفتی بہ کے خلاف ہے، کیونکہ نص وارد ہے للذواہاں قیاس سے عدول کیا گیا ہے جبکہ مطلق پانی نہ ہو، جیسا کہ فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے، اور یہ عنقریب آئے گا، اور یہ چیز یہاں نہیں چل سکتی ہے، پھر انہوں نے خود حلیہ میں اعتراض کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ گنجائش اور ضرورت کی صورتوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ شریعت نے مکلف کو مطلق پانی سے قدرت نہ ہونے کی صورت میں مقيّد پانی کی طرف منتقل نہیں کیا ہے کسی خاص حالت میں، بلکہ ایسی صورت میں اس کو تيمّم کرنے کا حکم دیا ہے تمام حالات میں، خواہ اس کو مقيّد پانی مل رہا ہو یا نہ مل رہا ہو، تو اگر یہ مطلق پانی ہے تو وضو مطلقاً جائز ہے ورنہ مطلقاً وضو جائز نہیں اھ۔ میں کہتا ہوں یہ اعتراض اُس مفہوم پر ہے جو انہوں نے تحفہ سے سمجھا خود تحفہ پر نہیں ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا واللہ الحمد۔ (ت)</p>
---	---

(۷۸) پھلوں کے گرنے

(۷۹) تالاب میں سنگھڑے کی نیل سڑ جانے سے پانی کے سب اوصاف بدل جائیں جب بھی حرج نہیں جب تک رقیق و سیال
رہے۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

<p>(يجوز ماء خالطه طاهر جامد) مطلقاً (كفاكهة و ورق شجر) وان غير كل اوصافه (في الاصح ان بقية رقتہ) ای واسمہ² اھ۔ اقول: احتاج الى زيادة واسمہ لكلامه</p>	<p>(وضو ایسے پانی سے جائز ہے جس میں کوئی جامد پاک چیز مل گئی ہو) مطلقاً (جیسے خشک میوہ اور درخت کے پتے) خواہ اس کے تمام اوصاف کو بدل دیا ہو (اصح یہی ہے بشرطیکہ اس کی رقت باقی رہی ہو) یعنی</p>
---	---

¹ بدائع الصنائع الماء المقيّد سعيد كيني كراچی ۱۵/۱

² الدر المختار باب المياه مجتبائی دہلی ۱/۳۵

<p>فی کل طاهر جامد ومنہ مایزیل الاسم مع بقاء الرقة كما يأتي في الزعفران ونحوه فلا يجوز الوضوء به مع بقاء رقتة ونحن في غنى من هذا القيد هنا فإنه هنا لا يتبدل الاسم مادامت الرقة فلذا لم نخرج عليه۔</p>	<p>اس کا نام بھی اھ۔ میں کہتا ہوں ہر طاهر جامد کے ساتھ نام کے باقی رہنے کی قید ضروری ہے، اسی میں وہ بھی ہے جس کا نام تو ختم ہو گیا مگر رقت باقی رہی ہو جیسا کہ زعفران وغیرہ میں آئے گا تو رقت کے باقی رہتے ہوئے بھی وضو جائز نہ ہوگا، اور ہمیں یہ قید لگانے کی ضرورت نہیں کہ یہاں نام اس وقت تک تبدیل ہوتا ہی نہیں جب تک کہ رقت باقی رہتی ہے، اسی لئے ہم نے یہ قید نہیں لگائی۔ (ت)</p>
--	--

غرر ودرر میں ہے:

<p>وان غير اوصافه في الاصح¹</p>	<p>(ا) صحیح یہ ہے کہ اگرچہ وہ پانی کے اوصاف کو بدل دے۔ (ت)</p>
--	--

عبدالحلیم میں ہے:

<p>هو الاصح بل الصحيح كما قال في المنبع²۔</p>	<p>(بہی) اصح ہے بلاکھ صحیح ہے، جیسا کہ منبع میں فرمایا۔ (ت)</p>
--	---

سراج الوہاج و علمگیریہ وجوہہ نیرہ و فتاویٰ غزی میں ہے:

<p>فان تغیرت اوصافه الثلثة بوقوع اوراق الاشجار فيه وقت الخريف فانه يجوز به الوضوء عند عامة اصحابنا رحمهم الله تعالى³۔</p>	<p>اگر اس کے تینوں اوصاف موسم خزاں کے پتوں کے گرنے کی وجہ سے تبدیل ہو گئے، تو ہمارے اصحاب کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (ت)</p>
--	---

مجتبیٰ، شرح قدوری پھر فتاویٰ غزی میں ہے:

<p>لو غير الاوصاف الثلاثة بالاوراق ولم يسلب اسم الماء عنه ولا معناه فانه يجوز التوضي به⁴۔</p>	<p>اگر پانی کے تینوں اوصاف پتوں کے گرنے کی وجہ سے متغیر ہو گئے اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہوا اور نہ اس کے معنی سلب ہوئے تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)</p>
--	--

¹ درر غرر لما خسر وفرض الغسل مطبعة كالمية بيروت ۲/۱

² درر غرر عبدالحلیم فرض الوضوء مطبعة عثمانیہ بیروت ۱۷/۱

³ ہندیہ فیہا لا یجوز بہ الوضوء پشاور ۲۱/۱

⁴ فتاویٰ غزی

نہایہ امام سغنائی پھر عنایہ وحلیہ وغنیہ و بحر و نہر و مسکین و رد المحتار کتب کثیرہ میں ہے:

<p>اساتذہ سے یہ منقول ہے کہ جائز ہے، یہاں تک موسم خزاں میں درختوں کے پتے حوضوں میں گرنے کی وجہ سے پانی کا رنگ، مزہ، بُو بدل جاتا ہے پھر بھی وہ ایسے پانی سے وضو کر لیتے تھے، اور اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا۔</p>	<p>المنقول عن الاساتذۃ انه يجوز حتى لو ان اوراق الاشجار وقت الخريف تقع في الحياض فيتغير ماؤها من حيث اللون والطعم والرائحة ثم انهم يتوضؤون منها غير نكير¹۔</p>
--	---

رد المحتار میں زیر قول مذکور وان غیر کل اوصافہ فی الاصح فرمایا:

<p>اس کے مقابل یہ قول ہے کہ اگر پتوں کا رنگ چلو کے پانی میں ظاہر ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں، لیکن یہ پانی بیا جاسکتا ہے، اور ہتھیلی کی قید لگانا یہ ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ تغیر بہت زیادہ واقع ہوا ہے، کیونکہ پانی اپنے محل میں کبھی متغیر نظر آتا ہے لیکن اگر اُسے چلو میں اٹھایا جائے تو متغیر نظر نہیں آتا ہے تاہل اھ۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں کہ معلوم نہیں، انہوں نے تاہل کا حکم کیوں دیا، یہ ایک صحیح بات ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں، اور یوسف چلپی نے ذخیرہ العقلمی میں فرمایا کہ اصح وہ ہے جس کو شارح نے ذکر کیا، ان کی مراد صدر الشریعہ ہیں، کیونکہ وہ پتوں کے رنگ کے غلبہ کی وجہ سے مقید پانی ہو گیا ہے۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں وہ (رحمہ اللہ) اصحاب ترجیح سے نہیں ہیں اور انہوں نے کسی قابل اعتماد شخصیت کی طرف نسبت</p>	<p>مقابلہ ما قبل انہ ان ظہر لون الاوراق في الكف لا يتوضأ به لكن يشرب والتقيد بالكف اشارة الى كثرة التغير لان الماء قد يری في محله متغيرا لونه لكن لورفع منه شخص في كفه لا يراه متغيرا تأمل² اھ۔</p> <p>اقول: لا ادري لم امر بالتأمل وهو امر صحيح مشاهد هذا وزعم يوسف چلپی في ذخيرة العقلمی الاصح ما ذكره الشارح يريد صدر الشريعة لانه بغلبة لون الاوراق صار مقيدا³ اھ۔</p> <p>اقول: (۱) هو رحمه الله تعالى (۲) ليس من اهل الترجيح ولم يسنده لمعتمد فلا يعارض</p>
--	--

¹ رد المحتار باب المياہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۱۳۷

² رد المحتار باب المياہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۱۳۷

³ ذخیرۃ العقلمی المبحث فی الموجدات الغسل مطبع الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۴۵

بھی نہیں کی، تو یہ جمہور کے قول سے متعارض نہ ہوگا، جمہور نے تصریح کی ہے کہ یہی اصح ہے، اور امام نسفی نے مستصفیٰ میں اپنے شیخ شمس الائمہ کردری سے نقل کیا کہ یہی صحیح روایت ہے، جیسا کہ عنقریب ۹۷ میں آئے گا اور جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے تو وہ مصادره علی المطلوب ہے اور محقق نے اس کی تردید فتح میں کردری ہے کہ موسم خزاں میں پتے حوضوں میں گرتے ہیں اب وہاں سے دو دوست گزرتے ہیں ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ آؤ یہاں پانی موجود ہے اسے پیتے ہیں اور اس سے وضو کرتے ہیں تو وہ اس پر پانی کا اطلاق کرتا ہے حالانکہ اُس کے اوصاف متغیر ہو چکے ہیں تو معلوم ہوا کہ عام محاورہ میں اس سے پانی کا نام سلب نہیں ہوتا ہے اھ۔ محقق نے حلیہ میں فرمایا اساتذہ کا جو اس پانی سے وضو کر لینا مذکور ہے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس پانی کے اوصاف میں زیادہ تغیر واقع نہ ہوا ہوگا اتنا کہ اُس سے مطلق پانی کا نام ہی مسلوب ہو جائے کیونکہ اوصافِ ثلاثہ کا ہر تغیر پانی کو مقید نہیں بناتا ہے بلکہ اُن کے حال سے یہی ظاہر ہے، کیونکہ یہ گمان نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ مقید پانی سے وضو کر لیا کرتے تھے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اگر ان کی مراد یہ ہے کہ پانی کے

ما علیہ الجمہور ونصوا انه الاصح ونص الامام النسفی فی المستصفی عن شیخہ شمس الائمة کردری انها الروایة الصحيحة کما سیاتی فی ۹۷ اما (۱) ما استدلل به فمصادرة علی المطلوب وکفی (۲) رد۱ علیہ قول المحقق فی الفتح تقع الاوراق فی الحیاض زمن الخریف فیہم الرفیقان ویقول احدهما للآخر هنا ماء تعال نشرب نتوضاً فیطلقه مع تغیر اوصافہ بانتقاعها فظہر لنا من اللسان ان المخلط المغلوب لا یسلب الاطلاق^۱ اھ۔ وقال المحقق فی الحلۃ لعل ما نقل من وضوء الاساتذہ من الماء المذكور کان فیہ ادنی تغیر فی صفاتہ الثلاثۃ عہ بحیث لم یزل عنہ اسم الماء المطلق اذلیس کل تغیر فی مجموع الصفات الثلاث یوجب جعل ذلک الماء مقیداً بل هذا هو الظاهر من حالہم اذ لا یظن بہم الوضوء بالماء المقید^۲ اھ۔

اقول: (۳) ان اراد ان کثرة تغیر الاوصاف

میرے پاس موجود حلیہ کے نسخہ میں اسی طرح ثلاثہ میں تاء کو ثابت رکھا گیا ہے۔ (ت)

عہ کذا ہو فی نسختی الحلۃ بأثبات التاء فی الثلاثۃ
۱۲ منہ غفرلہ

^۱ فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء کھمر ۱۱/ ۶۴

^۲ حلیہ

اوصاف میں پتوں کے وقوع سے زیادہ تغیر پیدا ہونے سے پانی مقید ہو جاتا ہے باوجودیکہ اُس کی رقت باقی رہتی ہے، تو یہ بات نہ تو مسلم ہے اور نہ ایسا واقع ہے، کیونکہ پتوں کے گرنے سے جبکہ رقت باقی ہو ہمیشہ پانی کا نام تبدیل نہیں ہوتا ہے اگرچہ اوصاف تبدیل ہوتے رہیں، اور اگر ان کی مراد کثرتِ تغیر سے یہ ہے کہ رقت زائل ہو جائے، تو ترجیحی (لفظ لعل) کی حاجت نہیں، بلالکہ قطعیت کے ساتھ یہی کہنا ہوگا، عناية میں نہایت کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ طحاوی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن یہ شرط یہ ہے کہ اس کی رقت باقی ہو، اور اگر پانی پر کوئی دوسری چیز غالب ہو گئی اور اُس کی وجہ سے وہ گاڑھا ہو گیا تو اُس سے وضو جائز نہیں اھ۔ پھر حلیہ میں فرمایا جیسا کہ یہ ظاہر ہے کہ میدانی کا مذکور جواب پتوں کی اُس مقدار سے متعلق ہے جس کی وجہ سے پانی مقید ہو جائے، کیونکہ پتوں کی کثرت کے باعث جب پانی کا رنگ تبدیل ہوتا ہے تو ساتھ ہی مزہ بلاکہ بُو بھی تبدیل ہو جاتی ہے بشرطیکہ پتوں میں کوئی خاص بُو موجود ہو۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس سے کیا ثابت ہوا؟ آپ نے خود بھی ذکر کیا ہے کہ اوصاف ثلاثہ کا ہر تغیر پانی کو مقید نہیں بنادیتا ہے، اور یہاں کوئی تقید زوالِ رقت کے سوا نہیں ہے اور میدانی کے جواب کی بنیاد یہ ہے کہ پتوں کا رنگ چلو میں ظاہر ہو جائے، اور

بوقوع الاوراق يجعل الماء مقيداً مع بقاء رقتہ فغير مسلم ولا واقع فبوقوع الاوراق مع بقاء الرقة لايزول اسم الماء ابداً وان تغیرت الاوصاف مهماً تغیرت وان اراد بالتغیر الكثير زوال الرقة فلا حاجة الى التبرجى بل هو المراد قطعاً قال في العناية بعد نقل النهاية وكذا اشار في شرح الطحاوی اليه لكن شرطه ان يكون باقياً على رقتہ اما اذا غلب عليه غيره وصار به ثخيناً فلا يجوز¹ اھ۔ ثم قال في الحلية كما ان الظاهر ان محل جواب الميّداني المذكور ما بلغ به بما وقع فيه من الاوراق الى حد التقييد فان تغیر لون الماء بكثرة الاوراق الواقعة فيه يوجب تغیر الطعم بل والرائحة ايضاً ان كانت الاوراق ذات رائحة² اھ۔

اقول: (۱) فكان ماذا فقد ذكرتم ان ليس كل تغیر في الصفات الثلاث جميعاً يوجب جعل الماء مقيداً ولا تقيد ههنا الا زوال الرقة والامام الميّداني انما بنى الجواب على ظهور لون الاوراق في الكف وبهذا

¹ عناية مع الفتح الماء الذي يجوز به الوضوء سكر ۱۱ ۶۳

² حلیہ

القدر جعله مقیدا وبه صرح صدر الشریعة ومعلوم انه لا يستلزم الثخانة فانی ينفع التاويل، وعلى الله ثم على رسوله التاويل، جل جلاله وعليه الصلاة والسلام بالتعجيل۔	اس مقدار سے انہوں نے پانی کو مقید بنا دیا، اور اسی کی تصریح صدر الشریعہ نے کی ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس سے اس کا گاڑھا ہونا لازم نہیں، تو تاویل کا کچھ فائدہ نہیں.... (ت)
--	--

(۸۰ و ۸۱) شجر ف یا کسم زردی کاٹنے کے لئے پانی میں بھگو دیتے ہیں جب زردی کٹ آئی پانی پھینک دیتے ہیں یہ پانی اگرچہ اس کی رنگت وغیرہ بدل گئی قابلِ وضو ہے جبکہ گاڑھا نہ ہو گیا ہو، خانیہ میں ہے:

التوضی بزر دج العصفر یجوز ان کان رقیقا والماء غالب ^۱ ۔ اقول: والحاصل واحد فکانه اضعیف الیه بالعطف علیہ تعلیلا۔	پیلے رنگ کے زردج کے پانی سے وضو جائز ہے اگر پتلا ہو اور پانی غالب ہو (ت) میں کہتا ہوں حاصل ایک ہی ہے، تو غالباً یہ چیز بطور عطف اس کے ساتھ اس کی تعلیل کیلئے ملائی گئی ہے۔ (ت)
--	---

بزازیہ میں ہے:

ماء الزردج والصابون والعصفر لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز ^۲ ۔	زردج، صابون اور عصفر کا پانی اگر اتنا پتلا ہو کہ عضو پر بہہ سکے تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)
---	---

ہدایہ میں ہے:

وهو الصحيح کذا اختاره الناطفی والامام السرخسی رحمہما اللہ تعالیٰ ^۳ ۔	اور یہی صحیح ہے، اسی کو ناطفی اور امام سرخسی رحمہما اللہ نے پسند کیا ہے۔ (ت)
---	--

مغرب میں ہے:

ماء الزردج هو ماء یخرج من العصفر المنقوع فی طرح ولا یصبغ به ^۴ ۔	زردج کا پانی وہ ہے جو نچوڑے ہوئے عصفر سے نکلتا ہے پھر اس کو پھینک دیتے ہیں اور یہ رنگنے کے کام نہیں آتا ہے۔ (ت)
--	---

^۱ قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی نوکسور لکھنؤ ۹/۱

^۲ فتاویٰ بزازیہ مع الہندیۃ الماء المقید وغیرہ پشاور ۱۰/۳

^۳ الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ عربیہ کراچی ۱۸/۱

^۴ جومرۃ نیرۃ کتاب الطہارۃ امدادیہ ملتان ۱۳/۱

اسی طرح جوہرہ وغنیہ وحلیہ وعنایہ میں ہے۔

<p>میں کہتا ہوں "زردج" زردہ کا معرب ہے، یہ وہ زردی ہے جو عُصفر سے نکل کر اس پانی میں آجاتی ہے جس میں اسے ڈبویا گیا ہو اس کو ماء زردج کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ خود عُصفر سے جو پانی نکلتا ہے اس کو ماء زردج کہا جاتا ہو، میرے نزدیک اس لفظ کا صحیح مفہوم یہی ہے، جبکہ دوسرے حضرات نے اس میں مطرزی کی پیروی کی ہے، غالباً مطرزی اس کو اچھی طرح نہیں سمجھتا، کیونکہ لغت کی کتب میں یہ موجود نہیں، یہاں تک کہ قاموس جس کا دعویٰ ہے کہ اس نے تمام کلمات کا احاطہ کیا ہے اس سے خالی ہے، اور پھر تاج العروس جس میں اس سے بھی زیادہ کلمات کا احاطہ ہے اس میں بھی یہ موجود نہیں، اور نہ ہی یہ کلمہ لسان العرب میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>اقول: انما الزردج معرب زردہ وہی الصفرة التي تخرج من العصفر في الماء المنقوع فيه فيسبى ذلك الماء ماء الزردج لان ماء يخرج من العصفر يسبى ماء الزردج هذا هو الوجه عندی في اللفظ وتبعوا فيه المطرزی وکانہ لم يتقنه لخلو كتب اللغة عنه حتى القاموس المدعی الاحاطة وتاج العروس المستدرک علیہ بکثیر ولا الکلمة من لسان العرب واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

(۸۲ و ۸۳) جس پانی میں گچ یا چونا مل جائے لقلوہ لم یزل عنہ اسم الماء وبقی معنایہ ایضاً (کیونکہ نام بھی سلب نہیں ہوا

اور معنی بھی باقی ہے۔ ت)

(۸۴) چُونے کا پانی، گچی بچھنے کے بعد تہہ نشین ہوتی اور اوپر نتھرا پانی رہ جاتا ہے جس میں قدرے سپیدی متفرق طور پر رہتی ہے اسے چُونے کا پانی کہتے ہیں قابل وضو ہے اذلم یزل اسم الماء ولا طبعہ (کیونکہ نام بھی سلب نہیں ہوا اور طبیعت بھی زائل نہیں ہوئی۔ ت)

(۸۵) ریشم کو پکانے کیلئے کپیوں کو پانی میں جوش دیتے ہیں اور اُن میں ریشم کے کیڑے ہوتے ہیں اُس پانی سے وضو جائز ہے کیڑے تر ہوں یا خشک جب تک اس کثرت سے نہ ہوں کہ اُن کے اجزا پانی پر غالب آجائیں۔ جواہر الفتاویٰ باب ثانی فتاویٰ امام جمال الدین بزدوی میں ہے:

<p>کپیوں کو جب آگ پر جوش دے ہوئے پانی میں ڈالا جائے تاکہ ابریشم کا تار حاصل کیا جاسکے، اور ان کپیوں میں مُردہ کیڑے بھی موجود ہوں، خواہ خشک حالت میں یا غیر خشک حالت میں تو یہ پانی جس میں</p>	<p>الفيلق اذا طرح في الماء الذي اغلى بالنار لسدا الا بریسم وفي الفيلق دو دمیتة یا بسة او غیر یا بسة بقیت فی الماء یکون طاهر الا انه لیس له دمر سائل وان غلب</p>
---	---

یہ کپیاں ڈالی گئی ہوں پاک رہے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کیڑوں میں سیال خون نہیں ہوتا ہے، اور اگر ان کیڑوں کے اجزاء پانی پر غالب ہو جائیں تو دوسری اشیاء کی طرح اس سے وضو جائز نہ ہوگا۔ (ت)	اجزاءها على الاماء يسنع التوضی به كما لو غلب شیع آخر ¹ ۔
--	---

در مختار میں ہے:

وہابیہ میں فرمایا ریشم کا کیڑا، اس کا پانی، اس کا انڈا اور اس کی بیٹ اسی طرح پاک ہے جس طرح نجاست سے پیدا ہونے والے دوسرے کیڑوں کا حکم ہے۔ (ت)	في الوهبانية دود القز وماؤه وبذره وخرؤه طاهر كدودة متولدة من نجاسة ² ۔
---	---

ردالمحتار میں شرح وہابیہ للعلامة عبدالبر سے ہے:

ہو سکتا ہے کہ پانی سے مراد وہ پانی ہو جو ان کیڑوں میں پایا جاتا ہے جو کپیوں کے پکنے سے پہلے ہی ہلاک ہو جاتے ہیں، یہ پانی دودھ کے مشابہ ہوتا ہے یا وہ پانی ہو سکتا ہے جس میں انکو ریشم نکالتے وقت ابالا جائے۔ (ت)	يحتمل ان المراد ما يوجد فيما هلك منه قبل ادراكه وهو شبيه باللبن والذي يغلى فيه عند حله حريرا ³ ۔
--	---

(۸۶) پانی 'میں مینڈک یا کوئی آبی جانور یا وہ غیر آبی جس میں خون سائل نہ ہو جیسے زنبور، کڑدم، گھسی وغیرہا مر جائے اُس سے وضو جائز ہے اگرچہ ریزہ ریزہ ہو کر اس کے اجزاء پانی میں ایسے مل جائیں کہ جُدا نہ ہو سکیں بشرطیکہ پانی اپنی رقت پر رہے، ہاں اس حالت میں اس کا پینا یا شور با کرنا حرام ہوگا جبکہ وہ جانور حرام ہو، اور اگر ٹیری یا غیر طانی مچھلی ہے تو یہ بھی جائز۔ در مختار میں ہے:

اور اگر پانی میں مینڈک کی قسم کی کوئی چیز پھول پھٹ جائے تو اُس سے وضو جائز ہے پینا جائز نہیں کہ اس کا گوشت حرام ہے، ش نے بحر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا اس لئے کہ اس کے اجزاء پانی میں شامل ہو گئے تو اس کا پینا مکروہ تحریمی ہوگا۔ (ت)	لوتفتت فيه نحو ضفدع جاز الوضوء به لاشربه لحرمة لحمه ⁴ قال ش عن البحر لانه صارت اجزاء في الماء فيكره الشرب تحريماً ⁵ اه
--	--

¹ جواہر الفتاوی

² در مختار باب المیاء مجتہائی دہلی ۱/ ۳۵

³ ردالمحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۱۳۵

⁴ در مختار باب المیاء مجتہائی دہلی ۱/ ۳۵

⁵ در مختار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۱۳۶

اقول: کل (۱) مآلادم فیہ حرام غیر الجراد والسبک الغیر الطافی واذا اختلطت اجزاء بالماء فآزدادها فی شربه متیقن فای وجه للنزول من الحرمة الی کراهة التحريم وراجعت البحر فوجدت نصه هكذا روى عن محمد رحمه الله اذا تفتت الضفدع فی الماء کرهت شربه لالنجاسة بل لحرمة لحمه وقد صارت اجزاء فی الماء وهذا تصریح بان کراهة شربه تحریمیة وبه صرح فی التجنیس^۱ فقال یحرم شربه۔

اقول: (۲) الکراهة عرف القدماء اعم من الحرمة یقولون اکراه کذا والمعنی احرمه راجع کتابی فصل القضاء فی رسم الافتاء فمعنی قول البحران الکراهة فی کلام الامام للتحريم (۳) الاتری الی قوله وبه صرح فی التجنیس وانما صرح بانه حرام۔

میں کہتا ہوں ہر وہ جانور جس میں خون نہ ہو وہ حرام ہے سوائے ٹڈی اور اُس مچھلی کے جو مُردہ حالت میں سطح سمندر پر تیرتی ہوئی نہ پائی گئی ہو، اور جب اس کے اجزاء پانی میں مل جائیں تو ان کا پیتے وقت پانی میں شامل ہونا یقینی امر ہے تو پھر حرمت سے گھٹ کر کراہت تحریم کا حکم کیوں لگایا گیا؟ میں نے بحر کو دیکھا تو اس میں یہ تھا "امام محمد سے مروی ہے جب میٹھڑک پانی میں پھول پھٹ جائے تو میں اس پانی کے پینے کی کراہت کا قول کروں گا اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے گوشت کی حرمت کی وجہ سے اور اس حرام گوشت کے اجزاء پانی میں بھی شامل ہو گئے ہیں، یہ اس امر کی صراحت ہے کہ اس کے پینے کی کراہت تحریمی ہے اور اسی کی تصریح تجنیس میں ہے، فرمایا کہ اس کا پینا حرام ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں کراہت کا لفظ متقدمین کے عرف میں حرمت کو بھی عام ہے وہ فرماتے ہیں میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں اور مراد یہ ہوتی ہے کہ میں اس کو حرام سمجھتا ہوں۔ دیکھئے میری کتاب "فصل القضاء فی رسم الافتاء" تو بحر کی مراد یہ ہے کہ امام کے کلام میں کراہت سے مراد تحریم ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا وہ صرح فی التجنیس اور اس میں ان کی تصریح یہ ہے کہ حرام ہے۔ (ت)

(۸۷) چاول کھڑی دال دھو کر ڈالے جاتے ہیں ان کے دھونے سے جو پانی بچا قابل وضو ہے جبکہ بے وضو ہاتھ سے نہ دھوئے ہوں اگرچہ اس کے رنگ میں ضرور تغیر آ جاتا ہے بلکہ اگرچہ مزہ بُو بھی بدل جائیں۔

اقول: وهذا عندی وفاقا حتی ممن یجعل ماء الحمص والباقلاء المنقوعین

میں کہتا ہوں یہ میرے نزدیک متفقہ طور پر ہے، یہاں تک کہ جو حضرات چنوں اور باقلی (لوبیا)

^۱ بحر الرائق موت مآلادم لہ سعید کپنی کراچی ۸۹/۱

<p>فیه مقید الان بمجرد الغسل لایسری الیہ مایسری بالنقع والتغیر الذی یحدث به لیس للحب بل لما علیہ من نحو الغبار وا لله تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>کے صاف کئے ہوئے پانی کو مقید قرار دیتے ہیں وہ بھی اسی کے قائل ہیں، کیونکہ صرف دھونے سے پانی میں وہ اثر پیدا نہیں ہوتا ہے جو صاف کرنے سے ہوتا ہے، اور جو تغیر پانی میں پیدا ہوتا ہے وہ دانہ کے باعث نہیں ہے بلکہ اس کے اوپر غبار کی وجہ سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
--	--

(۸۸) جس، پانی میں چنے بھگوئے کتنی ہی دیر، بھیگے رہیں تحقیق یہ ہے کہ اُس سے وضو جائز ہے مگر یہ کہ، ناج کے اجزاء اُس میں
مل کر اُسے گاڑھا کر دیں کہ اپنی رقت و سیلان پر باقی نہ رہے۔

(۸۹) یوں ہی جس میں باقلا عہ بھگوئیں یونہی ہر ناج۔ مختصر امام ابوالحسن قدوری میں تھا:

<p>لا (ای یجوز الوضوء) بماء غلب علیہ غيرة فاخرجه عن طبع الماء كماء الباقلا والمرق^۱۔</p>	<p>نہیں (یعنی وضو جائز نہیں) اُس پانی سے جس پر اُس کے غیر کا غلبہ ہو گیا ہو، اور اس وجہ سے پانی کو اس کی طبیعت سے خارج کر دیا ہو، جیسے باقلی کا پانی اور شوربہ۔ (ت)</p>
--	---

اس پر ہدایہ میں فرمایا:

<p>المراد بماء الباقلاء وغیره ماتغیر باطبخ فان تغیر بدون الطبخ یجوز التوضی به^۲ اھ۔ واقره علیہ فی الفتح والعناية وتبعه فی الجوهرۃ فقال قوله وماء الباقلاء المراد المطبوخ بحیث اذا برد ثخن وان لم یطبخ فهو من قبیل وتجاوز الطهارة بماء خالطه شیئی طاهر^۳ اھ</p>	<p>باقلاء کے پانی سے مراد وہ پانی ہے جو پکائے جانے کی وجہ سے متغیر ہو گیا ہو اور اگر بلا پکائے متغیر ہو گیا ہو تو اُس سے وضو جائز ہو گا اھ۔ اور اس کو اس پر برقرار رکھا فتح اور عنایہ میں اور جوہرہ میں اس کی متابعت کی اور فرمایا: ان کا قول "اور باقلی کا پانی" اس سے مراد پکا ہوا پانی ہے جو ٹھنڈا کئے جانے پر گاڑھا ہو جاتا ہے، اور اگر اس کو پکایا نہ گیا ہو تو یہ اس پانی کی طرح ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)</p>
--	---

عہ: یہ بھی ایک معروف غلطی ہے اگرچہ یہاں اس کا رواج نہیں اس کی پھلیاں پکاتے ہیں سالن کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ (م)

^۱ قدوری کتاب الطہارت مطبع مجیدی کان پور، ص ۶

^۲ الہدایہ کتاب الطہارت مکتبہ عربیہ کراچی ۱۸/۱

^۳ جوہرۃ نیرۃ کتاب الطہارت امدادیہ ملتان ۱۴/۱

اقول: رحمہ اللہ الشیخ الامام ور حنابہ کلام عہ ابی الحسن فیما اذا اخرجه عن طبع الماء بان اختلطت فیہ اجزاء فثخن ولم یبق رقیقاً وحینئذ لا یجوز التوضی بہ وان لم یطبخ وقد قال فی الوقایة لابماء زال طبعه بغلبة غیره اجزاء اوبالطبخ کماء الباقی والمرق فقال الامام الشارح المراد به ان یخرجه عن طبع الماء وهو الرقة والسیلان وماء الباقی نظیر ماغلب علیہ غیره اجزاء والمرق نظیر ماغلب علیہ بالطبخ^۱ اھ۔

وفی الاصلاح والایضاح لابماء زال طبعه وهو الرقة والسیلان بغلبة غیره اجزاء کماء الباقلا^۲ اھ۔ نعم الظاهر مبامر عن الذخیرة والتتبع عن المیدانی وتبعه صدر الشریعة من قیاس ماتلون بوقوع الاوراق علی ماء الباقی ان المراد مانقع فیہ فغیرہ وصفاً لا ذاتاً وهو خلاف المعتمد۔ ففی الخانیة یجوز التوضؤ بما القی فیہ حمص اوباقلاء لیبتل وتغیر لونه وطعمه

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ شیخ الامام پر اور ہم پر رحم فرمائے، ابو الحسن کی گفتگو اس صورت سے متعلق ہے جب کہ پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دے مثلاً یہ کہ اس میں اس کے اجزاء مل جائیں اور وہ گاڑھا ہو جائے اور اس کی رقت باقی نہ رہے تو ایسی صورت میں اس سے وضوء جائز نہ ہوگا خواہ پکایا نہ گیا ہو، اور وقایہ میں فرمایا "نہ کہ اُس پانی سے جو دوسری شے کے غلبہ کی وجہ سے اپنی طبیعت سے خارج ہو گیا ہو یا پکائے جانے کی وجہ سے طبیعت ماء سے خارج ہو گیا ہو، جیسے باقی (لوبیا) کا پانی یا شوربہ۔ امام شارح نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ہے اور باقی (لوبیا) کا پانی اُس پانی کی نظیر ہے جس پر دوسرے اجزاء غالب آگئے ہوں، اور شوربہ اُس پانی کی مثال ہے جس کو پکایا گیا ہو تو اس پر دوسری شے غالب آجائے اھ۔ اور اصلاح اور ایضاح میں ہے کہ نہ اُس پانی سے کہ جس کی طبیعت زائل ہو گئی ہو یعنی رقت اور سیلان، اور یہ دوسری

اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے اللہ، پاک نے وہ کھول د، یا ہے جس کے ذریعے کلام صحیح ہوتا ہے، مقصود واضح ہوتا ہے اور وہم ختم ہوتے ہیں جیسا کہ فصل ثالث کے چھٹے ضابطہ میں آئے گا۔ (ت)

عہ: الحمد لله فتح المولى سبحانه وتعالى بما يصحح الكلام ويوضع المرام ويزيل الالوهام كما ياتيكم في سادس ضوابط الفصل الثالث ان شاء الله تعالى ۱۲ منه غفر له وحفظه ربه

^۱ شرح وقایہ کتاب الطہارت رشیدیہ دہلی ۱/ ۸۵

^۲ اصلاح والایضاح

<p>اشیاء کے اجزاء کے غلبہ کی وجہ سے ہوا ہو جیسے باقلی (لوبیا) کا پانی اھ۔ ہاں ذخیرہ اور تہہ کی گزشتہ عبارت جو میدانی سے منقول ہے اور جس کی متابعت صدر الشریعہ نے کی ہے، جس پانی میں پتے گرے ہوں اور اس کا رنگ بدل گیا ہو اس کو باقلی کے پانی پر قیاس کیا، اور کہا کہ اس سے مراد وہ پانی ہے جس میں کسی چیز کو صاف کیا گیا ہو، جس سے پانی کا وصف بدل گیا ہو نہ کہ ذات بدلی ہو، اور یہ معتمد کے خلاف ہے۔ خانیہ میں ہے کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں چنے ڈال دئے گئے ہوں یا باقلی (لوبیا) ڈال دیا ہو تاکہ تر ہو جائے اور اس سے اس کا رنگ اور مزہ بدل گیا ہو لیکن اس کی رقت ختم نہ ہوئی ہو اھ۔ اور فتح میں ہے ینائج میں ہے کہ اگر چنوں اور باقلی کو پانی میں صاف کیا جس سے پانی کا رنگ، مزہ اور بو بدل گئی تو اُس سے وضو جائز ہے اور اسی کی مثل اس سے فتاویٰ غری میں ہے اور اسی کی مثل منیہ میں ہے اور حلیہ میں اس کو ملتقط اور تجنیس ملتقط اور ظہیریہ کی طرف منسوب کیا۔ (ت)</p>	<p>ولکن لم تذهب رقتہ^۱ اھ۔ وفي الفتح في الينابيع لوقف الحمص والبقلاء وتغير لونه وطعمه وريحه يجوز التوضي به اھ۔^۲ ومثله عنها في فتاوى الغزى ومثله في المنية وعزاه في الحلية للملتقط وتجنيس الملتقط والظهيرية۔</p>
--	--

فائدہ: اقول: یہاں سے ظاہر ہوا کہ گھوڑے کے دانے سے جو پانی تو بڑے میں بچ رہے قابل وضو ہے جبکہ رقیق سائل ہو اور اسے بے وضو ہاتھ نہ لگا ہو کہ مذہب^۱ صحیح میں گھوڑے کا جھوٹا قابل وضو ہے۔ در مختار میں ہے:

<p>وہ جانور جن کا گوشت حلال ہے ان کا جھوٹا پاک ہے اور اس سے بلا کراہت طہارت حاصل ہوتی ہے اور گھوڑا بھی انہی میں سے ہے اصح قول کے مطابق۔ (ت)</p>	<p>وسؤر ما کول لحم ومنه الفرس في الاصح طاهر طهور بلا کراہۃ^۳۔</p>
---	---

(۹۰) یہ ہوا اور۔ (۹۱) گائے بھینس^۲ بکری وغیرہ حلال جانوروں کا جھوٹا جبکہ اُس وقت اُن کے منہ کی نجاست نہ معلوم ہوا اگرچہ نہ ہو اور بعض^۳ نے کہا نہ کا جھوٹا ناپاک ہے کہ اُس کی عادت ہوتی ہے کہ جب مادہ پیشاب کرے اپنا منہ وہاں لگا کر سُونگھتا ہے نیز زمین پر اگر اس کا پیشاب پڑا پائے تو اُسے مگر صحیح طہارت ہے۔ در مختار

^۱ قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی نو لکھنؤ ۹/۱

^۲ فتح القدیر فیما لا یجوز بہ التوضی سکھر ۱/۶۵

^۳ در مختار فصل فی البئر مبتدائی دہلی ۱/۳۰

سور حمار اہلی ولو ذکر ا فی الاصح مشکوک فی طہوریتہ لاطہارتہ ^۱ ۔	پالتو گدھے کے جھوٹے کی طہوریت مشکوک ہے طہارت مشکوک نہیں اصح قول کے مطابق۔ (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے:

قوله فی الاصح قالہ قاضیخان ومقابلالہ القول بنجاستہ لانہ ینجس فہہ بشم البول قال فی البدائع وهو غیر سدید لانہ امر موہوم لایغلب وجودہ فلا یؤثر فی ازالۃ الثابت بحر ^۲ ۱۱	اس کا قول "فی الاصح" یہ قاضی خان کا قول ہے اور اس کے مقابل اس کی نجاست کا قول ہے اس لئے کہ اس کا منہ پیشاب کو سونگھنے کی وجہ سے نجس ہو جاتا ہے، بدائع میں فرمایا یہ درست نہیں کیونکہ یہ بات محض وہم ہے، عام طور پر ایسا نہیں ہوتا ہے تو جو ثابت ہے اس کے ازالہ میں مؤثر نہ ہوگا بحر ۱۱۔ (ت)
اقول: (۱) ان کان المناط الندرۃ یظہر تنجیس سور التیس فان شہہ بول العنز انکان نادرا فانه یتکرر منہ کل یوم مرارا انہ یدلی ذکرہ والمذی والبول نابعان فیہ صہ بل الوجہ عندی و اللہ تعالیٰ اعلم ان (۲) الجفاف سبب الطہارۃ فی ابدان الحیوانات کما فی الارض وقد حققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی باب الانجاس من فتاوانا واللہ تعالیٰ اعلم۔	میں کہتا ہوں اگر مناط (علت) نادر ہونا ہے تو بکرے کے جھوٹے کا نجس ہونا بھی ظاہر ہوگا، کیونکہ وہ بکری کے پیشاب کو تو کم ہی سونگھتا ہے مگر یہ عمل دن میں کئی بار اس سے سرزد ہوتا ہے کہ وہ اپنا ذکر لٹکاتا ہے اور مذی اور پیشاب دونوں اس سے نکلتے ہیں، تو وہ بکرہ اس ذکر کو چوستا ہے بلکہ اس کی وجہ میرے نزدیک (و اللہ اعلم) یہ ہے کہ خشک ہونا حیوانات کے بدن میں سبب طہارت ہے جیسا کہ زمین کا حال ہے اور ہم نے بتوفیق اللہ اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ کے باب الانجاس میں کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اقول: ہاں^۳ اگر دیکھیں کہ بیل وغیرہ نے مادہ کا پیشاب سونگھ لیا بکرے نے اپنا آلہ تناسل نکال کر چوسا اور اُس وقت مذی اور بول نکل رہے تھے اور قبل اس کے کہ اس کا منہ پاک ہو جائے پانی میں ڈال دیا تو

^۱ در مختار فصل فی البزج متنبائی دہلی ۴۰/۱

^۲ ردالمحتار فصل فی البزج مصطفیٰ البابی مصر ۱۶۵/۱

اب بیشک پانی ناپاک ہو جائے گا، اور اگر چار برتنوں^۱ میں منہ ڈالا تو پہلے تین ناپاک ہیں چوتھا پاک وقابل وضو۔ اسے نمبر ۲۲ کے ساتھ لکھنا تھا مگر ارادہ الہیہ یونہی واقع ہوا ولہ الحمد علی ماصنع، وعلی ماعطی وعلی مامنع، وعلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی الشفیعیہ المشفیع، وآلہ وصحبہ وابنہ وجزبہ اجمع۔

(۹۲) پانی میں کوئلہ پڑ گیا جس سے اس میں سخت بدبو آگئی مگر گاڑھانہ ہو گیا اس سے وضو جائز ہے۔ فتاویٰ زینیہ میں ہے:

<p>سوال کیا گیا کہ وہ پانی جس کی بو کوئلہ کی وجہ سے متغیر ہو گئی ہو، کیا اس سے وضو جائز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں، اور قطران بالفتح اور بالکسر ظربان کی طرح ابھل اور ارز کا نچوڑ ہے قاموس، اور ارز صنوبر کے درخت کا پھل ہوتا ہے، یہ ابو حنیفہ کا قول ہے تاج العروس۔ اس قسم کا ہمارے ملک میں ہوتا ہے جیسا میں نے ذکر کیا۔ (ت)</p>	<p>سئل عن الماء المتغير ريحه بالقطران هل يجوز الوضوء منه ام لا اجاب نعم يجوز^۱ اه والقطران بالفتح وبالكسر كظربان عصارة الابهل والارز^۲ قاموس والارز ثمر الصنوبر قاله ابو حنيفة^۳ تاج العروس ومثله في بلادنا ما ذكرت۔</p>
--	--

اقول: مگر بوجہ^۲ خبث رائحہ مکروہ ہونا چاہئے خصوصاً اگر اس کی بدبو نماز میں باقی رہی کہ باعث کراہت تحریمی ہوگی۔ (۹۳) پانی میں روٹی بھگوئی اس کے تواجزاء جلد منتشر ہو جاتے ہیں مگر جب تک پانی کو ستھو کی طرح گاڑھانہ کر دیں رقیق و سیال رہے قابل وضو ہے اگرچہ رنگ، مزہ، بوسب بدل جائیں، خانیہ میں ہے:

<p>اگر روٹی کو پانی میں بھگو یا اور وہ پانی پتلار ہا تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)</p>	<p>لوبل الخبز بالماء وبقي رقيقاً جاز به الوضوء^۴۔</p>
--	---

(۹۴) یونہی جس میں آم بھگوئے۔

(۹۵) اقول اسی طرح گوشت کا دھوون اگرچہ پانی میں ایک گونہ سُرخ آجائے کہ صحیح^۲ مذہب میں

^۱ فتاویٰ زینیہ علی حاشیہ فتاویٰ غیاثیہ کتاب الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳

^۲ قاموس المحيط باب الرائ فصل القاف مصر ۱۳۲/۲

^۳ لسان العرب بیروت ۳۰۶/۵

^۴ قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی نوکسور لکھنؤ ۹/۱

گوشت کا خون بھی پاک ہے نہ کہ وہ سُرخ کی بعض جگہ اُس کی سطح پر ہوتی اور پانی میں دھل جاتی ہے۔
ردالمحتار میں بزاز یہ سے ہے:

الدم الخارج من اللحم المهزول عند القطع ان منه فطأهر وكذا دم مطلق اللحم ¹	دبے گوشت سے نکلنے والا خون کاٹتے وقت، اگر اس سے نکلے تو پاک ہے اور اسی طرح مطلق گوشت کے کُخون کا حکم ہے۔ (ت)
---	--

(۹۶) صابون

(۹۷) اُشنان کہ ایک گھاس ہے اُسے حُرَض بھی کہتے ہیں۔

(۹۸) ریحان جسے آس بھی کہتے ہیں۔

(۹۹) بابونہ

(۱۰۰) خُطمی

(۱۰۱) بیری کے پتے کہ یہ چیزیں میل کاٹنے اور زیادتِ نفاقت کو آبِ غسل میں شامل کی جاتی ہیں اس سے غسل و وضو جائز ہے اگرچہ اوصاف میں تغیر آجائے جب تک رقت باقی رہے مختصر امام ابوالحسن میں ہے:

يجوز الطهارة بماء خالطه شئ طاهر فغير احد اوصافه كماء المد والماء الذي اختلط به اللبن او الزعفران او الصابون او الاشنان ²	اُس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل کر اُس کے کسی وصف کو بدل دے جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں دودھ، زعفران، صابون یا اُشنان ملی ہو۔ (ت)
---	--

اس پر جوہرہ نیرہ میں ہے:

فان غير وصفين فعلى اشارة الشيخ لايجوز الوضوء ولكن الصحيح انه يجوز كذا في المستصفي ³	تو اگر وہ اس کے دو اوصاف کو بدل دے تو شیخ کے اشارہ کے مطابق اس سے وضو جائز نہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی المستصفی۔ (ت)
--	--

حلیہ میں ہے:

التقييد باحد الاوصاف الثلاثة فيه	تین میں سے ایک وصف کے ساتھ مقید کرنے
----------------------------------	--------------------------------------

¹ بزاز یہ مع الہندیہ السالغ فی النجس پشاور ۲۱/۳

² قدوری الطہارت مجیدی کانپور ص ۶

³ جوہرہ نیرہ الطہارت امدادیہ ملتان ۱۴/۱

نظر فقد نقل الشيخ حافظ الدين في المستصفى عن شيخه العلامة الكردري ان الروايه الصحيحه خلافه ¹ ۔	میں نظر ہے، کیونکہ شیخ حافظ الدین نے مستصفیٰ میں اپنے شیخ علامہ کردری سے نقل کیا ہے کہ صحیح روایت اس کے برخلاف ہے۔ (ت)
--	--

مجتبیٰ شرح قدوری میں ہے:

قول المصنف فغير احد اوصافه لايفيد التقييد به حتى لو تغيرت الاوصاف الثلاثة بالاشنان او الصابون او الزعفران ولم يسلب اسم الماء عنه ولا معناه فانه يجوز التوضوء به ² ۔	مصنف کا قول "فغير احد اوصافه" اس کے ساتھ تقييد مفيد نہیں ہے یہاں تک کہ اگر تینوں اوصاف اُشنان، صابون یا زعفران سے بدل گئے اور اُس سے نہ تو پانی کا نام سلب ہوا اور نہ معنی سلب ہوئے تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)
--	---

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے:

ماء صابون وحرص ان بقیت رقتہ ولطافته جاز التوضوء به ³ ۔	صابون اور حرص (اُشنان جس سے کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے ہیں) کے پانی کی رقت و لطافت اگر باقی رہی تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)
---	--

(۱۰۷۱۰۲) یہی چھ چیزیں اگر پانی میں ڈال کر جوش دی جائیں جب بھی وضو جائز ہے جب تک رقت باقی ہے،

ہدایہ میں ہے:

ان تغیر بالطبخ بعد ما خلط به غیره لايجوز التوضی به الا اذا طبخ فيه ما يقصد به المبالغة في النظافة كالاشنان ونحوه لان البيت قد يغسل بالماء الذي اغلى بالسدر بذلك وردت السنة الا ان يغلب ذلك على الماء فيصير كالسويق	اگر پانی دوسری چیز کی ملاوٹ کے بعد پکانے سے متغیر ہو گیا تو اس سے وضو جائز نہیں، ہاں اگر اس میں ایسی چیز ڈال کر پکائی گئی جس سے نظافت میں زیادتی مطلوب ہو جیسے اُشنان وغیرہ کیونکہ مُردہ کو کبھی پیری (کے بتے) ڈال کر اُبلے ہوئے پانی سے غسل دیا جاتا ہے، اور یہ حدیث میں بھی مذکور ہے،
--	---

¹ حلیہ

² الہنایہ شرح ہدایہ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنٹر فیصل آباد ۱۸۹/۱

³ فتاویٰ قاضی خان فیہا لا یجوز بہ التوضی نوکسور لکھنؤ ۹/۱

ہاں اگر اس قسم کی چیزیں پانی پر غالب آجائیں اور وہ پانی ستوؤں کی طرح ہو جائے تو وضو جائز نہیں کہ اب اس پر پانی کا اطلاق نہ ہوگا۔ (ت)	المخلوط لزوال اسم الماء عنه ¹ ۔
--	--

فتاویٰ شیخ الاسلام غزی میں ہے:

صابون کا رقیق پانی جو اعضاء پر ہے اس سے وضو جائز ہے، اسی طرح اگر پانی میں اُشنان ڈال کر جوش دیا گیا تو وضو جائز ہے اگر وہ گاڑھی ہو جائے تو وضو جائز نہیں کما فی البرازیہ۔ (ت)	ماء الصابون لو رقیقاً یسیر علی العضو یجوز الوضوء به وكذا لو اغلى بالاشنان وان ثخن لا کما فی البرازیہ ² ۔
---	---

خانیہ میں بعد عبارت مذکورہ آنفا ہے:

اور اسی طرح اگر پانی میں ایسی چیز کو جوش دیا گیا جس سے نفاثت میں مبالغہ مقصود ہو، جیسے بیری (کے بتے) اور حرص، خواہ اس کا رنگ بدل جائے لیکن اس کی رقت ختم نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر ستوؤں کی طرح گاڑھی ہو جائے تو جائز نہیں۔ (ت)	وكذا لو طبخ بالماء ما یقصد به المبالغة فی التنظيف كالسدر والحرص وان تغیر لونه ولكن لم تذهب رقتہ یجوز وان صار ثخیناً مثل السویق لا ³ ۔
--	--

منیہ وغنیہ میں ہے:

(محیط میں ذکر کیا کہ اگر کسی نے ایسے پانی سے وضو کیا جس کو اُشنان یا آس (ایک درخت جو ریحان کے نام سے مشہور ہے) میں جوش دیا گیا تو اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ وہ پانی پر غالب نہ ہو کہ اس کو اس کی رقت سے نکال دے۔ (ت)	(ذكر فی المحيط لتوضاء بماء اغلى باشنان اوبأس جاز الوضوء به ما لم یغلب علیہ) بان اخرجه عن رقتہ ⁴ ۔
--	--

حلیہ میں ہے:

ذخیرہ اور تتمہ فتاویٰ صغریٰ میں ابو یوسف سے	فی الذخیرة وتتمة الفتاوی الصغری نقلاً
---	---------------------------------------

¹ الہدایہ کتاب الطہارۃ مکتبہ عربیہ کراچی ۱۸/۱

² فتاویٰ غزی

³ فتاویٰ قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی نوکسور لکھنؤ ۱/۹

⁴ غنیہ المستملی احکام المیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اذا طبخ الأس والبابونج في الماء فان غلب على الماء حتى يقال ماء البابونج والأس لا يجوز التوضی به انتهى وعزی الی الاجناس بمأنصه قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ في الماء الذي يطبخ فيه الريحان والاشنان اذالم يتغير لونه حتى يحمر بالاشنان اویسود بالريحان وكان الغالب عليه الماء فلا بأس بالوضوء به فمحمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبة الاجزاء ثم في التتمة والذخيرة والحاصل من مذهب ابی یوسف ان کل ماء خلط بشیء یناسب الماء فیما یقصد من استعمال الماء وهو التطهیر فالتوضی به جائز بشرط ان لا یغلب ذلك المخلوط علی الماء حتی لاتزول به الصفة الاصلیه وهی الرقة وذلك مثل الصابون والاشنان وان كان ذلك المخلوط لا یناسب الماء فیما یقصد من استعمال الماء ففي بعض الروایات اشتراط لمنع جواز التوضی غلبة ذلك الشیء الماء وفي بعض الروایات لم یشتراط ومحمد اعتبر فی جنس هذه المسألة غلبة المخلوط الماء لمنع جواز التوضی ولكن فی بعضها اشار الی الغلبة من حیث اللون وفي بعضها اشار الی الغلبة من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفة الرقة من الماء ویبدلها بضدها

منقول ہے جب آس یا بابونہ کو پانی میں ابالا جائے اور وہ پانی پر غالب آجائے یہاں تک کہ بابونہ یا آس (ایک درخت جو ریحان کے نام سے مشہور ہے) کا پانی کھلانے لگے تو اس سے وضو جائز نہیں انتہی، اور اجناس کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ امام محمد نے اُس پانی کی بابت فرمایا جس میں ریحان (پھول) یا اُشنان کو جوش دیا گیا ہو اور اس کا رنگ تبدیل نہ ہوا ہو، یعنی نہ تو اُشنان کی وجہ سے سرخ ہوا ہو اور نہ ریحان کی وجہ سے سیاہ ہوا ہو، اور اس پر پانی ہی کا غلبہ ہو تو اس سے وضو کرنے میں حرج نہیں، تو امام محمد پانی کے رنگ کا اعتبار کرتے ہیں اور ابو یوسف غلبہ اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں، پھر تتمہ اور ذخیرہ میں ہے کہ ابو یوسف کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو پانی سے مناسبت رکھتی ہو اور پانی کے استعمال سے جو مقصود ہے اس کے مطابق ہو اگر وہ پانی میں مل جائے تو وہ مطہر ہے اس سے وضو جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ مخلوط شے پانی پر غالب نہ ہو تاکہ پانی کی صفت اصلیه یعنی رقت زائل نہ ہو۔ اس کی مثال صابون اور اُشنان ہے اور اگر یہ مخلوط پانی سے مناسبت نہ رکھتی ہو اور پانی کے استعمال سے جو مقصود ہے اس سے مطابقت نہ رکھتی ہو تو بعض روایات کے مطابق اس سے وضو کا عدم جواز اس شرط کے ساتھ مشروط ہو گا کہ یہ شے پانی پر غالب آجائے اور بعض روایات میں کوئی شرط نہیں، اور امام محمد اس طرح کے مسئلہ میں پانی پر مخلوط شے کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہوئے اس سے وضو جائز قرار نہیں دیتے

وہی الثخونة انتھی¹۔

لیکن بعض روایات میں اس طرف اشارہ ہے کہ غلبہ سے مراد رنگ میں غلبہ ہے اور بعض میں اشارہ غلبہ من حیث الاجزاء مراد ہے کہ پانی کی صفت رقت سب ہو جائے اور اس کے بدلے میں گاڑھا پن اس میں پیدا ہو جائے انتھی۔ (ت)

نیز حلیہ میں ایک کلام بدائع نقل کر کے فرمایا:

ذكر فيها وفي التحفة ومحيط رضى الدين وفتاوى قاضى خان وغيرها اذا كان المخلط مما يطبخ الماء به او يخلط الزيادة التطهير لا يمنع التوضى به ولو تغير لون الماء وطعمه وذلك كالصابون والاشنان والسدر الا اذا صار غليظا بحيث لا يجرى على العضو فانه حينئذ لا يجوز لانه زال عنه اسم الماء² اهـ۔

اقول: واضفت الخطى اخذا مما قالوه فى الجنائز (۱) يغسل رأسه ولحيته بالخطى ان وجد والا فبالصابون ونحوه³ تنوير وفى التبيين اغتسل صلى الله تعالى عليه وسلم وغسل رأسه بالخطى وهو جنب واكتفى به ولم يصب عليه الماء⁴۔

اس میں اور تحفہ اور محیط رضی الدین اور فتاویٰ قاضیخان وغیرہ میں ذکر کیا کہ پانی میں مخلوط شئی اگر اس قسم کی ہے کہ اس کو پانی میں پکانے یا خلط کرنے سے مقصود تطہیر میں زیادتی ہوتی ہے تو اس سے وضو جائز ہے اگرچہ پانی کارنگ اور مزہ تبدیل ہو گیا ہو، جیسے صابن، اشنان اور پیری (کے پتے)، ہاں اگر پانی اتنا گاڑھا ہو گیا کہ اس کا سیلان ختم ہو گیا اور وہ عضو پر بہنے کے لائق بھی نہ رہا، تو اس صورت میں اس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اب اس سے پانی کا نام ہی سلب ہو گیا ہے

اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں میں نے مذکورہ اشیاء میں خطمی کا اضافہ کیا ہے، یہ فقہاء کے اُن اقوال کی روشنی میں ہے جو انہوں نے جنائز میں ذکر کئے ہیں فرماتے ہیں میت کے سر اور داڑھی کو خطمی سے دھویا جائے اگر میسر ہو، ورنہ صابن وغیرہ سے دھوئیں اور یہ تنویر میں ہے، اور تبیین میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا اور جنابت کی حالت میں اپنے سر کو خطمی سے دھویا اور اسی پر الکفاء کیا اور اسی پر مزید پانی نہ بہایا۔ (ت)

¹ حلیہ

² حلیہ

³ در مختار صلوٰۃ الجنائز مجتبائی دہلی ۱۲۰/۱

⁴ تبیین الحقائق کتاب الطہارت بولاق مصر ۲۱/۱

(۱۰۸ و ۱۰۹) قول: دوا یا غذا پانی میں پکانے کو ڈالی اور آنچ کی مگر وہ شے ابھی کچی ہے اور پانی گاڑھا نہ ہو گیا تو اس سے وضو جائز ہے،

<p>لانه لم يوجد الطبخ ولا زوال الطبع فلا الاسم قال ش عن (۱) القاموس الطبخ هو الانضاج استواء^۱ اه^۱ وقال في الغنيه القاعدة في المخالطة بالطبخ ان ينضج المطبوخ في الماء^۲۔</p>	<p>کیونکہ اس میں نہ تو پکانا پایا گیا ہے اور نہ ہی طبیعتہ ماء زائل ہوئی تو اسم بھی زائل نہ ہوا، "ش" نے قاموس سے نقل کرتے ہوئے فرمایا طبخ کے معنی استواء پکانے کے ہیں اھ اور غنیہ میں فرمایا مخالطة بالطبخ میں قاعدہ یہ ہے کہ مطبوخ پانی میں پک جائے۔ (ت)</p>
--	--

(۱۱۰) قول: یونہی چائے دم کرنے کو گرم پانی میں ڈالی یا جوش ہی میں شریک کی اور جلد نکال لی کہ اثر نہ کرنے پائی اس قابل نہ ہوا کہ اُسے چائے کہہ سکیں اگرچہ ہلکی سے ہلکی، تو اس سے بھی وضو میں حرج نہیں لبقاء الاسم والطبع وايضا عدم الانضاج والطبخ (کیونکہ پانی کا نام اور طبیعت باقی ہے اور پکنا پکانا بھی نہیں پایا گیا۔) (ت) یہاں پانی کی رنگت پر نظر ہوگی اور صورت سابقہ میں اُس کی رقت اور شے جو شانہ کی حالت پر۔

(۱۱۱ تا ۱۱۴) عرق گاؤز، بان، یا اترے ہوئے گلاب کیوڑا بید مشک جن میں خوشبو نہ رہی اور اتنے ہلکے ہیں کہ کوئی مزہ بھی محسوس نہیں ہوتا پانی میں کسی قدر مل جائیں جب تک پانی سے مقدار میں کم ہوں گی مثلاً لبالب گھڑے میں وہی گھڑا گلے تک بھرا تو اُس سے وضو ہو سکتا ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

<p>ان كان مأثماً موافقاً للماء في الاوصاف الثلاثة كالماء الذي يؤخذ بالتقطير من لسان الثور وماء الورد الذي انقطعت^۲ رائحته</p>	<p>اگر کوئی مائع پانی کے ساتھ اوصاف ثلاثہ میں مطابقت رکھتا ہے اور رقیق ہے جیسے وہ پانی جو عمل تقطیر کے ذریعہ گاؤز بان سے حاصل کیا جائے اور گلاب کا</p>
---	--

عہ ۱ سیاقی مافیہ فی الفصل الثالث بیان الطبخ ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

عہ ۲ وزدت انقطاع الطعم لما ستعلم ان شاء الله تعالى ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اس میں ایک اعتراض ہے جو فصل ثالث میں طبع کے بیان میں آئے گا۔ (ت)

اور میں نے انقطاع طعم کا اضافہ کیا ہے اس کی وجہ ان شاء الله تعالى آپ جان لیں گے۔ (ت)

^۱ رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۱۳۵

^۲ غنیۃ المستملی احکام المیاء سہیل اکیدمی لاہور ص ۹۱

<p>پانی جس کی خوشبو جاتی رہی ہو جب وہ مطلق پانی کے ساتھ ملایا جائے تو اعتبار اجزاء کا ہوگا تو اگر مطلق پانی زیادہ ہو تو سب سے وضو جائز ہے اور اگر مغلوب ہو تو جائز نہیں اور اگر دونوں برابر ہوں تو ظاہر روایت میں اس کا حکم مذکور نہیں اور بدائع میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا کہ اس کا حکم بھی احتیاطاً وہی ہے جو مغلوب پانی کا ہے اھ اور درر میں ہے کہ جڑی بوٹیوں کا پانی جو تقطیر سے نکالا جائے اس میں اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہوگا۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں ان کا اس کو مطلق رکھنا ان کے اس ضابطہ کے منافی ہے جس میں انہوں نے امام زیلیعی کی متابعت کی ہے، کیونکہ عمل تقطیر سے جو پانی حاصل ہوتا ہے وہ عام پانی سے ایک وصف یاد دیا تین میں مختلف ہوتا ہے کما لایخفی۔ (ت)</p>	<p>إذا اختلط بالمطلق فالعبرة للاجزاء فإن كان الماء المطلق أكثر جاز الوضوء بالكل وان كان مغلوباً لایجوز وان استویاً لم یذكر فی ظاہر الروایہ وفي البدائع قالوا حکمہ حکم الماء المغلوب احتیاطاً^۱ اھ وعبارۃ الدرر والمستخرج من النبات بالتقطیر تعتبر فیہ الغلبۃ بالأجزاء^۲ اھ</p> <p>اقول: (۱) واطلاقہ ینافی ضابطتہ التی تبیع فیہا الامام الزیلیعی فان من المستقطر ما یخالف الماء فی وصف او وصفین او الثلثۃ کما لایخفی۔</p>
--	--

(۱۱۵) یونہی ہر عرق کہ پانی سے رنگ و مزہ و بو کسی میں ممتاز نہ ہو جیسے عطاروں کے یہاں کے اکثر عرق۔ ثم قول: کمی بیشی میں اعتبار مقدار کا ہے اور ان میں بہت چیزیں پانی سے ہلکی ہوتی ہیں تو اگر وزن میں کمی لی جائے بارہا مقدار میں بیشی ہو جائے گی لہذا ہم نے لبالب گھرے اور گلے تک بھرے سے تمثیل دی۔

<p>اور اسی سے وہ ظاہر ہوا جو منہ کی عبارت میں ہے، جہاں انہوں نے اجزاء کی تعبیر مقدار اور وزن سے کی ہے، اور جو ابو السعود کی عبارت میں ہے اس لئے کہ غلبہ وزن کے اعتبار سے ہے اور امام محمد نے</p>	<p>وبہ (۲) ظہر ما فی عبارة المنحة حیث فسر العبارة للاجزاء بقوله ای القدر والوزن^۳ اھ وفي عبارة ابی السعود اذ قال الغلبة من حیث الوزن^۴ وقد نص (۳) محمد ان الماء کبیل</p>
--	--

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

^۲ درر علی الغرر فرض الغسل کالمیہ بیروت ۲۳/۱

^۳ منہج الخالق علی البحر الطہارت سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

^۴ فتح المعین الطہارت سعید کمپنی کراچی ۶۳/۱

<p>واجب ائمتنا انه ليس وزنيا وقال العيني ثم ابن الشلبى لو كان الماء رطلين والمستعمل رطلا فحكمه حكم المطلق وبالعكس كالمقيد¹ اه ولكن (ا) العجب من العلامة الشرنبلالى قال فى نور الايضاح وشرحه الغلبة فى مائع لا وصف له يخالف الماء تكون بالوزن فان اختلط رطلان من المستعمل او ماء الورد الذى انقطعت رائحته برطل من الماء المطلق لا يجوز به الوضوء وبعكسه جاز اه فذكر الوزن وعاد الى الكيل²۔</p>	<p>تصریح کی ہے کہ پانی کیل چیز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ پانی وزنی چیز نہیں، اور عینی نیز ابن الشلبی نے فرمایا کہ اگر پانی دو رطل ہے اور مستعمل ایک رطل ہے تو اس کا حکم مطلق پانی کا ہے اور اگر بالعکس ہو تو اس کا حکم مقید کا سا ہے اہ لیکن علامہ شرنبلالی پر تعجب ہے انہوں نے نور الايضاح اور اس کی شرح میں فرمایا کہ سیال چیز جس کا کوئی وصف ایسا نہ ہو جو پانی کے مخالف ہو، تو غلبہ وزن کے اعتبار سے ہوگا تو اگر دو رطل مستعمل پانی یا گلاب کا پانی جس کی خوشبو ختم ہو چکی ہو ایک رطل مطلق پانی میں ملے گا تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو وضو جائز ہے اہ تو ذکر وزن کا کیا اور لوٹ کر کیل کی طرف آئے۔ (ت)</p>
---	--

نوع آخر اس نوع میں وہ اشیاء مذکور ہوں گی جن کی بعض صورتوں میں حکم منقول عہ کتب کچھ ہے اور

عہ: تنبیہ ضروری: واضح ہو کہ مائے مقید میں ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول صرف دو اقوال ہیں:

اول: قول امام ابو یوسف جنہوں نے تبدل اوصاف آب کا اعتبار ہی نہ فرمایا صرف غلبہ اجزاء اُن معانی پر کہ فصل ثالث میں بیان ہوں گے معتبر رکھا اور یہی صحیح و معتمد و مختار جمہور ہے۔

دوم: قول امام محمد جس میں تبدل اوصاف پر بھی لحاظ فرمایا یہاں ہم کو ضابطہ امام زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ پر کلام کرنا منظور ہے انہوں نے بھی لحاظ اوصاف کیا ہے تو قول امام ابی یوسف کا خلاف تو ابتداء ہی سے ہوا قول امام محمد پر جو احکام کتب میں منقول ہیں اُن سے ضابطہ زیلعی کا موازنہ کرنا ہے کہ اتنی جگہ اس کے موافق پڑا اور ان ان مواضع میں اس کے بھی خلاف رہا تو اقوال ائمہ مذہب سے یکسر خارج ہوا ان مباحث میں اتفاق اختلاف سے یہی مراد ہے کہ مذہب امام محمد پر احکام منقولہ اور مقتضائے زیلعی کا توافق یا تخالف ورنہ اصل (باقی بر صفحہ آئندہ)

¹ الشلبی علی التبيين الطهارة بولاق مصر ۲۰/۱

² مراقی الفلاح الطهارة بولاق مصر ص ۱۷

ضابطہ امام زلیعی جس کا بیان بعونہ تعالیٰ فصل چہارم میں آتا ہے اس کا مقتضی کچھ۔ ان اشیاء کی جس صورت میں حکم منقول مقتضائے ضابطہ جواز پر متفق ہیں وہ اس قسم اول میں مذکور ہوگی اور جس میں عدم جواز پر متفق ہیں وہ قسم دوم میں اور جہاں دونوں مختلف ہیں وہ صورتیں قسم سوم کیلئے ہیں۔ یہ اشیاء دو صنف ہیں: صنف اول خشک چیزیں۔

(۱۱۶) پانی میں چھوہارے ڈالے اور ابھی تھوڑی دیر گزری کہ نبیذ نہ ہو گیا اگرچہ خفیف سی شیرینی اس میں آگئی اس سے بالاتفاق وضو جائز ہے کتاب المفید والمزید پھر عینی شرح صحیح بخاری و تبیین وحلیہ عہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

وہ پانی جو کھجوروں کے ڈالے جانے کی وجہ سے میٹھا ہو گیا مگر اس کو پانی ہی کہا جاتا ہو اور اس کی رقت بھی زائل نہ ہوئی تو اُس سے وضو کے جواز میں ہمارے اصحاب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں (ت)

میں کہتا ہوں بدائع میں ہے کہ وہ نبیذ تمر جس میں اختلاف ہے اس کی معرفت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی جائیں تو ان کی مٹھاس پانی میں آجائے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبیذ تمر کی یہی تفسیر منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

الماء الذى التقي فيه تمريرات فصار حلوا ولم يزل عنه اسم الماء وهو رقيق يجوز به الوضوء بخلاف بين اصحابنا^۱ اھ

اقول: اما ما في البدائع لا بد من معرفة نبیذ التمر الذى فيه الخلاف وهو ان يلقى شئ من التمر في الماء فتخرج حلاوته الى الماء وهكذا ذكر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی تفسیر نبیذ التمر الذى توضع به

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مذہب صحیح معتمد کہ مذہب امام ابو یوسف ہے وہ تو صور عدم جواز میں ان کے اتفاق سے بھی بعض جگہ خلاف پڑے گا جسے ہم آخر میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ نیز ان نقول کے لائنے میں بڑا فائدہ مذہب امام محمد پر اطلاع ہے کہ وہ بھی بجائے خود ایک باقوت قول ہے تو بنظر احتیاط اُس کا لحاظ مناسب وب اللہ التوفیق ۱۲ منہ غفرلہ وحفظہ ربہ عزوجل (م)

ہندیہ میں حلیہ کی طرف نسبت کی ہے اور مجھے اس میں یہ بات نہیں ملی نہ باب التیمم میں نہ باب المیاء میں شاید یہ میرے نسخہ سے ساقط ہوو اللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

عہ عزاء للحلیہ فی الہندیہ ولم ارہ فیہا لافی التیمم ولا فی المیاء فلعلہ ساقط من نسختی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

^۱ فتاویٰ ہندیہ فیما لا یجوز بہ التوضو پشاور ۱/۲۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلة الجن فقال تسیرات القیتہا فی الباء^۱ اھ فیحمل علی ما حلا و خرج عن الاطلاق کیف وفی صدر الحدیث عند ابن ابی شیبہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال له هل معك من وضوء قال قلت لا قال فما فی اداوتك قلت نبیذ تمر قال تمرۃ حلوة وماء طیب^۲ فلو لا انه خرج من الاطلاق لما قال لا۔

اقول: وبهذا (۱) یضعف ما اجاب به ابنا حجر فی شرحی البخاری والمشکوۃ انه محمول علی ماء القیت فیہ تمرات یأبسة لم تغیرله وصفاً قال العسقلانی وانما کانوا یصنعون ذلك لان غالب میاھم لم تکن حلوة^۳ اھ واستشعر المکی ان هذا لایسی نبیذا فقال وتسبیہ ابن مسعود له نبیذا من مجاز الاول زادا والمراد به الوضع اللغوی وهو ما ینبذ فیہ شیئ وان لم یغیرۃ^۴ اھ

نے اسی سے لیلة الجن میں وضو فرمایا تھا، آپ نے فرمایا میں نے کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی تھیں اھ تو اس کو اس پانی پر محمول کیا جائے جس میں مٹھاس پیدا ہو گئی ہو اور مطلق پانی سے نکل گیا ہو، جیسا اس حدیث کی ابتداء میں بروایت ابن شیبہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کیا تمہارے پاس وضو کا پانی ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے توشہ دان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا نبیذ تمر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو میٹھی کھجوریں اور پاک پانی ہے، تو اگر وہ پانی مطلق ہوتا تو آپ جواب میں نہ نہ فرماتے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ دو شرحوں (شرح بخاری و شرح مشکوۃ) میں دو ابن حجر نے جو جواب دیا ہے وہ ضعیف ہے وہ جواب یہ ہے کہ..... اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جس میں خشک کھجوریں ڈال دی گئی ہوں جس نے پانی کا وصف نہ بدلا ہو، عسقلانی نے فرمایا اہل عرب ایسا اس لئے کرتے تھے کہ عام طور پر ان کا پانی بیٹھا نہیں ہوتا تھا اھ اور مکی نے فرمایا کہ اس کو نبیذ نہیں کہا جاتا ہے، اور فرمایا ابن جائے خواہ وہ اس پانی کو متغیر نہ کرے اھ۔ (ت)

^۱ بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷۱

^۲ مصنف ابن ابی شیبہ وضو بالنبیذ ادارة القرآن کراچی ۱/۲۶۱

^۳ فتح الباری لابن کثیر الوضوء بالنبیذ بیروت ۳۰۵/۱

^۴ شرح مشکوۃ لمّا علی قاری باب احکام المیاء مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۶۰۲

اقول: (۱) وکل هذا کما تری خروج عن الظاهر غیران ملک العلماء قال بعد ما قدمنا عنه لان من عادة العرب انها تطرح التمر في الماء الملح ليحلوا^۱ اھ۔

اقول: (۲) فهذا میل الی ما قالاہ ولا اراہ یستقیم اذ لو کان کذا البقی علی مائتہ وکان مطلقاً فجاز بہ الوضوء مطلقاً وقد قال الشیخ الامام فی آخر الکلام الجواز فی نبیذ التمر ثبت معدولاً بہ عن القیاس لان القیاس یأبى الجواز الا بالماء المطلق وهذا لیس بباء مطلق بدلیل انه لا یجوز التوضوء بہ مع القدرة علی الماء المطلق الا انا عرفنا الجواز بالنص^۲ اھ ولذا احتجنا الی الجواب عن الحدیث بأنه منسوخ بأیه التیمم ونوزع ولذا مال الاتقانی الی قول (۳) محمدانہ یجمع بینہما لیقع الطهر بالیقین۔ اقول وهو حسن جدا والله تعالیٰ اعلم۔

مسعود نے اس کو مجازاً نبیذ کہا تھا اول نے مزید فرمایا کہ یا اس سے مراد اس کے لغوی وضعی معنی ہیں، یعنی وہ پانی جس میں کوئی چیز ڈال دی میں کہتا ہوں یہ تمام تاویلات ظاہر کے برخلاف ہیں، تاہم ملک العلماء نے اس تمام گفتگو کے بعد جو ہم نے اوپر ذکر کی، فرمایا: عرب کی عادت تھی کہ وہ کھاری پانی میں کھجوریں ڈالتے تھے تاکہ پانی میٹھا ہو جائے۔ (ت) میں کہتا ہوں یہ جواب بھی اُن دو حضرات کے قول کی طرف میلان ہے، مگر میرے نزدیک یہ جواب درست نہیں، کیونکہ اگر یہی بات ہوتی تو پانی کا نام باقی رہتا اور مطلق رہتا اور اس سے مطلقاً وضو جائز ہوتا۔ شیخ نے آخر میں فرمایا نبیذ تمر سے وضو کا جواز قیاس کے برخلاف ثابت ہے، کیونکہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ وضو صرف مطلق پانی سے ہی جائز ہو، اور یہ مطلق پانی نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ماء مطلق پر قدرت ہوتے ہوئے اُس سے وضو جائز نہیں، لیکن اس کا جواز از روئے نص ثابت ہے اھ اس لئے ہمیں ضرورت ہوئی کہ ہم حدیث کا جواب دیں، اور جواب یہ ہے کہ یہ آیت تیمم سے منسوخ ہے، اور اس لئے اتقانی امام محمد کے قول کی طرف مائل ہوئے کہ وضو اور تیمم دونوں کو جمع کیا جائے تاکہ طہارت بالیقین حاصل ہو جائے۔ (ت) میں کہتا ہوں یہ جواب بہت اچھا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

(۱۱۷) اقول: یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر پانی میں شکر یا تاشے اتنے کم پڑے کہ شربت کی حد تک

^۱ بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱۷۱

^۲ بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱۷۱

نہ پہنچا اگرچہ ایک ہلکی سی مٹھاس آگئی تو اُس سے وضو روا ہے۔

(۱۱۸) قول: یوں ہی دوا پانی میں بھگوئی جب تک پانی میں اُس کا اثر نہ آجائے کہ اب اسے دوا کہیں پانی نہ کہیں اُس وقت تک اُس سے وضو جائز ہے اگرچہ پانی کے اوصاف بدل جائیں و کفی شأدا علیہ مسألة الاوراق فی الحیاض (اس پر دلیل حوضوں میں پتوں کا مسئلہ کافی ہے۔ ت)

کسم (۱۱۹)

کیسر (۱۲۰)

کسیس (۱۲۱)

مازو (۱۲۲)

یہ چیزیں اگر پانی میں اتنی کم حل ہوئیں کہ پانی رنگنے یا لکھنے حرف کا نقش بننے کے قابل نہ ہو گیا تو اُس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔

پہلا مسلک: وضو مطلقاً جائز ہے تا وقتیکہ اُس کے اجزاء پانی پر غالب نہ ہو جائیں، ہدایہ میں ہے امام شافعی نے فرمایا زعفران اور اسی کی مثل دوسری اشیاء کے پانی سے وضو جائز نہیں یعنی وہ اشیاء جو زمین کی جنس سے نہیں، کیونکہ یہ مقید پانی ہے۔ اس لئے کہتے ہیں زعفران کا پانی، اور زمین کے اجزاء کا معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ پانی عام طور پر ان اجزاء سے خالی نہیں ہوتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے کیونکہ اس کا کوئی نیا نام نہیں ہے، اور اس کی اضافت زعفران کی طرف ایسی ہے جیسے پانی کی اضافت کُنوئیں اور چشمے کی طرف ہوتی ہے اور تھوڑی ملاوٹ کا

وذلك ان العبارات جاءت فيهما على اربعة مسالك الاول يجوز مطلقاً ما لم تغلب على الماء بالاجزاء قال في الهداية قال الشافعي رحمه الله تعالى لا يجوز التوضي بماء الزعفران واشباهه مما ليس من جنس الارض لانه ماء مقيد الا ترى انه يقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض لان الماء لا يخلو عنها عادة ولنا ان اسم الماء باق على الاطلاق الا ترى انه لم يتجدد له اسم عليه واحدة واضافته الى الزعفران كاضافته الى البئر والعين ولان الخلط القليل لا معتبر به لعدم امكان الاحتراز عنه كما في اجزاء الارض فيعتبر الغالب والغلبة بالاجزاء لا بتغير اللون هو الصحيح^۱ اه

^۱ ہدایہ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ مطبع عربیہ کراچی ۱۸/۱

کوئی اعتبار نہیں کہ اُس سے بچنا ممکن نہیں، جیسا کہ زمین کے اجزاء میں ہوتا ہے، تو غالب کا اعتبار ہوگا اور غلبہ باعتبار اجزاء ہوتا ہے نہ کہ رنگ کے بدلنے سے، یہی صحیح ہے اھ (خانہ) میں یہ اضافہ بھی یہ ہے مگر اس کی رقت زائل نہ ہوئی تو اس سے وضو جائز ہے اھ۔ اور فتاویٰ انقرویہ میں ہے کہ ہمارے نزدیک زعفران کے پانی سے وضو جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں اھ، ظہیریہ، بحر اور خانہ میں ہے کہ جب زردج پانی میں ڈالا گیا خانہ میں یہ اضافہ بھی ہے مگر اس کی رقت زائل نہ ہوئی وضو جائز ہے اھ اور خانہ کی طرح منیہ میں ملق سے منقول ہے اس میں عفف کا اضافہ بھی ہے اھ غنیہ میں ہے اس کے مزے ہو اور رنگ کے بدل جانے کے باوجود وضو جائز ہے اھ اور خانہ میں ہے نہ کہ گلاب اور زعفران کے پانی سے جبکہ اس کی رقت ختم ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے، اور اگر اس کی رقت لطافت باقی رہے تو اس سے وضو جائز ہے اھ جواہر اخلاطی میں ہے کہ جب کوئی پاک شئی پانی میں مل جائے اور اس کو

وفي الانقرويه يجوز التوضي بماء الزعفران عندنا وعند الشافعي لا يجوز¹ اھ وفي الظهيريه ثم البحر وفي الخانيه اذا طرح الزاج في الماء حتى اسود (زاد في الخانيه لكن لم تذهب رقتہ) جاز به الوضو² اھ ومثل الخانيه في المنيه عن الملتقط وزاد وكذا العفف اھ قال في الغنيه عه جاز مع تغير لونه وطعمه وريحه³ اھ وفي الخانيه لاباء ورد وزعفران اذا ذهبت رقتہ وصار ثخيناً وان بقيت رقتہ ولطافته جاز⁴ اھ وفي جواهر الاخلاط اذا خالط شبيبي من الطاهرات ولم يطبخ كالزعفران والزردج يجوز التوضي به⁵ اھ اي وقيد بقاء الرقة معلوم لاحاجة الى ابانتہ وفي مسكين على الكنز لا يجوز بماء غلب عليه

اور اس کی شرح صغیر میں ہے کہ تھوڑی زعفران پانی کے تینوں اوصاف کو بدل دے مگر پانی رقیق ہو تو اس سے وضو اور غسل جائز ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ: وفي صغیره القليل من الزعفران يغير الاوصاف الثلاثة مع كونه رقيقاً فيجوز الوضوء والغسل به ۱۲ منہ (م)

¹ رسائل الاركان بالمعنى فصل في المياہ مطبع علوی ص ۲۴

² بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

³ غنیہ المستملی احکام المياہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

⁴ فتاویٰ خانہ المعروف قاضی خان فصل فیہا لا یجوز بہ التوضی نوکسور لکھنؤ ۱۹

⁵ جواہر الاخلاطی

غیر الماء مثل الزعفران اجزاء و هو احتراز عن الغلبة لونا و هو قول محمد رحمه الله تعالى¹ اه وفي وجيز الكردري ماء الزردج والصابون والعصفر والسیل لور قیقاییسیل علی العضو یجوز التوضی به² اه بل فی الغرریجوز وان غیر اوصافه جامد کزعفران و ورق فی الاصح³ وفي نور الايضاح لا یضر تغیر اوصافه کلها بجامع کزعفران⁴ اه فهذه نصوص متظافرة اماما فی الخانیة التوضو بماء الزعفران وزردج العصفر یجوز انکان رقیقا و الماء غالب فان غلبته الحمرة وصار متماسکا لا یجوز⁵ اه۔

فأقول: اوله صریح فی اعتبار الرقة وفي اخره وان ذکر الحمرة فقد تداركه بقوله وصار متماسکا فلم یكتف بغلبة اللون مالم یثخن ثم اكده بان قال

پکایانہ گیا ہو جیسے زعفران اور زردج، تو اس سے وضو جائز ہے اور رقت کے بقاء کی قید سب کو معلوم ہے لہذا اظہار کی طرف کوئی محتاجی نہیں اور مسکین علی الکفر میں ہے کہ جب پانی پر کسی دوسری شے کا غلبہ ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں جیسے زعفران جبکہ یہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہو، اور اجزاء کی قید سے لون (رنگ) اس سے خارج ہو گیا اور یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اہ اور وجیز کردری میں ہے کہ زردج، صابون، عصفر اور سیلاب کا پانی اگر رقیق ہو اور یہ پانی عضو پر بہہ سکتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے اہ بلالکہ غرر میں ہے کہ اگرچہ کوئی جامد چیز اس کے اوصاف کو بدل دے تو بھی وضو جائز ہے جیسے زعفران اور پتے، اصح قول کے مطابق۔ اور نور الايضاح میں ہے کہ کسی جامد چیز کا پانی کے اوصاف کو متغیر کر دینا مضر نہیں، جیسے زعفران اہ تو یہ نصوص ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، اور جو خانیہ میں ہے کہ زعفران، زردج، عصفر کے پانی سے وضو جائز ہے بشرطیکہ رقیق ہو اور پانی کا غلبہ ہو پس اگر اس پر سرخی غالب ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے تو وضو جائز نہیں اہ (ت)

میں کہتا ہوں اس کی ابتداء رقت کے اعتبار میں صریح ہے اور اس کے آخر میں اگرچہ سرخی کا ذکر ہے لیکن اس کا تدارک اس لفظ سے کر دیا کہ وہ گاڑھا ہو جائے، تو جب تک گاڑھا نہ ہو رنگ کے غلبہ کا

¹ فتح المعین کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳/۱

² فتاویٰ نزاریہ علی الہندیہ نوع المستعمل والمقید والطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰/۲

³ الغرر متن الدرر کتاب الطہارة مطبعة علمية بیروت ۲۱/۱

⁴ نور الايضاح کتاب الطہارت مطبعة علمية لاہور ص ۳

⁵ فتاویٰ قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی مطبعة نوکسور لکھنؤ ۹/۱

اعتبار نہیں پھر اس کی تائید میں متصلاً فرمایا کہ ابو یوسف کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے غلبہ معتبر ہے رنگ کے اعتبار سے نہیں، یہی صحیح ہے اہ اور اسی کی مثل خلاصہ میں ہے کہ کسی شخص نے زردج، عصفر یا صابن کے پانی سے وضو کیا، اگر وہ رقیق ہو جس سے پانی واضح ہوتا ہو تو وضو جائز ہے اور اگر اس پر سُرخ غالب ہو گئی ہو اور نشاستہ بن گیا ہو تو وضو جائز نہیں اہ تو اس میں اس کی تصریح ہے کہ دار و مدار گاڑھے پن پر ہے اور دونوں کتابوں میں سُرخ کا ذکر مستدرک کی طرح ہے۔ (ت)

دوسرا مسلک: مطلقاً جائز نہیں، شرح طحاوی اور خزائن المفتین میں ہے مقید جس طرح درخت، اور پھلوں کا پانی اور زعفران کا پانی اہ اور منیہ میں ہے کہ مقید پانی سے وضو جائز نہیں جیسے زعفران کا پانی اہ حلیہ میں کہا کہ یہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ زعفران غالب ہو اہ۔ (ت)
میں کہتا ہوں یہ مبہم ہے اس میں اجزاء کے

متصلاً به اما عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ تعتبر الغلبة من حيث الاجزاء لا من حيث اللون هو الصحيح¹ اہ ومثل هذا ما في الخلاصة رجل توضأ بماء الزردج او العصفر او الصابون ان كان رقيقاً يستبين الماء منه يجوز وان غلبت عليه الحبرة وصار نشاستج لا يجوز² ہ فصرح بالبناء على الثخونة وبقي ذكر الحبرة في الكتابين كالمستدرک³۔

الثانی: لا يجوز مطلقاً في شرح الطحاوی ثم خزانة المفتين المقيد مثل ماء الاشجار والثمار وماء الزعفران⁴ اہ وفي المنية لا تجوز بالماء المقيد كماء الزعفران⁴ اہ قال في الحلیہ محمول على ما اذا كان الزعفران غالباً⁵ اہ
اقول: هذا مبهم يحتمل الغلبة

تیسری فصل کے چھ ضابطہ کے آخر میں اس کے لئے ایک فائدہ بیان کیا ہے اس لئے فرمایا کالمستدرک یعنی نظر ظاہر میں ۱۲ منہ (ت)

عہ: ستأتي فائدة له آخر الضابطة السادسة من الفصل الثالث ولذا قال كالمستدرک ای في النظر الظاهر ۱۲ منه غفر له (م)

¹ فتاویٰ قاضی خان فیما لا يجوز به التوضی مطبع نوکسور لکھنؤ ۱۱

² خلاصۃ الفتاویٰ بیان الماء المقید مطبع نوکسور لکھنؤ ۸/۱

³ خزائن المفتین

⁴ منیہ المصلی فصل فی المیاء مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۳

⁵ حلیہ

اعتبار سے بھی غلبہ کا احتمال ہے اور رنگ کے اعتبار سے بھی ہے، اور غنیہ میں وضاحت ہے، فرمایا اس سے مراد وہ پانی ہے جو گاڑھا ہو گیا ہو اور رقت ختم ہو گئی ہو، یا وہ ہے جو اس سے تر نکلتا ہو جیسا کہ گلاب سے نکلتا ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں تو دوسری صورت میں یہ اختلافی صورت سے الگ ہو جائیگا، اور پہلی صورت میں پہلی کی طرف رجوع کرے گا یہ وہ ہے جس پر منیہ میں صراحت ہے، انہوں نے کہا کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں زعفران ملائی گئی ہو بشرطیکہ اجزاء کے اعتبار سے پانی کو غلبہ ہو، اور پانی کا اطلاق اس پر ہوتا ہو۔ (ت)

تیسرا مسلک: اس سے وضو جائز ہے جو رنگے اور نقش کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یہ فتح اور

بالاجزاء وباللون وافصح في الغنية فقال المراد ما خثر به وخرج عن الرقة او ما يستخرج منه رطباً كما يستخرج من الورد¹ اھ

اقول: فعلى الثاني يخرج من البين وعلى الاول يرجع الى الاول وهو الذى نص عليه فى المنية نفسها من بعد اذ قال تجوز الطهارة بالماء الذى اختلط به الزعفران بشرط ان تكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء ولم يزل عنه اسم الماء² اھ

الثالث: يجوز عه ما لم يصلح للصبغ والنقش فى الفتح والحليه صرح فى التجنيس

بحر العلوم کی ارکان اربعہ میں ہے زعفران، عصفور اور زردج کے پانی کے ساتھ وضو جائز نہیں جبکہ وہ بدن یا کپڑے کو رنگ دے کیونکہ اب حقیقت پانی کا نام اس سے ختم ہو گیا اور جب وہ گاڑھا ہو جائے تو نہ مطلق پانی ہے اور نہ مقید پانی ہے اور اس پر نہ تو پانی کا حقیقت اطلاق ہوتا ہے اور نہ مجاز اھ

میں کہتا ہوں اوّل اگر پانی رنگنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو پانی ذات کے اعتبار سے حقیقت نہیں بدلا، صرف اس کا وصف بدلا ہے، تو وہ حقیقت پانی ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ فى الاركان الاربعة للمولى بحر العلوم الكنوى لا يجوز التوضى بماء الزعفران والعصفور والزردج اذا كان بحيث يلون البدن او الثوب لانه ذهب اسم الماء حقيقة واما اذا صار بليدا فليس ماء مطلقاً ولا ماء مقيداً فلا يطلق عليه الماء لا حقيقة ولا مجازاً اھ

اقول: فيه (۱) اولاً ان ما صلح منه للصبغ لم يتبدل ذاتاً فى الحقيقة انما تغير وصف له فهو ماء حقيقة نعم لم يبق ماء

¹ غنیہ المستملی فصل احکام المیاء مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۹

² منیہ المصلی فصل فی المیاء مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۳

بأن من التفريع على اعتبار الغلبة بالأجزاء

حلیہ میں ہے، تجنیس میں ہے کہ تفریع باعتبار غلبہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مطلقاً الا ان یرید الحقیقة العرفیة المفهومة عند الاطلاق۔ وثانیاً: (۱) سیغصل عنه الثخین بانه لیس ماء مطلقاً ولا مقیداً فقد افاد ان هذا ماء مقید فکیف لایکون ماء حقیقة فان المطلق والمقید صنفان من الماء۔ وثالثاً: (۲) الثخین وان لم یبق ماء اصلاً علی ما افاده فی الفتح فلا مانع من اطلاق الماء مجازاً باعتبار ماکان۔ و رابعاً: (۳) الحكم المنقول فی ماء الزردج ماقدمنا فی ۸۱ من ان العبرة بالرقعة ولم ارمأ وقع ههنا لغيره ویظهر لی ان لا محل له لانه لیس مما یصبغ به کما تقدم ثمة وکونه مما یلون الثوب ان اصابه لایجعله نوعاً آخر غیر الماء مادام رقیقاً اذ الانواع عندنا بالاعراض الا تری ان التمر والزبيب اذا القی فی الماء یغیران لونه وطعمه قبل ان یصیرا نبیذا ویجوز الوضوء به بالأجماع کما مر فی ۱۱۶ مع انهما لو اصابا ثوباً ابیض لونه وذلک لان المقصود ههنا التبیذ دون الصبغ فلا یزول الاسم الا بحصول المقصود علیه الرحمة۔ اربع (۱، ۲، ۳)

معروضات علی المولی بحر العلوم عبد العلی کنوی۔

صرف مطلق پانی نہیں رہا، ہاں اگر حقیقتہ عرفیہ کا ارادہ کیا جائے جو اطلاق کے وقت سمجھی جاتی ہے تو اور بات ہے۔

حاشیہ: گاڑھا ہونے سے وہ نہ مطلق پانی رہا اور نہ مقید، تو انہوں نے بتایا کہ یہ مقید پانی ہے، اس صورت میں وہ حقیقتہ پانی کیوں نہ ہوگا کیونکہ مطلق اور مقید دونوں ہی پانی کی اقسام ہیں۔

حاشیہ: گاڑھا اگرچہ فتح کے بقول پانی نہ رہا تو باعتبار ماکان مجازاً اس پر پانی کے اطلاق میں کوئی مانع نہیں۔

رابعاً: وہ حکم جو زردج کے پانی کی بابت منقول ہے جو ہم نے ۸۱ میں نقل کیا کہ اعتبار رقت کا ہے اور میں نے دوسروں کا بیان نہیں دیکھا اور مجھے لگتا ہے کہ اس کا یہاں محل نہیں، کیونکہ اس سے رنگا نہیں جاتا ہے جیسا کہ وہاں گزرا اور اس کے کپڑے کو رنگنے سے اگر کپڑے کو لگ جائے اس کا ایک مستقل نوع بنانا لازم نہیں آتا جب تک وہ رقیق ہے دوسری نوع نہیں بنے گا کیونکہ ہمارے نزدیک انواع اغراض سے وجود میں آتی ہیں، مثلاً کھجور اور منقہ جب پانی میں ڈالے جائیں تو وہ اس کے رنگ اور مزے کو بدل دیتے ہیں، اور ابھی وہ نبیذ نہیں بنا ہوتا ہے، اور اس سے وضو بالاجماع جائز ہوتا ہے جیسا کہ ۱۱۶ میں گزرا حالانکہ اگر یہ دونوں چیزیں سفید کپڑے کو لگ جائیں تو اس کا رنگ بدل دیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود نبیذ ہے نہ کہ رنگ، تو اس کا نام اس وقت تک نہ بدلے گا جب تک مقصود حاصل نہ ہو۔ یہ چار معروضات بحر العلوم پر ہیں۔ (ت)

قول الجر جانی اذا طرح الزاج او العفص فی الماء جاز الوضوء به انکان لا ینقش اذا کتب فان نقش لا یجوز والماء هو المغلوب¹ اه ومثله فی الہندیہ عن البحر عن التجنیس من قوله اذا طرح الی قوله لا یجوز وفی القنیہ ثم معراج الدرایہ ثم البحر ثم الدر ثم فتح اللہ المعین الزعفران اذا وقع فی الماء ان امکن الصبغ فیہ فلیس بماء مطلق² اه

الرابع: یجوز ما لم یغلب لونہا لون الماء فی الشلبیہ عن یحیی عن الامام القاضی الاسیبجانی الماء ان اختلط به طاهر فان غیر لونه فالعبرة للون فان کان الغالب لون الماء جاز الوضوء به والا فلا وذلك مثل اللبن والخل والزعفران یختلط بالماء³ اه ومثله فی خزائن المفتین والبرجندی۔

اقول: قد منّا ۱۱۶ اجماع اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی جواز الوضوء بماء القی فیہ تمیرات فحلا ولم یصر نبیذا ومعلوم قطعان اللون اسبق تغیرافیہ من الطعم فاستقر الاجماع علی ان تغیر اللون و

جر جانی کا قول ہے جب زاج یا عفص پانی میں ڈالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے، یہ اس وقت ہے کہ جب اس کے ذریعہ لکھنے سے نقش نہ آتا ہو اگر نقش آئے تو جائز نہیں، جبکہ پانی مغلوب ہو، اور اسی کی مثل ہندیہ میں بحر سے تجنیس سے ہے، ان کے قول اذا طرح سے لایجوز تک اور قنیہ، معراج، بحر، در پھر فتح اللہ المعین میں ہے کہ اگر زعفران پانی میں پڑ جائے تو اگر اس سے رنگنا ممکن ہو تو وہ مطلق پانی نہیں ہے

چوتھا مسلک: وضو جائز ہے جب تک اس کا رنگ پانی کے رنگ پر غالب نہ ہو، شلبیہ میں یحییٰ سے امام قاضی اسیبجانی سے منقول ہے کہ پانی میں اگر کوئی پاک چیز مل جائے اور اس کے رنگ کو بدل دے تو اعتبار رنگ کا ہوگا اگر پانی کا رنگ غالب ہو تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں، مثلاً دودھ، سرکہ اور زعفران پانی میں مل جائے اہ اسی کی مثل خزائن المفتین اور برجندی میں ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں ہم نے ۱۱۶ میں اپنے اصحاب کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں کھجوریں ڈالی گئی ہوں تو نبیذ بننے سے پہلے پہلے اس میں مٹھاس آجائے اور یہ قطعی معلوم ہے کہ رنگ مزہ کے متغیر ہونے سے پہلے بدل جاتا ہے تو اجماع اس پر قائم ہے کہ

¹ فتح القدر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ نوریہ رضویہ سحر ۱/۲۵

² در مختار کتاب الطہارت مجتبائی دہلی ۳۵/۱

³ شلبی علی التیسین الحقائق کتاب الطہارت الامیریہ ببولاق مصر ۱/۲۰

رنگ اور مزے کا کسی جامد سے بدلنا اس وقت تک مضر نہیں جب تک کہ نام نہ بدل جائے تو اس چوتھے اور دوسرے کا تیسرے پر حمل کرنا لازم ہے۔ پھر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جب نام زائل ہو جائے تو اطلاق باقی نہیں رہتا کیونکہ شریعت نے وضو کیلئے پانی کو متعین کر رکھا ہے اور جب نام زائل ہو گیا تو پانی نہ رہا یہ شرط اگرچہ مذکور نہ ہو معتبر رہے گی، تو پہلے کو بھی تیسرے پر حمل کرنا لازم ہے، اس طرح

الطعم بجامد لایضر مالم یزل الاسم فیجب حمل هذا الرابع وكذا الثاني على الثالث ثم قد انعقد الاجتماع والاطباق* من جميع الخداق* بغير خلف وشقاق* ان زول الاسم یسلب الاطلاق* کیف وانما عين الشرع للوضوء الماء* وهذا اذا زال الاسم ليس بماء* فهذا الشرط ملحوظ ابدابلا امتراء* وان كان يطوى ذكره* للعلم بالعلم به اذ شاع امره* فیجب حمل عہ الاول ایضاً

لیکن علامہ خادمی پر تعجب ہے کہ انہوں نے پہلے سے تیسرے کا رد کیا ہے۔ جہاں انہوں نے غرر کے گزشتہ قول "وان غیر اوصافہ جامد الخ" کے تحت فرمایا کہ بحر سے منقول ہے اگر وہ رنگنے کے قابل ہو تو جائز نہیں، جیسے نبیذ تر سے، لیکن ظاہر میں روایت مشار پر اس کی نفی ہے اس کے قول فی الاصح سے، کیونکہ یہ قول اشارہ ہے اس کی نفی پر جو فقیہ احمد بن ابراہیم سے منقول ہے کہ اگر ملنے والی چیز کا رنگ ہتھیلی میں ظاہر ہو تو اس پانی سے وضو جائز نہیں اھ آپ جانتے ہیں کہ تیسرے کی نفی سے اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کی طرف اس کا رد واجب ہے۔ ہاں فقیہ کے قول کی نفی درست ہے، کیونکہ حوض سے پانی لینے میں ہتھیلی پر پتوں کے رنگ کے ظہور سے پانی کا نام زائل نہیں ہوتا۔ زعفران کا حکم اس کے برخلاف ہے جبکہ وہ پانی کو رنگنے کے قابل کر دے۔ پھر تعجب ہے کہ فقیہ کا (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: (۱) ولكن العجب من العلامة الخادمی اذ رد الثالث بالاول حيث قال عند قول الغرر الماریجوز وان غیر اوصافہ جامد كزعفران في الاصح مانصه قيل عن البحران امکن الصبغ به لم یجز کنبیذ التمر لكن الظاهر انه على الروایه المشار الى نفيها بقوله في الاصح اذ هذا القول اشارة الى نفي ما عن الفقيه احمد بن ابرهیم انه لو ظهر لون المخالط في الكف لا يجوز اھ فقد علمت انه لا مساس له بنفي الثالث بل یجب رده الى هذا نعم نفی قول الفقیہ صحیح وجبہ لان ظهور لون الاوراق في الكف في ماء الحوض لا یزیل عنه اسم الماء بخلاف الزعفران اذا جعله صالحاً للصبغ ثم (۲) من العجب كلام الفقیہ انما كان في الاوراق

یہ مسئلہ متفقہ ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	على الثالث فيزول الشقاق* ويحصل الوفاق* واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	--

(۱۲۳) قول: یونہی رنگت کی پٹریاں کہ اب چلی ہیں اور ہماری تحقیق میں ان کی طہارت پر فتویٰ ہے جب پانی میں اتنی خفیف ملیں کہ رنگنے کے قابل نہ ہو جائے اگرچہ رنگت بدل جائے۔

(۱۲۴) یونہی روشنائی جبکہ اس کے ملنے سے پانی لکھنے کے لائق نہ ہو جائے اقوال یعنی اُس سے حرف کا نقش نہ بنے جو بعد خشکی پڑھنے میں آئے اگرچہ پھیکا ہو۔

صنف دوم بہتی چیزیں۔

(۱۲۵ و ۱۲۶) جس پانی میں زعفران حل کیا ہو پانی یا شہاب اتنا کم پڑے کہ ان پانیوں کی رنگت اُس سادہ پانی پر غالب نہ آئے اُس سے وضو بالاتفاق جائز ہے۔

قال الامام ملك العلماء في البدائع الماء المطلق اذاخالطه شئ من المائعات الطاهرة كاللبن والخل ونقيع الزبيب ونحو ذلك ينظر انكان يخالف لونه لون الماء كاللبن	ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا "مطلق پانی میں جب کوئی سیال پاک چیز مل جائے جیسے دودھ، سرکہ، منقہ کا عرق وغیرہ تو یہ دیکھا جائیگا کہ اس کا رنگ پانی کے رنگ سے مختلف ہے یا نہیں، مثلاً دودھ،
--	---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کلام توپتوں سے متعلق تھا اور فاضل ناقل نے اسے مخالط سے بدل دیا ہے تو اس نے زعفران کو شامل کر لیا ہے واللہ المستعان، پھر بڑا تعجب ہے کہ خود فاضل نے غرر کے قول "وان بقی رقتہ" کے بعد ایک لفظ "واسمہ ایضاً اھ" کا اضافہ کیا ہے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ پانی کے نام کے زوال کے بعد رقت کا کوئی فائدہ نہیں تو قول ثالث کو روایت منفیہ پر مبنی کس طرح کیا جائے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وبدله الفاضل الناقل بالمخالط فعم الزعفران والله المستعان ثم (۱) العجب كل العجب ان الفاضل نفسه زاد بعد قول الغرر ان بقى رقتة لفظة واسمه ايضاً اھ فقد كان يعلم ان الرقة لا تنفع اذا زال الاسم فكيف يجعل القول الثالث مبنيًا على الرواية المنفية ۱۲ منہ غفرلہ (م)

<p>عُصْفَرِ زَعْفَرَان کا پانی، اگر ایسا ہے تو پانی میں رنگت کے غلبہ کا اعتبار ہوگا اور حلیہ میں ہے فخر الدین زلیعی نے اسمیجانی سے اور نجم الدین زاہدی نے زاد الفقہاء سے نقل کیا، ان حضرات نے فرمایا کہ اگر ملنے والی اشیاء کا رنگ پانی کے رنگ سے مختلف ہو جیسے دودھ، سرکہ اور زعفران کا پانی، اور ایسی صورت میں غلبہ پانی کے رنگ کو ہو تو وضو جائز ہے اور اگر پانی کا رنگ مغلوب ہو تو وضو جائز نہیں۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ یہ پانی مطلق پانی سے تینوں اوصاف میں مختلف ہوگا تو امام زلیعی کے ضابطہ کے مطابق اس میں دو^۲ وصفوں کے تغیر کا اعتبار ہوگا، اس میں یہ احتمال تھا کہ اس ضابطہ کی رو سے مذکور حکم کے برخلاف حکم اس صورت میں ہوتا جبکہ مطلق پانی پر مزہ اور بُو کا غلبہ ہو اور نہ کہ رنگ کا۔ مگر یہ بات معقول نہیں ہے کیونکہ رنگ پانی کے اوصاف میں قوی تر اور رُو د اثر ہے تو اگر پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف بدلتا تو سب سے پہلے تو رنگ ہی بدلتا، اور رنگ نہیں بدلتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی وصف نہیں بدلتا، توجواز کی صورت میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ (ت)</p>	<p>وماء العصفور والزعفران تعتبر الغلبة في اللون^۱ اه وفي الحليه نقل فخر الدين الزيلعي عن الاسيبجاني ونجم الدين^۲ الزاهدي عن زاد الفقهاء قالوا انكان المخلط شيالونه يخالف لون الماء مثل اللبن والخل وماء الزعفران انكانت الغلبة للون الماء يجوز التوضي به وانكان مغلوبا لايجوز^۲ اه</p> <p>اقول: ولا شك ان هذا الماء يخالف الماء المطلق في الاوصاف الثلاثة فعلى ضابطة الامام الزيلعي يعتبر تغير وصفين فكان يحتمل ان تقتضي الضابطة خلاف هذا الحكم المنقول فيما اذا غلب على المطلق طعمه وريحه دون لونه لكنه غير معقول لان اللون اقوى اوصافه واسرع اثرا فان تغير شيئي من اوصاف الماء تغير لونه قبله وان لم يتغير شيئي فلم يحصل في جانب الجواز خلاف۔</p>
--	---

(۱۲۷) یوں ہی پڑیا حل کیا ہوا پانی پانی میں ملنے سے اس کی رنگت غالب نہ آئے تو وضو واجب ہے۔

<p>میں کہتا ہوں اس لئے اگر وہ چیز خوشبودار ہو تو جیسے زعفران اور عُصْفَر کا پانی ہے یا نہ ہو تو دو وصف</p>	<p>اقول: لانه انكان ذاريح فكما ماء الزعفران والعصفور اولا فذو وصفين</p>
--	---

عہ بالرفع عطفاً على فخر الدين ۱۲ منه غفر له (م) رفع کے ساتھ کیونکہ اس کا فخر الدین پر عطف ہے (ت)

^۱ بدائع الصنائع مطلب الماء المطلق سعيد کھننی کراچی ۱۵/۱۱

^۲ حلیہ

والی ہوگی، اور مزہ اس وقت نہ بدلے گا جب تک رنگ نہ بدلے تو اختلاف نہ ہوا۔ (ت)	ولا يتغير الطعم ما لم يتغير اللون فلا يحصل الخلاف۔
---	---

(۱۲۸) آبِ تربوز جسے تربوز کا شربت کہتے ہیں جس میٹھے پانی میں اتنا ملے کہ اس کا مزہ پانی پر غالب نہ ہو جائے اس سے بالاتفاق وضو ہو سکتا ہے۔ تبیین الحقائق وفتح القدير وحلیہ وغنیہ ودرر و بحر وغیرہا میں ہے:

آبِ خربوزہ میں مزہ کے غلبہ کا اعتبار ہوگا اھ اقول اور اس کو میٹھے پانی سے متقید کرنا ضروری ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے کیونکہ کھارے پانی کی نمکینی بعض اوقات اس درجہ زیادہ ہوتی ہے کہ اگر اس میں تربوز کا پانی آدھے سے بھی زیادہ ملا دیا جائے تو اس کا مزہ نہیں بدلتا ہے، بلکہ اس کی مٹھاس مغلوب ہو جاتی ہے، تو یہاں مزہ کا اعتبار کرنا بڑی تنگی ہے، اس سے معاملہ بہت پھیل جائے گا جو شرعی قوانین کے بالکل مخالف ہے فلیتنبہ۔ (ت)	ماء البطيخ تعتبر الغلبة فيه بالطعم ^۱ اھ اقول ويظهر لي تقييده بالماء العذب كما فعلت فان الماء الملح ربما تبلغ ملوحته بحيث لو خلط به ماء الحبيب اكثر من نصفه لم يغلب على طعمه بل كانت حلاوة هذا هي المغلوبة فاعتبار الطعم ههنا تضيق يودي الى توسيع خارج عن القوانين بمرة فليتنبه۔
میں کہتا ہوں وہ پانی اگر تین اوصاف والا ہو (جیسا کہ آئے گا) لیکن اس کا مزہ قوی تر ہو، تو جب مزہ نہ بدلا تو کوئی وصف نہیں بدلے گا تو جواز کی جانب میں کوئی خلاف نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	اقول: وهو وان كان ذا الاوصاف الثلاثة۔ كما سيأتي لكن طعمه اقوى فاذا لم يتغير لم يتغير شئ فلا يحصل الخلاف في جانب الجواز واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲۹) یوں ہی سپید انگور کا شیرہ اگر شیریں پانی میں ملے مزہ کا اعتبار ہے اگر اس کا مزہ غالب نہ ہو قابل وضو ہے، بدائع میں ہے:

اگر وہ پانی کے رنگ میں مخالف نہ ہو مگر مزہ میں مخالف ہو جیسے شیرہ انگور سفید اور سفید انگور کا سرکہ تو مزہ میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اھ میں کہتا ہوں میں نے میٹھے کی قید اس لئے لگائی کہ آپ جان چکے ہیں اور اتفاق کا حاصل ہو جانا بھی آپ کو معلوم ہے۔ (ت)	ان كان لا يخالف الماء في اللون ويخالفه في الطعم كعصير العنب الابيض وخله تعتبر الغلبة في الطعم ^۲ اھ اقول وقيدته بالعذب لما علمت وحصول الوفاق لما سبعت۔
---	---

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

^۲ بدائع الصنائع مطلب الماء المقيد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/۱

(۱۳۰) سپید انکور کا سرکہ اگر اُس کا مزہ اور بُو پانی پر کچھ غالب نہ آئے اُس سے وضو بالاتفاق جائز ہے،

<p>اقول لانه ذو وصفین وریحہ اقوی فان تغیر ریح الماء دون طعمه لم یجز علی قضیہ الضابطة خلافاً للحکم المنقول المار أنفاً عن البدائع فلم یحصل الوفاق فی جانب الجواز الا اذا لم یتغیر شیء۔</p>	<p>میں کہتا ہوں اس لئے کہ اس میں دو وصف ہیں، اور اس کی بُو قوی تر ہے تو اگر پانی کی بُو بدل گئی مزہ نہ بدلا تو ضابطہ کی رُو سے وضو جائز نہ ہوگا لیکن بدائع کے حوالے سے جو حکم ابھی گزرا ہے یہ اُس کے برخلاف ہے تو جواز کی جانب میں اتفاق حاصل نہ ہوا، یہ صرف اس صورت میں ہوگا جبکہ کوئی وصف نہ بدلے۔ (ت)</p>
---	--

(۱۳۱) اور سرکہ کے رنگت بھی رکھتے ہیں اگر پانی میں اتنے ملیں کہ اُن کا کوئی وصف پانی پر غالب نہ آئے یا صرف بُو غالب آئے اُس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔

<p>اقول: وذلك لانهاذوات الثلاث ومعلوم ان ریح الخل اقوی شیء فلا یقع ان یتغیر طعم الماء وحده او لونه فقط اوهما معاً لریحہ بل املاً یتغیر (۱) شیء (۲) یتغیر الكل او (۳) الریح وحده او (۴) مع اللون او (۵) مع الطعم والعبرة فی الضابطة للغلبة بوصفین والمنقول الغلبة باللون وحده كما مر عن حلیہ عن الزیلعی عن الاسبیجانی وعن النجم الزاهدی عن زاد الفقهاء وتقدم عن الامام ملک العلماء فیتفق المنقول والضابطة فی الصورة الاولى والثالثة علی الجواز وفي الثانيه والرابعة علی المنع وفي الخامسة تتفرد الضابطة بالمنع۔</p>	<p>میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تین وصف والے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ سرکہ کی بُو قوی تر شیء ہے تو یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ صرف پانی کا مزہ بدلے یا رنگ بدلے یا دونوں بدل جائیں اور بُو نہ بدلے، بلانکہ یا تو کچھ نہیں بدلے گا یا سب کچھ بدل جائے گا یا صرف بُو بدلے گی یا رنگ کے ساتھ یا مزہ کے ساتھ اور ضابطہ میں اعتبار غلبہ کو ہے دو وصفوں کے ساتھ، اور جو منقول ہے وہ صرف رنگ کا غلبہ ہے جیسا کہ حلیہ سے زیلعی سے اسبیجانی سے اور نجم زاہدی سے زاد الفقہاء سے گزرا، اور امام ملک العلماء سے بھی یہی منقول ہوا ہے اس لئے نقل اور ضابطہ میں اتفاق ہو گیا، پہلی صورت اور تیسری میں اتفاق جواز پر ہے اور دوسری اور چوتھی میں عدم جواز پر اور پانچویں صورت میں ضابطہ کی رُو سے عدم جواز ہے۔ (ت)</p>
--	--

(۱۳۲) اقول: اگر کوئی ذی لون سرکہ ایسا ہو کہ اُس کا مزہ اس کے سب اوصاف سے اقوی ہو کہ اس کا قلیل سب سے پہلے پانی کے مزے کو بدلے اُس سے زائد ملے تو بُو یا رنگ میں تغیر آئے اس صورت میں

اگر پانی کا کوئی وصف نہ بدلے یا صرف مزہ متغیر ہو تو اس سے وضو بالاتفاق جائز ہے لعدم غلبة اللون في المنقول ولا تغیر وصفین فی الضابطة (کیونکہ رنگ کا غلبہ نہیں ہے منقول میں اور دو وصفوں کا تغیر نہیں ہے ضابطہ میں۔ ت) (۱۳۳) اقوال اور اگر بالفرض اس کی رنگت سب سے قوی تر اور پہلے اثر کرنے والی ہو تو اس کے ملنے سے وضو بالاتفاق اُسی وقت جائز ہوگا کہ اس کے کسی وصف میں تغیر نہ آئے لان ای وصف منه تغیر تغیر لونه وبه العبرة فی المنقول (کیونکہ اس کا جو وصف بھی بدلے گا اس کا رنگ بھی بدل جائے گا اور منقول میں اسی کا اعتبار ہے۔ ت) (۱۳۴) دودھ سے اگر پانی کا رنگ نہ بدلا دودھ کا رنگ اس پر غالب نہ ہو گیا اس سے وضو بالاتفاق روا ہے۔

اقول: یہ ہے وہ حکم متفق علیہ کہ فقیر نے کلمات کثیرہ مختلفہ سے حاصل کیا وذلك لان الاقوال جاءت ههنا على خمسة وجوه (یہاں پانچ اقوال ہیں) (۱) یجوز مطلقاً، (۱) مطلق جواز ہے،

میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک پانی پر اس کے اجزاء کا غلبہ نہ ہو، کیونکہ یہ اجماعی طور پر معلوم الاستثناء ہے۔

(ب) جائز ہے اگر اس کے اوصاف میں سے کسی ایک کو بدلا ہو، اور یہ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ علماء نے اس کو لا بشرط شییٰ کے مرتبہ میں قبول کرنے سے اختلاف کیا ہے تو یہ اس صورت پر بھی صادق آئے گا جب پانی کا ایک سے زائد وصف بدل گیا ہو خواہ سب اوصاف ہی بدل گئے ہوں اور اس وقت پہلے قول کی طرف رجوع کرنا ہو گا یا یہ بشرط لاشیئی کے مرتبہ میں ہو تو یہ صرف اسی صورت میں منحصر رہیگا جبکہ تغیر ایک ہی وصف میں ہو خواہ رنگ ہی بدلا ہو۔

(ج) جائز ہے اگر رنگ کو نہ بدلا ہو۔

اقول: ای مالم یغلب علی الماء اجزاء فانه معلوم الاستثناء اجماعاً۔ (ب) یجوز ان غیر احد اوصافه وستعرف ان العلماء اختلفوا فی اخذ احد هذا فی مرتبة لا بشرط شیی فی شمل ما اذا غیر غیر واحد ولو الكل وحينئذ یرجع الی القول الاول اوفی مرتبة بشرط لاشیئی فیتقید بما اذا اقتصر التغیر علی وصف واحد ولولونا۔

(ج) یجوز ان لم یغیر اللون۔

(ع) ان لم یغیر اللون ولا الطعم۔

(ه) ان لم یغیرهما معاً ففی عمدة 'القاری شرح

صحيح البخاری للامام

<p>(ع) اگر نہ رنگ بدلا ہو اور نہ مزہ۔</p> <p>(ھ) اگر رنگ اور مزہ دونوں کو اکٹھا نہ بدلا ہو، امام بدر محمود کی عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ ہمارے نزدیک اُس پانی سے وضو جائز ہے جس میں دودھ مل گیا ہو اس میں شافعی کا اختلاف ہے اھ اور متن ہدایہ میں ہے اُس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو اور اُس نے پانی کے کسی ایک وصف کو بدل دیا ہو جیسے وہ پانی جس میں دودھ مل گیا ہو اھ اور اس کو عنایہ وغیرہ میں برقرار رکھا، حلیہ اور بدائع کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ اعتبار رنگ کا ہے، اور تمیز میں ہے کہ ملنے والی چیز اگر پانی سے ایک یا دو اوصاف میں مختلف ہو تو اسی وجہ سے غلبہ کا اعتبار ہوگا، مثلاً دودھ پانی سے رنگ اور مزہ میں مختلف ہے تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ اس میں غالب ہو تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا، ورنہ جائز ہوگا اھ (ت) اور اسی طرح انہوں نے اس کی تعبیر کی ان کی اتباع کرتے ہوئے حلیہ اور بحر وغیرہ میں اوکے کلمہ کے ساتھ جو تردید کے لئے ہوتا ہے اور غنیہ میں اس کو اس انداز سے ذکر کیا کہ کتابت کی غلطی کا وہم نہ رہے چنانچہ فرمایا اور اگر وہ چیز پانی سے دو صفوں میں مخالف ہو جیسے دودھ کہ پانی سے رنگ اور مزہ میں مختلف</p>	<p>البدر محمود التوضو بماء خالطه لبن يجوز عندنا خلافاً للشافعي¹ اھ وفي متن الهدایہ تجوز الطهارة بماء خالطه شيعي طاهر فغير احد اوصافه كالماء الذي اختلط به اللبن² اھ و اقراءه في العنايه وغيرها وسبعت³ نصوص الحليه عن ذكروا والبدائع ان العبرة باللون وقال⁴ في التبيين المخالط ان كان مخالفاً للماء في وصف واحد او وصفين تعتبر الغلبة من ذلك الوجه كاللبن مثلاً يخالفه في اللون والطعم فان كان لون اللبن او طعمه هو الغالب فيه لم يجوز الوضوء به و الاجاز³ اھ وهكذا عبر به تبعاله في الحليه و البحر وغيرهما بلفظة اول للترديد و اتى به في الغنيه قاطعاً لوهم خطأ الكتابة فقال وان خالف الماء في وصفين كاللبن يخالفه في اللون والطعم فالعتبر ظهور غلبة احد الوصفين⁴ بل افصح به كذلك الزيلى</p>
---	--

¹ عمدۃ القاری باب لا يجوز الوضوء بالنبيذ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۷۹۳

² ہدایہ باب الماء الذي يجوز به الوضوء ومالا يجوز مطبع عربیہ کراچی ۱۸/۱ نوٹ: اللبن کی جگہ پر کتاب مذکور میں الزعفران ہے۔

³ تمیزین الحقائق کتاب الطہارت الامیریہ مصر ۲۰/۱

⁴ غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام الماء مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ۹۱

فی آخر الکلام لکن^۱ المحقق فی الفتح مع نقله عن التبیین عبر بالواو فقال اوفی بعضها فبغلبة ما به الخلاف کالدین یخالف فی الطعم واللون فان غلب لونه وطعمه منع والاجاز^۱ وكذلك فی الدرر واعترضه الشرنبالی فقال یجب ان یقال لونه او طعمه بأول بالواو كما قال الزیلعی المقتحم لهذا الضابط^۲ اه واجاب العلامة عبد الحلیم بأنه فی الدین صفتان یغایر بهما الماء المطلق احدهما اقوی من الاخری لمان تغیر اللون یحصل فیہ بالقلیل فکان الغلبة ان توجد الاخری وذا کالبدیهی ومن ذلك لم یقل او طعمه بأو كما فی عبارة الزیلعی ردا علیہ^۳ اه

اقول: اولاً (۱) ان اراد القلیل بالنسبة الی الماء فنعم ولكن لانظر ههنا الی الاجزاء بأجماع اهل الضابطة التی صاحب الدرر ههنا بصدد بیانها وانما العبرة بها فیما یوافق الماء فی الاوصاف وقد (۲) مشی

ہوتا ہے تو اعتبار ایک وصف کے غلبہ کے ظہور کا ہوگا، بلاکہ اسی طرح اس کی وضاحت زیلیعی نے کلام کے آخر میں کر دی، لیکن محقق نے فتح القدیر میں تبیین سے نقل کرتے ہوئے واؤ سے تعبیر کیا اور کہا یا بعض میں اختلاف ہو تو اس صورت میں اس چیز کے غلبے کا اعتبار ہوگا جس کی وجہ سے اختلاف ہے جیسے دودھ کہ پانی سے مزہ اور رنگ میں مخالف ہوتا ہے تو اگر اس کا رنگ اور مزہ غالب ہو جائے تو اس سے طہارت نہیں ہو سکتی ہے ورنہ جائز ہے، اس طرح درر میں ہے، اس پر شرنبالی نے اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ لونه او طعمه کہنا چاہئے او کے ساتھ، واؤ کا استعمال نہ کرنا چاہئے، جیسا کہ زیلیعی نے کہا جو اس ضابطہ کے تکلف میں پڑنے والے ہیں، علامہ عبد الحلیم نے جواب دیا کہ دودھ میں دو صفات ہیں جن کی وجہ سے وہ مطلق پانی سے ممتاز ہوتا ہے، ایک صفت دوسری سے قوی تر ہے، کیونکہ اس میں رنگ کا تغیر تھوڑی سی مقدار سے ہی حاصل ہو جاتا ہے تو غلبہ یہ ہوگا کہ دوسری صفت پائی جائے اور یہ بدیہی کی طرح ہے اور اس لئے "او طعمه" نہ کہا "او" کے ساتھ، جیسے کہ زیلیعی میں ہے تاکہ اس پر رد ہو جائے۔ (ت) میں کہتا ہوں اول اگر تو وہ اسکو بہ نسبت پانی کے قلیل کہتے ہیں، تو درست ہے، لیکن اہل ضابطہ کے اجماع سے یہاں اجزاء پر نظر نہیں کی جاتی ہے، اس ضابطہ سے مراد وہ ضابطہ ہے جس کو صاحب درر یہاں بیان کر رہے ہیں ان اجزاء کا اعتبار ان اوصاف میں ہے جو پانی

^۱ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مالا یجوز بہ نوریہ رضویہ سحر ۱/۲۵

^۲ حاشیہ علی الدرر للشرنبالی اجاث الماء المطبوعہ الکالمیہ بیروت ۲۳/۱

^۳ حاشیہ علی الدرر للمولی عبد الحلیم بحث الماء ۱۸/۱

علیہ الدرر ہننا فجعلہ حکم ما لا یخالف الماء فی صفة وجعل اللبن قسیمیہ لاسہیمیہ وان اراد القلیل فی نفسہ فهو ہننا المغلوب المستہلک الذی لا یظہر لہ اثر بین واللبن اذا حال الماء الی لونہ کیف یعد قلیلاً۔

وثانیاً: هذا (۱) هو قضیہ القیاس فی الضابط لان ماخالف الماء فی الاوصاف الثلاثة اعتبر فیہ الغلبة بوصفین لان للاکثر حکم الكل وما خالف فی وصف واحد اعتبر فیہ الغلبة بہ بقی ماخالف فی وصفین فان غلب بہما معاً فلا کلام وان غلب باحدهما کان الغلبة بالنصب والنصف احق ان یلحق بالکل من ان یطرح بالکلیہ هذا ولكن الحق عندی فی اللبن علی الضابط المذكور ان تعتبر فیہ الغلبة بوصفین اثنین لا بوصف واحد (۲) لان اللبن مما یخالف الماء فی الاوصاف الثلاثة جمیعاً ولخفاء رائحته غالباً ولواغلی لظہرت ذهب الوهم الی انه لا یخالف الا فی وصفین وقد قال العلامة الرملی فی حاشیہ البحر ثم الشامی فی المنحة ورد المحتار المشاهد فی اللبن مخالفتہ للماء فی الرائحة ایضاً^۱ اھ

کے موافق ہوں اوصاف میں، اور درر نے یہاں ان کو بیان کیا ہے، تو انہوں نے اس کو اس چیز کا حکم قرار دیا جو پانی کے مخالف نہ ہو کسی صفت میں اور دودھ کو اس کا قسیم قرار دیا نہ کہ اس کا سہیم، اور اگر فی نفسہ کم کارادہ کیا تو وہ یہاں نہ ہونے کے برابر ہے جس کا کوئی واضح اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے جس کا کوئی واضح اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے، اور جب پانی دودھ کا رنگ اختیار کرے تو دودھ کو کس طرح کم کہا جاسکتا ہے؟ (ت)

اور دوم یہ ہے کہ یہ ضابطہ میں قیاس کا تقاضا ہے، کیونکہ جو چیز پانی کے اوصافِ ثلاثہ میں پانی سے مختلف ہے اس میں معتبر دو صفوں کا غلبہ ہے، کیونکہ اکثر کیلئے کل کا حکم ہے اور جو چیز پانی سے ایک وصف میں مختلف ہو اس میں ایک وصف کا غلبہ معتبر ہوگا، اب صرف وہ چیز رہ گئی جو دو صفوں میں پانی کے مخالف ہو اگر دونوں صفوں میں پانی کے مخالف ہو اگر دونوں صفوں میں اکٹھا غلبہ ہو جائے تب تو بات واضح ہے اور ایک میں غلبہ ہو تو غلبہ آدھے سے ہوگا اور نصف اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کو کل سے ملایا جائے نہ یہ کہ اس کو بالکلیہ ساقط کیا جائے، اس کو یاد رکھئے۔ لیکن میرے نزدیک حق، اس ضابطہ کے مطابق یہ ہے کہ اس میں دو صفوں کے غلبہ کا اعتبار کیا جائے نہ کہ ایک وصف کا، کیونکہ دودھ پانی سے تینوں صفوں میں مخالف ہوتا ہے، چونکہ اس کی بو بہت ہلکی ہوتی ہے ابالے پر ظاہر ہوتی ہے اس لئے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ صرف دو صفوں میں مخالف ہوتا ہے، علامہ رملی نے بحر کے حاشیہ میں فرمایا، شامی

^۱ منہج الخالق علی البحر کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

نے منحنی میں اور ردالمحتار میں فرمایا کہ دودھ پانی سے بُو میں بھی مخالف ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں دراصل دودھ کے اوصاف میں قوی تر اس کا رنگ ہے پھر مزہ اور پھر بُو ہے اور اس سے پانی کا جو وصف لاحق بھی متغیر ہوتا ہے اس سے قبل کوئی سابقہ ضرور ہوتا ہے، تو جب ان اوصاف میں کوئی تغیر ہوتا ہے تو رنگ ضرور بدلتا ہے اور جب رنگ نہ بدلے تو کوئی وصف نہیں بدلتا ہے، تو تمام اقوال اس پر متفق ہیں کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں دودھ ملا ہو اور اس کا رنگ نہ بدلا ہو، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام زلیلی کا "أو" کہنا ضرور کا نہیں کیونکہ مزہ کا بدل جانا رنگ کے بدل جانے کو مستلزم ہے تو رنگ پر اکتفاء کرنا چاہئے تھا جیسا کہ متقدمین نے کیا ہے، اس کو زلیلی نے اسمیجانی سے نقل کیا، جیسا کہ آپ نے جان لیا و اللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اقول: غیر ان اقوی اوصاف اللبن لونه ثم طعمه ثم ريحه ولا يتغير به في الماء وصف لاحق الا وقد سبقه سابقه فاذا تغير شي منهن فقد تغير اللون واذا لم يتغير اللون لم يتغير شي منهن فاتفقت الاقوال على جواز الوضوء بماء خالطه لبن لم يتغير لونه وبه ظهر ان ترديد (۱) الامام الزيلعي مستغنى عنه فان تغير الطعم مستلزم تغير اللون فكان ينبغي الاقتصار على اللون كما فعل المتقدمون وقد نقله الزيلعي عن الاسبيجاني كما علمت والله تعالى اعلم۔

تمہیل اقول: (۱۳۵) انڈے جس پانی میں نیم برشت کے قابل وضو ہے اگر انڈے پاک تھے۔

(۱۳۶) آہن تاب، سیم تاب، زرتاب یعنی جس پانی میں لوہا یا چاندی یا سونا تپا کر بھجایا بقاء الاسم والطبع اقول: اگرچہ اس سے پانی کی بعض رطوبات کم ہوں گی اس میں ان فلزات کی قوت آئے گی من وجہ ایک دوا و علاج ہوگا مگر وہ کوئی شے غیر نہ ہو جائیگا پانی ہی تھا اور پانی ہی رہے گا یہ عمل پانی ہی کی اصلاح کو ہے نہ کہ اُس سے کوئی اور چیز بنانے کو۔

(۱۳۷) با وضو شخص یا نابالغ نے اگرچہ بے وضو ہو اعضاء ٹھنڈے یا میل دور کرنے کو جس پانی سے وضو یا غسل بے نیت قربت کیا۔

(۱۳۸) معلوم تھا کہ عضو تین بار دھو چکا ہے اور پانی ہنوز خشک بھی نہ ہوا تھا چوتھی بار بلا وجہ ڈالایہ پانی قابل وضو رہے گا یہاں تک کہ یہ پانی کسی برتن میں لے لیا تو اس سے وضو میں کوئی عضو دھو سکتے ہیں یا اگرچہ چوتھی بار ہاتھ پر اس طرح ڈالا کہ پاؤں پر گر کر بہہ گیا اتنا پاؤں پاک ہو گیا۔

(۱۳۹) جسے حاجت غسل نہیں اُس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی اگرچہ اپنے زعم میں قربت کی نیت کی۔
(۱۴۰) با وضو یا نابالغ نے اگرچہ بے وضو ہو کھانا کھانے کو یا کھانے کے بعد ویسے ہی ہاتھ منہ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے گلی کی اور ادائے سنت کی نیت نہ کی۔

(۱۴۱) با وضو یا نابالغ نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا۔

(۱۴۲) مسواک کرنے کے بعد اُسے دھو کر رکھنا سنت ہے کما بینا فی بآرق النور (جیسا کہ "بآرق النور" میں بیان کیا گیا۔ ت) یہ پانی اگرچہ اس سے ادائے سنت ہوگا قابل وضو رہے گا کما حققنا فی الطرس المعدل ان الشرط استعمالہ فی بدن الانسان (جیسا کہ ہم نے "الطرس المعدل" میں ثابت کیا ہے کہ پانی کے مستعمل ہونے کیلئے پانی کا بدن انسان پر استعمال ہونا شرط ہے۔ ت) مگر مکروہ ہوگا کہ لعاب دہن کو دھوئے گا کما تقدم عن الخانیہ،

(۱۴۳) مسواک کرنے سے پہلے بھی اسے دھونا سنت ہے یہ پانی مکروہ بھی نہ ہوگا اگر مسواک نئی ہے یا پہلے دھل چکی ہے۔
(۱۴۴) آداب ۳ وضو سے ہے کہ آفتاب اگر دستہ دار ہے غسل اعضاء کے وقت دستہ پر ہاتھ رکھے اس کے سر پر نہیں اور دستہ کو تین پانیوں سے دھولے۔ فتح القدیر پھر رد المحتار وغیرہا میں ہے:

ان سے یعنی آداب وضو سے یہ ہے کہ لوٹے کے دستے کو تین مرتبہ دھویا جائے اور غسل کے وقت ہاتھ دستے پر ہی رکھا جائے نہ کہ سر پر اور ایسا ہی حلیہ میں ہے مگر ثلثا کا لفظ نہیں ہے۔ (ت)	منہا ای من اداب الوضوء ان یغسل عروۃ الابریق ثلثاً و وضع یدہ حالۃ الغسل علی عروتہ لا علی رأسہ ^۱ اھو مثلہ فی الحلیہ بغیر ثلثاً۔
--	--

(۱۴۵) کوئی پاک کپڑا دھویا اگرچہ ثواب کے لئے جیسے ماں باپ کے میلے کپڑے۔
(۱۴۶) کھانے کے برتن جن میں کھانا پکایا یا اتارا تھا دھوئے اگرچہ ان میں سالن وغیرہ کے لگاؤ سے پانی کے اوصاف بدل گئے جب تک رقت باقی رہے اگرچہ اس دھونے سے سنت تنظیف کی نیت ہو۔
(۱۴۷) یوں ہی جس پانی سے سل یا پتھر دھویا اگرچہ مسالے کے اثر سے اوصاف میں تغیر آیا اور پانی گاڑھا نہ ہوا۔
(۱۴۸) برادہ صاف کرنے کو برف دھویا اور برادہ نے پانی کی رقت پر اثر نہ کیا۔

^۱ رد المحتار کتاب الطہارۃ مصطفیٰ البابی مصر ۹۲/۱

(۱۴۹) چپک صاف کرنے کو آم یا کسی قسم کے پھل دھوئے۔

(۱۵۰) تختی دھوئی اور سیاہی سے پانی گاڑھانہ ہوا۔

(۱۵۱) پٹافرش گرد و غبار سے پاک کرنے کو دھویا اگرچہ مسجد کا بہ نیت قربت۔

(۱۵۲) ناسمجھ بچے نے وضو کیا۔

(۱۵۳) نابالغ کو نہلایا۔

(۱۵۴) گھوڑے وغیرہ کسی جانور کو نہلایا اگرچہ ان دونوں سے نیت ثواب کی ہو جبکہ ان تینوں کے بدن پر کوئی نجاست نہ ہو یہ سب پانی قابل وضو ہیں۔

(۱۵۵) دفع نظر کے لئے نظر لگانے والے کے بعض اعضاء دھو کر چشم زدہ کے سر پر ڈالنے کا حکم ہے جس کا مفصل بیان ہماری

کتاب منتهی الآمال فی الاوقاف والاعمال میں ہے وہ اگر با وضو تھایہ پانی قابل وضو رہنا چاہئے اگرچہ اس نے یہ امتثال

امر و اذا استغسلتم فاعسلوا (اگر تم سے دھونے کا مطالبہ کیا جائے تو دھو ڈالو۔ ت) نیت قربت کی ہو تامل و راجع

ماقررنا من شرائط الاستعمال فی رسالتنا الطرس المعدل (غور کرو اور ہم نے اپنے رسالہ الطرس المعدل میں

پانی کے مستعمل ہونے کی جو شرائط بیان کی ہیں ان کی طرف رجوع کرو۔ ت)

(۱۵۶) دُھن کو^۲ بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت

ہوتی ہے یہ پانی بھی قابل وضو رہنا چاہئے اگر دُھن با وضو یا نابالغہ تھی کہ یہ اور اس کا سابق از قبیل اعمال ہیں نہ از نوع عبادات

اگرچہ نیت اتباع انہیں قربت کر دے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۵۷) حائض و نفسا نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا یہ پانی بھی قابل وضو ہے۔

(۱۵۸) مرد کے وضو و غسل سے جو پانی بچا قابل طہارت بلا کراہت ہے اگرچہ عورت اس پانی سے طہارت کرے۔ بخلاف عکس کہ

مکروہ ہے کما تقدم۔

(۱۵۹) بعض دوائیں مغسول استعمال کی جاتی ہیں جیسے یا قوت و شادنج و حجار منی و گل ار منی و لک و توتیا و شخرف و مرداسنج و غیرہا

کہ خوب باریک پیس کر پانی میں ملاتے ہیں جو غبار سا ہو کر پانی میں مل جائے یا جس میں سنگریزہ رہے پھینک دیا جائے اب یہ

آب غبار آمیز ڈھانک کر رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ وہ غبار تہ نشین ہو کر پانی سے جدا ہو جائے اُس وقت پانی نتھار کر دوا استعمال

میں لائیں یہ پانی بھی قابل وضو ہے اگر بے وضو ہا تھ نہ لگا ہو۔

(۱۶۰) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مَوئے مبارک یا مجبہ مقدسہ یا نعل شریف یا

کاسیٰ مطہرہ تبرک کیلئے جس پانی میں دھویا قابل وضو ہے اگرچہ اس میں قصد قربت بھی ہوا۔ ہاں (۱) پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے اگر منہ پر جاری کیا منہ کا وضو ہو گیا اُن کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم وعلیٰ ابنہ الکریم الغوث الاعظم واللہ سبّخہ وتعالیٰ اعلم۔ الحمد للہ ان پاک کرنے والے پانیوں کی ابتدا زمزم شریف بلاکہ اُس آبِ اقدس سے ہوئی جو انگشتانِ مبارک حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بحال رحمت جوش زن ہوا اور انتہا اس پانی پر ہوئی جو حضور کے آثارِ شریفہ کو دھو کر برکاتِ عالیہ کا منبع و مخزن ہوا الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا و آلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

قسم دوم جن سے وضو صحیح نہیں۔

(۱۶۱) آبِ نجس۔ (۱۶۲) مستعمل کہ ہمارے رسالہ الطرس المعدل میں جس کا بیان مفصل۔

(۱۶۳ تا ۱۶۵) گلاب کیوڑا بید مشک، ہدایہ و خانیہ میں ہے:

لا بماء الورد ^۱ و مثله فی خزانه المفتین عن شرح مجمع البحرین وعد فی السعديہ مع ماء الورد ماء الهند با و ماء الخلاف و اشباہها ^۲ ۔	نہ گلاب کے پانی سے اھ اور اسی کی مثل خزانیہ المفتین میں شرح مجمع البحرین سے ہے اور سعدیہ میں گلاب کے پانی کے ساتھ عرق ہندبا، عرق خلاف وغیرہ کو بھی شمار کیا۔ (ت)
---	--

منیہ وغنیہ میں ہے:

(لا یجوز) الطهارة الحکیبہ (بماء الورد) وسائر الازهار ^۳ ۔	طہارت حکمیہ گلاب اور دوسرے پھولوں کے پانی سے جائز نہیں ہے۔ (ت)
--	---

(۱۶۶) عرق گاؤزبان و عرق بادیان و عرق غنبل و غیرہ جتنے عرق کشید کئے جاتے ہیں کسی سے وضو جائز نہیں

وتقدمت فی ۱۱ عبارة البحر فی الماء الذی یؤخذ بالتقطیر من لسان

^۱ فتاویٰ ہندیہ فصل فیما لا یجوز بہ التوضو نورانی کتب خانہ پشاور ۲۱/۱

^۲ السعدیہ

^۳ غنیہ المستملی فصل فی بیان احکام المیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۹

الثور ¹ ولفظ الدرر والمستخرج من النبات بالتقطير ²	(بحر کی عبارت اس پانی کی بابت جو عمل تقطیر سے گاؤزبان سے نکالا جائے اور درر میں ہے کہ جڑی بوٹیوں کا پانی جو تقطیر سے نکالا جائے ۱۱۱ میں گزر چکی ہے۔ ت)
---	--

(۱۶۷ و ۱۶۸) آب کا سنی آب مکوہ اگرچہ مروق ہوں کہ اجزائے کثیف جدا ہو کہ زیادہ رقیق و لطیف ہو جاتے ہیں و مرکلام سعدی افندی۔
 (۱۶۹) وہ پانی کہ زعفران سے نکالا جائے و تقدم کلام الغنیہ فی ۱۲۵ (اور غنیہ کا کلام ۱۲۵ میں گزرا۔ ت)
 (۱۷۰ تا ۱۷۹) خرپوزہ، تربوز، ککڑی، کھیرے، سیب، بہی، انار، کدو وغیرہ میووں پھلوں کا عرق کہ اُن سے نکلتا یا نچوڑ کر نکالا جاتا ہے، یوں ہی گئے کارس اور بالخصوص وہ پانی کہ کچے ناریل کے اندر ہوتا ہے جو پگھل کر پانی نہ ہوا بلکہ ابتداء پانی ہی تھا۔
 (۱۸۰) اُس سے بھی زیادہ قابلِ تنبیہ وہ پانی ہے کہ سُنا گیا خطِ استوا کے قریب بعض وسیع ریگستانوں میں جہاں دُور دُور تک پانی نہیں ملتا ریت کے نیچے ایک تربوز نکلتا ہے جس میں اتنا پانی ہوتا ہے کہ سوار اور اس کے گھوڑے کو سیراب کر دے رحمت نے بے آب جنگل میں حیاتِ انسان کا یہ سامان فرمایا ہو تو کیا دُور ہے مگر وہ پانی اگرچہ نتھرے خالص پانی کی طرح ہو اور اس تربوز میں اس کے سوا کچھ نہ ہو جب بھی قابلِ وضو نہیں کہ شمر کا پانی ہے مائے مطلق کے تحت میں نہیں آسکتا۔ رہا وضو اس کیلئے بجز اللہ وہ رحمتِ عامہ موجود ہے جو صدیقہ بنت الصدیق محبوبِ رب العلمین جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہا وسلم کے صدقہ میں ہر مسلمان کے لئے ہر جگہ موجود ہے کہ

تیبموا صعبدا طیباً جعلت لی الارض مسجد او طهوراً ³ اقول: (۱) وهنالك يظهر ان الاعتصار لافهم له وان احتج به بعض الكبراء على جواز الوضوء بقاطر الكرم كما سيأتي والله تعالى اعلم۔	پاک مٹی سے تمیم کرو میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعتصار کا کوئی مفہوم مخالف نہیں اگرچہ بعض اکابر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ انگور سے ٹپکنے والے پانی سے وضو جائز ہے، کہا سیاتی و اللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

¹ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

² الدرر الحکام للمولیٰ خسرو بحث الماء الکالمیہ بیروت ۲۳/۱

³ جامع لبجاری کتاب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۸/۱

خانہ و ہندیہ میں ہے:

لايجوز التوضوء بماء البطيخ والقثاء والقثد ¹ اه وفي خزانة المفتين عن شرح مجمع البحرين مكان القثد وماء الخيار ²	وضوء جائز نہیں ہے خر بوز، ککڑی اور کھیرے کے پانی سے اھ اور خزانیۃ المفتین میں شرح مجمع البحرین سے قثد (کھیرے) کے بجائے ماء الخيار (ککڑی کا پانی) ہے۔ (ت)
---	--

نیہ وغنیہ میں ہے:

(لاتجوز بماء الثمار) مثل التفاح وشبهه ³ وذكر في الجوهرة ماء الدباء ⁴ ويأتي-	طہارت پھلوں کے پانی سے جائز نہیں، جیسے سیب اور اس کے مشابہ اھ اور جوہرہ میں ذکر کیا کدو کا پانی، اور یہ آئنگا۔ (ت)
--	---

خانہ میں ہے:

لايجوز التوضوء بماء الفواكه ⁵ -	پھلوں کے پانی سے وضو جائز نہیں۔ (ت)
لايجوز الوضوء بماء القضبان ⁶ -	یونہی وہ پانی کہ کسی درخت کی شاخیں یا پتے کوٹ کر نکالا جائے۔ خزانیۃ المفتین میں شرح مجمع البحرین سے ہے:
لايجوز الوضوء بماء القضبان ⁶ -	قضببان (کٹی ہوئی شاخوں) کے پانی سے وضو جائز نہیں۔ (ت)

(۱۸۵۴۱۸۳) شربت انار شیریں، شربت انار ترش، شربت انگور وغیرہ جتنے شربت قوام میں بنائے جاتے ہیں ہدایہ میں ہے:
لايجوز بالاشربة⁷ (شربتوں سے وضو جائز نہیں۔ (ت)

¹ فتاویٰ ہندیہ فصل فیما لا یجوز بہ التوضوء نورانی کتب خانہ کراچی ۲۱/۱

² فتاویٰ قاضی خان فصل فیما لا یجوز بہ التوضوء نوکشتور لکھنؤ ۹/۱

³ غنیۃ المستملی احکام المیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۸

⁴ جوہرۃ تیسرۃ بحاث الماء امدادیہ ملتان ۱۳/۱

⁵ فتاویٰ قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضوء نوکشتور لکھنؤ ۹/۱

⁶ خزانیۃ المفتین

⁷ ہدایہ الماء الذی یجوز بہ الوضوء عربیہ کراچی ۱۸/۱

عنایہ میں ہے: کشرِب الرمان والحماض^۱ (جیسے انار اور حماض (ایک قسم کی گھاس) کا پانی۔ ت) شلبیہ علی التیسین میں مستقفی سے ہے:

<p>درختوں سے حاصل کئے ہوئے عرق جیسے ریاس (چقندر کی طرح ایک سبزی) کا عرق، اور پھلوں کا رس جیسے کہ انگور اور انار کا رس۔ اور درر میں لابباً اعتصر من شجر او ثمر الخ کے بعد ہے کہ نہ اُس پانی سے جس کی طبیعت پکانے کی وجہ سے بدل گئی ہو جیسے ریاس کا عرق، ان کی عبارت یہ ہے اور یہ عبارت اس قول سے بہتر ہے کہ کالا شربہ، کیونکہ اس کو عموم پر رکھنا مشکل ہے اھ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں وہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ہدایہ کا نص ہے اور شرح نے اس کو برقرار رکھا ہے اور اس کی مثل مختصر القدوری میں ہے نیز وانی، وقایہ، اصلاح، ملتقی، بدائع، خانیہ، خلاصہ، شرح مجمع البحرین، خزائن المفتین، غنیہ اور ہندیہ وغیرہ لاتعداد کتابوں میں ہے سبحان اللہ، میں کتابیں کیوں گنواؤں؟ یہ تو صاحب مذہب کی تصریح ہے، چنانچہ جامع صغیر میں روایت ہے، محمد روایت کرتے ہیں یعقوب سے ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ سوائے نبیذ تمر کے کسی عرق سے وضو نہ کیا جائے اھ اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کے عموم میں کیا اشکال ہے، اور اس کے</p>	<p>الاشربة المتخذة من الشجر كشراب الريباس ومن الثمر كالرمان والعنب^۲ ھ ووقع في الدرر بعد ما قال لابباً اعتصر من شجر او ثمر ولا بباء زال طبعه بالطبخ كشراب الريباس مانصه وهذه العبارة احسن مما قيل كالا شربة فانه على عمومه مشكل^۳ ھ</p> <p>اقول: هو كما ترى (۱) نص الهدايه و اقره الشراح ومثله في مختصر القدوري والوافي والوقايه و الاصلاح والملتقى والبدائع والخانيه والخلاصة وشرح مجمع البحرين وخزانة المفتين والغنيه والهنديہ وغيرهما لا يكاد يحصى (۲)</p> <p>سبحن الله ما لي اعد الكتب وهو نص صاحب المذهب ففي الجامع الصغير محمد عن يعقوب عن ابي حنيفة رضى الله تعالى عنهم لا يتوضو بشيئ من الاشربة غير نبیذ التمر^۴ ھ ولا ادری</p>
---	---

^۱ عنایہ مع الفتح الماء الذي يجوز به الوضوء الخ عربیہ کراچی ۱۸/۱

^۲ شلبیہ مع التیسین کتاب الطہارت الامیریہ مصر ۱۹/۱

^۳ درر الاحکام کتاب الطہارۃ دار السعاده مصر ۲۳/۱

^۴ جامع الصغیر فیما لا يجوز به التوضو یوسفی لکھنؤ ص ۸

ای اشکال فی عمومہ ولم یتکلم (۱) علیہ ناظر وہ الشرنبلالی و عبدالحلیم والحسن العجیبی واتی الخادمی عہ بما لا یغنی واللہ تعالیٰ اعلم۔	دیکھنے والوں نے اس پر کلام نہیں کیا جن میں شرنبلالی، عبدالحلیم اور حسن عجیبی شامل ہیں اور خادمی نے بہت سی باتیں کی ہیں جو بے نیاز نہیں کرتیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

انہوں نے فرمایا یہ اپنے عموم پر مشکل ہے کیونکہ "اشربة" ہر اس چیز کا نام ہے جو پی جاتی ہے تو یہ کھجور وغیرہ کے پانی کو شامل ہوگا اور یہاں مقصود ریاس کے عرق کی تخصیص ہے جیسا کہ ایضاح سے مفہوم ہے، فافہم اھ۔

میں کہتا ہوں ان کا کلام نہ کرنا اس سے بہتر ہے اور مقصود عام حکم لگانا ہے اور مثال اس کی ایک جزئی سے دی گئی ہے کلام کو جزئی سے خاص کرنا مقصود نہیں، اور اشربہ عرف میں پھلوں اور درختوں سے حاصل شدہ عریقت ہی کو کہتے ہیں، ورنہ تو پانی بھی شراب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے هَذَا مُعَسَّلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ

اور کوئی شک نہیں کہ حکم ان سب کو عام ہے، اگر تم کہو کہ وہ رحمہ اللہ نبیذ تمر سے وضو کے جواز کی طرف مائل ہیں کیونکہ انہوں نے گدھے کے جوٹھے کے بیان میں فرمایا (اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی اگر اور پانی نہ ہو، بخلاف نبیذ تمر کے) کیونکہ اس سے ابو حنیفہ کے نزدیک وضو کیا جاسکتا ہے اگرچہ ابو یوسف صرف تیمم کے قائل ہیں، اور امام محمد وضو اور تیمم دونوں کا قول کرتے ہیں۔ اھ (ت)

میں کہتا ہوں اشکال صرف اس وقت ہوگا جس کی وجہ صحت ظاہر نہ ہو اور وجود و برابر اقوال میں سے کسی ایک قول کو اختیار کرتا ہے اس کیلئے دوسرے (باقی برصغیر آئندہ)

عہ: اذقال انه على عمومہ مشکل اذا لا شربة في الاصل اسم لكل ما يشرب فشامل لنحو ماء التمر وغيره والمقصود ههنا الاختصاص بشراب الرياس كما فهم من الايضاح فافهم اھ

اقول: تركهم (۲) التكم احسن من هذا والمقصود اعطاء حكم عام وتمثيله بجزئي لا تخصيص الكلام بالجزئي والاشربة في العرف هي هذه المتخذة من الثمار والاشجار والافالماء ايضاً شراب

هَذَا مُعَسَّلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ وَلَا شَكَّ أَنَّ الْحُكْمَ يَعْملُ فَاِنْ قُلْتُ هُوَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَمِيلُ إِلَى جَوَازِ التَّوَضُّعِ بِنَبِيذِ التَّمْرِ لِقَوْلِهِ فِي سُورِ الْحَمَارِ (يَتَوَضَّعُ بِهِ وَيَتِيمُ) أَنَّ عَدَمَ غَيْرِهِ بِخِلَافِ نَبِيذِ التَّمْرِ (حَيْثُ يَتَوَضَّعُ بِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَأَنَّ قَالَ أَبُو يُوسُفَ بِالتَّيْمِمِ فَقَطْ وَمُحَمَّدٌ جَمَعَ بَيْنَهُمَا اھ

اقول: انما يستشكل ما لا يظهر وجه صحته وليس لمن يختار جانباً من قولين متساويين ان يستشكل على الآخر فضلاً

(۱۸۶ و ۱۸۷) ہر قسم کا سرکہ اور مقطر

(۱۸۸) آب کامہ جسے عربی میں کاغذ بفتح میم و مرّی بتشدید راویائے نسبت کہتے ہیں شوربے کی طرح ایک رقیق نانخورش ہے کہ وہی اور سرکہ وغیرہ اجزاء سے بنتی سے اصفہان میں اُس کا زیادہ رواج ہے۔ خانیہ و خزانیہ المفتین و شرح مجمع البحرین میں ہے:

سرکہ اور نانخورش (شوربا) سے وضو جائز نہیں اہ سرکہ کا ذکر بہت سی کتابوں میں ہے۔ (ت)

لايجوز الوضوء بالخل والمري^۱ اھ وقد ذکر الخل في الكثير۔

(۱۸۹) نمک کا پانی کہ نمک بہ کر ہوتا ہے اس پر اجماع ہے۔

(۱۹۰) نمک کا پانی کہ نمک بن جاتا ہے اس میں اختلاف ہے اور اکثر کارحان عدم جواز کی طرف ہے

پر کوئی اشکال نہیں، چہ جائیکہ وہ شخص جو ضعیف مخالف جمہور کو لیتا ہے و اللہ تعالیٰ اعلم بمراد عبادہ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ ابو السعود نے نوح آفندی سے وجہ اشکال وہی نقل کی جس کی طرف میں نے اپنے قول سے اشارہ کیا ہے کہ پانی کو بھی شراب کہتے ہیں اور مجھے اچھا معلوم ہوا کہ میں اسی کی مثل درر کا کلام کروں وہ فرماتے ہیں وجہ اشکال یہ ہے کہ "اشربہ" کا لفظ درخت اور پھلوں کے عرقیات کے علاوہ کو بھی شامل ہے کیونکہ مطلق پانی بھی شراب ہے، جو انہوں نے کہا ہے وہ زیادہ اچھا ہے کیونکہ عبارت کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ "اشربہ" سے وہ مراد ہیں جو ان دونوں سے بنائے جائیں اہ اور آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کی تاویل قابل ذکر بھی نہیں چہ جائیکہ مولیٰ خسرو کے کلام کو اس پر محمول کیا جائے، پھر توجیہ کو امکان سے تعبیر کرنا، واللہ المستعان ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

(القیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
عن یختار قیلاً ضعيفاً مهجور الجمهور واللہ تعالیٰ اعلم بمراد عبادہ ثم رأیت السیر اباً السعود نقل عن العلامة نوح آفندی وجہ الاشکال ما قد اشترت الیہ بقولی الماء ایضاً شراب ولم یعجبني ان اجعل مثله تفسیراً الکلام الدرر فقال وجہ الاشکال شمول الاشربة لغير المتخذة من الشجر والثمر اذا المطلق من الماء شراب قال وانما قال احسن لامکان توجیہ العبارة بان یقال ارادا لاشربة المتخذة منها اھ وانت تعلم (۱) ان مثل هذا لا يستأهل الذکر فضلاً عن حمل کلام مثل مولیٰ خسرو علیہ ثم تعبیر (۲) التوجیہ بالامکان واللہ المستعان ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

^۱ فتاویٰ قاضی خان فیما یجوز بہ التوضیٰ نوکشتور لکھنؤ ۹/۱

کہ وہ طبیعت آب کے خلاف ہے پانی سردی سے جمتا ہے اور وہ گرمی میں جمتا جاڑے میں پگھلتا ہے۔ تبیین الحقائق و بحر الرائق و زاریہ میں ہے:

لايجوز بماء الملح وهو يجمد في الصيف ويذوب في الشتاء عكس الماء ¹ ۔	نمک کے پانی سے وضو جائز نہیں، نمک گرمی میں جم جاتا ہے اور سردی میں پگھلتا ہے پانی کے برعکس۔
--	---

غرر و تنویر و درر و در میں ہے:

والنظم للدرر (يجوز ان) ای الوضوء والغسل بماء ينعقد به الملح) كذا في عيون المذاهب (لابماء الملح) الحاصل بذوبان الملح كذا في الخلاصة ولعل الفرق ان الاول باق على طبيعته الاصلية والثاني انقلب عا الى طبيعة	عبارت درر کی ہے وضو اور غسل جائز ہے (اس پانی سے جس سے نمک بنا ہے) یہی عیون المذاهب میں ہے (نہ کہ نمک کے پانی سے) جو نمک سے پگھل کر حاصل ہوتا ہے، خلاصہ میں یہی ہے اور غالباً فرق یہ ہے کہ اول اپنی اصل طبیعت پر واقع ہے اور دوسرا دوسری
--	---

خادمی نے کہا کہ جمد اور بخار سے اعتراض کیا گیا ہے اہ میں کہتا ہوں جمد میں انقلاب کا وہم یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ گھی سردیوں میں کھی نہیں رہتا ہے بلکہ اس کی ماہیت بدل جاتی ہے فرمایا، جواب دیا گیا ہے کہ مراد وہ طبیعت ہے جو پانی کے مناسب نہ ہواہ میں کہتا ہوں کہ اعتراض یہ ہے کہ پانی جم کر بخار بنتا ہے تو اس سے وضو نہیں کیا جاتا ہے، پھر جب یہ پگھلتا ہے اور ٹپکتا ہے تو وضو جائز ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں پانی بن جاتے ہیں، تو جو پانی جم کر نمک ہو جاتا ہے اگر بقول آپ کے اپنی اصلی طبیعت پر باقی ہو تو اس سے نمک ہونے کی حالت میں وضو جائز نہ ہوگا، اور جب وہ پگھلے گا تو اپنی پہلی طبیعت کی طرف واپس آجائے گا تو جو

(باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ قال الخادمی اور الدجر والبخار اقول توهم (١) الانقلاب في الجمد انما يتأتى من يزعم ان السمن في الشتاء لايبقى سنبابل ينقلب ماهيه اكرى قال واجيب المراد الطبيعة غير الملائمة للمائيه اقول ومراد الايراد ان الماء يجمد ويصيربخارا فلا يتوضو به ثم اذا ذاب ذاك وتقاطر هذا جاز لعودهما الى المائيه كما كانا عليها فلو ان الماء الذي سينعقد ملحا كان باقيا على طبيعة الاصلية كما قلتم انما لايجوز الوضوء به حين يصير ملحا فاذا ذاب فقد عاد الى طبيعة الاولى فباوجه الفرق بين

¹ تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱۹

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مأسینعتقد و ماكان انعقد فان ضرر تخلل الانقلاب الى طبيعة اخرى فليضر في الجمد الذائب والسحاب الصائب وحاصل الجواب ان المضر تخلل طبيعة لا تناسب طبيعة الماء وذلك في الملح بخلاف الجمد والبخار اھ۔ اقول: (۱) ويكدره ان ليس بين ماء ملح سينعتقد ملحاً وبين الملح الا السيلان والجمود وبهذا لقدرة لا يحصل تباین الطبيعتين وعدم التناسب بينهما كيف وهو حين هو على شرف الانعقاد فيه كل ما في الملح غير انه لم يجمد وسيجمد كالسمن والعسل في الصيف والشتاء فكيف يقال ان الطبيعة الملحية لا تناسب طبيعة ذلك الماء فانقلت المراد بطبيعة الماء هي الرقة ولا شك ان الجمود يباینها اقول: فيعود الايراد بالجمد فان التباین بين الرقة والجمود لذاتيهما لا لما يعرضانه من ماء او ملح فعليك بالتثبت والله تعالى اعلم ثم رأيت الجواب المذكور في الخادمي للداني افندي قال بعده وهي طبيعة الملحية فيكون ماءؤه

منعتقد ہوگا اور جو منعقد ہو چکا ہے اس میں فرق کی کیا وجہ ہے تو اگر پانی کا دوسری طبیعت کی طرف انقلاب خلل پیدا کرتا ہے تو یہ چیز اس جمد میں بھی مضر ہونی چاہئے جو پگھل گیا ہے اور اسی طرح بننے والے بادل میں اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ مضر ایسی طبیعت کا خلل انداز ہونا جو پانی کی طبیعت سے مناسب نہ ہو، اور یہ چیز نمک میں ہے بخلاف جمد اور بخار کے۔ میں کہتا ہوں اس کو یہ چیز مکدر کرتی ہے کہ جو نمکین پانی نمک بننے والا ہے اور جو بالفعل نمک ہے اس میں سوائے سیلان اور جمد کے کیا فرق ہے اور دونوں عدم مناسبت بھی نہ ہوگی، پھر جب وہ جمنے کے قریب ہوتا ہے تو اس میں وہ تمام خصوصیات ہوتی ہیں جو نمک میں ہوتی ہیں صرف اتنا ہے کہ وہ ابھی جما نہیں ہے اب جم جائیگا جیسے گھی اور شہد گرمی اور جاڑے میں، تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ نمک کی طبیعت اس پانی کے مناسب نہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پانی کی طبیعت سے مراد رقت ہے اور کچھ شک نہیں کہ جمد اس کے مخالف ہے۔ میں کہتا ہوں پھر وہی اعتراض ہوگا کہ جمد میں تباین رقت اور جمود کا ذاتی ہے عارضی نہیں کہ پانی یا نمک کی وجہ سے ہو، تو غور کرنا لازم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر میں نے مذکور جواب دانی افندی کی خادمی (باقی بر صفحہ آئندہ)

¹ درر غر کتاب الطہارۃ دار السعادة مصر ۲۱/۱

علامہ نوح آفندی نے اعتراض کیا ہے، جیسا کہ "ش" میں ہے کہ خلاصہ کی عبارت یہ ہے کہ اگر کسی نے نمک کے پانی سے وضو کیا تو جائز نہیں۔ پھر بزازیہ اور زیلیعی سے انہوں نے وہی نقل کیا جو ہم نے بیان کیا اور فرمایا اس کو صاحب بحر اور علامہ مقدسی نے برقرار رکھا اس کا مفہوم وہی ہے کہ نمک کے پانی سے مطلقاً وضو جائز نہیں ہے خواہ نمک بن کر پھر پگھلا ہو یا نہ اور میرے نزدیک یہی صواب ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

نوح افندی کہانی ش بان عبارة الخلاصة ولوتوضو بماء الملح لايجوز ثم نقل عن البزازیة و الزیلعی ماقد مناقال واقرة صاحب البحر والعلامة المقدسی ومقتضاہ انه لايجوز بماء الملح مطلقاً ای سواء انعقد ملحا ثم ذاب اولاً وهو الصواب عندی¹ اھ ملخصاً۔

اقول: نمک اقسام ہے ایک وہ رطوبت کہ پہاڑ یا غار سے جوش کر کے نکلتی اور جم جاتی ہے جیسے نمک لاہوری و اندرانی اور سانہریہ ابتداء جب تک بستہ نہ ہوئی تھی یقیناً اسی کی مانند ہے جب بستہ ہو کر پگھل جائے کہ وہ پانی کی نوع ہی سے نہیں، دوم دریائے نمک کا منجمد حصہ یہ بعض تیز و تند و حار و حاد چشموں کا پانی ہے کہ جب حرارت آفتاب اس میں عمل کرتی ہے کناروں کناروں سے جم جاتا ہے پیچ میں بہتا پانی رہتا ہے اس میں جو چیز پڑے ایک مدت کے بعد نمک ہو جاتی ہے اختلاف اسی پانی میں ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں دیکھا اس کے بعد انہوں نے کہا کہ وہ نمک کی طبیعت ہے تو اس کا پانی پگھلنے کے بعد سونے چاندی کے پانی کی طرح ہوگا بخلاف جمد کے جب وہ پانی ہو جائے کیونکہ یہ پانی کی طبیعت کے مناسب ہے اھ اس کو سید ازمری نے نقل کیا۔ میں کہتا ہوں اس پر رد اظہر ہے کیونکہ وہ پگھلنے کے بعد پہلی ہی حالت کی طرف لوٹے گا اور تمہارے نزدیک وہ اصل طبیعت پر تھا تو اسی طرح پگھلنے کے بعد ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

بعد الذوبان كماء الذهب والفضة بخلاف الجمد اذا انقلب ماء فانه ملائم يطبع الماء اھ نقله السيد الازهری اقول والرد علی هذا اظهر فانه لاينقلب بعد الذوبان الا الى مكان عليه وقد كان عند كم علی طبيعته الاصلیه فكذلك بعد الذوبان ۱۲ منه غفرله (م)

¹ رد المحتار باب المياہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۲

والذی یظہر لی انه ان (۱) کان ماء حقیقۃ کما هو الظاهر فلا ینبغی الریب فی جواز الوضوء به لان الماء ماء سواء کان عذباً فراتاً او ملحاً اجاباً وقد قال فی الخانیة لو توضأ بماء السیل یجوز وان خالطه التراب اذا کان الماء غالباً رقیقاً فراتاً کان او اجاباً^۱ اه (۱) وکونه یجمد صیفاً ویزوب شتاء لا یجعله نوعاً اخر غیر الماء فلیس من ارکان ماهیة الماء ولا من شرائطها الجمود شتاء و الذوبان صیفاً و انما هذه اوصاف تختلف باختلاف الاصناف هذا عذب فرات وهذا ملح اجاب هذا ینبت ویروی وهذا لا یفعل شیاً منه وقد یمکن (۲) عقد الملح بماء البحر بالطبخ ولا یخرجه هذا عن المائیة فکذا لو اجتزأ بعض المیاء لشدة حدته عن الطبخ بحرارة الشمس لم یکن فیہ اختلاف الماهیة فهذا ربما یقضى لما فی الدر والدرر بالترجیح* لکن لما اختلفوا ولم یتبین الامر قدمت الحاضر علی السبیح* و لکن العجب من العلامة الشرنبلالی علل فی المراق المنع من ذائب الملح بماء انه یدزوب شتاء و یجمد صیفاً ثم قال وقبل انعقاده ملحاً طهور^۲ اه والله تعالی اعلم۔

میرے نزدیک اگر وہ حقیقتاً پانی ہی تھا جیسا کہ ظاہر ہے تو اس سے وضو کے جواز میں کوئی شک نہ ہونا چاہئے کیونکہ پانی تو پانی ہی ہے خواہ سخت میٹھا ہو یا سخت کڑوا ہو، خانیہ میں ہے اگر سیلاب کے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے خواہ اس میں مٹی ملی ہوئی ہو جبکہ پانی غالب رقیق ہو، میٹھا ہو یا نمکین ہو اھ اور یہ بات کہ وہ گرمیوں میں جم جاتا ہے اور سردیوں میں پگھل جاتا ہے اس کو پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں بنادیتا ہے کیونکہ جاڑوں میں جمنا گرمیوں میں پگھلنا نہ تو پانی کی ماہیت کے اور کان سے ہے اور نہ شرائط سے ہے اور یہ اوصاف ہیں جو قسموں کے اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں، کوئی سخت میٹھا، کوئی سخت نمکین، کوئی لگانے والا اور سیراب کرنے والا ہوتا ہے اور کچھ بے فائدہ ہوتا ہے اور کبھی سمندری پانی کو ابال کر نمک بنالیا جاتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پانی نہیں تھا، اسی طرح اگر کوئی پانی آفتاب کی گرمی سے گرم ہونے کی وجہ سے متجزی ہو گیا تو یہ اس کی ماہیت کو تبدیل نہیں کرتا، اس سے اس چیز کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے جو در اور در میں ہے لیکن فقہاء کے اختلاف کی وجہ سے میں نے منع کرنے والی دلیل کو مباح کرنے والی دلیل پر ترجیح دی ہے، مگر علامہ شرنبلالی پر تعجب ہے کہ انہوں نے مراقی الفلاح میں منع کی علت پگھلے ہوئے نمک میں یہ بتائی کہ وہ سردی میں پگھلتا اور گرمیوں میں جمتا ہے اور نمک بننے سے قبل وہ پاک ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

^۱ فتاویٰ خانیہ المعروف قاضی خان فصل فیما لا یجوز التوضی نوک لکھنؤ ۹/۱

^۲ مراقی الفلاح مع الطحاوی، کتاب الطہارت نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۳

- (۱۹۱) نوشادر کا پانی کہ اس کے بہنے سے حاصل ہوتا ہے۔
- (۱۹۲) آبِ کافور کہ اس کے پگھلنے سے حاصل ہو ریاحی کافور جسے یہاں بھیم سینی کہتے ہیں دھوپ کی گرمی سے پگھل جاتا ہے۔
- (۱۹۳) آبِ کافور کہ درخت کافور کا ٹٹے وقت اس سے ٹپکتا ہے۔
- (۱۹۴) آبِ نطف بالکسر ایک روغنی رطوبت تیز رائحہ ہے کہ بعض زمینوں سے اُبلتی ہے۔
- (۱۹۵) مٹی کا تیل مثل آبِ نطف ہے۔ برازیہ میں ہے: ماء الملح لایجوز الوضوء بہ وکذا ماء النفط^۱ (نمک کے پانی سے وضو جائز نہیں، اور ایسے ہی ماء النفط (ایک معدنی تیل) سے۔ ت)
- (۱۹۶) زفت بالکسر درخت صنوبر نر کا مد جو پھل نہیں دیتا۔
- (۱۹۷) راتینج درخت صنوبر مادہ کا مد جس میں پھل آتا ہے۔
- (۱۹۸) قطران ایک قسم کا درخت سرو کا مد۔
- (۱۹۹) قیر ایک سیاہ رطوبت کہ بعض زمینوں یا گرم چشموں سے اُبلتی ہے۔
- (۲۰۰) قیر الیہود ایک بودار رطوبت بنفشی رنگ کہ مثل قیر بعض دریاؤں سے نکلتی ہے۔
- (۲۰۱) عنبر کہ یہ بھی ایک قول میں ایک معدنی رطوبت ہے بعد کو حرارت آفتاب وغیرہ سے منجمد ہو جاتی ہے۔
- (۲۰۲) مومیائی
- (۲۰۳) سلاجیت یہ دونوں پتھر کے مد ہیں اور ابتدا میں سیال ہوتے ہیں وکل ذلك فی معنی ماء النفط (یہ سب ماء النفط (ایک معدنی تیل) کے معنی میں ہیں۔ ت)
- (۲۰۴) نیم وغیرہ درختوں کا مد
- (۲۰۵) موسم بہار میں انگور کی بیل سے خود بخود پانی ٹپکتا ہے اس میں اختلاف ہے اور رائج یہی ہے کہ اُس سے وضو جائز نہیں۔
- | | |
|--|--|
| فی الهدایۃ (لایجوز بما اعتصر من الشجر والشر)
لانہ لیس بماء مطلق والحکم عند فقہاء منقول الی
التیمم اما الماء الذی | ہدایہ میں ہے (وضو اس پانی سے جائز نہیں جو درخت اور پھل سے نچوڑا گیا ہو) کیونکہ وہ مطلق پانی نہیں رہا، اور جب مطلق پانی نہ ہو تو پھر حکم تیمم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے |
|--|--|

^۱ فتاویٰ برازیہ مع العالمگیری نوع فی المستعمل والمطلق والتقید نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۰/۱

يقطع من الكرم فيجوز التوضي به لانه ماء
يخرج من غير علاج ذكره في جوامع ابی يوسف
رحمه الله تعالى وفي الكتاب اشارة اليه حيث شرط
الاعتصار¹ اه واقره في العناية والفتح وغيرهما
وتبعه صاحب المجمع في شرحه وفي التبيين ان كان
يخرج من غير علاج لم يكمل امتزاجه فجاء
الوضوء به كالماء الذي يقطر من الكرم² اه
وتبعه المحقق في الفتح وقال صدر الشريعة
وتبعه ابن كمال باشا في ايضاحه اماما يقطر من
شجر فيجوز به الوضوء³ اه وهو اختيار الامام
الاسبيجاني كما يأتي في سادس ضوابط الفصل الثالث
وادخله العلامة التبرتاشي في متنه فقال لا
بعضير نبات بخلاف ما يقطر من الكرم بنفسه⁴ اه
واغرب المدقق العلائي في شرحه فزاد بعد قوله من
الكرم او الفواكه ولم اراه لغيره والجهور على المنع
ونصوا^ع

بہر حال وہ پانی جو انگور کی بیل سے ٹپکتا ہے اس سے وضو جائز
ہے کہ وہ بغیر عمل کے نکلا ہے اس کو جوامع ابی یوسف رحمہ
اللہ تعالیٰ میں ذکر کیا اور کتاب میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ
اس میں نچوڑ کی شرط ہے اہ اور اس کو عنایہ اور فتح وغیرہ میں
برقرار رکھا اور صاحب المجمع نے اس کی شرح میں اس کی
متابعت کی اور تبیین میں ہے کہ بغیر عمل کے اگر عرق نکل
آئے تو اس کا امتزاج پورا نہ ہو گا اور اس سے وضو جائز ہے جیسے
انگور کی بیل سے ٹپکنے والا پانی اہ محقق نے فتح میں اس کی
پیروی کی اور صدر الشریعہ نے فرمایا ابن کمال پاشا نے اپنی
ایضاح میں اس کی پیروی کی فرمایا جو پانی درخت سے ٹپکتا ہے
اس سے وضو جائز ہے اہ اور وہ امام اسبیجانی کا مختار ہے جیسا کہ
تیسری فصل کے چھٹے ضابطہ میں آئیگا اور علامہ تبرتاشی نے
اس کو متن میں داخل کیا اور فرمایا گھاس کے عرق سے جائز
نہیں بخلاف اس پانی کے جو انگور کی بیل سے خود بخود ٹپکتا ہے
اہ (ت)
اور مدقق علائی نے اپنی شرح میں بڑی عجیب بات کہی یعنی یہ کہ
من الكرم کے بعد انہوں نے "او الفواكه" کا اضافہ کیا، میں
نے ان کے علاوہ کسی اور کے کلام میں

عہ: وقد مر تأييده في ١٨٠ فتذكر ١٢ منه غفر له (م) | اس کی تائید گزر چکی ہے ملاحظہ ہو ١٨٠-١٢٠ منہ غفر له (ت)

¹ ہدایۃ باب الماء الذی یجوبہ وما لا یجوز مطبع عربیہ کراچی ١/١٦١

² تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبع الامیریہ بولاق مصر ١/٢٠١

³ شرح الوقایۃ ما لا یجوز بہ الوضوء المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ١/٨٣

⁴ در مختار باب المیاء مجتہبائی دہلی ١/٣٣

یہ نہ دیکھا، اور جمہور کے نزدیک ممنوع ہے اور صراحت کی ہے کہ یہی اوجہ، اظہر اور احوط ہے، کافی، ابن شلبی علی الزیلعی اور انقرویہ میں ہے کہ اس پانی سے وضو نہ کرے جو انگور کی تیل سے بہتا ہے کیونکہ اس میں کمال امتزاج پایا جاتا ہے، اس کو محیط میں ذکر کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ بغیر عمل کے نکلا ہے خانیہ میں ہے کہ اس پانی سے جائز نہیں جو موسم ربیع میں انگور کی تیل سے نکلتا ہے، اسی طرح اس کو ذکر کیا ہے شمس الائمہ حلوانی نے اہ اور حلیہ میں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہی اوجہ ہے اہ پھر اعادہ کیا اور فرمایا ظاہر یہی ہے کہ یہ اوجہ ہے اہ اور غنیہ میں ہے کہ یہ احوط ہے اہ اور غنیہ ذوی الاحکام میں ہے یہی اظہر ہے جیسا کہ برہان میں ہے اور نور الایضاح میں ہے وضو جائز نہیں درخت یا پھل کے پانی سے خواہ بلا نچوڑے از خود نکل آئے، اظہر یہی ہے اور مراقی الفلاح میں ہے اس سے اس قول سے احتراز کیا کہ وضو اس پانی سے جائز ہے جو بلا نچوڑے خود نکل آئے، کیونکہ اس کے بلا نچوڑے نکلنے میں نفی قید میں کوئی تاثیر نہیں ہے اسی طرح اس سے

انہ الاوجه الاظہر الاحوط ففی کافی^۱ ثم ابن الشلبی^۲ علی الزیلعی والانقرویہ^۳ لایتوضوء بماء یسیل من الکرم لکمال الامتزاج ذکرہ فی محیط^۴ وقیل یجوز لانه خرج من غیر علاج^۱ اھ وفی الخانیة^۵ لابالماء الذی یسیل من الکرم فی الربیع وکذا ذکرہ شمس الائمہ الحلوانی^۲ اھ وفی الحلیة^۶ والظاہر انہ اوجہ اھ ثم اعاد فقال الظاہر انہ الاوجہ^۳ اھ وفی الغنیة^۴ هو الاحوط^۴ اھ وفی غنیة^۵ ذوی الاحکام هو الاظہر کما فی البرہان^۶ وفی نور الایضاح^۷ لا یجوز بماء شجر وثمر ولو خرج بنفسه من غیر عصر فی الاظہر^۶ اھ وفی مراقی الفلاح^۷ احترز بہ عما قیل انہ یجوز بما یقطر بنفسه لانه لیس لخروجه بلا عصر تأثیر فی نفی القید وصحة نفی الاسم عنه^۷ اھ وفی الدرر^۸ هو الاظہر کما فی الشرع بلالیة عن البرہان واعتمده القہستانی^۹ فقال والاعتصار یعم الحقیقی والحکی

^۱ حاشیہ الشلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارة الامیریہ بولاق مصر ۲۰/۱

^۲ قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی نوکشور لکھنؤ ۹/۱

^۳ حلیہ

^۴ غنیة المستملی احکام المیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۲

^۵ غنیة ذوی الاحکام حاشیہ علی الدرر کتاب الطہارت مطبعة الکلیة بیروت ۲/۱۳

^۶ نور الایضاح کتاب الطہارة علمیہ لاہور ص ۳

^۷ مراقی الفلاح کتاب الطہارة الامیریہ بولاق مصر ص ۱۴

اس نام کے سلب کرنے میں کوئی تاثیر نہیں ہے اہ اور در میں اسی کو اظہر کہا جیسا کہ شرنبلالیہ میں برہان سے ہے اور اسی پر قسستانی نے اعتماد کیا اور کہا نچوڑنا حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہے جیسے انگور کا پانی اسی طرح تربوز کا پانی، اور تربوزے کا پانی بلا نکالے ہوئے اہ اور اس کو 'ط' نے برقرار رکھا اور ہندیہ میں ہے نہ اس پانی سے جو انگور کی نیل سے نکلتا ہے اسی طرح کافی، محیط میں ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے یہی اوجہ ہے یہی بحر میں ہے اور یہی احوط ہے اسی طرح شرح منیۃ المصلیٰ میں ہے جو ابراہیم حلبی کی ہے اہ اور بحر اور نہر میں ہے کہ بہت سی کتب میں صراحت ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں، اور اس پر قاضیخان نے فتاویٰ میں اکتفاء

کماء الکرم وکذا ماء الدابوغة^{عہ} والبطيخ بلا استخراج^۱ اہ واقرة^۵ ط وفي الهندية ولا بماء يسيل من الکرم کذا في کافی والمحيط وفتاویٰ قاضی خان وهو الاوجه هکذا في البحر^۶ وهو الاحوط کذا في شرح منیة المصلی لابرہیم الحلبي^۲ اہ وفي البحر الرائق والنهر^۸ الفائق المسرح به في كثير من الكتب انه لا يجوز الوضوء به واقتصر عليه قاضی خان في الفتاوی وصاحب المحيط وصدربه في کافی وذكر الجواز بصيغة قيل وفي شرح منیة المصلی الاوجه عدم الجواز فكان هو الاول لما انه کمل امتزاجه كما صرح به في کافی فما وقع

دابوغة، دابوغة اور حجب تربوز کو کہتے ہیں جیسا کہ شامی میں ہے کہ بعض حاشیہ نگاروں نے کتب طب سے اس کی یہی تشریح نقل کی ہے اور تحفہ اور مخزن میں دابوغة "ق" سے ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ اس کا عربی نام ہے ان دونوں کتب میں لاغ اور بطیخ ہندی، بطیخ شامی اور بطیخ فلسطینی کا ذکر ہے فارسی میں ہندوانہ اور ہندی میں تربوز کہتے ہیں ان دونوں کتابوں میں دابوغة "غ" کے ساتھ کا ذکر نہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ: الدا بوغة والدابوغة والحبیب هو البطيخ الاخضر كما في ش عن بعض المحشين عن كتب الطب وذكر في التحفة والمخزن دابوغة بالقاف وزعمانه من اسمائه بالعربي وذكر امنها للاغ و البطيخ الهندي والبطيخ الشامي والبطيخ الفلسطيني وبالفارسية هندوانه وبالهندية تربوز ولم يذكر ادا بوغة بالغين ۱۲ منہ۔ (مر)

¹ در مختار کتاب الطہارت مجتہائی دہلی ۳۴/۱

² ہندیہ فیما لا یجوز بہ التوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۲۱/۱

<p>فی شرح الزیلعی انه لم یکمل امتزاجه ففیہ نظر^۱ اھونی ش^۲ عن الرملی^۲ علی المنح من راجع کتب المذہب وجدا کثرھا علی عدم الجواز فیکون المعمول علیہ فماً فی هذا المتن (یرید التئویر) مرجوع بالنسبة الیہ^۲ اھ۔</p>	<p>کیا، اسی طرح صاحب محیط نے اس پر اکتفاء کیا اور اس کو ابتداء میں ذکر کیا کافی میں اور جواز کا ذکر بصیغہ قیل کیا اور شرح منیۃ المصلیٰ میں ہے کہ اوجہ عدم جواز ہے تو یہی اولیٰ ہے کیونکہ اس کا امتزاج مکمل ہو گیا ہے جیسا کہ کافی میں مصرح ہے تو شرح زیلعی میں اس کے امتزاج کو مکمل نہ بتانا قابلِ اعتراض ہے اھ اور اش^۱ میں رملی علی المنح سے منقول ہے کہ جس نے سُبِّ مذہب کو دیکھا ہے اس کو معلوم ہوگا کہ اکثر میں عدم جواز ہے تو اسی پر اعتماد ہوگا، تو جو اس متن (تنویر) میں ہے وہ اس کی نسبت مرجوع ہے اھ۔ (ت)</p>
--	--

(۲۰۶) تاڑی (۲۰۷) سیندھی

<p>اقول: حتی علی قول من یجوز بقاطر الکرم فانه عہ ماء کان تشربہ فاذا ارتوی ردہ</p>	<p>میں کہتا ہوں یہاں تک کہ جو حضرات انگور کی نیل سے پٹکے والے پانی سے وضو کے جواز کے قائل ہیں تو وہ یہی</p>
---	---

عہ هذا هو صریح مفاد کلام الزیلعی ومن تبعه لکن فی الارکان الاربعة لبحر العلوم مانصبه اختلفوا فی ماء سال من الکرم ونحوہ بنفسه ففی الهدایة یجوز به التوضی وفي کافی وفتاویٰ قاضی خان لایجوز لانه لیس ماء انما هو شبیه بالماء ویطلق علیہ الماء مجازاً اھ اقول لیس التعلیل فی کافی ولا فی الخانیة بل لم ارہ لاحد قبلہ بل (۱) زعم

یہ صریح مفہوم ہے زیلعی کے کلام کا اور اس کے متبعین کے کلام کا، لیکن بحر العلوم کی ارکانِ اربعہ میں ہے اُس پانی میں اختلاف ہے جو انگور کی نیل سے ٹپکتا ہے، ہدایہ میں ہے اس سے وضو جائز ہے، کافی اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ وضو جائز نہیں کیونکہ وہ پانی نہیں ہے پانی کے مشابہ ہے اور اس پر پانی کا اطلاق مجاز ہے اھ میں کہتا ہوں کہ تعلیل نہ کافی میں ہے اور نہ خانیہ میں ہے بلکہ میں نے اُن سے پہلے کسی کے کلام (باقی بر صفحہ آئندہ)

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۱۹/۱

^۲ رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۳

کما یدل علیہ قول الزیلعی کمال الامتزاج بتشرب
النبات الماء بحيث لا یخرج منه الایعلاج ثم
ذکر قاطر الکرم بماء بخلاف الرطوبات السائلة
من هذه الاشجار فانها كالقارات النابعة من الاحجار
والله تعالیٰ اعلم۔

کہتے ہیں کہ دراصل یہ پانی تھاجب بیل میں جذب ہونے سے بچا تو
بہنے لگا جیسا کہ قول زیلعی سے معلوم ہوتا ہے، امتزاج کا کمال یہ
ہے کہ گھاس پانی کو اچھی طرح پی لے کہ بلا نکالے پانی نہ
نکلے، پھر انہوں نے انگور کی بیل سے ٹپکنے والے پانی کا ذکر کیا، بخلاف
ان رطوبتوں کے جو ان درختوں سے بہتی ہیں کیونکہ یہ ان
روغنیات کی طرح ہیں جو پتھروں سے نکلتے ہیں و اللہ تعالیٰ
اعلم۔ (ت)

(۲۰۸) ماء الجبن کہ دودھ پھاڑ کر اس کی مائیت نکالتے ہیں۔

(۲۰۹) دہی کا پانی کہ کپڑے میں باندھ کر ٹپکائیں یا اس کے کونڈے میں اس سے چھٹے۔

(۲۱۰) مٹھا جسے چھاچھ بھی کہتے ہیں دہی سے مکھن جدا ہونے کے بعد جو پانی رہ جائے۔

(۲۱۱) چاولوں کی پیچ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں یہ نہیں دیکھا، بلاکہ علامہ ابن کمال وزیر نے ایضاح کے متن
کے پاس فرمایا کہ اس پانی سے جو درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہو
روایت قصر سے ہے، گویا وہ اس پر پانی کے نام کا اطلاق نہیں کرنا
چاہتے ہیں، اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ وہ ماء مطلق میں
شامل نہیں، اور اس لئے اس سے وضو جائز نہیں ہے اہ اس سے
وہم ہوتا ہے بلاکہ صراحت ہی کہنی چاہئے کہ درختوں اور پھلوں کا
پانی حقیقتہً پانی ہے، البتہ وہ مقید ہے مطلق نہیں ہے، حالانکہ یہ قطعاً
باطل ہے اور انگور کی بیل کے پانی کی بابت دل لگتی بات بحر العلوم
ہی کی ہے و اللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

العلامة ابن کمال الوزير فی الايضاح عند قول متنه
لابسا اعتصر من شجراو ثمر الرواية بالقصر کانهم
ابوا عن اطلاق اسم الماء علیہ ایماء الی قصوره عن
حد الماء المطلق ولذلك لا يجوز التوضی به اه فهذا
یوهم بل کمصرح ان کل عصارة ثمر او شجر ماء
حقیقة غیر انه مقید لامطلق وهو باطل قطعاً والذی
یقبله القلب فی ماء الکرم القاطر ایضاً ماقاله
بحر العلوم والله تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

(۲۱۲) گوشت کا پانی کہ سر بند بویام میں بے پانی رکھ کر اوپر پانی بھر کر آنچ دینے سے خود گوشت سے مثل عرق نکلتا ہے۔

(۲۱۳) ماء اللحم کہ عرقیات کی طرح گوشت و اجزائے مناسبہ سے پکا کر لیتے ہیں۔

الحالات

(۲۱۴) بخی کہ پانی میں گوشت کا آبجوش نکالتے ہیں۔

(۲۱۵) ہر قسم کا شوربا۔ ہدایہ میں ہے:

لايجوز بالمرق فانه لايسى ماء مطلقاً ^۱	شوربا سے وضو جائز نہیں کہ اس کو مطلق پانی نہیں کہتے ہیں۔ (ت)
--	--

(۲۱۶ و ۲۱۷) جس پانی میں چنے یا باقلا پکایا اگر پانی میں ان کے اتنے اجزاء مل گئے کہ ٹھنڈا ہو کر پانی گاڑھا ہو جائے گا تو اس سے

بالا اتفاق وضو ناجائز ہے۔

اقول : وذلك ان العبارات الواضحة عہ جاء ت ههنا على ثلاثة وجوه۔	میں کہتا ہوں اس سلسلہ میں واضح عبارات تین قسم کی ہیں:
---	---

الاول: لايجوز مطلقاً لان بالطبخ يحصل كمال الامتزاج فيفيد التقيد وهذا ما يأتى في ضابطه الامام الزيلعي واتباعه رحمهم الله تعالى۔	اول: مطلقاً جائز نہیں کیونکہ پکانے سے مکمل امتزاج حاصل ہوتا ہے لہذا مقید کرنا مفید ہوگا۔ امام زیلعی اور ان کے متبعین کے ضابطہ میں اس کا بیان آئیگا، رحمہم اللہ تعالیٰ۔
--	--

الثاني: لايجوز اذا وجد منه ريح المطبوخ۔	دوم: وضو جائز نہیں جبکہ اس میں سے پکی ہوئی چیز کی بو آتی ہو۔ سوم: جب تک گاڑھا نہ ہو تو جائز ہے، اکثر اسی پر ہیں اور یہی مشہور تر ہے، اور عام متون میں
الثالث: يجوز ما لم يثخن وعليه الاكثرو هو الاشهر والمنصوص	

عہ ستأتی عبارة اخرى مجملة وهي التغير بالطبخ وياتي الكلام عليها ۱۲ منہ (م)	عنقریب ایک مجمل عبارت آئے گی اور وہ پکانے سے تبدیل ہونا ہے اور اس پر کلام بھی آئیگا ۱۲ منہ (ت)
---	--

^۱ ہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ عربیہ کراچی ۱۸/۱

یہی ہے، اور خانیہ میں ہے اگر پانی میں چنے یا باقلا پکایا گیا اور باقلا کی بُو اس میں آگئی تو اس سے وضو جائز نہیں اور ناطفی نے فرمایا اگر اس کا پتلا پن ختم نہیں ہوا ہے اور اس پر پانی کا اطلاق ہوتا ہے تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں، جامع کبیر، منیہ، ینابیع، زیلعی، فتح، تجنیس (صاحب ہدایہ کی کتاب) پھر بحر، ملتقط کی تجنیس، حلیہ، فتاویٰ ظہیریہ اور بر جندی میں ہے، عبارت فتح کی بحوالہ ینابیع ہے اگر چنے اور باقلاء پانی میں نچوڑ لیے گئے اور اس کا رنگ مزہ اور بُو بدل گئے تو اس سے وضو جائز ہے، تو اگر پکایا گیا اور ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہو گیا تو وضو جائز نہیں، اور اگر گاڑھا نہ ہوا اور پانی کی رقت ہنوز باقی ہے تو جائز ہے اہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں اس قول میں سب سے زیادہ گنجائش ہے، تو جب اس کی شرط منع میں حاصل ہو تو بالاجماع منع ثابت ہوگا۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں وب اللہ التوفیق، بلالکہ کوئی خلاف ہی نہیں، اور دو پہلے اقوال میں تطبیق واضح ہے

علیه فی (۱) ہامة المتون وفي الخانية لوطبخ فيه الحمص او الباقلاء وريح الباقلاء يوجد منه لايجوز به التوضوء وذكر الناطفی اذالم تذهب رقتہ ولم یسلب منه اسم الماء جاز^۱ ۱ھ فی (۲) الجامع الكبير ثم المنية والینابیع ثم الزیلعی والفتح وتجنیس الامام صاحب الهدایة ثم البحر وتجنیس الملتقط ثم الحلیة والفتاویٰ الظہیریة ثم البرجندی واللفظ للفتح فی الینابیع لو تقع الحمص والباقلاء وتغیر لونه وطعمه وریحه یجوز التوضی به فان طبخ فان كان اذا برد ثخن لا یجوز الوضوء به اولم یشخن ورقة الماء باقیة جاز^۲ ۲ھ وهذا کما تری اوسع الاقوال فاذا حصل شرطه فی النع حصل النع بالاجماع۔

ثم اقول: وبالله التوفیق بل لاخلاف اما القولان الاولان فالتوفیق بینہما واضح

جیسے وقایہ، ملتقی، غرر، تنویر اور نور الایضاح، ان حضرات نے پکانے سے طبعیت کے زوال کا اعتبار کیا ہے تیسری فصل میں ان کتب کی عبارات آئیں گی ۱۲ منہ غفرلہ

اسی طرح حلیہ میں ہے اور میرے پاس موجود منیہ اور جامع صغیر کے نسخوں پر اس کی شرح غنیہ میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

(۱) کالوقایة والملتی والغرر والتنویر ونور الايضاح حیث اعتبر وازوال الطبع بالطبخ ویاتی نصوصها فی الفصل الثالث ۱۲ منہ غفرلہ۔

(۲) هکذا فی الحلیة وفي نسختی المنیة والجامع الصغیر وعلیها شرح فی الغنیة ۱۲ منہ غفرلہ (م)

^۱ فتاویٰ قاضی خان فصل فیما لا یجوز بہ التوضی مطبع نوکشتور لکھنؤ ۹/۱

^۲ فتح القدر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ نوریہ رضویہ سکر ۶۵/۱

کہ جب باقلا پانی میں اچھی طرح پک جائے تو لامحالہ اس کی بُو پانی میں آئے گی اور پکنے کے یہی معنی ہیں جیسا کہ ۱۰۸ میں گزرا۔ ہاں اس تقدیر پر شرط لگانا بے سود ہوگا اور یہ امکان نہیں ہے کہ طبع کو اس پر محمول کیا جائے کہ پکانے کے ارادہ سے ڈالنا، تاکہ اس صورت سے احتراز کیا جائے جب کہ اُس کو پانی میں اثر انداز ہونے سے قبل نکال لیا جائے کیونکہ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جس کو نکالا جائے اس وقت جبکہ اس سے پانی کی بُو تبدیل ہو جائے اور وہ پکنے نہ پائے، کیونکہ بُو کا بدلنا پکنے پر موقوف نہیں اس بناء پر صرف بُو کا بدلنا بلا پکائے موجب تفسید ہوگا اور یہ نصوص مذکورہ کے خلاف ہوگا، نصوص ۸۹ میں مذکور ہیں، کیونکہ نہ پکنے کی صورت میں اُس میں اور نفیج (نچوڑا ہوا) میں کوئی فرق نہیں ہوگا، یہ مقام غور ہے، تیسرا قول، غنیہ کے مطابق وہ ہے جس سے اتفاق معلوم ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں تفسید پانی میں اس وقت ہوتی ہے جب پکنے سے مکمل امتزاج حاصل ہو جائے، مثلاً یہ کہ پانی میں کوئی چیز پکائی جائے حتیٰ کہ مکمل طور پر پک جائے، تو اس وقت وہ پانی اپنی طبیعت سے خارج ہو جائیگا اور یہ اس کا تیزی سے بہنا ہے، اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہو جائیگا تو پکانے والی چیز میں مخالطہ کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ چیز پانی میں پک جائے، اور پکائے بغیر مخالطہ میں یہ ہے کہ

فانه اذا انضج الباقي في الماء وادرك وجدر يرحه من الماء لامحالة وهذا هو معنى الطبخ كما تقدم في ۱۰۸ (۱) نعم على هذا يضييع الشرط ولا امکان لحبل الطبخ على الالتقاء بقصدہ ليكون احترازاً عما اذا أُخرج قبل ان يؤثر في الماء فانه ح يشمل ما اذا أُخرج بعدما غير ريح الماء بل ان ينطبخ فان تغير الريح لا يتوقف على النضج فعلى هذا يكون مجرد تغير الريح بدون الطبخ موجباً للتقييد وهو خلاف النصوص المذكورة في ۸۹ فان عند عدم الطبخ لا وجه للفرق بينه وبين النقيع تأمل واما القول الثالث فافاد في الغنية ما يعطى وفاقه حيث قال التقييد يحصل للماء بكمال الامتزاج بالطبخ بان يطبخ في الماء شيئاً حتى ينضج فحينئذ يخرج الماء عن طبعه وهو سرعة السيلان ولا شك انه اذا ذاك اذا برد يثخن غالباً فكانت القاعدة في المخالطة بالطبخ ان ينضج المطبوخ في الماء وفي المخالطة بدونه ان تنزل رفته^۱ اه وتبعه في مراقى الفلاح فقال لا بماء زال طبعه بالطبخ لانه اذا برد ثخن^۲۔

^۱ غنیۃ المستملی فصل احکام المیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

^۲ مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ مطبعۃ الامیریۃ مصر ص ۱۵

اقول : لا طبخ الا بالنضج كما علمت فكان الطبخ نفسه القاعدة من دون شريطة زائدة وهذا يوافق اهل الضابطة ثم اذا كان الطبخ يورث الثخونة مطلقاً حصل توافق الاقوال ومجال المقال فيه من وجوه۔

الاول: ما قول انه على هذا لم يبق الفرق بين النيئ والمطبوخ اذ صار المدار فيهما جميعاً الثخونة وكلام الشيخ يؤذن بالتفرقة۔

والثاني: ما قول ايضاً تقسيم الطبخ في الينابيع الى صورة الثخونة وبقاء الرقة يؤذن بان الطبخ لا يوجب الثخانة ولا ينفع قوله غالباً لانه اذا بر د فلم يثخن وجب جواز الموضوع به لاحاطة العلم بعدم المانع۔

والثالث: قال المحقق البحر في البحر لا يتوضوء بماء تغير بالطبخ بماء لا يقصد به التنظيف كماء المرق والبقلاء لانه ح ليس بماء مطلق لعدم تبادره عند اطلاق اسم الماء اما لو كانت النظافة تقصد به كالسدر والصابون والاشنان يطبخ به فانه يتوضوء به الا اذا خرج الماء عن طبعه من الرقة والسيلان وبما تقرر علم

اس کی رقت ختم ہو جائے اور یہی بات مراقی الفلاح میں کہی گئی ہے، فرمایا نہ اس پانی سے جس کی طبیعت پکائے جانے کی وجہ سے ختم ہو گئی کیونکہ جب وہ ٹھنڈا ہو گا گاڑھا ہو جائے گا۔ (ت)

میں کہتا ہوں طبخ بلا نضج نہیں ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے جانا، تو طبخ بجائے خود قاعدہ ہے اس میں کسی زائد شرط کی حاجت نہیں اور یہ ضابطہ والوں کے موافق ہے، پھر جب طبخ سے مطلقاً گاڑھا پن پیدا ہوتا ہے تو اقوال میں توافق پیدا ہو گا، اور اس میں کئی وجوہ سے کلام ہو سکتا ہے۔ اول: یہ جو میں کہتا ہوں کہ اس بنا پر کچے اور پکے ہوئے میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ان دونوں میں دار و مدار گاڑھا ہونا ہے اور شیخ کے کلام سے دونوں میں فرق معلوم ہوتا ہے۔

دوم: میں کہتا ہوں ینایع میں طبخ کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ صورتاً گاڑھا پن ہو اور رقت باقی ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طبخ سے گاڑھا پن لازمی نہیں ہوتا ہے، اور ان کے قول غالب کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ جب ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے کیونکہ مانع کے نہ ہونے کا علم ہے۔

سوم: محقق نے بحر میں فرمایا کہ اس متغیر پانی سے وضو نہ کیا جائے جس کو کسی ایسی چیز کے ساتھ پکایا گیا ہو جو تنظیف کیلئے نہیں ہوتی ہے جیسے شوربہ اور باقلا کا پانی، کیونکہ یہ مطلق پانی نہیں ہے اس لئے کہ جب پانی کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے یہ پانی متبادر نہیں ہوتا ہے اور اگر وہ چیز ایسی ہو کہ اس سے نظافت مقصود ہو جیسے جھری، صابون اور اشنان کو پانی کے ساتھ پکایا جائے تو اس پانی سے وضو کیا جائیگا، ہاں اگر

پانی اپنی طبیعت سے نکل جائے یعنی رقت اور سیلان ختم ہو جائے تو وضو جائز نہ ہوگا، اور گزشتہ تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کچھ تجنیس اور ینایع میں ہے (وہ نقل کیا جو ابھی گزرا) وہ مختار نہیں ہے بلکہ وہ ہمارے مشائخ میں سے ناطفی کا قول ہے، قاضی خان کا قول اس پر دلالت کرتا ہے (جو ابھی گزرا وہ نقل کیا) فرمایا ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ پانی کو اگر کسی ایسی چیز سے جوش دیا جائے جس سے زیادہ تنظیف مقصود نہ ہو تو وہ مقید ہو جائیگا خواہ اس کے اوصاف میں تغیر ہو یا نہ ہو اس صورت میں اس کا عطف مختصر میں "بکثرة الاوراق" پر مناسب نہیں، ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب وہ مقید ہو گیا تو پکنے سے متغیر ہو گیا "ش" نے بھی یہی لکھا اور شور با اور باقلا میں لکھا کہ وہ مقید ہو جائیگا خواہ اس کے اوصاف میں تبدیلی ہو یا نہ ہو، عام ازیں کہ اس میں پانی کی رقت رہے یا نہ رہے، مختار یہی ہے جیسا کہ بحر میں ہے (ت) چہارم: علامہ برجندی نے نقایہ کے قول وان تغیر بالمکث الخ کے تحت فرمایا، تغیر کو مطلق رکھنا اور اس کو اخراج من طبع الماء کا قسم بنانا، اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ مطلق تغیر پکانے کی وجہ سے مانع ہے، خواہ وہ اس کو پانی کی طبیعت سے نکالے یا نہ نکالے، ہدایہ سے یہی مفہوم ہے، اس کی تائید

ان ماذکرہ فی التجنیس والینایع (فاثر مامر انفا) لیس هو المختار بل هو قول الناطفی من مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ یدل علیہ ماذکرہ قاضی خان (فنقل ماتقدم الان) قال وبما قررناہ علم ان الماء المطبوخ بشیئی لایقصد بہ المبالغة فی التنظیف یصیر مقیدا سواء تغیر شیئی من اوصافہ ولم یتغیر فحینئذ لاینبغی عطفہ فی المختصر علی بکثرة الاوراق الا ان یقال انه لما صار مقیدا فقد تغیر بالطبخ¹ اه وتبعہ ش فقال فی البرق والباقلانہ یصیر مقیدا سواء تغیر شیئی من اوصافہ اولا وسواء بقیت فیہ رقة الماء اولا فی المختار کما فی البحر²۔

والزابع: قال العلامة البرجندی تحت قول النقایة وان تغیر بالمکث واختلط به طاهر الا اذا اخرجہ عن طبع الماء او غیرہ طبخاً³ نصہ واطلاق التغیر وجعلہ قسماً للاخراج من طبع الماء یتبادر منه ان مطلق التغیر بالطبخ مانع سواء اخرجہ عن

¹ بحر الرائق بحث الماء سعید کینی کراچی ۱/۶۸

² رد المحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱/۱۳۳

³ شرح النقایة للبرجندی مسائل الماء نوکسور لکھنؤ ۱/۳۱

خزانہ اور فتاویٰ قاضی خان سے ہوتی ہے کہ اگر اس میں باقی پکایا گیا اور اس کی بُو پانی میں آگئی تو اس سے وضو جائز نہیں، اور فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ اذا طبخ الحمص والباقلی الخ جو فتح سے نقل ہوا۔ (ت)

میں کہتا ہوں وب اللہ التوفیق آگ کا کام متصل کو منفصل کرنا ہے جب کوئی چیز آگ پر پکائی جاتی ہے تو آگ اس کی سختی کو زائل کر دیتی ہے اور اُس کے سوراخوں کو کھول دیتی ہے جس کی وجہ سے اس میں پانی داخل ہو جاتا ہے اور اس کے لطیف اجزاء پانی میں آ جاتے ہیں، اس طرح پانی گاڑھا ہو جاتا ہے جبکہ پانی عادت کے مطابق پکایا جائے اور جب پانی بہت زیادہ ہوتا ہے تو یہ گاڑھا پن ظاہر نہیں ہوتا ہے، کیونکہ گفتگو متعارف پکانے میں ہے اور اس میں ایک معین مقدار کے پانی کی آمیزش کی جاتی ہے تاکہ امتزاج حاصل ہو جائے، زلیعی وغیرہ میں یہی ہے کہ پکانے سے کمال امتزاج حاصل ہوتا ہے، ہاں حرارت لطافت کا موجب ہوتی ہے تو جب تک وہ گرم رہتا ہے تو یہ تغیر ظاہر نہیں ہونے پاتا ہے، اسی سے یہ راز سر بستہ بھی منکشف ہو گیا کہ فقہاء فرماتے ہیں جب پانی ٹھنڈا ہو کر گاڑھا ہو جائے، اور یہی چیز مابہ الامتیاز ہے کچے اور پختے میں، کیونکہ کچے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے

طبخ الماء أولا وهذا هو المفهوم من الهداية ويؤيده ما في الخزانة وفتاویٰ قاضی خان انه اذا طبخ فيه الباقلی وريح الباقل يوجد منه لايحوز به التوضی وقد ذكر في الفتاوی الظهيرية انه اذا طبخ الحمص والباقلی¹ الى آخر ما تقدم عن الفتح۔

وانا اقول: وبأ لله التوفيق وبه الوصول الى ذری التحقيق فعل النار والعياذ بالله تعالى منها تفريق الاتصالات فاذا طبخ شيئ تنزيل النار صلابته وتفتح منافذه فيداخله الماء وتخرج اجزاؤه اللطاف في الماء فتورثه ثخونة اذا كان الماء على ما هو المعتاد في طبخ الاشياء وان لم تظهر اذا كثر الماء جدا فان الكلام في الطبخ المعهود ولا يجعل فيه من الماء الاقدر معلوم موافق لحصول الامتزاج وهذا ما افاد الزيلعي واتباعه ان بالطبخ يحصل كمال الامتزاج نعم الحرارة توجب اللطافة فمادام حارا لا يظهر ذلك التغير على ما هو عليه وبه ظهر سرما قالوا اذا صار بحيث اذبرد ثخن وهذا هو الفارق بين النبيئ و المطبوخ فان النبيئ ليس فيه ما يمنع ظهور الثخانة فاحيل فيه على نفس ذهاب الرقة بخلاف

¹ شرح النقاية للبرجندی مسائل الماء نوکشور لکھنؤ ۳۲/۱

المطبوخ مالم یبرد فی حال فیہ علی النظر فان
ظہرانہ یشخن اذا بر دلم یجز الوضوء بہ والاجاز
والمرجع فی ہذا هو حصول النضج والادراك فان
عند ذلك یحصل کمال الامتزاج وهو یوجب فی
المعتاد ثخونة الماء فیہذا التقرير ولله الحمد
انحلت الاشکالات عن آخرها۔

فالاول: قد ظہر الفرق بین النبیء والمطبوخ۔

والثانی: الطبخ فی کلام الینابیع الاغلاء فی الماء
علی النار وان لم ینضج علی سبیل عموم المجاز
لابل بیان لحکم یعم المعتاد وغیرہ کمن وضع
کفامن حمص فی قدر قرابة من الماء فانه
لا یشخن حین یدرد وان نضج الحمص وادرك
وهذا هو منشؤ التقیید بغالبانی کلام الغنیة
ونظر الشرنبالی الی المعتاد المعهود فاطلق
القول انه اذ بر دثخن وبالله التوفیق۔

والثالث فیہ اشیاء۔

فاقول: اولاً (۱) تبیین ان فرض عدم التغیر اصلاً
مع حصول الطبخ فرض مالا وقوع له۔

وثانیاً: (۲) قد علمت ان ما فی الخانیة

جو گاڑھے پن کو ظاہر ہونے سے روکتی ہو تو اس میں دار و مدار
صرف رقت کے ختم ہونے پر ہے۔ برخلاف پکے ہوئے کے جو
ٹھنڈا نہ ہوا ہو تو اس کا دار و مدار اس پر ہے کہ دیکھا جائے اگر یہ
ظاہر ہو کہ ٹھنڈا ہو کر گاڑھا ہو جائیگا تو اس سے وضو جائز نہیں
ورنہ جائز ہوگا، اور دار و مدار اس میں پکنا ہے کیونکہ اسی وقت
کمال امتزاج پایا جاتا ہے اور یہی چیز عام طور پر پانی کے گاڑھا
ہونے کا موجب ہوتی ہے، اس تقریر سے تمام اشکالات رفع
ہو گئے۔

اول: کچے اور پکے کا فرق ظاہر ہوا۔

دوم: ینابیع کی عبارت میں طح سے مراد شئی کو جوش دینا ہے
پانی میں آگ پر خواہ پکا ہوا نہ ہو، یہ بطور عموم مجاز کے
ہے، نہیں بلکہ یہ ایسے حکم کا بیان ہے جو معتاد وغیر معتاد
دونوں کو عام ہے، مثلاً کسی نے ایک مٹھی چنے ایک ہانڈی
بھر پانی میں ڈال دیئے تو یہ ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا نہ ہوگا خواہ چنے
کتنے ہی پک جائیں، اور غنیہ کی عبارت میں غابا کی قید کا یہی
مفاد ہے اور شرنبالی کی نظر معہود پر گئی تو انہوں نے مطلق
قول رکھا کہ جب ٹھنڈا ہوگا تو گاڑھا ہو جائے گا وباللہ التوفیق۔

سوم: اس میں چند اور قابل ذکر باتیں ہیں:

میں کہتا ہوں اول: پکنے کے باوجود یہ مفروضہ قائم کرنا کہ
تغیر نہیں ہوا ہے باوجود حصول طح کے ایک ایسی چیز کا فرض
کرنا ہے جو واقع نہیں ہوئی ہے۔

دوم: خانیہ میں جو ناطفی سے منقول ہے یہ

گزشتہ قول کے منافی نہیں، اسی لئے علامہ کاکی شارح ہدایہ اور ابن شلبی محشی زیلعی نے ناطفی کے قول کو قاضی خان کی طرف بھی منسوب کیا ہے، ان دونوں حضرات نے فرمایا جب پکایا گیا اور گاڑھا نہ ہوا اور پانی کی رقت اس میں باقی رہی تو اس سے وضو جائز ہے، اس کو ناطفی نے ذکر کیا ہے، اور یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اھ اس طرف حلیہ میں اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے ناطفی کے کلام کو قاضی خان کی گفتگو کا محاصل قرار دیا ہے، وہ ماتن کے قول لا تجوز بماء الباقی کے تحت فرماتے ہیں کہ عنقریب جامع کبیر سے باقی کے پانی کے ساتھ عدم جواز کے مقید کرنے کی وجہ بیان کریں گے کہ وہ ایسا پکا ہوا ہو کہ جب ٹھنڈا ہو تو گاڑھا ہو جائے اور اس کی رقت زائل ہو جائے تو یہ اطلاق (اگرچہ مصنف کے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی ایسا ہی کیا ہے) اس پر محمول کیا جائے گا کہ تناقض مرتفع ہو جائے، اس لئے جب قدوری نے اُن اشیاء کا ذکر کیا جن سے وضو جائز نہیں ہے تو باقی کے پانی کو ذکر کیا، ہدایہ میں فرمایا اس سے مراد وہ پانی ہے جو پکائے جانے سے بدل گیا ہو اور اس کا حمل اس پر زیادہ اچھا ہوگا جبکہ اس پر پانی کا اطلاق ختم ہو گیا ہو خواہ وہ پکا ہوا ہو یا نہ ہو، جیسا کہ خانیہ سے پتا چلتا ہے، پھر انہوں نے اپنا گزشتہ کلام ذکر کیا جو کچے اور پختے سے متعلق ہے، اسی میں بُوکا بھی تذکرہ ہے تو اگر وہ اس کو ناطفی کے قول کے

عن الناطفی لا یخالف ما قدمہ لاجرم ان عزا العلامة القوام الکافی شارح الهدایة ثم ابن الشلبی محشی الزیلعی ما عن الناطفی الی قاضی خان ایضاً فقلاً اذا طبخ ولم یشخن بعد ورقة الماء فیہ بأقیة جاز الوضوء به ذکرہ الناطفی وفی فتاویٰ قاضی خان¹ اھ والیہ یشیر کلام الحلیة اذ جعل کلام الناطفی مفاد ما فی قاضی خان حیث قال تحت قول الماتن لا تجوز بماء الباقلاء ما نصہ سیذکر عن الجامع الکبیر تقييد عدم الجواز بماء الباقلاء بما اذا كان مطبوخاً وهو بحال اذا برد ثخن وزالت عنه رقة الماء فيحمل هذا الاطلاق وان وقع مثله لغير المصنف على ذلك دفعاً للتناقض ومن ثمه لما ذكر القدوری في غداد ما لا يجوز الطهارة به ماء الباقلاء قال في الهداية المراد ما تغیر بالطبخ و احسن منه حملة على ما اذا كان مسلوباً منه اسم الماء مطبوخاً ولا كما يفيدہ ما فی الخانیة فذكر کلامه البار فی النبی والمطبوخ تماماً² وفيه حدیث الریح فلو حسبہ مخالفاً لقول الناطفی لكان قوله مرجوحاً لانه انما يقدم الاظهر الاشهر فلم یکن یحسن نسبة ما زیفه الیه ومن

¹ حاشیہ الشلبی علی التبین بحث الماء بولاق مصر ۱۹۱۱

² حلیہ

الدلیل علیہ ان الامام قاضی خان نفسہ صرح بهذا الذی قالہ الامام الناطفی وجزم بہ فی عامۃ المعتمدات فی شرحہ للجامع الصغیر کما عزاہ لہ فی الغنیۃ۔

وثالثا العجب (۱) انه رحمه الله تعالى يحتج بعبارة الخانية وقد شرط وجود الرائحة ثم يقول سواء تغیر شیعی من اوصافه اولاً¹ ورابعاً: (۲) انكر العطف على بكثرة الاوراق وليس ثمة ما يصلح لعطفه الا هو فان عبارة المختصر يتوضوء بماء السماء العين والبحر وان غير طاهر احدا ووصافه اوانتن بالبعث لابما تغیر بكثرة الاوراق او بالطبخ² فان لم يعطف على بكثرة يعطف على بما تغیر ای لا يتوضوء بالطبخ وهو كلام مغسول وخامساً: (۳) تأويله بان المراد تغیر طبعه او وصفه بل اطلاقه لا يتمشى فی عبارة النقایة والاصلاح تغیر بالطبخ معه وهو مما لا يقصد به النظافة اذ يفيد على هذا جواز الوضوء بما تغیر من الاطلاق بالطبخ مع المنظف وليس مراد قطعاً فانما الامر انه لما تغیر بالطبخ صار مقيداً بتغیر بالطبخ۔

مخالف سمجھتے تو ان کا قول مرجوح ہوتا، کیونکہ وہ اظہر واشہر کو مقدم کرتے ہیں، تو جس قول کو انہوں نے ناپسندیدہ قرار دیا اسی کی نسبت ان کی طرف اچھی نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ خود قاضی خان نے اس چیز کی تصریح کی ہے جو امام ناطفی نے ذکر کیا ہے اور اسی پر انہوں نے اپنی عام معتمدات میں جامع صغیر کی شرح میں جزم کیا ہے اور غنیہ میں اس کو ان کی طرف منسوب کیا ہے۔

سوم: تعجب اس پر ہے کہ وہ خانیہ کی عبارت سے استدلال کر رہے ہیں اور انہوں نے بُوکِی شرط لگائی ہے پھر فرمایا عام ازیں کہ اس کے اوصاف میں سے کچھ بدلا ہوا ہو یا نہ بدلا ہوا ہو۔

چہارم: بکثرة الاوراق پر عطف کا انکار کیا ہے حالانکہ وہاں صرف اسی پر عطف ممکن ہے کیونکہ مختصر کی عبارت یہ ہے يتوضوء بماء السماء الخ تو اگر بکثرة پر عطف نہ کیا جائے تو بما تغیر پر کرنا ہوگا، اور یہ غلط ہے۔

پنجم: اس کی یہ تاویل کرنا کہ مراد اس کی طبیعت یا وصف کا بدلنا نہیں ہے، بلکہ ان کی عبارت کا اطلاق اصلاح و نقایہ کی عبارت میں نہیں چل سکتا ہے کہ تغیر بالطبخ معہ ہے، اور یہ وہ چیز ہے جس سے نظافت مقصود نہ ہو، اس لئے کہ اس بناء پر اُس چیز سے جس سے تغیر واقع ہو وضو جائز ہوگا، یعنی جب کہ نظافت والی چیز کے ساتھ پکانے کو مطلق رکھا جائے،

¹ بحر الرائق بحث الماء سعید کمپنی کراچی ۱۸/۱

² کنز الدقائق بحث الماء ایجو کیشنل پریس کراچی ۱۱/۱

حالانکہ یہ قطعاً مراد نہیں ہے، کیونکہ جب پکانے سے متغیر ہو گیا تو مقید ہو گیا یہ نہیں کہ جب مقید ہو گیا تو پکانے سے متغیر ہو گیا۔ (ت) میں کہتا ہوں "ش" کی عبارت میں تبدیلی بحر کے مفاد کیلئے ہے کیونکہ ان کا قول فی المختار کما فی البحر ایک ایسے شخص کو جس نے بحر نہ دیکھی ہو اس وہم میں مبتلا کر سکتا ہے کہ یہ بحر کے منقول کی تصحیح ہے جو انہوں نے کسی سے نقل کیا ہے، کیونکہ وہ اس کے اصحاب سے نہیں جیسا کہ اس کا اعتراف "ش" نے عقود رسم المفتی میں کیا ہے اور ہم نے اس کو "ہبہ البحر فی عمق ماء کثیر" میں ذکر کیا ہے جبکہ امر واقعہ یہ نہیں ہے، یہ بات انہوں نے اس لئے کہی ہے کہ وہ اپنی طرف سے اس کے مخالف ہیں، وہ مختار نہیں سمجھتے (ت) چہارم: پکنے کی وجہ سے طبیعت کا زائل ہونا کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے، ہاں جب ٹھنڈا ہوتا ہے تو تقسیم صحیح ہے، تو پکے کا دار و مدار گاڑھے پن پر ہوگا اور پکے ہوئے میں اس کی دلیل پر ہوگا اور غالباً بر جندی اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ وہ اس کے بعد ظہیر یہ کے کلام کو لائے ہیں، یہ اس کی مکمل تحقیق ہے۔ (ت)

اقول: (۱) وقوع فی تعبیر ش تغیر لمفاد البحر فان قوله فی المختار کما فی البحر یوقع من لایراجع البحر فی توهم انه تصحیح منقول فی البحر عن اہله فانہ رحمہ اللہ تعالیٰ لم یکن من اصحابہ کما اعترف بہ ش فی عقود رسم المفتی و بیناہ فی رسالتنا ہبۃ الجیر فی عمق ماء کثیر و لیس کذلک و انما قال لخالفہ من قبل نفسہ لیس ہو المختار۔

والرابع: (۲) لماکان زوال الطبع بالطبخ ربما لا یظهر الا اذا بر دصح التقسیم فیحال فی النبی علی عین الثخونة و فی المطبوخ علی دلیلہا و کأنہ الی ہذا یشیر البر جندی بتعقیبہ بکلام الظہیریۃ فاستقر ان شاء اللہ تعالیٰ ولہ الحمد عرش التحقیق * بحسن التوفیق * علی التطبيق والتوفیق * وبالله سبحنہ وتعالی التوفیق۔

(۲۱۸) پانی میں میوے جوش دے کر ان کا عرق نچوڑا یہ عرق اگرچہ پانی سے مخلوط ہوگا کہ حرارت نار کے سبب میوے پانی کا تشراب کریں گے خصوصاً جبکہ کُٹ کر ڈالے اس سے وضو جائز نہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے:

پھلوں کے پانی سے وضو جائز نہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ سبب یا امر و کو باریک باریک کُٹ لیا جائے اور

لا یجوز التوضوء بماء الفواکہ و تفسیرہ ان یدق التفاح او السفرجل دقنا عما ثم

<p>يعصره فيستخرج منه الماء وقال بعضهم تفسيره ان يدق التفاح او السفرجل ويطبخ بالماء ثم يعصر فيستخرج منه الماء وفي الوجهين لا يجوز به التوضوء لانه ليس بماء مطلق¹۔</p>	<p>پھر ان کو نچوڑ کر اُن سے پانی نکالا جائے، بعض نے اس کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ سیب یا امرود کو باریک کر کے پانی کے ساتھ پکایا جائے پھر نچوڑا جائے اور پانی نکالا جائے اور دونوں صورتوں میں اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ یہ مطلق پانی نہیں ہے۔ (ت)</p>
---	---

(۲۱۹) یہ پانی جس میں میوے جوش دے اس کا حکم ذکر نہ فرمایا۔

واقول: وہ استعین اگر میوے خفیف جوش دے جس میں قدرے نرم ہو کر نچوڑنے میں اچھی طرح آئیں اور نکال لئے کہ پانی میں اُن کے اجزائے لطیفہ قدر تغیر نہ ملنے پائے تو اُس پانی سے وضو جائز ہونا چاہئے اور اب یہ پانی نمبر ۱۰۸ و ۱۰۹ میں داخل ہوگا اور اگر میوے اس میں پک گئے کہ اُسے متغیر کر دیا تو اُن کے نکال لینے کے بعد بھی اس پانی سے وضو ناجائز ہے یہ ۲۱۹ نمبر ہوگا۔

(۲۲۰) سر پر مہندی یا کوئی خضاب یا ضاد لگا ہوا ہے اور مسح کرتے میں ہاتھ اس پر گزرتا ہوا پہنچا یوں کہ یا تو وہ ضاد (۱) و خضاب رقیق بے جرم مثل روغن ہے تو اُسی کی جگہ مسح کیا وہ جرم دار ہے تو اس کے باہر چہارم سر کی قدر مسح کیا مگر ہاتھ اس پر ہوتا گزر اگر اس گزرنے میں ہاتھ کی تری میں اُس خضاب و ضاد کے اجزاء ایسے مل گئے کہ اب وہ تری پانی نہ کھلائے گی تو مسح جائز نہ ہوگا ورنہ جائز۔

یہ نمبر (۲۲۱) ہوا جس کا جائزات میں اضافہ ہونا چاہئے، وجیز امام کروری فصل مسح میں ہے:

<p>مسحت علی الخضاب ان اختلطت البلة بالخضاب حتی خرجت عن كونها ماء مطلقاً لم یجز² ھا اقول: ولا بد من تقييد مفهومه بما ذكرت فاعرف۔</p>	<p>خضاب پر مسح کیا اگر تری خضاب سے مل گئی یہاں تک کہ ماء مطلق ہونے سے خارج ہو گئی تو اُس سے مسح جائز نہیں اھ میں کہتا ہوں اس کے مفہوم کو مقید کرنا ضروری ہے اس قید کے ساتھ جو میں نے ذکر کی ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ (ت)</p>
--	---

(۲۲۲) پانی میں سٹو گھلے ہوں کہ وہ رقیق نہ رہے اُس سے وضو ناجائز ہے، ہدایہ و کافی میں ہے:

<p>الا ان يغلب على الماء فيصير كالسويق</p>	<p>مگر یہ کہ وہ پانی پر غالب ہو کہ پانی مثل ستوؤں کے ہو جائے،</p>
--	---

¹ فتاویٰ قاضی خان فصل فیما لا یجوز بہ التوضی نوکسور لکھنؤ ۹/۱

² فتاویٰ بزازیہ مع العالمگیری الرابع فی المسح، نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۵ / ۴

لزوالم اسم الماء عنه ¹	کیونکہ اب اس سے پانی کا نام ختم ہو گیا ہے۔ (ت)
-----------------------------------	--

خانہ میں ہے:

وان صار ثخیناً مثل السويق لا ²	اور اگر ستوؤں کی طرح گاڑھا ہو جائے تو جائز نہیں۔ (ت)
---	--

المقابلات^۳

(۲۲۳) اہلے میں اگر اس قدر مٹی کُوڑے وغیرہ کا خلط ہے کہ پانی کیچڑ کی طرح گاڑھا ہو گیا تو اُس سے وضو جائز نہیں، خانہ میں ہے:

توضاً بماء السيل يجوز وان كان ثخيناً كالطين لا ³	اگر کسی نے سیلاب کے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے اور اگر کیچڑ کی طرح گاڑھا ہو تو جائز نہیں۔ (ت)
---	---

اجناس امام ناطقی پھر منیہ میں ہے:

التوضي بماء السيل ان لم تكن رقة الماء غالبية لايجوز ⁴	اگر پانی کی رقت غالب نہ ہو تو سیلاب کے پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔ (ت)
--	--

اقول: علمائے کرام پر اللہ عزوجل کی رحمتیں احتیاط کے لئے ایسی نادر صورتیں بھی ذکر فرماتے ہیں ورنہ سیلاب کا ایسا ہونا بہت بعید ہے وہ اس سے تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب اس قدر آب کثیر وغیرہ اتنے اختلاط تراب سے ناقابل وضو ہو گیا تو برساتی ندیوں یا گھڑے لوٹے کے پانی کیا ذکر؟

(۲۵۱۶۲۲۳) کاہی آٹاپے پھل بلیں شجرف یا کسم کی زردیاں کچھ چونا ریشم کے کیڑے مینڈک وغیرہ غیر دموی جانور کے اجزا چنے باقلا وغیرہ ناج کے سبزے کو لتار روٹی کے دترے صابون اُشنان ریحان بابونہ خطمی برگ کنار کچے خواہ یہ چھ نظافت کیلئے پانی میں پکائے ہوئے غرض کوئی چیز حتی کہ برف جو اصل پانی ہے اگر پانی ہے اگر پانی میں مل کر اُس رقت زائل کر دے اُس سے وضو ناجائز ہوگا۔

عہ: یعنی وہ پانی جن کی صورت جواز جائزات میں گزری یہ صورتیں ان کے مقابل ہیں ۱۲ (م)

¹ ہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ مطبع عربیہ کراچی ۱۸/۱

² قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی نوکشتور لکھنؤ ۱/ ۹

³ قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی نوکشتور لکھنؤ ۱/ ۹

⁴ متن غنیۃ المستملی احکام المیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

<p>اقول: وهذا هو محمل مافی خزانه المفتين عن شرح مجمع البحرين لايحوز الوضوء بماء الباقي وماء الصابون وماء الاشنان¹ اه كما ان الاول محمل اطلاق القدوري وغيره الجواز في الصابون والاشنان غيرانه حمل قريب لان المعهود هو خلطهما قليلا بحيث لا يذهب الرقة (۱) وانما البعد في (۱) مافی شرح المجمع۔</p>	<p>میں کہتا ہوں خزانه المفتين میں جو شرح مجمع البحرين سے ہے اس کا محمل یہی ہے، اس کی عبارت یہ ہے کہ باقی اور صابون اور اشنان کے پانی سے وضو جائز نہیں ہے اہ جیسا کہ اول قدوری وغیرہ کے اطلاق کا محمل ہے ان کے اطلاق سے اشنان اور صابون کے پانی سے جواز معلوم ہوتا ہے، یہ حمل قریبی ہے کیونکہ عام طور پر یہ دونوں چیزیں کم مقدار میں ملائی جاتی ہیں کہ اس سے پانی کی رقت ختم نہیں ہوتی ہے، اور شرح مجمع میں جو ہے وہ بعید ہے۔ (ت)</p>
---	--

ان پر اکثر نصوص ان کے مقابلات میں اپنے اپنے محل پر مذکور ہوئے اور خانہ میں فرمایا:

<p>لوقوع الثلج في الماء وصار ثخيناً غليظاً لايحوز به التوضوء لانه بمنزلة الجمد وان لم يصير ثخيناً جاز²۔</p>	<p>اگر برف پانی میں گر گئی اور پانی گاڑھا ہو گیا تو اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ یہ بمنزلہ جمد کے ہے اور اگر گاڑھانہ ہو تو جائز ہے۔ (ت)</p>
--	---

یہ برف کا نص ہے کہ اگر پانی کو گاڑھا کر دے اس سے وضو ناجائز ہو گا جب تک پگھل کر پانی کی رقت عود نہ کرے اور گاڑھانہ کرے تو جائز یہ نمبر (۲۵۲) ہوا کہ جائزات میں اضافہ ہوگا۔

(۲۵۳ و ۲۵۴) جس پانی میں کوئی دوا یا غذا پکا کر تیار کی متون میں ہے لا بما تغیر بالطبخ (نہ اس پانی سے جو پکانے سے متغیر ہو جائے۔ ت)

(۲۵۵ و ۲۵۶) یوں ہی چائے یا کافی جن کے پکانے سے پانی کی رقت میں فرق آئے اگرچہ ان سے سیلان نہیں جاتا رقت و سیلان کافر قضا میں مذکور ہو گا ان شاء اللہ قہوہ میں گاڑھاپن ضرور مشہود ہوا ہے اور اگر اُسے بھی پانی میں اثر کرنے سے پہلے نکال لیا تو جواز رہے لعدم الطبخ و بقاء الطبخ کما فی ۱۱۰ (۲۵۷) بھی جائزات میں زائد کیا جائے۔

(۲۶۲ و ۲۵۸) عرق گاؤز بان گلاب کیوڑا بید مشک خوشبو ہوں یا ترے ہوئے یوں ہی

¹ خزانه المفتين

² قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی نوکسور لکھنؤ ۹

ہر عرق اوصاف میں پانی کے خلاف ہو یا موافق غرض جو بہتی چیز پانی کی نوع سے نہیں جب پانی کی مقدار سے زیادہ اُس میں مل جائے بالاجماع اُس سے وضو نہ ہو سکے گا۔

اگر دونوں اجزاء میں برابر ہوں تو یہ چیز ظاہر روایت میں نہیں ہے، فقہاء نے فرمایا اس کا حکم احتیاطاً مغلوب پانی کا سا ہے۔ غنیہ میں کہا اور اسی طرح ہے جب وہ مساوی ہوں احتیاطاً حتیٰ کہ جب دونوں برابر ہوں تو وضو کے ساتھ تیمم بھی کر لیا جائے (ت) میں کہتا ہوں اس کو انہوں نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا اور ان کے علاوہ کسی نے اس کو ذکر نہیں کیا، اور یہ قواعد سے دُوری ہے، جس چیز میں بھی حرام کرنیوالی اور مباح کرنیوالی دلیل جمع ہو جائے تو حرام کرنے والی غالب رہے گی اور مغلوب کا کوئی حکم نہ ہوگا اور جب دونوں برابر ہوں تو تعارض ہوگا اور تساقط ہو جائیگا، پھر اس کا پانی کہا جانا کسی دوسرے نام سے اولیٰ نہیں ہے تو اس پر مطلق پانی کا نام کیسے بولا جائیگا اور جو مطلق پانی نہ ہو اس سے وضو بالکل جائز نہیں اور جو چیز صحیح نہ ہو اس میں مشغولیت مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ در میں قنیہ سے ہے، بلکہ یہ تو مال کا ضائع کرنا ہے لہذا حرام ہوگا، اس پر غور کیجئے اور مراجعت کیجئے، اور شاید انہوں نے ان کے قول احتیاطاً سے یہ سمجھا کہ ان کو اس کے پانی ہونے میں شک ہے

فان استویا فی الاجزاء لم یذكر هذا فی ظاہر الروایة وقالوا حکمہ حکم الماء المغلوب احتیاطاً¹ وقال فی الغنیة وكذا ان كانت مساویة احتیاطاً حتی یضم الیه التیمم عند المساواة²۔

اقول: لم یسندہ لاحد ولم ارہ لغیرہ وفیہ نبوء عن القواعد فبأ (۱) اجتماع حاطر ومبیح الاغلب الحاطر ولا حکم للمغلوب وایضاً اذا استویا (۲) فقد تعارضاً واذ تعارضاً تساقطاً وایضاً لیس (۳) تسمیته ماء بأولی من تسمیة غیرہ فکیف ینطلق علیہ اسم الماء المطلق وما لیس بماء مطلق لا یصح الوضوء به اصلاً والاشتغال بما لا یصح یکرہ تحریماً کما فی الدر عن القنیة بل هو اذاعة المال فیحرم تأمل وراجع وکانہ فهم من قولهم احتیاطاً ان لهم شکاً فی کونه ماء فاحتزوا عنه للاحتیاط فان لم یکن ماء لم یجز الوضوء به وان کان ماء لم یجز التیمم مع وجودہ

¹ بدائع الصنائع فصل فی الماء المقید بالجمع ای سجد کثیری کراچی ۱۵/۱

² غنیة المستملی فصل فی احکام المياه سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

<p>فیجمع بینہما خروجاً عن العہدۃ بیقین فأنہ انکان ماء فقد توضأ وان لم یکن فقد تیمم کما فی سؤر (۱) الحمار للشک فی طہوریتہ ولیس (۲) کذلک بل الاحتیاط ہنہا بمعنی العمل بأقوی الدلیلین لایستقیم لاحد ان یسیبہ ماء مطلقاً فہو خارج عنہ بالیقین من دون شک ولا تخمین واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>تو احتیاطاً اس سے انہوں نے پرہیز کیا ہے اب اگر وہ پانی نہیں تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر پانی ہے تو اس سے تیمم جائز نہیں، تو تیمم اور وضو دونوں کو جمع کیا جائیگا تاکہ یقین سے فریضہ ادا ہو جائے، کیونکہ اگر درحقیقت پانی ہو تو وضو ہو گیا اور اگر پانی نہیں تو تیمم ہو گیا، جیسا کہ گدھے کے جوتھے کا حکم ہے، کیونکہ اس کے طہور ہونے میں شک ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں یہ احتیاط ہے کہ اقوی الدلیلین پر عمل ہو جائے، کوئی اس کو مطلق پانی نہیں کہتا یہ اس سے یقیناً خارج ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
--	---

(۲۶۶۳ تا ۲۶۶۴) اقوال ایسی بے لون چیزیں اگر مزہ پانی کے خلاف رکھتی ہوں کہ نصف سے کم مل کر بدل دیں تو باتفاق منقول وضابطہ اس سے وضو کا عدم جواز چاہئے۔

<p>اما المنقول فلان العبرة بالطعم حیث لالون واما الضابطة فلانها ذوات وصف او وصفین وعلی کل یکفی تغیر وصف واحد فبأمر عن البحر من (۳) العبرة بالأجزاء فی ماء لسان الثور وماء الورد المنقطع الرائحة^۱ ومثله فی الغنیۃ غیر مسلم فلیتنبہ۔</p>	<p>رہی نقل دلیل تو اعتبار مزے کا ہے جہاں رنگ نہ ہو اور ضابطہ یہ ہے کہ وہ دو صفوں والی چیز ہے یا ایک وصف والی چیز ہے اور بہر صورت ایک وصف کا بدلنا کافی ہے اور بحر میں جو ہے کہ زبانِ ثور اور گلاب کے پانی میں جس کی خوشبو ختم ہو چکی ہو اجزاء کا اعتبار ہے، مسلم نہیں، فلیتنبہ۔ (ت)</p>
---	---

نوع آخر مقابلات نوع آخر قسم اول

صنف اول۔ جامدات

(۲۷۵۶ تا ۲۷۵۷) نیز میں چھوہارے یا کشمش خواہ کوئی میوہ شربت میں شکر بتا سے مصری خواہ کوئی خشک شیرینی خیساندہ میں دوارنگ میں کسم کیسر پڑیا روشنائی میں کیسے ماز و خواہ اور اجزاء جب اتنے

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

ڈالیں کہ پانی اپنی رقت پر نہ رہے اس سے بالاجماع وضو ناجائز ہے۔ قدوری و ہدایہ و نقایہ وغیرہ عامہ کتب میں ہے:

لا بقاء غلب علیہ غیرہ فاخرجه عن طبع الماء ¹ ۔	نہ اس پانی سے جس پر غیر کا غلبہ ہو تو اس کو پانی کی طبیعت سے نکال دے۔ (ت)
--	---

صنف دوم۔ مائعات

(۲۷۸ تا ۲۷۶) زعفران حل کیا ہوا پانی یا شہاب اگر پانی میں مل کر اس کی رنگت کے ساتھ مزہ یا بو بھی بدل دے تو اس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے۔

لتغیر اللون علی الحكم المنقول واكثر من وصف علی الضابطة	اس لئے کہ رنگ متغیر ہو گیا، اس حکم پر جو منقول ہوا، اور ایک وصف سے زائد ہے ضابطہ پر۔ (ت)
--	--

یوں ہی پڑیا حل کیا ہوا پانی جب رنگ اور ایک وصف اور بدل دے۔

لانه انكان ذا الثلاثة كفى تغیر وصفین للوفاق فكيف اذا كان ذا وصفین۔	اس لئے کہ اگر وہ تین اوصاف والا ہو تو اس میں دو وصفوں کا تغیر کافی ہے اس پر اتفاق ہے تو پھر دو وصفوں کا کیا حال ہوگا؟ (ت)
--	---

(۲۷۹) تربوز کا شیریں پانی جبکہ پانی میں پڑ کر رنگ کے ساتھ اس کا ایک وصف اور بدل دے، ہاں رنگ نہ رکھتا ہو تو مزے کا اعتبار ہے۔

وهو محمل قول الزيلعي والافهوذوالثلاثة كما هو معلوم مشاهد وقال في المنحة قال الرملي لمشاهد في البطيخ مخالفته للماء في الرائحة وايضا في البطيخ ما لونه احمر وفيه ما لونه اصفر ² اقول: اي لون مائه اذ فيه الكلام	اور یہی زیلیعی کے قول کا مطلب ہے، قول یہ ہے ورنہ وہ تین وصفوں والا ہے، جیسا کہ مشاہد و معلوم ہے، اور منہ میں فرمایا رملی نے کہا تربوز میں مشاہدہ یہ ہے کہ وہ بو میں پانی کے مخالف ہوتا ہے اور بطیخ میں کچھ سرخ رنگ کے اور کچھ پیلے رنگ کے ہوتے ہیں۔ (ت)
	میں کہتا ہوں اس سے مراد اس کے پانی کا رنگ ہے

¹ ہدایۃ الماء الذی یجوزہ الوضوء العربیہ کراچی ۱۸/۱

² منہ الخالق مع البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

لالون عینہ۔	کیونکہ کلام اسی میں ہے اس سے مراد خود بطخ ذات کارنگ نہیں۔ (ت)
-------------	---

(۲۸۰) سپید انگور کا شیرہ جب پانی کے مزے پر اس کا مزہ غالب آ جائے۔

لتغیر الطعم علی المنقول وهو ذو وصفین فیکفی تغیر واحد علی الضابطة فهذا مما لا یتأتی فیہ الخلا ففی شیئی من جانبی الجواز وعدمہ۔ فان قلت بلی فان الحکم لا یقتصر عند اهل الضابطة علی الطعم بل کذلک لو غلب الريح۔ اقول: طعمه اسرع عملا فلا یتغیر الريح مالم یتغیر۔	کیونکہ مزہ کا تغیر ہے منقول کے مطابق، اور وہ دو ۲ وصفوں والا ہے تو ایک میں تغیر کافی ہے ضابطہ کے مطابق، یہ وہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں جواز و عدم جواز کے جانبین میں۔ (ت) اگر یہ کہا جائے کہ حکم اہل ضابطہ کے نزدیک مزہ پر موقوف نہیں بلکہ بُو کے غلبہ کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔ (ت) تو میں کہتا ہوں اس کے مزے کا عمل تیز تر ہوتا ہے تو جب تک مزہ نہ بدلے بُو نہیں بدل سکتی ہے۔ (ت)
---	---

(۲۸۱) سپید انگور کا سرکہ ملنے سے اگر پانی کا مزہ بدل گیا سرکہ کا مزہ اس پر غالب ہو گیا۔ لہذا مرویتاً فیہ الخلاف کمایاتی (اس کا حکم گزر اور اس میں اختلاف آتا ہے۔ ت)

(۲۸۲) رنگت دار سرکہ جب پانی میں مل کر رنگ اور بُو (اس لئے کہ عام سرکوں کی بُو قوی تر ہوتی ہے ۱۲ منہ) دونوں بدل دے۔

لحصول اللون علی المنقول ووصفین علی الضابطة۔	منقول کے مطابق رنگ والا ہے اور ضابطہ کے مطابق دو وصفوں والا ہے۔ (ت)
---	---

(۲۸۳) ایسے سرکہ کا مزہ اقوی ہو تو جب اُس سے مزہ کے ساتھ رنگت بھی بدل جائے۔

(۲۸۴) جس سرکہ کا رنگ قوی تر ہو جب رنگ کے ساتھ ایک وصف اور بدل دے والو جب قد علم (اس کی وجہ معلوم ہے۔ ت)

(۲۸۵) دودھ جب اس کا رنگ اور مزہ دونوں پانی پر غالب آ جائیں۔

لان العبرة فی المنقول باللون وعند الزیلعی وکثیر من اتباعه باحد وصفین اللون	اس لئے کہ اعتبار منقول میں رنگ ہی کا ہے اور زیلعی کے نزدیک (نیز ان کے اکثر تبعین کے نزدیک)
---	--

والطعم وعند المحقق علی الاطلاق وصاحب الدرر بهما معاً فاذا تغير احصل الوفاق علی سلب الاطلاق۔	دو اوصاف میں سے ایک کا اعتبار ہے (یعنی رنگ یا مزہ)، اور محقق علی الاطلاق اور صاحب درر کے نزدیک دونوں کا ایک ساتھ اعتبار ہے، اب جبکہ دونوں وصف ہی بدل جائیں تو پانی کا اطلاق نہ ہونے پر اتفاق ہو جائے گا۔ (ت)
---	--

یہ ایک عہد سوبائیس وہ ہیں جن سے وضو بالاتفاق عہد ناجائز ہے یعنی نہ ہو سکتا ہے نہ اُس سے نماز جائز ہو و اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بآرک وسلم۔

قسم سوم جن سے صحت وضو میں حکم منقول و مقتضائے ضابطہ امام زلیعی کا خلاف ہے صنف اول خشک اشیا (۲۸۶ و ۲۸۷) چھوہارے کے سوا کشمش انجیر وغیرہ کوئی میوہ بالا جماع الامامین الاوزاعی ان ثبت عنہ (مگر وہ جو امام اوزاعی سے مروی ہے اگر ان سے ثابت ہو۔ ت) اور مذہب صحیح معتمد مفتی بہ مرجوع الیہ میں چھوہارے بھی جبکہ تادیر تر کرنے سے پانی میں اُس میوہ کی کیفیت اس قدر آجائے کہ اب اُسے پانی نہ کہیں نبیذ کہیں اس سے وضو نہیں ہو سکتا اگرچہ رقیق ہو، بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

قیاس ماذکرنا انه لایجوز الوضوء بنبیذ التمر لتغیر طعم الماء و صیرورته مغلوباً بطعم التمر و بالقیاس اخذ ابو یوسف و قال لایجوز التوضوء به الا ان ابا حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترک القیاس بالنص فجوز التوضوء به وروی نوح فی الجامع المروزی عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه رجع عن ذلك و قال لایتوضوء به	جن چیزوں سے ہم نے وضو کے جائز نہ ہونے کا قول کیا ہے وہ نبیذ تمر پر قیاس کی گئی ہیں، کیونکہ پانی کا مزہ بدل گیا ہے اور وہ کھجور کے مزہ سے مغلوب ہو گیا ہے قیاس پر ابو یوسف نے عمل کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اُس سے وضو جائز نہیں، اور امام ابو حنیفہ نے نص کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا اور اُس سے وضو کو جائز قرار دیا، اور نوح نے جامع مروزی میں ابو حنیفہ سے روایت کی کہ آپ نے اس سے رجوع
---	--

عہ ۱: ۱۶۰ کے بعد ۱۲۵ ہوئے مگر ان میں تین نمبر ۲۲۱ و ۲۵۷، ۲۵۲ جائزات کے تھے لہذا ایک سو بائیس ۱۲۲ رہے ۱۲ (م)

عہ ۲: یعنی ضابطہ زلیعی اور ان احکام کے اتفاق سے جو قول امام محمد پر مبنی ہیں جیسا کہ تنبیہ ضروری میں گزر ۱۲۱ منہ غفرلہ (م)

وہو الذی استقر علیہ قوله کذا قال نوح وبہ اخذ ابو یوسف ¹ ۔	کر لیا اور فرمایا کہ اس سے وضو نہ کیا جائے اور ان کے اس قول پر اتفاق ہوا، یہی نوح کا قول ہے اور یہی ابو یوسف نے لیا ہے۔ (ت)
---	---

فتح القدیر میں ہے:

وجہ تصحیح الروایۃ الموافقة لقول ابی یوسف لان آية التيمم ناسخة له لتاخرها اذ هي مدنية وعلى هذا مشى جماعة من المتأخرين ² ۔	اس روایت کی تصحیح جو ابو یوسف کے قول سے مطابقت رکھتی ہے لازم ہے، کیونکہ آیت تیمم اس کو منسوخ کرنے والی ہے وہ مدنی ہونے کی وجہ سے متأخر ہے، اور متأخرین کی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے۔ (ت)
---	--

حلیہ میں ہے:

ذكر نوح الجامع والحسن بن زياد ان اباحنيفة رضي الله تعالى عنه رجع الى انه يتيمم ولا يتوضوء كما هو مختار ابی یوسف وقول اكثر العلماء منهم مالك والشافعي واحمد قال قاضي خان وهو الصحيح ³ اه	نوح اور حسن بن زياد نے ذکر کیا کہ ابو حنیفہ نے اس سے رجوع کر لیا اور فرمایا بجائے وضو کے تیمم کرنا چاہئے، یہی ابو یوسف کا مختار ہے اور اکثر علماء مثلاً شافعی، مالک اور احمد کا قول ہے اور قاضی خان نے کہا یہی صحیح ہے اھ۔ (ت)
---	---

غنیہ میں شرح جامع صغیر قاضی خان سے ہے:

روای اسد بن عمر ونوح بن ابی مریم والحسن عن ابی حنيفة رضي الله تعالى عنه انه رجع الى قول ابی يوسف والصحيح قول ابی حنيفة الآخر ⁴ اه اقول فهذان متابعان قويان لنوح الجامع فزال ماكان	روایت کیا اسد بن عمر و نوح بن ابی مریم و الحسن عن ابی حنیفہ رضي الله تعالى عنه انه رجع الى قول ابی يوسف والصحيح قول ابی حنيفة الآخر ⁴ اه اقول فهذان متابعان قويان لنوح الجامع فزال ماكان
---	--

¹ بدائع الصنائع فصل الماء المقيد بفتح السين كمنى كراچی ۱۵/۱

² فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ نوریہ رضویہ کھر

³ حلیہ

⁴ شرح جامع الصغیر لقاضی خان

یخشى من تبرى ملك العلماء اذ قال كذا قال نوح۔	نے فرمایا کذا قال نوح۔ (ت)
--	----------------------------

غنیہ میں ہے:

لايتوضوء به هي الرواية المرجوع اليها عن ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه وعليها الفتوى لان الحديث وان صح لكن اية التيمم ناسخة له اذ مفهومها نقل الحكم عند عدم الماء المطلق الى التيمم ونبذ التمر ليس ماء مطلقاً ¹ ۔	اس سے وضو نہ کیا جائے، یہ ابو حنیفہ کی وہ روایت ہے جس کی طرف رجوع کیا ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ حدیث اگرچہ صحیح ہے لیکن تیمم کی آیت اس کی ناسخ ہے کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب مطلق پانی نہ ہو تو حکم کو تیمم کی طرف منتقل کر دیا جائے اور نبذ تمر مطلق پانی نہیں ہے۔ (ت)
--	---

بحر میں ہے:

لايتوضوء به وهو قوله الآخر قدر جمع اليه وهو الصحيح واختاره الطحاوى وبالجمله فالمذهب المصحح المختار المعتمد عندنا عدم الجواز ² ۔	نبذ سے وضو نہ کیا جائے، یہی امام ابو حنیفہ کا آخری قول ہے، انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا تھا، یہی صحیح ہے اور اسی کو طحاوی نے اختیار کیا، خلاصہ یہ کہ ہمارے نزدیک تصحیح شدہ، مختار، معتمد مذہب وضو کے عدم جواز کا ہے۔ (ت)
--	--

خانہ میں ہے:

هو قول ابى حنيفة الآخر ³ ۔	یہی ابو حنیفہ کا آخری قول ہے۔ (ت)
---------------------------------------	-----------------------------------

ہندیہ میں یعنی شرح کنز سے ہے:

الفتوى على قول ابى يوسف ⁴ ۔	فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہے۔ (ت)
--	----------------------------------

در مختار میں ہے:

يقدم التيمم على نبذ التمر	تصحیح شدہ قول کے مطابق نبذ تمر پر
---------------------------	-----------------------------------

¹ غنیہ المستملی، باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۲

² بحر الرائق کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳

³ قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی، نوکثور لکھنؤ ۹/۱

⁴ ہندیہ فیما لا یجوز بہ التوضی نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳/۱

<p>تیم کو مقدم کیا جائیگا، یہی صحیح مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ جب کوئی مجتہد کسی قول سے رجوع کرے تو اس پر عمل جائز نہیں، اور ان کا قول "مقدم کیا جائیگا" سے مراد یہ ہے کہ اس کو ترجیح دی جائیگی اور اختیار کیا جائیگا اور نیز سے وضو نہ کیا جائیگا۔ (ت)</p>	<p>على المذهب المصحح المفقى به لان المجتهد اذا رجع عن قول لايجوز الاخذ به¹ وقوله يقدم اى يرجح ويختار و يوتر فيفعله لا الوضوء به۔</p>
--	---

بدائع میں ہے:

<p>نیز منقہ اور دوسرے نبیذوں سے وضو جائز نہیں کیونکہ قیاس کی رو سے وضو صرف مطلق پانی سے ہو سکتا ہے اور یہ مطلق پانی نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مطلق پانی کے موجود ہونے کی صورت میں اس سے وضو جائز نہیں، مگر ہمیں اس کا جواز نص سے معلوم ہوا ہے اور نص خاص نیز تمر کی بابت وارد ہوا ہے تو باقی نبیذوں پر قیاس کے مطابق ہی عمل ہوگا۔ (ت)</p>	<p>اما نبیذ الزبيب وسائر الانبذة فلايجوز التوضوء بها لان القیاس یأبى الجواز الا بالماء المطلق وهذا ليس بماء مطلق بدلیل انه لايجوز التوضوء به مع القدرة على الماء المطلق الا انا عرفنا الجواز بالنص والنص ورد فى نبیذ التمر خاصة فیبقى ما عداه على اصل القیاس²۔</p>
---	---

ہدایہ میں ہے:

<p>دوسرے نبیذوں سے وضو قیاس کے مطابق جائز نہ ہوگا۔ (ت)</p>	<p>لايجوز التوضی بما سواه من الانبذة جریاً على قضية القیاس³۔</p>
--	---

عنایہ میں ہے:

<p>منقہ، انجیر وغیرہ کے نبیذ سے وضو جائز نہیں۔ (ت)</p>	<p>لايجوز نبیذ الزبيب والتین وغیر ذلك⁴۔</p>
--	--

غنیہ میں ہے:

<p>نیز تمر کے علاوہ باقی نبیذوں سے وضو کے عدم جواز</p>	<p>سائر الاشربة سوى نبیذ التمر ليس فى</p>
--	---

¹ در مختار باب التیم، مجتبائی دہلی ۳۱/۱

² بدائع الصنائع، مطلب الماء المقید، سعید کپنی کراچی ۱۷/۱

³ ہدایہ الماء الذى یجوز به الوضوء عربیہ کراچی ۳۲/۱

⁴ عنایہ مع فتح القدیر الماء الذى یجوز به الوضوء نوریہ رضویہ سکر ۱۰۵/۱

عدم جواز التوضی بہ خلاف^۱۔

میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ (ت)

اسی طرح عامہ کتب میں ہے۔

فأن قلت من این قولك انكان رقيقاً قلت لا طلاقهم ويقطع الوهم انهم صرحوا ان نبیذ التمر المختلف فی جواز الوضوء به مآکان رقيقاً اما الغلیظ فلا ثم قالوا ولا يجوز بها سواه من الانبذة لان نبیذ التمر خص بالآثر فوضح قطعاً ان المراد نفی التوضی بالرقیق منها اما الغلیظ فمعلوم الانتفاء ولا تخالف فيه بین نبیذ التمر وسائر الانبذة۔

اگر یہ سوال ہو کہ وان کان رقیقاً تم نے کہاں سے لیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فقہاء کے اطلاقات سے مفہوم ہے، اور وہم اس طرح دُور ہو جاتا ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ وہ نبیذ جس سے وضو کے ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے رقیق ہے اور گاڑھے میں کوئی اختلاف نہیں، پھر فرمایا اس نبیذ کے علاوہ باقی نبیذوں سے جائز نہیں کیونکہ نبیذ تمر نص سے مخصوص ہے، اس سے قطعی طور پر واضح ہوا کہ رقیق نبیذ سے وضو کی نفی مراد ہے کیونکہ گاڑھے میں تو اختلاف پہلے ہی نہیں تھا تو گاڑھے نبیذ میں نبیذ تمر اور باقی نبیذیں برابر ہیں۔ (ت)

بالجملہ نبیذ تمر سے مطلقاً وضو صحیح نہ ہونا مذہب صحیح معتمد مفتی بہ ہے اور باقی نبیذوں سے نہ ہونے پر تو اجماع ہے مگر ضابطہ زیلعیہ کا اقتضا یہ ہے کہ جب تک رقت باقی ہے صحیح ہو لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں کہ اسے نبیذ کہیں گے نہ کہ پانی تو نام آب باقی نہ رہنے کے سبب آب مطلق نہ رہا اور وضو آب مطلق ہی سے جائز ہے و بس۔

وبیان ذلك انها من الجامدات اوضابطة التقیید عنده فی الجامد زوال الرقة فحسب قال رحمه الله تعالى البخالط انكان جامدا فمادام یجری علی الاعضاء فالماء هو الغالب^۲ وتبعه فی الحلیة والدرر فاقترصا علی ذکر الجریان۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ جامدات سے ہے اور ان کے نزدیک جامد میں تقیید کا ضابطہ یہ ہے کہ رقت زائل ہو جائے، انہوں نے فرمایا اگر ملنے والی چیز جامد ہو تو جب تک وہ اعضاء پر بہہ سکے تو پانی ہی غالب ہو گا اور حلیہ اور درر میں اس کی متابعت کی اور دونوں نے جاری ہونے کے ذکر پر اکتفاء کیا۔ (ت)

اقول: (۱) وکان البعد فیہ اکثر لان الجریان علی الاعضاء هو السیلان والرقة اخص منه کما سیاتی فکان یقتضی جواز الوضوء

میں کہتا ہوں اس میں بعد زائد تھا کہ جاری ہونا اعضاء پر سیلان ہے اور رقت سیلان سے اخص ہے کما سیاتی تو اس کا مفہوم یہ نکلا کہ اگرچہ

^۱ غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۲

^۲ تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبعة الامیریہ بولاق مصر ۲۰/۱

رقت زائل ہو جائے اور سیلان باقی رہے تو وضو جائز ہے، مگر امام زیلیعی اور ان کی متابعت میں حلبی نے اس شبہ کا تدارک کرتے ہوئے فرمایا، تو جن حضرات نے فرمایا کہ اس سے وضو جائز ہے اگر رقیق ہو ورنہ نہیں اس کو اس صورت پر محمول کیا جائیگا کہ جب اس میں ملنے والی چیز جامد ہو اھ اور اسی کے قریب قریب محقق کا قول فتح میں اور صاحب بحر کا بحر وغیرہا میں ہے کہ اگر وہ شئی جامد ہے تو وضو اس وقت جائز نہ ہوگا جب پانی کی رقت ختم ہو جائے اور وہ اعضاء پر جاری نہ ہو سکے اھ تو فقہاء نے دونوں باتوں کو جمع کر دیا اور حکم دونوں کے معاً انتفاء پر ہوا اور جو محذور تھا وہ لوٹ آیا، ہاں ایک صورت یہ ہے کہ واؤ بمعنی او ہو اور اس صورت میں جریان اور سیلان کا ذکر رقت کے بعد اضافی ہوگا، لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے تو غنیہ کی عبارت بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی جامد چیز کے ملنے سے پانی کے مقید ہونے میں معتبر اس کی رقت کا زائل ہونا ہے اھ اور بحر نے اس کے بعد فرمایا کہ اگر ملنے والی چیز جامد ہو تو اس میں اجزاء کے غلبے کا پتا اس کے گاڑھاڑ جانے سے ہوگا اھ (ت) آپ کو معلوم ہے کہ اس سلسلہ میں مدار نام کے زائل ہونے پر ہے جیسا کہ امام نے اعتراف کیا ہے انہوں نے ضابطہ یہ بیان کیا کہ اس بات میں نام کا زائل ہونا ہی بہتر ہے اھ اور جب کوئی جامد شئی پانی میں ملتی ہے

وان زالت الرقة مع بقاء السيلان لكن الامام الزيلعي وبالنقل عنه الحلبي تداركاه بقولهما بعده فيحمل قول من قال ان كان رقيقاً يجوز الوضوء به والا فلا على ما اذا كان المخالط له جامداً¹ اھ وبقرب منه قول المحقق في الفتح والبحر في البحر وغيرهما فان كان جامداً فبانتفاء رقة الماء وجريانه على الاعضاء² اھ فجمعوا بينهما فابتنى الحكم على انتفائهما معاً وعاد المحذور الا ان يقال ان الواو بمعنى او حينئذ يكون ذكر الجريان والسيلان بعد الرقة مستدركا غير انه قد شاع وذاع والخطب سهل فالاحسن عبارة الغنية المعتبر في صيرورة الماء مقيداً بمخالطة الجامد زوال رقتة³ اھ والبحر من بعد اذ قال فان كان المخالط جامداً فغلبة الاجزاء فيه بشخونته⁴ اھ وانت تعلم ان المدار الباب على زوال الاسم كما اعترف به الامام الضابط بقوله زوال اسم الماء عنه هو المعتبر في الباب اھ وبخلط الجامد ربما يزول

¹ تبيين الحقائق كتاب الطهارة مطبعة الاميرية مصر ۲۰/۱

² بحر الرائق كتاب الطهارة ابيچ ايم سعيد کمپنی کراچی ص ۶۹

³ غنية المستملی فصل فی احکام المياه سهیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

⁴ بحر الرائق كتاب الطهارة ابيچ ايم سعيد کمپنی کراچی ص ۶۹

تورقہ کے زائل ہونے سے قبل ہی نام زائل ہو جاتا ہے، جیسے زعفران کا پانی جس سے کوئی چیز رنگی جاسکتی ہو، اور نبیذ، اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اختلاف رقیق نبیذ میں ہے۔ ہدایہ میں ہے اختلاف اس میں ہے کہ نبیذ میٹھا اور پتلا ہو اور اعضاء پر پانی کی طرح بہتا ہو اس میں یہ اضافہ کیا کہ اگر وہ شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں

اور بدائع میں ہے کہ اگر نبیذ شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو بلا اختلاف اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر رقیق ہے مگر اس میں اتنا جوش آگیا ہو کہ جھاگ دے گیا ہو کیونکہ اب یہ مسکر ہو گیا اور مسکر حرام ہے لہذا اس سے وضو جائز نہیں، نیز یہ کہ جس نبیذ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تھا وہ رقیق اور میٹھا تھا لہذا اگر وہ اور گاڑھا نبیذ اس کے حکم میں نہیں

الاسم قبل زوال الرقة كماء الزعفران الصالح للصبغ والنبیذ وقد صرحوا ان الاختلاف انما كان في نبیذ التمر الرقیق قال في الهداية النبىذ المختلف فيه ان يكون حلوا رقیقا یسیل على الاعضاء كالماء¹ اه زاد في الكافي فان كان غلیظا كالدبس لم یجز الوضوء به² اه وفي البدائع وان كان غلیظا كالرب لا یجوز التوضوء به بخلاف وكذا ان كان رقیقا لكنه غلا و اشتد وقذف بالزبد لانه صار مسكرا والمسكر حرام فلا یجوز التوضوء به ولان النبىذ الذى توضأ به رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان رقیقا حلوا فلا یلحق به الغلیظ المر³ وهكذا في الحلیة والغنية والبحر والدروعة الكتب^ع بل في العناية النبىذ

مسکین علی الکثر میں ہے کہ وہ نبیذ جس میں اختلاف ہے رقیق اور میٹھا ہے جو پانی کی طرح اعضاء پر بہتا ہو اس میں یہ اضافہ کیا یعنی غلبہ پانی کا ہو تاکہ خزانہ اکمل سے جو منقول ہوا اس کے موافق ہو جائے، کیونکہ اگر میٹھا نہ ہو تو اس سے وضو کے جواز میں کوئی خلاف نہیں، نہراہ میں کہتا ہوں سبحان اللہ جب پانی کا غلبہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: فی مسکین علی الكنز النبىذ المختلف فيه ان يكون حلوا رقیقا یسیل على الاعضاء كالماء اه قال السيد ابو السعود اى والغلبة للماء لیوافق ما تقدم عن خزانة الاكمل فان لم یحل فلا خلاف فی جواز الوضوء به نهر اه اقول (۱) سبحن الله اذا كان الغلبة للماء

¹ ہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ عربیہ کراچی ۳۲/۱

² کافی

³ بدائع الصنائع مطلب الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱۷/۱

المختلف فيه ذكر محمد في النوادر هو ان تلقى تميرات في ماء حتى صار الماء حلواً رقيقاً اه¹۔
وزوال اسم الماء عنه مقطوع به مجمع عليه ولاجله صار المذهب المختار المعتمد عدم جواز الوضوء به الا ترى ان في قول الامام الاول المرجوع عنه انما يجوز الوضوء به اذ لم يجد الماء ولا يجوز الا منوياً واذا وجد ماء مطلقاً ينتقض فهو في كل ذلك كالتبيم ذكره في العناية والفتح والحلية عن شرح الامام القدوري

ہو سکتا ہے، یہی حلیہ، غنیہ، بحر، در اور عام کتب میں ہے، بلائکہ عنایہ میں ہے کہ مختلف فیہ نبیذ کے بارے میں محمد نے نوادر میں لکھا ہے کہ اس کی صورت یہ ہے کہ کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی جائیں حتیٰ کہ وہ میٹھا پتلا ہو جائے اور پانی کا نام اس سے قطعی طور پر ختم ہو جاتا ہے اس پر اجماع ہے، لہذا مذہب مختار معتمد یہ ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ امام کا پہلا قول جس سے انہوں نے رجوع کر لیا اس سے وضو اسی صورت میں جائز ہے جبکہ پانی نہ پائے، اور صرف نیت کے ساتھ ہی جائز ہوگا، اور جب مطلق پانی مل جائے تو یہ وضو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جاز الوضوء به بالاجماع كما مر في ١١٦ واي حاجة الى النقل مع اجماع الشرع والعرف والعقل على ان العبرة للغالب فكيف يكون مختلفاً فيه وانما حقه ان يقول اي والغلبة للتمر فانه الذي كان الامام يعدل به عن سنن القياس لو ورد الحديث ثم (١) نصب خلاف لايوافق قط ما في خزانة الاكمل لانه ارجع الاجوبة كلها الى الاحكام الاجماعية وقوله ان لم يحل اقول وكذا ان حلا والماء غالب بعد ما تقدم في ١١٦ والله تعالى اعلم ١٢ منه غفر له (م)

ہوگا تو بالاجماع وضو جائز ہوگا کما مر فی ۱۱۶ پھر اجماع کے ہوتے ہوئے کسی اور نقل کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اجماع شرعی اور عرفی اور عقلی تینوں سے ثابت ہے کہ اعتبار غالب کا ہے، تو پھر یہ مختلف فیہ کیسے ہوگا؟ اسے یوں کہنا چاہئے کہ "یعنی غلبہ کھجوروں کا ہو کیونکہ اس میں امام نے قیاس سے عدول کیا ہے کیونکہ اس میں حدیث وارد ہے، پھر خلاف کا ذکر مَا فِي خِزَانَةِ الْاَكْمَل سے بالکل موافقت نہیں رکھتا ہے، کیونکہ انہوں نے تمام جواب احکام اجماعیہ کی طرف راجع کر دئے ہیں اور ان کا قول "ان لم يحل" میں کہتا ہوں اگر میٹھا بھی ہو تو اس کا حکم یہی ہے بشرطیکہ پانی غالب ہو جیسا کہ پانی کی قسم ۱۱۶ میں گزرا، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

¹ عنایہ مع الفتح مطلب الماء المقید نوریہ رضویہ ستمبر ۱۰۵۱ھ

لمختصر الامام الكرخي عن اصحابنا رضي الله تعالى عنهم وقال في الحلية وجه قول ابي يوسف ان الله تعالى اوجب التيمم عند عدم الماء المطلق ونبيذ التمر ليس بماء مطلق والا لجأ الزمخشري مع وجود غيره من المياه المطلقة¹ اه وتقدم مثله عن البدائع اقول وبه ظهر (١) الجواب عما تجشمه الامام الزيلعي اذ قال اما قولهم ليس بماء مطلق قلنا هو ماء شرعا لا تری الى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ماء طهور اي شرعا فيكون معنى قوله تعالى فلم تجدوا ماء اي حقيقة او شرعا² اه فيا سبخن الله ان كان هذا معنى الآية فلم لم يجز الوضوء به مع وجود ماء آخر ومن اوجب الترتيب بين المائتين بتقديم اللغوي على الشرعي اما احتجاجة^ع

ٹوٹ جائیگا تو یہ تمام احکام میں مثل تیمم ہے، یہ عنایت، فتح اور حلیہ میں شرح قدوری سے منقول ہے جو امام کرخی نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور حلیہ میں فرمایا ابو یوسف کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیمم اس وقت واجب کیا ہے جب مطلق پانی نہ ہو اور نبیذ تمر مطلق پانی نہیں ہے ورنہ دوسرے مطلق پانیوں کے ہوتے ہوئے بھی اس سے وضو جائز ہو جاتا ہے اہ یہی بدائع سے گزر چکا ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے امام زیلیعی کی اس گفتگو کا جواب بھی نکل آتا ہے کہ ان کا قول "یہ مطلق پانی نہیں ہے" ہم کہتے ہیں یہ شرعاً پانی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "پاک پانی" یعنی شرعاً تو اللہ کے قول "تو تم پانی نہ پاؤ" کا معنی ہوگا یعنی حقیقتاً اور شرعاً پانی نہ پاؤ، تو اگر آیت کے یہی معنی ہیں تو دوسرے پانی کے ہوتے ہوئے اس سے وضو کیوں جائز نہیں؟ اور جن حضرات نے دونوں پانیوں میں ترتیب کو لازم قرار دیا ہے

بحر العلوم نے ارکان اربعہ میں ان کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "تمر طيبة وماء طهور" سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیذ پانی ہونے سے خارج نہیں ہوا ہے کھجور کے وقوع سے، تو جس شخص کے پاس نبیذ ہو تو اس پر یہ صادق (باقی صفحہ آئندہ)

عہ: تبعه فيه المولى بحر العلوم في الاركان الاربعة فقال قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم تمر طيبة وماء طهور يفيدان النبيذ لم يخرج عن كونه ماء بوقوع التمر فوجد النبيذ لا يصدق عليه انه

¹ حلیہ

² تمیزین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ بولاق مصر ۱/۳۵

کہ لغوی کو شرعی پر مقدم کیا ہے اور ان کا استدلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "ماءٌ طهور" سے تو اس کی بابت میں کہتا ہوں دراصل حدیث کی ابتداء اس طرح ہے "تمرّة طيبة وماء طهور" تو یہ اس کے اجزائے ترکیبیہ کے بیان کے لئے ہے صرف اتنا بتانا مقصود نہیں کہ یہ پانی ہے ورنہ یہ بھی خبر ہوتی کہ یہ کھجور ہے اور یہ عرفالغہ اور شرعاً ہر طرح باطل ہے اور حدیث کی ابتداء میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "کیا تمہارے پاس پانی ہے تاکہ میں اُس سے وضو کروں؟ انہوں نے کہا نہیں سوائے نبیذ تمر کے"۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ حضرت عبد اللہ نے صرف لغوی پانی کی نفی کی تھی اس لئے کہ سوال شرعی پانی کی بابت تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا، تاکہ میں اس سے وضو کروں۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عبد اللہ کو اس وقت یہ معلوم نہ تھا کہ یہ شرعاً پانی ہے، اور خود امام زلیعی نے اعتراف کیا ہے کہ ابن مسعود نے اس سے پانی کی نفی کی ہے اہ جب یہ ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ جامد میں حکم کا زوال رقتہ پر منحصر کر دینا صحیح نہیں ہے،

بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماء طهور فأقول: (۱) الحدیث من اولہ تمرّة طيبة وماء طهور فانما هولبیان اجزائہ التي ترکیب منها لا الاخبار عنه بانه ماء والالکان اخباراً یضابانها تمرّة وهو باطل لغة وعرفاً وشرعاً وفي صدر الحدیث قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ هل معک ماء اتوضوء به قال لا الانبیذ تمر لا یقال انه رضی اللہ تعالیٰ عنہ انما نفی الماء اللغوی لان السؤال کان عن الماء الشرعی لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتوضوء به الا ان یقال لم یکن عبد اللہ اذ ذاک یعلم انه ماء شرعاً وقد (۲) اعترف الامام الزلیعی نفسه انه نفی عنه ابن مسعود اسم الماء^۱ اھ اذا ثبت هذا علم ان قصر الحكم فی الجامد علی زوال الرقة غیر صحیح وقد تنبه لهذا البحر فی البحر فقال بعد ایراد الضابطۃ وههنا تنبیہات مهمۃ۔

نہیں آتا کہ وہ پانی کا پانے والا نہیں ہے تو آیہ تیمم اس کے معارض نہیں، تاکہ اس کو ناسخ قرار دیا جائے "هذا ما عندی" اھ اور غالباً وہ امام زلیعی کے کلام پر مطلع نہ ہوئے۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لم یجد ماء فلا تعارضه آية التيمم حتى يكون ناسخاً هذا ما عندی اھ وكأنه لم یطلع علی كلام الامام الزلیعی رحمہما اللہ تعالیٰ قدس سرہ۔

^۱ تبیین الحقائق کتاب الطہارت الامیریۃ بیرواق مصر ۳۵/۱

صاحب بحر کو بحر میں اس پر متنبہ ہوا ہے، چنانچہ انہوں نے ضابطہ کے بعد فرمایا،

یہاں چند اہم تنبیہات ہیں:

متنبیہ اول: جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اس کا مقتضی نبیذ تمر اور نبیذ منقی سے وضو کا جواز ہے خواہ اوصاف ثلاثہ ہی کیوں نہ بدل گئے ہوں، اور تیمم کے باب سے پہلے انہوں نے تصریح کی ہے کہ صحیح اس کے برخلاف ہے اور اس روایت سے رجوع کر لیا ہے، اور یہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس پر سے پانی کا نام زائل نہ ہوا ہو، اور نبیذ تمر کے مسئلہ میں اس سے پانی کا نام زائل ہو گیا ہے تو کوئی مخالفت نہیں، کمالا یحقی۔

متنبیہ ثانی: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زعفران جب پانی میں مل جائے تو اس سے اس وقت تک وضو جائز ہو جب تک وہ سیال و رقیق ہو خواہ اس کے تمام اوصاف بدل گئے ہوں، کیونکہ وہ جامدات سے ہے، اور معراج الدراية میں قنیہ سے منقول ہے کہ اگر زعفران پانی میں ڈال دی جائے تو اگر اس سے رنگنا ممکن ہو تو وہ مطلق پانی نہیں ہے، اس میں گلہ پین کا کوئی اعتبار نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پانی کا نام زائل ہو گیا ہے (ت)

اس کو ان کے بھائی اور شاگرد محقق نے نہر میں رد کیا ہے جیسا کہ ط میں ہے کہ زیلی نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے اور اس تنقید سے کچھ نفع نہ ہو گا۔ اس کا جواب علامہ ابو السعود نے فتح اللہ المعین میں دیا ہے،

الاول: مقتضى ما قالوه هنا جواز التوضوء بنبیذ التمر والزبيب ولو غیر الاوصاف الثلاثة وقد صرحوا قبل باب التيمم ان الصحيح خلافه وان تلك رواية مرجوع عنها وقد يقال ان ذلك مشروط بما اذا لم يزل عنه اسم الماء وفي مسألة نبیذ التمر زال عنه اسم الماء فلا مخالفة كما لا يخفى۔

الثاني: انه يقتضى ان الزعفران اذا اختلط بالماء يجوز الوضوء به مادام رقيقاً سيالاً ولو غیر الاوصاف كلها لانه من الجامدات والمصرح به في معراج الدراية معزياً الى القنية ان الزعفران اذا وقع في الماء ان امكن الصبغ فيه فليس بماء مطلق من غير نظر الى الثخونة ويجاب عنه بما تقدم من انه زال عنه اسم الماء¹ اه ورده اخوه وتلميذه السحقيق في النهر كما في ط بان الزيلعي لم يذكر ذلك وان هذا التقييد لا يجدى نفعاً² اه واجاب عنه السيد العلامة ابو السعود الازهرى

¹ بحر الرائق كتاب الطهارة ابي سعيد كميني كراچی ۱۱/ ۷۰

² طحطاوی علی الدر باب المیاء بیروت ۱۱/ ۱۰۳

اور اس کی پیروی ط نے کی ہے کہ گفتگو اس میں ہے جس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا ہو جیسا کہ زیلی نے ذکر کیا ہے، تو نہر کا نظیر دینا ساقط ہے درست نہیں، اور جو جواب بحر میں ہے وہ زیلی کے صریح کلام سے ماخوذ ہے۔ (ت) تو یہ تین جلیل القدر علماء ہیں جن کی آراء زیلی کے کلام کی بابت مختلف ہیں، دونوں برادران اس پر متفق ہیں کہ زیلی نے جامد میں نام کے بقا کی قید ذکر نہیں کی ہے، البتہ بحر کہتے ہیں یہ نیت میں مضمر ہے، تو معنی یہ ہے کہ اگر وہ جامد ہے تو جب تک وہ رقیق ہے تو پانی ہی غالب ہے بشرطیکہ اس سے پانی کا نام زائل نہ ہو، اور نہر کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور اس کو انہوں نے رد نہیں کیا ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، اور سید کا گمان ہے کہ یہ زیلی کے کلام میں صریحاً مذکور ہے اور ان کا کلام اسی میں ہے اور بحر نے اُسی سے اخذ کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح انہوں نے اختلاف کیا ہے، اور اب میں زیلی کا کلام نقل کرتا ہوں تاکہ بات پوری طرح واضح ہو جائے، انہوں نے پہلے تو مخالف اقوال ذکر کئے، پھر فرمایا، اسی طرح اختلاف ہوا ہے، تو کوئی ضابطہ اور توفیق ضروری ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ پانی جب اپنی اصلی خلقت پر ہو اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہوا ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر نام زائل ہو جائے

فی فتح اللہ المعین وتبعه ط بأن الكلام فيما اذا لم يزل عنه اسم الماء كما ذكره الزيلعي فتتظير النهر ساقط وما ذكر في البحر من الجواب مأخوذ من صريح كلام الزيلعي¹ - فهؤلاء ثلاثة اجلاء اختلف انظارهم في كلام الامام الزيلعي اما الاخوان العلامتان فاتفقا على ان الزيلعي لم يذكر في الجامد قيد بقاء الاسم غير ان البحر يقول انه مطوى منوى فالمعنى ان كان جامدا فمادام باقيا على رفته فالماء هو الغالب يشرط ان لا يزول عنه اسم الماء والنهر يقول انه لم يذكره كما تری ولم يردده لانه لا يجدي نفعاً واما السيد فزعم انه مذكور في صريح كلام الزيلعي وان كلامه انما هو فيه وان البحر انما اخذه منه - هكذا اختلفوا وانا نقله لك كل كلام الزيلعي لتجلى لك جليلة الحال قال رحمه الله تعالى بعد ما نقل اقوالا متخالفة هكذا جاء الاختلاف فلا بد من ضابط وتوفيق فنقول ان الماء اذا بقى على اصل خلقه ولم يزل عنه اسم الماء جاز الوضوء به وان زال وصار مقيدا لم يجز والتقيد اما بكمال الامتزاج او بغلبة الممتزج فكمال الامتزاج بالطبخ بظاهر لا يقصد به التنظيف او بتشرب النبات وغلبة الممتزج

¹ فتح اللہ المعین اجاث الماء سعید کچنی کراچی ۱۱/۶۳

اور مقید ہو جائے تو جائز نہیں، اور تقید یا تو کمال امتزاج کے ساتھ یا ملی ہوئی چیز کے غلبہ کے ساتھ ہوگی، تو کمال امتزاج یہ ہے کہ پانی میں ایسی پاک چیز ڈال کر پکائے جس سے تنظیف مقصود نہ ہو یا گھاس میں پانی جذب ہو جائے اور ملی ہوئی چیز کا غلبہ یہ ہے کہ پانی کا اختلاط بلا پکائے ہو اور گھاس میں پانی جذب کیے بغیر ہو پھر ملنے والی چیز اگر جامد ہو تو جب تک وہ اعضاء پر ہے تو پانی غالب ہوگا، اور اگر ملنے والی چیز بہنے والی ہے تو وہ اگر کسی چیز میں پانی کے مخالف نہیں ہے، جیسے مستعمل پانی تو غلبہ کا اعتبار اجزا سے ہوگا، اور اگر وہ پانی کے مخالف ہو تو اگر اکثر اوصاف کو بدل دے تو اس سے وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہے، اور اگر ایک یا دو صفوں میں مخالف ہے تو اسی وجہ سے غلبہ معتبر ہوگا، جیسے دودھ کہ پانی کے مخالف ہے رنگ اور مزے میں، تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ غالب ہو تو وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہوگا۔ اور خربوزہ کا پانی، پانی سے صرف مزہ میں مختلف ہے تو اس میں غلبہ باعتبار مزہ ہوگا، لہذا فقہاء کی نصوص کو انہی مفہیم پر محمول کرنا چاہئے جو اس کے لائق ہوں، اب جو یہ کہتا ہے کہ اگر وہ رقیق ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ملنے والی اگر جامد ہے تو یہ حکم ہے۔ اور جو کہتا ہے کہ اگر اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دیا تو جائز ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ چیز پانی کے ساتھ تینوں صفوں میں مخالف ہے، اور جو کہتا ہے کہ جب اس کے اوصاف میں سے ایک وصف کو بدل دے تو جائز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز پانی سے ایک یا دو صفوں میں مخالف ہے،

بالاختلاط من غیر طبخ ولا تشرب نبات ثم المخلط ان جامدا فمادام یجری علی الاعضاء فالماء الغالب وان مائعافان لم یکن مخالفافی شیئ کالماء المستعمل تعتبر بالاجزاء وان مخالفافیہافان غیراکثرها لایجوزالوضوء به والاجازوان خالف فی وصف اووصفین تعتبر الغلبة من ذلك الوجه کالدین یخالفه فی اللون والطعم فان کان بون الدین او طعمه هو الغالب لم یجز والاجاز وماء البطیخ یخالفه فی الطعم فتعتبر الغلبة فیہ بالطعم فعلى هذا یحمل ماجاء منهم علی ما یلیق به فقول من قال ان کان رقیقا یجوز والا لاعلی ما اذا کان المخلط جامدا ومن قال ان غیر احدا و صافه جاز علی ماخالفه فی الثلثة ومن قال اذا غیر احدا و صافه لایجوز علی ماخالفه فی وصف او وصفین ومن اعتبر بالاجزاء علی ما یخالفه فی شیئ فاذا نظرت وتأملت وجدت ما قاله الاصحاب لایخرج عن هذا و وجدت بعضها مصرحا به وبعضها مشار الیه¹ اه هذا کل کلامه قد لخصته ولم اخرم منه حرفا غیر ما ذکر فی التشرب من الفرق بین الخرج والاستخراج فانه غیر صحیح

¹ تبیین الحقائق بحث الماء بولاق مصر ۲۰۱۱

ولا يتعلق به الغرض ههنا۔

اور جو کہتا ہے کہ اگر اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دیا تو جائز ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ چیز پانی کے ساتھ تینوں وصفوں میں مخالف ہے، اور جو کہتا ہے کہ جب اس کے اوصاف میں سے ایک وصف کو بدل دے تو جائز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز پانی سے ایک یا دو وصفوں میں مخالف ہے، اور جس نے غلبہ باعتبار اجزاء لیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ چیز پانی کے ساتھ کسی چیز میں مخالف نہ ہو، تو جب آپ غور کریں گے تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے جو کچھ اصحاب نے فرمایا ہے وہ اس بیان سے خارج نہیں، ان میں سے بعض امور تو کتب میں بصراحت مذکور ہیں اور بعض کا ذکر اشارتاً ہے اہ یہ ان کا مکمل کلام ہے جو بلا کم و کاست میں نے نقل کر دیا ہے، صرف تشریب میں جو فرق خروج و استخراج میں ہے، وہ صحیح نہیں، اور نہ ہی اس سے کوئی غرض یہاں متعلق ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اُن کی گفتگو سے آپ کو تین باتیں معلوم ہونیں: اول: ان کے کلام میں جامد کے حکم کو نام کی بقاء سے مقید کرنے کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے صراحت تو الگ رہی اشارہ تک نہیں، انہوں نے صرف یہ فرمایا ہے کہ جب تک وہ اعضاء پر جاری رہے تو پانی غالب ہے یعنی مطلق ہے مقید نہیں، تو جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ مطلق ہے مقید نہیں، پھر جب وہ ضابطہ کو مختلف روایات پر منطبق کرنے لگے، تو جن لوگوں نے کہا ہے کہ اگر رقیق ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں اس کے اس قول کو جامد پر محمول کیا ہے حالانکہ یہ قول مطلق ہے اور حمل میں بھی مرسل ہے تو قید لگانے کی طرف کب مائل ہوئے؟ اسی طرح ہم نے اُن حضرات کا کلام بھی نقل کر دیا جنہوں نے اس سے لیا ہے یعنی فتح، حلیہ، غنیہ، درر اور نور الایضاح کے مصنفین، یہاں تک کہ صاحب بحر جنہوں نے یہ قید لگائی، ان میں سے کسی نے ضابطہ کا خلاصہ یہ نہیں کیا، اس لئے شامی نے تصریح کر دی کہ یہ زیادات بحر سے ہے۔

دوم: پہلے تو انہوں نے ایک متفق علیہ اصل

اقول: فقد بان لك من كلامه ثلاثة امور الاول (۱) لا ذكر في كلامه لتقييد حكم الجامد ببقاء الاسم حتى بالاشارة فضلا عن التصريح انما قال مادام يجرى على الاعضاء فالماء غالب اى مطلق غير مقيد فهذا كما ترى مطلق غير مقيد ثم اذا اتى على تطبيق الضابطة على الروايات المختلفة حمل على الجامد قول من قال ان كان رقيقاً يجوز والا لا والقول في الاصل مرسل وفي الحمل مرسل ارسالاً فمتى جرح الى التقييد وكذلك تلونا عليك كلام الأخذيين عنه اصحاب الفتح والحلية والغنية والدرر ونور الايضاح حتى البحر الذي ابدى هذا التقييد لم يلم احد منهم في تلخيص الضابطة اليه لاجرم ان صرح الشامي بانه من زيادات البحر الثاني ذكر رحمه الله تعالى اولاً اصلاً مجعاً عليه ان الموضوع انما يجوز بالماء المطلق وهو الذي لم يزل عنه طبعه

ولا اسبه دون المقيد الزائل عنه اسبه۔

اقول: ولم يذكر الطبع لان زوال الطبع يوجب زوال الاسم فذكره اولاً ايضاً حاشاً وحذفه آخراً اجتزاء فهذا القدر مملاً خلاف فيه لاحد انما الشأن في معرفة المطلق والمقيد اى معرفة انه متى يزول الاسم فيحصل التقييد فتشمر لاعطاء ضابطة ذلك تتميز بها مواضع زوال الاسم عن محال بقاءه فقال التقييد باحد امرين كمال الامتزاج او غلبة الممتزج الخ فلا شك انه كلام في المالم يزل عنه اسم الماء كما ذكره السيد كانه مسوق لبيان ما يحصل به التقييد والتقييد انما يكون للمطلق فان تقييد المقيد تحصيل الحاصل وما المطلق الا مالم يزل عنه اسم الماء ففيه الكلام وما كان انكره احد لكن (۱) لا يدفع الايراد بل انما منه منشؤه فانه افاد ان الماء المطلق لا يتقيد في خلط الجامد الا بالثخونة والحكم خلافه فانه ربما يتقيد قبل ان يثخن كما في الزعفران والنبيند وثبوت الحصر اولاً بالقصر كما علمت واقول ثانياً محال ان يزول اسم الماء عنه مع بقاء رفته الا بتغيير وصف لانه اذا بقي طبعه واوصافه

ذکر کی اور وہ یہ کہ وضو مطلق پانی سے جائز ہوتا ہے، اور مطلق پانی وہ ہے جس کی طبیعت اور نام زائل نہ ہوا ہو نہ کہ مقید پانی سے جس کا نام زائل ہو گیا ہو۔ (ت)

میں کہتا ہوں انہوں نے طبیعت کا ذکر نہیں کیا کیونکہ طبیعت کے زائل ہونے سے نام بھی زائل ہو جاتا ہے تو پہلے بطور وضاحت ذکر کیا ہے، اور بعد میں اختصاراً حذف کیا ہے، اور اس میں کسی کا خلاف نہیں، مسئلہ دراصل مطلق و مقید کی پہچان کا ہے، یعنی یہ جاننے کا ہے کہ کب نام زائل ہوگا اور تقييد حاصل ہوگی، تو انہوں نے ایک ضابطہ بیان کیا جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ کب زائل ہوگا اور کب باقی رہے گا، یا تو کمال امتزاج یا ملنے والی چیز کے غلبہ سے الخ تو اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کا کلام اس پانی میں ہے جس سے پانی کا نام زائل نہیں ہوا ہے جیسا کہ سید نے ذکر کیا اس لئے کہ کلام اُس چیز کے بیان کیلئے ہے جس سے تقييد پیدا ہوتی ہے اور تقييد تو مطلق کی ہوتی ہے کیونکہ مقید کی تقييد تو تحصیل حاصل ہے، اور مطلق تو وہی ہے جس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا ہو، تو گفتگو اسی میں ہے اور اس کا کسی نے انکار نہیں کیا، مگر اس سے اعتراض مرتفع نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس سے تو پیدا ہوتا ہے، کیونکہ اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ مطلق پانی جامد کے ملنے سے تب ہی مقید ہوگا جبکہ گاڑھا ہو جائے حالانکہ حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ بسا اوقات وہ گاڑھا ہونے سے پہلے ہی مقید ہو جاتا ہے جیسا کہ زعفران اور نبیند اور حصر کا ثبوت اولاً تو یہ ہے کہ اس میں قصر ہے

جیسا کہ آپ نے جانا، اور میں ثانیاً کہتا ہوں، یہ امر محال ہے کہ رقت کے باقی رہتے ہوئے اس سے پانی کا نام زائل ہو، لہذا یہ کہ اس کا کوئی وصف متغیر ہو جائے اس لئے کہ جب اس کی طبیعت باقی ہو اور اس کے اوصاف باقی ہوں تو اس سے اس کے نام کا زائل ہونا بغیر موجب کے ہوگا اور یہ باطل ہے، اور جو غیر اس کے ساتھ مل جائے اور یہ غیر اُن چیزوں میں سے ہو جو کسی وصف میں اس پانی کے مخالف نہ ہو، اور وہ غیر اس کے اجزاء میں مساوی ہو یا زیادہ ہو تو اس میں پانی کا نام کل مرکب سے زائل ہو جائیگا جو پانی اور اس کے غیر سے مرکب ہو اور اس کے مساوی ہو یا اس پر غالب ہو نہ کہ اُس پانی سے جو اس میں ہے، یہاں تک کہ اگر اس آمیزش سے پانی کا جدا کرنا ممکن ہو تا تو اس پانی سے وضو جائز ہوتا، اور انہوں نے (رحمہ اللہ) جامد میں صرف گاڑھے پن کا ذکر کیا ہے، اور اس میں اوصاف کا اعتبار نہیں کیا ہے،

فزال اسبہ عنہ یکون بغیر موجب وهو باطل امام امتزج به غیرہ مبالا یخالف عہ وصفالہ مساویاً له فی الاجزاء او اکثر فانما یزول فیہ اسم الماء عن الكل المركب من الماء وغیرہ المساوی له او الغالب علیہ لاعن الماء الذی فیہ حتی لو امکن افراز الماء عن ذلك المخلط لکان ماء جائزاً به الوضوء وهو رحمہ اللہ تعالیٰ لم ینذکر فی الجامد غیر الثخونة ولم یعتبر فیہ الاوصاف انما اعتبرها فی مقابله المائع والمقابلة تنافی الخلط فقد افاد قطعاً ان لا غلبة فی الجامد بالاً ووصاف وقد افصح به الشرنبلائی فی تلخیص ضابطتہ اذ قال ولا یضرب تغیر اوصاف کلها^۱ اھ وما کان زوال الاسم الا لاحد امرین زوال الرقة

میں کہتا ہوں یعنی اگر پایا جائے، اور لسان ثور، اور گلاب کا پانی جس میں خوشبو نہ رہی ہو، کی مثالیں جو انہوں دی ہیں وہ اس سے نہیں ہے، کیونکہ مزہ کی تبدیلی میں اختلاف ہے، اور مستعمل پانی کی مثال جو دی ہے تو وہ خود ہماری تحقیق کے مطابق مطلق پانی ہے تو مطلق کو مطلق سے ملا کر مقید کیونکر کیا جاسکتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

عہ: اقول: ای ان وجد اماماً مثلوا به من ماء لسان الثور وماء الورد المنقطع الرائحة فلیس منه للاختلاف فی الطعم وما مثلوا به من الماء المستعمل فهو بنفسه علی تحقیقنا من الماء المطلق فکیف یجعل امتزاجه بالمطلق المطلق مقیداً ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

^۱ نور الایضاح کتاب الطہارة مطبوعہ مطبعہ علمی لاہور ص ۳

او تغیر الوصف وقد نفی هذا في خلط الجأمد فلم
 يبق الا الاول وظهر انه يقول لايحول الاسم
 فيه بوجه من الوجوه مادامت الرقة باقية وهذا
 هو محل الايراد فآين المحيص نعم ذكر في صدر
 الكلام لفظ زوال الاسم و هو انما هو تمهيد
 ضابطته خارجا عنها بياناً للمحوج اليها كما
 علمت فضلا عن ان يكون قيداً في حكم الجأمد۔
 فان قلت: اليس قد قال قبل هذا تحت قول
 المختصر او بالطبخ ان زوال الاسم هو المعتبر
 في الباب كما تقدم فكان صريح منطوقه الادارة
 عليه حيث كان اقول بلى وهو جملة القول في الباب
 وما الضابطة الا لتفصيله وبيان انه متى يحصل
 وقد صرح فيها انه لا يحصل في خلط الجأمد الا
 بالثخونة فآني تنفع الادارة۔

الثالث: هو بصدد اعطاء ضابط يميز بين المقيّد
 والمطلق وما الضابط الا ما يحيط بالصورة فيجب
 ان يستوعب كلامه بيان كل ما يحصل به التقييد
 اي كل ما يزول به الاسم اذ لا تقييد الا به

ان اوصاف کا اعتبار اس کے مقابل مانع میں کیا ہے اور مقابلہ
 ملاوٹ کے خلاف ہے، تو انہوں نے قطعاً یہ بات بتائی ہے کہ جامد
 میں اوصاف سے غلبہ نہیں ہوتا ہے، اور یہی بات شرنبلالی نے
 اپنے ضابطہ کے خلاصہ میں کہی ہے، انہوں نے کہا کہ اس کو تمام
 اوصاف کا متغیر ہو جانا مضر نہیں اھ اور نام کا زائل ہونا دو چیزوں
 میں سے ایک کی وجہ سے ہے، یا توفرت کا ختم ہونا یا وصف کا تبدیل
 ہونا اور یہ چیز جامد کے ملنے کی صورت میں نہیں، تو صرف پہلی
 صورت میں باقی رہے اور یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ کہتے ہیں جب تک
 رقت باقی رہے گی نام کسی طرح زائل نہ ہوگا، یہ اعتراض کی
 صورت ہے، تو چھکارے کی کیا سبیل ہوگی؟ ہاں ابتداء کلام میں
 نام کے زائل ہونے کا ذکر کیا تھا، یہ ان کے ضابطہ کی تمہید ہے اس
 میں داخل نہیں، اس چیز کا بیان ہے کہ ضابطہ کی ضرورت کیوں
 محسوس ہوئی؟ جیسا کہ آپ نے جان لیا، یہ جامد کے حکم میں قید
 نہیں۔ (ت) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے اس سے قبل
 مختصر کے قول "او بالطبخ" کے تحت فرمایا تھا کہ اس باب میں
 نام کا زائل ہونا ہی معتبر ہے جیسا کہ گزرا، تو انہوں نے اسی چیز کو
 صریحاً مدار بنایا جہاں بھی یہ پایا جائے۔ میں کہتا ہوں یہ درست
 ہے اور اس باب کا خلاصہ یہی ہے، اور ضابطہ تو اس کے بیان اور
 تفصیل کے لئے ہے اور یہ بتانے کیلئے ہے کہ یہ صورت کب پیدا
 ہوتی ہے، اور انہوں نے اس میں تصریح کی ہے کہ یہ جامد کے مل
 جانے میں صرف گاڑھا ہونے سے حاصل ہوتی ہے، تو اس پر مدار
 رکھنا مفید نہیں۔ سوم: وہ ایک ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں جو مقید
 اور مطلق کے درمیان تمیز پیدا کر دے اور ضابطہ وہی ہوتا ہے جو
 تمام صورتوں کا احاطہ کرے تو لازم ہے

کہ ان کا کلام اُن تمام صورتوں کا احاطہ کرے جن سے تنقید پیدا ہوتی ہے یعنی وہ تمام صورتیں جن میں زائل ہو جاتا ہے کہ تنقید تو اسی سے حاصل ہوگی، تو اس کے احکام میں سے کسی کو اس سے مقید کرنا کہ نام زائل نہیں ہوا اس کے مقصود کو فاسد کرنا اور ضابطہ کو ضابطہ ہونے سے خارج کرنا ہے، اور بجائے اس کے کہ امتیاز پیدا ہوا بہام پیدا کرنا ہے، اور تفصیل کو ختم کرنا ہے، اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ جامد کی آمیزش میں گاڑھانہ ہونے کی صورت میں نام زائل نہ ہو بشرطیکہ نام زائل نہ ہو، اور یہ کلام لغو بے فائدہ ہے، نہر کے قول کہ "یہ مفید نہیں" کا یہی مطلب ہے، یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ نہ تو کچھ مذکور ہے اور نہ منوی ہے اور اس بارے میں حق نہر کے ساتھ ہے اور یہ وہ چیز ہے جو فخر سے رہ گئی تھی اور بحر نے اس کو لیا تھا اور اس پر الگ تنبیہ کی تھی اور صاحب در نے اس کو ضابطہ کی شکل میں پیش کر دیا، وہ فرماتے ہیں "اگر آمیزش جامد کی ہو تو دار و مدار گاڑھا ہونے پر ہے جب تک نام زائل نہ ہو جیسے نبیذ تراہ اور انہوں نے یہ اچھا کام کیا ہے کہ حکم صحیح ہو گیا ہے اگرچہ اس سے ضابطہ ڈھیل پڑ گیا اور اس صورت میں ایک مزید ضابطہ کی حاجت ہو گئی، تحقیق کا یہ طریقہ ہونا چاہئے، ہمیں یہ بحث چوتھی فصل تک مؤخر کرنی چاہئے تھی جہاں ہم ضابطہ پر گفتگو کریں گے، مگر یہاں ضرورت بحث کرنا پڑی ہے تاکہ احکام منقولہ اور ضابطہ میں کسی کو شک و شبہ لاحق نہ ہو جائے وب اللہ التوفیق۔ (ت)

(۱) فتقید شیئ من احکامہ بان لایزول الاسم افساد لمقصوده واخراج للضابط عن ان یکون ضابطا وارجاع للتبیز الی التجهیل. وللتفصیل الی التعطیل. فانه یؤل الی ان فی خلط الجامد بدون الثخونة لایزول الاسم بشرط ان لایزول الاسم وهو کلام مغسول. لایرجع الی طائل و محصول. هذا معنی قول النهرانہ لایجدی نفعاً فتبین انه لامذکور ولا مطوی ولا منوی وان الحق فیہ بید النهر. وان هذا شیئ سقط عن الفخر. فلقلعه البحر. وذكره فی تنبیہ علی حدة فجاء الدر فنظمه فی سلك الضابطة اذ قال فلو جامدا فبثخانة مالم یزل الاسم کنیبذتمر^۱ اه ونعافعل لانه صح الحكم وان انحلت عری الضابطة. واحتاج مطلعها الی ضابط آخر یلقط له ساقطه. هكذا ینبغی التحقیق. والله تعالی ولی التوفیق. وكان الحرى بنا ان نؤخر هذا البحث الی الفصل الرابع حیث نتکلم ان شاء الله تعالی علی الضابطة ولكن الحاجة مست الیه ههنا کیلا یعتری احدا شک فیما نبدی من المخالفات بین الاحکام المنقولة وقضية الضابطة وبالله تعالی التوفیق۔

^۱ الدر المختار باب المیاء مجتبائی دہلی ۳۴/۱

(۲۸۸) یوں ہی شربت سے وضو ناجائز ہے ٹنکر، بتاشے، مصری، شہد کسی چیز کا ہو نمبر ۱۸۵ میں ہدایہ وغیرہ کتابوں سے گزرا: لایجوز بالاشربة^۱ (شربتوں سے وضو جائز نہیں۔ ت) اس پر عنایہ وبنایہ وکفایہ میں فرمایا:

ان ارادبالا شربة الحلو المخلوط بالماء كالدبس والشهد المخلوط به كانت نظير الماء الذي غلب عليه غيره ^۲	اگر ان کی مراد "اشربہ" سے میٹھے شربت ہیں جیسے شیرہ اور شہد جو پانی میں ملے ہوں تو اس پانی کی نظیر ہے جس پر کوئی دوسری چیز غالب ہو گئی ہو۔ (ت)
--	---

مجمع الانہر میں ہے:

قال صاحب الفرائد المراد من الاشربة الحلو لمخلوط بالماء كالدبس والشهد ^۳	صاحب الفرائد نے فرمایا اشربہ سے مراد میٹھا شربت ہے جو پانی میں شامل ہو گیا ہو جیسے شیرہ اور شہد۔ (ت)
---	--

مگر اصحاب ضابطہ غیر بحر ودرپر لازم کہ اُس سے وضو جائز مانیں جب تک پانی کی رقت نہ زائل ہو اور یہ شربت میں عادتہ نہیں ہوتا ٹنکر، بتاشے، مصری تو ظاہر ہیں اور یوں ہی شہد جبکہ جما ہوا ہو مگر یہ اُسی وجہ سے صحیح نہیں کہ شربت کو پانی نہیں کہتے نام بدل گیا تو آب مطلق نہ رہا۔

(۲۸۹) یوں ہی دوا کا خیساندہ قابل وضو نہیں اگر گاڑھانہ ہو گیا ہو کہ وہ دوا کلامی نہ پانی مگر اہل ضابطہ پر جواز لازم۔ (۲۹۵ تا ۲۹۰) یونہی کسم، کیسر، رنگت کی پڑیاں جب پانی میں اس قدر ملیں کہ رنگنے کے قابل ہو جائے کیس، مازو، روشنائی مل کر حرف کا نقش بننے کے لائق ہو جائے بکرم تجنیس وفتح القدير و حلیہ و معراج الدراییہ و بحر الرائق و در مختار و قنیہ و ہندیہ و فتح اللہ المعین و امام جرجانی جس کی عبارت نمبر ۱۲۴ میں گزریں اُس سے وضو جائز نہیں کہ وہ رنگ یا سیاہی یا روشنائی کھلائے گانہ پانی مگر بکرم ضابطہ جواز ہے خصوصاً پڑیا کا پانی کہ بہت کم مقدار میں ملائی جاتی ہے جس کا پانی کی رقت پر اثر نہیں ہو سکتا۔

اقول: وهو ان كان ظاهر عامة الكتب	میں کہتا ہوں اگرچہ ظاہر عام کتب کا وہی ہے
----------------------------------	---

^۱ الہدایۃ باب الماء الذی یجوزہ الوضوء ومالا یجوزہ مطبع عربیہ کراچی ۱۸/۱

^۲ الکفایۃ مع فتح القدير باب الماء الذی یجوزہ الوضوء ومالا یجوزہ مطبع نوریہ رضویہ

^۳ الکفایۃ مع فتح القدير باب الماء الذی یجوزہ الوضوء ومالا یجوزہ مطبع نوریہ رضویہ

کہا مرثہ لکن ہذا هو قضیۃ الاصل المجمع علیہ الغیر المنخرم ان زوال الاسم یسلب الاطلاق واللہ تعالیٰ اعلم۔	جو گزرا لیکن اس اصل کا یہی تقاضا ہے جس پر قطعی اجماع ہے کہ نام کے زائل ہونے سے اطلاق کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ (ت)
--	---

ہاں روشنائی وغیرہ کا گڑھ پانی بروئے ضابطہ بھی قابل وضو نہیں۔

صنف دوم سیال اشیاء

(۲۹۸ تا ۲۹۹) قول: گلاب کیوڑا بید مشک بلاشبہ مزہ آب کے خلاف مزہ رکھتے ہیں اور ان کی بوقوی تر ہے گھڑے بھر پانی میں تولہ
بھر اُسے خوشبودار کر دیتا ہے اور مزہ نہیں بدلتا تو بحسب حکم منقول اُس سے وضو ناجائز رہے گا جب تک اس قدر کثرت سے نہ ملے
کہ پانی پر اُس کا مزہ غالب آجائے مگر اہل ضابطہ کے نزدیک اُس سے وضو ناجائز ہونا لازم لاندہ دو صفین وقد تغیر واحد (کیونکہ دو
وصفوں والا ہے اور ایک وصف بدل چکا ہے۔ ت) مگر یہ سخت بعید بلاکہ بدلتا باطل ہے عرفاً لَغْیَةً شَرَعًا اُس گھڑے بھر پانی کو جس
میں چند قطرے گلاب کے پڑے ہیں پانی ہی کہا جائے گا تو وہ یقیناً آب مطلق ہے اور اس سے بلاشبہ وضو جائز۔
(۲۹۹ و ۳۰۰) زعفران حل کیا ہوا پانی یا شہاب اگر اتنا ملے کہ پانی کا صرف رنگ بدلے تو حکم مذکور نمبر ۱۲۶ سے وہ پانی قابل وضو
نہ رہے گا اور اہل ضابطہ جائز کہیں گے۔

لانہما من ذوات الثلثة فلا یکفی تغیر وصف واحد ولو نہما قوی اوصافہما فیعمل قبل ان یعمل الباقیان۔	کیونکہ یہ تین اوصاف والا ہے تو اس میں ایک کا تغیر کافی نہ ہوگا اور اس کے اوصاف میں سے رنگ قوی تر ہے تو باقی دو کے مؤثر ہونے سے قبل ہی یہ مؤثر ہو جائیگا۔ (ت)
--	--

(۳۰۱) یوں ہی پڑیا حل کیا ہوا پانی پانی میں پڑ کر صرف رنگت بدل دے تو کتب مذکورہ کے حکم سے قابل وضو نہیں اور اہل
ضابطہ کے نزدیک بھی ناجائز ہے اگر پڑیا کسی قسم کی بونہ رکھتی ہو ورنہ جائز کہیں گے۔

(۳۰۲) آب تربوز سے جب پانی کا صرف مزہ بدلے خود اہل ضابطہ نے عدم جواز وضو کی تصریح کی کہا مرثہ فی ۱۲۸ مگر اُن کا ضابطہ
جواز چاہتا ہے۔

لانہ ذوالثلثة فلا یکتفی بوصف وطعمہ اغلب اوصافہ فلا یستلزم غلبتہ غلبۃ احد الباقیین۔	کیونکہ یہ تین وصفوں والا ہے، تو ایک وصف پر اتقانا نہ کیا جائے گا، اور اس کا مزہ اس کے اوصاف میں قوی تر ہے تو اس کے غلبہ سے دو
---	---

باقیمانہ وصفوں میں سے کسی ایک کا غلبہ لازم نہیں آئے گا۔ (ت)

(۳۰۳) سپید انگور کے سرکہ کی جب صرف بُو پانی میں آجائے غالب نہ ہو بحکم بدائع منقول نمبر ۱۳۰ قابل وضو ہے مگر بر وئے

ضابطہ جواز نہ چاہئے لانه ذو وصفین وقد تغیر احدھما (کیونکہ یہ دو وصفوں والا ہے اور ایک وصف بدل چکا ہے۔ ت)

(۳۰۴) سرکہ کہ رنگت بھی رکھتا ہے اور اُس کی بُو سب اوصاف سے اقویٰ ہے اگر پانی میں اُس کا مزہ اور بُو آجائے اور رنگ نہ

بدلے بحکم منقول مصرح امام ملک العلماء و امام اسمیجانی و امام فخر الدین زبیلی و نجم الدین زاہدی و زاد الفقہاء و امام ابن امیر الحاج حلبی مذکور نمبر ۱۲۶ قابل وضو ہے مگر اتباع ضابطہ نے عدم جواز کی تصریح کی، غنیہ میں ہے:

ان کان یخالفہ فی الاوصاف کلھا کالخل فالمتعبر	اگر وہ پانی کے تمام اوصاف میں اس کے مخالف ہے جیسے سرکہ
غلبۃ اکثرھا ^۱ ۔	تو معتبر ان میں سے اکثر کا غالب ہونا ہوگا۔ (ت)

نور الایضاح و مرآۃ الفلاح میں ہے:

الغلبۃ توجد بظهور وصفین من خل له لون	سرکہ کے وصفوں میں سے دو کے ظہور سے غلبہ پایا جائیگا
وطعم وریح ای وصفین منها ظہر امنعاصحة	کیونکہ اس کے تین اوصاف ہیں مزہ، رنگ اور بُو، کوئی سے دو
الوضوء ولو واحد لا یضر لقلته ^۲ ۔	وصف ان میں سے غالب ہو جائیں تو اس سے وضو نہیں
	ہو سکتا ہے اور اگر ایک وصف متغیر ہوتا ہے تو کم ہونے کی وجہ
	سے مضر نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فالغلبۃ بتغیر اکثرھا وهو الوصفان فلا یضر	تو اعتبار اکثریت کے تغیر کا ہے اور یہ دو وصف ہیں تو سرکہ کے
ظہور وصف واحد فی الماء من اوصاف الخل ^۳ اج	صرف ایک وصف کا پانی میں ظاہر ہونا کچھ مضر نہ ہوگا۔ (ت)
اقول: وقد کان ملک العلماء قدس سرہ احوال	میں کہتا ہوں ملک العلماء نے پہلے تو مدار نام کے زائل
الامر اولاً علی زوال الاسم	ہونے پر رکھا تھا، اور یہی صحیح بھی تھا، وہ فرماتے ہیں

^۱ غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام المیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

^۲ مرآۃ الفلاح کتاب الطہارت الامیریۃ بولاق مصر ص ۱۶

^۳ ردالمحتار باب المیاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۴

مطلق پانی میں جب کوئی سیال شے مل جائے جیسے دودھ، سرکہ، منقہ کا پانی وغیرہ، اور اس سے پانی کا نام زائل ہو جائے کہ پانی مغلوب ہو تو اب یہ پانی مقید ہے اھ لیکن پھر وہ اس جیسی صورت میں رنگ کے اعتبار کا ذکر کرتے ہیں چنانچہ اسی کے متصل فرماتے ہیں، پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اس کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہے تو رنگ میں غلبہ معتبر ہوگا۔	وهی الجادة الواضحة حيث قال الماء المطلق اذا خالطه شیء من المائعات الطاهرة كاللبن والخل ونقیع الزبيب ونحو ذلك علی وجه زال عنه اسم الماء بان صار مغلوباً به فهو بمعنى الماء المقید ^۱ اھ لیکن ثم عادہ الی اعتبار اللون فی مثله فقال متصلاً به ثم ینظر ان کان یخالف لونه لون الماء یعتبر الغلبة فی اللون ^۲ ۔
---	--

(۳۰۵) جس سرکہ کا مزہ رنگ و بُو سے اقوی ہو جب اس کے مزہ و بُو پانی پر غالب آئیں اور رنگ نہ بدلے بحکم مذکور ائمہ قابل وضو ہے اور ضابطہ مخالف۔

(۳۰۶) جس سرکہ کا رنگ غالب تر ہو جب اُس سے صرف رنگ بدلے تو اس کا عکس ہے یعنی بحکم ائمہ اُس سے وضو ناجائز اور ضابطہ مقتضی جواز۔

(۳۰۷) دودھ سے جب پانی کا صرف رنگ بدلے بحکم ائمہ مذکورین قابل وضو نہیں اور عجب کہ امام زلیعی نے بھی اُن کی موافقت کی حالانکہ اُن کا ضابطہ مقتضی جواز ہے لانہ ذوالثلاثة ولونه اقوی فلا یکفی وصف واحد (کیونکہ یہ تین وصفوں والا ہے اور اس کے اوصاف میں رنگ قوی تر ہے تو ایک وصف پر اکتفاء نہ کیا جائیگا۔ ت) ہاں امام ابن الہمام و دُر و قدوری و ہدایہ و عنایہ و عمدة القاری جانب جواز ہیں کما تقدم کل ذلک ۱۳۴ واللہ تعالیٰ اعلم (اس کی پوری بحث ۱۳۴ میں گزر چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ت)

تکمیل جزئیات نا محصور ہیں بہت ہی چیز کہ پانی سے کسی وصف میں مخالف ہے اس کے بارے میں اس اختلاف و اتفاق کا ضابطہ ملاحظہ چند امور سے واضح:

(۱) اگر کوئی وصف نہ بدلے پانی بالاجماع قابل وضو ہے۔

عہ: سیاتی بحمد اللہ تعالیٰ تحقیق السر فی ذلک فی سادس ضوابط الفصل الثالث ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

اس کی حکمت تیسری فصل کے چھٹے ضابطہ میں آئے گی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

^۱ بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱۱/۱۵

^۲ بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱۱/۱۵

(۲) مخالفت اگر صرف رنگ یا مزہ میں ہے اور وہ بدل جائے بالاتفاق قابل وضو نہیں۔

تنبیہ: بدلنے سے کیا مراد ہے اس کی تحقیق ان شاء اللہ العزیز فصل سوم میں آئے گی۔

(۳) اگر دو وصف میں مخالفت ہے اور دونوں بدل جائیں بالاتفاق عدم جواز ہے۔

(۴) اگر صرف رنگ و مزہ یا رنگ و بو میں تخالف ہے اور رنگ بدلے تو بالاتفاق ناقابل ہے اور دوسرا بدلے تو بحکم منقول جواز اور

بروئے ضابطہ ناجائز۔

(۵) اگر صرف مزہ و بو میں اختلاف ہے اور مزہ بدلے تو بالاتفاق اور بو بدلے تو صرف بروئے ضابطہ عدم جواز ہے منقول جواز۔

(۶) اگر تینوں وصف مختلف ہیں اور سب بدل جائیں بالاتفاق ناجائز۔

(۷) اگر اس صورت میں صرف مزہ یا بو بدلے بالاتفاق جواز ہے اور فقط رنگ بدلے تو بحکم منقول ناجائز اور حکم ضابطہ جواز۔

(۸) اسی صورت میں اگر رنگ و مزہ یا رنگ و بو بدلیں بالاتفاق ناجائز اور مزہ و بو بدلیں تو ضابطہ پر ناجائز اور منقول جواز۔

(۹) تخالف و تبدل دونوں کی جمیع صورتوں کا احاطہ تو ان آٹھ میں ہو گیا، رہا یہ کہ تبدل کی کون سی صورت کہاں ممکن ہے اُس کا بیان

یہ کہ جو ایک ہی وصف میں مخالف ہے ظاہر ہے کہ وہ تو اُسی کو بدل سکتا ہے اور اگر دو میں تخالف ہے تو تین صورتیں ہیں اول

اقوی ہوگا یا دوم یا دونوں مساوی، یعنی بدلیں تو دونوں ایک ہی ساتھ بدلیں اُن میں آگا چچھا نہیں اگر ایک قوی ہے تو ایک کے تغیر

میں اُسی کا تغیر ہوگا صرف دوسرے کو متغیر فرض نہیں کر سکتے ہاں دونوں کا بدلنا تینوں صورتوں میں ہو سکتا ہے۔

(۱۰) اگر تینوں وصف مختلف ہیں تو اس میں سات احتمال ہیں: اول اقوی ہو یا دوم یا سوم یا اول و دوم یا اول و سوم یا دوم و سوم

یا سب مساوی جن میں ایک اقوی ہو تنہا ایک کے تبدل میں وہی مفروض ہو سکتا ہے اور دو کے تبدل میں ایک وہ ہونا

ضرور۔ اُس کے بغیر باقی دونوں کا تنہا یا معاً تغیر فرض نہیں کر سکتے اور دو اقوی ہیں تو اُسی میں نہ ایک کا تبدل ہو سکتا ہے نہ ایسے دو

کا جن میں ایک وہ تیسرا ہو، ہاں تینوں بدل سکتے ہیں اور جہاں تینوں مساوی ہیں وہاں یہی صورت فرض ہو سکتی ہے کہ سب بدل

جائیں یا کوئی نہ بدلے واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد الکریم الاکرم و علی آلہ

وصحبہ و ابنہ و حزبہ و بآرک وسلم آمین والحمد للہ رب العلمین۔

فصل ثانی مطلق و مقید کی تعریف میں

یہاں عبارات علماء مختلف آئیں،

امّا لفظاً او معنی ایضاً فنہا صحیح و خلافہ و الصّحیح منہا حسن واحسن فن ذکرہا ومالہا وعلیہا لیتبین المنتجب من المجتنب. فی راعی معیار فی کل مطلب، واللہ الموفق ما غیرہ رب۔	یا تو لفظاً یا معنی بھی، ان میں سے کچھ صحیح ہیں اور کچھ اس کے برخلاف صحیح میں سے کچھ حسن اور کچھ احسن ہیں، تو اب ہم انہیں اور ان پر جو امحاء ہیں انہیں ذکر کرتے ہیں تاکہ صحیح اور غلط ظاہر ہوتا کہ ہر بحث میں معیار کی رعایت کی جائے (ت)
---	---

اول مطلق وہ کہ شے کی نفس ذات پر دلالت کرے کسی صفت سے غرض نہ رکھ نہ نفیانہ اثباتاً قالہ فی الکفایۃ (یہ تعریف کفایہ میں ہے۔ ت) اور مقید وہ کہ ذات کے ساتھ کسی صفت پر بھی دل ہو، عنایہ میں ہے:

ان اللہ تعالیٰ ذکر الماء فی الایۃ مطلقاً والمطلق ما یتعرض للذات دون الصفات ومطلق الاسم ینطلق علی هذه المیاء ¹ اھ ای ماء السماء والادویۃ والعیون والابرار ذکرہ مستدلاً علی جواز التوضی بہا بقولہ تعالیٰ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا۔ اقول: (ا) هذا هو المطلق الاصولی و لیس مرادنا قطعاً فانہ مقسم المقیدات وهذا قسمیہا وهو ینطلق علی جمیع المقیدات فیلزم جواز التوضی بہا بل المطلق ہنہا مقید بقید الاطلاق فی مرتبة بشرط لاشیئی ای ما لم یعرض له ما یسلب عنہ اسم الماء	اللہ تعالیٰ نے آیہ مبارکہ میں پانی کو مطلق ذکر کیا ہے، اور مطلق وہ ہے جس میں صرف ذات کا ذکر ہو صفات کا نہ ہو، اور پانی کا مطلق نام انہی پانیوں پر بولا جاتا ہے اھ یعنی آسمان، وادویوں، چشموں اور کنوؤں کے پانیوں پر، اس کا ذکر وضو کے جواز کے سلسلہ میں کیا ہے فرمان الہی ہے وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا۔ (ت) میں کہتا ہوں یہ اصولی مطلق ہے اور وہ یہاں قطعاً مراد نہیں کیونکہ وہ مقیدات کا قسم ہے اور یہ اُن کا قسم ہے اور یہ تمام مقیدات پر جاری ہے تو ان تمام سے وضو کا جواز لازم آتا ہے بلکہ مطلق یہاں بقید اطلاق مقید ہے اور بشرط لاشیئی کے مرتبہ میں ہے، یعنی اس کو جب تک ایسی چیز لاحق نہ ہو جو اس سے
---	---

¹ العنایۃ مع فتح القدر باب الماء الذی یجوز بہ الوضو مالا یجوز نور یہ رضویہ سکر ۶۰/۱

مطلق پانی کا نام سلب کر لے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ نفس ذات پر ایک زائد وصف کی طرف اشارہ ہے، تو مطلق یہاں مقید کی قسم ہے اور باقی مقیدات کا قسم ہے علامہ شامی نے اس کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا "جاننا چاہئے کہ ماء مطلق مطلق ماء سے اخص ہے کیونکہ اس میں اطلاق کی قید ہے، اس لئے مقید کا اس سے خارج کرنا درست ہے، اور مطلق ماء کے معنی ہیں کوئی بھی پانی ہو تو اس میں مذکور مقید بھی داخل ہوگا، اور یہاں اس کا ارادہ صحیح نہیں ہے اہ بحر میں مطلق کی تعریف کے بعد ہے "مطلق اصول میں معترض ذات کو بیان کرتا ہے نہ کہ صفات کو، نہ نفی سے نہ اثبات سے، جیسے آسمان، چشمہ اور دریاں کا پانی اہ مقابله سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں مراد نہیں ہے لیکن مطلق پانیوں کی اس کی مثال بنانا کلام میں ایہام پیدا کرنا ہے تو احسن وہی ہے جو کافی، بنایہ اور مجمع الانہر میں ہے، ان

المرسل ولا شك ان هذا متعرض لوصف زائد على نفس الذات فالمطلق ههنا قسم من المقيد وقسيم لسائر المقيدات وقد تنبه لهذا السيد العلامة الشامي فنبه عليه بقوله واعلم ان الماء المطلق اخص من مطلق ماء لاختلاف الاطلاق فيه قيد اولذا صح اخراج المقيد به واما مطلق ماء فبعناه اي ماء كان فيدخل فيه المقيد المذكور ولا يصح ارادته ههنا¹ اه ووقع في البحر بعد ما عرف المطلق بمآياتي والمطلق في الاصول هو المتعرض للذات دون الصفات لا بالنفي ولا بالاثبات كماء السماء والعين والبحر² اه فقد كان يفهم بالمقابلة انه ليس مراداههنا لكن (ا) جعل البياض المطلقة مثالا صرف الكلام الى الايهام فالاحسن ما في الكافي^ع والبنائية

اور غایۃ البیان میں ہے کہ مراد یہاں پر وہ ہے جو محض ماء کے نام کے اطلاق سے سمجھا جاتا ہے ورنہ مذکورہ پانی مطلق پانی نہیں کیونکہ یہ پانی کسی صفت سے مقید ہیں، اور اصولیین کے نزدیک مطلق وہ ہے جو صرف ذات کو بتائے نہ کہ صفت کو اہ میں کہتا ہوں مطلق کا وجود اعیان میں نہیں مقید کے ضمن ہی میں ہوتا ہے، تو مذکورہ پانیوں میں تخصیص نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

^ع وفي غاية البيان المراد هنا ما يفهم بمجرد اطلاق اسم الماء والا فالبياه المذكورة ليست ببطلة لتقييدهابصفة وفي اصطلاح اهل الاصول هو المتعرض للذات دون الصفة اه اقول: لا وجود للمطلق في الاعيان الا في ضمن للمقيد فلا تخصيص للبياه والمذكورة ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

¹ رد المحتار باب المياه مصطفى الباني مصر ۱۳۲

² بحر الرائق كتاب الطهارة ابي ايم سعيد كميني كراچی ۱/۶۶

سب نے اصولی مطلق کا ذکر کیا ہے، پھر فرمایا ہے، یہاں وہی مراد جو ذہنوں کی طرف سبقت کرتا ہے الخ (ت)

ومجمع الانهر اذا ذكروا المطلق الاصولي ثم قالوا واريد ههنا ما يسبق الى الافهام¹ الخ

دوم مطلق: وہ کہ اپنی تعریف ذات میں دوسری شے کا محتاج نہ ہو اور مقید وہ کہ جس کی ذات بے ذکر قید نہ پہچانی جائے۔

اس کو مجمع الانهر میں ناپسندیدہ قول کے طور پر بیان کیا ہے فرمایا اور کہا جاتا ہے کہ مطلق وہ ہے جو اپنی ذات کی تعریف میں کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں ہوتا ہے اور مقید وہ ہے جس کی ذات قید کے بغیر نہیں جانی جاتی ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں، یہ بظاہر پہلے سے بھی زیادہ غلط ہے کیونکہ کوئی چیز بھی اپنی ذات کی تعریف میں کسی دوسری چیز کی محتاج نہیں ہوتی ہے، لیکن مقصود یہ ہے کہ وہی پانی کی طبیعت پر باقی ہے، اور پانی کی طبیعت میں کوئی ایسی چیز داخل نہیں ہوئی جو اس کو اس کی طبیعت سے خارج کر دے یا عرف میں اس کے غیر کے ساتھ مرکب کر دے تو وہ پانی کے علاوہ دوسری چیز بن جائے جس پر محض پانی کے نام کا اطلاق نہ ہو، اور اس کے اطلاق سے اس کی ذات نہ پہچانی جائے اور اس سے زیادہ واضح غنیہ کی عبارت ہے کہ وہ، وہ ہے جو عرف میں پانی کہلاتا ہے، اس کی ذات کی تعریف میں کسی تقید کی حاجت نہ ہو اھ یہ تعریف امام حافظ الدین نے مستصفا میں کی ہے، جیسا آئیگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ت)

ذكره في مجمع الانهر على جهة التبريض فقال ويقال المطلق ما لا يحتاج في تعريف ذاته الى شئ² اخر والمقيد ما لا يتعرف ذاته الا باليد³ اقول: وهو بظاهرة افسد من الاول فان شيئا ما قاط لا يحتاج في تعريف ذاته الى شئ² اخر ولكن المقصود انه الباقي على طبيعة الماء وصرافة البائية لم يداخله ما يخرج عن طبعه او يجعله في العرف مركبا مع غيره فيصير ذاتا اخرى غير ذات الماء لا يطلق عليه محض اسم الماء ولا تعرف ذاته باطلاقه ووضح منه قول الغنية هو ما يسي في العرف ماء من غير احتياج الى تقيد في تعريف ذاته³ اھ وهو ما خوذ عن الامام حافظ الدين في المستصفا كما سيأتي ان شاء الله تعالى۔

¹ مجمع الانهر تجوز الطهارة بالماء المطلق مطبعة عامره مصر ۱/ ۲۷

² مجمع الانهر تجوز الطهارة بالماء المطلق مطبعة عامره مصر ۱/ ۲۷

³ غنية المستصفا احكام المياه سهيل اكيڈمی لاہور ص ۸۸

سوم: مطلق وہ کہ اپنی پیدائشی اوصاف پر باقی ہو، خزانۃ المفتین میں شرح طحاوی سے ہے:

<p>یہ وہ ہے جو اپنے پیدائشی اوصاف پر باقی ہے، میں کہتا ہوں اگر اوصاف سے محض اوصاف ثلثہ مراد ہیں، یا مع رقت وسیلان کے، تو اس پر چنوں اور باقلی کے پانی سے اعتراض ہے، اور اس پانی سے اعتراض ہے جس میں صابون اور اُشنان ملایا گیا ہو، اگرچہ ان دونوں کے ساتھ پکایا گیا ہو، یا جھری کے ساتھ پکایا گیا ہو جب تک اس میں رقت باقی ہو، اور اسی طرح وہ پانی جس میں کھجوریں ڈالی گئی ہوں اور میٹھا ہو گیا ہو اور نبیذ نہ بنا ہو کیونکہ اس کے اوصاف میں کُلی یا جزوی تغیر پیدا ہو گیا ہے حالانکہ اس کے ساتھ وضو اتفاقاً جائز ہے اور اسی طرح وہ پانی جو کسی مانع (سیال) سے مل گیا ہو جو پانی کے اکثر اوصاف میں اس کے مشابہ ہو یا مساوی ہو حالانکہ اس سے وضو اتفاقاً ناجائز ہے یہ طردا و عکسا و انتقض ہو گیا، اور اگر عام کا ارادہ کیا ہو تو نقض و سبع ہو جائیگا تو گرم پانی کی مثل سے بھی نقض وارد ہوگا۔ (ت)</p>	<p>هو الباقي على اوصاف خلقته¹ اقول: ان اريد (۱) بالاوصاف الاوصاف الثلاثة خاصة اومع الرقة والسيلان انتقض بسنقوع الحمص والباقلا وماخلط بصابون واشنان ولو طبخ بهما اوبسدر مادام باقيا على رفته وكذا ما القى فيه تميرات فحلا ولم يصير نبیذ التغیر اوصافها كلا اوبعضا مع جواز الموضوع بها اتفاقا^(۲) وكذا بماخلط بمائع موافق في الاوصاف اكثر منه اومساويا مع امتناع الموضوع به وفاقا فانتقض طراد وعكسا وان ارید الاعم اتسع الخرق فانتقض بنحو الحميم ايضا۔</p>
--	---

چہارم مطلق وہ کہ اپنی رقت وسیلان پر باقی ہو شبلیہ علی الزلیعی میں ہے:

<p>مطلق پانی جب تک ہے کہ اپنی اصل خلقت پر ہو، یعنی اس میں رقت اور سیلان باقی ہو اور جب اس میں کوئی پاک چیز مل کر اس میں گاڑھا پن پیدا کر دے تو وہ مقید ہو جائیگا اھ کی اھ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں یہ اور بھی زائد فاسد ہے، اور گزشتہ بحث میں اس پر رد ہو چکا ہے اور اس پر یوں بھی اعتراض وارد ہوتا ہے اُس کے ساتھ کہ</p>	<p>الماء المطلق ما بقى على اصل خلقته من الرقة والسيلان فلو اختلط به طاهرا وجب غلظه صار مقيدا² اھ یحیی اھ</p> <p>اقول: (۳) هذا افسد وقد تضمن سابقه الرد عليه ويزيد هذا انتقاضا بماخلط بكل مائع لا يسلبه رفته وان</p>
--	--

¹ طحاوی علی الدر المختار باب المیاء بیروت ۱۰۲/۱

² شبلی علی التیسین کتاب الطہارت الامیریہ بولاق مصر ۱۹

غیر اوصافہ کاللبین والخل والعصیر ونحو ذلک۔

اس میں کوئی ایسی مائع شے شامل ہو جائے جو اس کی رقت کو ختم نہ کرے خواہ اُس کے دوسرے اوصاف میں تغیر پیدا کر دے، جیسے دودھ، سرکہ، عرق وغیرہ۔ (ت)

پہنچ: مطلق وہ جس کے لئے کوئی نیا نام نہ پیدا ہوا، ہدایہ میں فرمایا:

قال الشافعي رحمه الله تعالى لا يجوز التوضي بماء الزعفران واشباهه ما ليس من جنس الارض لانه ماء مقيد الاتري انه يقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض لان الماء لا يخلو عنها عادة ولنان اسم الماء باق على الاطلاق الاتري انه لم يتجدد له اسم على حدة واضافته الى الزعفران كاضافته الى البئر والعين¹ اه

اقول: (۱) ظاہرہ منتقص بالحییم فقد حدث له اسم لم يكن فان قلت اسم الماء باق عليه فالمراد ماتجدد له اسم مع انتفاء اسم الماء الاتري الى قوله ان اسم الماء باق على الاطلاق اقول اولاً قوله قدس سره لم يتجدد له مفصول عما قبله الاتري الى قوله الاتري فقد جعله دليلاً على بقاء الاسم لان بقاء الاسم مأخوذ فيه وثانياً بقاء الاسم على الاطلاق كاف على الاطلاق لايحتاج بعده الى عدم حدوث ولا يضر معه الف حدوث فضمه اليه يجعله لغوا۔ هذا اورده الفاضل عصام في حاشية بانه منقوض

امام شافعی نے فرمایا وہ اشیاء جو زمین کی جنس سے نہیں ہیں جیسے زعفران کا پانی وغیرہ اُن سے وضو جائز نہیں، کیونکہ وہ مقید پانی ہے، اس لئے اس کو زعفران کا پانی کہتے ہیں، بخلاف زمینی اجزاء کے، کیونکہ عام طور پر کوئی پانی زمینی اجزاء سے خالی نہیں ہوتا ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے اور اس کا کوئی نیا نام وضع نہیں ہوا ہے اور اس کی اضافت زعفران کی طرف ایسی ہی ہے جیسے پانی کی اضافت کنوئیں یا چشمے کی طرف ہوتی ہے (ت)

میں کہتا ہوں بظاہر اس پر گرم پانی کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ اس پر ایک ایسا نام بولا جا رہا ہے جو پہلے نہ تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں بھی پانی کا نام باقی ہے، تو مراد یہ ہے کہ جس کا نیا نام پڑ گیا ہو اور پانی کا نام ختم ہو گیا ہو، چنانچہ انہوں نے فرمایا "پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے۔ میں کہتا ہوں اول تو ان کا قول "لم يتجدد له" ما قبل سے منفصل اور الگ ہے چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے "الاتري" تو اس کو انہوں نے نام کے باقی رہنے پر دلیل بنایا ہے یہ نہیں کہ نام کا باقی رہنا اس میں مأخوذ ہے، ثانیاً نام کا علی الاطلاق باقی رہنا اطلاق کے لئے کافی ہے اس کے بعد وہ عدم حدوث کا محتاج نہیں اور اس کے ہوتے ہوئے ہر حدوث بھی مضر نہیں، تو

¹ الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء وما لا یجوز بہ مطبع عربیہ کراچی ۱۸/۱

بماء الباقلاء حیث لم یتجدد له اسم ولم یبق ماء مطلقاً ثم قال والجواب ان المراد هو الاستلزام الاكثرى فان الغالب في المقيد تجدد الاسم كالخبز^{عہ} المبرقة والصبغ ونحو ذلك بخلاف المطلق وهذا القدر كاف في غرضنا اذ الاولى في الفرد^{عہ} الذي يشتهه حاله ان يلحق بالاکثر الاغلب^۱ اه وتعقبه العلامة سعدی افندی بقوله لك ان تمنع الاكثرية الاترى الى ماء الورد وماء الهندباء وماء الخلاف واشباهها^۲ اه

اقول: السؤال والجواب والتعقب كل ذلك نداء من وراء حجاب (۱) اما التعقب فلان كثرة ما يقال له ماء كذا لا تنفي اكثرية ما تجددت له الاسماء وهي معلومة قطعاً بلا امتراء واما الجواب فاولاً (۲) حاصل الجدل ان الامام الشافعی رضی اللہ

اس کا اُس کے ساتھ ملا دینا اس کو لغو قرار دیگا۔ یہ عصام نے اپنے حاشیہ میں لکھا کہ اس پر باقلاء کے پانی سے اعتراض وارد ہوگا اس لئے کہ اس کا کوئی نام نیا نہیں پیدا ہوا اور مطلق پانی بھی نہ رہا پھر فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ مراد استلزام اکثری ہے، کیونکہ مقید میں عام طور پر نام نیا ہو جاتا ہے، جیسے روٹی، شوربہ اور رنگ وغیرہ بخلاف مطلق کے، اتنی مقدار ہماری غرض میں کافی ہے، کیونکہ اولیٰ اُس فرد میں جس کا حال مشتبہ ہو یہ ہے کہ اس کو اکثر و اغلب سے لاحق کیا جائے اس پر علامہ سعدی افندی نے تعاقب کیا، اور فرمایا اس میں اکثریت کے وجود کا انکار کیا جاسکتا ہے، جیسے گلاب کا پانی، کاسنی کا پانی، اور بید کا پانی اور اسی طرح دوسری اشیا کا پانی

اه (ت)

میں کہتا ہوں سوال وجواب اور تعقب یہ سب پردے کو پیچھے پکارنا ہے، تعقب تو اس لئے کہ جن اشیاء کو کہا جاتا ہے کہ "فلاں چیز کا پانی" ان کی کثرت، اُن اشیاء کے اکثر ہونے کے منافی نہیں جن کے نام نئے پڑ گئے ہوں اور یہ بلاشبہ معلوم ہیں، اور جواب کی بابت اول تو یہ ہے کہ جھگڑے کا حاصل یہ ہے

عہ ۱: اقول: من العجب عد الخبر من البياء المقيدة۔ (م)

عہ ۲: ای فیلحق ماء الزعفران بالماء المطلق وماء الباقلاء لتبين حاله بالمقيد وان لم یتجدد له ايضاً اسم اذ لا تدع ان كل لا متجدد مطلق^{۱۲} منه غفر له۔

میں کہتا ہوں بڑے تعجب کی بات ہے کہ روٹی کو مقید پانیوں میں شمار کیا ہے۔ (ت)

یعنی زعفران کے پانی کو مطلق پانی اور باقی کے پانی سے ملحق کیا جائیگا تاکہ اس کا حال مقید سے جدا ہو جائے، اگرچہ اس کا بھی کوئی نیا نام نہیں پڑا ہے کیونکہ ہمارا یہ دعوٰی نہیں ہے کہ ہر وہ پانی جس کا نیا نام نہ ہو وہ مطلق ہے^{۱۲} منہ غفر لہ۔ (ت)

^۱ حاشیہ سعدی چلیبی مع الفتح القدیر نوریہ رضویہ سکر ۱/۶۳

^۲ اشیہ سعدی چلیبی مع الفتح القدیر نوریہ رضویہ سکر ۱/۶۳

کہ امام شافعی نے اس کے مقید پانی ہونے پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس کو زعفران کا پانی کہا جاتا ہے تو اس میں قید کی ضرورت ہوئی اور ہر وہ چیز جس میں قید کی ضرورت ہو مقید ہوتی ہے تو اس کا جواب شیخ قدس سرہ نے منع اور معارضہ کے ساتھ دیا ہے۔ منع تو اس اعتبار سے، پس ان کا قول و اضافت الی الزعفران الخ یعنی ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہر اضافت احتیاج کیلئے ہے، بلکہ اضافت کبھی کسی شے کی تعریف کیلئے ہوتی ہے، ذات کے علاوہ جیسے کنویں کا پانی چشمے کا پانی، باقی رہا معارضہ تو ان کا قول ان اسم الماء باقی الخ تو انہوں نے اطلاق پر مطلع پانی کے نام کے باقی ہونے سے استدلال کیا ہے اور اس کے باقی رہنے پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس کا کوئی نیا نام نہیں پڑا ہے، تو اس میں یہ قاعدہ کلیہ ملانے کی ضرورت ہے کہ مردہ پانی جس کا نیا نام نہ پڑا ہو تو مطلق کا نام اس پر باقی ہے تو معترض نے اس کلیہ پر نقض وارد کیا ہے باقی وغیرہ کے پانی سے، اور اکثریت والے جواب کا اس سے تعلق نہیں ہے کیونکہ اس میں "تعدیہ" نہیں پایا جاتا ہے، اور ثانیاً، لازم ان کے قول "مقید میں غالب نام کا تجدد ہے" سے تجدد من جہۃ التقیید کے استلزام کی اکثریت ہے، یعنی اکثر مقیدات، متجدد ہیں حالانکہ ان کے حق میں نفع بخش اطلاق من جہۃ عدم التجدد کے

تعالیٰ عنہ استدلال علی کونہ ماء مقیداً بانہ یقال لہ ماء الزعفران فاحتاج الی التقیید وکل ما احتاج الی التقیید مقید واجاب عنہ الشیخ قدس سرہ بمنع ومعارضة اما المنع فقول و اضافته الی الزعفران الخ ای لانسلم ان کل اضافة للاحتیاج بل ربما یکون لتعریف شیئی وراء الذات کماء البئر والعین واما المعارضة فقولہ ان اسم الماء باقی الخ فاستدل علی الاطلاق ببقاء اسم الماء المطلق و علی ببقائه بانہ لم یتجدد لہ اسم فلا بد من ضم الکلیۃ القائلة ان کل ما لم یتجدد لہ اسم فاسم المطلق باقی علیہ فنقض المعتبر ضم الکلیۃ بماء الباقلاء ونحوہ ولا یبسیہ الجواب بالاکثریۃ لانتفاء التعدید (۱) و ثانیاً لازم من قوله الغالب فی المقید تجدد الاسم اکثریۃ الاستلزام للتجدد من جهة التقید ای اکثر المقیدات متجددات والنافع لہ اکثریۃ الاستلزام للاطلاق من جهة عدم التجدد ای اکثر ما لم یتجدد لہ اسم فهو مطلق لیلحق هذا الذی لم یتجدد لہ اسم بالاکثر الاغلب لکن لا یلزم هذا من ذلك بل یمکن ان یکون اکثر ما تقید تجدد

یعنی مصنف کے کلام کی توجیہ میں، زعفران کے پانی کو مطلق پانیوں میں شمار کرنے کیلئے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ ای فی توجیہ کلام الامام المصنف قدس سرہ لجعل ماء الزعفران من المیاء المطلقۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ولایکون اکثر مالم یتجدد لم یتقید فان القضية الاکثرية لایجب ان تنعکس بعکس النقیض کنفسهالجواز ان تکون افراد مالم یتجدد له اسم اقل بکثیر من افراد المقید و یکون اکثرها دخلا فی المقید فیکون اکثر افراد المقید متجددا و اکثر افراد اللامتجدد مقیدامثلا یکون المقید من المیاء الفاقدة تجددا لاسم لثمانمئة منها دون مائتین ومالم یتجدد له الاسم من المیاء سواء کان مطلقا او مقیدا لثلاثمئة مائة منها من الماء المطلق والباقي من المقید فیصدق ان اکثر المقید متجدد ولا یصدق ان اکثر اللامتجدد لا مقید بل اکثره مقید کما علمت۔

فان قلت بل نقرر هکذا لو کان هذا مقید التجدد له اسم بالنظر الی الغالب لکن لم یتجدد له اسم فلیس بمقید ظنا والظن یکفی لانه مشتبه الحال فیحال علی الغالب والغالب فی المقید التجدد فانتفاء اللازم الاکثری یدل علی انتفاء الملزوم ظنا کما ان انتفاء اللازم الکی یدل علی انتفاء الملزوم قطعاً وحاصله

استلزام کی اکثریت ہے، یعنی اکثر وہ کہ جن کا کوئی نیا نام نہیں پڑا ہے تو وہ مطلق ہے تاکہ یہ جس کا نام نیا نہیں ہے اس کو اکثر واعلب سے لاحق کیا جاسکے، لیکن یہ اُس سے لازم نہیں آتا ہے، بلالکہ ممکن ہے کہ جو چیزیں مقید ہیں ان میں سے اکثر کا نیا نام ہو گیا ہو اور اکثر وہ چیزیں جن کا نیا نام نہ ہو مقید نہ ہوئی ہوں، کیونکہ جو قضیہ اکثر یہ ہوتا ہے ضروری نہیں کہ اس کا عکس نقیض اس کے مساوی ہو، اس لئے کہ یہ جائز ہے کہ جن کا نام نیا نہیں ہے ان کے افراد مقید کے افراد سے بہت ہی کم ہوں اور ان کے اکثر مقید میں داخل ہوں تو مقید کے اکثر افراد نئے نام والے ہو جائیں گے اور لامتجدد کے اکثر افراد مقید ہو جائیں گے، مثلاً وہ مقید پانی جس کے لئے ہزار نام ہو، ان میں سے آٹھ سو افراد کا نام بدل گیا ہو، دو سو کا نہ بدلا ہو، اور جن پانیوں کا نام نہ بدلا ہو خواہ وہ مطلق ہوں یا مقید تین سو ہوں، سو ان میں سے مطلق پانی کے اور باقی دو سو مقید پانی کے ہوں تو اب یہ قضیہ تو صادق ہے کہ اکثر مقید متجدد ہے اور یہ صادق نہیں کہ اکثر لامتجدد لا مقید ہے، بلالکہ اس کا اکثر مقید ہے، جیسا کہ آپ نے جانا۔ (ت)

اگر کہا جائے کہ ہم اس کی تقریر اس طرح کرتے ہیں کہ اگر یہ مقید ہوتا تو اس کا کوئی نیا نام ہوتا، غالباً ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن چونکہ اس کا نیا نام نہیں ہوا اس لئے وہ ظنی اعتبار سے مقید نہیں اور اس میں ظن کافی ہے کیونکہ اس کا حال مشتبه ہے تو اس کا دار و مدار غالب پر رکھا جائے گا اور غالب مقید میں تجدد ہے، تو لازم اکثری کا انتفاء ملزوم کے انتفاء پر ظنی طور پر

التمسك بغلبة التجدد في المقيّد من دون حاجة الى غلبة الاطلاق في اللامتجدد۔

انما يظن ما هو اكثر والاكثرية في استلزام وجود الوجود لا تستلزم اكثرية استلزام انتفاء ب لانتفاء افی مثله انما يظن بوجود اللازم عند تحقق الملزوم لا بانتفاء الملزوم عند انتفاء اللازم۔

وثالثاً: (۱) ما الفارق بين ماء الباقلاء وماء الزعفران حتى كان هذا مشتبهاً فالحق بالغالب وذاك متعيناً فلم يلحق واما السؤال (ع) فلان ماء الباقلاء اسم جديد

دلالت کرتا ہے، جیسا کہ لازم کلی کا انتفاء ملزوم کے انتفاء پر قطعاً دلالت کرتا ہے، اور اس کا حاصل مقید میں غلبہ تجدد سے استدلال ہے، اور لامتجدد میں غلبہ اطلاق کی حاجت نہیں ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں جو اکثر ہو اسی کا ظن ہوتا ہے اے وجود کی اکثریت کا ب کے وجود کی اکثریت کو مستلزم ہونا اے انتفاء کی وجہ سے ب کے انتفاء کے استلزام کی اکثریت کو مستلزم نہیں ہے تو اس جیسی صورت میں ملزوم کے وجود کے تحقق کے وقت لازم کے وجود کا ظن ہوتا ہے نہ کہ انتفاء ملزوم بوقت انتفاء لازم کے۔ (ت)

ثالثاً، یافرق ہے باقی کے پانی اور زعفران کے پانی میں، کہ اس کو مشتبه قرار دیا جائے، اور غالب سے لاحق کیا جائے اور وہ متعین ہے تو لاحق نہ کیا جائے گا باقی رہا سوال تو باقلاء کا پانی نیا نام ہے، پانی کے نام

عہ ثم رأيت اجاب عنه في البنائية بان المضاف ههنا خارج من المضاف اليه بالعلاج فلا يجوز وان لم يتجدد له اسم اه

اقول: (۲) تسليبه عدم تجدد الاسم قد عرفت مافيه و ما قاله مبني على ما ذكره في تعريف اضافة التقييد (۳) و سياقي مافيه، بعونه تعالى وعلى كل فقد سلم ان التعريف بتجدد الاسم غير جامع ثم قال وقال تاج الشريعة الدليل يقتضي الجواز ولكن الطبخ والخلط يشبتان نقصاناً في كونه

پھر میں نے دیکھا کہ انہوں نے بنایہ میں اس کا جواب دیا کہ یہاں مضاف، مضاف الیہ سے خارج ہے علاج کی وجہ سے تو جائز نہیں اگرچہ اس کا نیا نام نہ ہواہ میں کہتا ہوں نام کے نیا نہ ہونے کا تسلیم کرنا، اس پر جو اعتراض ہے وہ آپ نے جان لیا، اور جو انہوں نے کہا ہے وہ اس چیز پر مبنی ہے جس کو انہوں نے اضافة تقييد کی تعريف میں ذکر کیا ہے، اور یہ عنقریب آئے گا اور بہر حال یہ تعريف کہ نام نیا ہو جائے جامع نہیں اس کو انہوں نے تسلیم کیا ہے پھر کہا کہ تاج الشريعة نے فرمایا دلیل جواز کا تقاضا کرتی ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

کا غیر ہے اور پانی کا اس کے نام کا جزئی ہونا جدت کے منافی نہیں، اس لئے اس کو پانی نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ وہ گاڑھا ہے اور پانی پتلا ہوتا ہے۔ بخلاف زعفران کے پانی کے، کیونکہ اس سے مراد وہ ہے جو گاڑھا نہ ہوا ہو، اور یہ اتفاقاً ہے، بلکہ جب تک رنگنے کے لائق نہ ہو، اور یہ تحقیق کی بنا پر ہے جیسا کہ پانی کی تقسیم ۱۲۰ میں گزرا یہ مجھ پر ظاہر ہوا پھر میں نے محقق ابن امیر الحاج کو دیکھا کہ انہوں نے اس کی طرف حلیہ میں اشارہ فرمایا، وہ فرماتے ہیں گلاب کے پانی کی ذات مثلاً کسی قائل کے صرف اس قول سے معلوم نہیں ہوتی ہے کہ "پانی" جب تک کہ وہ اسے گلاب کی طرف مضاف نہ کرے، اس لئے اضافت لازم ہوئی کیونکہ یہ ایسی چیز کی طرف اضافت ہے جس کی طرف اضافت ضروری ہے اور اس لزوم کے واسطے سے اس کا الگ نام پڑ گیا، تو اس کو مطلقاً پانی کہنا درست نہ ہوگا، ہاں مجازاً کہا جاسکتا ہے اھ واللہ الموفق (ت) پھر میں کہتا ہوں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بعض مقید

غیر اسم الماء وكون اسم الماء جزء منه لا ينافي الجدة الاترى انه لا يصلح ان يقال له ماء لكونه ثخيناً والماء رقيق بخلاف ماء الزعفران فان المراد به ماء يثخن وهذا بالوافق بل ما لم يصلح للصبغ وهذا عند التحقيق كما تقدم في ۱۲۰ هذا ما ظهري ثم رأيت المحقق ابن امير الحاج اشار اليه في الحلية اذ قال ذات ماء الورد مثلاً لا تعرف من مجرد قول القائل ماء حتى يضيفه الى الورد ولهذا كانت الاضافة لازمة لكونها اضافة الى مالا بدمنه وبواسطة هذا اللزوم حدث له اسم آخر علحده فلا تسوغ تسميته ماء على الاطلاق الا على سبيل المجاز اھ واللہ الموفق لارب سواہ۔ ثم اقول: ان تحقق عہ ان (۱) من المياہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لیکن پکانا اور مل جانا پانی کے مانع ہونے میں خلل پیدا کرتے ہیں اھ میں کہتا ہوں یہ اس کے مطابق ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ منع گاڑھے ہونے کی وجہ سے ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت) یہ بات انہوں نے اس لئے کہی ہے کہ یہ محمد کے قول پر متصور ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر، جیسا کہ ہم (باقی بر صفحہ آئندہ)

مائعاً اھ اقول: هذا يوافق ما ذكر الحقيير حيث اشار الى ان المنع لاجل الثخن ۱۲ منہ غفرلہ (م) عہ قالہ لانہ يتصور على قول محمد اما على قول ابى يوسف الصحيح على ما يأتى

المقيدة مالا يتجدد له اسم في العرف لعدم تعلق الغرض به مثلاً انما يزول عنه اسم الماء المطلق كان ذلك نقضاً على المنع كما كان الحميم نقضاً على الجمع (۱) ويكون هذا اظهره

ورود على الفتح اذ قال فيه في بيان التقييد هو بان يحدث له اسم عليه حدة ولزوم التقييد يندرج فيه وانما يكون ذلك اذا كان الماء مغلوباً اذ في اطلاقه على المجموع حينئذ اعتبار الغالب عما هو عكس الثابت لغة وعرفاً وشرعاً اهـ

اقول: (۲) انما الثابت به انه كلما تجدد الاسم كان الماء مغلوباً اما في جهت العكس فانما ثبت انه كلما كان الماء مغلوباً لم يصح اطلاق الماء المطلق عليه لا انه يحدث له اسم برأسه ولا بد فحصر التقييد في حدوث الاسم محل نظر والله تعالى اعلم۔

پانی ایسے ہیں جن کیلئے کوئی نیا نام عرف میں مقرر نہیں ہوا ہے، کیونکہ اس سے کوئی غرض متعلق نہیں، مثال کے طور پر، اس سے مطلق پانی کا نام زائل ہوگا تو یہ نقض ہوگا منع پر، جیسا کہ حمیم نقض ہوگا جمع پر اور یہ فتح پر ورود زیادہ ظاہر ہوگا کیونکہ انہوں نے بیان تقييد میں فرمایا، تقييد یہ ہے کہ اس کا نیا نام پڑ جائے، اور لزوم تقييد اسی میں شامل ہے، اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ پانی مغلوب ہو کیونکہ اس کے مجموعہ پر اطلاق ہونے میں اس وقت غالب کا اعتبار ہوگا عدمی طور پر اور یہ لغت سے ثابت شدہ کا اور عرف و شرع سے ثابت شدہ کا برعکس ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی اس کا نیا نام ہوگا تو پانی مغلوب ہوگا، اور اس کے عکس میں یہ چیز ثابت شدہ ہے کہ جب بھی پانی مغلوب ہوگا تو اس پر مطلق پانی کا اطلاق صحیح نہ ہوگا یہ نہیں کہ اُس کے لئے کوئی نیا نام وضع کر لیا جائے گا، اور یہ ضروری ہے، تو تقييد کو نئے نام پڑ جانے میں منحصر کر دینا محل نظر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

من العبد الضعیف تحقیقہ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد تمام سرد التعریفات فلا یتقید الا اذا صلح المقصود آخر فتح یسی باسم ما یقصد به ذلك المقصود تأمل ۱۲ منہ غفرلہ۔ (مر) عہ فان حصر التقييد في حدوث الاسم في الفتح منطوق وعن الهداية مفهوم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (مر)

تحقیق سے پیش کرینگے، تو یہ مقید نہ ہوگا مگر جبکہ مقصود آخر کیلئے صالح ہو، تو اس وقت اس کا نام وہی ہوگا جو اُس کا مقصود ہے، غور کرو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

فتح میں تقييد کا نام کے نئے ہونے میں منحصر ہونا منطوق ہے، اور ہدایہ سے مفہوم ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ششم مطلق عہ وہ ہے جسے دیکھنے والا دیکھ کر پانی کے خزانہ المقتنین میں شرح طحاوی سے ہے:

<p>المطلق ما اذا نظر الناظر اليه سبأه ماء على الاطلاق¹ اه اقول: (۱) رب ماء لا يدرك البصر تقييده ولا اطلاقه كالمخلوط ببائع موافق في اللون يتوقف الامر فيه على غلبة الطعم او الاجزاء (۲) وما لقي فيه تمر او زبيب يتوقف على صيرورته نبذ او لا يضر مجرد اللون وما خلط بعصفرا وزعفران يتوقف على صلوحه للصبيغ وشيئ من ذلك لا يدرك بالبصر فلا يصح جمعاً ولا منعاً۔</p>	<p>مطلق وہ ہے کہ جب دیکھنے والا اس کو دیکھے تو اس کو مطلق پانی کا نام دے اہ میں کہتا ہوں بہت سے پانی ایسے ہیں کہ نگاہ سے نہ تو ان کا مقید ہونا معلوم ہوتا ہے اور نہ مطلق ہونا جیسے وہ پانی جو کسی سیال میں مخلوط ہو اور دونوں ہم رنگ ہوں، اس میں دار و مدار مڑے اور اجزاء کے غلبہ پر ہوگا، اور جس میں کھجور اور منقہ ڈالا جائے اس میں دار و مدار اسی کے نبذ ہونے پر ہوگا، محض رنگ مضر نہیں، اور جو عصفرا اور زعفران میں ملایا جائے تو اس میں یہ دیکھا جائیگا کہ آیا اس سے کوئی دوسری چیز رنگی جاسکتی ہے یا نہیں، اور ان میں سے کوئی چیز آنکھ سے معلوم نہیں ہو سکتی، تو یہ جمع و منع کے اعتبار سے صحیح نہیں۔ (ت)</p>
---	--

ہفتم مطلق وہ ہے جسے بے کسی قید کے بڑھائے پانی کہہ سکیں فتح القدیر میں ہے:

<p>الخلاف في ماء خالطه زعفران ونحوه مبني على انه تقييد بذلك اولا فقال الشافعي وغيره تقييد لانه يقال ماء الزعفران ونحن لانكرانه يقال ذلك ولكن لا يستنع مع ذلك مادام المخلط مغلوباً ان يقول القائل فيه هذا ماء من غير زيادة² اھ۔</p>	<p>جس پانی میں زعفران یا اسی کے مثل کوئی چیز مل جائے اس میں اختلاف اس امر پر مبنی ہے کہ وہ اس کے ساتھ مقید ہو یا نہیں، امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں مقید ہو گیا، کیونکہ اس کو زعفران کا پانی کہا جاتا ہے اور ہم اس کے منکر نہیں کہ اس کو ماء زعفران کہا جاتا ہے، لیکن جب تک مخلوط پانی ہونے والی چیز پانی سے مغلوب ہو یہی کہا جائیگا کہ یہ پانی ہے، اس میں کچھ اضافہ نہیں اھ (ت)</p>
---	--

عہ: ويشير اليه قول البنائية في ما تغير بالطبخ
 لان الناظر لو نظر اليه لايسميه ماء مطلقاً اھ ۱۲ منہ
 غفرلہ (م)

بنیہ کا قول اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے اس کے بارہ میں جو پکانے
 سے متغیر ہو جائے کیونکہ اگر دیکھنے والا اس کی طرف دیکھے تو اسے
 مطلق پانی نہیں کہے گا اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

¹ خزانة المقتنين

² فتح القدیر باب الماء الذي يجوز به الوضوء وما لا يجوز به مطبع نوریہ رضویہ سکر ۱۳۱۱ھ

<p>میں کہتا ہوں مقید پانی، پانی ہی کی ایک قسم ہے اور مقسم کو قسم پر حمل کرنا ہرگز ممنوع نہیں اور عدم تقیید کو تقیید بعدم التقیید سے کیا نسبت؟ اور گفتگو اس میں ہے نہ کہ اُس میں۔ اور جواب یہ ہے کہ وہ لغہ پانی ہے نہ کہ عرفاً، کیونکہ نفی صحیح ہے، آپ کہہ سکتے ہیں یہ پانی نہیں ہے بلکہ رنگ ہے اور کلام کا دار و مدار عرف پر ہوتا ہے۔ (ت)</p>	<p>اقول: لاشك ان الماء المقيد قسم من الماء وحمل المقسم على القسم لا يمتنع ابداً واين عدم التقيد من التقيد بعدم التقيد والكلام في هذا لا ذاك والجواب انه ماء لغة لا عرفاً لصحة النفي تقول ليس ماء بل صبغ والكلام في العرف۔</p>
---	---

ہشتم مطلق وہ ہے جس سے پانی کی نفی نہ ہو سکے یعنی نہ کہہ سکیں کہ یہ پانی نہیں۔

<p>میں کہتا ہوں یہ گزشتہ معنی ہیں، البتہ صحت اطلاق اور امتناع نفی، جب دو جہت والے ہوں تو کبھی ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں من وجہ حمل اور من وجہ سلب صحیح ہوتا ہے۔ (ت)</p>	<p>اقول: وهذا معنى سابقه غير ان صحة الاطلاق وامتناع النفي قد يتفارقان فيما كان ذا جهتين يصح فيه الحمل من وجه والسلب من وجه آخر۔</p>
---	---

تبيين الحقائق میں ہے:

<p>پانی کی اضافت زعفران کی طرف تعریف کیلئے ہے بخلاف "ماء البطيخ" کے اس لئے اس سے پانی کے نام کی نفی کی جاتی ہے اور پہلے سے اس کی نفی جائز نہیں ہے اھ۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں اگر ماء مطلق کی نفی کا ارادہ کیا جائے تو دور لازم آئے گا یا مطلق ماء کی نفی کی جائے تو مقسم کی نفی قسم سے قطعاً جائز نہیں اور وہ پانی جو بطیخ سے نکلتا ہے جنس ماء سے نہیں ہے تو حق یہ ہے کہ وہ مقید پانی نہیں ہے بلکہ مطلق ماء سے خارج ہے جیسے تیل والجواب الجواب۔ (ت)</p>	<p>اضافة الى الزعفران للتعريف بخلاف ماء البطيخ ولهذا ينفى اسم الماء عنه ولا يجوز نفيه عن الاول¹ اھ۔ اقول: ان اريد نفي الماء المطلق داراً ومطلق الماء فلا يجوز نفي المقسم عن القسم قط والماء الذي يخرج من البطيخ ليس من جنس الماء فالحق انه ليس ماء مقيد ابل خارج من مطلقه كالادهان والجواب الجواب۔</p>
--	---

¹ تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ مطبع الامیریہ بولاق مصر ۲۱/۱

نہم: مطلق وہ جس سے پانی کا نام زائل نہ ہو،

یہ اس کے سابقہ معنی ہیں، اس کی طرف بہت سی کتب میں اشارہ کیا گیا ہے، تبیین میں ہے اس سے پانی کے نام کا زائل ہونا ہی معتبر ہے اھ اور ہدایہ اور کافی میں ہے مگر یہ کہ وہ پانی پر غالب ہو تو ستھو کی طرح ہو جائے، کیونکہ اس سے پانی کا نام زائل ہو گیا اھ اور منیہ میں ابو نصرہ قطع کی شرح قدوری سے ہے کہ جب پاک چیز پانی میں مل جائے اور اس سے پانی کا نام زائل نہ ہو تو وہ طاہر بھی ہے طہور بھی ہے اھ (ت) میں کہتا ہوں یہ فی نفسہ حق ہے لیکن یہ تعریف نہیں بن سکتا ہے کیونکہ اگر پانی سے مطلق پانی کا ارادہ کیا جائے تو دور لازم آئے گا ورنہ مقید سے بھی زوال نہ ہوگا جیسا کہ آپ نے مع جواب کے جانا، اور اس کی تفسیر غنیہ میں ایک جگہ "چھٹے" سے کی کیونکہ انہوں نے ماتن کے قول کہ جب اس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا، کے تحت فرمایا کہ اگر دیکھنے والا اس کو دیکھے تو اس پر پانی کا نام بولے اھ (ت)

میں کہتا ہوں اس کا فساد آپ کو معلوم ہو چکا ہے اور کبھی اس میں پانچویں کو زیادہ کیا کیونکہ انہوں نے اقطع کے قول کے تحت فرمایا اس کا کوئی نیا نام نہیں

وہو معنی سابقہ واشیر الیہ فی کثیر من الکتب ففی التبیین زوال اسم الماء عنہ هو المعتبر فی الباب^۱ اھ وفی الهدایۃ والکافی الا ان یغلب ذلک علی الماء فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ^۲ اھ فی المنیۃ عن شرح القدوری للاقطع اذا اختلط الطاهر بالماء ولم یزل اسم الماء عنہ فهو طاهر وطهور^۳ اھ۔

اقول: هذا حق فی نفسہ لکن لا یصلح تعریفاً اذ لو ارید بالماء الماء المطلق دارو الافلا زوال عن المبقید ایضاً اصلاً کما علمت مع جوابہ وفسرہ فی الغنیۃ مرۃ بالسادس اذ قال تحت قول الماتن اذالم یزل عنہ اسم الماء مانصہ بحیث لوراءه الرائی یطلق علیہ اسم الماء^۴ اھ

اقول: (۱) وقد علمت فسادہ ومرۃ زاد فیہ الخامس اذ قال تحت قول الاقطع ولم یتجدد له اسم اخر بان سبی شرباً

^۱ تبیین الجہات لکتاب الطہارت مطبعۃ الامیریہ مصر ۱۹/۱

^۲ ہدایۃ المصلی فی الوجوہ الوضو الخ مطبعہ عربیہ کراچی ۱۸/۱

^۳ منیۃ المصلی فی المیاء مطبعہ یوسفی لکھنؤ ص ۶۴

^۴ غنیۃ المستملی فی المیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

پڑا مثلاً یہ کہ شربت یا نبیذ وغیرہ کہا جائے اھ میں کہتا ہوں اس کا عطف تفسیری ہے اور اس امر پر موقوف ہے کہ ہر وہ چیز جس سے پانی کا نام زائل ہوا ہو لازم ہے کہ اُس کے بالمقابل کوئی اور نام وضع کیا جائے اور اگر زیادتی کا ارادہ کیا تو معنی یہ ہوں گے کہ اطلاق موقوف ہے دو عددوں کے اجتماع پر تو اگر ان میں سے کوئی ایک پایا جائے مثلاً یہ کہ اس سے پانی کا نام زائل ہو جائے اور اس کا کوئی نیا نام نہ پڑے یا نیا نام پڑ جائے مگر پانی کا نام زائل نہ ہو تو مقید ہو جائیگا اور یہ دوسری شق باطل ہے جیسا کہ گرم پانی میں۔ (ت)

اونبیدا اونحو ذلك¹ اھ اقول ان (ا) عطفہ تفسیراً فبوقوف علی ثبوت ان کل ما زال عنه اسم الماء وجب ان یوضع بأزائه اسم آخر او ان اراد الزیادة کان المعنی ان الاطلاق یتوقف علی اجتماع العدمین فان وجد احدهما کأن زال عنه اسم الماء ولم یتجدد اسم آخر او تجدد اسم آخر ولم یزل اسم الماء کان مقیداً وهذا الثانی باطل کما فی الحمیم۔

وہم: مطلق وہ ہے کہ پانی کا نام لینے سے جس کی طرف ذہن سبقت کرے بشرطیکہ اُس کا کوئی اور نام نہ پیدا ہوا ہو اور جس کی طرف لفظ آب سے ذہن سبقت نہ کرے یا اس کا کوئی نیا نام ہو وہ مقید ہے حلیہ میں ہے:

مطلق پانی کے متعلق کئی عبارتیں ہیں، سب سے عمدہ یہ ہے کہ مطلق پانی وہ ہے کہ جب صرف پانی کہا جائے تو ذہن اُس کی طرف منتقل ہو جائیں، جب تک کہ اس کیلئے کوئی نیا نام نہ پڑے اور مقید پانی وہ ہے کہ جب صرف پانی کا لفظ بولا جائے تو ذہن اس کی طرف نہ جائے یا وہ کہ جس کا کوئی نیا نام ہوا (ت)

میں کہتا ہوں اولاً مانعیت کے اعتبار سے یہ تعریف پہلی سے بہتر ہے کیونکہ اس پر ایسے مقید پانی کا اعتراض نہ ہوگا جس کو ابھی نیا نام نہیں دیا گیا اور جامعیت کے اعتبار سے یہ پہلی سے زیادہ قابل اعتراض ہے اگر اس کا نیا نام پڑ جائے تو ذہنوں کا اس کی طرف سبقت رکھنا کچھ مفید نہ ہوگا، اور ثانیاً اس سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ شرط فضول اور بے محل ہے کیونکہ اس نام کا

الماء المطلق فیہ عبارات من احسنها ما یتسارع افهام الناس الیہ عند اطلاق الماء ما لم یحدث له اسم علی حدة والماء المقید ما لا تتسارع الیہ افهام الناس من اطلاق لفظ الماء او ما حدث له اسم علی حدة² اھ

اقول: اولاً هذا اصلح من سابقه فی العکس فانه لا ینتقض منعاً وان وجد مقید لم یحدث له اسم (ا) و اقبل ایراداً منه فی الطرد فانه صرح بأن تسارع الافهام

¹ غنیۃ المستملی فی البیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

² حلیہ

<p>الیہ لایجدی عنہ حدوث اسم آخر وثانیاً (۱) مع قطع النظر عنہ لاشک ان هذا الشرط ضائع لا محل له اصلاً فان حدوث الاسم الذی یکون فی المقید لا امکان لاجتماعه مع تسارع الافہام الیہ عند الاطلاق۔</p>	<p>پیدا ہونا جو مقید میں ہے اُس کا، اُس کے ساتھ مجتمع ہونے کا کوئی امکان نہیں، حالانکہ اذہان اُس کی طرف عند الاطلاق سبقت کرتے ہیں۔ (ت)</p>
---	--

یازدھم مطلق وہ ہے جس کی طرف نام آب سے ذہن سبقت کرے اور اس میں نہ کوئی نجاست ہو اور نہ اور کوئی بات مانع جواز نماز یہ قیدیں بحر میں اضافہ کیں تاکہ آب نجس و مستعمل کو خارج کر دیں۔

<p>اقول: ولو اکتفی بالآخر لکفی ونصہ المطلق مایسبق الی الافہام بمطلق قولنا ماء ولم یقم بہ خبث ولا معنی یمنع جواز الصلاة قال فخرج الماء المقید والمتنجس والمستعمل^۱ اھ</p> <p>اقول: (۱) هل المستعمل واخوه داخلان فیما یسبق الیہ الذہن باطلاق الماء ام لا علی الثانی ضاع القیدان وسقط تفریع خروجہما علی زیادة القیدین وعلی الاول (۲) لاشک انہما من الماء المطلق اذ لا نعنی بالمطلق الا هذا وعلیہ اقتصر الائمة قبلہ بل (۳) هو نفسه فیما بعد ذلك بورقة اذ قال لانعنی بالمطلق الا ما یتبادر عند اطلاق اسم الماء^۲ اھ وھذہ</p>	<p>میں کہتا ہوں اگر وہ آخر پر اکتفا کرتے تو کافی ہوتا اور اُس کی عبارت یہ ہے کہ مطلق وہ ہے جس کی طرف اذہان مطلق ماء کے بولنے سے منتقل ہو جاتے ہیں، اور یہ وہ پانی ہے جس میں کوئی ناپاکی نہ ہو اور نہ ایسا کوئی وصف ہو جو جواز صلوٰۃ کے منافی ہو تو اس قید سے مقید، تنجس اور مستعمل پانی خارج ہو گیا (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں کیا مستعمل اور اس کا مثل پانی اُس پانی میں داخل ہیں جن کی طرف لفظ ماء بولتے ہی ذہن فوری طور پر منتقل ہو جاتا ہے یا نہیں، دوسری صورت میں دونوں قیدیں ضائع ہو جائیں گی، اور دو قیدوں کی زیادتی پر ان دونوں کے خروج کی تفریع ساقط ہو جائے گی، اور بر تقدیر اول اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں مطلق پانی سے ہیں کیونکہ مطلق سے یہی مراد ہے اور اُن سے قبل ائمہ نے اسی پر اکتفا کیا</p>
---	---

^۱ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۶/۱

^۲ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۸/۱

اھ۔

مناقضة (۱) بل فی نفس الكلام ايضاً شوب منها اذ يقول فخرج المقيد والمتنجنس والمستعمل ولذا قال ش ظاهراً ان المتنجنس والمستعمل غير مقيد مع^ع انه منه لكن عند العالم بالنجاسة او الاستعمال ولذا قيد بعض العلماء التبادر بقوله بالنسبة للعالم بحاله^۱ اھ

اقول: (۲) رحمك الله اذا كان هذا عارضاً خفياً لا يظهر لمن لم يعلم بحاله الا بالاخبار من خارج ظهران الماء فيهما باق على صرافة مائتيته لم يعرضه ما يخرج عنها والظاهر لمن نظر وسير فان الانسان في معرفة الماء من غيره لا يحتاج الى تعليم من خارج فكيف يكون مقيداً وبالجملة هذا شبيهي تفرد به البحر لم اره^ع لغيره وتبعه^ع عليه ش وكذا محشي الدرر عبد الحليم

بلاک انہوں نے خود ہی ایک ورق بعد فرمایا ہماری مراد مطلق سے وہ پانی ہے کہ جب پانی کا لفظ بولا جائے تو اسی کی طرف ذہن متبادر ہو اور یہ مناقضہ ہے بلاکہ نفس کلام میں اس کی ملاوٹ ہے، وہ فرماتے ہیں تو مقید، متنجنس اور مستعمل اس سے نکل گئے اور اس لئے "ش" نے فرمایا کہ اس کا ظاہر یہ ہے کہ متنجنس اور مستعمل غیر مقید ہے حالانکہ یہ مقید سے ہے، مگر اس کے نزدیک جس کو نجاست یا استعمال کا علم ہو، اس لئے بعض علماء نے متبادر میں بالنسبة للعالم بحالہ کی قید بڑھائی ہے۔ (ت) میں کہتا ہوں جب یہ چیز ایسی مخفی ہے کہ صرف واقف حال ہی جان سکتا ہے یا خارج سے اطلاع پر معمول ہو سکتی ہے تو یہ ظاہر ہوا کہ پانی اُن دونوں میں اپنے اطلاق پر باقی ہے اس کو کوئی ایسی چیز عارض نہ ہوئی جو اُس کو پانی ہونے سے خارج کر دے ورنہ ہر صاحبِ نظر کو ظاہر ہو جاتا، کیونکہ پانی کے بارے میں جاننے کیلئے انسان کو باہر سے جاننے کی ضرورت نہیں، تو یہ کیسے مقید ہوگا؟ خلاصہ یہ کہ یہ ایسی چیز ہے جس میں بحر متفرد ہیں میں نے اور کسی کے کلام میں اس کو

یعنی مذکور یا ان دونوں میں سے ہر ایک ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت) پھر میں نے دیکھا کہ سید شریف نے التعریفات میں بھی یہی لکھا ہے، جیسا کہ آئے گا، ۱۲ منہ غفرلہ (ت) اور اسی طرح اُن کے شاگرد شیخ الاسلام غزی نے منہ میں ذکر کیا اور اس کو ط نے برقرار رکھا تو یہ سات (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ ۱ ای المذكور اوکل منهما ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)
عہ ۲ ثم رأيت السيد الشريف العلامة رحمه الله تعالى سبقه اليه في التعريفات كما سيأتي ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)۔ عہ ۳ وكذا تلميذه شيخ الاسلام الغزي في المنح وقره عليه ط فصار واسبعة

¹ رد المحتار باب المياه مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۴۱

والخادمی وذلك حين قول الدرر زوال اطلاقه اما
بكمال الامتزاج او بغلبة الممتزج

نہیں دیکھا اور انکی متابعت ش نے کی اسی طرح درر کے محشی
عبدالحمید اور خادمی نے کی، صاحب درر فرماتے ہیں اس کے اطلاق
کا زوال

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

السيد والبحر والغزى وعبد الحليم والخادمى وطو
ش رحمة الله تعالى عليهم وعلينا اجمعين قال علامة
ط على قول الدرر هو ما يتبادر عند الاطلاق اى يبدر
للذهن فهمه بمجرد سماعه مطلقا وهو بمعنى قول
المنح هو الباقي على اوصاف خلقتة ولم يخالطه
نجاسة ولم يغلب عليه شئى اه ولفظ السيد فى
التعريفات هو الماء الذى بقى على اصل خلقتة ولم
تخالطه نجاسة ولم يغلب عليه شئى طاهر اه
اقول: وهو احسن مبانى المنح بوجهين احدهما (١) انه
قيد الشئى بالطاهر فلم يصر قوله لم تخالطه نجاسة
مستدركا بخلاف عبارة المنح فان ماخالطه نجاسة
فقد غلبه شئى والاخر انه (٢) اتي بالاصل مكان الاوصاف
فلا يرد عليه (٣) الجمد بخلاف المنح فان الماء بانجماده
لا يتغير اللون ولا طعم ولا رائحة وهى المتبادرة من
ذكر الاوصاف والمعتبر فى التعريف هو المتبادر وظاهر انه
لم يخالطه نجس ولا

ہو گئے، سید، بحر، غزی، عبد الحلیم، خادمی، ط اور ش رحمہم اللہ تعالیٰ
علیہم وعلینا اجمعین، علامہ ط نے در کے قول پر فرمایا، وہ
عند الاطلاق متبادر ہوتا ہے، یعنی ذہن کی طرف فہم سبقت کرتا ہے
محض سننے سے مطلقاً، اور یہ منح کے قول "وہی باقی ہے اپنے خلقی
اوصاف پر اور اس میں کوئی نجاست نہیں ملی ہے اور اس پر کوئی
شے غالب نہیں ہوئی ہے اہ کے مطابق ہے، اور سید کے لفظ
التعريفات میں یہ ہیں یہ وہی پانی ہے جو اپنی اصلی خلقت پر باقی ہے
اور اس کو کوئی نجاست نہیں ملی ہے اور اس پر کوئی پاک شے غالب
نہیں ہوئی ہے اہ
میں کہتا ہوں یہ منح کی عبارت سے دو طرح اچھا ہے ایک تو یہ کہ
انہوں نے شئی کو طاهر سے مفید کیا تو ان کا قول "نہیں ملی اس سے
نجاست" زائد نہ ہوگا بخلاف عبارت منح کے، کیونکہ جس میں
نجاست ملی تو بلاشبہ اس پر کوئی چیز غالب ہو گئی، اور دوسرے یہ کہ
وہ اصل کو لائے بجائے اوصاف کے تو ان پر حمد کے ذریعہ اعتراض
وارد نہ ہوگا بخلاف منح کے کہ پانی منجمد ہونے کے باعث نہ تو رنگ
کو بدلتا ہے اور نہ مزے اور بو کو اور اوصاف کے ذکر سے متبادر یہی
ہے اور تعریف میں متبادر ہی معتبر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی
نجس (باقی اگلے صفحہ پر)

یا تو کمال امتزاج سے ہوگا یا مترج کے غلبہ سے ہوگا، اس پر ان دونوں نے اعتراض کیا ہے کہ حصر اعتراض مستعمل پانی سے کیا گیا ہے، اور پہلے نے جواب دیا کہ مصنف کا کلام اُس کے زوال میں ہے کسی محسوس چیز کے اختلاط کی وجہ سے اھ (ت) میں کہتا ہوں یہ کیسے، حالانکہ انہوں نے گھاس سے ٹپکائے جانے والے کا ذکر کیا ہے اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ مقسم پاک پانی ہے اور مستعمل نجس کی طرح ہے تو اس پر کوئی غبار نہیں اھ (ت)

میں کہتا ہوں کہ ائمہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناپاک مطلق میں داخل ہے چہ جائیکہ مستعمل، اور اسی طرح اہل ضابطہ کا کلام بحر سے پہلے، کیونکہ ان کے نزدیک اطلاق زوال صرف دوامروں سے ہے پھر میں نے ملک العلماء کے کلام میں اس کی صراحت پائی، وہ فرماتے ہیں بہر حال ارکان شرائط وضو، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ وضو پانی سے ہو اور یہ کہ ماء مطلق سے ہو اور پانی پاک ہو تو نجس پانی سے جائز نہیں، ایک یہ

قالا عليه اورد على الحصر الماء المستعمل واجاب الاول بان كلام المصنف في زواله باختلاط المحسوس¹ اھ

اقول: كيف (۱) وقد ذكر المستقطر من النبات والثاني بان المقسم الماء الطاهر والمستعمل كالنجس فلا غبار² اھ

اقول: (۲) قد علمت ان كلام الائمة يؤذن بدخول المتنفس في المطلق فضلا عن المستعمل وكذلك كلام اهل الضابطة قبل البحر حيث لم يزيلو الاطلاق الا بالامرین ثم رأیت فی کلام ملک العلماء ما یدل علیہ صریحاً اذ قال قدس سره اما شرائط ارکان الوضوء فمنها ان یکون الوضوء بالماء ومنها ان یکون بالماء المطلق ومنها ان یکون بالماء

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غلبه شیئی الا ان یعمم الاوصاف الرقة والسیلان ولوان السید اسقط قوله لم تخالطه نجاسة لم یخالطه نكارة وكان من احسن التعریفات الا ما فی معنی الغلبة من الخفاء كما لا یخفی ۱۲ منه غفر له۔ (م)

اس سے ملا نہیں اور کوئی شیء اس پر غالب نہ ہوئی، ہاں اگر اوصاف کو عام کر لیا جائے اور رقة وسیلان کو اس میں شامل کر لیا جائے، اور اگر سید اپنا قول لم تخالطه نجاسة ساقط کر دیتے تو ان پر کوئی اعتراض نہ ہوتا، اور یہ بہترین تعریف ہوتی، ہاں صرف غلبہ کے معنی میں کچھ پوشیدگی ہے، کہا لا یخفی ۱۲ منہ غفر له (ت)

¹ حاشیہ الدرر علی الغرر لعبد الحلیم بحث الماء مکتبہ عثمانیہ بیروت ۱۸/۱

² الحاشیہ علی الدرر شرح الغرر لابن سعید الخادمی بحث الماء مکتبہ عثمانیہ بیروت ص ۲۱

طاهر افلا یجوز بالماء النجس ومنها ان یکون طهورا
 فلا یجوز بالماء المستعمل^۱ اھ ملتقطاً فھو صریح فی
 ان اشتراط اطلاق الماء لم یخرجھما حتی احتیج الی
 شرطین آخرین وكذلك کلام المبنیة اذ یقول
 تجوز الطہارة بماء مطلق طاهر^۲ اھ فافاد عموم المطلق
 للطاهر وغیرہ واستدرك علیہ فی الحلیۃ بقولہ کان
 الاولی ان یقول طهور مکان طاهر لان الطہارة لا تجوز
 بماء طاهر فقط^۳ اھ فافاد عمومہ المستعمل وقد
 صرح بہ فی الغنیۃ فقال یسعی المتنجس ماء
 مطلقاً فاحتاج الی الاحتراز عنہ بقولہ طاهر ولو كانت
 المجاورة تکسبہ تقييد الماء احتیج بعد ذکر
 الاطلاق الی ذکر الطاهر^۴ اھ والیہ اشار فی البنایۃ
 اذ قال التوضی بہ جائز ما دامت صفة الاطلاق باقية
 ولم تخالطه نجاسة^۵ اھ
 اقول: ولعل الحامل للبحر علیہ

کہ طہور ہو تو مستعمل پانی سے جائز نہیں اھ ملتقطاً، تو یہ اس میں
 صراحت ہے کہ مطلق پانی کی شرط نے ان دونوں کو خارج
 نہیں کیا، تاکہ دو دوسری شرطوں کی حاجت پڑے، اور یہی
 گفتگو منیہ میں ہے وہ فرماتے ہیں ماء مطلق طاهر کے ساتھ
 طہارت جائز ہے اھ تو عموم مطلق نے طاهر اور غیر طاهر کا افادہ
 کیا اور حلیہ میں اس پر یہ استدراک کیا ہے، فرمایا بہتر یہ تھا کہ
 طہور کہتے بجائے طاهر کے، کیونکہ طہارت صرف طاهر پانی سے
 نہیں ہوتی ہے اھ تو انہوں نے اس کے مستعمل کو عام ہونے
 کا افادہ کیا اور غنیہ میں اس کی تصریح کی فرمایا ناپاک پانی کو
 مطلق پانی کہا جاتا ہے پھر ان کو اس سے احتراز کی حاجت ہوئی
 تو فرمایا طاهر ہو اور اگر مجاورۃ سے اس میں تقييد ہو جاتی تو
 اطلاق کے بعد طاهر کے ذکر کی ضرورت نہ ہوتی اھ اور بنایہ میں
 اسی طرف اشارہ کیا، فرمایا اس سے وضو جائز ہے جب تک اس
 میں صفت اطلاق باقی ہو اور اس میں نجاست نہ ملی ہو
 اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں غالباً بحر کو یہ کہنے کی ضرورت اس لئے

^۱ بدائع الصنائع ارکان الوضوء سعید کمپنی کراچی ۱۵/۱

^۲ منیۃ المصلی فصل فی المیاء مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۲۱

^۳ حلیہ

^۴ غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام المیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۸

^۵ بنایہ شرح ہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ ملک سز فیصل آباد ۱۸۷۱

<p>قول بعضهم تجوز الطهارة بالماء المطلق ارسله ارسالا فلو شملهما وهم جواز الطهارة بهما وليس بشيخ فان امثال القيود تطوى عادة للعلم بها في محله الاترى ان الاكثرين لم يقيدوا بالاطلاق ايضا انما قالوا تجوز بماء السماء والاودية الخ</p>	<p>پڑی کہ بعض فقہاء نے فرمایا مطلق پانی سے طہارت جائز ہے، اس کو انہوں نے مطلق رکھا، تو اگر یہ ان دونوں کو شامل ہوتا تو ان دونوں سے طہارت کے جواز کا وہم ہوتا، اور یہ کچھ نہیں، کیونکہ قیود کی مثالیں عام طور پر ذکر نہیں کی جاتی ہیں کہ ان کا علم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہاء نے اس کو اطلاق کی قید سے بھی مقید نہیں کیا ہے پس فرمایا ہے طہارت جائز ہے آسمان کے پانی سے وادیوں کے پانی سے الخ۔ (ت)</p>
--	--

دوازدہم: حلیہ و بحر کی قیدوں سے آزاد مطلق صرف وہ ہے کہ پانی کا نام لینے سے جس کی طرف ذہن جاتا ہے ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

<p>الماء المطلق هو الذى تتسارع افهام الناس اليه عند اطلاق اسم الماء كماء الانهار والعيون و الأبار والسماء والغدران والحياض والبحار۔</p>	<p>مطلق پانی وہ ہے کہ جب پانی کا نام لیا جائے تو ذہن اس کی طرف منتقل ہو جائیں، جیسے نہروں، چشموں، کنوؤں، بادلوں، تالابوں، حوضوں اور دریاؤں کا پانی۔ (ت)</p>
---	---

پھر فرمایا:

<p>واما المقيد فهو مالا تتسارع اليه الافهام عند اطلاق اسم الماء وهو الماء الذى يستخرج من الاشياء بالعلاج كماء الاشجار والثمار وماء الورد ونحو ذلك¹۔</p> <p>اقول: والحصر المستفاد من قوله هو الماء الذى يستخرج غير مراد قطعاً وانما المعنى كالماء الذى فليتنبه۔</p>	<p>بہر حال مقید پانی وہ ہے کہ جب پانی کا نام لیا جائے تو ذہن اس کی طرف سبقت نہ کرے، اور یہ وہ پانی ہے جو کسی عمل کے ذریعہ چیزوں سے نکالا جائے جیسے درختوں، پھلوں اور گلاب وغیرہ کا پانی اھ۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں وہ حصر جو ان کے کلام "یہ وہ پانی ہے جو نکالا جائے" میں ہے، مراد نہیں ہے قطعاً، اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ مثل اُس پانی کے، تو متنبہ رہنا چاہئے۔ (ت)</p>
---	---

در مختار میں ہے: (يرفع الحدث بماء مطلق) هو ما يتبادر عند الاطلاق² (حدث كورفع

¹ بدائع الصنائع مطلب الماء المقيد سعيد كميني كراچی ۱۵/۱

² در مختار باب المياه مجتبائی دہلی ۳۴/۱

کیا جائے مطلق پانی سے، یہ وہ ہے جو اطلاق کے وقت متبادر ہو۔ (ت) بحر سے گزرا: لانعنی بالمطلق الا مایتباعد عند اطلاق اسم الماء¹ (ہم مطلق سے وہی مراد لیتے ہیں جو ماء کا اطلاق کرتے وقت متبادر ہوتا ہے۔) کافی و بنایہ و مجمع الانہر میں ہے: المراد به ههنا ما يسبق الى الافهام بمطلق قولنا الماء² (اس سے مراد یہاں وہ ہے جو ہمارے قول پانی کے اطلاق سے فوری سمجھا جائے۔) (ت) عنایہ و بنایہ میں ہے:

لا يجوز بما اعتصر لانه ليس بماء مطلق لانه عند اطلاق الماء لا ينطلق عليه وتحقيق ذلك ان لو فرضنا في بيت انسان ماء بحر او بحر او عين وماء اعتصر من شجر او ثمر فقل له هات ماء لا يسبق الى ذهن المخاطب الا الاول ولا نعني بالمطلق والمقيد الا هذا ³ ۔	جو پانی نچوڑا جائے اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ وہ مطلق پانی نہیں کیونکہ جب ماء کا اطلاق کیا جاتا ہے تو اس کا اس پر اطلاق نہیں ہوتا ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر ہم فرض کریں کہ کسی شخص کے گھر میں پانی کا کنواں ہے یا دریا چشمہ ہے اور وہ پانی بھی ہے جو درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہے، پھر ہم اس سے پانی مانگیں تو مخاطب کا ذہن پہلے پانی ہی کی طرف منتقل ہوگا، اور مطلق و مقید سے یہی مراد ہے۔ (ت)
---	--

اقول: یہی اصح و احسن تعریفات ہے کہما قال في الحلية لولا ما زاد (حیسا کہ حلیہ میں کہا ہے اگر وہ نہ ہوتا تو زیادتی نہ ہوتی۔) (ت) مگر محتاج توضیح و تنقیح ہے

واقول: (۱) وبأ لله التوفيق العوارض لا هي تفهم عند الاطلاق* ولا هي مطلقا تسلب الاطلاق* فان الذات هي المفهومة من الاطلاق كما اذا قلت انسان لا يتسارع الفهم منه الى الرومي والرنجبي او العالم والجاهل او الطويل والقصير او الحسين	اقول: وبالله التوفيق عوارض نہ تو عند الاطلاق مفہوم ہوتے ہیں اور نہ مطلقاً سلب ہوتے ہیں، کیونکہ عند الاطلاق ذات ہی مفہوم ہوتی ہے، جیسے آپ انسان کا لفظ بولتے ہیں تو ذہن رومی، حبشی، عالم، جاہل، لمبے، چھوٹے، حسین، بد شکل وغیرہ کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، مگر اس سے یہ بھی
--	--

¹ بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کنبی کراچی ۶۸/۱

² مجمع الانہر تجوز الطہارة بالماء المطلق مکتبہ عامرہ مصر ۱/۲۷

³ العنایہ مع الفتح الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ نوریہ رضویہ سکر ۱/۱۱۱

والدمیم وامثال ذلك من العوارض ولا يلزم منه خروج هؤلاء عن الانسان المطلق فان ذاتهم ليست الامافهم من لفظ الانسان ولم يعرضهم مايقعدهم عن الدخول فيما تتسارع اليه الافهام بسماع لفظ الانسان ولوان العوارض مطلقاً تمنع الدخول لعدم انفهامها من المطلق لما دخل تحته شئ من افراد لان لكل فرد تشخصاً لا يسبق اليه الذهن عند ذكر اسم المطلق فكان هذا يقتضي التسوية بين مطلق الماء والماء المطلق لكن ثمة عوارض تمنع ذوبها عن الدخول تحت الشئ المطلق ويقال فيها ان اسم المطلق لم يتناولها لكونها مبالاً تتسارع اليه الافهام كمقطوع اليدين والرجلين في الرقبة فان المفهوم الذات الكاملة ونبيذ التمر وماء العصفور الصالح الصبغ فان اسم الماء المطلق لا يطلق عليهما ولا يسبق الافهام عند اطلاقه اليهما مع ان اصحاب تلك العوارض ايضاً ليست ذاتها الامافهم من الاطلاق وعدم انفهام العوارض مشترك في كل عارض فلا بد من الفرق ولم ارمح حام حول هذا۔

فاقول: على ما بي من قلة البضاعة *

لازم نہیں آتا کہ یہ لوگ مطلق انسان کے زمرے سے خارج ہیں، کیونکہ ان کی ذات وہی ہے جو لفظ انسان سے مفہوم ہے اور ان کو کوئی ایسا مانع درپیش نہیں کہ یہ لوگ اس مفہوم میں داخل نہ ہوں جو لفظ انسان سنتے ہیں ذہن میں آجاتا ہے، اور اگر عوارض مطلقاً دخول سے مانع ہوتے، کیونکہ یہ مطلق سے سمجھے نہیں جاتے ہیں تو مطلق کے تحت اس کے افراد میں سے کوئی شئی داخل نہ ہوتی کیونکہ ہر ایک فرد کیلئے تشخص ہے جس کی طرف مطلق نام کے ذکر کرنے سے ذہن منتقل نہیں ہوتا ہے تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ مطلق ماء اور ماء مطلق کے درمیان مساواة ہے لیکن وہاں ایسے عوارض موجود ہیں جو ان کے ذات کو مطلق شئی کے تحت داخل ہونے سے مانع ہیں، اور ان میں کہا جاتا ہے کہ مطلق اسم ان کو شامل نہیں ہے کیونکہ ذہن ان کی طرف تیزی سے منتقل نہیں ہوتا ہے جیسے کہ رقبة میں مقطوع الیدین والرجلین، کیونکہ مفہوم ذات کاملہ ہے اور نبیذ تمر اور عصفور کا پانی جو رنگائی کے لائق ہو کیونکہ ماء مطلق ان دونوں پر نہیں بولا جاتا ہے اور اطلاق کے وقت ذہن ان دونوں کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے باوجود اس کے کہ ان عوارض والے ان کی ذات نہیں ہیں، مگر وہ جو اطلاق کے وقت مفہوم ہو اور عوارض کا مفہوم نہ ہونا ہر عارض میں مشترک ہے، تو فرق ہونا ضروری ہے، مگر میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے یہ فرق بتایا ہو۔ (ت)

پھر میں علمی بے بضاعتی کے باوجود کہتا ہوں

اسماء کی وضع حقائق کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور حقائق میں امتیاز مقاصد کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اس لئے بعض اوصاف اجزاء کے قائم مقام ہوتے ہیں جیسے حیوانات کے اعضاء اور درختوں کی ٹہنیاں کیونکہ ان چیزوں کے خاتمہ سے ذات کی منفعتیں بھی ختم ہو جاتی ہیں، اور جب کسی چیز کا مقصود ہی فوت ہو جائے تو وہ چیز باطل ہو جاتی ہے اور اس طرح ذات بھی متغیر ہو جاتی ہے جس پر اسماء کے ذریعہ عرفاً دلالت کی جاتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ جو چیز کسی چیز اور اس کے غیر سے مرکب ہوتی ہے وہ اس کا غیر ہوتی ہے، لیکن عرف، شریعت اور لغت سب ہی میں غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے تو جب ملنے والی چیز اصلی شے سے مقدار میں زیادہ ہو تو مرکب پر وہ نام پڑنا چاہئے جو اس ملنے والی اکثر شے کا ہے نہ کہ اصل شے کا اور اگر دونوں میں برابری ہو تو تساقط ہوگا تو ان میں سے جب کسی شے کا اطلاق ہوگا تو مرکب مفہوم نہ ہوگا کیونکہ نام تو ہر ایک کے مقابل مستقلاً ہے، مجموعہ کے مقابل نہیں، ہاں اگر وہ کم ہو تو معتبر نہ ہوگا ہاں اگر اس کے ملنے سے ایک نئی حقیقت عرفیہ وجود میں آجائے جو مرکب اور ممتاز ہو، اور خاص مقاصد کیلئے ہو تو مرکب عرفاً ایک نئی ذات ہوگا، اس لئے کہ مقاصد مختلف ہو گئے، تو وہ اطلاق سے عرفاً مفہوم کے تحت داخل نہ ہوگا، پس ثابت ہوا کہ لفظ کے اطلاق

وقصور الصناعة* مستعینا بری ثم بصاحب الشفاعة* صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم توضع الاسماء بأزاء الحقائق وتمایز الحقائق بتفاوت المقاصد ولذا كان بعض الاوصاف تجری مجری الاجزاء كالاطراف في الحيوان والاغصان في الاشجار لان بغواتها فوات منافع الذات والشيء اذا خلا عن مقصوده بطل فيتطرق به التغير الى الذوات المدلول عليها عرفاً بالاسماء ومعلوم ان المركب من الشيء وغيره غيره غير ان العرف بل والشرع واللغة جميعاً تلاحظ الغلبة فاذا كان الممازج اكثر قدرا من الشيء كان المركب احق باسم الممازج من اسم الشيء وان تساوى تساقطاً فلم يكن المركب مفهوماً من اطلاق اسم شيء منهما لان وضع الاسمين بأزاء كل بحيان له لا بأزاء الكل مجموعاً نعم ان كان اقل لم يعتبر الا ان تحدث بامتزاجه حقيقة عرفية مركبة مبتازة مقصودة لمقاصد منحاذاة فيصير المركب ذاتاً اخرى عرفاً لاختلاف المقاصد فلا يبقى داخلاً تحت المفهوم عرفاً من الاطلاق فثبت ان عہ المتفاهم

میں کہتا ہوں اس سے فقہائے اس قول کے معنی (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ اقول وبهذا (۱) واللہ الحمد ظہر

سے وہی ذات مراد ہوتی ہے جس کے لئے لفظ وضع کیا گیا ہو، اس میں نہ تو کوئی کمی نہ زیادتی، جس کی وجہ سے ذات میں کوئی تغیر آتا ہو، تو ہر وہ عارض جس کی وجہ سے ذات میں کوئی تغیر نہ ہو خواہ کسی خارجی امر میں کمی بیشی ہو تو یہ چیز معروض کے مطلق شئی کے تحت آنے میں منحل نہ ہوگی ورنہ مانع ہوگی۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا

من اطلاق اللفظ ہی الذات الموضوع لها من دون نقص ولا زيادة یغیرانها فکل عارض لا یعتری بها المعروف تغیر فی ذاته وان کان هناك نقص او زیادة فی امر خارج فهو لا یمنع المعروف من الدخول تحت الشیء المطلق والامنع وبه علم ان بطلان

(ایقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

واضح ہو گئے کہ مطلق سے مراد فرد کامل ہوتا ہے، نیز یہ کہ مطلق کو ادنیٰ کی طرف پھیرا جاتا ہے اور یہ کہ دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ طلب میں مطلق سے ادنیٰ مراد ہوتا ہے، عام ازیں کہ مطلوب فعل ہو کہ وہ برات ذمہ کیلئے کافی ہوتا ہے یا ترک ہو کر ممنوع اس کی جنس ہوتی ہے تو اس میں سے کچھ بھی جائز نہیں ہوتا ہے لیکن فرد کامل فی الذات مراد ہوتا ہے، اس میں کوئی چیز ایسی نہ ہونی چاہئے جو اس کی ذات میں مذکور معنی کے اعتبار سے موجب نقص ہو کیونکہ اس صورت میں وہ مطلق سے مفہوم نہ ہوگا، تو جس کی طرف پھیرا جاتا ہے وہ ادنیٰ ہے اس چیز کا جس میں ذات مکمل ہوئی ہو یہ تحقیق ائینق ہے، اور شامی نے جو کہا ہے کہ مطلق کا فرد کامل کی طرف پھرنا مقام اعتذار میں ذکر کیا جائیگا تو اس کا محل یہ ہے کہ مطلق جب کسی ایسے امر پر محمول ہو جو کسی دوسرے وصف میں کامل ہو ذات کے علاوہ۔ اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ نفیس علم ہے ۱۲ منہ غفرلہ حفظہ رب تعالیٰ۔

(ت)

معنی قولہم المطلق ینصرف الی الفرد الكامل وقولہم المطلق ینصرف الی الادنی وتبین انه لاخلاف بینہما فالمطلق ینصرف فی الطلب الی ادنی ما یطلق علیہ سواء کان مطلوب الفعل اذ یکفی لبراءة الذمة او الترتک اذ الممنوع جنسہ فلا یجوز شیء منه لکن ینصرف الی فرد کامل فی الذات لم یعرضہ ما یجعلہ ناقصاً فی ذاته بالمعنی المذكور لعدم انفہامہ ح من المطلق فالمنصرف الیہ ادنی ما کامل فیہ الذات هذا هو التحقيق الا نینق اما ما قال الشامی ان انصراف المطلق الی الفرد الكامل ینذکر فی مقام الاعتذار فمحله اذا حمل المطلق علی کامل فی وصف آخر وراء الکمال فی الذات اتقنہ فانہ علم نفیس وبالله التوفیق ۱۲ منہ غفرلہ حفظہ ربہ تعالیٰ۔ (م)

الحقيقة في المركب مع المساوي والغالب لغة وعرفاً وشرعاً مطلقاً ومع القليل المذكور عرفاً مع بقاء الحقيقة اللغوية ولذا كان المقيد قسماً من مطلق الماء وفي جهة النقص قد تبطل مطلقاً اذا كان ذلك الوصف جارياً مجرى الركن في الوضع اللغوي ايضاً كالسيلان للماء وقد تبقى لغة وتبطل عرفاً اعني عن المتفاهم العرفي عند اطلاق الاسم وذلك اذا تبدلت المقاصد العرفية كالرقبة على الاقطع فانها حقيقة فيه لغة ولا يفهم منها عرفاً اذا علمت هذا فالنقص في الماء بزوال سيلانه اورقته فالشخين لا يسيى ماء فضلاً عن الجمد والزيادة باختلاطه بأكثر منه قدراً ومساوياً بما يصير به مركباً ممتازاً منحازاً بالغرض كالمنقوع فيها لتبر اذا صار نبيذاً والمطبوخ فيه اللحم اذا صار مرقاً والمحلول فيه الزعفران اذا صار صبغاً والمخلوط فيه اللبن اذا صار ضيأ حاف عن هذا تتشعب (١) الفروع جميعاً على مذهب قاضي الشرق والغرب الصحيح المصحح كما تقدم عن الهداية والخانية ولا شك ان في هذه الوجوه الاربعة تبدل الذات حقيقة او عرفاً ومحمد زاد خامساً وهو ما شبه المائع المأزج له بحيث يكاد يحسبه الذي

کہ حقیقت کا مرکب میں باطل ہونا مساوی اور غالب کے ساتھ ہے لغتاً، عرفاً اور شرعاً، مطلقاً، اور قلیل مذکور کے ساتھ عرفاً حقیقت لغویہ کے باقی رہنے کے اس لئے مقید، مطلق ماء کی قسم ہوتا ہے، اور نقص کی جہت میں کبھی حقیقت مطلقاً باطل ہو جاتی ہے جبکہ وصف وضع لغوی اعتبار سے بھی رکن کے قائم مقام ہو جیسے پانی کیلئے سیلان، اور کبھی حقیقت لغتاً باقی رہتی ہے اور عرفاً باطل ہو جاتی ہے، یعنی نام کو بولے جانے کے وقت عرف کے فہم میں نہیں آتی، اور یہ اُسی وقت ہوتا ہے جب مقاصد عرفیہ بدل جائیں جیسے "رقبہ" قطع پر کیونکہ یہ اس میں حقیقت ہے لغتاً لیکن عرفاً اس سے نہیں سمجھا جاتا ہے۔ جب آپ نے یہ جان لیا تو پانی میں نقص کی صورت یہ ہوگی کہ اس کا سیلان یا اس کی رقت ختم ہو جائے تو گاڑھے کو پانی نہیں کہیں گے چہ جائیکہ جمد کو، اور اس میں زیادتی کی صورت یہ ہوگی کہ وہ کسی ایسی چیز میں مخلوط ہو جائے جو مقدار میں اُس سے زیادہ یا اس کے برابر ہو یا اُس چیز سے جس سے مرکب ہو کر وہ ممتاز ہو جائے اور مقصد کے اعتبار سے بالکل مختلف ہو جائے، جیسے وہ پانی جس میں کھجوریں بھگوئی جائیں تو وہ نبیز بن جائے، اور جس میں گوشت پکایا جائے اور وہ شوربہ ہو جائے، اور جس میں زعفران ملایا جائے اور وہ رنگ بن جائے اور جس کو دودھ میں ملایا جائے یہاں تک کہ وہ لسی ہو جائے، اسی اصل پر قاضی شرق و غرب کے مذہب پر تمام فروع متفرع ہوتی ہیں، جیسا کہ ہدایہ اور خانیہ سے گزرا، اور اس میں شک

لا یعلم حاله ذلك المائع ويظن انه ليس بماء
فمثل هذا لا يدخل عنده في المتفاهم من مطلق
الماء فمنناط المنع عند ابي يوسف صير ورته غير
الماء ولو ظننا وبالجملة يرتاب في كونه ماء وعليه
بناء ضابطة الامامين الاسيبجاني وملك العلماء
رحمهما الله تعالى وهي التي قابلناها بالضابطة
الزيلعية وبيننا في القسمين الاولين ما اتفقتا
فيه على الجواز او المنع وفي الثالث ما اختلفت فيه
وسياتي بيان كل ذلك ان شاء الله الكريم
الوهاب۔

فان قلت: على ما قررت يلزم خروج الماء
المتنجس والمستعمل من الماء المطلق فان من
اعظم مقاصد الماء حصول التطهير به قال الله
تعالى وينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم
به وقد سقط هذا منها فيزاد في جانب النقص
على زوال السيلان والرقعة زوال صفة الطهورية
اقول: (١) الحقائق الشرعية للمقاصد الشرعية
فبفواتها تغتور كالصوم والصلاة اما الماء

نہیں کہ ان چاروں صورتوں میں ذات حقیقہ یا عرفاً تبدیل
ہو جاتی ہے، اور امام محمد نے ایک پانچویں صورت کا اضافہ
فرمایا ہے اور وہ، وہ پانی ہے جو اس سیال شے سے مشابہ ہو جو
اس میں ملائی گئی ہے، اور وہ ایسا ہو جائے کہ ناواقف حال اس
کو وہی شے سمجھے پانی نہ سمجھے، اس قسم کی چیز ان کے نزدیک
مطلق ماء کے مفہوم میں داخل نہیں، تو ابو یوسف کے نزدیک
منع کا دار و مدار اس پر ہے کہ وہ پانی کا غیر ہو جائے خواہ عرفاً
ہی۔ اور امام محمد کے نزدیک اس پر ہے کہ اس کو استعمال
کرنے والا پانی کے علاوہ کوئی اور مانع سمجھنے لگے خواہ صرف
گمان ہی ہو۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے پانی ہونے میں شک
کرے، اور اسی پر ضابطہ مبنی ہے، یہ ضابطہ امام اسمبجانی اور
ملک العلماء نے بیان کیا ہے، یہی وہی ضابطہ ہے جس کا مقابلہ
ہم نے ضابطہ زیلعیہ سے کیا ہے اور پہلی دو قسموں میں بیان کیا
ہے کہ ان کا اتفاق جواز اور منع میں ہے اور تیسرے میں وہ
جس میں ان کا اختلاف ہے اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آئے
گا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس بنا پر ناپاک اور مستعمل پانی
کا ماء مطلق سے خارج ہونا لازم آتا ہے، کیونکہ پانی کا سب سے بڑا
مقصد پاکی کا حصول ہے فرمان الہی ہے "وہ تم پر آسمان سے پانی
نازل فرماتا ہے تاکہ اس سے تم کو پاک کرے" اور یہ وصف اُن
دونوں پانیوں سے ختم ہو گیا، تو جانب نقص میں زوال سیلان
ورقت پر صفت طہوریہ کے زوال کا اضافہ کیا جائیگا۔ میں کہتا ہوں
حقائق شرعیہ مقاصد شرعیہ کیلئے ہوتے ہیں، تو جب مقاصد شرعیہ
نوت ہو جائیں

تو حقائق بھی فوت ہو جاتے ہیں، جیسا کہ روزہ اور نماز اور پانی حقیقت عینیہ ہے اور اسی کی بقاء میں مقاصد عرفیہ ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ انسان کا بڑا مقصود عبادت ہے فرمانِ الہی ہے "اور میں نے انس و جن کو عبادت ہی کیلئے پیدا کیا ہے" اور یہ چیزیں کافر میں نہیں پائی جاتی ہیں کیونکہ وہ عبادت کا اہل نہیں، اس کے باوجود جب لفظ انسان کا اطلاق کیا جاتا ہے تو مفہوم انسان سے خارج نہیں ہوتا ہے فرمانِ الہی ہے "بلاشبہ انسان خسارے میں ہے سوائے ایمان والوں کے"۔ فرمانِ الہی ہے "لعنت ہو انسان پر کتنا ناشکر ہے۔" (ت)

فحقیقة عینیة والمعتبر فی بقائها المقاصد العرفیة الاتری ان اعظم المقصود من الانسان العبادۃ قال تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون وقد فانت الکافر اذ لیس اهلها ومع ذلك لم یخرج من المتفاهم باطلاق الانسان قال تعالیٰ ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا او قال تعالیٰ قتل الانسان ما کفره۔

بالجملہ تحقیق (۱) فقیر غفرلہ، میں مائے مطلق کی تعریف عیہ ہے کہ وہ پانی کہ اپنی رقت طبعی پر باقی ہے اور اس کے ساتھ کوئی ایسی شے مخلوط و مترج نہیں جو اس سے مقدار میں زائد یا مساوی ہے نہ ایسی جو اس کے ساتھ مل کر مجموع ایک دوسری شے کسی جد مقصد کے لئے کھلائے ان تمام مباحث بالا کہ فہم کیلئے جملہ فروع مذکورہ وغیرہ مذکورہ کو ان دو بیت میں منضبط کریں۔

مطلق آبے ست کہ بروقت طبعی خودست
نہ بخلطے کہ ترکیب کُند چیز دگر
نہ در و مزج دگر چیز مساوی یا بیش
کہ بود ز آب جدادر لقب و مقصد خویش

عہ: منہ وسید کی تعریفیں کہ حاشیہ پر گزریں ۱۳ و ۱۴ تھیں اور یہ تعریف رضوی بحمدہ تعالیٰ پانزدہم
ثم وجدت عن المجتبی تعریفاً آخر ذکرہ عنہ فی انجاس البحران الماء المقید ما استخرج بعلاج کماء الصابون والحرص والزعفران والاشجار والاثار والباقلاء اھ فالمطلق خلافہ اقول: (۲) لیس بشیئ ویوافقه اول الاقوال الاتیة فی الاضافات وسیاتی ردہ ثبہ ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

پھر میں نے مجتبیٰ سے ایک اور تعریف بحر کے انجاس میں دیکھی کہ مقید پانی وہ ہے جو کسی عمل کے ذریعہ نکالا جائے، جیسے صابون کا پانی اور حرص، زعفران، درختوں، پھلوں اور باقلی کا پانی اھ اور مطلق اس کے خلاف ہے، میں کہتا ہوں یہ کچھ بھی نہیں، اس کی موافقت اضافات میں وارد شدہ پہلے قول سے ہوتی ہے، اس کی تردید وہاں ہوگی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وباً لله التوفیق* وله الحمد علی اراء الطریق* وافضل الصلاة واكمل السلام علی الحبيب الرفیق* وآله وصحبه اولی التحقيق وسائر من دانه بالایمان والتصديق* آمین* والحمد لله رب العلمین۔

اضافات (۱) بہت چیزوں پر پانی کا نام کسی شے کی طرف مضاف کر کے بولا جاتا ہے اُن میں بعض تو جنس آب سے خارج ہیں اور اطلاق آب محض بطور تشبیہ جیسے آب زر آب کافور اور جو حقیقت پانی ہیں ان میں کچھ ماء مطلق ہیں جیسے آب باراں آب دریا اور کچھ ماء مقید جیسے ماء العسل ماء الشعیر اول کو اضافت تعریف کہتے ہیں اور دوم کو اضافت تقييد۔ علماء نے ان میں چند طرح فرق فرمایا:

اول جو پانی کسی شے سے بذریعہ تدبیر نکالا جائے اُس کی طرف پانی کی اضافت تقييد ہوگی ورنہ اضافت تعریف، عنایہ وبنایہ میں ہے:

<p>اضافته الى الزعفران للتعريف لا للتقييد الفرق بينهما ان المضاف ان لم يكن خارجا عن المضاف اليه بالعلاج فلاضافة للتعريف وان كان خارجا منه فللتقييد كماء الورد¹ اه اقول: ان (۲) كان المراد حدوثه بالتدبير كما هو في ماء الوردو سائر المستقطرات ورد ماء النار جيل وماء الجيب وماء النخل الهندي المسى تار فانها موجودة وانما التدبير لاجراها كالفصد لاجراج الدم وان اريد ظهوره به فان لم يرد ماء البئر لان ظهوره من الارض بالتدبير بحفر البئر لا من المضاف اليه ورد ماء العسل فان الماء</p>	<p>پانی کی اضافت زعفران کی طرف تعریف کیلئے ہے نہ کہ تقييد کیلئے، اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر مضاف، مضاف الیہ سے عمل کے ذریعہ نہ نکالا گیا ہو تو اضافت تعریف کیلئے ہے اور اگر تدبیر سے خارج ہو تو تقييد کیلئے ہے جیسے گلاب کا پانی اھ میں کہتا ہوں اگر ان کی مراد اس کا حدوث ہے تدبیر سے جیسے گلاب کے پانی میں یا دوسرے اُن پانیوں میں ہے جو نچوڑ کر نکالے جاتے ہیں تو ناریل کا پانی، تربوز کا پانی، ٹاڑی کا پانی، اس کے علاوہ ہیں کہ یہ پانی سے ہی موجود ہوتے ہیں تدبیر صرف ان کے نکالنے کیلئے کی جاتی ہے جیسے خون نکالنے کیلئے فصد کھلوائی جاتی ہے، اور اگر یہ مراد ہو کہ اس کا اس کے ذریعہ ظہور ہو، پس اگر کنویں کے پانی سے اعتراض نہ ہو کہ اس کا ظہور بھی زمین کے کھودے</p>
---	---

¹ العنایہ مع الفتح القدير باب الماء الذي يجوز به الوضوء نوريه رضويہ سکر ۶۳/۱

فان الماء ظاهر بنفسه انما التدبير في امتزاجه طبخا بالعسل فانريد ع ماء العسل من حيث هو ماء العسل فحدوثه بالتدبير لا مجرد ظهوره۔	سے ہوتا ہے مضاف الیہ سے نہیں ہوتا تو شہد کے پانی کے ذریعہ اعتراض وارد ہوگا، کیونکہ پانی بنفسہ ظاہر ہے تدبیر تو اس کو شہد میں ملا کر پکانے سے ہوتی ہے اور اگر شہد کا پانی من حیث ہو مراد ہو تو اس کا حدوث تدبیر سے ہوگا نہ کہ محض ظہور سے۔ (ت)
---	--

دوم جہاں ماہیت مضاف کامل ہو اضافت تعریف کیلئے ہے جیسے نماز فجر اور قاصر ہو تو تقیید کیلئے جیسے نماز جنازہ کہ رکوع و سجود
و قرات و قعود نہیں رکھتی، کفایہ و مجمع الانہر میں ہے:

علامة اضافة التقیید قصور الماہیة في المضاف كأن قصورها قيدہ كيلا يدخل تحت المطلق مثاله (۱) حلف لا یصلی فصلی الظهر یحنت لانها صلاة مطلقة و اضاقتها الى الظهر التعریف ولا یحنت بصلاة الجنائز لانها لیست بصلاة مطلقة و اضاقتها اليها للتقید ^۱ ۔	تقیید کی اضافت کی علامت مضاف میں ماہیت کا ناقص ہونا ہے، گویا اس کا ناقص ہونا اس کی قید ہے تاکہ مطلق کے تحت داخل نہ ہو، اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے حلف اٹھایا کہ وہ نماز نہ پڑھے گا پھر اس نے ظہر کی نماز پڑھی تو حائث ہو جائیگا کہ وہ مطلق نماز ہے اور اس کی اضافت ظہر کی طرف تعریف کیلئے ہے اور نماز جنازہ پڑھنے سے حائث نہ ہوگا کیونکہ وہ مطلق نماز نہیں ہے اور اس کی اضافت جنازہ کی طرف تقیید کیلئے ہے۔ (ت)
---	---

اسی طرح شبلیہ علی الزلیعی میں معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے نیز اسی میں مشکلات امام خواہر زادہ
عہ: هذا هو مفاد كلام الامام العینی اذ جعل ماء
الباقی خارجا بالتدبير والا فالباء لحدث به
ولا ظهر بل كان موجودا ظاهرا من قبل انما حدث
المزج من حيث هو مزج فتعين في كلامه الشق
الاول ۱۲ منه غفر له۔ (م)

یہ عینی کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے، انہوں نے باقی کے پانی کو
تدبیر سے خارج ہونے والا پانی قرار دیا ہے ورنہ تو پانی میں نہ کوئی
حدوث ہے اور ظہور، بلکہ وہ موجود و ظاہر پہلے تھا البتہ مزج من
حيث المزج بعد میں پیدا ہوا، تو ان کے کلام میں شق اول متعین
ہو گئی ۱۲ منہ غفر له (ت)

^۱ شبلیہ علی التئین الحقائق کتاب الطہارة الامیریہ بولاق مصر ۲۱/۱

سے ہے:

<p>ہر وہ چیز جس میں ماہیت کامل ہو تو اس میں اضافت تعریف کیلئے ہے اور جس میں ماہیت ناقص ہو تو اس میں اضافت تنقید کیلئے ہے پہلے کی نظیر ماء السماء اور ماء البحر اور صلوة الکسوف ہے اور دوسری کی مثال ماء الباقلی اور صلوة الجنائزہ ہے اہ میں کہتا ہوں ماہیت کا ناقص ہو ناماء الباقلی میں ہے یا اس قسم کے اور پانیوں میں جو گاڑھے پڑ گئے ہوں اور اُن میں سے رقت ختم ہو گئی ہو لیکن وہ پانی جو کسی زیادتی کے باعث متغیر ہو گئے ہوں جیسے نیند و مدق تو یہ تبدیل ہوئے ہیں کم نہیں ہوئے۔ ہاں اگر قصور و نقص سے مراد وہ ہو جو انتفاء کو عام ہو مجازاً، عرب کے لوگ کہتے ہیں قلّ یعنی معدوم ہو گیا، نسیم الریاض میں ایسا ہی ہے۔ (ت)</p>	<p>کل ماكانت الباهية فيه كاملة فالإضافة فيه للتعريف وماكانت ناقصة فالإضافة للتنقييد نظير الاول ماء السماء وماء البحر و صلوة الكسوف ونظير الثاني ماء الباقلاء و صلوة الجنائزۃ^۱ اه اقول: (۱) قصور الباهية انما هو في ماء الباقلاء ونحوه عما ثخن وزالت رقتة اما في المتغير بالزيادة كالانبذة والمذق فتبدلت لانقصت الا ان يراد بالقصور والنقص ما يعم الانتفاء مجازاً (۲) تقول العرب قل اي عدم كما في نسيم الریاض۔</p>
--	--

سوم: جسے بے حاجت ذکر قید پانی کہہ سکیں وہاں اضافت تعریف کی ہے اور جہاں پانی کہنے میں ذکر قید ضروری ہو تنقید کی، مراقی الفلاح میں ہے:

<p>دونوں اضافتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی پر پانی کا اطلاق صحیح ہے دوسری پر نہیں ہے کیونکہ گلاب کے پانی کو ہذا ماء کہنا صحیح نہیں، اس میں ورد کی قید لگانا ضروری ہے، ہاں کنویں کے پانی کو ہذا ماء کہہ سکتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>الفرق بين الاضافتين صحة اطلاق الماء على الاول دون الثاني اذ لا يصح ان يقال لماء الورد هذا ماء من غير قيد بالورد بخلاف ماء البئر لصحة اطلاقه فيه^۲۔</p>
--	---

بحر میں ہے:

<p>ماء البحر اس میں اضافت تعریف کے لئے ہے، بخلاف مقید پانی کے، کیونکہ قید اس کو لازم ہے</p>	<p>ماء البحر الاضافة فيه للتعريف بخلاف الماء المقيّد فان القيد لازم له لا يجوز</p>
---	--

^۱ شلیبہ علی التسنین القائل کتاب الطہارة مطبعة الامیر یہ بولاق مصر ۲۱/۱

^۲ مراقی الفلاح کتاب الطہارة مطبعة الامیر یہ بولاق مصر ص ۱۳

<p>اس پر پانی کا اطلاق بلا ذکر قید جائز نہیں جیسے گلاب کا پانی اھ۔ (ت) میں کہتا ہوں یہ مطلق کی ساتویں تعریف ہے اور اس پر وہی گفتگو ہے جو گزری، کہا جاتا ہے گلاب کا پانی، حالانکہ درحقیقت یہ پانی نہیں ہے تو تحقیقی طور پر یہ مقید نہیں مقید جیسے ماء الزعفران جو رنگنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو یہ قطعاً پانی ہے اور اس کو هذا ماء کہہ سکتے ہیں کیونکہ مقسم کا قسم پر محمول ہونا بدیہیات میں سے ہے، ہاں جب ہم الماء اور هذا کہتے ہیں تو اس سے سوائے حمل کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور ماء مطلق کے حمل کا ارادہ صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقید پر الماء المطلق محمول ہوگا اور قید بھی ذکر کی جائے گی اور یہ جمع بین النقیضین ہے اور جواب وہ ہے جو گزرا۔ (ت)</p>	<p>اطلاق الماء عليه بدون القيد كما ورد¹ اھ اقول: هذا هو السابع في تعريفات المطلق والكلام الكلام فيقال ماء الورد ليس ماء حقيقة فعلى التحقيق ليس من المقيد الماء المقيد كما الزعفران الصالح للصبيغ فماء قطعاً ويصح ان يقال هذا ماء لان صحة حمل المقسم على القسم من الضروريات نعم لا يفهم من اطلاق قولنا الماء وهذا شبيهي غير الحمل ولا يصح ارادة حمل الماء المطلق فيرجع الى ان المقيد يحمل عليه الماء المطلق مع ذكر القيد وهذا جمع بين النقيضين والجواب مأمور۔</p>
---	---

چہارم جس سے پانی کی نفی کر سکیں یعنی کہ یہ پانی نہیں وہاں اضافت تقييد کی ہے ورنہ تعریف کی، تبیین میں ہے:

<p>اس کی اضافت زعفران وغیرہ کی طرف تعریف کیلئے ہے جیسے پانی کی اضافت کنوس کی طرف، بخلاف ماء البطيخ وغیرہ کے، وہاں اضافت تقييد کیلئے ہے، اس لئے پانی کا نام اُس سے منفي کیا جاتا ہے اور اس کی نفی اول سے جائز نہیں اھ (ت) میں کہتا ہوں یہ مطلق کی آٹھویں تعریف ہے</p>	<p>اضافته الى الزعفران ونحوه للتعريف كاضافته الى البئر بخلاف ماء البطيخ ونحوه حيث تكون اضافته للتقييد ولهذا ينفي اسم الماء عنه ولا يجوز نفيه عن الاول² اھ اقول: هذا هو ثامن تعريفات المطلق</p>
--	---

¹ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۶/۱

² تبیین الحقائق کتاب الطہارت الامیر یہ بولاق مصر ۲۱/۱

<p>اور اس میں جو بحث ہے وہ بحث ہے اس میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قسم سے مقسم کی نفی صحیح نہیں حقیقہً، اور اگر ماءً مطلق کی نفی کا ارادہ کیا جائے، حالانکہ بظاہر عبارت سے یہ بعید ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اضافتِ تقیید ماءً مقید میں ہے، اور یہ پہلے حمل کی طرح غیر مفید ہے اور جواب وہ ہے جو گزرا۔ (ت)</p>	<p>والبحث البحث فيقال ان القسم لا يصح نفى المقسم عنه حقيقة ابدوان اريد نفى الماء المطلق مع بعده عن ظاهر العبارة يرجع الى ان اضافة التقيد في الماء المقيد وهذا لا يجدي شبه الحمل الاولى والجواب مآمر۔</p>
---	--

پنجم: جہاں امور خارجہ عن الذات مثل محل یا صفت یا مجاور کی طرف اضافت ہو تعریف ذات اُس کی محتاج نہ ہو وہ اضافت تعریف ہے غنیہ میں ہے:

<p>وہ جس کو عرف میں پانی کہا جاتا ہے جس کی ذات کی تعریف میں تقیید کی ضرورت نہیں، تو اس کی اضافت اس کے محل کی طرف ہے جیسے ماء البئر یا اس کی صفت کی طرف ہے جیسے ماء المد یا اس کے مجاور کی طرف ہے جیسے ماء الزعفران یہ قید نہیں ہے۔ (ت)</p>	<p>مايسى في العرف ماء من غير احتياج الى التقيد في تعريف ذاته فاضافته الى محل كماء البئر اوصفته كماء البداء ومجاورة كماء الزعفران ليست بقيد¹۔</p>
--	---

ششم: جہاں ماہیت بے قید نہ پہچانی جائے اضافت تقیید ہے ولذا اُس پر بلا قید لفظ آب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور جہاں بے ذکر قید اطلاق لفظ صحیح ہو اضافت تعریف ہے، حلیہ میں ہے:

<p>مقید کی ذات کی معرفت بلا قید نہیں ہوتی ہے اس لئے اضافت لازم ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو مطلق پانی کہنا جائز نہیں بخلاف ماء مطلق کی اضافت کے کنوئیں اور چشمے کی طرف، کیونکہ یہ ایسی چیز کی طرف اضافت ہے جو ضروری نہیں، تو یہ عارضی ہے، کیونکہ یہ اُس کے عوارض میں سے کسی ایک عرض کا فائدہ دے رہی ہے، اور یہ اس کے محل کا بیان ہے جس میں کہ وہ ہے یا جس سے وہ خارج ہو کہ اس کے ذکر سے استغناء ممکن</p>	<p>المقيد لا تعرف ذاته الا بالمقيد ولهذا كانت الاضافة لازمة فلا يسوغ تسميته ماء على الاطلاق بخلاف اضافة الماء المطلق الى نحو البئر والعين فانها اضافة الى مآمنه بدفعي عارضة لافادة عارض من عوارضه وهو بيان محله الكائن فيه او الخارج منه الذي يمكن الاستغناء عن ذكره في صحة اطلاق لفظ الماء عليه و</p>
---	--

¹ غنیۃ المستملی، فصل فی بیان احکام المیاء، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۸۸

<p>لهذا ساغ ان يطلق القائل عليه ماء اطلاقاً حقيقياً من غير تقييد بالبر ونحوها وقد ظهر من هذا التقييد انه لم يسنع اندراج المقيّد به تحت الماء المطلق بخلاف الاول¹ اهـ</p> <p>اقول: اقتصر لغنية على الثاني من تعريفات المطلق وجمع الحلية بينه وبين السابع فمضى على الثاني في تحديد اضافة التقييد وعلى السابع في تعريف اضافة التعريف ولا غزو فالامر قريب۔</p>	<p>ہو اور اس پر صرف ماء کا اطلاق صحیح ہو، اس لئے اس پر ماء کا اطلاق حقیقی بر و غیرہ کی قید کے بغیر بھی جائز ہے، اس تقييد سے ظاہر ہوا کہ جو اس قید کے ساتھ مقید ہو اس کا ماء مطلق میں داخل ہونا ممنوع نہیں بخلاف اول کے (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں غنیہ نے مطلق کی دوسری تعریف پر اکتفا کیا ہے اور حلیہ نے اس کو اور ساتویں کو جمع کیا ہے، اور اضافہ تقييد کی تعریف میں انہوں نے دوسری کو ملحوظ رکھا ہے اور اضافتِ تعریف میں ساتویں کو، مگر یہ قریب قریب درست ہے۔ (ت)</p>
---	---

ہفتم عہ جس کی ماہیت بے اضافت پہچانی جائے اور مطلق نام آج لینے سے مفہوم ہو وہاں اضافت تعریف کی ہے ورنہ تقييد کی۔ شبلیہ علی الزیلعی میں امام حافظ الدین کی مستضیٰ سے ہے:

<p>فان قيل مثل هذه الاضافة يعنى ماء الباقلاء واشباهه موجود فيما ذكرت من المياه المطلقة لانه يقال ماء الوادي وماء العين قلنا اضافته الى الوادي والعين اضافة تعريف لا تقييد لانه تتعرف ماهيته</p>	<p>اگر کہا جائے کہ اس جیسی اضافت یعنی ماء الباقلی وغیرہ کی مذکورہ مطلق پانیوں میں بھی موجود ہے، اس لئے کہ ماء الوادی اور ماء العين کہا جاتا ہے، ہم کہتے ہیں پانی کی اضافتِ وادی اور عین کی طرف تعریف کیلئے ہے نہ کہ تقييد کیلئے، کیونکہ ان کی ماہیت کو</p>
---	--

عہ اقول: هذه سبع عبارات الثلاث الأخرى منها متقاربة المعنى بل متحدة المال مختلفة البنى والثالثة والرابعة تعريفان بما يستلزم هذا المعنى والنقص والقصور في الأوليين والله تعالى اعلم ۱۲ منه غفر له۔ (م)

میں کہتا ہوں یہ سات عبارتیں ہیں ان میں سے آخری تین معنوی اعتبار سے قریب ہیں بلکہ انجام کے اعتبار سے متحد ہیں، عبارت میں مختلف ہیں، تیسری اور چوتھی تعریفیں اُس چیز کے ساتھ ہیں جو اس معنی کو مستلزم ہیں، اور نقص و قصور پہلی دو تعریفوں میں ہے ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

اس قید کے بغیر بھی سمجھا جاسکتا ہے اور مطلق لفظ ماء سے سمجھ میں آجاتے ہیں بخلاف باقلی وغیرہ کے پانیوں کے، کیونکہ ان کی ماہیت اس قید کے بغیر سمجھ میں نہیں آتی ہے اور جب مطلق لفظ ماء بولا جاتا ہے تو ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، اس لئے پانی کے لفظ کی نفی ان پانیوں سے درست ہے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ فلاں نے پانی نہیں پیا، اگرچہ اس نے شوربہ یا باقلی کا پانی پیا ہو، اور اگر یہ حقیقت پانی ہوتے تو یہ نفی صحیح نہ ہوتی۔ کیونکہ حقیقت کبھی اپنے مسمیٰ سے ساقط نہیں ہوتی ہے اور جو شخص اس کی نفی کرے اس کی تکذیب کی جاتی ہے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ صلوة الجمعة، لحم الابل، صلاة الجنائزۃ اور لحم السمک کہا جاتا ہے اہ اسی قسم کی چیز انہوں نے اپنی کافی میں ذکر کی اور جلال الدین نے کفایہ

بدون هذه الاضافة وتفهم بطلق قولنا الماء بخلاف ماء الباقلاء واشباهه فانه لا تتعرف ماهيته بدون ذلك القيد ولا ينصرف الوهم اليه عند الاطلاق ولهذا صح نفى اسم الماء عنه فيقال فلان لم يشرب الماء وان كان شرب الباقلاء او المرق ولو كان ماء حقيقة لما صح نفيه لان الحقيقة لا تسقط عن المسمى ابداً ويكذب نافيها وهذا كما يقال صلاة الجمعة ولحم الابل وصلاة الجنائزۃ (۱) ولحم السمک^۱ اھ وقد ذکر نحوه فی کفایہ وجلال الدین فی کفایتہ والبدر محمود فی بنایتہ اقول: جمع بین الثانی والثانی عشر بل والثامن ارشادا الی تقاربہا ولوا کتفی بالوسط عھ لکنی وصفاعن

اھ اقول: پھر امام عینی نے بتایہ میں ایسا ہی کیا ہے فرمایا اضافت کی دو قسمیں ہیں ایک اضافت تعریف کیلئے ہے جیسے غلام زید، یہ مسمیٰ میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرتی ہے اور دوسری اضافت برائے تعقید، جیسے ماء العنب، یہ مسمیٰ کو متغیر کر دیتی ہے اور مطلق ماء کے نام سے مفہوم نہیں ہوتا ہے اھ میں کہتا ہوں یہ استدلال "انی" ہے اور ماء العنب سے مراد وہ پانی ہے جس میں انگور پڑے ہوئے ہوں کیونکہ یہی ماء مقید ہے وہ نہیں جو (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: ثم رأيت الامام العيني كذلك فعل في البنائية اذ قال الاضافة نوعان اضافة تعريف كغلام زيد وانه لا يغير المسمى واطافة تعييد كماء العنب وانه يغيره وانه لا يفهم من مطلق اسم الماء اھ اقول: استدلال اني والمراد بماء العنب ما نفع فيه العنب لانه الماء المقيد لا ما يخرج بعصره فانه ليس من الماء اصلا كما قدمنا في حاشيته ۲۰۷ خلافا

^۱ شلبیہ مع تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ ببولاق مصر ۲۰/۱

مجال کل جدال۔

میں اور بدر محمود نے بنایہ میں۔ میں کہتا ہوں انہوں نے دوسرے اور بارہ کو یکجا کر دیا ہے بلاکہ آٹھ کو بھی، تاکہ ان کے قریب ہونے کا پتا چل جائے، اور اگر درمیانی پر اکتفا کر لیتے تو کوئی جھگڑا باقی نہ رہتا۔ (ت)

بالجملہ اصح واحسن وہی تعریف اخیر مائے مطلق پر یہاں بھی حوالہ ہے کہ جس کی طرف مطلق آب کہنے سے افہام سبقت کریں اُس کی اضافت اضافتِ تعریف ہے ورنہ اضافتِ تقييد اقول یعنی جبکہ جنس آب حقیقی لغوی سے خارج نہ ہو ورنہ اضافتِ تقييد بھی نہیں مجاز ہے جیسے آب زرو اللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل ثالث ضوابط جزئیہ متون وغیرہ

اقول: وبالله التوفيق اول چند مسائل اجماعیہ ذکر کریں کہ کوئی ضابطہ اُن کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نچوڑنے سے نکلے، کیونکہ وہ تو پانی ہے ہی نہیں، جیسا کہ ہم نے ۲۰۷ کے حاشیہ میں ذکر کیا، یہ علامہ ابن کمال کے وہم کے برخلاف ہے پھر مجھے کفایہ میں یہی تصریح مل گئی، وہ فرماتے ہیں اس پانی سے وضو جائز نہیں جو نچوڑا گیا ہو کیونکہ وہ درحقیقت پانی نہیں ہے۔ پھر میں کہتا ہوں امام عینی نے تعریف و تقييد کا دار و مدار تغیر وعدم تغیر پر رکھا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی کہ وہ مطلق سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں، اور یہ تغیر مبہم سے زیادہ واضح ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ اسی پر دار و مدار کیا جائے جیسا کہ اس سے قبل غایۃ البیان میں کیا ہے فرمایا اس کی اضافت کنویں کی طرف تعریف کیلئے ہے نہ کہ تقييد کیلئے کیونکہ وہ مطلق الماء سے مفہوم ہو جاتا ہے اہ اور تعجب ہے کہ عینی نے اس صحیح قول کو اختیار کیا، پھر دو ورق بعد وہ پہلے مجروح قول کی طرف آگئے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

لما وهم العلامة ابن کمال ثم رأيت في نص الكفائية التصريح بما ذهب اليه اذ قال لا يجوز بما اعتصر لانه ليس بماء حقيقة ثم اقول احال الامام العيني امر التعريف والتقييد على التغير وعدمه وعلة بالانفهام من المطلق وعدمه وهذا اجلي من التغير المبهم فكان الاولى الارادة عليه كما فعل قبله في غاية البيان اذ قال و اضافته الى البئر للتعريف لا للتقييد اذ ايفهم بطلق قولنا الماء اهوالعجب ان العيني مشى ههنا على هذا الصحيح ثم بعد ورقتين عاد الى الاول الجريح ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

(۱) اجماع اُمت ہے کہ پانی کے سوا کسی مائع سے وضو و غسل یعنی ازالہ نجاست حکمہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) اجماع ہے کہ وہ پانی مائے مطلق ہونا چاہئے مائے مقید سے وضو نہیں ہو سکتا سوائے نبیذ تمر کے کہ سیدنا

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداً نظر بحديث اُس سے جواز کے قائل تھے پھر رجوع فرمائی اور اُس سے بھی عدم جواز پر اجماع منعقد ہو گیا الا ما یذکر من امام عہ الشام الاوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ من التجویز بكل نبیذ ان ثبت عنه واللہ تعالیٰ اعلم (مگر وہ جو امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ہر نبیذ سے وضو جائز ہے بشرطیکہ یہ روایت ان کی طرف درست منسوب ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ ت)

(۳) اجماع ہے کہ غسل بالفتح یعنی کسی عضو کے دھونے میں اُس پر پانی کا بہنا ضرور ہے صرف تر ہو جانا کافی نہیں کہ وہ مسح ہے اور حضرت عزت عز جلالہ، نے غسل و مسح دو وظیفے جُدار کھے ہیں الامام عہ^۲ حکى عن الامام الثانی رحمہ اللہ وهو مؤول کما تقدم (مگر وہ جو امام یوسف سے منقول ہے وہ مؤول ہے جیسا گزر چکا۔ ت) تو پانی کا اپنے سیلان پر باقی رہنا قطعاً لازم۔

عہ^۱ وقال فی البنایة شذ الحسن بن صالح وجوز الوضوء بالخل وما جرى مجراه ۱۲ منه غفر له۔ (م)
عہ^۲ وقال فی البنایة التوضی بالثلج یجوز ان کان ذائباً یتقاطر والا فلا ثم قال وفي مسألة الثلج اذا قطر قطرتان فصاعداً جاز اتفاقاً والا فعلى قولهما لا یجوز وعلى قول ابی یوسف یجوز اه

بنایہ میں ہے کہ برف سے وضو جائز ہے بشرطیکہ پگھل کر ٹپک رہا ہو ورنہ نہیں، پھر برف کے مسئلہ میں فرمایا جب اُس سے دو یا زائد قطرے ٹپکیں تو وضو جائز ہے اتفاقاً ورنہ طرفین کے قول پر جائز نہیں ہے اور ابو یوسف کے قول پر جائز ہے اھ

میں کہتا ہوں یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ ان کا وہم پیدا کرنے والا قول خلاف واقع ہے کیونکہ یہ تو ان سے ایک نادر حکایت ہے اور اس سے قبل وہ بنایہ میں فرما چکے ہیں کہ سیلان ظاہر روایت میں شرط ہے تو جب تک پانی کے قطرے نہ ٹپکیں وضو جائز نہیں، اور ابو یوسف سے ہے کہ سیلان (باقی بر صفحہ آئندہ)

اقول: (۱) ما کان ینبغی ان یقال قوله البوهم خلاف الواقع فانما هی حکایة نادرة عنه وقد قال قبله فی البنایة السیلان شرط فی ظاهر الروایة فلا یجوز الوضوء ما لم یتقاطر الماء وعن ابی یوسف انه لیس بشرط اه ثم الروایة مؤولة کما علمت

(۴) اجماع لغت و عرف و شرع ہے کہ دو چیزوں سے مرکب میں حکم غالب کیلئے ہے و قد قد مناه عن المحقق علی الاطلاق فی التعریف الخامس للماء المطلق (اور ہم نے محقق علی الاطلاق سے مطلق پانی کی پانچویں تعریف میں اس کو پہلے ذکر کر دیا ہے۔ ت) تو پانی میں جب اُس کا غیر اُس سے زائد مقدار میں مل جائے بحکم اجماع اول قابل وضو نہ رہے گا۔

(۵) اجماع عقل و نقل ہے کہ تعارض موجب تساؤل ہے اور اجتماع حاضر و مہج میں حاضر غالب تو اگر دوسری چیز مساوی القدر بھی ملے گی قابل وضو نہ رکھے گی و قد عہ تقدم فی ۲۶۲ (جیسا کہ ۲۶۲ میں گزر چکا۔ ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شرط نہیں اہ یہ روایت مؤول ہے جیسا آپ نے جانا تو اس کو بلاتواہیل ذکر کرنا درست نہیں تاکہ کوئی اس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی جرات نہ کر بیٹھے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

یہاں غنیہ کا قول گزر چکا ہے کہ اس کے ساتھ مساوات کے وقت تیمم کو بھی شامل کر لینا چاہئے اور اس پر جو اعتراضات میں نے کئے ہیں وہ بنایہ میں بھی ہیں، میرے ایک دوست نے بنایہ کا یہ حصہ مجھے نقل کر کے بھیجا ہے اس میں ہے ابو طاهر الدباس سے منقول ہے کہ اس سلسلہ میں ابو حنیفہ کے جوابات کے مختلف ہونے کی وجہ سوالات کا اختلاف ہے اُن سے دریافت کیا گیا کہ مٹھاس کا غلبہ ہو تو کیا کریں تو فرمایا تیمم کرے وضو نہ کرے ان سے دریافت کیا گیا کہ جب پانی مٹھاس برابر ہو تو کیا کریں؟ فرمایا وضو اور تیمم دونوں کریں، سختی نے فرمایا اس انداز میں نبیذ تمر اور دوسرے نبیذوں کا حکم مختلف نہ ہوگا، یہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

ثمہ (۱) فلا ینبغی ذکرھا الا بتاویلھا کیلا یتجرأ جاہل علی مخالفة امر اللہ تعالیٰ متشبثا بها ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

عہ تقدم هنالك قول الغنية يضم اليه التيمم عند المساواة اه و ماتعقبتها به والان رأيت في البنائية حين ارسل الى نقل هذا الباب منها بعض اصحابي مانصه حكى عن ابي طاهر الدباس انه قال انما اختلف (۲) اجوبة ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه لاختلاف الاسئلة فانه سئل عن (۳) التوضوء اذا كانت الغلبة للحلاوة قال يتيمم ولا يتوضو وسئل عنه ايضا كان الماء والحلاوة سواء ولم يغلب احدهما على الآخر قال يجمع بينهما وقال السغناقي وعلى هذه الطريقة لا يختلف الحكم بين نبیذ التمر وسائر

(۶) اجماع ائمہ حنفیہ ہے کہ قلیل مستملک کا خلط مزیل اطلاق نہیں اگرچہ وہ قلیل جنس ارض سے نہ ہو، ہدایہ

(البقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سوال کیا گیا کہ جب پانی کا غلبہ ہو تو کیا حکم ہے؟ فرمایا وضو کر لے اور تیمم نہ کرے۔

الانبذة وسئل عنه ايضاً اذا كانت الغلبة للماء فقال يتوضو به ولا يتيمم اهـ

میں کہتا ہوں کہ مٹھاس اگر اس درجہ نہ ہو کہ پانی کو نبیذ بنادے تو مٹھاس مغلوب سمجھی جائے گی، اور اگر اس درجہ ہو تو غالب ہوگی اور ان دونوں میں کوئی واسطہ نہیں، نیز پانی اور مٹھاس کی مساوات کے کوئی معنی نہیں، کیونکہ تساوی اور تقاضل دو ہم جنس کمیتوں میں ہوتے ہیں، تو ضروری ہوا کہ یہ مساواة احتمال ہے یعنی اس کا نبیذ ہونا یا پانی رہنا، غالب گمان میں نہیں ہے بلکہ دونوں چیزوں میں برابر کا احتمال ہے، تو حاصل شک و تردد کا حصول ہے، اور ان کے غیر نے اس کی یہی تعبیر کی ہے۔ تبیین اور فتح میں خزائنہ الاكمل سے اور حلیہ میں خزائنہ وغیرہ سے ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جوابات کے مختلف ہونے کی وجہ سوالات کا اختلاف ہے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ اگر پانی غالب ہو، تو آپ نے فرمایا وضو کرے اور جب یہ پوچھا کہ اگر مٹھاس غالب ہو، تو جواب میں فرمایا کہ وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرے، یہ فتح کے الفاظ ہیں اور اس پر پھر یہ کہا اس بنا پر غسل میں بھی ضرور تفصیل ہوگی کہ اگر نبیذ میں مٹھاس اتنی غالب ہو جائے کہ پانی کا نام اس پر نہ بولا جائے تو اس سے

اقول: الحلاوة ان لم تبلغ مبلغاً تجعله نبیذا كانت مغلوبة وان بلغت فقد غلبت ولا واسطة بينهما وايضاً لامعنى التساوى الماء والحلاوة فان التساوى والتفاضل فى كمين متجانسين فوجب ان المراد المساواة فى الاحتمال اى لا يغلب على الظن احد طرفى صيرورته نبیذا او بقاءه ماء بل يحتملان على السواء فالحاصل حصول الشك والتردد وبه عبر غيره ففى التبیین والفتح عن خزائن الاكمل وفى الحلیة عنها وعن غيرها قال مشايخنا انما اختلفت اجوبته رضى الله تعالى عنه لاختلاف المسائل سئل مرة ان كان الماء غالباً قال يتوضو وسئل مرة ان كانت الحلاوة غالبية قال يتيمم ولا يتوضو وسئل مرة اذالم يدر ايهما الغالب قال يجمع بينهما اهـ هذا لفظ الفتح وقال بعده وعلى هذا يجب التفضيل فى الغسل ان كان النبىذ غالب الحلاوة قريباً من سلب الاسم لا يغتسل به اوضده فيغتسل الحاقاً بطريق الدلالة

الخلط القلیل لامعتبر به لعدم امکان

پانی میں معمولی ملاوٹ کا اعتبار نہیں کیونکہ مٹی کے اجزاء

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

او مترددافیه یجمع بین الغسل والتیمم اھ۔

اقول: (۱) الاحاجة الى اللاحق مع بقاء الاطلاق اما الذين اختلفوا في جواز الغسل به فصح في

المبسوط الجواز وصح في المفيد عدمه لان الجنابة اغلظ كما ذكره في الفتح بعده۔

فاقول: كلامهم في ماصار نبیذا وهو غیر هذا التوفیق

الانیق وعلیه یضطر القائل بجواز الاغتسال به الى

الحاقه بالوضوء دلالة لاقیاس لان الجواز في نبیذ

التمر معدول به عن سنن القیاس وماكان كذا یجوز

اللاحق به دلالة لاقیاسا اما على هذا التوفیق

فلا شك ان الوضوء والغسل سیان في جوازهما بالماء

المطلق فلا یجعل احدهما اصلا والاخر ملحقا به هذا

ومثله لفظ التبیین والحلیة اذ الم یدر ایهما الغالب

فهذا في المشكوك دون المخالط المساوی

غسل نہ کیا جائے اور اگر اس کے خلاف ہو کہ مٹھاس مغلوب ہو اور اس کو پانی کہا جائے تو غسل کرے کیونکہ دلالت کے طور پر غسل کا حکم وضو سے ملحق قرار پائے گا اور اگر نبیذ میں غلبہ کے بارے میں تردد ہو تو غسل اور تیمم کو جمع کرے اھ (ت)

میں کہتا ہوں کہ اطلاق کی موجودگی میں الحاق کی ضرورت نہیں، نبیذ سے غسل کے جواز کے بارے میں اختلاف کرنے والوں نے جیسا کہ مبسوط میں جواز کی صحت کی ہے اور مفید میں عدم جواز کو صحیح کہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جنابت زیادہ غلیظ ہے جیسا کہ بعد میں اسے فتح میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

پس میں کہتا ہوں کہ ان کا کلام اس صورت میں ہے جب نبیذ بن جائے تو اس میں مذکورہ توفیق جاری نہ ہوگی لہذا غسل کے جواز کے قائل وضو کے ساتھ الحاق کرنے میں دلالت کے قول پر مجبور ہیں اور وہ قیاس کو یہاں استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ نبیذ تمر سے وضو کا جواز قیاس کے قاعدہ پر نہیں ہے، جو قیاس کے خلاف ہو تو اس سے الحاق بطور دلالت ہو سکتا ہے اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا پس اس طرح وضو اور غسل دونوں مطلق پانی سے جواز میں مساوی ہیں ایک کو اصل اور دوسرے کو ملحق نہیں قرار دیا جاسکتا، ہذا، تبیین اور حلیہ کے الفاظ بھی اسی طرح ہیں، توجب (باقی اگلے صفحہ پر)

الاحتراز عنه كما في اجزاء الارض¹۔

کی طرح ایسی ملاوٹ سے پانی کا محفوظ ہونا مشکل ہے۔ (ت)

فتح القدير میں ہے:

قد رأيناها يقال في ماء المد والنيل حال غلبة لون الطين عليه وتقع الاوراق في الحياض زمن الخريف فيمر الرفيقان ويقول احدهما للآخر هنا ماء تعال نشرب نتوضأ فيطلقه مع تغير اوصافه بانتقاعها فظهر لنا من اللسان ان المخلوط المغلوب لا يسلب الاطلاق فوجب ترتيب حكم المطلق على الماء الذي هو كذلك وقد اغتسل صلى الله تعالى عليه وسلم يوم الفتح من قصعة فيها اثر العجين رواه النسائي والماء بذلك

مد اور نیل کے پانی میں مٹی کا رنگ غالب ہوتا ہے اور حوضوں میں موسم خزاں کے پتے گرتے ہیں اس کے باوجود ہم نے دیکھا کہ دو ساتھی وہاں سے گزرتے ہوئے ایک دوسرے کو کہتے ہیں یہ پانی ہے آؤ پیس اور وضو کریں اسی کو مطلق پانی قرار دیتے ہیں حالانکہ ان چیزوں کے ملنے کی وجہ سے پانی کے اوصاف متغیر ہو چکے ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ملنے والی مغلوب چیز پانی کو اپنے اطلاق سے خارج نہیں کرتی لہذا ایسے پانی پر مطلق کا حکم مرتب ہوگا نیز فتح مکہ کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسے پیالے سے وضو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قد را فليس فيه ما يميل الى ما في الغنية فتثبت والله الحمد۔
اقول: (۱) ونظير هذا الاختلاف عن الامام ما في الحديث انه صلى الله تعالى عليه وسلم سئل عن تقبيل الصائم عرسه فاجاز فسئل اخرى فنهى فاذا الذي اباه له شيخ والذي نهاه عنه شاب ۱۲ منه غفر له (م)

دونوں میں سے کسی کا غلبہ معلوم نہ ہو، تو یہ مشکوک کی بات ہوئی مقدار کے اعتبار سے مساوی مخلوط کی بات نہیں ہے، یہاں غنیہ والی بات کی طرف میلان ثابت نہیں ہے۔
میں کہتا ہوں کہ اس کی نظیر وہ ہے جو حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک باریہ سوال ہوا کہ اگر روزے والا اپنی بیوی کا بوسہ لے تو کیا حکم ہے، تو جواب میں اجازت فرمائی۔ اور دوسری باریہ سوال کیا گیا تو آپ نے منع فرمایا۔ تو اسی ایک سوال کے مختلف جوابات کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ روزے والا بوڑھا ہو تو جائز فرمایا اور اگر وہ جوان ہے تو منع فرمایا، اس طرح امام ابو حنیفہ نے نبیز کے بارے میں مختلف قول فرمائے کیونکہ ہر جواب علیحدہ نقطہ سے متعلق ہے۔ (ت)

¹ الهدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبع عربیہ کراچی ۱۸۸۱

یتغیر ولم یعتبر المغلوبية¹۔

فرمایا جس میں آنا لگا ہوا تھا، اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور پانی اس آٹے کی وجہ سے متغیر ہوتا ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ (ت)

(۷) اجماع عرف و شرع ہے کہ زوال اسم موجب زوال اطلاق ہے وقد تقدم في تعاریف المطلق لاسيما التاسع (مطلق کی تعریفوں خصوصاً نویں تعریف میں گزر چکا ہے۔ ت) ولذا نبذ تمر سے وضو ناجائز ہونے پر اجماع ہوا اگرچہ پانی اپنی رقت پر رہے وقد تقدم فی ۲۸۶ (۲۸۶ میں گزر چکا۔ ت)

(۸) اجماع ائمہ حنفیہ ہے کہ پانی کے اوصاف میں قلیل تغیر مانع اطلاق نہیں وقد تقدم فی ۱۱۲ (۱۱۲ میں گزر چکا ہے۔ ت) یہ آٹھ اجماع واجب بالاتباع ناقابل نزاع غیر صالح الاندفاع میں اور یہی بحمد اللہ تعالیٰ وہ معیار کامل ہے جو مانع مطلق کی تعریف رضوی میں گزر اور للہ الحمد یہ احکام منقحہ ہاتھ میں رکھ کر ضوابط کی طرف چلے۔

ضابطہ ۱: کسی پھل یا پیڑ یا بیل یا پتوں یا گھاس کے عرق یا عصارے سے وضو جائز نہیں۔ قدوری ہدایہ و قایہ نقایہ کنز اصلاح غر نور الايضاح متون وغیرہ عامہ کتب میں ہے لایجوز بماء اعتصر من شجر او ثمر² (درخت اور پھل کے نچوڑے ہوئے پانی سے وضو جائز نہیں۔ ت) اور صحیح یہ کہ یہ حکم قاطر و مستقطر و معتقر سب کو عام ہے مکاتقدم فی ۲۰۵ (جیسا کہ بحث ۲۰۵ میں گزر چکا ہے۔ ت)

اقول: هو عندی من فروع الاجماع الاول حتی فی قاطر الکرم وقد تقدم فی حاشیة ۲۰۷۔

میں کہتا ہوں کہ یہ میرے نزدیک پہلے اجماع کے فروعات میں سے ہے حتیٰ کہ انگور کے درخت سے نکلنے والے قطروں کو شامل ہے اور یہ بات بحث ۲۰۷ کے حاشیہ میں گزر چکی ہے۔ (ت)

ضابطہ ۲ تا ۴: مطہر پانی کے ناقابل وضو ہو جانے کیلئے متون معتمدہ میں تین سبب ارشاد ہوئے:

(۱) زوال طبع آب

(۲) غلبہ غیر

(۳) طبع باغیر۔ اگرچہ بعض نے ایک سبب بیان کیا بعض نے دو بعض نے اجمالاً سب، اور ان سے تعبیر میں بھی عبارات

¹ فتح القدیر، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء، مطبع عربیہ کراچی ۱۴/۶

² نور الايضاح، کتاب الطهارة، مطبع علمیہ لاہور ص ۳

مختلف آئیں مگر عند التحقیق بتوفیق اللہ تعالیٰ سب اُسی معیار کے دائرے میں ہیں عبارات میں یہ ہیں:

(۱) قدوری لایجوز بماً غلب علیہ غیرہ فاخرجه عن طبع الماء کماء الباقی والمرق وماء الزردج^۱ (وضو جائز نہیں ہے اُس پانی سے جس پر کسی دوسری شے کا غلبہ ہو گیا ہو اور اس کو پانی کی طبیعت سے نکال دیا ہو، جیسے باقلی کا پانی اور زردج کا پانی۔ ت)

(۲) بدایہ مثله وانما اخذ عنه وان زاد بعض الامثلة^۲ (بدایہ میں اسی کی مثل ہے انہوں نے قدوری سے لیا ہے اگرچہ بعض مثالوں کا اضافہ کیا ہے۔ ت)

(۳) وقایہ ولا بماء زال طبعه بغلبة غیرہ اجزاء او بالطبخ کماء الباقی والمرق^۳ (وقایہ میں ہے اور نہ اس پانی سے جس پر غیر کا بصورت اجزاء یا پکانے کی وجہ سے غلبہ ہو گیا ہو جیسے باقلی کا پانی اور شوربہ۔ ت)

(۴) نقایہ یتوضو بماء السماء والارض وان اختلط به طاهر الا اذا اخرجه عن طبع الماء او غیرہ طبخاً وهو مما لا یقصد به النظافة^۴ (نقایہ میں ہے آسمان اور زمین کے پانی سے وضو کرے اگرچہ اس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو، لایہ کہ اس کو پانی کی طبیعت سے خارج کر دیا ہو یا پکنے کی وجہ سے اس کو پانی کی طبیعت سے خارج کر دیا ہو اور وہ غیر چیز ایسی نہ ہو جس سے نظافت مطلوب ہوتی ہے۔ ت)

(۵) کنزروانی لا بما تغیر بکثرة الاوراق او بالطبخ او غلب علیہ غیرہ اجزاء^۵ (کنزروانی میں ہے اس پانی سے وضو جائز نہیں جو پتوں کی کثرت یا پکنے یا غلبہ اجزاء کی وجہ سے بدل گیا ہو۔ ت)

(۷) اصلاح لا بماء زال طبعه بغلبة غیرہ اجزاء او تغیر بالطبخ معه وهو مما لا یقصد به النظافة^۶ (اصلاح میں ہے اس پانی سے وضو جائز نہیں جو اپنی طبیعت کھو بیٹھا ہو دوسرے کے اجزاء کے غلبہ سے یا پکنے کی وجہ سے اور وہ چیز ایسی ہو جس سے نظافت کا ارادہ نہ کیا جاتا ہو۔ ت)

^۱ قدوری کتاب الطہارت مطبع مجتہدانی کان پور ص ۶

^۲ بدایہ المبتدی

^۳ شرح الوقایہ کتاب الطہارت مطبع رشیدیہ دہلی ۱/ ۸۵

^۴ جامع الرموز کتاب الطہارت مطبع الاسلامیہ گنبد اہر ان ۳۵/ ۱

^۵ کنز الدقائق میاہ الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱

^۶ اصلاح

(۸) ملتقی لابساء خرج عن طبعه بكثرة الاوراق او بغلبة غيره او بالطبخ كماء الباقلاء والمرق¹ (ملتقى میں ہے اس پانی سے وضو جائز نہیں جو پتوں کی کثرت یا غیر کے غلبہ یا پکانے کے سبب اپنی طبیعت کھو بیٹھا ہو جیسے باقلا کا پانی اور شوربہ۔ ت)

(۹) غرر لابساء زال طبعه بالطبخ كالمرق او بغلبة غيره عليه² (غرر میں ہے جس پانی کی طبیعت زائل ہو چکی ہو اس سے وضو جائز نہیں خواہ پکنے کی وجہ سے یا غیر کے غلبہ کی وجہ سے۔ ت)

(۱۰) تنوير لابساء مغلوب بطاهر ولا بما زال طبعه بطبخ كمرق³ (تنوير میں ہے جو پانی کسی پاک چیز کے ملنے سے مغلوب ہو چکا ہو یا پکنے سے طبیعت کھو چکا ہو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ ت)

(۱۱) نور الايضاح لابساء زال طبعه بالطبخ او بغلبة غيره عليه⁴ (نور الايضاح میں ہے جس پانی کی طبیعت پکنے یا غیر کے غلبہ کی بنا پر زائل ہو چکی ہو اس سے وضو جائز نہیں۔ ت)

میں کہتا ہوں انہوں نے اس کے بعد جو ضابطہ زیلعیہ کی تلخیص ذکر کی ہے ہم نے اسے ترک کر دیا ہے کیونکہ متون کو مذہب نقل کرنے کے لئے وضع کیا ہے نئی ابحاث کیلئے نہیں۔ (ت)

اقول: وترکنا ما ذکر بعده من تلخیص الضابطة الزیلعیة فان (۱) وضع المتون لنقل المذهب دون الابحاث الحادثة۔

¹ ملتقی الابحار تجوز الطهارات بالماء المطلق عامہ مصر ۱/ ۲۸

² غرر فرض الغسل دار السعادة مصر ۱/ ۲۳

³ تنوير الايضاح باب المياه مجتنبائی دہلی ۱/ ۳۳

⁴ نور الايضاح کتاب الطهارة علمیہ لاہور ص ۳



مآخذ و مراجع

سن وفات ہجری

مصنف

نام

۴۱۶	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۱- الاجزاء فی الحدیث
۴۴۶	ابوالعباس احمد بن محمد الناطقی الحنفی	۲- الاجناس فی الفروع
۶۸۳	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۳- الاختیار شرح المختار
۲۵۶	محمد بن اسلمیل البخاری	۴- الادب المفرد للبخاری
۹۲۳	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۵- ارشاد الساری شرح البخاری
۹۵۱	ابو سعید محمد بن محمد العمادی	۶- ارشاد العقل السلیم
۱۲۲۵	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۷- الارکان الاربع
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۸- الاشباہ والنظائر
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۹- اشعة المبعات
۴۸۲	علی بن محمد البزدوی	۱۰- اصول البزدوی
۹۴۰	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۱۱- الاصلاح للوقایة فی الفروع
۷۶۹	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۱۲- آکھ المرجان فی احکام الجان
۷۵۸	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۱۳- انفع الوسائل
۱۰۶۹	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۴- امداد الفتاح
۷۹۹	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۱۵- انوار الائمة الشافعیہ
۹۴۰	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۱۶- الايضاح للوقایة فی الفروع
۴۳۲	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	۱۷- امانی فی الحدیث
۳۶۴	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۱۸- الايجاز فی الحدیث
۴۰۷	احمد بن عبدالرحمن الشیرازی	۱۹- القاب الروات

۵۸۷	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۲۰۔ بدائع الصنائع
۵۹۳	علی بن ابی بکر المرغینانی	۲۱۔ البدایة (بدایة البیتدی)
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۲۲۔ البحر الرائق
۹۲۲	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۲۳۔ الدربان شرح مواہب الرحمن
۳۷۲	فقیہ ابو الیث نصر بن محمد السمرقندی	۲۴۔ بستان العارفین
۵۰۵	حمید الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۲۵۔ البسیط فی الفروع
۸۵۵	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۲۶۔ البنایة شرح الہدایة

ت

۱۲۰۵	سید محمد تقی الزبیدی	۲۷۔ تاج العروس
۵۷۱	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۲۸۔ تاریخ ابن عساکر
۲۵۶	محمد بن اسماعیل البخاری	۲۹۔ تاریخ البخاری
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۳۰۔ التجنیس والمزید
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن المہام	۳۱۔ تحریر الاصول
۵۴۰	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۳۲۔ تحفة الفقہاء
۷۳۰	عبد العزیز بن احمد البخاری	۳۳۔ تحقیق الحسابی
۸۷۹	علامہ قاسم بن قطوبغا الخنفی	۳۴۔ الترغیب والتصحیح علی القدوری
۸۱۶	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۳۵۔ التعریفات لسید شریف
۳۱۰	محمد بن جریر الطبری	۳۶۔ تفسیر ابن جریر (جامع البیان)
۶۹۱	عبد اللہ بن عمر البیضاوی	۳۷۔ تفسیر البیضاوی
۹۱۱-۸	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی	۳۸۔ تفسیر الجلالین
۱۲۰۴	سلیمان بن عمر العجمی الشیرازی	۳۹۔ تفسیر الجمل
۶۷۱	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۴۰۔ تفسیر القرطبی
۲۶	امام فخر الدین الرازی	۴۱۔ التفسیر الکبیر

۴۲۔	التفسیر لنیشابوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشابوری	۷۲۸
۴۳۔	تقریب القریب	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۹۱۱
۴۴۔	التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبي	۸۷۹
۴۵۔	التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶۔	تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷۔	تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸۔	تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۴۹۔	تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰۔	تعظیم الضلوة	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱۔	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲۔	التوشیح فی شرح الہدایة	عمر بن اسحاق السراج الہندی	۷۷۳
ج			
۵۳۔	جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۵۴۔	جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵۔	الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶
۵۶۔	الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷۔	الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸۔	جامع الفقہ (جامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتانی	۵۸۶
۵۹۔	جامع الفصولین	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
۶۰۔	الجامع الکبیر	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرنجی	۳۴۰
۶۱۔	جوابہ الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	۰
۶۲۔	الجوابہ الزکیة	احمد بن ترکی بن احمد الماکلی	۹۸۹
۶۳۔	جوابہ الفتاوی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴۔	الجوبرة النيرة	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد البیہقی	۸۰۰
۶۵۔	الجرح والتعديل فی رجال الحدیث	یحییٰ بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶۔	الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

ح

۶۷	حاشیہ علی الدرر	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید الخداری	۱۱۷۶
۶۸	حاشیہ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹	حاشیہ علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰	حاشیہ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۷۱	حاشیہ علی المقدمة العشماویہ	علامہ سفطی	۰
۷۲	الحاشیہ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسیٰ آفندی	۹۴۵
۷۳	الحدیقة الندیة شرح طریقہ محمدیہ	عبد الغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴	الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابی الحنفی	۶۰۰
۷۵	حصر المسائل فی الفروع	امام ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶	حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبحانی	۴۳۰
۷۷	حلیۃ المجلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸	خزانة الروایات	قاضی بک الحنفی	
۷۹	خزانة الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۰	خزانة المفتیین	حسین بن محمد السعانی السیقانی	۷۷۰ کے بعد
۸۱	خلاصة الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲	خلاصة الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۳	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴	الدراية فی تخريج احادیث الهدایة	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵	الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۸۶	الدر المختار	علاء الدین الحصفی	۱۰۸۸
۸۷	الدر النثیر	علامہ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی	۹۱۱

ذ

۸۸-	ذخیرۃ العقبی	یوسف بن جنید الجبلی (چلپی)	۹۰۵
۸۹-	ذخیرۃ الفتاوی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰-	ذم الغیبة	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱-	الرحمانية		
۹۲-	رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳-	رحمة الامة في اختلاف الائمة	ابو عبداللہ محمد بن عبد الرحمن دمشقی	۷۸۱
۹۴-	رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵-	رفع الغشاء في وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۹۶-	رد على الجهمية	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷-	زاد الفقهاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسميجاني المتوفى اواخر القرن السادس	
۹۸-	زاد الفقير	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الممام	۸۶۱
۹۹-	زواہر الجواهر	محمد بن محمد التمر تاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰-	زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱-	السراج الوہاج	ابو بکر بن علی بن محمد الحداد البیسی	۸۰۰
۱۰۲-	السنن لابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۷۳
۱۰۳-	السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴-	السنن لابن داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵-	السنن للنسائی	ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶-	السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

۱۰۷۔	السنن لدارقطنی	علی عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸۔	السنن لدارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی	۲۵۵
ش			
۱۰۹۔	الشافی	شمس الامتہ عبد اللہ بن محمود الکردوری	
۱۱۰۔	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱۔	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیہ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲۔	شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳۔	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴۔	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵۔	شرح الدرر	شیخ اسماعیل بن عبد الغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶۔	شرح سفر السعاده	شیخ عبد الحق المحمّد الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷۔	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸۔	شرح شریعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹۔	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجانی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسیجانی	۴۸۰
۱۲۰۔	شرح الغریبین		
۱۲۱۔	شرح المسلم للنووی	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲۔	شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳۔	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبد البر بن محمد ابن شحنے	۹۲۱
۱۲۴۔	شرح المنظومۃ فی رسم الحنفی	محمد امین ابن عابد بن الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵۔	شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبي	۹۵۶
۱۲۶۔	شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷۔	شرح مؤطا امام مالک	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸۔	شرح المہذب للنووی	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹۔	شرح التقایۃ	مولانا عبد العلی البر جندی	۹۳۲
۱۳۰۔	شرح الوقایۃ	صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود	۷۴۷

۱۳۱-	شرح الهدایة	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنة	۸۹۰
۱۳۲-	شرعة الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳-	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۱۳۴-	شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الخنقی الاسمیجانی	۴۸۰
۱۳۵-	شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الخنقی	۵۳۶
ص			
۱۳۶-	صحاح الجوبیری	اسماعیل بن حماد الجوبیری	۳۹۳
۱۳۷-	صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸-	صحیح ابن خزيمة	محمد بن اسحاق ابن خزيمة	۳۱۱
۱۳۹-	الصراح	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشي	تقریباً ۶۹۰
ط			
۱۴۰-	الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱-	الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲-	الطریقة المحمدیة	محمد بن بکر علی المروف بکر کلی	۹۸۱
۱۴۳-	طلبة الطلبة	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷
ع			
۱۴۴-	عمدة القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد البعینی	۸۵۵
۱۴۵-	العناية	اکمل الدین محمد بن محمد الباہرقي	۷۸۶
۱۴۶-	عنایة القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷-	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸-	عقود الدرّة	محمد امین ابن عابدین لشامی	۱۲۵۲
۱۴۹-	عدّة	کنال الدین محمد بن احمد الشیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۱۵۰-			

غ

۱۵۱	غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲	غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۱۵۳	غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن میخترۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴	غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۱۵۵	غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶	غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبي	۹۵۶

ف

۱۵۷	فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸	فتح القدير	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن المہام	۸۶۱
۱۵۹	فتاویٰ النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰	فتاویٰ بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱	فتاویٰ حجّہ		
۱۶۲	فتاویٰ خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳	فتاویٰ سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴	فتاویٰ عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵	فتاویٰ غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶	فتاویٰ قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷	فتاویٰ ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸	فتاویٰ ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹	فتاویٰ الولوالجیہ	عبد الرشید بن ابی حنیفہ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰	فتاویٰ الکبیری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۵۳۶
۱۷۱	فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲	فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

۹۲۸	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۱۷۳- فتح المعین شرح قرۃ العین
۶۳۸	محمی الدین محمد بن علی ابن عربی	۱۷۴- الفتوحات المکیة
۱۲۲۵	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۷۵- فوائد الرحوت
۴۱۴	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۱۷۶- الفوائد
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۷۷- فوائد المخصصة
۱۰۳۱	عبدالرؤف المناوی	۱۷۸- فیض التدریس شرح الجامع الصغیر
۲۶۷	اسمعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویة	۱۷۹- فوائد سمویة

ق

۸۱۷	محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۱۸۰- القاموس
۹۲۸	علامہ زین الدین بن علی الملباری	۱۸۱- قرۃ العین
۶۵۸	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۱۸۲- القنیة
		۱۸۳- القرآن

ک

۳۳۴	حاکم شہید محمد بن محمد	۱۸۴- الکافی فی الفروع
۳۶۵	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۱۸۵- الکامل لابن عدی
۹۷۳	سید عبد الوہاب الشعرانی	۱۸۶- الکبریٰ الاحمر
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۷- کتاب الآثار
۱۸۲	امام ابو یوسف یعقوب بن یراعیم الانصاری	۱۸۸- کتاب الآثار
	ابو المحاسن محمد بن علی	۱۸۹- کتاب الالہام فی آداب دخول الحمام
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۱۹۰- کتاب السواک
۱۰۵۰	عبدالرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد الحمادی	۱۹۱- کتاب الہدیۃ لابن عماد
	لابی عبید	۱۹۲- کتاب الطہور
۳۲۷	ابو محمد عبدالرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۱۹۳- کتاب العلل علی ابواب الفقہ
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۹۴- کتاب الاصل
	ابو بکر بن ابی داؤد	۱۹۵- کتاب الوسوسة

۱۹۶۔	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷۔	کشف الرموز	علاء المتقدسی	
۱۹۸۔	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹۔	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰۔	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱۔	کف الراع	شہاب الدین احمد بن حجر النجفی	۹۷۳
۲۰۲۔	کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳۔	الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴۔	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵۔	کتاب الجرح والتعديل	محمد بن حبان التیمی	۳۵۴
۲۰۶۔	کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷۔	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸۔	کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹۔	الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸
ل			
۲۱۰۔	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱۔	لقط العرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن محمد السیوطی	۹۱۱
م			
۲۱۲۔	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳۔	مبسوط خواہر زادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴۔	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵۔	مجری الانہر شرح ملتقى الابحر	نور الدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵
۲۱۶۔	مجمع بحار الانوار	محمد طاهر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷۔	مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸۔	مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

۲۱۶	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	المحیط البریانی	۲۱۹
۲۷۱	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	المحیط الرضوی	۲۲۰
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	مختارات النوازل	۲۲۱
۲۶۰	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	مختار الصحاح	۲۲۲
۲۴۳	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	المختارۃ فی الحدیث	۲۲۳
۹۱۱	علامہ جلال الدین السیوطی	المختصر	۲۲۴
۷۳۷	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	مدخل الشرع الشریف	۲۲۵
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	مواق الفلاح بآمدا الفتاح شرح نور الايضاح	۲۲۶
۱۰۱۴	علی بن سلطان لما علی قاری	مرفقات شرح مشکوٰۃ	۲۲۷
۹۱۱	علامہ جلال الدین السیوطی	مرفقات الصعود	۲۲۸
	ابراہیم بن محمد الخفنی	مستخلص الحقائق	۲۲۹
۴۰۵	ابو عبد اللہ الحاکم	المستدرک للحاکم	۲۳۰
۷۱۰	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	المستصفی	۲۳۱
۱۱۱۹	محب اللہ البہاری	مسلم الثبوت	۲۳۲
۲۰۴	سلیمان بن داؤد الطیالسی	مسند ابی داؤد	۲۳۳
۳۰۷	احمد بن علی الموصلی	مسند ابی یعلیٰ	۲۳۴
۲۳۸	حافظ اسحاق ابن راہویۃ	مسند اسحاق ابن راہویۃ	۲۳۵
۲۴۱	امام احمد بن محمد بن حنبل	مسند الامام احمد بن حنبل	۲۳۶
۲۹۲	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	مسند البزار	۲۳۷
۲۹۴	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	مسند عبد بن حبیہ	۲۳۸
۵۵۸	شہر دار بن شیر ویہ الدیلمی	مسند الفردوس	۲۳۹
۷۷۰	احمد بن محمد بن علی	مصباح المنیر	۲۴۰
۷۱۰	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	المصنفی	۲۴۱
۲۳۵	ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	مصنف ابن ابی شیبہ	۲۴۲
۲۱۱	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	مصنف عبد الرزاق	۲۴۳
۶۵۰	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	مصباح الدیجی	۲۴۴

۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۲۴۵	معرفة الصحابة
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبراني	۲۴۶	المعجم الاوسط
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبراني	۲۴۷	المعجم الصغير
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبراني	۲۴۸	المعجم الكبير
۷۴۹	قوام الدين محمد بن محمد البخاري	۲۴۹	معراج الدراية
۷۴۲	شيخ ولي الدين العراقي	۲۵۰	مشكوة المصابيح
۶۹۱	شيخ عمر بن محمد البخاري الحنفي	۲۵۱	المغنى في الاصول
۶۱۰	ابو الفتح ناصر بن عبد السيد المطرزي	۲۵۲	المغرب
۴۲۸	ابو الحسين احمد بن محمد القدوري الحنفي	۲۵۳	مختصر القدوري
۹۳۱	يعقوب بن سيري على	۲۵۴	مفاتيح الجنان
۵۰۲	حسين بن محمد بن مفضل الاصفهاني	۲۵۵	المفردات للامام راغب
	ابو العباس عبد الباري العشماوي المالكي	۲۵۶	المقدمة العشماوية
۵۵۶	ناصر الدين محمد بن يوسف الحسيني	۲۵۷	الملتقط (في فتاوى ناصري)
۸۰۷	نور الدين علي بن ابى بكر البيهقي	۲۵۸	مجمع الزوائد
۸۲۷	محمد بن محمد بن شهاب ابن زاز	۲۵۹	مناقب الكوردي
۳۰۷	عبد الله بن علي ابن جارود	۲۶۰	المنتقى في الحديث
۳۳۴	الحاكم الشير محمد بن محمد بن احمد	۲۶۱	المنتقى في فروع الحنيفه
۱۲۵۲	محمد امين ابن عابدين الشامي	۲۶۲	منحة الخالق
۱۰۰۴	محمد بن عبد الله التمر تاشي	۲۶۳	منح الغفار
۹۵۶	امام ابراهيم بن محمد الحلبي	۲۶۴	ملتقى الابرار
۶۷۶	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف النووي	۲۶۵	منهاج
۶۹۴	مظفر الدين احمد بن علي بن ثعلب الحنفي	۲۶۶	مجمع البحرين
	شيخ عيسى بن محمد ابن ايناك الحنفي	۲۶۷	المبتغى
۴۵۶	عبد العزى بن احمد الحلواني	۲۶۸	المبسوط
۵۱۰	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراهيم الهروي	۲۶۹	مسند في الحديث

۲۷۰	المسند الكبير	يعقوب بن شيبة السدوسي	۲۶۲
۲۷۱	منية البصلى	سيد الدين محمد بن محمد الكاشغري	۷۰۵
۲۷۲	موطا امام مالك	امام مالك بن انس المدني	۱۷۹
۲۷۳	موارد الطمان	نور الدين علي بن ابي بكر البيهقي	۸۰۷
۲۷۴	مشكلات	احمد بن مظفر الرازي	۶۴۲
۲۷۵	مذهب	ابي اسحق ابن محمد الشافعي	۴۷۶
۲۷۶	ميزان الشريعة الكبرى	عبد الوهاب الشعراني	۹۷۳
۲۷۷	ميزان الاعتدال	محمد بن احمد الذهبي	۷۴۸
۲۷۸	المستخرج على الصحيح البخاري	احمد بن موسى ابن مردويه	۴۱۰
۲۷۹	مكارم اخلاق	محمد بن جعفر الخراطي	۳۲۷

ن

۲۸۰	النقاية مختصر الوقاية	عبد الله بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱	نصب الراية	ابو محمد عبد الله بن يوسف الحنفي الزيلعي	۷۶۲
۲۸۲	نور الايضاح	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي	۱۰۶۹
۲۸۳	النهاية	حسام الدين حسين بن علي السغناقي	۷۱۱
۲۸۴	النهاية لابن اثير	محمد الدين مبارك بن محمد الجزري ابن اثير	۶۰۶
۲۸۵	النهر الفائق	عمر بن نجيم المصري	۱۰۰۵
۲۸۶	نواذر في الفقه	هشام بن عبيد الله المازني الحنفي	۲۰۱
۲۸۷	نور العين	محمد بن احمد المعروف بنشأ نجي زاده	۱۰۳۱
۲۸۸	النوازل في الفروع	ابو الليث نصر بن محمد بن ابراهيم السمرقندي	۳۷۶
۲۸۹	نواذر الاصول في معرفة اخبار الرسول	ابو عبد الله محمد بن علي الحكيم الترمذي	۲۵۵

۲

۲۹۰۔	الوافی فی الفروع	عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱۔	الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲۔	الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳۔	الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴۔	الہدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
------	------------------------	---------------------------------------	-----

ی

۲۹۵۔	الیواقیت والجواب	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶۔	ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبد اللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

